UNIVERSAL LIBRARY
OU_226579
UNIVERSAL LIBRARY

UnEven Page Numbers within the book only

OUP—880—5-8-74—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۲۹۷٫۰۵ Accession No. U 1489

Author نظام المشائخ

Title نظام المشائخ جلد ۱۹-۲۰

This book should be returned on or before the date last marked below.

جلد ۹ نمبر
U/689

نظام المشائخ

جلد ۹	بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۶ ہجری	نمبر ۱

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	صبح زندگی	یادگار شمس العلماء نذیر احمد۔ علامہ راشد الخیری مدظلہ	۳
۲	جوش جنون ہوش	جناب ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی	۱۵
۳	حقیقت	جناب مولوی رحمت علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔	۱۸
۴	فقیری کا بھید	یادگار خواجہ میر درد۔ مولانا حکیم ناصر نذیر فراق دہلوی	۳۱
۵	جبر و قدر	خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب آئی اے سی	۳۷
۶	رویت سال ہلالہ گورنمنٹ	جناب مولوی تصدق حسین صاحب صدق جائسی	۴۷
۷	خواب مدینہ	جناب مولانا سید شاہ محمد اسمٰعیل صاحب ہمدانی گیاوی	۴۸
۸	ایک سبق آموز واقعہ	جناب ابوالعلائی مولوی بشیر احمد صاحب برہان پوری	۵۰
۹	تازیانہ عبرت	جناب مولوی حافظ محمد یعقوب صاحب آتیج گیاوی	۵۵
۱۰	دربار خواجہ کا	جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب قمر ہلالی شاہ نظامی۔ حیدرآبادی	۵۶
۱۱	برگ سبز	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری	۵۷
۱۲	اشتہارات	مشتہرین	۶۵

یارانِ نظام المشائخ

توسیع اشاعۃ

CHECKED 1963

گزشتہ ماہ میں جن حضرات نے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ اللہ پاک اُنھیں جزائے خیر دے۔ خاکسار واحدی

جناب سید محمد فضل حق صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ و کلکٹر راج محل نے جناب مولوی شاہ محمد یسین صاحب اور جناب مولوی سید نور محمد صاحب وکیل راج محل کو خریدار بنایا۔

جناب منشی حبیب اللہ خاں صاحب فراقی پھلور نے جناب سید علی شاہ صاحب سب انسپکٹر ماہیوال کو

جناب محمد عبد اللطیف صاحب کھرور نے جناب مسٹر عبد المجید صاحب امرور کو۔

جناب مولانا رضاء الحق صاحب عباسی منگرول نے جناب جنرل شیخ عبد الخالق صاحب احمد یار ریاست منگرول کو

جناب مولانا حامد حسین صاحب نگینہ بیدل نے جناب محمد بشیر حسین خاں صاحب لاہور کو

جناب حاجی عبد الرحمٰن حاجی احمد صاحب پٹیل بمبئی نے جناب ملا طیب علی محمد علی صاحب بمبئی کو

جناب سید عابد حسن صاحب کانپور نے جناب سید ضامن علی صاحب کانپور کو

جناب منشی صفت علی صاحب مختار پورنیہ نے جناب منشی شجاعت حسین صاحب محرر وکیل پورنیہ کو

جناب محمد حیات صاحب انسپکٹر مارن نے جناب قاضی عبد الرحیم صاحب ڈیپلو کو

جناب احمد خاں صاحب شولاپور نے جناب عبد الرحمٰن صاحب شولاپور کو

جناب مولوی محمد سعید صاحب یارہ نے جناب بابو کمال الدین احمد صاحب مشکی پور کو

جناب مولوی سید احمد شاہ صاحب نے جناب ملک محمد صاحب سب رجسٹرار مقام چونہ کورلا کو

جناب تحصیلدار منشی محمد حسین صاحب لشادبرس بچھونے نے جناب عبد القادر صاحب پرسیٹھ کو

جناب محمد حبیب الدین صاحب تیلگاؤں نے جناب مسٹر شیخ عبد اللہ صاحب تیلگاؤں کو

(باقی آئندہ) خاکسار منیجر

Checked 1978
1484
29705
نظام المشائخ - 05

بسم اللہ

نظام المشائخ

صبح زندگی

یوں تو خدا کے فضل و کرم سے وہ تمام کتابیں جو اس وقت تک رویش پریس نے پیش کیں، اپنی اپنی جگہ اچھی کامیاب ہوئیں۔ لیکن ۱۹۱۸ء کی مطبوعات بالعموم اور بالخصوص **شام زندگی** کی مقبولیت کا یہ عالم رہا کہ ہندوستان بھر میں شام زندگی ہی شام زندگی کا غل پڑ گیا۔ اس نے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک ایک تہلکہ مچا دیا، اسکے تین ایڈیشن لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لے لیئے۔ اب چوتھی دفعہ چھپی ہے +

شام زندگی گو بجائے خود مستقل تصنیف کہی جا سکتی ہے تاہم اسکی ہیروئن وہ قابل ناز ہستی ہے جس کا گو رتبہ بھی پردۂ خفا میں نہ رہنا چاہیے تھا

چنانچہ اُسے صبح زندگی کے نام سے دس برس کے قریب گزرے مخزن پریس
شائع کر چکا ہے۔ پر افسوس کہ آج نہ وہ مخزن پریس رہا۔ اور نہ اسکی صبح زندگی۔
شام زندگی کے بعد ہر ناظر کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی
تھی کہ صبح زندگی بھی دیکھنے میں آئے۔ مگر میں مجبور تھا۔ البتہ حال میں
مجھے اسکا حق اشاعت حاصل ہو گیا ہے۔ اور میں نے اُسے تیار کر لیا ہے۔
اس لیئے اعلان کرتا ہوں کہ صبح زندگی آیندہ دفتر نظام المشائخ سے ملیگی۔
میری عقل کام نہیں دیتی کہ صبح زندگی کے متعلق کیا لکھوں۔ یادگار
شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد علامہ راشد الخیری نے سچ یہ ہے کہ اسکے
ایک ایک صفحے پر موتی بکھیرے ہیں۔ انسانی وجود اور نسوانی شخصیت کا
کوئی شعبہ اور شائبہ ایسا نہیں جس پر صبح زندگی میں بحث نہ ہو اور پھر جس کو
پڑھکر زبان سے آہ یا واہ نہ نکل جائے۔ صبح زندگی کا ایک مختصر سا ٹکڑا
درج ذیل ہے جس سے کچھ اندازہ ہو سکیگا کہ صبح زندگی کیا چیز ہے
اور ادب اردو میں یہ فرمانے والا کس عزت کے مستحق ہیں۔ اس سے
پہلے اسکا خلاصہ بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ تاکہ آپ اسے بخوبی سمجھ سکیں
یہ وہ زمانہ ہے کہ سنجیدہ (نسیمہ کی پھوپی) نے نسیمہ کو پال پوس کر زیور
تربیت و تعلیم سے پوری طرح آراستہ کر دیا ہے۔ اتفاق سے قحط پڑا اور
اتنا سخت کہ کھاتے پیتے منھی ننھی بہر چیزوں کو ترسنے لگے۔ نسیمہ کا گھر گویا
اعراف تھا کہ اسکے داہنے اور بائیں جنت و دوزخ کے نمونے تھے ایک طرف
ایک اُستانی تھیں جنہوں نے عمر کا ہر حصہ اور زندگی کا ہر سانس خلق اللہ کی
خدمت کے واسطے وقف کر دیا تھا۔ ماں باپ کی بچیوں کو کلیجے سے لگا کر
رکھتیں۔ پڑھاتیں۔ لکھاتیں۔ اور جو کچھ سیب آتا۔ اوں اکا پیٹ بھرتیں

اور پھر اپنے منہ میں ڈالتیں۔ دوسری جانب ایک عورت ٹھکاٹر تھی جسکے پاس ہزار دو ہزار روپیہ تھا اور اس موقع پر اُسنے اُسے بڑھانا چاہا۔ دنیا بھوکی مر رہی تھی۔ مائیں بچوں کے چاند سے چہرے کملاتے ہوئے دیکھکر تڑپ اٹھتی تھیں۔ برتن بھانڈا۔ زیور کپڑا۔ جو موجود ہوتا لیکر پہنچتیں۔ اور ٹھکاٹر کو اونے پونے دے دیتیں۔ کال سے بہت قبل ٹھکاٹر اُستانی جی کو یہ جل دیکر کہ میں بے اولادی ہوں۔ اولاد کرکے رکھوں گی۔ ایک یتیم لڑکی لے چکی تھی مگر جفا شعار نے اُس معصوم کی وہ مٹی پلید کی کہ الامان الحفیظ۔ جب بدنصیب مسکین پر چار چوٹ کی مار پڑتی تو اُستانی جی لرز جاتیں مگر کر کیا سکتی تھیں۔ قحط نے ٹھکاٹر کے مال میں ترقی دی اور حاجتمندوں کا اثاثہ دو دو چار چار روٹیوں اور سیر سیر بھر آٹے کے عوض اُسکے قبضے میں آگیا تو ترقی دولت کے ساتھ ضرورتوں میں بھی ترقی ہوئی اور سنگدل ٹھکاٹر نے ایک اور لڑکی طلب کی جسکو اُستانی جی نے نفرت سے نامنظور اور حقارت سے رد کر دیا +

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اسی خشک سالی میں دفعتہً بارش کی جھڑی لگی اور اس تیا کی کہ مینہ کی دعائیں مانگنے والے کثرت باراں سے چیخ اُٹھے۔ مکانوں کا ستھراؤ ہوگیا۔ گلیاں اور کوچے اینٹوں اور پتھروں سے پٹے پڑے تھے۔ اسی حالت میں رات کے ۱۲ بجے یتیم خانے کا در اگرا۔ اور ایک یتیم بچی دب کر مرگئی۔ اُستانی جی نے ٹھکاٹر سے التجا کی کہ رات کی رات ان باقی یتیموں کو اپنے گھر میں پڑ رہنے دو۔ ٹھکاٹر نے کہا کہ صرف اسی شرط پر کہ ایک لڑکی مجکو اور دیدو۔ اُستانی جی مایوس ہوگئیں۔ ان کو یقین تھا کہ عنقریب سارا مکان بیٹھ جائیگا۔ مینہ دھوندھار پڑ رہا تھا۔ اور غریب بچیوں کے لیئے کوئی جائے پناہ میسر نہ تھی کہ نسیمہ اسی سمے میں کہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہی تھیں

برقعہ اوڑھے یتیم خانے میں آئی۔ یتیم بچی کا مُردہ جو مٹی میں دبا ہوا تھا ہاتھ
سے نکالا۔ اور سب کو اپنے گھر لائی۔ اس یتیم لڑکی کے ساتھ جو تکاشر کے
قابو چڑھ گئی تھی تکاشر کا کیا سلوک تھا۔ اس کی کیفیت اور اسکا نتیجہ
صبح زندگی کے اس ٹکڑے سے معلوم ہوگا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔
صبح زندگی ۱۰۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت ۸ر منیجر نظام المشائخ
دہلی سے طلب کیجئے۔

بات سدا رہنے والی نہ تھی۔ آئی بھی اور نکل بھی گئی۔ البتہ وہ بات باقی ہے اور کچھ کچھ روز تک باقی رہیگی۔ چار روز کی زندگی کیواسطے انسان جو چاہے کرلے۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ دیر ہے اندھیر نہیں۔ آج کے تھپے آج ہی نہیں جلتے۔ پاپ کی ناؤ آج نہیں کل اور کل نہیں پرسوں ایک دن ڈوبے اور ڈوبے۔ کال ختم ہوا۔ اور چوتھے سال تو اللہ کی کچھ ایسی مہربانی ہوئی کہ چھدڑی کے گیہوں پک گئے۔ سستا سیاں ہوتے ہی وہ تکلیف اور پریشانی سب بھول بسر گئے ہاں تکاشر کا ستم اور نسیمہ کا کرم دلوں پر نقش تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلہ والوں نے ملنا جلنا بات چیت تکاشر سے قطعی بند کردی۔ اس خودغرضی اور نفس پروری کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے جیتے جی اُسے مردہ سمجھ لیا۔ دن بھر بیٹھی مکھیاں مارتی اور کوئی آکر جھانکتا تک نہیں۔ آدمی کچھہ کہو کر سکتا ہے۔ چاہیئے کہ تکاشر اب تو اپنی حرکتوں سے باز آتی۔ مطلق نہیں یتیم خانہ کی وہ لڑکی معصومن جو قبضہ میں تھی۔ بندر کی بلا طویلہ کے سر۔ محلہ بھر کا غصہ اس غریب پر تھا۔ دوپہر کے وقت ایک روز لڑکی کو بخار چڑھا۔ جاڑوں کے دن تھے دھوپ میں بیٹھی کپکپا رہی تھی۔ تکاشر نے پٹاری منگوائی۔ زبردست کے بسوے بیس اٹھی اور لائی۔ چھ سات برس کی جان۔ بخار میں جلتی بچاپاؤ سیر تانبا ہاتھ میں۔ پاؤں پھسلا اور دھڑام سے گری بیمار کا گرنا تھا کہ تکاشر جھلا کر اٹھی۔ پٹاری کو تو وہیں چھوڑا۔ اور معصومن کا ہاتھ پکڑ کر بیدردی سے

گھسیٹتی ہوئی لائی بیچاری وہ معصومن کی حسرت آمیز نظریں تکا ترچلا دینے رحم کی التجی تھیں اور بیگناہی کا اظہار کر رہی تھیں۔ مار پڑنی شروع ہوئی۔ جب طاقت ضبط نہ رہی تو رو کر کہنے لگی۔ بیگم صاحب اب معاف کر دیجئے۔ پھر کبھی نہیں گراؤنگی۔ یہ تو کہنا ہی فضول ہے کہ بے بس لڑکی کی منت وزاری کا بھلا اثر کیا اثر ہوا۔ مارا جتنا مار سکتی تھی۔ مار چکی تو ایک ایسا دھکا دیا کہ اوندھے منہ جا کر تخت پر گری۔ کنپٹی میں کیل چبھی۔ خون کی تللی بندھ گئی سارا چہرہ لہولہان ہوگیا +

معصومن سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا۔ پہلی مصیبت تو یہ آئی کہ ماں چھوٹی ماں کا پکھوا چھوٹا۔ دوسری آفت تقدیر نے یہ ڈھائی کہ پہنچی ایک کٹر کے پاس جسکے دل میں رحم تک کا نام نہیں۔ اور پھنسی ایسی ظالم کے پھندے جس کو خدا سے غرض نہ رسول سے واسطہ بخار۔ بخار پر مار۔ مار پر چوٹ۔ اولاد والی ہوتی تو کلیجہ پکڑ کر بیٹھ جاتی۔ مگر اسکے بھاؤں ہی نہیں۔ معصومن میلی کچیلی۔ اوڑھنی سے آنسو پونچھ پانچھ کونہ میں جا لیٹی۔ غنیمت تھا کہ اکاتر اسی پر بس کرتی۔ نہیں۔ بیٹھی کو اُٹھوا مصالحہ پسوایا۔ برتن ڈھلوائے اور کھانا کھانے بیٹھی +

بڑا ہو یا بچہ تکلیف کا احساس تو ہوتا ہی ہے۔ معصومن کچھ دیر تک تو بانوپر چنگا میں پٹڑے پر سر رکھے ہولے ہولے ہائے اللہ ہائے اللہ کرتی رہی۔ اور پھر اپنی مری ہوئی ماں یاد آگئی۔ بخار کی گھبراہٹ چوٹ کی تکلیف۔ خون کی کثرت اس پر ماں کی شفقت کا یاد آنا تھا کہ ننھا سا دل بھر آیا۔ روئی اور رو کر باہر آئی۔ نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آسمان چھوٹے چھوٹے تاروں کو اپنی گود میں لیے کھڑا تھا۔ کچھ دیر تک چپکی کھڑی سوچتی رہی۔ اور پھر کہنے لگی ہوبس اللہ میاں میرے اماں باوا تم ہی ہو میرا بخار اُتار دو۔ میرا خون تھام دو اور مجھکو بیماں سے نکلوا دو۔ دیکھو سوچو کیسا درد ہو رہا ہے! اللہ میاں اللہ کی قسم بھیجا نکلا پڑتا ہے *

آدمی غور کرے تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح یہ ایک دو یا چند گروہوں کے باشندے اللہ کے ستائے ہمارے ماتحت ہیں اور ہم انپر حاکم ہیں۔ اسی طرح ایک زبردست

طاقت ہمارے اوپر بھی حاکم ہی جسوقت تکاشر معصومن کا ہاتھ پکڑ کر لائی ہو اور معصومن نے نگاہ یاس سے تکاشر کو دیکھا ہی گو اس کی نظر اور وہ خود دونوں مجبور و لاچار تھے مگر اس کا دل ضرور یہ کہہ رہا تھا "اے تھوڑی سی دیر کی حاکم میرا تیرا فیصلہ اور انصاف وہ حقیقی مالک کرے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے میرا اور تیرا دونوں کا حاکم ہی میں اسوقت بے بس ہوں بیکس ہوں۔ ماں میرے ساتھ نہیں۔ باپ میرے پاس نہیں۔ مگر میرا وارث اور حمایتی ابھی ایک موجود ہے جو میری بیگناہی اور تیرے ظلم کو دیکھ رہا ہے"۔

قبولیت کی گھڑی عام آدمیوں کے واسطے کوئی خاص ہو تو ہو مظلوم کیواسطے تو حاکم حقیقی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے معصومن کی التجا دکھے ہوئے دل کی آہ تھی۔ کلیجہ سے نکلی۔ زبان پر آئی۔ زبان سے نکلنے کی دیر تھی۔ آسمان اور زمین دونوں کانپ گئے۔ حاکموں کا حاکم بادشاہوں کا بادشاہ مظلوموں کا والی معصومن کا وارث جس کے حضور میں اتنی دیر گڑگڑاتی اس فریاد کو سن رہا تھا +

تکاشر کھانا کھا رہی تھی۔ کھا چکی تو آواز دی کہ برتن اٹھا۔ معصومن سنتے ہی اٹھی مگر نہ چلا گیا۔ خون بند ہو گیا تھا مگر بخار جوں کا توں۔ چکر آیا اور ساتھ ہی اندھیرا گری۔ مگر سنبھلی اتنی دیر میں دو تین آوازیں اور تین چار گھرکیاں پڑ چکی تھیں۔ گرتی پڑتی پہنچی دسترخوان لپیٹا۔ برتن اٹھائے اور پھر پڑ رہی +

تکاشر کی گردن میں گدی کے نیچے پھنسی نہ پھوڑا۔ ایک یوں ہی سا دوڑا دو تین دن سے تھا صبح جو اٹھی تو ذرا جلن معلوم ہوئی۔ سمجھی گرمی دانہ پک گیا۔ مگر جلن زیادہ ہوئی کالے مرہم کا پھایا لگایا۔ السی کی پلٹس باندھی۔ گھی لگا کر پان چپکایا۔ تکا سنک کی پھریری پھیری مگر وہ بھی بڑے برابر دانہ خدا معلوم کس قت کا تھا کہ گھنٹوں اور گھڑیوں منٹوں اور پلوں بڑھ رہا تھا۔ دوپہر کو کہیں سہ پہر کو کہیں۔ شام کو تو کہیں کا کہیں پہنچا۔ آدھی رات تک تو کچھ سوئی اور کچھ جاگی مگر آدھی کے بعد تو پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی۔ منہ اور گردن دونوں

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محفل نامہ

گیارہویں شریف

حضور غوث پاک کی گیارہویں میں پڑھنے کی نہایت مختصر مؤثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب

حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف

نقرئی ولایتی جلد بندی ہوئی قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۸ علاوہ محصول

مصور غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

لڑکیوں کی انشا

طوطی خوش الحان علامہ راشد الخیری مدظلہ کی سحر بیانی مسلمہ ہے۔ فسانے سن چکے عالمانہ مضامین پڑھ لیے۔ اب ذرا انشا کی سیر دیکھئے۔ خط نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بیساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ ایک دریا ہے لطافت کا کہ بہہ رہا ہے۔ ایک معلم بے نظیر ہے کہ لڑکیوں کو درس دے رہا ہے۔ ایک نشتر ہے کہ کلیجے میں گھس رہا ہے۔ ہنسیے۔ روئیے۔ پڑھیے۔ پڑھائیے خود پڑھیے اور لطف اٹھائیے۔ لڑکیوں کو پڑھائیے اور بتائیے کہ دنیا میں کیا کرنا ہے اور کیونکر رہنا ہے۔ لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز۔ ایک دریا اس کوزے میں بند ہے۔ اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ کب تک درخواست تعمیل کے قابل رہے گی۔ کیونکہ کتابیں تھوڑی ہیں اور فرمائشیں زیادہ۔ ضخامت قریباً ۷ جزو

قیمت صرف ۸ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

حیات بعد الموت

جس کا
انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میریٹ کی
کتاب

دیر از نو ڈیتھ

سے
مسٹر اختر محمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے

ضخامت قریبًا چھ سو صفحے اصل قیمت چار روپے (للعہ)

۲۰ رجب ۱۳۳۳ھ تک درخواست کرنے والوں کو صرف عہ میں دیجائے گی بشرطیکہ
وہ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا اس اعلان کا حوالہ دیکر وی پی منگائیں

محصول بہرصورت بذمہ خریدار

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

سُوج کر کُپّا ہو گئے۔ بڑی مشکلوں اور مصیبتوں سے چیخ پیٹ کر رات کاٹی۔ نماز دن خالہ نانی کو بلوایا۔ چچی پھوپھی کو ڈولی بھیجی۔ غرض جسے دیکھا دم بخود رہ گیا۔ ڈاکٹر جراح حکیم طبیب سب ہی آئے اور گئے۔ مگر تسکین کی کوئی صورت نہ نکلی۔ ایک چیخ آسمان اور ایک زمین تھی جس شخص نے کبھی پیسہ تو پیسہ سوکھی روٹی تک کسی کو نہ دی ہو۔ بھر بھر مٹھیاں روپیہ دے رہی تھی اور ایک ایک کی خوشامدیں کر رہی تھی۔ دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر آرام اور افاقہ کیا بیس سے انیس بھی نہ ہوا۔ کس قیامت کی کھولن اور غضب کی جلن تھی کہ کسی کروٹ ہی چین نہ پڑتا تھا مچھلی کیطرح تڑپ رہی تھی۔ دن اسی آفت میں بسر ہوا پھوپھی اور چچی نے تو ڈولی ہی اُلٹی پھیری البتہ خالہ اور نانی وہ بھی سگی نہیں رشتہ کی آپہنچی تھیں۔ شام کو وہ بھی چلی گئیں۔ محلے والے تو پہلے ہی دن رات اُسکی جان کو روتے تھے۔ بلاواسطہ بے غرض تکلیف پہنچاتی تھی کچھ ایسا بغض للّٰہی تھا کہ جب تک دن بھر میں ایک آدھ کو سخت نقصان نہ پہنچا لے صبر ہی نہ آتا تھا۔ اُستانی جی البتہ اگلے زمانہ کی عورت اسی تکاثر کی ماں کے ساتھ کی کھیلی ہوئی، یہ کیفیت سنکر آگئیں مگر ظہر پڑھکر آئیں عصر جاکر گھر پڑ رہی۔ تیمار دار تھی یا خدمتگار وہی لے دیکر ایک معصومن۔ سو وہ غریب آپ ہی مر رہی تھی۔ مگر پھر بھی سر سے پٹی باندھ جتنا کچھ ہو سکا برابر لگی لپٹی رہی ۔

دوسری رات پہلے سے بھی بدتر گزری۔ ایک زخم تھا جسپر کوئی کچوکے دے رہا تھا صبح جراح نے آکر چیر دیا۔ دوپہر کو بخار چڑھا غفلت شروع ہوئی۔ گھڑی دو گھڑی بعد ہوش آجاتا تو ایسی بلبلاتی تھی کہ سننے والوں تک کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ شام کو بخار ذرا ہلکا ہوا مگر پھوڑے کی تکلیف بدستور تھی۔ پلنگ باہر بچھوا انگنائی میں آکر لیٹی۔ یہ عمر بھر میں پہلا ہی دن ہوگا کہ تکاثر ارحم الراحمین کے رحم کی ملتجی تھی اور اسکو یاد کر رہی تھی عشا کا وقت تھا کہ ایک فقیر نے دروازے پر آکر صدا لگائی ع

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

بیماری کی حالت رات کا وقت مضمون درد انگیز فقیر خوش الحان دفعۃً تکاثر کو عاقبت کا خیال بندھا۔ سوچنے لگی کہ بس زندگی کے دن پورے ہوگئے اور ایک آدھ روز یا دو چار گھڑی دنیا کی ہوا کھا رہی ہوں۔ سے لیا جو لینا تھا اور کرنی تھی جو کرنا تھا۔ افسوس ہے اس دنیا پر جس کے واسطے اتنا کچھ کیا آخر بے وفا نکلی۔ بچے بچے پر ظلم کئے۔ بڑوں بڑوں کو دھوکا دیا۔ آج شہر بھر میں ایک شخص ایسا نہیں جو مجھ سے خوش ہو۔ یہ اتنی بیمار محلہ میں بھری پڑی ہیں مگر ایک اتنا نہیں کہ جھوٹے موٹ تو آ کر میری خیر صلاح پوچھتا مگر کیوں پوچھتا اور کس لیے آتا۔ میں ہوں ہی کس سے بھلی جو میرا خیال کسی کو ہو۔ میرا گور گڑھا ہی کر دیں تو بھی ان کا احسان۔ ورنہ میں تو اسکی بھی مستحق نہیں۔ افسوس افسوس ناکام جی اور بدنام مری۔ یتیموں کے مال مارے۔ رانڈوں پر ستم کیے۔ معصوم جیسی بچی۔ ماں نہ باپ۔ میرے ہاتھ سے کیسی کیسی بے گناہ پٹی۔ وقت گزر گیا۔ دن نکل گئے اب اسکی سزا ہے اور میں ہوں +

انہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھی۔ دفعۃً ایسا معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان مکان میں شادی کا سامان ہے۔ ڈولیوں پر ڈولیاں اتر رہی ہیں۔ مگر آنے والیاں کچھ ایسی سراسیمہ و پریشان کہ باوجود ملاقات اور جان پہچان کے نہ کوئی کسی سے بولتا ہے نہ چالتا۔ تکاثر نے کئی ایک سے پوچھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ کس کا گھر ہے۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ دفعۃً اتنے میں ایک بڈھا سا شخص آیا۔ اور تکاثر کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف گھسیٹتا لے چلا۔ اس شخص کی صورت ظاہری تو چنداں خوفناک نہ تھی۔ مگر آواز میں کچھ اس بلا کی دہشت تھی کہ کلیجہ بلیوں اچھل رہا تھا۔ ایک کوٹھری کے قریب لے جا کر اس شخص نے باواز بلند کہا۔ "چل چل بے چل پا جو بویا ہے وہ کاٹ لے"۔ کہا اور کچھ ایسا کڑک کر کہا کہ تکاثر کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا۔ کوٹھری کے کواڑ کھل گئے۔ اندھیرا گھپ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر چاہتی تھی کہ اس شخص کے پاؤں پر سر رکھ کر کچھ عرض کرے۔ کوٹھری کے اندر سے

سانپ نے ایسی پھنکار ماری کہ بالکل ہی دہل گئی۔ سناٹے میں ایک آواز اُس کے کان میں آئی۔ جو یہ کہہ رہی تھی:۔

کیوں ناشکر! چار دن کی زندگی پر ایسی بھولی کہ اگلے دن کا کبھی خیال نہ آیا تو دن رات دیکھتی تھی کہ تیری ماں بہنیں بھاگی دوڑی ہمیں چلی آرہی ہیں۔ مگر تو نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ایک دن تجھکو بھی یہاں آنا ہے۔ دیکھ اس کاغذ کو دیکھ! تیری ایک ایک گھڑی کا حال اور ایک ایک پل کی کیفیت اس میں لکھی ہوئی ہے۔ ہم نے تجھکو لکھکر اطلاع دی۔ زبانی پیغام بھیجے کہ نادان ابھی کچھ نہیں گیا۔ کچھ کرنا ہو تو اب بھی کر لے ورنہ تیری زندگی اور پچھتائے گی۔ مگر تیرے کان پہ جوں بھی نہ چلی۔ اُن خوشیوں میں جو پانی کے بلبلے کی طرح زیادہ ٹھیرنے والی نہ تھیں تو ایسی گھسی کہ نکلنے کو جی ہی نہ چاہا۔ وہ تیرے جھوٹے دوست اور خوشامد کرنے والے آج کہاں ہیں؟ اے نمکحرام! ہم نے پکار پکار کر کہا کہ سکھ سے جی۔ چین سے آ۔ خوشی سے رہ اور شوق سے رہ۔ مگر رہنے کو مستقل نہ سمجھ بتا آج تیرے پاس ہمارے لیے کیا کیا سوغاتیں ہیں۔ ہماری محبت پر بھی تم نے کبھی غور کیا۔ تیری خاطر ہم نے سارے دنیا کو گلزار بنا دیا۔ کام کاج کو دن دیا۔ سونے کو رات دی۔ جاڑے کے بعد گرمی دی۔ گرمی کے بعد برسات دی طرح طرح کے میوے قسم قسم کے پھل۔ یہ وضع وضع کی نعمتیں کس کیلئے؟ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ ہماری عنایتیں اور مہربانیاں اسی قابل تھیں کہ تو کبھی ہمیں بھولکر بھی یاد نہ کرے۔ دیا۔ ضرورت سے زیادہ دیا۔ کافی سے بڑھکر۔ بے روک دیا بے ٹوک دیا۔ جتنا چاہے کھا جتنا چاہے پی۔ جہاں ضرورت ہو جا۔ جدھر مرضی ہو پھر۔ پہن۔ اوڑھ۔ اُٹھ۔ بیٹھ۔ لیٹ۔ سو۔ کھا۔ پی۔ ماری جائیو[لہ] کمبخت ناشکر! کبھی ہمارے احسان کو احسان نہ سمجھا۔ احسان فراموش ناگنی۔ ذرا تو سوچ اور غور کر۔ تجھ جیسی بے وفا کو کہ تینتیس چونتیس برس میں ایک وقت ہمارے رو برو سر نہ جھکایا۔ ہم نے اپنی نعمت سے محروم نہ رکھا۔ پیٹ بھرنے کو روٹی دی۔ پہننے کو کپڑا دیا۔

لہ قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ

ہاتھ دیئے۔ پاؤں دیئے۔ کان دیئے۔ ناک دی۔ ہمیں مشکل نہ تھا کہ تجکو اندھا کر دیتے بہرا بنادیتے۔ تیری جیسی عورتیں تیری ہی آنکھوں کے سامنے آنکھوں سے اندھی۔ پاؤں سے لنگڑی۔ ہاتھوں سے لولی۔ کانوں سے بہری۔ موجود تھیں۔ کبھی انکو دیکھکر بھی تو نے ہماری قدر نہ کی سمجھے کبھی یہ بھی نصیب ہوا؟ کہ نیا کپڑا پہنکر ہمارا شکریہ ادا کرے کبھی یہ نیک توفیق ہوئی؟ کہ اچھا کھاکر ہماری شفقت کو یاد کرے۔ سر اٹھا اور آنکھ ملا کر بات کر ہم نے تجھ کو کہاں کہاں بچایا۔ کس کس جگہ مدد دی۔ کیسے کیسے موقعوں پر تیرا ساتھ دیا۔ تیرے ہی کارن اسے نکھرام صرف تیری خاطر تیری پرورش کی خاطر ماں کو ممتا دی۔ باپ کو پیار دیا۔ بھولی بھولی صورت دی۔ میٹھی میٹھی باتیں دیں۔ کیوں کاٹر وسی لیئے تھے؟ کہ جب تو پل پلاکر بڑی ہو۔ اور بڑھ بڑھا کر جوان ہو تو ہم کو بالکل ہی بھول جائے۔ منتیں مان چادریں چڑھا قبروں پر جھک۔ پیروں کو پوجھ۔ سے اول سے آخر تک اپنے تمام حالات سن اور تو ہی بتا۔ اب ہم تیرے ساتھ کیا سلوک کریں"؟

تجھ سے زیادہ نا عاقبت اندیش کون ہوگا۔ مسافر بنکر گئی اور گھر والی بنکر بیٹھی۔ پردیس کو وطن سمجھا۔ سرا میں ڈیرے ڈالے۔ اور اس بات کا کبھی خیال بھی نہ آیا کہ جو کچھ کر رہی ہوں۔ حرف بحرف لکھا جا رہا ہے۔ اور یہ دفتر ایک دن کھلنا ہے کیوں تکاٹر؟ کال کے دن مٹھی مٹھی بھر دانوں کے لالے اور تیرے ہی جیسے مظلوم و معصوم بندے دور سے آس لگا کر تیرے پاس آئیں۔ اور تو منہ پھیر لے۔ دکھیاریاں مصیبت ماریاں بھوکی پیاسی تیرے در پر آکر پڑیں۔ اور تو اُن کا زیور تاکے تیس میں چالیس چالیس روپیہ کی رقمیں محنت کی بنائی مصیبت کی جوڑی دس دس پندرہ پندرہ روپیہ میں ہتھیائیں اور کبھی رحم نہ آیا۔ یتیموں کے مال مارے و قسمت بڑوں کے زیور چھینے۔ رانڈوں کے دل توڑے۔ بچوں پر ظلم کیا کسی کا مکان دبایا کسی کی دکان اڑائی۔ مگر او بیوقوف! وہ سب وہیں تک کا تھا۔ اور وہاں کا وہیں رہا آج تیرے

ساتھ ان میں سے تو کچھ نہیں۔ مگر ہاں مظلوموں کی آہیں اور دکھتے ہوئے دلوں کی بددعائیں تیرے ساتھ ضرور ہیں۔ کاش! وہ ظلم وستم اور غرور و تمکنت سانس ہی تک کا تھا۔ اب ختم ہوا۔ اب تو ہے اور ان کرتوتوں کا پھل۔ جو کیا وہ بھر جو بویا وہ کاٹ۔ یاد ہے یا بھول گئی۔ آدھی رات کا وقت۔ پانی کا طوفان۔ اور وہ بن ماں باپ کی بچیاں۔ رات کی رات تیرے گھر پر رہنا چاہیں۔ منتیں کریں۔ خوشامدیں کریں اور تو اس کان سن اس کان اڑا دے۔ ان کا کچھ نہیں گیا۔ تو نے اپنی آخرت برباد کرلی۔ وہ دن اور رات کچھ بھی نہیں رہا مگر تیرا عمل باقی رہ گیا۔ جس مکان پر اتنا گھمنڈ کیا وہ سدا رہنے والا نہ تھا۔ کاش! آج اس گھر میں الو بول رہے ہیں۔ اور کوئی اتنا نہیں کہ چراغ جلا کر بیٹھ جائے۔ کس برتے پر تتا پانی۔ کس بات پر پھولی اور کیا سمجھ کر پھولی۔ جو کچھ کرتی اور جو کچھ دیتی وہ سب تیرا امانت ہوتا۔ اور آج ہم تجھ کو تیری امانت دگنی اور تگنی واپس کرتے۔ دیتے اور اتنا دیتے کہ تو خوش ہو جاتی مگر تو تو ہمارے نام سے ایسی بیزار ہوئی کہ مرگئی اور ہم کو بھولوں یاد نہ کیا۔

کچھ معصومہ کے برتاؤ کا دھیان ہے؟ آج ہم وہی برتاؤ تیرے ساتھ کرینگے۔ تو نے اسے بیٹی کی طرح رکھنے کا وعدہ کیا تھا اور اسکا ننھا سا دل باغ باغ تھا۔ مگر اے سنگدل! تو نے اسکی بڑی بڑی پلیدکی اور ذرا سے کلیجہ پر بڑے بڑے داغ دیئے۔

اس ایک معمولی سی پھنسی میں تو نے محلہ کا محلہ سر پر اٹھالیا۔ اور وہ بخار میں بلبلاتی آفت زدہ بچی جو تیرے حکم پر پانسیر کا بوجھ اٹھا کر لائی صرف پاؤں پھسل جانے پر اس سزا کے قابل تھی کہ سر لہولہان ہو جائے؟ وہ بھی تو تیری ہی طرح جان رکھتی تھی صرف اتنا فرق تھا کہ تو زبردست تھی وہ کمزور۔ تو اختیار والی تھی وہ مجبور۔ مگر اس وقت تو ایسی عدالت میں موجود ہے۔ جہاں کا حاکم تجھ سے زیادہ زبردست اور اسکا فیصلہ

دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگا۔ معصومہ کا دل مجروح اس بارہ میں تجھ سے زیادہ پیارا ہے اور یہ اسی سات برس کی لاوارث بچی اور تیری دست نگر لونڈی کی خاطر ہی کہ تو اس عذاب میں پڑتی ہی۔ اُٹھ اور جو کیا اسکو بھگت ۔

آنکھ کھلی تو جنگل تھا نہ میدان۔ خدا تھا نہ فرشتے۔ وہی اپنا گھر ٹوٹے پھوٹے جھلنگے اور آئے گئے آدمی کلیجہ بلیوں اُچھل رہا تھا۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی بہتیرا چاہتی تھی کہ سنبھلے مگر دل تھا کہ اندر سے بیٹھا جاتا تھا۔ بمشکل تمام رک رک کر اور تھم تھم کر معصومہ کو آواز دی۔ پاس بٹھایا۔ اور خواب کے حالات پر غور کرنے لگی سوچتی ہے تو واقعی میں پچیس برس میں مہینہ دو مہینہ کیا کوئی دن اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی ساعت اور کوئی گھڑی ایسی گزری کہ سچ مچ نہیں تو جھوٹ موٹ اور واقعی نہیں تو دکھاوا ہی سہی۔ کبھی تو خدا یاد آیا ہو۔ یا خدا کے خوف سے کوئی کام کیا ہو۔ دو ڈھائی گھنٹہ تک پڑی اپنی حالت سوچتی اور افسوس کرتی رہی جس پہلو پر نظر ڈالتی تھی ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا آخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ خواب میرے واسطے غیبی ہدایت ہی۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ ابھی تمام باتیں میرے اختیار میں ہیں جو کہیں مرگئی ہوتی تو ہمیشہ اسی عذاب میں پڑی سڑا کرتی ۔

اگلے پچھلے گناہوں کا دھیان خدائے وحدہٗ لاشریک کی قدرت اور ہستی کا یقین ہوا تھا کہ افسوس ندامت کے ساتھ میاں کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی ماتنے میں دل نے اندر سے صدا دی کہ غافل یہی وقت توبہ کا ہی۔ منٹ منٹ اور پل پل کا بھروسہ نہیں۔ گو وقت اور تکلیف سے اُٹھی ٹکرا اُٹھی۔ بیٹھے ہی بیٹھے وضو کیا۔ جانماز بچھوائی اور سجدے میں گری۔ یہ عمر بھر میں پہلا اتفاق تھا کہ ارحم الراحمین کے حضور میں سچے دل سے بڑی گڑگڑا رہی تھی گھنٹہ سوا گھنٹہ تک پڑی روتی رہی رو چکی تو اُٹھکر پلنگ پر آئی۔ معصومہ کو بلا کر گلے لگایا۔ اپنا قصور معاف کروایا ۔

خدا کی قدرت کہو یا اتفاق محض رات کو تکلیف میں آسمان زمین کا فرق تھا صبح ہی اُٹھکر استانی جی کو بلوایا۔ روتی ہوئی لپٹی اور جھکتی ہوئی ملی۔ ایک ہزار روپیہ کا نوٹ یتیم خانہ میں دیا ۔

(۲۸۶)

جوشِ جنون ہوش

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ناصحِ خود یافتم کم در جہاں

فلاں دوست نے میرے حقوق کی پرواہ نہیں کی میں اس سے بیزار ہو نہیں بالکل سچا ہوں۔ فلاں رشتہ دار نے میرے ساتھ دلجوئی اور ہمدردی کا برتاؤ نہیں کیا وہ ضرور غیروں سے بدتر ہے۔ فلاں دشمن ہمیشہ میرے درپے آزار رہتا ہے۔ وہ درحقیقت کشتنی و سوختنی ہے۔ فلاں معاملہ دار ایسا بے مروت اور روکھا ہے کہ اس سے بالکل قطع تعلق ہی کرنا چاہیئے۔ فلاں شخص سے میری محض چار دن کی صاحب سلامت ہے وہ بھی ایسی جسے جھنڈے تلے کی ملاقات کہتے ہیں۔ اُس نے کیوں میری نسبت اسقدر بدگمانی سے کام لیا؟ فلاں بزرگ سے مجکو بہت کچھ سرپرستی و حوصلہ افزائی کی توقع تھی مگر آہ انہوں نے تو ذرا بھی حق شفقت ادا نہ کیا۔

میں حدیثِ نفس کے اس طوفان بلاخیز میں پڑا غوطے کھا ہی رہا تھا کہ اتنے میں نفس لوامہ کو خبر لگی وہ فوراً خوابِ غفلت سے بیدار ہوا۔ جانتے ہو نفس لوامہ کیا شئے ہے! بشریت کی وہی حقیقی حالت، فطرتِ صحیحہ کا وہی تقاضا جو نفس امارہ کے خار دار بیابانوں سے صحیح سلامت گزرنے کے بعد رُونما ہوتا ہے۔ جسکے بغیر بشر کوئی روحانی یا اخلاقی ترقی نہیں کر سکتا۔ اور بالآخر نفس کی وہ درمیانی کیفیت جو خالق فطرت کو بھی اتنی عزیز ہے کہ اپنے کلام پاک میں وہ اسکی قسم کھاتا ہے۔

اس رفیق زندگی نے آتے ہی مجھپر طعن و ملامت کی وہ بوچھاڑ کی کہ الٰہی تیری پناہ! وہ وہ کچوکے دیئے کہ مارے شرم کے میں پانی پانی ہو گیا۔ کہا کہ تو کوئی خدا ہے؟ جو ساری دنیا کو اپنی مرضی پر چلانا چاہتا ہے۔ خلقت تو اولیاء، انبیاء، غوث، قطب کی بھی

نہیں سکتی۔ بلکہ خود خدائے برحق کی رضا جوئی و طاعت سے بھی جی چراتی۔ اور غفلت کرتی ہے۔ تو کہاں کا افلاطون ہے کہ سب تیری ہی اطاعت کریں۔ اور تیری ہی ہمدردی و محبت کا دم بھریں۔ پھر تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ میرا سلوک دوسروں کے ساتھ کیسا ہے اور اُنہیں میری ذات سے کیا کیا شکایات ہیں *

میں عذر کرنے لگا کہ آخر بشر ہوں۔ مجھ میں بھی کچھ کمزوریاں ہونگی۔ میں نے کب اخلاقِ فاضلہ میں بے مثال یا فرشتہ خصال ہونے کا دعوےٰ کیا؟ اتنی بات سُن کر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اور بولا اے ناسپاس نمک حرام! تجھ پر تیرے خالق و مالک کے بیشمار احسان ہیں کبھی تجھے ان کا بھی خیال آتا ہے۔ اگر تو ان کو گننے لگے تو گن بھی نہ سکے۔ انکے شکر سے عہدہ برآ ہونا تو درکنار۔ پس تیرا تو فرض یہ تھا کہ اپنے محسن حقیقی کی منت شماری و شکر گزاری میں صبح سے شام اور شام سے صبح کر دیتا۔ مگر تو لگا اوروں کی عیب جوئی کرنے۔ تو ہی بتا کہ ان الجھنوں سے تجھے اپنی اصلاح کا موقع کہاں مل سکتا ہے؟ تو اکیلا ہے۔ اور دوسروں کی کچھ گنتی نہیں۔ پھر جیسی تجھ میں بشری کمزوریاں ہیں وہ بھی اُن سے خالی نہیں۔ پس اے احمق! کیوں نہ ایک اکیلا پہلے اپنی فکر کرے جو بے شمار مخلوق کے پیچھے پڑنے سے کہیں زیادہ آسان بھی ہے۔ تو نے اپنی برأت کے لیے تو بشریت کا عذر پیش کر دیا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ دوسروں کو بھی یہی حق حاصل ہے اُن غریبوں نے کب ملکوتی صفات ہونے کا دعوےٰ تیرے سامنے کیا۔ کیا یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ اپنی ذات کو تو اور پیمانے سے ناپتا ہے۔ اور دوسروں کو اور سے۔ اے ظالم۔ اے جفاکار۔ اے سُست عہد، غفلت شعار! یاد رکھ وہ بھی تیری طرح خدا نہیں فرشتے نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں اور بشر۔ کاش تو اُن کی کمزوریوں سے سبق عبرت حاصل کرتا۔ کاش تو اپنے باطن کو ٹٹولتا۔ کاش تجھے اپنے عیوب و نقائص نظر آتے۔ اور تو انکے دور کرنے کی فکر کرتا۔ تو اس خلجان میں پڑ کر اپنی عمر عزیز کا

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

میلاد نامہ

رسول بیتی

اردو زبان میں آج تک جس قدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں، یہ کتاب ان سب سے نرالی ہے اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی زیبایش سے قلمبند کر کے بچپن جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں، پھر تتمہ الموسوم بہ رسول بیتی میں رسالت سے لے کر وفات تک کے حالات ہیں، گویا آنحضرت کی مختصر اور پوری سیرت اور سوانحعمری ہے، آخر میں آپ کے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بلا تکان پڑھتے چلے جاتے ہیں، یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہے، شایع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ آٹھ پانسو سے زیادہ فروخت ہو گئی، اب دوبارہ چھپی ہے اور وہ بھی قریب ختم ہے، کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے، قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محرم نامہ

یہ وہی کتاب ہے، جس کا غلغلہ شیعہ سنی دونو فرقوں میں پڑا ہوا ہے، اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اشتہار دیکھکر سینکڑوں درخواستیں جمع ہو گئی تھیں، اور شایع ہوتے ہی چار دن میں ایک ہزار فروخت ہو گئی، محرم نامہ سنہ ۱۳۳۲ھ کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز کتاب ہے، اس کی نسبت سنی علما، اور شیعہ مجتہدین کا اتفاق ہے، کہ ایسی صلح کل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی جس میں آنحضرت کی وفات سے لے کر چاروں خلافتوں اور ان کے جھگڑوں کا اتنا صاف صاف اور پورا بیان ہو، اور پھر کسی فریق کو اختلاف کی گنجایش نہ رہے، ملک کے تمام مشہور لوگوں کے خطوط آرہے ہیں، کہ محرم نامہ اردو کی بہترین کتاب ہے اور اس قابل ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں رہے تاکہ وہ اسلام کی ابتدائی سچی تاریخ سے خبردار رہے، اور جھگڑوں کی حقیقت جان جائے؟

محرم نامہ میں کربلا کی دردناک لڑائی کا نظارہ ایسا لکھا ہے کہ ہر بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے، پڑھنے والے اور سننے والے بے قرار و بے تاب ہو جاتے ہیں، جنگ جمل جنگ اور صفین کا پورا اور ہو بہو سچا حال محرم نامہ کے سوا کسی اردو کتاب میں نہیں ہے، قیمت ۱۱ر علاوہ محصول،

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی

الموسوم بہ

سی پارۂ دل

اس کتاب میں خواجہ صاحب کے وہ تمام مضامین ہیں جو آجتک ہندوستان کے مشہور رسالوں اور اخباروں میں چھپے، بعض مضامین تو وہ ہیں، جو ناپید ہوگئے تھے، اور ایک ایک اشرفی قیمت دینے پر بھی دستیاب نہ ہوتے تھے، ۱۹۱۱ء میں ایک مجموعہ مضامین چھپا تھا۔ مگر وہ نا تمام تھا۔ اس میں پہنے مضامین نہ تھے جو اس تازہ مجموعہ میں ہیں

خواجہ صاحب نے اردو زبان میں ایک نئی وضع انشار پردازی کی ایجاد کی ہے، ہندو اور مسلمان دونو تسلیم کرتے ہیں، کہ ایسی دل پسند اور چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ کی سمجھ میں آنے والی اور دلپر اثر کرنے والی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا لہذا اگر کسی شخص کو اس کا ثبوت آنکھ سے دیکھنا ہو، تو یہ مجموعہ مضامین منگا کر دیکھیے عبارت آرائی تصوف اور سوز و درد کا ایک باغ لگا ہوا نظر آئے گا، قیمت علاوہ محصول عہ ڈیڑھ روپیہ

اِنتخاب توحید

اخبار توحید میرٹھ کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے، صرف پانچ مہینے جاری رہا، مگر مقبولیت کی یہ کیفیت تھی کہ ہندوستان کا کوئی گاؤں اس کے ناظرین سے خالی نہ تھا یہی وہ اخبار تھا جس کے ایک مضمون کھو تکبیر کو ہندو مسلمانوں نے بطور خود چھپوا چھپوا کر تقسیم کیا، اور اس طرح ایک کروڑ کے قریب اس کی اشاعت ہوئی یہی وہ مضمون تھا جس کے ترجمے تمام ترکی عربی اخباروں نے شایع کئے اور باوجود ضبط ہو جانے کے اب تک ہزاروں آدمیوں کو حفظ یاد ہے،

اخبار توحید کے چیف ایڈیٹر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب تھے، اور اس کے اکثر مضامین آپ ہی کے لکھے ہوتے تھے، یہ انتخاب اسی اخبار توحید کے مضامین کا ہے جس میں خواجہ صاحب کے تمام مشہور مضامین یکجا کر دیئے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف عہ

مسمو فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب **سیٹ ہوین نامہ** یہ حضرت امیر حمزہ رض کی مختصر سوانحعمری ہے، خواجہ صاحب کی ابتدائی تصانیف میں عمدہ کتاب ہے، قیمت ۳ ر علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

ایک حصہ برباد نہ کرتا جو پہر کبھی لوٹ کر نہیں آئیگا اور ہرگز نہیں آئیگا +

تیرے بزرگ۔ تیرے دوست۔ تیرے ماتحت۔ تیرے بیوی بچے۔ غرض سارے اپنے بیگانے تیرے نزدیک ملزم ہیں۔ مگر تو اُن کے ساتھ چشم پوشی و درگزر کا برتاؤ نہیں کرتا۔ تو اب تو ہی تبلا کہ جس خدائے بزرگ و برتر کے حضور تو خود ہزاروں خطاؤں کا جواب دہ ہے۔ وہ بھی تیرے ساتھ ایسی ہی سخت گیری کا برتاؤ کرے تو تیرا کیا حشر ہو؟ خدارا ذرا تو شرما! بندوں سے نہ سہی۔ اُس خالق و مالک ہی سے کچھ تو حیا کر۔ کچھ تو اپنے افعال و اعمال کا محاسبہ کر۔

اسمیں شک نہیں کہ تیری بعض شکایات حق بجانب ہیں۔ لیکن جب اوروں تیری مخلوق تیرے مملوک اور تیرے ماتحت نہیں تو کیوں نہیں تو:

با ہمیں مرداں بباید ساخت

کو اپنا دستور العمل بناتا؟ جس سے تیری اپنی اصلاح بھی ہو۔ اور دوسروں سے بگاڑ کی نوبت نہ آئے وغیرہ وغیرہ +

آخر میں اسنے مجھے یہ نصیحت کی کہ کیا تیرا خدا پر ایمان ہے۔ کیا تو قرآن کو خدا کا کلام سمجھتا ہے۔ اگر ان دونوں سوالوں کا جواب تو نفی میں نہیں دے سکتا تو سر جھکائے نیک نیتی و اخلاص سے اپنا کام کیے جا یقین جان یہ ساری الجھنیں تیری آزمایش اور تیری ہی بھلائی کے لیے ہیں۔ زید و بکر کے پردے درمیان سے اٹھا دے اور یاد رکھ!

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ

(جو بھلائی تجھے نصیب ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے۔ اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی ذات کی غفلت و زیانکاری کے سبب)

خاکسار احمد حسین فریدآبادی

۹۸ھ

حقیقت

کوئی معشوق ہے اِس پردہ زنگاری میں

قدیم سے علمائے بنی آدم کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ انسان صرف اِس پیکر جسمانی کا نام نہیں۔ حس و ادراک کسی اور شئے کا کام ہے۔ کان نہیں سُنتے بلکہ اس دریچہ سے کوئی اور سنتا ہے۔ آنکھ نہیں دیکھتی۔ بلکہ اِن روزنوں سے کوئی اور جھانکتا ہے۔ زبان نہیں بولتی بلکہ اُسکے پیچھے کوئی اور طوطیٔ شیریں مقال ہے اگر بالفرض شنوائی بینائی۔ اور گویائی کی قوتیں ہاتھ پاؤں یا پشت میں ودیعت کی جاتیں تو وہ اصلی انسان جسکو روح یا نفس ناطقہ کہتے ہیں وہیں سے سُنتا۔ دیکھتا یا بولتا اِسی پر دوسری قوتوں کو قیاس کر لیجئے۔ یہ پیکر جسمانی فی الحقیقت اصل انسان کا اس عالم عنصری میں ایک آلہ ہے۔ جب وہ اِس پیکر جسمانی کو چھوڑ دیتا ہے جس کو عرف عام میں موت کہتے ہیں۔ تب وہ سُننے میں اس کان کا دیکھنے میں اِس آنکھ کا اور بات کرنے میں اِس زبان کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ یہ آلات صرف اِسی عالم عنصری تک اُسکے استعمال کے لیئے محدود ہیں) رنج وراحت بھی جو کچھ ہے۔ اُسی اصلی انسان کو ہے جسمانی امراض سے جو الم ایک تعلق خاص کے باعث پہنچتا ہے وہ ادراکی قوت کے سبب پہنچتا ہے۔ کلوروفارم سے اِس ادراک کو معطل کر دیا جائے تو کوئی دُکھ نہوگا خواہ جسم کو پارہ پارہ کر دیجئے۔ ہاں اگر اس ادراک کو معطل کیئے بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ ڈالے جائیں تو گو کاٹتے وقت درد محسوس ہوگا۔ مگر اس کے بعد اس عضو بریدہ کو آنکھوں کے سامنے کاٹئے۔ جلائیے جو چاہے کیجئے۔ پس ثابت ہو گیا کہ رنج وراحت بالذات و درد صرف اس ادراکی قوت کی وجہ سے اصل انسان کو پہنچتا ہے نہ کہ اس

پیکر جسمانی کے ذریعہ سے ۔لہذا موت کے بعد بھی جبکہ یہ جسم فنا ہو جائے گا۔ اس اور اکی قوت کے باعث رنج وراحت کا محسوس ہونا یقینی ہے ؛

۲۔ دیکھئے خواب میں انسان چلتا ہے ۔ مگر ان پاؤں سے نہیں۔ دیکھتا ہے مگر ان آنکھوں سے نہیں۔ سنتا ہے مگر ان کانوں سے نہیں۔ کھاتا پیتا ہے لذت اٹھاتا ہے مگر اس جسم سے نہیں۔ وہاں اسکے اور ہی ہاتھ اور ہی پاؤں اور ہی آنکھ، کان ناک ہوتے ہیں۔ اس تمثیل پر فلاسفی کا ایک شبہ ہے۔ کہ یہ جو خواب میں ہوتا ہے صرف عالم بیداری کے تخیلات ہیں۔ باقی کچھ نہیں۔ مگر اسکا یہ جواب ہے کہ گو خواب میں بہت دفعہ عالم بیداری کے خیالات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اسی پر حصر کر دینا نادانی ہے کیونکہ بارہا خواب میں آیندہ آنے والے واقعات ہو بہو دکھائی دئے جاتے ہیں جو اس سے پہلے کبھی پیش نہ آئے تھے۔ ان پر تخیلات بیداری کا اطلاق بے جا ہے تخیل گزشتہ واقعات دکھا سکتا ہے جنکی تصویر خزانہ خیال میں گزر جانیکے بعد باقی رہتی ہے۔ لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ ہم خواب میں ایک شہر میں گئے ہیں۔ جسکو نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ وہاں کے بازار اور مکانات دیکھے۔ وہاں کے سکان البلد سے ملے اور کئی طرح کے معاملات اُن سے کئے پھر بیداری میں کچھ مدت کے بعد جلد یا بدیر بعینہ وہی سب کچھ یا اُس کا ایک حصہ پیش آیا۔ بتاؤ وہ سب کچھ خواب سے پہلے کس نے دیکھا تھا؟ اور وہ کن پاؤں سے وہاں گیا کن آنکھوں سے اُسے دیکھا۔ اور کس زبان سے تکلم کیا؟ بعض اوقات ایسا بھی دیکھا ہے کہ مدت العمر عالم بیداری میں وہ کبھی پیش نہ آیا۔ مگر اُسکے حظ و لطف یا خوف و وحشت کا تصور ہمیشہ راحت یا الم دیتا رہا۔ اور بعض اوقات تو روح کے اس وجدان کا تکیف یہاں تک مترتب ہوا کہ خواب میں انسان چلتا ہے۔ یکلخت اُس نے کسی اونچی جگہ پر چڑھنے یا کسی نیچی جگہ اترنے کے لئے قدم بڑھایا۔ یا طرارہ بھرا تو دفعتہ اس جسمانی ٹانگ نے بھی حالت مدہوشی میں فی الواقع حرکت کی

اور ساتھ اس حرکت کے ساتھ آنکھ کھل گئی وہ گرڑ ہا اور گھاٹی دونوں غائب۔ کہئے وہاں کون چلا گیا؟ بعض اوقات کوئی مکروہ چیز دیکھکر پاؤں مارا کہ درحقیقت ٹانگ نے زور سے حرکت کرکے پلنگ کے پائے سے لگ کر ایسی چوٹ کھائی کہ مضروب ہوکر جاگ اٹھا اور عود ہی ضرب شدید یا ضرب خفیف کے جرم کا مرتکب ہو گیا۔ بعض اوقات خواب میں کوئی ہنود یا درندہ جانور دیکھکر اور حملہ کرتا ہوا پاکر ایک دم چلانا شروع کردیا اور گھروالوں کے علاوہ پاس پڑوس میں بھی ہل چل مچ گئی۔ بلکہ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ خواب میں کسی جگہ چوٹ لگی جو فی الواقع نہیں لگی۔ صبح اُٹھے تو وہاں درد محسوس ہوا اور کئی روز اسکی شکایت رہی۔ اب اس قسم کے رویا میں جو واقعات پیش آئے ظاہر ہے کہ یہ ہاتھ پاؤں آنکھیں اور جسم تو کہیں چل کر نہیں گئے نہ اُن کا یہ فعل تھا۔ پھر کونسے اعضا تھے جو اصل انسان کے ادراک کا باعث ہوئے۔ ضرور کوئی اور ہاتھ پاؤں آنکھ زبان ہونگے۔ جنہوں نے یہ سب کام کئے۔ اور پھر بعض اوقات اُن افعال و حرکات کا اثران ماتحت اعضائے جسمانی پر بھی مترتب ہوگیا +

اِن تمثیلات سے قریب قریب جن سب کا تجربہ راقم الحروف کو بھی ہو چکا ہے اور اکثر دیگر اصحاب کو ہوتا رہتا ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ درحقیقت یہ پیکر جسمانی اور اسکے اعضا کسی فرمانروا کے حیطۂ تصرف میں ہیں اور اسکے آلات ہیں۔ عالم بیداری میں وہ متصرف ضرور انہی کے ذریعہ کام لیتا ہے۔ مگر عالم خواب میں جو بنص النَّوْمُ اَخُو الْمَوْت۔ موت کا نمونہ ہے۔ اِن کا محتاج نہیں۔ پس جس طرح وہ عارضی موت یعنی نیند کی حالت میں اس پیکر جسمانی کی احتیاج نہیں رکھتا۔ اور ان اعضاء کے بغیر جملہ کاروبار اور رنج و راحت برداشت کرتا ہے۔ اسیطرح حقیقی موت کی حالت یعنی عالم معاد میں اس پیکر جسمانی کے بغیر استراحت والم محسوس کریگا۔ پس جزاو سزا انہیں اصل انسان کو ہے جسکو روح یا نفس ناطقہ کہتے ہیں گو اُسکی ماہیت کچھ ہی کیوں نہ ہو

(وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا)
گویا کہ یہ پیکر عالم اجسام میں اس اصلی انسان کی سواری ہے۔ سواری کا کیا ہے۔ اگر سواری ضائع ہو جائے اور سوار سلامت رہے۔ تو سواری اور مل سکتی ہے۔ اور سوار سے کام لیا جا سکتا ہے +

(۳) اوپر کی مثالوں سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ اصلی انسان یا روح کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا ان ظاہری جسمانی اعضا کے علاوہ ہی ہیں اگرچہ اُن کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں کہ کیسے ہیں؟ +

اب ہم ایک مثال دیکر ایضاح کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ عالم معاد میں ثواب وعقاب کے لیے موجودہ پیکر جسمانی کا موجود رہنا ضروری نہیں ہے۔ ایک جرار سپاہی بادشاہی فرمان سے میدان جنگ میں جاکر نبرد آزما ہوتا ہے۔ بادشاہ کے ہاں سے اُس کی سواری کے لیے گھوڑا اور دشمن سے مقاتلہ کے لیے تلوار وغیرہ ملتے ہیں۔ وہ جاکر دشمن سے مقاومت کرتا ہے اور فتح پاتا ہے۔ اگرچہ میدان میں اُس کا گھوڑا مارا جاتا ہے یا تلوار بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ مگر جب وہ فاتح ہو کر اپنے آقائے نعمت کے پاس آتا ہے تو کیا اُسے انعام ملنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھوڑا اور تلوار جن کی وساطت سے اُسنے فتح پائی ہے ہمراہ ہوں؟ ہرگز نہیں یا کیا آیندہ اُس سپاہی سے کام لینے کے لیے یا اسکو داد شجاعت و شہامت دینے کے لیے اُسی گھوڑے اور تلوار کی ضرورت ہے؟ جو میدان جنگ میں تلف ہو چکے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسکو اور گھوڑا اور تلوار دے کر کام لیا جا سکتا ہے۔ اور وہ پھر میدان وغا میں نشان جلادت دکھا سکتا ہے۔ پس یہی حالت اگلی زندگی کے ثواب وعقاب کی ہے کہ اصلی انسان کو راحت و رنج پہنچانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ یہی جسم قائم رہے جو عالم عنصری میں اُس کی سواری یا بمنزلہ آلہ کے تھا بلکہ کوئی دوسرا جسم دیکر بھی ایسا ہو سکتا ہے +

اولاً تو اس کا وہی جسم لطیف کافی ہے۔ اگر بالفرض کسی ایسے ہی جسم کی ضرورت ہے تو وہ وہاب المصور جس نے پہلے سب کچھ بخشا ہے کوئی دوسری سواری دیکر اصلی انسان کو سزا و جزا دے سکیگا۔ اس عالم عنصری والے پیکر کا باقی رہنا ضروری نہیں

(۴) جو کچھ ہم نے تمثیلات خواب میں رقم کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ بعض اوقات روحانی وجدان کا یہاں تک اثر ظہور پذیر ہوتا ہے کہ عالم رویا میں اس جسم پر بھی اسکی کیفیت متکیف ہو جاتی ہے۔ عالم معاد میں بعض حالتوں میں بھی ایسا ہوگا۔ چنانچہ ہم نے اپنے مضمون "عبرت" میں جو نظام المشائخ سنہ گزشتہ کے کسی نمبر میں طبع ہوا ہے۔ ایک قبرستان کی کیفیت درج کی ہے کہ ایک قبرستان کھدوانے میں ہم نے برائی العین علی رؤس الاشہاد مشاہدہ کیا کہ ایک مردہ کی ہڈیاں لحد کے اندر جلی ہوئی سرخ راکھہ کی شکل میں پائی گئیں۔ دوسرے کی لحد میں پانی بھرا ہوا تھا۔ تیسرے کی ہڈیاں سیاہ جلے ہوئے کوئیلوں کی شکل میں تھیں اور چوتھے کی قبر کے اندر بودی پھپھسی ہڈیوں کو سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ ان کی بھی یہی علت تھی کہ اگلی دنیا میں جو کیفیت اصلی انسان کو پیش آئی۔ اُس کا اثر بعض کے اجسام پر بھی نمایاں پڑا۔ مگر باقی سیکڑوں مردوں کی حالت میں کوئی خاص تغیر نہ تھا جیساکہ بعض دفعہ خواب میں بھی روح کے وجدان کا تاثر پایا گیا تھا +

(۵) اسپر ایک یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جب وہ اصلی انسان اگلی دنیا میں اس پیکر جسمانی کا محتاج نہیں۔ اور ثواب و عقاب سب کچھ اُسی کو ہے تو مردہ اور بے روح جسم کو جلانے۔ گلانے یا اُس پر سانپ بٹھانے سے کیا فائدہ؟ جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو نمبر ۴ میں بیان ہوا کہ بعض اوقات روح کی کیفیت جیساکہ عالم رویا میں جسم پر بھی متکیف ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی حقیقی نیند یعنی موت کے عالم میں بھی گاہے گاہے ہو جانی چاہیئے۔ مگر اسکا ایک اور جواب

بہی ہے - جیسے ہم مثال سے واضح کرتے ہیں +

کسی شخص کو سانپ ڈس لیتا ہے جس سے وہ متالم ہوتا ہے وہ خود یا کوئی دوسرا اُس سانپ کو مار دیتا ہے - اسی حالت میں ایک تیسرا شخص جو مار گزیدہ کا عزیز ہے پہنچ جاتا ہے اور اپنے عزیز کی تکلیف کو دیکھکر مضطرب اور پریشان ہوتا ہے اُدھر اُس کی آنکھ مرے ہوئے سانپ پر پڑتی ہے - غیظ و غضب کی حالت میں آکر مردہ سانپ کو پیٹنے لگتا ہے - یا کم از کم پاؤں سے ہی ٹھکرا دیتا ہے - یہ کیوں؟ حالانکہ سانپ تو مر چکا ہے - اب مرے ہوئے کو مارنے سے کیا حاصل؟ حاصل یہ کہ اسکا وجود بھی اُسکی آنکھوں میں کھٹکتا ہے - اور اپنے غصہ کا اثر اسیطرح ظاہر کردیتا ہے - اس سے معلوم ہوا کہ گو حقیقی عذاب تو اصلی انسان یا روح ہی کو ہوگا - مگر خدا تعالےٰ کو اس خبیث کا وجود خاکی بھی برا لگتا ہے لہذا اسکے غضب کا اثر اس شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے کہ اسے بھی آگ میں جلایا جاتا یا سانپوں سے ڈسوایا جاتا ہے +

اسلام اس امر کا قائل ہے اور فی الحقیقت یہ صحیح ہے کہ انبیاء بلکہ اکثر اولیاء و صلحاء کے جسم کو مٹی خراب نہیں کرتی - اسکی کیا وجہ ہے؟ اُن کی ارواح پاک تو استراحت میں ہیں مگر اجسام بھی لحد کے گوشے میں اُسی طرح محفوظ پڑے ہیں - کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ اپنے پیاروں کے اجسام کو ضائع کرے - ہم خود بارہا ایسا کرتے ہیں کہ کسی عزیز یا محبوب کی ادنیٰ اور نکمّی سی چیز بھی مدت العمر حرز جان بنائے رکھتے ہیں اور اُسکو ضائع نہیں ہونے دیتے - حتےٰ کہ بعض اوقات اُسکی انگوٹھی اور دو پیسے کا چھلا یا کوئی چار پیسے کا رومال بلکہ بعض حالتوں میں اُسکا ٹوٹا ہوا جوتا یا پھٹا پرانا کرتا سینتا کرتے ہیں +

پس ان تمثیلات سے واضح ہوگیا کہ گو قبرستان کے اندر اجسام اچھی یا بری حالت میں پائے جائیں - مگر اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان ہی اجسام کو عذاب و ثواب ہو رہا ہے - جزا و سزا تو اصلی انسان کے لیے ہے - مگر ان اجسام

بعض اوقات وہ اثرات مترتب ہو جاتے ہیں جن کو ہم نے نمبر ۴ و ۵ میں مثالوں سے واضح کیا ہے۔

(۶) ہماری بیان کردہ توضیحات سے غرض یہ ہے کہ یہ جسمانی پتلا اصلی انسان کے رنج و راحت کا آلہ ہے اور بس۔ اور اس کا تعلق فقط اس عالم عنصری تک محدود ہے۔

اب یہاں پر تین سوال اور پیدا ہوتے ہیں:۔

(الف) اصلی انسان اور پیکر انسانی میں باہم کیا تعلق ہے؟

(ب) یہ تعلق کیوں منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اس انقطاع کو موت کہا جاتا ہے؟

(ج) درحقیقت وہ اصل انسان کیا ہے۔ اور بعد انقطاع تعلق اسکی کیا حالت ہوتی ہے اور کہاں رہتا ہے۔

ان تینوں سوالوں کا جواب ایک سر روحانی ہے جہاں اس فلسفہ اور حکمت کا گزر نہیں۔ کیونکہ یہ فلسفہ جہاں تک اسکی وسعت تسلیم کیجاوے عالم محسوس سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا اور نہ بڑھ سکتا ہے۔ یعنی اسکی تحقیقات کا دائرہ ان ہی چیزوں تک محدود ہے جو محسوس ہیں۔ مثلاً جو ان آنکھ سے دکھائی دے سکتی ہے۔ عناصر۔ زمین۔ ستارے۔ حجر۔ شجر۔ بحر و بر۔ معدنیات وغیرہ۔ فلسفہ نے ان چیزوں میں موشگافی کی ہے۔ انہی کے متعلق حیرت انگیز کام کئے ہیں جیساکہ قوت برقی کا استعمال۔ ابخرات مائی سے انجنوں کے ذریعہ حیرت خیز کام لینا ریل گاڑی۔ سٹیمر۔ ہوائی جہاز وغیرہ۔ یا معدنیات کے آثار مخفیہ کا انکشاف یا نباتات کے آثار عجیبہ و غریبہ کی تحقیقات۔ یا دوربینوں۔ خوردبینوں سے کرہ ہوائی کی عجائب مخلوقات کی معلومات وغیرہ۔ جس نے عام عقول کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور ان فنون کے ماہرین و موجدین نے خود پسندی سے علم کا انحصار ان ہی پر کر دیا۔ جس طرح ایک لائق معمار کو باورچی کے کام سے بیخبری ہے۔ یا ایک

مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں

میں

مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کی بے ادبیاں ارض پاک میں یاران رسول کا قتل قرون اولے کے سیاسی کارنامے کربلا کے بعد کی سرگذشت حریفان بنی فاطمہ کی نامعلوم فتنہ کاری یزید و دیگر شاہان بنی امیہ کی باطل شعاری، یزید کا حشر، شریروں کا انجام، خدا کا فیصلہ،

یزید نامہ

میں ملاحظہ فرمایئے جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے، اور جس کے لوگ سال بھر سے منتظر تھے، اس میں اس امام الامر کا بھی مفصل بیان ہے، جو خانہ اہل بیت میں،

شیعہ سنی کو ملاپ کی آواز

دے گا، اور بتایا ہے کہ یہ وقت قریب آن لگا، یزید نامہ محرم ۱۳۳۶ھ کا یادگار تحفہ ہے، خود پڑھیئے، دوسروں کو سنایئے، روئیے، رولایئے، مظلوم کے صبر سے واقف ہو، ظالم کا دم واپسین دیکھ لو ایسے غمناک حالات، اور عبرت انگیز تصویریں، تاریخ شہادت میں ناپید تھیں حضرت خواجہ صاحب کا البیلا جھومتا جھامتا طرز تحریر، اچھی لکھائی اچھی چھپائی سفید دبیز عمدہ کاغذ ضخامت پورے دو سو صفحے قیمت صرف عہ (سوا روپیہ) جلدی منگلیئے، درخواستیں اس کثرت سے آرہی ہیں، کہ غالباً دو ہفتہ کے اندر اندر پہلا اڈیشن ختم ہوجائے گا،

حضور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اردو دعائیں

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بہت مشہور و مقبول کتاب ہے، جس میں انسان کی تمام ضروریات زندگی کے لیے اردو زبان میں دعائیں ہیں، ہر دعا خواجہ صاحب کی مخصوص اثر دار عبارت میں ہے، بچوں اور عورتوں کا جی ان دعاؤں میں بہت لگتا ہے، چند روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گئیں تو دوبارہ دوگنے اضافے کے ساتھ طبع ہوئیں اسکول کے بچوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرنے کے لائق یہی کتاب ہے، قیمت چھ آنے علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

سفرنامہ حضرت خواجہ حسن نظامی

الموسوم بہ

روزنامہ سفر حجاز و شام و مصر

اردو زبان میں بہت سے سفرنامے ہیں، مگر یہ سفرنامہ سب سے نرالا، سب سے انوکھا، اور بالکل عجیب چیز ہے، اس کے پہلے صفحے پر لکھا ہے، سب سے پہلا اور سب سے آخری سفرنامہ یہ فقرہ یقیناً درست ہے کیونکہ اردو میں اس سفرنامہ سے پہلے اس طرز کا کوئی سفرنامہ نہ تھا، اس واسطے سب سے پہلا ہے، اور نہ امید ہے کہ اس وضع اور شان اور چلبلی عبارت کا اور کوئی سفرنامہ ہو سکے گا، لہٰذا سب سے آخری بھی یہی ہے،

اس میں مصر کے حالات، عجائبات، سیاسی تمدنی مذہبی کیفیتیں ایسے انداز سے تحریر ہوئی ہیں کہ تمام مصر سامنے آجاتا ہے فرعون کی لاش کا فوٹو، حضرت یوسف پیغمبر کا اصلی مرقع نہایت کوشش اور صرف کثیر سے حاصل کرکے اس میں شامل ہوا ہے،

اسی طرح بیت المقدس، ملک شام، اور مدینہ منورہ کے دلچسپ حالات ہیں، اور عکسی تصویریں ہر موقع کی دی ہیں، ۳۰ کے قریب تو اس میں فوٹو ہیں، الفاظ کی تصویریں الگ رہیں،

یہی وہ سفرنامہ ہے جو گھر بیٹھے اسلامی دنیا کی سیر کرا سکتا ہے کیونکہ ایسی عمدگی سے لکھا گیا ہے، کہ ہر بات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جما نظر آتا ہے، قیمت با تصویر ۳؍ تین روپے، بلا تصویر ۱۲؍

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

سنہ ۱۹۱۶ء کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب نے گجرات، بمبئی، کاٹھیاواڑ وغیرہ کے دلچسپ حالات سفر لکھے ہیں، مشہور زیارتوں اور مقامات تاریخی کا بیان ہے، اور سومنات کے مندر کی کیفیت تو ایسی ہے، کہ اسی ایک کی خاطر ہزاروں آدمی روزنامچہ کو خریدتے ہیں، قیمت ۱۰؍ علاوہ محصول

درویش پریس کی دیگر مطبوعات

خون شہادت کے دو قطرے ۳؍ ... شکوہ ... ... ۲؍ ... حالات خضر ... ... ۱؍ ... ایڈیٹر کا حشر ... ... ۱؍
اخلاق سلطانی ... ... ۱۰؍ ... اصنام العرب ... ۳؍ ... کہانیوں کی پہلی کتاب ... ۱؍ ... دلی کی عید ... ... ۶؍

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

لائق قانون دان پلیڈر لوہار کے کام سے ناآشنا ہے۔ اسی طرح اس فلسفہ کو مسائل روحانیہ سے بے علمی ہے۔ مگر ہاں وہی لوگ جو روحانی وجدان کے ذوق سے لذت چشیدہ ہوں اور جنہیں واہب قدرت نے اس سے بہرہ ور کیا ہو ٭

پیکر جسمانی اور اصل انسان کے تعلق کا ایک بہت باریک مسئلہ ہے جس کی تصریح کے لیے نہ مجھے کوئی مثال ملتی ہے اور نہ اسکی تعبیر کے لیے میرے پاس الفاظ ہیں۔ اس مشکل پر جو کچھ بیان کیا جاوے۔ کافی سمجھا جاوے۔ وہو ہذا:-

پیکر جسمانی میں اغذیہ کے باقاعدہ تصرف میں لانے سے جو خون پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے لطیف ابخرات پیدا ہو کر عروق وغیرہ کے ذریعہ سے تمام جسم میں علی قدر ضرورت پہنچتے ہیں۔ اسکو عربی زبان میں نسمہ کہا جاتا ہے۔ اور اسکو روح اطبا بھی کہتے ہیں۔ یہ نسمہ اس اصل انسان یعنی نفس ناطقہ کا مرکب ہے۔ ان دونوں کا ایسا ہی تعلق ہے جو پھول اور اسکی خوشبو میں یا جلتے ہوئے کوئلوں اور آگ میں نفس ناطقہ اس نسمہ میں تدبیر و تصرف کرتا ہے اور اسکے ذریعہ سے تمام بدن کا انصرام ہوتا ہے۔ جس طرح نفس ناطقہ کا مرکب نسمہ ہے اسی طرح نسمہ کا مرکب خون ہے۔ اب ان اسباب تعلق میں سے جو کوئی سبب اپنی حالت پر باقی نہ رہے گا وہ تعلق منقطع ہو جاوے گا جس طرح تیل نہ ہونے سے بتی کی لو باقی رہے گی اور نہ بتی کے جانے سے وہ روشنی چلی جاوے گی جس نے تمام مکان کو روشن کر رکھا تھا اب تیل اور اس روشنی میں دیکھئے کیا نسبت ہے ٭

الغرض اس تعلق کا انقطاع اس جسم کو کلاً یا جزواً فنا کر دینے سے بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دم گھونٹنے گردن کاٹ دینے۔ زہر یلی دوا کھلانے یا امراض شدیدہ سے۔ یعنی ان چیزوں سے جو انتظام کو درہم برہم کر دینے والی ہوں۔ یہ تو اتفاقی انقطاع تعلق تھا اور طبعی بھی ہوتا ہے کہ اس جسم کے قوے یعنی چراغ بعد اس کا

تیں انحلال پذیر ہو جائے۔ اُسکو موت طبعی کہتے ہیں۔ پھر اس ڈھانچ میں سے وہ اصل انسان اس طرح باہر ہو جاتا ہے جس طرح چھلکے سے پھل۔ اِس چھلکے اور اندر کے پھل میں جس طرح ایک قسم کی صورت میں مناسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح اس پیکر اور اصل انسان میں بھی مماثلت ہوتی ہے۔ مگر کہاں وہ صورت کہاں یہ شکل؟ اور استحالہ و انقلاب اس پیکر پر کوئی نئی بات نہیں۔ غذاؤں۔ اناج۔ گوشت وغیرہ نے معدہ میں جاکر کئی اُلٹ پلٹ کے بعد ایک مادہ کی صورت حاصل کی تھی پھر اس مادہ نے عورت کے رحم میں جاکر کیا کیا بہروپ بدلے۔ خون بنا۔ گوشت کا لوتھڑا بنا۔ اُس میں ہاتھ پاؤں۔ اعضائے جسمانی نمودار ہوئے۔ آخر ایک زمانہ تک وہاں قدرے پختہ ہو کر انسانی پیکر بنکر رحم سے باہر آیا۔ پھر یہ پیکر بھی دن بدن کیا روپ بھرتا رہا۔ آخر کار انحطاط شروع ہوا۔ اور ہوتے ہوتے اس میں سے انسان نکل جانیکے بعد گل سڑ گیا۔ مٹی میں مٹی مل گئی۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

پہلے دو سوالوں کا جواب اس تحریر میں آچکا۔ اب ہم تیسرے سوال کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

ریاضی جیسے یقینی علم میں بھی جبتک کہ اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ کو نہ مانیں۔ نتائج صحیحہ کو استنباط نہیں کرسکتے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ مگر کوئی شخص اس کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ یہ صرف ایک متعارفہ امر ہے یا ہم کہتے ہیں کہ دو کا عدد ایک سے بڑا ہے۔ اور تین کا دو سے پس تین کا بھی ایک سے بڑا ہوا یہ کیوں؟ فقط ایک مسلمہ و موضوعہ امر۔ اسی طرح دنیا کے عقلا۔ علما۔ صلحا۔ انبیا اور بزرگان دین و ملت اس امر کے قائل ہیں کہ اس پیکر جسمانی میں اُسکی اصلیت ایک اور چیز ہے جسکو روح کہتے ہیں چنانچہ ہندو۔ پارسی۔ یہودی۔ عیسائی۔ بدھ۔ مسلمان۔ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ

حضرت عیسےٰؑ اور حضرت محمدؐ سب اِس امر کے قائل ہیں۔ گو بعض اُلٹی سمجھ کے فلاسفر اِس بات سے انکار کریں۔ مگر اُن کا انکار ایسا ہی ہے۔ جیسا کوئی احمق ایک اور ایک کے دو ہونے سے انکار کرے۔ حکمائے یونان بھی اسکے قائل تھے۔ حال کے حکمائے یورپ کو بھی اب اس طرف توجہ ہو رہی ہے۔ اور بڑے بڑے سائنس داں ڈاکٹر اِسکے قائل ہوتے جاتے ہیں۔

وہ اصل انسان ایک جوہر نورانی ہے۔ اِس کے لیئے جسم۔ ہاتھ۔ پاؤں اور اعضا بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے خواب کی بحث میں ثابت کیا ہے مگر اُس کے اعضا اِس جسم عنصری کے سے نہیں۔ وہ جسم ایسا لطیف ہوتا ہے جسکو یہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

روح کے وجود اور اسکے اصل انسان ہونے کی ہم ایک اور سادہ دلیل دیتے ہیں۔ ہر ذی عقل جانتا ہے۔ اور اُس کا ہر وقت کا تکیہ کلام ہے۔ کہ میرا ہاتھ۔ میرا کان میری ناک۔ میرا دل۔ میرا جسم وغیرہ۔ اب غور طلب یہ بات ہے کہ میرا کہنے والا اور ملکیت کا دعوےٰ کرنے والا ہے کون؟ یہ مجسمہ جو پیکر عنصری ہے کسی غیر کی مملوک ہے۔ پھر مالک کون ہے؟ وہی جو اِسے میرا کہنے والا اور حق ملکیت جتلانے والا ہے۔ یہ سبق خود نیچر اسکو سکھاتی ہے کہ وہ اِس جسم سے الگ کوئی چیز ہو وہی اصل انسان ہے۔ خواہ اُسے روح کہو یا نفس ناطقہ یا آتما۔

اب ہم تحریر کرتے ہیں کہ انقطاع تعلق جسمانی کے بعد اصلی انسان یا روح کی کیا حالت ہوتی ہے۔ یہ تو آپ جان چکے ہیں کہ وہ اصل انسان سب کچھ سمجھنے والا۔ چلنے والا۔ بولنے والا۔ دیکھنے والا۔ اور جاننے والا ہے۔ جیسا کہ مختلف ابحاث و تمثیلات سے ظاہر ہو چکا۔

یہ مسئلہ کہ انقطاع تعلق جسمانی کے بعد اُس اصلی انسان کی کیا حالت ہوتی ہے

ایک بڑا زبردست مختلف فیہ اور معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ بعض حکمائے ہنود جو ویدوں کو ماننے والے ہیں۔ اُن کا یہ خیال ہے کہ اس کا عالم ہستی میں بمناسبت اعمال و اعتقاد (گیان و کرم) کسی دوسرے جسم سے پھر وہی تعلق پیدا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ نامتناہی ہے۔ اسکو وہ آواگون یا تناسخ کہتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ گو اس پر بحث کرنا مطولات سے ہو۔ تاہم اس پر ایک اعتراض ایسا کرتے ہیں کہ جس کا جواب ممکن نہیں۔ ہندو لوگ یا اُن کے ہم خیال حکما اس بات کے قائل ہیں کہ پیکر جسمانی اعمال کا پھل ہے۔ یعنی اگر کسی جنم میں اچھے کرم (عمل) کریگا تو انسان کا یا کسی اعلےٰ انسان کا جامہ حاصل کریگا۔ اور اگر بُرے کرم کریگا تو کوئی بُرا جامہ مثلاً چار پایہ حشرات الارض یا اس سے بھی کمتر و ذلیل تر نباتات وغیرہ کے قالب میں آئے گا۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ پہلے وجود کا ہونا لازمی ہے یا کرم کا؟ لا محالہ ماننا پڑے گا کہ پہلے وجود موجود ہونا چاہیے تاکہ عمل کا ظہور اس سے ہو۔ اچھا تو پہلے پہل آفرینش میں جب انسان حیوانات۔ حشرات الارض۔ نباتات وغیرہ حسب اقتضائے معاشرت جو جو ضروری تھے۔ پیدا کیے گئے۔ تو وہ کن کرموں کا پھل تھا؟ اگر فرض کیا جاوے کہ ابتدا میں صرف انسان ہی پیدا کیے گئے تھے۔ تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اول تو تاریخی شہادت اسکے خلاف ہے۔ دوم عقل اسے تسلیم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ انسان اپنے حوائج کھانے پینے پہننے کے لیے کیا کرتے ہونگے۔ علاوہ ازیں انسان بغیر حیوانات حشرات الارض اور نباتات کے گذر ہی [illegible] نہیں ہیں تو مقصد اور رواج کہاں سے آ گئیں گے۔

بعض قوموں کا خیال ہے کہ موجودہ جسمانی انقطاع تعلق کے بعد گو اس جسم عنصری سے تو روح کا تعلق نہیں رہتا۔ مگر ان کا مسکن یہی عالم عنصری رہتا ہے اور وہ جنوں کی طرح رہتے ہیں۔ اسی لیے وہ ارواح کبھی کبھی کسی پر مسلط بھی ہو جاتی ہیں

اور اُن کے افعال حیرت انگیز بھی مشاہدہ ہوتے ہیں۔ یہ خیال بھی بطور کلیہ کے
صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ادر تصرفات۔ معتقدات اور تاویلات کو درست قطع
نظر بھی قرار دیا جاوے تو یہ محال عقل ہے۔ کیونکہ ایک ظالم اور مظلوم کا انصاف
کسی عادل حاکم کے سامنے روبرو ہونا اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا ضروری
ہے۔ ہاں اگر انسان پر صرف حقوق اللہ ہی واجب ہوں تو شاید تسلیم کر لیا جاوے کہ خدا
تعالیٰ نے انکو بخشی مغفرت دی ہو گی۔ مگر دنیا میں اکثر روزمرہ معاملات حقوق العباد کے
متعلق ہیں جو سوائے ظالم و مظلوم کے انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ یا بعض
حالتوں میں جانتے بھی ہوں تو مظلوم کو انتقام نہیں مل سکتا۔ لہٰذا کسی دربار عالی
میں حاضر ہو کر ان کو میزان عدل میں تلنا ایک امر واجب اللزوم ہے۔ اور یہ آئی
صورت میں ہو سکتا ہے کہ خالق کے سامنے حاضر ہو کر ظالم و مظلوم کا فیصلہ ہو۔
ہاں یہ تو ہوتا ہے کہ کبھی ان ارواح کا نزول عالم سفلی کی جانب بھی ہوتا ہے۔ اور وہ
جسکو چاہتے ہیں دکھائی بھی دے جاتے ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام
اور اولیائے عظام و شہدائے کرام کہ فرشتوں کی خاصیت ان میں ہوتی ہے
چنانچہ ہمارے حضرت رسول کریم کا بعض ارواح طیبات سے اس عالم میں ملاقات
کرنا اسکی دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا وَاَیْتُ یُوْنُسَ وَھُوَ یُلَبِّیْ وَرَاَیْتُ مُوْسٰی
وَھُوَ یُلَبِّیْ (میں نے حضرت یونس کو دیکھا کہ لبیک کہتے تھے اور حضرت موسیٰ کو
دیکھا کہ لبیک کہتے تھے) اسی طرح بعض ارواح کسی مدت تک جن میں بہ اعتبار تزکیہ
کے بالا تر جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اسی عالم میں چند سے قیام کرتی ہیں اور
کبھی دفعہ ان خبیث روحوں کو ڈراؤنی اور ہیبتناک اشکال میں مردوں اور عورتوں
کو ایذا دیتے ہوئے سنا ہے۔ اور راقم الحروف نے اپنی آنکھوں سے ایسے اشخاص کو
دیکھا ہے کہ جنکو ایسی خبیث ارواح ایذا دیتی تھیں۔ حالانکہ وہ اشخاص نہایت متشرع

جن سے جھوٹ یا مکر و فریب کا ہرگز گمان نہیں ہو سکتا۔ نہ اُنکو ایسا کرنے کی حاجت تھی۔ اور بہت سی ایسی بھی ہیں جو محسوس نہیں ہوتیں۔ اور کبھی بعض ارواح خبیثہ کو اس عالم میں عذاب دیا جاتا ہے۔ جسکو بعض ادراک بھی کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آپؐ چند کہنہ قبروں کے پاس سے گزرے۔ اور آپؐ کا خچر یا یابو جس پر سوار تھے بدکا۔ آپنے دریافت فرمایا کہ یہاں کن لوگوں کی قبریں ہیں لوگوں نے کہا۔ مشرکین کی۔ آپنے فرمایا۔ اگر تم مُردے گاڑنا بند نہ کردیتے تو میں اُنپر جو عذاب ہو رہا ہے تم کو دکھا دیتا۔ (یعنی عذاب دیکھکر خوف کے مارے تم لوگ مُردے دفن کرنے چھوڑ دوگے) جسکو جن و انس کے سوا سب دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث سے عذاب قبر ہونے کی وجہ کس عمدگی اور صراحت سے معلوم ہوئی۔ چونکہ ہر ایک قبر مدفون کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ لہذا عالم سفلی میں عذاب دینے کے لیے ایسی الرواح کو عذاب بھی قبروں کے اندر دیا گیا جو درحقیقت اصلی انسان کو عذاب ہوتا ہے۔ مگر وہ پیکر جسمانی مٹی میں گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے۔ بعض خاص حالتوں میں عذاب کا اثر اسپر بھی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح قبور صلحاء اور قبور فساق و کفار پر کبھی نیک و بد آثار بھی لوگوں کو محسوس ہوتے ہیں مگر عام قاعدہ جس کا گروہ انبیاء قائل ہے۔ اور جس کی خبر دینے پر وہ مامور کیے گئے تھے یہی ہے کہ نیک بندہ حسب اعمال و ایمان اس پیکر کو چھوڑ کر عالم بالا تک پرواز کرکے جاتا ہے۔ اور فرشتے اُسکو نہایت عزت و احترام کے ساتھ عالم بالا تک پہنچاتے ہیں اور وہیں کہیں اپنے مناسب مقام پر اور ارواح میں ملتا اور عیش و آرام پاتا ہے۔ گو درجات متفاوت ہیں۔ اس مقام کو علیین کہتے ہیں۔ اور بد کردار اسکے برخلاف بُرے حال میں مبتلا ہو کر عالم سفلی میں معذب ہوتے ہیں جسکو سجین کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

والسلام علی من اتبع الہدیٰ ✽

خاکسار رحمت علی۔ بی اے ایل جسمونہ منار (پنجاب)

۲۸۶

فقیری کا بھید

قرآن بھی برحق۔ حدیث بھی برحق۔ اور قرآن و حدیث کا نتیجہ جس کا نام فقہ ہے وہ بھی برحق۔ جو ان پر ایمان نہ لائے۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔ مگر اس مصالحہ کے ساتھ خدا کی محبت رسول کی محبت بھی لازم ٹھیر گئی ہے۔ بیگار ٹالنی پسند نہیں ہے ہمارے آقائے بینظیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو یہ فرماتے۔ اللھم ارزقنی حبك وحب من احبك وحب ما یقربنی الی حبك واجعل حبك الی من الماء البارد۔ یعنی اے اللہ! تو مجھے اپنی محبت عطا فرما۔ اور اپنے دوستوں کی محبت بھی مجھے عنایت کر۔ اور مجھے اس چیز کی محبت بھی بخش دے جو مجھے تجھ تک نزدیک کرے۔ اور اپنی محبت میرے دل میں ٹھنڈے پانی کی محبت سے زیادہ پیدا کر دے +

اگر ایک صوفی کو خدا سمجھ دے تو حضورؐ کے اس کلام سے اُسے تصوف کا پورا سبق مل سکتا ہے۔ ساری محنت اور مجاہدہ اور زہد و تقوے کا نتیجہ آپ نے اس میں بیان فرما دیا۔ اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ بے محبت کے نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور ساری نیکیاں اکارت ہیں۔ اور جب حضورؐ کو خدا کی محبت سے واسطے اس شئ کی ضرورت تھی جو خدا کو محبوب ہے۔ تو ہمیں اس شئے کی دل و جان سے جستجو لازم ہوئی اور جو کچھ سمجھ میں آیا وہ یہی ہے کہ خدا کی محبوب آپ کی ہی ذات پاک ہے اور خدا تک ہماری رسائی بغیر آپ کے کرم کے ناممکن۔ یہ رستہ پستی سے بلندی کی طرف جاتا ہے اور اس رستہ کے طے کرنے کے لیے درود شریف اور صلوٰۃ و سلام ہی پر و بال ہیں۔ خود بدولت ارشاد کرتے ہیں من نسی الصلوٰۃ علیّ فقد اخطاء طریق الجنۃ

یعنی جو شخص محض درود شریف پڑھتا ہو لگیا وہ جنت کے رستہ سے بھٹک گیا۔ زاہدوں کی جنت تو وہ ہے جس میں حور و قصور اور دودھ۔ شراب کی نہریں اپنی بہار دکھاتی ہیں۔ اور اہل معرفت کی جنت خدا کا وصال ہے ؎

شیخ و طوبیٰ و ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ اس باریک مسئلہ کو چپ چپاتے اس شعر میں ادا کر گئے ہیں۔ ویسے تو حضور پرنور کی نعت اور درود و سلام میں اسوقت تک لاکھوں کتابیں دنیا میں بن چکی ہیں اور اُنسے ایک جہان نے فیض بھی پایا۔ مگر درود کا بے مثل و بے مثال مجموعہ دلائل الخیرات شریف ہے جس کے جامع محمد بن سلیمان جزولی ہیں۔ آپ ایک بار سفر میں تھے۔ چلتے چلتے ظہر کے وقت آپ ایک اوجڑ سے گاؤں میں پہنچے۔ ظہر کا وقت تنگ ہونے لگا۔ آپ نے ایک گاؤں والے سے کہا۔ ڈول رسی لادو۔ تو میں اس کنوئیں سے پانی بھر کے وضو کرلوں اور خدا کا فرض ادا کروں۔ مگر اس نے آپ کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور چلتا پھرتا نظر آیا۔ آپ کنوئیں پر حیران کھڑے تھے جو اپنے مکان کے چبوترے پر سے دس برس کی ایک لڑکی نے پکار کر کہا۔ اجی جناب آپ کون ہیں اور ایسے ہکا بکا کیوں کھڑے ہیں۔ حضرت محمد بن سلیمان نے کہا۔ میں فلاں شخص ہوں اور ظہر کی نماز کی فکر میں مبتلا ہوں۔ میرے پاس ڈول رسی نہیں ہے اور تمہارے گاؤں کے رہنے والے ایسے بے پروا ہیں کہ سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے ہیں۔ اور ایک بوند بھی پانی دینا بھی نہیں چاہتے۔ اس بات کو سن کر لڑکی اپنے کوٹھے سے اُتر کر شیخ کے پاس آئی۔ اور کہا واہ حضرت۔ آپ کی فضیلت اور کمال کا شہرہ تو ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور آپ ایسے تھکے ہیں کہ بے ڈول رسی کے کنوئیں میں سے پانی بھی نہیں لے سکتے۔ اتنا کہکر لڑکی نے کنوئیں میں اپنے منہ کا ذرا سا لعاب ڈالدیا۔ اور اپنے گھر کو چلی گئی۔ کنوئیں کا پانی جوش مارکر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں وہ اس قابل تھیں کہ ایک کتاب کی شکل میں نہیں جمع کر دیا جاتا۔ کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں۔ اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ بدل جائے اور مسلمانوں کا خانگی نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈھے بھی نہ ملے یہ کہانیاں بچوں کی سمجھ اور عقل کے موافق ہوتی ہیں اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اس واسطے لیلیٰ خواجہ بانو یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے جس میں [illegible] وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ ہیں جن کو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں۔ اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف [illegible] علاوہ محصول [illegible]

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

شیخ سنوسی

خواجہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں ظہور حضرت امام مہدی کا حال ہے یہ کتاب چھ سات دفعہ تو حلقۂ المشائخ نے شائع کی اور بمبئی وغیرہ میں چور کتاب فروشوں نے پوشیدہ پوشیدہ ہزارہا کئی دفعہ چھاپی اور دونوں جگہ فوراً بک گئی گجراتی مرہٹی بنگالی زبانوں میں اس کے کئی کئی ترجمے ہوئے غرض آج تک ایک لاکھ کے قریب اس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت پہلے ۳ آنہ تھی مگر اب بڑھ گئی ہے اور ۵ ہے۔ کیونکہ جب تک جناب [illegible]

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

یورپ میگزین

چھوٹے چھوٹے رسالوں کا دلچسپ مجموعہ ہے جس کو خواجہ صاحب نے جنگ یورپ کی شروعات کے وقت لکھا تھا اس میں حسب ذیل سات رسالے ہیں۔

توپ خانہ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ بم۔ جرمنی کا اعلان جنگ۔ کیا ہے میدان جنگ۔ جرمن شہزادہ کی لاش

ان رسالوں میں دلچسپی کے ساتھ تصوف کے نکتے لکھے گئے ہیں اور امن کی خوبیاں بیان ہوئی ہیں مجموعی قیمت [illegible]

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

انتخاب نظام المشائخ مفت منگا لیجئے

۲۰ رجب تک انتخاب نظام المشائخ قسم دوم کا صرف ایک ۱۲ آنہ خریدار دینا ہوگا خواہ اُس سے دو روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیجئے خواہ وی پی کی فرمائش کرا دیجئے منی آرڈر آنے پر فوراً اور وی پی کی صورت میں جب رقم وصول ہو جائے انتخاب نظام المشائخ آپ کی خدمت میں بالکل مفت بھیج دیا جائے گا محصول کے ٹکٹ بھی ہم لگائیں گے۔

کیا ان داموں یہ سودا کچھ مہنگا ہے

انتخاب نظام المشائخ ضخیم کتاب ہے بارہ آنہ میں دو ہزار ہر ایک ہی ہے اس کے مضامین کی فہرست یہ ہے

مضمون	مضمون نگار	مضمون	مضمون نگار
دعا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	عالمگیر کی باطنی تعلیم	جناب مولوی حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی
وضو	جناب ملا محمد الواحدی صاحب	یاد اللہ	جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی
الموت	جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی	نور عشق	جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی
قند	جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب عباسی مجیدی	حقوق اللہ	جناب منشی ضیاء الدین احمد صاحب برنی بی اے
دائمی زندگی	جناب مولوی احمد سعید صاحب دہلوی	اہل بیت کا حج	جناب ملا محمد الواحدی صاحب
کھٹکا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	خونی تارا	جناب ملا محمد الواحدی صاحب
قبروں کی زیارت	جناب سید ذاکر علی صاحب جیدانی	خلوص	جناب سید محمد حفیظ صاحب ایدی بی اے
مستانہ بزم ہولی	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	میں بڑا یا شیطان	جناب ملا البعلم صاحب
طلسماتی تحفہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	آ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
حب وطن	جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی	پریم کتھا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
حال و قال	جناب پروفیسر نواب علی صاحب ایم اے	آہ! یہ خط	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

شروع میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب و ملا محمد الواحدی صاحب کی ہاف ٹون تصویریں لگی ہوئی ہیں کاغذ نہایت سفید و دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب طرح خوشخط ہے خط و کتابت میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دینا چاہئے

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

منہ تک آگیا۔ اور فوارہ کی طرح چاروں طرف اُبلنے لگا۔ حضرت شیخ نے بہت اطمینان سے وضو کیا۔ اور پانی کنوئیں کی تہ کو چلا گیا۔ شیخ اس کرشمہ کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ جوں توں نماز ادا کر کے روتے ہوئے لڑکی کے حجرے کے پاس آئے اور خدا رسول کا واسطہ دیکر بہت عاجزی سے عرض کرنے لگے۔ صاحبزادی! مجھے اس راز سے آگاہ کر کہ یہ مقام تجھے کیوں کر حاصل ہوا ہے۔ لڑکی نے ہنس کر کہا۔ شیخ! تعجب ہے کہ تم جیسا بزرگ اور اس ادنیٰ بات کو اسقدر مشکل جانتا ہے۔ سُنیئے نہ یہ کوئی کرامت ہے نہ خرقِ عادت ہے۔ صرف درود شریف کی برکت ہے۔ اے محمد بن سلیمان جزولی جس درویش نے درود شریف کی کثرت اور مداومت نہ کی وہ مراد کو نہ پہنچا میں آپ کو وہ درود شریف ضرور تعلیم کر دیتی۔ مگر مجھے شرم آتی ہے کہ آپ جیسے فاضل کی میں اُستانی بنوں۔ آپکے لیے مناسب ہے کہ ظاہر کو چھوڑ کر باطن کی طرف رجوع کریں پھر آپکے یہ درود شریف کیا اس سے بڑھکر ہزاروں درود حاصل ہو جائینگے اور جو کچھ آپ پائینگے وہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ حضرت شیخ نے اس فہمائش کو لطیفہ غیبی سمجھا۔ اور دلائل الخیرات کی آٹھ منزلیں تالیف کیں۔ جب ایک منزل لکھ لیتے تھے تو اس لڑکی کو جا کر سناتے تھے اور کہتے تھے وہ تمہارا والا درود اس میں آگیا یا نہیں؟ لڑکی کہتی نہیں آیا۔ یہاں تک کہ آپ دوسری منزل تالیف کرتے اور اُسے سناتے اور مایوس چلے آتے۔ یہاں تک کہ آخری منزل بھی آپنے لکھ لی اور لڑکی کو سنائی شیخ سمجھے کہ لڑکی اس مرتبہ بھی مجھے ناکام بھیجے گی۔ مگر لڑکی نے کہا الحمدللہ آپکی محنت ٹھکانے لگی۔ وہ درود جس درود شریف کا آپ کو شوق تھا وہ بے کسی کے کہے آگیا۔ اور آپ نے اس منزل میں اُسے لکھدیا۔ پھر لڑکی نے اُس درود کا پتہ آپکو بتا دیا۔ دلائل الخیرات کے اوصاف اور عجائبات کسی زبان اور قلم سے ادا نہیں ہو سکتے ہیں۔ جو فقیر اسے مرشد کامل کی اجازت سے پڑھتے ہیں وہ اپنے حوصلہ

موافق نہیں پاتے ہیں۔ اور اسکی ظاہری خوبیوں سے وہ اہل علم آگاہ ہوسکتے ہیں
جنہیں فن حدیث سے مناسبت ہو۔ کیونکہ دلائل الخیرات کے مؤلف علاوہ اور
علوم کے حدیث میں خاص درجہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے اس مجموعہ کے اکثر الفاظ وکلمات
میں احادیث کے سیکڑوں کنایہ اور اشارہ ادا کر جاتے ہیں۔ آپکے معمولی شاگردوں
کی تو کچھ گنتی ہی نہیں۔ بیس ہزار شاگرد تو ایسے کامل محدث تھے۔ جنہوں نے لاکھوں
طلبا کو حدیث کا درس دیکر استاد بنا دیا۔ حضرت شیخ اپنے مرشد ابوعبداللہ
کے بموجب ارشاد چودہ برس خلوت میں بیٹھکر مجاہدہ کرتے رہے۔ اور جب خلوت
سے جلوت میں آئے تو بلاد مغرب اور بربر اور ساحل اور فاس کے رہنے والے
سمجھے آفتاب عالمتاب اپنے سارے انوار لیکر پردہ زمین پر اتر آیا ہے۔ بارہ ہزار
خلیفہ آپکے ایسے نامور اور صاحب اجازت تھے۔ جن کے فیض نے مغرب سے مشرق
تک اور شمال سے جنوب تک مخلوق کو مالامال کر دیا۔ دلائل الخیرات کے جمع ہونے
میں ہی دیر لگی۔ ورنہ چند ہی روز میں اسے سارے عالم نے قبول کر لیا۔ اور فقرا
کے تمام سلسلوں اور خانوادوں کے اہل کمال نے اسے منظور کرکے اپنے اور اپنے
مریدوں کے وظائف میں داخل کیا۔ جو سمجھدار حاجی اور زائر ہیں وہ دیکھ آئے ہیں
کہ مکہ شریف کی مسجد الحرام اور مدینہ منورہ میں روضۂ رسول انام کے سامنے صبح
وقت ہزاروں اہل محبت دلائل الخیرات ہاتھوں میں لیئے ورد میں مشغول ہوتے ہیں
اور بعض حضرات وہاں ایسے تشریف فرما ہیں جو شیخ الدلائل ہی کہلاتے ہیں
اور انکے ہاں پشتوں سے دلائل الخیرات کے درس وتدریس اور اجازت کا شغل
رہتا ہے۔ اور ذوق شوق والے ان سے اپنی دلائل الخیرات کی تصحیح کرکے اور
اجازت لیکر اپنے اپنے ملکوں کو پلٹتے ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس مجموعہ کے مؤلف
حضرت محمد بن سلیمان جزولی کو اسکا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کیا

ملا ہوگا۔ ہم لوگوں پر جو ایک شمہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ شیخ ممدوح نے ۲۶ ربیع الاول
۸۷۰ھ ہجری کو صبح کی نماز میں انتقال فرمایا اور ظہر کے وقت نماز کی اسی مسجد
کے صحن میں دفن کیے گئے۔ ستتر سال آپ کی وفات کے بعد اہل عقیدت نے چاہا
کہ آپ کی ہڈیاں قبر سے نکال کر مراکش میں لے جائیں اور دوبارہ دفن کر کے ایک
عظیم الشان روضہ آپ کی قبر پر بنوائیں۔ چنانچہ قبر کھولی گئی۔ اور یہ قدرت الٰہی
دکھائی دی کہ حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کی لاش گلنی سڑنی کیسی آپکے
کفن کا ایک تار بھی خاک نے نہ کھایا تھا۔ اس اعجاز کو دیکھکر ہزاروں آدمی جمع ہو گیا
آپ کا چہرہ مبارک کفن سے کھولدیا گیا تھا۔ لوگ زیارت کرتے تھے اور چلے جاتے
جس دن حضرت نے وفات پائی تھی اس سے ایک دن پہلے اصلاح بنوائی تھی
ستتر سال کے بعد اصلاح کی تازگی بدستور تھی۔ چہرہ گلنار اور پُر نور تھا رخسار
پر انگلی رکھدی جاتی تھی تو جلد کے نیچے کا خون سرک جاتا تھا۔ اور جب انگلی ہٹالی
جاتی تھی تو خون دوڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ہر سمجھدار او بے سمجھ یہی کہتا تھا کہ
کہ محض درود شریف کی برکت سے یہ مقام خدا نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ آخر کار
آپکے تن پاک کو مراکش میں منتقل کیا۔ اب آپکے مزار پر ایک گنبد عالی شان بنا
ہوا ہے۔ اور گنبد کے چاروں طرف ایک باغ غیرت خلد بریں آراستہ ہے آپکی
قبر مبارک اور گنبد کی در و دیوار سے ہر وقت مشک و عنبر کی خوشبو آتی ہے
ملکوں ملکوں سے لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں اور دلائل الخیرات کا ورد کرکے
ہیں اور اپنے مقصد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس زمانہ کے بعض صوفی اس اعداد سے
غافل ہیں۔ وہ اپنے وقت کو لہو و لعب میں کاٹتے ہیں مدعا اصل [illegible]
[illegible] و بلوی کو جب [illegible]
سے یہی فرمایا آپکے پیران عظام حضرت شاہ سلیمان صاحب [illegible] اور خواجہ

اللہ بخش صاحب قدس سرہما نے اپنے مریدوں پر چودرود ستغاث اور دلائل الخیرات کا ہر روز پڑھنا لازم کردیا ہے۔ بس یہی انتہائے فقیری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو خواہ وہ کسی سلسلہ میں داخل ہوں یا نہ ہوں دلائل الخیرات کے پڑھنے کی توفیق عطا کرے۔ درود شریف کی برکت کی نسبت ایک حدیث اور بھی سن لیجئے قال صلے اللہ علیہ وسلم من عسرت علیہ حاجتہ کثر بالصلوۃ علی فانہا تکشف الھموم والغموم والکرب وتکثر الارزاق وتقضے الحاجات یعنی حضور فرماتے ہیں جو شخص کسی حاجت کی وجہ سے تنگ ہو تو مجھ پر درود کثرت سے پڑھے۔ پس وہ درود سارے رنج اور غموں اور سختیوں کو کھول دیگا اور رزق کو بڑھا دے گا اور حاجتوں کو روا کردے گا ⁂

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

۷۸۶

پرُتاثیر خطیب

اخبار منبر کے اردو خطیب کے خطبے سنو جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پرتاثیر وعظ سناتا ہے اردو زبان اسکے نرالے بیان پر جھومتی ہے کھوئے ہوئے رستے اس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے حضرت خواجہ حسن نظامی و علامہ راشد الخیری کے مضامین اپنے بادہ ترا سی میں چھپتے ہیں چندہ سالانہ ششماہی سہ ماہی خریداران نظام المشائخ سے ششماہی سہ ماہی نمونہ مفت منیجر خطیب دہلی سے منگا لیجیئے ⁂

۲۶ء

جبر و قدر

ما کجاست حوصلۂ جنگ ذرگار ناچار تن دہیم بسر جنگ روزگار

مذہبی رنگ میں نہیں بلکہ ایک عامیانہ رنگ میں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم

"اپنی اپنی ہستی کے دائرہ میں مجبور ہیں"

"یا قادر اور مختار ہیں"

یہ وہ سوالات ہیں اور یہ وہ بحث ہے جس پر فلسفہ مذہبی ہی بحث نہیں کرتا۔ اور لوگ بھی اسمیں دلچسپی لیتے ہیں۔ باوجود مختلف بحثوں کے اب تک قطعی طور پر یہ فیصلہ نہ ہوا کہ انسان مجبور ہے یا قادر ہے یا ان کے بین بین کوئی حالت ہے۔ ہم جو کچھ اس بارے میں لکھنا چاہتے ہیں نہ بھی کوئی فیصلہ کن بات نہ ہوگی۔ صرف اظہار خیالات ہی ہوگا۔ ہم مذہبی نظر سے یہ بحث نہیں کرینگے بلکہ اُن حالات اور [illegible] اُن واقعات کے لحاظ سے جو ہمیشہ انسان کو پیش آتے رہتے ہیں کیونکہ جبر و قدر کی طاقت کا تعلق اور واسطہ بھی ہمارے افعال اور تصرفات ہی سے ہے۔ اگر انسان سے سلسلہ افعال و اقوال اور تصرفات منقطع کر لیا جاوے تو پھر جبر و قدر کی بحث ہی جھٹ جاوے گی۔ انسان چونکہ فاعل ہے۔ اس واسطے اُسکے مقابلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ مختار ہے یا مجبور یا کوئی اور حالت اسکے سوا بھی ہے +

جب یہ سلسلہ انسانی افعال اور انسانی تصرفات ہی سے وابستہ ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ انسانی اقوال انسانی افعال اور انسانی تصرفات کا وجود کیونکر وجود پذیر ہوتا یا ہوسکتا ہے۔ قدرت نے انسان کو دو قسم کی قوتیں عطا کر رکھی ہیں

(الف) ظاہری

(ب) باطنی

ان دونوں قسم کی طاقتوں کا آپس میں اُس درجہ تک تعلق اور وابستگی ہے کہ جہاں تک زندگی کے واسطے لازمی ہے۔ ظاہری اور باطنی قوتوں میں ایک نسبت ہے اور دونوں نسبتوں کے میل سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ ان دونوں قسم کی قوتوں کے مقابلہ میں چند وسائل، ذرائع اور اسباب ایسے پیدا کر دیئے گئے ہیں جو باوجودیکہ ہیں جنسے انسان کی دونوں قسم کی قوتیں کام لیتی یا لے سکتی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انسانی افعال کا سلسلہ مندرجہ ذیل امور سے وابستہ ہے :-

(۱) باطنی قوتوں سے۔

(۲) ظاہری قوتوں سے۔

(۳) خارجی اسباب اور وسائل سے۔

بعض قوتیں ایسی ہیں کہ اُن کی مشارکت ظاہر اور باطن دونوں سے ہے بصارت ظاہری قوت سے بھی مربوط ہے اور باطنی قوت سے بھی۔ اسی طرح کان بھی اور خارجی اسباب اور خارجی وسائل سے بھی ان کا واسطہ پڑتا ہے۔ اگر خارجی اسباب اور وسائل نہوں تو ان کا سلسلہ افعال نامکمل رہتا ہے۔ مثلاً اگر آفتاب نہو۔ مہتاب نہو یا روشنی کی کوئی اور سبیل نہو تو آنکھ کام نہیں کر سکتی باوجودیکہ وہ بصارت رکھتی ہے۔ اسی طرح اگر ہوا نہو تو کان کام نہیں دے سکتے۔

اب یہ بحث ہونی چاہیے کہ اسباب ثلاثہ متذکرہ بالا پر انسانی حکومت اور قدرت کہاں رکھتا ہے۔ اور اُن کے مقابلہ میں وہ مجبور ہے یا قادر ہے انسان کو جسقدر ظاہری اور باطنی قوتیں حاصل ہیں وہ اُسکے اپنے جسم میں پائی جاتی

ہیں اور وہ ایک حد تک اُس سے واقف بھی ہے کہ :-

اُن سے کس طرح کام لینا چاہیئے"۔

اور وہ کہاں تک کام دے سکتی ہیں"۔

اور کس طرح اُنہیں محفوظ رکھا جا سکتا ہے"۔

باوجود ان تصرفات کے بھی یہ بات انسان کے ہاتھ سے فاصلہ پر ہے کہ اُس کی ظاہری اور باطنی قوتیں ہمیشہ ایک ہی کیفیت لیئے رہیں۔ اگرچہ اس بارے میں اُسکی لگاتار کوششیں بہت کچھ مشکوری کے قابل ہیں مگر باوجود ان ساعی شتہ کے بھی وہ اس مرحلہ میں بعض اوقات اخیر پر ناکام رہتا ہے۔ لڑکپن کے بعد شباب اور پیری اُس پر جبراً حملہ آور ہوتی ہے۔ اگرچہ صدہا ترکیبیں پیری کے روکنے کے واسطے کی جاتی ہیں مگر وہ آنے سے باز نہیں رہتی۔ آخر یہ برف سر پر گرتی اور یہ حملہ ہوتا ہے۔ باوجود طرح طرح کی روکوں اور بندشوں کے کبھی نہ کبھی جسمانی اور روحانی تکلیفات کا دور بھی آہی جاتا ہے۔ بہتیرا بچتے ہیں مگر یہ وار ہوئے بغیر رہتا نہیں۔ ہر شخص اس زندگی میں محفوظ رہنا چاہتا ہے مگر نہیں رہ سکتا؛

بعض وقت اُسے جب کوئی عارضہ ہو جاتا ہے تو اُس سے محفوظ رہنے کے واسطے وہ بہتیری کوشش کرتا ہے مگر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ کیفیات ظاہر اور ثابت کرتی ہیں کہ وہ اخیر پر ایسے معاملات میں مجبور ہے۔ جبر اُس پر غالب کیا جاتا ہے اور مجبوری اُسے گھیر لیتی ہے۔ کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ زبان شکایت کھول سکتا ہے انسان ان مراحل میں سراسر مجبور ثابت ہوتا ہے۔ اگر ان مراحل میں اس کا کوئی اختیار ہے تو صرف یہ کہ آفات واردہ سے چھوٹنے کی کوشش میں رہتا۔ اور اخیر تک لڑتا جاوے۔ مگر یہ کہنا کہ وہ ان اسباب کے تحت ہمیشہ فتحیاب ہوگا۔ اور اُسکی رفتار کوئی فاتحانہ شکل پیدا کر سکیں گے درست نہیں ؛

ان مراحل پر پہنچکر ماننا پڑے گا کہ انسان مجبور ہے اور اُسکے اختیارات حدود مقررہ سے آگے نہیں کام دے سکتے اور نہ انہیں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

جس منن اور جس قیمت کی قوتیں ظاہری اور باطنی انسان کو دی گئی ہیں اُن ہی کے مطابق وہ ان سے کام لے سکتا ہے۔ اُس سے زیادہ نہیں لے سکتا زید کی بصارت قدرتًا ہی کم ہے۔ وہ باوجود چند در چند امدادات کے بھی آہیں پیش نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُس میں کوئی مزید خوبی پیدا کر سکتا ہے۔

زید قدرتًا بدصورت پیدا ہوا ہے۔ چاہے کتنا ہی زور مارے۔ وہ خوب صورتی کی ڈگری باین حالات نہیں لے سکتا۔ زید کا دل قدرتًا کمزور واقعہ ہوا ہے۔ وہ خارجی تحریکات سے بہادر نہیں بن سکتا۔ عورتیں جو خصوصیات اور امتیازات اور جس قسم کی قوتیں اور دل و دماغ رکھتی ہیں اُن کا وہ مردوں کے ساتھ مبادلہ نہیں کر سکتی ہیں۔ افعال نسوانی افعال رجالی سے آخر کچھ نہ کچھ تفاوت اور امتیاز رکھتے ہی ہیں۔ اگر کوئی متنفس ایسا تبادلہ کرنا چاہے تو وہ مجبور ثابت ہوگا۔ اس قسم کی نظیروں سے ثابت ہوا کہ جبر و قدر کی دو قسمیں ہیں

(الف) جبر و قدر قدرتی۔

(ب) جبر و قدر کسبی۔

قدرتی جبر و قدر میں کوئی فرق کوشش سے نہیں کر سکتا۔ مگر اُس حد تک کہ جس حد تک ہم اختیار رکھتے ہیں۔ کوئی آنکھ جو بصارت رکھتی ہے۔ دیکھنے سے جواب نہیں دے سکتی۔ مگر جبکہ ہم اُسے بند کر لیں یا کوئی اور رکاوٹ حائل ہو۔

کوئی ناطق انسان غیر ناطق نہیں ہو سکتا۔ مگر اُس وقت جبکہ وہ خود نہ بولے کوئی قدرتی گونگا بول نہیں سکتا۔ اگرچہ کیسا ہی زور مارا جاوے۔ کوئی مادرزاد اندھا دیکھ نہیں سکتا۔ اور نہ کوئی دوائی اُسے بصیر بنا سکتی ہے۔ جبر و قدر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسرار

جیسا نام ہے ویسی ہی باتیں ہیں، بابیہ فرقہ کے بانی جناب بہاء اللہ آفندی نے رموز تصوف کے متعلق لکھی ہے، یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب کو جناب بہاء اللہ کے فرزند اور جانشین جناب عباس آفندی نے بزمانہ سفر مصر بطور یادگار ملاقات دی تھی، خواجہ صاحب نے اس کا اردو ترجمہ شایع کر دیا ہے، اصل فارسی بھی ہے، اور ترجمہ بھی، پہلی اشاعت جلد ختم ہوگئی، تو دوبارہ چھپی، قیمت چار آنے علاوہ محصول

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسلام کا انجام

مصر کے شیخ المشایخ حضرت علامہ توفیق بکری کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ عرب کے صوفی اسلام کے انجام کی نسبت کیسی فلسفیانہ مدبرانہ رائے رکھتے ہیں، اور ان کے دماغ کا پایہ ہندوستانی مشایخ سے کتنا بلند ہے، یہ کتاب بھی شایع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی تھی، اب دوبارہ چھپی ہے۔ قیمت ۲ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

غدر دہلی کے افسانے باتصویر

یہ کتاب غم اور عبرت کی داستان ہے دہلی کے غدر ۵۷ء میں بیگمات اور شاہی خاندان پر جو مصیبتیں پڑیں ان کا سچا حال خود ان لوگوں کی زبانی سنکر حضرت خواجہ صاحب نے دلچسپ طرز تحریر میں لکھا ہے، یہ کتاب قریب ختم ہے، اور مصلحت جنگ کے سبب شاید دوبارہ شایع نہ کی جائے گی۔ اس کی قیمت بھی بڑھ گئی ہے قیمت سابقہ ۴ر موجودہ ۱۲ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رسول کی عیدی

یہ چھوٹی سی خوب صورت کتاب ہے جس میں مزیدار نظم و نثر بچوں کے خوش ہونے اور دینی محبت کے پیدا کرنے کی دلچسپ ہوئی ہے کئی دفعہ چھپ چکی ہے، عیدین اور عید میلاد کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرتے ہیں قیمت ۱ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

کرۂ مریخ کا سیاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھکر لے گیا

ہم نے اس کے سفرنامے میں سے جسقدر حصہ ہندوستان کے متعلق ملا، اپنی زبان میں لے لیا، اور چھاپ دیا۔ ایسی مزیدار اور پر لطف کتاب ڈھونڈیے گا تو نہ پایئے گا

قیمت صرف چھ آنے علاوہ محصول)

مشاہیر مشایخ ہند

ہندوستان کے تمام مشہور و معروف بزرگوں کا تذکرہ مولفہ جناب مولوی محمد شفیع الدین خانصاحب مرادآبادی۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف چھ آنے

گلدستۂ قمر

یعنی ڈاکٹر قمرالدین صاحب قمر ہلالی شاہ نظامی کے دلچسپ کلام کا مختصر مجموعہ

قیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک

دنیائے اسلام ..	۔ ۶ر	درد دل	۳ر	عطر [illegible]	۲ر	حیات حالی	۶ر
داستان مریخ ..	۔ ۶ر	سب بس حالی	۶ر	تربیت الاطفال	۴ر	مولانا روم	۱۲
[illegible] ...	۔ ۶ر	وجدانی نشتر	۴ر	برزخ	۵ر	حیات داغ	۶ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

قدرتی کی بابت بحث کرنا ہی فضول ہی یہ کہنا کہ انسان کوشش اور تدبیر سے کامیاب ہو سکتا ہی۔ اس کوچہ میں آکر صادق نہیں اُترتا کیونکہ قدرت مقابلہ میں آجاتی ہی اس کوچہ میں زور مارنا فضول اور حماقت ہی۔ جف القلم بما ھو کائن ٭

اس سے ثابت ہوا کہ ہم ایسے معاملات اور ایسے امور میں مجبور ہیں۔ اور ہماری تدبیر اس کوچہ میں بے ثمرہ ثابت ہوتی ہی۔ اور ہمیں ماننا پڑتا ہی کہ ہم اس رنگ میں مختار نہیں ہیں۔ اور ہمارے اختیارات اس جبر کے سامنے کوئی اثر اور کوئی ثمرہ نہیں رکھتے ٭

اب لو جبر و قدر کسبی۔ یہ وہ جبر و قدر ہی جو مختلف اسباب کے تابع ہی ہر کام جو ہم کرتے ہیں وہ چند اسباب کے تابع ہوتا ہی۔ علت و معلول کے سلسلہ میں آکر کوئی کام بغیر کسی سبب کے وجود پذیر نہیں ہوتا یا نہیں ہو سکتا۔ اسباب کی بھی دو قسمیں ہیں :-

(۱) اسباب ذاتیہ

(۲) اسباب خارجیہ

اسباب ذاتیہ گو ہمارے اپنے جسم کے اندر ہی ہوتے ہیں لیکن اُن سے کام لینا بھی کسی وقت ہمارے اختیار یا ہماری قدرت سے باہر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ہم ایک سماں دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اُسوقت ہماری آنکھ ماؤف ہی۔ ہم سننا چاہتے ہیں مگر ہمارے کان میں کچھ ثقالت سی پیدا ہو گئی ہے۔ ہم اس مرحلہ پر محض مجبور ہوتے ہیں۔ کوئی کوشش اور کوئی ذریعہ ہمیں کامیاب نہیں بنا سکتا ٭

ہم بہت سی باتیں یاد رکھنا چاہتے ہیں مگر ہمارا حافظہ کسی وجہ سے ماؤف ہے فوری مداوا اسے بھی اپنی حالت قبول نہیں کر سکتا۔ ناچار وہ ہمیں جواب دے جاتا ہے۔ اور ہم حفظ بعض امور سے رہ جاتے ہیں ٭

اسباب خارجی بیشک دنیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور ہر کام کیواسطے اسباب کا کچھ نہ کچھ تہیہ ہو سکتا ہی۔ مگر ہر ایک قسم کے اسباب کا مہیا ہونا ہر ایک شخص کے لیئے قریبًا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے ‌*

جو شخص ایک کام کے واسطے مختص اسباب کے مہیا کرنے سے بوجوہ قاصر ہے وہ اس مرحلہ پر مجبور ہے۔ یا یہ کہا جاویگا کہ وہ کوئی ایسا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ کہنا کہ ہر شخص مختلف قسم کے اسباب کا تہیہ کر سکتا ہی سلسلہ افعال سے ناواقفیت دلیل ہے۔ گو ہر شخص یہ خواہش رکھتا ہی کہ ہر قسم کے اسباب اس کے حیطہ قدرت سے باہر نہ رہیں مگر وہ ان کا تہیہ مشکل سے کر سکتا ہی۔ جب ہر شخص ہر قسم کے اسباب کا تہیہ نہیں کر سکتا تو کہا جاوے گا کہ وہ ایک حد تک اس رنگ میں مجبور محض ہے ‌*

ایسا اجبار نہ صرف بڑے بڑے امور میں ہی حائل ہوتا ہی بلکہ بعض وقت چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی ایسی مشکلات عائد ہوتی ہیں۔ ایک شخص کسی دوست کے ساتھ وعدہ کرتا ہے کہ میں صبح کے وقت ۸ بجے دلی پہنچوں گا۔ لیکن اتفاق سے وہ ٹرین چلی گئی جو صبح کے ۸ بجے دلی میں مسافروں کو پہنچاتی ہی اب ایسا شخص تاوقتیکہ اُسے کوئی اتفاق سے ہوائی جہاز نہ ملے مجبور محض ہے۔ اُسکے تمام اختیارات اِس مرحلہ پر عاری ہیں ‌*

جبر و قدر کی بحث کا خاتمہ نتائج افعال پر ہوتا ہے۔ اور جبر و قدر کی قیمت اسی مرحلہ پر آکر پڑتی ہے۔ جبر و قدر کی بحث میں یہ سوال نہیں ہونا چاہیئے کہ انسان مجبور ہے یا مختار۔ بلکہ سوال یہ موزوں ہے کہ انسانی مساعی اور افعال کے نتائج اُسکے اختیاری ہیں یا غیر اختیاری ‌*

اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی سوال ہونا چاہیئے کہ کیا انسان اپنی خواہش کے مطابق

نتایج الافعال نہیں چاہتا۔ پچھلے سوال کا یہ جواب ہے کہ کوئی انسان بھی انسان ہو کر
نہیں چاہتا کہ اسکی خواہش کے مطابق نتائج نہ نکلیں +

اگر باوجود اس قسم کی خواہش کے نتائج اُلٹے نکلتے ہیں تو اسکے دو ہی
باعث ہونگے۔ یا تو اسباب موافق کا تہیہ نہیں ہو سکا اور یا تدبیر و سعی میں کوئی فرق رہا
کوشش بلیغ کے بعد بھی قسمت نے جواب دیا ہے تو یہ بھی ایک قسم کی مجبوری ہے اور ایسی مجبوری
کہ فی الوقت اُسے توڑا نہیں جا سکتا۔ اور نہ کوئی خوبی اور کامیابی کے ساتھ اسکا
کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور نہ بالفعل کوئی اور سبیل نکل سکتی ہے۔ باوجود سعی ابلغ
پھر بھی مجبوری رہی +

اور اگر تدبیر ہی ٹھیک نہیں پڑ سکی تو یہ بھی ایک قسم کی مجبوری ہی ہے۔ ممکن ہے
کہ کسی اور وقت کوئی اور تدبیر سلیم نکلے۔ لیکن اس وقت تو یہی کہا جاوے گا کہ مجبوری
تھی۔ باوجود سعی شب و روز کے نتیجہ حسب مراد نہ نکلنا مجبوری ہی تو ہے ایک
شخص امتحان دیتا ہے محنت کے بعد امتحان میں بیٹھتا ہے۔ پرچے بھی اچھے کرتا ہے
مگر اسپر بھی فیل ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مجبور ثابت ہوتا ہے۔ جو کچھ اُسکا اختیار
تھا وہ بخوبی اسلوبی پورا کر چکا ہے۔ باوجود اسکے بھی کامیاب نہیں ہوتا کہنے والا
کہے گا کہ ممتحن نے سمجھا نہیں اس واسطے کامیاب نہوا۔ یہی سہی۔ اس صورت
میں بھی کہا تو یہی جاویگا کہ امتحان دینے والا مجبور رہا۔ کیونکہ ممتحن جو اختیار
رکھتا تھا وہ امیدوار نہیں رکھتا تھا۔ خواہ کسی قسم کی مجبوری ہو آخر مجبوری ہے
ایک گداگر مانگتا ہے منتیں کرتا ہے مگر اُسے کوئی پیسہ نہیں دیتا۔ گداگر مجبور کہا
جاوے گا اور نہ دینے والا بظاہر مختار اور اصل میں مجبور۔ کیونکہ اگر اُسنے بوجہ بخل اور
کنجوسی کے گداگر کو پیسہ نہیں دیا تو وہ بھی مجبوری تھی۔ اور اگر بوجہ اسکے نہیں دیا
کہ اُسکے پاس نہیں تھا تو وہ بھی مجبوری ہی ہوگی۔ اور اگر اس وجہ سے نہیں دیا کہ وہ

پیشہ ور گداگروں کو دینا نہیں چاہتا تو پھر بھی مجبوری ہی ہو گی۔ کوئی سی صورت لے لو مجبوری ظاہر ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہد عذر بکنید من انداز طریق عذر دانم

انسانی افعال اور نتائج افعال انسانی پر غور کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ بعض وقت اُن امور میں بھی مجبور ثابت ہوتا ہے۔ جن میں وہ مختار شمار ہوتا ہے اگرچہ یہ کہا جاوے گا کہ ایسی مجبوریاں عارضی ہوتی ہیں۔ مگر عالم مجبوری سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سلسلۂ افعال اور سلسلہ نتائج افعال پر غور کرنے سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض امور میں انسان مجبور ہے۔ اور بعض میں مختار یا یہ کہ انسان کے اختیارات بین بین جبر اور قدر کے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت انسان مختار ہے یا مجبور۔ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ دائیں ٹانگ اُٹھاؤ۔ جب وہ دائیں ٹانگ اُٹھا چکا تو فرمایا کہ بائیں بھی اُٹھاؤ۔ وہ نہ اُٹھا سکا اور نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ فرمایا کہ تمہارے سوال کا یہی جواب ہے۔

یہ جواب ایک فلسفیانہ اور جامع جواب ہے۔ گویا حضرت امام نے انسان کے افعال کے دو حصے کر دیئے:۔

(الف) مجبورانہ

(ب) قادرانہ

کبھی کوئی مجبوری بعض حالات میں واقعی قدرت کو بھی مجبوری میں منتقل کر دیتی ہے اور اسی طرح بعض قدرتیں مجبوری پر غالب آجاتی ہیں۔ انسان کے اختیارات اور مجبوریاں معجون مرکب ہیں۔ جن کاموں میں وہ اختیارات رکھتا ہے۔ بعض وقت بعض موانعات اُن ہی میں اُسے مجبور ثابت کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض وقت بعض

موقع اور عارضی مجبوریاں حیطہ اختیار میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اگر مختصراً یوچھا جائے کہ انسان مجبور ہے یا مختار۔ تو باعتبار مختلف سلسلۂ افعال اور نتائج افعال کے کہا جاویگا کہ مصداق۔ عرفت ربی بفسخ العزائم اکثر حصہ انسان کی زندگی اور افعال زندگی کا مجبورانہ گزرتا ہے اور کچھ حصہ مختارانہ رنگ میں۔ لیکن وہی اختیارات جو بعض وقت مجبورانہ شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مرزا غالب علیہ الرحمۃ کسی ریاست میں مدارالمہام یا کسی اہم کام پر مقرر ہوئے۔ کسی شاگرد نے موقع دیکھکر لکھا کہ :-

"استاد کے رتبہ اور اختیارات میں شاگردوں کا بھی کچھ حصہ ہونا چاہیئے"

مرزا غالب نے لکھا کہ :-

"بیشک مجھے اختیارات ملے ہیں مگر ایسے ہی جیسے اللہ میاں نے اپنے بندوں کو دے رکھے ہیں" ۔

مرزائے موصوف کا یہ جواب ایک فلسفیانہ جواب تھا اور ایک تفصیل کا محتاج ہے۔ انسان مختار بھی ہے مگر اُن ہی کاموں میں جو اُسکی زندگی کی اعلیٰ غایت نہیں ہیں جو کام اعلیٰ اور برتر ہیں اُن میں وہ کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

"رزق"

"تندرستی"

"اولاد"

"عورت"

"اقبال"

کی باگ ڈور اگرچہ کسی حد تک انسان کے ہاتھ میں ہی ہے مگر کلیتہً اُسکے قابو میں نہیں ہے۔ ناظرین مختلف مثالوں سے تسلی کر سکتے ہیں کہ یہ پانچوں چیزیں کہاں تک خود ہمارے اپنے اختیارات کے زور سے میسر آتی ہیں۔ بعض وقت لوگ قسمت اور

اور نوشتہ کی کہانی سنکر گھبرا جاتے ہیں۔ اور اُنہیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ کیوں خداوند کریم قادر مطلق کو ہمارے افعال اور نتائج افعال میں کوئی دخل ہو۔ اگر بوجہ اسکے کہ وہ ذات قادر مطلق ہے اُس سے انکار کیا جاوے تو کچھ اور بات یا انوکھی دلیل ہے۔ لیکن اگر وہ خدا ہے اور فعال تمام زمین ہی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم جب اُسکے ساتھ کوئی نسبت اور وابستگی رکھتے ہیں تو ہمارے افعال کو اُس سے کیوں نہ کوئی نسبت ہو۔ اگر بجلی، بارش، دھوپ، اور چاندنی کا ہم پر کوئی اثر ہو سکتا ہے تو خدا کے تاثرات سے بھی ہم باہر نہیں جا سکتے۔ اگر ایک انسان ہمارے افعال اور نتائج افعال پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے تو خدا بھی اپنی مرضی سے ڈال سکتا ہے اگر ہم ایسے اسباب سے ناامید ہوں جو ایسے تاثر کے موجب ہوتے ہیں تو اس سے طاقت موثرہ اور ہستی متصرفہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیفیت موثرہ اور متاثرہ ہر رنگ میں ثابت ہے۔ اور اسی پر جبر و قدر بھی موقوف ہے بالفاظ دیگر +

دوسرے الفاظ میں تصرفات اور تاثرات کا نام ہی ایک رنگ میں جبر اور دوسرے رنگ میں قدر ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ خصوصیت سے کامیاب او کامراں ہو۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو تاثرات اور تصرفات مختلفہ کی کشش ہوتی ہے انسانی دل و دماغ بعض وقت ایک معمولی سی تحریک کا بھی شکار ہو جاتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ اُسکی فطرت ہی جبر پسند ہے۔ نوشتہ اور تقدیر انوکھی بات نہیں۔ ان ہی تاثرات اور تصرفات کا نام ہے۔ خواہ سفلی طاقتوں کا اثر ہو اور خواہ علوی طاقت کے دربار سے وابستہ ہو۔ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را + یہ بحث جبر و قدر کا ایک رخ ہے دوسرا پھر کبھی +

سلطان احمد گوجرانوالہ

۵۶ے

رویت ہمہ سال لالہ گوں باد

تخمیس برغزل حضرت حافظ شیرازی رح

عشق تو بہ عقل رہنموں باد آغشتہ سرم بخاک خوں باد
زلفِ تو محرکِ جنوں باد حسن تو ہمیشہ در فزوں باد
رویت ہمہ سال لالہ گوں باد

اے کانِ صباحت و ملاحت اے ماہ جبین و مہر طلعت
اے معدنِ خوبی و لطافت اندر سرِ من ہوائے عشقت
ہر روز کہ ہست در فزوں باد

اے زینتِ خاکدانِ عالم اے رونق بوستانِ عالم
اے قاتل خلق و جانِ عالم قدِ ہمہ دلبرانِ عالم
در خدمت قامتت نگوں باد

حاصل ہو کمال حسن تجھ کو پروانہ ہو خلق شمع تو ہو
مرتے رہیں تجھ پہ زندہ میں جو ہر جاکہ دلیست در غم تو
بے صبر و قرار در سکوں باد

گھیرے رہیں تیرا در فدائی چوکھٹ پہ سدا ہو جبہ سائی
ذوالنون نی ہو شان خود نمائی چشم تو ز بہر دلربائی
در گردن سحر ذو فنوں باد

جھیلا ہے غم فراق بیحد اللہ کرے بر آئے مقصد
اے لالہ عذار اے سہی قد ہر کس کہ بہ ہجر تو نہ سازد

از حلقۂ وصلِ تو بروں باد

ہے صدق تو رازدانِ حافظ ہو کیوں نہ وہ ہمزبانِ حافظ
اے دلبر و دلستانِ حافظ لعل تو کہ ہست جانِ حافظ

دُور از لب ہر خسیس و دوں باد

نیاز مند صدق جائسی

خواب مدینہ

باغ میں کس گلِ رعنا کی سواری آئی غل ہوا چار طرف بادِ بہاری آئی
بلبل و قمری کی آواز وہ پیاری آئی غنچے بول اُٹھے چٹک کر مری باری آئی

پھول پھولے ہوئے شاداب نظر آتے ہیں
موتیا کیا دُرِ خوش آب نظر آتے ہیں

بوئے گل ساتھ لیے اپنے ہوا چلتی ہے آج اٹھلاتی ہوئی بادِ صبا چلتی ہے
محتسب کی نہ یہاں پیش ذرا چلتی ہے ساتھ مے نوشوں کے ہر سمت گھٹا چلتی ہے

حکم ہے یہ کوئی ہشیار نہ رہنے پائے
حال اس بزم کا اغیار سے نہ کہنے پائے

ساقیا بادۂ گلفام پلا دے مجھ کو بارش دریائے سخاوت کی دکھا دے مجھ کو
تیرے قربان سیہ مست بنا دے مجھ کو مے جو باقی نہ ہو تلچھٹ ہی ذرا دے مجھکو

وہ چڑھے نشہ کہ آنکھیں مری بینا ہو جائیں
محو نظارۂ حُسنِ شہِ مینا ..... ہو جائیں

لہ شاہ مینا صاحب لکھنوی رحمہ ۱۲

۷۸۶

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز و غم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا گیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھدی۔ اس میں ایسی ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائیں گے اور پھر خوبی یہ کہ ہر ظرافت میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی ہے اور نصیحت بھی۔

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جس کا تعلق مذہبی باتوں سے ہے۔ یعنی جس مذاق سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے غیرت آتی ہے۔

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے اس میں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی خود بخود شرما کر اپنی حالت درست کریں۔ تیسرے عنوان میں صرف انشا پردازی کی ظرافت ہے۔

دراصل یہ مجموعہ اُن مضامین کا ہے جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے، غرض ہر اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی قیمت صرف ۸ علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رہنمائے سیرِ دہلی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے الفاظ میں نئی اور پرانی دہلی کا پورا نقشہ اُتار کر رکھدیا ہے گھر بیٹھے دہلی کی سیر کرنی ہو تو اسے منگا لیجیے، الفاظ کی تصویروں کے علاوہ عمارات و مقامات مشہورہ کے عکسی فوٹو ۱۲ کے قریب الگ ہیں۔ اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ بہت چکنے بہت سفید قیمتی کاغذ پر چھپی ہے بہت خوبصورت جلد بندھی ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

جگ بیتی

اس کا دوسرا نام خواجہ حسن نظامی کی کہانیاں ہے یہ چھوٹے چھوٹے قصوں کی کتاب ہے جو ہر قسم غم و الم کی داستان ہے جس میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اور دلچسپی بھی ہے وہ جھوٹے قصوں کے مقابلے میں یہ مفید اور مزیدار کہانیاں ہر شخص کو پڑھنی چاہئیں۔ قیمت صرف ۲ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ اُن سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے۔ ان اسباق میں خانہ داری کی وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہر ہندو مسلمان عورت صرف یہ ایک کتاب پڑھ کر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہوسکتی ہے اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ اُن کو ٹھیک طور پر درست کرسکتی ہے چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں۔
دین۔ تعلیم و تربیت۔ دمڑی۔ ناک۔ میاں۔ بیوی۔ بچے اور پری محل۔ بیاہ۔ شادی۔ غمی
نذر و نیاز۔ لباس۔ مکان۔ کھانا۔ پینا۔ کئی بیویاں۔ عرس۔ محرم۔ پیر۔ مسلم لیگ۔ کانگرس۔
یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ سب نے تسلیم کرلیا ہے کہ عورتوں کے لیے یہ اکیلی کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے۔ ہندوستانی گھر میں خواہ وہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کے ساتھ گھر چلانا آجائیگا شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنیکا شوق پیدا ہوجائیگا جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیے۔ اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی قیمت ۱۲/

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کی لائف آج تک اردو زبان میں کوئی اس قابل نہ تھی جس سے مسلمانوں کو سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا۔ خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ کرشن بیتی لکھکر یہ کمی پوری کردی۔ ہر موقع کی عکسی تصویریں صرف کثیر سے حاصل کرکے اس میں شریک ہوئی ہیں اور یہ باعتبار عبارت آرائی و باعتبار تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے نہایت اعلیٰ کاغذ پر نہایت اہتمام سے چھپی ہے۔ قیمت عہ

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی

یار اگر میری قسمت کی رسائی دیکھو — در جاناں پہ مری ناصیہ سائی دیکھو
فیض ساقی نے نئی شکل دکھائی دیکھو — بڑے دربار میں قسمت مجھے لائی دیکھو
کیا کہوں میں ان آنکھوں سے ہے کیا کیا دیکھا
جو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ جلوہ دیکھا

نور کا سارا بدن نور کا اقدس چہرا — خوش نما صانع مطلق نے بنایا چہرا
واہ دیکھا نہ سنا آج تک ایسا چہرا — گہنا گیا ملک میں جسکے چاند سا پیارا چہرا
اُس شہ حسن کا جوہیں جو سراپا دیکھیں
وہ قدم چھوڑ کے پھر منہ نہ کسیکا دیکھیں

جلوہ گر حلقۂ اصحاب میں شاہ ذیجاہ — چار سو نور فشاں جیسے ستارہ میں ہو ماہ
سر جھکائے ہوئے صف بستہ فرشتوں کی سپاہ — بزم وہ نور سے معمور کہ سبحان اللہ
مرحبا صل علی حسن و جمال حضرت
مجھ گنہگار کا منہ اور وصال حضرت

پوچھا کیا عرش الٰہی کا نگینہ ہے یہی — ہے شگفتہ چمن خلد قرینہ ہے یہی
بولا رضواں کہ مؤدب ہو مدینہ ہے یہی — بحر عصیاں سے جو گذرے وہ سفینہ ہے یہی
شہ الحمد در رحمت رحماں این جاست
کوثر این جا چمن روضہ رضواں این جاست

میکشوں پر مرا انداز نہ کھلنے پائے — سوز معلوم نہو ساز نہ کھلنے پائے
دل کے اندر ہی رہے راز نہ کھلنے پائے — طائر فکر کی پرواز نہ کھلنے پائے
جاگ اُٹھا بخت جو اُمید بر آئی میری
اے رسا ہو گئی طیبہ میں رسائی میری

فقیر رسا ہمدانی گیاوی

تصوف کا ایک کہنہ ترین سبق آموز واقعہ

آجکل ہند میں ہنگامہ بپا ہے ہر سو
طعن و تشنیع کے صوفی ہیں نشانے تازہ ترکا

کوئی آوارہ کہے یا کوئی اڑائے پھبتی
ہم نہ مانیں گے نہ اٹکیں گے یہ کہنا زنہار

دیکھئے گر نظرِ غور سے لیکن ہیں سبب
پھر گرویدہ ہوئے شاہانِ جہاں کے اطوار

ان کی تعلیم سے گیتی میں گئے ہیں صدہا
نفسِ سرکش کو کیا زیر غلامی کے پیہ آشکار

اک حکایت ہے ہمیں یاد کہ تھا غورث
جو کہ تھا یادِ حق و یادِ خدا سے سرشار

پاک دل پاک نسب خوش خلق و حلیم و خنداں
غیب گو فقر پسند اور نہایت دیندار

اس نے تلقین مریدوں کو یہ کی تھی لیکن
تم حبیبوں سے مصیبت میں نہ ہونا بیزار

جان دو اپنی اگر جان پہ کسی کے بن جائے
یاد رکھو نہیں بہتر کوئی احسان سے کار

خوگرِ وعدہ خلافی نہ بنو تم ہرگز
کرکے پورا ہی دکھاؤ جو کرو قول و قرار

چھوڑے استادِ مقدس نے تھے شاگرد کئی
جن میں دو شخص تھے ذی فہم و ذکی و ہشیار

ایک تھا پیتھیس تو دوسرا ڈیمن ان میں
جن کا تھا صبر و توکل ہی پہ کل دارومدار

پیتھیس جبکہ تھا محسن و حلیم و خوش خو
شاہِ یونان کے تظلم سے ہوا سینہ فگار

بسکہ تھا خسروِ یونان جفاجو بدخو
جور پیشہ و ستمگر متلون جبار

ڈایونیسس کہا کرتے تھے اسے خرد و بزرگ
صورتِ برق تھی ظالم کی برہنہ تلوار

خود پسندی نے بنایا تھا اسے شیطان
تھی گراں بار کسی سے کوئی سی تکرار

یہ یقیں تھا اسے واثق کہ ہے مصداق
نہیں ملتا ہے زمانہ میں کوئی مجھ سے جبار

پا بزنجیر ہوا حکم سے شہ کے ملزم — خستہ دل تفتہ جگر نالہ کناں سینہ فگار
ڈانٹ کر شہ نے یہ مجرم سے کہا ہو کے خفا — جرم سنگیں ہی ترا اور تو ہے لائق دار

عرض کی اُسنے بصد عجز کہ اے شاہ جہاں — میں ترا بندہ کمتر ہوں غریب و ناچار
کون سی ایسی خطائیں ہوئیں سرزد مجھسے — جن کے کفارہ میں چڑھنا ہی مجھے بر سر دار
شاہ کی غیظ سے آنکھیں ہوئیں نیلی پیلی — کبر و نخوت کا چڑھا سر میں یہ سنتے ہی خمار
اور تن کر ہوا جلاد سے گویا کہ ابھی — اسپہ تیشہ چلے تلوار چلے اور کٹار

پیش خیمہ سے یہ قدم چھوکے کی عرض وہیں — مال و زر جنس و اراضی مرے سلطاں پہ نثار
رہیں جس سے عزت و شرف آئیں بزرگی بھی مری — کہ مرے حلق کی ضامن ہو شہ کی تلوار
جان و بیٹے میں لیں اپنے پیش نہیں جو چھلا — ہے مگر شیدہ ناچیز کی بہت درکار
زن و فرزند سے خدا سے جاکر مل لوں — اپنے ورثا کو لگا آؤں کہیں بر سرکار
اسے فرزند کی شادی نہیں ابتک کی ہے — دیکھنے پایا نہیں اسکی جوانی کی بہار

یہ کہا خسرو یوناں نے چڑھا کر ابرو — اب تو ممکن نہیں ہونا مرے چنگل سے فرار
ہاں اگر لائے تو ضامن کوئی ایسا جو بھلا — ہو ترے واسطے دینے کو ضمانت تیار
ایسی حالت میں ہی ممکن کہ رہائی ہو عطا — تا کہ لگ جائیں ٹھکانے ترے گھر کے کل کار
کیونکہ تماشہ کو گماں کوئی زمانہ میں نہیں — جان پر اپنی جو کھیلے ہوئے بیٹھا ہو ادھار
یعنی جب کوئی نہ ضامن نہ معاون ہوگا — شربت مرگ ہی پینا اسے ہوگا ناچار
اس سبب سے کہ جفا کیش کی خواہش تھی یہی — بیٹھیں ہم کیں شمشیر دو پیکر کا شکار

لفظ ضامن جو ہیں ظالم کی زباں سے نکلا
شیر دل ایک جواں آیا حضورِ دربار

اور کی عرض کہ اے پشت و پناہ عالم
آپکے زیر نگیں ملک ہوں چالیس ہزار

میں کہ اک قطرۂ ناچیز یمِ عرفاں ہوں
شہ والا کے غلاموں میں نہیں میرا شمار

اتنی اک عرض ہے خدمت میں کہ ظلِ سبحاں ؎
پیتھیس کے لیے سمجھینگے مجھے قابلِ دار

داخلِ سجن مجھے کیجے رہا کیجے اِسے
ہو گی ملزم سے نہیں وعدہ خلافی زنہار

ہو کے مجبور کیا شہ نے رہا ملزم کو
اور محبس ہوا ڈیمن کے لیئے جائے قرار

پیتھیس پہنچ چکا جبکہ مکاں پر اپنے
دیکھکر خویشوں کو رونے وہ لگا زار و قطار

یہ کہا بیوی نے آقا مرے سرتاج مرے
وجہ کیا اس کی ہے میں آپ پہ قربان و نثار

پیتھیس نے یہ کہا جنگ میں جانا ہے مجھے
اور ہونا ہے مصائب و الم سے دوچار

دشمنِ ملک سے ہونا ہے مقابل جاکر
نا پناہی مجھے منظور نہیں راہِ فرار

چونکہ عورات کا ہوتا ہے کلیجہ کچا
بات سچی نہ کہی بیوی سے اُسنے زنہار

آخر شہ نے حکم کیا رخصتِ سفر کا صادر
مدتیں ناس میں بیٹے ہو چکے اُسکے جب کار

پھر وہ اک شتر اپنے طویلہ سے لیا
اور چڑھ بیٹھا کجاوہ میں پکڑ کے وہ مُہار

بعد قطعِ منازل لبِ ساحل اُترا
کیونکہ حائل تھا اسے بیچ میں بحرِ زخّار

پھر لگا ٹوہ میں کشتی کے نہیں چھوڑ شتر
ناگہاں کان میں ملاّح کی آئی یہ پکار

کہ تیار سفینہ میں کروں تیرے لیے
گر ضرورت ہے تجھے لونگا میں ستر دینار

پیتھیس نے وہیں دینار دیے گن اُسکو
اور ہوا نالہ کناں جلد سفینہ پہ سوار

لیکن راستہ میں چلی تیز روش سے کشتی
دو سرے روز تلاطم سے ہوئی حالتِ زار

؎ بادشاہوں کو خطاب کرتے وقت ظلِ سبحانی کہا کرتے ہیں ۔

تند اور تیز چلی بادِ بلا خیز جہیں | ٹوٹ کر ہو گئی دو آتے ہی کشتی منجدھار
آن کی آن میں موجوں نے کیا زیر و زبر | نہ مسافر ہی رہا اور نہ رہا کھیون ہار

پیتھیس کو تھیں ابھی جھیلنی آفات کئی | کلفتیں اُسکے لیئے تھیں وہ بلاؤں کا شکار
تختۂ کشتیِ گم گشتہ دکھائی جو دیا | تیر کر تھام لیا اور کیا شکرِ غفار
لاکھ تدبیر سے آخر لبِ ساحل پہنچا | جسم سے اپنے لیا جامۂ نمناک اُتار
گھاس پتوں سے بھرا پیٹ بہائم کی طرح | مستعد پھر وہ ہوا بہرِ سفر بے رہوار
قطع کر کے رہِ پُرخار پہنچ ہی وہ گیا | نہ ڈرا گرچہ سُنی راہ میں شیروں کی ڈکار

آخری روز کہ میعادِ سزا کا تھا دن | ڈاینوسیس کا اُس وقت بھرا تھا دربار
حکم صادر یہ ہوا تھا کہ ہو ڈیمن بے سر | اور تھی باڑھ پہ جلاد کی تیکھی تلوار
شہ نے ڈیمن سے کہا تو نے حماقت کی ہے | کون مرنے کیلئے آنے لگا ہو کے فرار؟

میرا جانباز مرا پیتھیس آئیگا ضرور | اُٹھ کے ڈیمن نے کہا بڑھ کے یہ پیشِ حضار
کوئی حائل ہے سبب ورنہ وہ کب کا آتا | ہو گیا ہو نہ کہیں راہ میں شیروں کا شکار
کیونکہ دی ہے ہمیں تعلیم یہی مرشد نے | دوست کی قدر کرو اور نہ ہو اُس سے فرار

ایک دو لمحے تھے باقی کہ ہو سر اس کا قلم | دُور سے آئی کسی شخص کی اونچی للکار
"ٹھیرنا ٹھیرنا - آپہنچا تمہارا نخچیر" | "دیکھنا دیکھنا - جلاد سے لینا تلوار"
دستِ جلاد کا رُکتے ہی وہیں پیتھیس | آن کی آن میں حاضر ہوا پیشِ حضار
حال تھا زلف پریشاں سے بدتر اُسکا | سر و مُو دست و تن پر تھی جمی گردِ غبار

تپش شمس سے جلکر گل سوسن کیطرح | تھے سیاہ پوش جوانمردوں کے گل سے رخسار

یہ کہا چوم کے ملزم نے زمین خدمت | مرے آقا مرے محسن مری جاں کے مختار
ہے سکوں میں ترا نام ہے مثل خورشید | تیرے مداح ہیں سب شہر سے تا بہ تتار
بہرہ ور شرفِ حضوری سے ہوا تھا غلام | ہوتی کشتی نہ اگر بحر مشوش کی شکار
بزدلی سے مجھے مرنا ہی جو ہوتا منظور | اپنے ہی ملک میں کافی تھا مجھے سم الفار
میرے محسن میرے دشمن کو رہائی ہو عطا | اور جلاد مرے حلق پہ پھیرے تلوار
خوں فشانی ہو مری تا سبق آموزِ جہاں | جان دینے سے ہٹونگا نہ ہٹونگا زنہار

شاہِ ظالم کے ہوئی حال پہ عبرت طاری | خشم آلود جو تھی آنکھ ہوئی وہ خونبار
بخشدی اس کی خطا اور کیا دونوں کو رہا | ان کے قدموں پہ رکھی اپنی کلاہ زرتار
ہے یہی سحر کرشمہ یہی اعجاز ہے جو | قرۃ العین میں پرغالہ ہو گرگ کہسار

کون سا علم تھا جسکے تھے وہ دونوں ماہر | کون سا کیش تھا جسپہ تھے وہ سب جاں نثار
تھا وہ سائنس کا افسوں تھا سیاست کا کوئی | فلسفہ کا کوئی گر تھا کہ ریاضی کا شمار
ارتقا کا کوئی مسئلہ تھا کہ ہیئت کا سوال | اقتصادی کوئی پہلو تھا کہ دیں کا معیار
یہ تصوف ہی کی اک شاخ تھی جسکے باعث | تیغ قاتل کو سمجھتے تھے وہ تحسین گلزار
صوفیوں ہی کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ وہ[1] | اک دم سرد سے لاوے کو کریں آب خیار

---

[1] اس شعر کا اشارہ خاقانی کے مندرجہ ذیل بلیغ و معنی خیز شعر کی جانب ہے۔ ازدم پاکان کہ بستانند
چہ عجب آتش سوزاں [illegible] یعنی ولداؤں [illegible] عرفا کے دم سرد میں ایسا
بنائی ہوئی ہو گا اگر وہ بھی آتش سوزاں کے دریائی نام میں بھی بوقت نیم روز آ کر بیٹھ جائیں تو آتش بار ایام میں آہ

آہن کا سامان کہتے ہیں جو کہ موسم سرما کا تحفہ تصور ہوتا ہے۔ بشیر احمد

سوزشِ عشقِ الٰہی کے ستے ہیں قائل — شعلہ ریزی نہیں بھولا ہے مگر موسیٰ کا

اے بشیرؔ دلِ صد چاک سرِ طاعت نہ
اندریں عرصہ مزن گام شجاعت مُشدا

ابو العلائی (مولوی) بشیر احمد بشیرؔ ہاپوڑی

تحریر

تازیانہ عبرت

میں نے پوچھا اک گریجویٹ سے باعجز و نیاز — دین کے ارکان سے کیوں آپ کو ہے احتراز
آپ فرماتے ہیں میں بھی پیرو اسلام ہوں — اور جان و دل سے ہوں اک بندۂ شاہِ حجاز
آپ کو اقرار ہے حج و زکوٰۃ و صوم کا — مانتے ہیں پنجگانہ فرض ہے تکبیرِ نماز
آپ کی باتوں سے پیدا ہے جناب سلام کی — آپ ہیں گو جو ہیں سب نیک و بد کے امتیاز
دین کے احکام پر پھر آپ کیوں پروا نہیں کرتے — پیشِ خالق کیوں نہیں جھکتا سرِ عجز و نیاز
کیوں نہیں کرتے عمل حکموں پہ اے عالی جناب — مجھ کو واقف کیجئے کیا اس میں ہے پوشیدہ راز

پہلے تو تہذیب سے تقریر کو سنتے رہے — پھر خجالت سے کہا مجھ سے کہ اے بندہ نواز
آپ جو فرما رہے ہیں سب بجا ارشاد ہے — لیکن اس میں کیا خطا میری کہ میں ہوں راستباز
مغربی تعلیم کا بچپن سے دلدادہ رہا — منزلیں طے کرنے میں گزری مری عمرِ دراز
یونی ورسٹی سے بی اے پاس بھی میں ہو گیا — لیکن اس پر بھی مجھے اس باپ کو تھی حرص و آز
فکر ان کا تھا کہ لندن جا کے انگریزی پڑھے — قوم مسلم ایک [illegible] کرے گی فخر و ناز
غیر ممکن تھا کہ لندن کے سکول میں بالکل — تھی [illegible] اسکی [illegible] اندوسے نیاز

ڈگریاں سب ہو گئیں حاصل خدا کے فضل سے — لیکن اب تک مذہب اسلام کا سمجھا نہ راز
میں مسلماں ہوں مگر ہوں دین سے ناآشنا — تھے مرے ماں باپ غافل اس سے اے بندہ نواز
مذہبی تعلیم سے ہم کاش ہوتے آشنا — بھول کر ہرگز نہ کہتے پھر کبھی ترک نماز
ہو گیا بیتاب بے قابو دل اندوہگیں — اپنے پیارے دوست کا سنکر بیان دلگداز

دیکھئے ہوتا ہے اس اسلام کا انجام کیا
دین و ایمان ترک کن با شاہد یورپ بساز

۵۸۶

عجب دربار رحمت بار ہے دربار خواجہؒ کا

بہت مدت ہوئی دیکھے ہوئے دربار خواجہؒ کا — دکھا روضہ الٰہی پھر مجھے اک بار خواجہؒ کا
برستی ہے وہاں درباریوں پر رحمت خالق — عجب دربار رحمت بار ہے دربار خواجہؒ کا
کوئی بیہوش کوئی مست و بیخود کوئی دیوانہ — ہجوم عاشقاں ہے گرم ہے بازار خواجہؒ کا
ہوائے جانفزا اجمیر کی سر میں سمائی ہے — تڑپتا ہے وطن میں طالب دیدار خواجہؒ کا
اگر تھامے رہوگا صدق دل سے دامن خواجہ — عجب کیا مجھ پہ کھلجائے در اسرار خواجہؒ کا
میں عاصی ہوں دم رحلت مری بخشش کو کافی ہے — لب اعجاز ہل جائے اگر اک بار خواجہؒ کا
فرشتو! قبر میں اسکو ذرا بیفکر سونے دو — اٹھیگا حشر ہی میں مست و سرشار خواجہؒ کا

جگہ ملجائے باغ چشت میں مجکو قمر بس ہے
نہ جاؤنگا جناں کو چھوڑ کر دربار خواجہؒ کا

قمر (ہلالی شاہ نظامی) از حیدرآباد دکن

مصور غم۔ علامہ راشد الخیری کی کتاب

الزہرا

تعلیم نسواں کی آڑ میں جس سنگدلی سے مغربی طوفان چمنستان مشرق کو پامال کر رہا ہے وہ کسی با خبر سے پوشیدہ نہیں جن خوبیوں پر مسلمانوں کو ہمیشہ ناز رہا اور جن باتوں پر وہ سدا فخر کرتے رہے آج اُن کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا نماز۔ روزہ خلق محبت خلوص ہمدردی۔ سلیقہ۔ کفایت شعاری کی بجائے اس وقت وہ لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جو اسلام سے کوسوں دور اور مغربی رنگ میں چکنا چور دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے نازک موقع پر کہ مشرقی مہمان دم توڑ رہا ہے اور اگلی خوبیاں حالت نزع میں ہیں اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نظر سے وہ کتابیں نکلیں جو اُن کو سعادت مند اولاد۔ سلیقہ شعار بیوی سچی مسلمان اور کامل انسان بنا سکیں۔ کتاب زمانہ کی رفتار کو ہاتھ سے نہ دے اور نہایت خاموشی سے اپنی دلچسپی میں ان جواہرات سے لبریز ہو جن کی چمک آنکھوں کے ساتھ دل کو بھی منور کرے۔

لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل جو کتابیں اس وقت موجود ہیں ان میں یہ دیکھکر کس قدر صدمہ ہوتا تھا کہ بنت الرسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کارناموں سے زنانہ لٹریچر قطعاً محروم ہے۔ کتاب کی تکمیل چنداں مشکل کام نہ تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ یہ واقعات اس بلبل خوش الحان کے نغموں میں ادا ہوں جس کا قلم تمام ہندوستان کو مسخر کر چکا ہے یعنی علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی۔

مولانا کا قلم بنت رسول کی داستان کہہ نہیں سکتا کہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتائے گی کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر آسکتا ہے۔ باپ بیٹیوں کے تعلقات کیا ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے الزہرا افسانہ نہیں بنت الرسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے دردانگیز ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ باوجود مورخانہ حیثیت کے اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی۔ خاتمہ پر ایک مفصل بحث شہادت اہل بیت پر ہے۔ اور میدان کربلا کے واقعات جس طرح ادا کئے گئے ہیں اُن کی بابت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ "محرم کا بیان اور مولانا کی زبان" اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرا چھپکر حال میں طیار ہوا ہے ضخامت قریباً ۹ جزو قیمت ۱۲ علاوہ محصول

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

سراب مغرب

یہ مولانا کی وہ تصنیف ہے جس کا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار تھا اور اردو لٹریچر جن کے واسطے بے چین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت راشد کا فیصلہ قابل دید ہے قصہ اس قدر درد انگیز اور دلچسپ ہے کہ ہر لفظ کلیجے کے پار ہوتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کو پڑھ کر ناظر ساکت ہو جاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبرو سے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج۔ یادگیرہ کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانائے محترم کی تصنیف کا اعلان کے بعد نام تک نہیں رہتا۔ اس لیے اگر درخواست فی الفور نہ بھیجی گئی تو تاخیر کا ذمہ دار پریس نہ ہو گا۔ قیمت ۸ر علاوہ محصول

مصور غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردہ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے جو مولانا راشد الخیری مدظلہ کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر کی ادھر پیاس بڑھ گئی اور ادھر ہاسنے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ راز و نیاز کے چھپے چھپے عشق و محبت کے کرشمے۔ خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں یہ مضمون رسالہ خطیب میں مسلسل نکل چکا تھا مگر اس کی طلبی اس قدر زیادہ ہوئی کہ اب اسے کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا۔

اس مبحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پر مذاق نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویریں آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہیں قیمت ۲ر علاوہ محصول۔

نظام المشائخ کی پچھلی جلدیں

جلد ۱۲ محرم ۱۳۳۳ لغایت جمادی الاخر ۱۳۳۳ قیمت ۲ر علاوہ محصول

جلد ۱۳ رجب ۱۳۳۳ لغایت ذی الحجہ ۱۳۳۳ ر ر

جلد ۱۴ محرم ۱۳۳۴ لغایت جمادی الاخر ۱۳۳۴ ر ر

جلد ۱۵ رجب ۱۳۳۴ لغایت ذی الحجہ ۱۳۳۴ قیمت ۲ر علاوہ محصول

جلد ۱۶ محرم ۱۳۳۵ لغایت جمادی الاخر ۱۳۳۵ ر ر

جلد ۱۵ و جلد ۱۶ کے علاوہ سب میں نہایت چکنا کاغذ لگا ہوا ہے

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

کہ منشاے آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم از دست ندہیم، و رسوم عجم و عادات ہنود را در میان خود نگذاریم	کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا و منشا ہو اور عجم کی رسم اور ہنود کے رواج کو اپنے میں راہ نہ دیں ۔

(دیکھو وصیت نامہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

اور یہ سب حضرات خصوصیت قومی پر نہایت احتیاط کے ساتھ پابند تھے اور تعلیم کا طریقہ بھی رہا، جو تھا، اور دم زندگی تک ان بزرگوں کو یہی مذاق شاعری کا تمام مشہور شعرا کے چیدہ اشعار یاد تھے، جہاں کہیں موقع ملتا تھا، پہیلیاں، کہاوتیں، ضرب الامثال اور اشعار پڑھ دیتے تھے بلکہ جس مسئلہ میں زور قلم اور جوش طبیعت دکھانا مقصود ہوتا تھا، تو شعر کی، ضرب المثل اور پہیلی لکھ دیتے علی الخصوص حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت کا تو یہ خاصہ تھا، جیسا کہ اپنی تفسیر میں شطرنج کی یہ عربی پہیلی لاتے ہیں[1]۔

وَذِي [illegible]	یعنی [illegible]
[illegible]	[illegible]
مُلَازِمٍ لِلْخَمْسِ [illegible] وَقْتِهَا	پانچوں کا اپنے اپنے وقت پر پابند
مُعْتَكِفٍ فِي خِدْمَةِ الْبَارِي	خدا کی خدمت میں معتکف ہے،

اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ یہ مذاق انہوں نے بچپن ہی میں ابتدائی تعلیم سے حاصل کیا ہوگا، کیونکہ تحصیل علم کے بعد وہ مذہبی اشغال و درس اور تصنیف و تالیف میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اس قسم کے چرچے پسند نہیں کرتے تھے، نہ زندگی کے لیے وقت مل سکتا تھا۔

ہمارے زمانے میں علامہ شبلی نعمانی جو قدیم تعلیم کے تربیت یافتہ تھے اسی

[1] دیکھو تفسیر عزیزی مصنفہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ پارہ تبارک الذی سورۂ نون [illegible]

رنگ میں رنگے گئے ۔

ایجاد جدید

حال ہی کی بات ہے اور تم نے بھی سُنا ہوگا کہ عبداللہ آفندی البستانی ملک شام کے ایک مشہور بزرگ ہیں جنکو تعلیمی حیثیت سے یونیورسٹی کی کوئی ڈگری حاصل نہیں، اُنھوں نے ایک نئی چیز دریافت کی ہے، جسکا غلغلہ دمشق و بیروت سے نکلکر یورپ تک پہنچ گیا ہے ۔

تنباکو میں مضرت کی جو خاص چیز ہے وہ ایک قسم کا زہریلا مادہ ہے جو استعمال کرنے والوں کے اعصاب پر بہت بُرا اثر ڈالتا ہے ۔ بستانی کی اختراعی قابلیت نے ایک ایسی چیز نکالی ہے کہ تنباکو کے مزے اور ذائقہ اور بو میں فرق بھی نہیں آنے پاتا، اور یہ مادہ بھی اس سے نکل جاتا ہے !

گویا تعلیم جدید کی بحث کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ ایک ہال میں چراغ جلا دیتے تھے ۔ اسی کے پرتو سے آس پاس کی کوٹھریاں خود بخود روشن ہو جاتی تھیں ۔

یک چراغیست درین خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

طرز تعلیم جدید

حضرت عمر فاروق رض کو اس بات کا کھٹکا تھا کہ عرب عجم میں ملکر اپنی خصوصیت قومی کھو بیٹھے گا وہ خیال بالکل سچ نکلا، اسلام عربی سادگی، اور عجمی تکلف و تصنع سے پہلے ہی مرکب ہو چکا تھا کہ اسلام ہندستان میں آیا، اُسپر ہندوستان کی بت پرستی اور ہنود کے رسم و رواج کے اضافہ نے ایک ایسی صورت بنا دی کہ اگر آج آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائیں تو حیرت کے لب و لہجہ میں پوچھیں گے کہ یہ کس پیغمبر کی امت ہے ؟ چھوٹی چھوٹی باتوں کے اندر بھی

ہندوستان کی رسم و رواج کا کوئی نہ کوئی بت چھپا ہوا ہے، ابھی ہندوستان کی رسم و رواج سے نجات نہیں ملی تھی کہ تقلید یورپ میں پھنس گئے، مگر بایں ہمہ قدیمی طرز تعلیم کے رشتہ کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا، لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی چھوٹ گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ باوجود اس تمام تعلیمی تگ و دو اور شور و غوغا کے ہم محنت کے کامیابی سے کیوں محروم ہیں؟ یہ مانا کہ دنیا کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دین کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا، پر حیرت یہ ہے کہ دنیا کیوں روٹھ گئی جو دامن بچا کے نکل جاتی ہے!

"یہ معما کون سمجھے؟ بن کہے!"

آؤ طرز تعلیم کو دیکھیں شاید اس سے کچھ پتہ لگے۔

اب کی طرز تعلیم یہ ہے کہ بچہ ابھی چار سال کا ہوا، اور مکتب میں بٹھا دیا، کتوں اور بلیوں کی کہانیاں سکھانی شروع ہوئیں۔ نہ جذبات مذہبی ابھارے گئے، نہ حسیات کو جلا دیا گیا۔ نہ خصوصیات قومی کے قائم رکھنے کا بندوبست ہوا، لڑکا ورکا کہانیاں اور اعداد رٹ لینے کی عادت پیدا کر لی گئی۔ مگر ساتھ ہی اس کے قویٰ ضعیف و مضمحل ہوتے گئے۔ ہمت اور جرأت کا رنگ جو مقتضائے طبیعت چمکنا چاہیئے تھا۔ خود بخود پھیکا پڑتا گیا۔ کیونکہ بچوں کی اخلاقی تربیت کا بہترین آلہ "قمچی" یا "تسمہ" اور قید مکتب یا حراست استاد سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ مار سے بجز اسکے کہ بچے کے دل میں علم کی ہیبت، اور تعلیم سے نفرت ہو، اور جسم کے قویٰ میں ضعف پہنچے اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

قدرت کسی سے بخل نہیں کرتی اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی قوم کے بچے کے دماغ میں فکر و کاوش یا ایجاد و اختراع کا مادہ ودیعت نہ رکھا گیا ہو لیکن [illegible]

ہے اگر قوم خود اسیکو چمکانے کے بدلے پھیکا اور اُبھارنے کے بجائے دبالے
تو اُسے اپنی محرومی پر رونا چاہیئے، قدرت کا کیا قصور!

میں اس سے انکار نہیں کرتا، بیشک سرکاری دفتروں میں محرری و کلرکی حاصل کرتے ہیں اور یونیورسٹیوں سے پُرزہ کاغذ (سارٹیفکٹ) جسکو پروانۂ راہداری تہذیب سمجھیے یا ٹکٹ ٹرین فیشن کا کہیے، اِن کے ہاتھ میں آجاتا ہے مگر اسکو کیا کیا جاسکے کہ نہ ملک کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ اپنی ثروت بڑھا سکتے ہیں! یہانتک کہ اپنی صحت بھی بحال نہیں رکھ سکتے، اس تصویر کا اگر دوسرا رخ دیکھیے تو اس سے بھی بدنما اور بھیانک ہو، اِن کے نزدیک (نعوذ باللہ) قرآن مجید جاہل عربوں کے لیے چراغ ہدایت ہوسکتا تھا، لیکن تمدن کے نصف النہار میں وہ کیا کام دے سکتا ہے!

جن کی ابتدائی روشناسی کُتوں اور بلیوں کی کہانیوں سے ہو کر انتہائی منزل ڈارون کے بوزنہ تک ہو اُن سے بجز اسکے کیا توقع ہوسکتی ہے؟ ع

"ابتدا وہ تھی انتہا ہے یہ"

قدیم تعلیم کی حالت تم سُن چکے ہو، جدید تعلیم کا حال سامنے ہو اب اس بات کا فیصلہ نہایت آسانی سے کر سکتے ہو کہ حالت وہ اچھی تھی یا یہ؟

"مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا خدا لگتی"

نتیجہ اس طویل بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک چراغ (ولولہ مذہبی) ہے کہ بجھ

لہ ہندوستان میں مشہور ہے کہ بچے کو چار برس چار مہینے چار دن کی عمر میں پڑھانا مسنون ہے حالانکہ یہ ہے کہ اصول شرع میں اسکا ذکر تک نہیں، صرف اسقدر ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اسکے کان میں اذان نماز (اور بائیں) میں اقامت پھونکی جائے، جب بولنے لگے "اللہ" کے نام سے ابتدا کی جائے اور رفتہ رفتہ کلمہ توحید یاد کرادیا جائے، جب سات برس کو پہنچے نماز کا عادی بنایا جائے، تعلیم کا وقت چھ برس کے بعد ہے، یہ حدیثی حکم ہے طبی بھی ہے ۱۲ منہ

جانے پر سب کوٹھریاں تاریک ہوگئی ہیں۔ اگر اسکو پھر جلادیا جائے تو وہی روشنی ہو اور وہی مجلس!

یہی واقعات ہیں جنہوں نے میرے خیالات میں تلاطم پیدا کردیا، اور میں نے ابتدائی تعلیم پر (جو قدیم سے رائج تھی) کتابوں کے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اسی سلسلہ میں پہیلیوں کی کتاب[1] لکھی، جس میں ضروری عقائد اہل سنت والجماعت اور معلومات مفیدہ ملائے گئے اور تشریح میں بیان کو پھیلایا۔ ترتیب اس کی دو حصوں پر کی گئی۔ ۱۔ حصہ اوّل میں طبعزاد پہیلیاں۔ ۲۔ حصہ دوم میں دوسرے شاعروں کی پہیلیاں +

افسوس یہ ہے کہ نامور شاعروں کی پہیلیاں بہت کم ہاتھ لگی ہیں۔ امیر خسروؒ کی پہیلیاں مل سکتیں، لیکن اُن کے الفاظ غیر مانوس ہو گئے ہیں، اور جن سے دماغ کو پریشانی اور اُلجھن ہو۔ اُن کو میں نے خود بھی نہیں لیا، یہی وجہ ہے کہ حصہ دوم ضرورت سے زیادہ مختصر ہے!

پہیلیوں کی تاریخ ایجاد

اکثر علوم و فنون ایسے ہیں کہ جن کا ہیولیٰ یا مادہ پہلے سے موجود تھا، لیکن تدوین یا ترتیب

[1] یہ کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ سلیس عبارت اور سریع الفہم بنانے کی کوشش کی گئی مگر کہیں کہیں عمداً فارسی و عربی الفاظ و اسما بھی لائے گئے، تاکہ بچوں کی طبیعتیں مانوس ہوتی جائیں بلکہ بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ متن کے اردو لغت پر نشان حاشیہ دیکر اُسی کا ترجمہ عربی فارسی لغت میں کیا گیا۔ تم جانتے ہو کہ بچے ایسی باتوں سے خوش ہو کر فارسی دانی کا دعوے کرتے ہیں، اور زبانوں کی بقاو فنا قلم کے ہاتھ میں ہے۔ جس زبان کے الفاظ قلم کی نوک سے گرنے شروع ہوئے سمجھو کہ اُسکی موت کا وقت آگیا۔ عربی زبان مسلمانوں کے مذہب کی جزو ہے۔ اسکی تعلیم لازمی ہے، اور اس کتاب میں ضمناً ضرب الامثال، مقولے، کہاوتیں، کہانیاں اور اشعار جو اسلامی جماعت میں رائج ہیں درج کیے گئے تاکہ بچوں کو علمی مشغلہ میں ہر فن کی مشق کا موقع ملے اور قوم کو اپنے فراموش کردہ علوم کی یاد تازہ ہو ۱۲ منہ

کی حالت میں وہ ایک موزوں قالب یا بہترین صورت میں آگئے، لذت والم کی حالت میں انسان بے اختیار گنگنانے لگتا ہے۔ اور طبیعت کے موافق بیساختہ جذبات و خواہشات کا اظہار بھی زبان پر آجاتا ہے۔ مجلس میں استدلال و اثبات مدعا کے لیئے کچھ نظائر بھی پیش کرتا ہے، گرمی صحبت کے لیئے کنایہ اور طنز و اشارہ اور رمز سے بھی کام لیتا ہے، کوئی انسان ان خاصیتوں سے خالی نہیں ۔

دنیا میں جہاں کہیں انسانوں کی آبادی تھی۔ یہ باتیں بھی ساتھ تھیں۔ لیکن جب انکو ایک خاص شکل پر مرتب کیا گیا تو ان کا نام اشعار، ضرب المثلیں، پہیلیاں، ہو گیا۔ اور الگ الگ فن بنے ۔

سرور و حزن کی حالت کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا گیا، استدلال اثبات مدعا کی گفتگو کو امثال میں داخل کیا گیا۔ در پردہ باتوں سے جی بہلانے کے شغلے کو پہیلیوں کے قالب میں لایا گیا، معمے اور صنعت ابہام و ایہام وغیرہ بھی اسی فن سے نکلے اور یہ تینوں فن گرمی صحبت کیلئے وجود میں آئے اور بعد میں جامہ علم و عمل پہن لیا ۔

پس پہیلیوں کی تاریخ ایجاد وہی ہے کہ جس تاریخ اشعار و ضرب الامثال عالم وجود میں آئے اور انکا مواد اس زمانے سے موجود تھا، جبکہ انسان پیدا ہوا، بہرحال شعر موزوں بات کو کہتے ہیں مثل اس بات کو چمکانے اور پرزور بنانے کو۔ پہیلی اسی بات کو پردے میں چھپا کر بولنے کو کہ بات بھی کرتے نہیں جز صنعت ابہام ہم" پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہیلیاں نہ صرف اشعار و امثال کی جزو ہیں بلکہ سوچ بچار [illegible] فقط دل بہلانے کا مشغلہ ہیں بلکہ جلا دینے کیلئے دماغ کا مصقلہ ہے سخن سربستہ گفتی با حریفاں ❊ خدا را زیں معما پردہ بردار ❊ ایک مدت تک تینوں فن الگ الگ رہے۔ لیکن [illegible] شعر و سخن نے کچھ ایسی قوت حاصل کی کہ دونوں کو اپنے میں جذب کر لیا جیسا کہ محمود کی [illegible] خود [illegible] کہتا ہے [illegible] شاہ محمود [illegible] [illegible] اردو لٹریچر میں اسکی تشبیہ و استعارات ملتی ہیں [illegible] ایک [illegible] [illegible] سمجھو

پہیلی [illegible] میں [illegible] [illegible]
[illegible]

[illegible]

حصۂ اوّل

بست کلید درِ گنج حکیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہیلی نمبرا

ایک ہی سب کو پالتا ہی وہ ۔ درد دُکھ سے نکالتا ہی وہ
نہ وہ کھاتا ہی، اور نہ پیتا ہے ۔ سب کی سُنتا ہی اور جیتا ہے

حل، یہ پہیلی "خدا" کی ہے ٭

تشریح، خدا ایک ہی، درد دُکھ کو مٹاتا ہی، کھانے پینے سے پاک ہی۔ اور سب کی بات سُنتا ہے، نیند، اونگھ اسکو نہیں آتی، ہمیشہ سے جیتا ہے۔ اور ہمیشہ جیتا رہے گا ٭

دلائل توحید، اگر خدا ایک نہ ہوتا تو دنیا کا کارخانہ ہرگز قائم نہ رہتا، ایک خدا بناتا، اور دوسرا خدا بگاڑتا، خدا کو دنیا میں ہم نہیں دیکھ سکتے، پر اسکی قدرت کو دیکھکر پہچان سکتے ہیں کہ اُسی نے جانوروں، پرندوں، درختوں کو پیدا کیا ہے اور دنیا کے کارخانے کو وہی چلاتا ہے، کوئی اس کا مثل، اسکا حریف[1]، اسکا

[1] حریف کے معنی ہم پیشہ اور ہم کار، یعنی وہی کام کرنے والے جو خداوند تعالیٰ کا ہی جیسے پیدا کرنا دنیا کو، اب اس کام کا کرنے والا یعنی اس دنیا کا، یا کسی اور دنیا کا خالق کوئی نہیں ہے سوائے خدا کے ٭

شریک اور برابری کرنے والا نہیں ہے، پس سوائے اُسکے کوئی عبادت کیے جانے کا حق نہیں رکھتا، سوائے اسکے کوئی نہیں ہے جو مریض کو شفا دے کسی کو روزی دے، کسی کی تکلیف دور کرے، اُسکا کوئی مددگار نہیں، وہ کسی چیز میں حلول[1] نہیں کرتا، اور نہ کسی دوسری چیز میں ملتا ہے، وہ عرش پر مستوی ہے، نہ اس معنی میں کہ کسی خاص جگہ یا سمت میں ہے، بلکہ حقیقت اس فوقیت اور استوا کی سوا خدا کے، اور سوائے اُن لوگوں کے جنکو خدا تعالےٰ نے اپنی طرف سے علم بخشا اور اُن کا علم درجہ یقین کو پہنچ گیا، اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

عقائد خدا قیامت کے دن مومنوں کو اپنا دیدار دو طرح دکھلاوے گا

۱- اس طرح کہ خدا اُن کو دکھلائی دے گا، اور یہ ظاہر ہونا تصدیق عقلی سے زیادہ ہوگا، پس گویا کہ وہ آنکھوں کو نظر آئے گا، لیکن بغیر سامنے آئے ہوئے بغیر روبرو ہوئے، بغیر کسی سمت کے، بغیر رنگ اور صورت کے،

۲- یہ کہ خدا تعالیٰ اُن پر مثل ایک روشن ستارہ کے نمودار ہوگا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، پس اُسکو اپنی آنکھ سے دیکھیں گے صورت میں، رنگ میں، اپنے روبرو جس طرح خواب میں کوئی چیز دیکھتے ہیں، حضرت

---

[1] حلول کے معنی ایک چیز کا کسی دوسری چیز میں اس طرح ملجانا ہے کہ دونوں میں تمیز باقی نہ رہے جیسے شکر اور پانی اس طرح ملجاتے ہیں کہ نہ تنہا شکر کا وجود رہتا ہے اور نہ تنہا پانی - بلکہ ایک تیسری چیز شربت ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ خدا کسی چیز میں ایسا نہیں ملجاتا۔ یا دیکھا اور پایا جاتا ہے کہ دونوں ملکر ایک سمجھے جائیں - جیسے ہندو اوتاروں کو مانتے ہیں، کہ خدا اُن میں حلول کر آیا اور یہ خدا ہوگئے، یا عیسائیوں کا عقیدہ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے بیٹے یا خود خدا ہیں ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۴۱

دنیا کی آبادی میں پانچواں حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

قسم سوم

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب، اخلاق، اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء **محمد الواحدی** دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ ششماہی ۱۴ر

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

حضرت خواجہ حسن نظامی کی بتائی ہوئی

طاعون کی یقینی دوا

شہر شہر آزمائی گئی۔ سو بیماروں میں پچہتر سے زیادہ کو
آرام ہوگیا، زمانہ طاعون میں تندرست آدمی استعمال کریں تو
وبائی زہر سے محفوظ رہتے ہیں غریبوں میں مفت تقسیم
کرکے ثواب آخرت کمانے کی چیز ہے۔ طریقہ استعمال نہایت
آسان ہے کسی مذہب کے خلاف کوئی شئے اسکے اندر نہیں،
قیمت بڑی شیشی ۱ مار درمیانی ۸ مار چھوٹی ۸ محصول و خرچہ
پارسل اسکے علاوہ ٭

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

انتخاب نظام المشائخ مفت منگا لیجے

۲۰ شعبان تک نظام المشائخ قسم دوم کا صرف ایک سالانہ خریدار دینا ہوگا خواہ آپ سے دو روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر بھجوائیے خواہ وی پی کی فرمائش کرائیے منی آرڈر آنے پر فوراً اور وی پی کی صورت میں جب رقم وصول ہو جائے انتخاب نظام المشائخ آپ کی خدمت میں بالکل مفت بھیج دیا جائے گا محصول کے ٹکٹ بھی ہم لگا دیں گے

کیا ان داموں یہ سودا کچھ مہنگا ہے

انتخاب نظام المشائخ ضخیم کتاب ہے بارہ آنہ میں دہلی سے ہزاروں خریدار ہیں اس کے مضامین کی فہرست یہ ہے

مضمون	مضمون نگار	مضمون	مضمون نگار
دعا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	عالمگیر کی پالیسی [illegible]	جناب مولوی حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی
وضو	جناب ملا محمد الواحدی صاحب	یاد اللہ	جناب قاری سرفراز حسین صاحب [illegible]
الموت	جناب مولانا شاہ [illegible] صاحب فتح الٰہی	نور عشق	جناب مولانا شاہ نذیر حسن صاحب فتح الٰہی
نیند	جناب مولوی حکیم فرید احمد صاحب [illegible]	حقوق اللہ	جناب شیخ ضیاء الدین احمد صاحب چشتی [illegible]
دائمی زندگی	جناب مولوی احمد سعید صاحب دہلوی	اہل بیت [illegible]	جناب ملا محمد الواحدی صاحب
کہشکلہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	خونی تارا	جناب ملا محمد الواحدی صاحب
قبروں کی زیارت	جناب سید ذاکر علی صاحب [illegible]	خلوص	جناب سید محمد [illegible] صاحب [illegible]
مستانہ نیم مولود	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	میرا پیارا [illegible]	جناب طالب علم صاحب
طلسماتی تختہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	آہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
حب وطن	جناب مولانا شاہ نذیر حسن صاحب فتح الٰہی	برہم کہتا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
حال وقال	جناب پروفیسر نواب علی صاحب ایم اے	آہ دیدہ خط	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

شروع میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور ملا محمد الواحدی صاحب کی [illegible]
نہایت سفید دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب طرح خوش وضع [illegible]

المشتہر

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

الزہرا

تعلیم نسواں کی آڑ میں جس سنگدلی سے مغربی طوفان چمنستانِ مشرق کو پامال کر رہا ہے وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں جن خوبیوں پر مسلمانوں کو ہمیشہ ناز رہا اور جن باتوں پر وہ ہمیشہ فخر کرتے رہے آج اُن کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا نماز روزہ خلق محبت خلوص ہمدردی سلیقہ کفایت شعاری کی بجائے اس وقت وہ لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جو اسلام سے کوسوں دور اور مغربی رنگ میں ہیکنا چور دکھائی دیتی ہیں ایسے نازک موقع پر کہ یہ مشرقی مہمان دم توڑ رہا ہے اور اگلی خوبیاں حالت نزع میں ہیں اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نظر سے وہ کتابیں نکلیں جو اُن کو سعادت مند اولاد، سلیقہ شعار بیوی، سچی مسلمان اور کامل انسان بنا سکیں کتابیں زمانہ کی رفتار کو ہاتھ سے نہ دیں اور نہایت خاموشی سے اپنی جیب میں ان جواہرات سے لبریز ہوں جن کی چمک آنکھوں کے ساتھ دل کو بھی منور کر دے۔

لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل جو کتابیں اس وقت موجود ہیں ان میں یہ دیکھ کر کس قدر صدمہ ہوتا تھا کہ بنت الرسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کارناموں سے زنانہ لٹریچر قطعاً محروم ہے۔ کتاب کی تکمیل چنداں مشکل کام نہ تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ یہ واقعات اس بلبل خوش الحان کے نغموں میں ادا ہوں جس کا قلم تمام ہندوستان کو مسخر کر چکا ہے یعنی علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی۔

مولانا کا قلم بنت رسول کی داستان کہہ نہیں سکتا کہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتائے گی کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر آ سکتا ہے۔ باپ بیٹیوں کے تعلقات کیا ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے الزہرا افسانہ نہیں بنت رسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے درد انگیز ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ باوجود مورخانہ حیثیت کے اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی۔ خاتمہ پر ایک مفصل بحث شہادت اہل بیت پر ہے اور میدان کربلا کے واقعات جس طرح ادا کئے گئے ہیں اُن کی بابت صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ محرم کا بیان اور مولانا کی زبان اسکا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور دوسرا چھپکر حال میں طیار ہوا ضخامت تقریباً، مجلد قیمت ۱۲ ر علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۱۹ | بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۶ ہجری | نمبر ۲

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مرشد کی تجلیات	جناب مولوی فاضل حافظ محمد عبد الستار صاحب۔	۳
۲	موت وحیات	جناب مولانا حاجی محمد احمد صاحب کاکاخیل اویسی	۱۲
۳	عبرت	جناب مولانا حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری	۱۸
۴	ھن لباس لکم الخ	جناب ماسٹر احمد حسین صاحب فریدآبادی	۲۳
۵	حضرت صدیق اکبرؓ	جناب مولانا عارف حسن صاحب عارف سہوی	۲۸
۶	بنت الوقت	مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ	۳۹
۷	بیگانو ہی اور تو ہی سارے	جناب یکتا عظیم آبادی	۵۰
۸	جذبات ملی	ایضاً	〃
۹	ساقی اجمیر	جناب رسا ہمدانی گیاوی	۵۳
۱۰	سالک و واحدی	جناب محمد یوسف صاحب نظامی	۵۴
۱۱	کلام عزیز	جناب عزیز مخدومی امرتسری	۵۵
۱۲	نعتیہ غزل	جناب مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی، بی اے	۵۶
۱۳	برگ سبز	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری۔	۵۷ تا ۶۴

۵۷ سے ۶۴ صفحہ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ کے نظام المشائخ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور آٹھ صفحے رجب کے نظام المشائخ میں۔ یہ سلسلہ اس پرچہ کے بعد بھی دو تین مہینے چلیگا اور آخر میں آپ اسے کتاب کی صورت میں رکھ سکیں گے انشاءاللہ۔ ایڈیٹر

یاران نظام المشائخ

توسیع اشاعت

گزشتہ ماہ میں جن حضرات نے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔ اُنکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر دے۔ سپاسگزار واحدی

جناب بشیر احمد صاحب مدرس چنیوٹ نے جناب منشی ظفر احمد صاحب ہیڈ ماسٹر ڈھکہ کو خریدار بنایا

جناب شمس الدین صاحب بمبئی نے جناب ماسٹر رسول میاں حسو میاں صاحب بمبئی کو:۔

جناب عبد الرحمن صاحب محشی نے جناب سید محی الدین صاحب سکندر آباد دکن کو:۔

جناب محمد رضا حسین خانصاحب صدیقی حیدر آباد دکن نے جناب محمد عرفان صاحب منتظم محکمہ صدر محاسبی حیدر آباد دکن کو

جناب سید محمد فضل حق صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ و کلکٹر راج محل نے جناب مولوی سید محمد خلیل الرحمن صاحب مقام ننور کو

جناب احمد خان صاحب خلیفہ کہ مسجد شولاپور نے جناب ماسٹر فقیر احمد صاحب شولاپور کو۔

جناب حکیم حاذق نظام الدین صاحب قادیان نے جناب قاضی فتح محمد صاحب چشتی رسال قادیان کو،

جناب سید اولاد حسین صاحب خان بہادر قصبہ مہابن نے جناب سید علی حسین صاحب انبالہ چھاونی کو:۔

جناب چراغ الدین صاحب انسپکٹر پولس میانی نے جناب سید ناظر حسین صاحب ہیڈ کنسٹبل میانی کو:۔

جناب میاں صوبہ خان صاحب نائب تحصیلدار مرزا والہ نے جناب منشی محمد فیض یاب خاں صاحب اہلمد مرزا والہ کو:

جناب خیر الدین صاحب ٹھیکیدار کلانور نے جناب غلام دستگیر صاحب ہیلو رو جناب محمد حیات صاحب بقر قصاب کلانور کو

جناب سید محمد فضل حق صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ و کلکٹر راج محل نے جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے بی ایل ڈپٹی مجسٹریٹ کو

جناب خواجہ محمد غلام صادق صاحب بیرسٹر ایٹ لا امرتسر نے جناب میاں حسام الدین صاحب امرتسر کو:۔

جناب محمد یوسف صاحب کمیشن ایجنٹ جاموں بازار نے جناب محمد امیر الدین صاحب مظفر پور کو:۔

جناب محمد نبدو علی صاحب ہنمکنڈہ نے جناب مولوی محمد عبد الولی خان صاحب ورنگل و جناب محمد عبد الکریم صاحب ورنگل کو خریدار بنایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

مرشد کی تجلیات

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(اعراف ع ۱۷ پ ۹)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ہوش آیا تو یہ فرمایا کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ تیری جناب میں میری توبہ ہے اور میں سب سے پہلے تجھ پر یقین و ایمان لانے والوں میں ہوں ۔

اس آیت شریفہ سے اوپر کی آیتوں میں حضرت موسیٰؑ کی چلہ کشی کا مذکور ہے
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو خلوت گزینی اور تنہا بکر عبادت گزاری کے لیے چلہ

دیا تھا چنانچہ آپ ایک مہینے تک برابر کوہ طور پر عبادت آلہی میں مصروف رہے پھر
دس راتیں اور بڑھا دی گئیں جس کی بابت ارشاد باری ہے:-

فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہوا

اس چالیس دن کی مشقت و ریاضت اور چلہ پورا ہونیکے بعد حضرت موسیٰؑ
کو توریت عطا ہوئی:-

اس تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر و فاقہ چلہ کشی نیز تزکیہ نفس کے لیے
روحانی ریاضت و عبادت آجکل کی اختراعات اور زمانہ حال کی خلاف شرع بدعات
اور رسمیات سے نہیں ہے:-

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود جبرئیل امینؑ روحانی تعلیم کی
تلقین و ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ غار حرا میں تن تنہا خلوت گزیں ہو کر عبادت
کرنا بیّن ثبوت اسکا ہے:-

جب ہم ابتدائے آفرینش عالم پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف طور سے معلوم ہو جاتا ہے
کہ خلاق عالم تعالیٰ شانہٗ کو جب یہ منظور ہوا کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمائے تو اس
ذات مقدس نے محض اسلیئے کہ دنیا عالم وسائل و اسباب کا نام ہے مٹی کے پتلے
کو لما خلقت بیدی کے فرمان واجب الاذعان سے مشرف فرما کر سجدہ کرایا۔ فرشتوں
اس کے سامنے جبین نیاز ٹیکنے اور اسکی اتباع و پیروی کی وعید و دھمکی دی سچ
ہے ؎

گر انست منشور احسان اوست ور انیست توقیع فرمان اوست

جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل و پیروی کی۔ اپنے محبوب رب العلمین کی
بات کو مان لیا۔ اسکی عزت کی گئی ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اِس انعام و اکرام کے صلہ میں بطور شکریہ دوبارہ سجدہ بجا لایا گیا ؎

باز آمدم کہ سجدۂ آں خاک پا کنم　　گر طاعتے قضا شدہ باشد ادا کنم

جس نے اپنے رحمٰن و رحیم اور اپنے محترم دوست کے واجب التعمیل فرمان سے سرتابی کی۔ اسکو دیدار و گفتار دونوں سے یہ کہکر محروم کر دیا گیا +

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ فرمایا۔ تو یہاں سے نکل جا۔ دور ہو۔ تو راندہ گیا۔ اور روز جزا تک تجھپر ہماری پھٹکار برستی رہے گی +

(ص ع ۵ پ ۲۳)

؎ تکبر عزازیل را خوار کرد　　بزندانِ لعنت گرفتار کرد

مگر گستاخ اور شوخ چشم شیطان کی محبت دیکھئے کہ طوقِ لعنت بھی پہنتا ہے گالیاں بھی کھاتا ہے دھتکارا بھی جاتا ہے۔ ملعون۔ مردود کہکر پکارا بھی جاتا ہے اوپر سے آگ کے انگارے بھی برسائے جاتے ہیں۔ مگر یہ ان سب باتوں کو ضربُ المثل الحبیب ذبیبا پر محمول کرتے ہوئے سب کو پی جاتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ عالیہ کے سوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں ع ندارم بجز آستانت سرم ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت　　بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

چونکہ عبادت الٰہی میں ایک خاص قسم کا لطف و مزہ ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے دیدار و گفتار میں ایک عجیب قسم کی حلاوت و شیرینی ہے۔ جسکو اہل دل حضرات بصارت و بصیرت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں ع واتی لا علم واللبیب خبیر[۱] +

پس اس آرزو و تمنا میں کہ کسی طرح یار کی جھلک نظر آجائے یا محبوب کی کوئی بات ہی کان میں پڑجائے۔ یار کی گلیوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ سب کی خوشامد کرتا ہے آسمانی دربانوں کی منت و سماجت کرتا ہے۔ جب کہیں بس نہیں چلتا تو خاکساری اختیار

[۱] دوست کی مار میں کشمش کا مزہ ہے ۱۲ منہ [۲] میں بھی واقف ہوں اور میرا دوست بھی اس سے آشنا ہے ۱۲ منہ

کرتا ہے۔اور فرش خاک پر لوٹتا ہے۔کیونکہ انجام کار خاک کا بستر ہے اور ہم
اپنے جاہ و جلال کو خاک میں ملاکر اپنی ہیئت و حالت کو تبدیل کر ڈالتا ہے
اور پھر نہایت خوب صورت ایک چھوٹا سا سانپ بن جاتا ہے۔وہی سانپ جو اشرف
المخلوقات انسان کو کاٹ کھاتا ہے سہ

زلف مار بر پائے راعی زند کہ داند سرش را کہ کوبد بسنگ

پھر بھولے بھالے غریب مور کی فرشتا کرتا ہے یہ مور اسے اس باغ میں
لیجاتا ہے جہاں اسنے معصوم فرشتوں کی معلمی کی تھی۔جہاں اسنے انوار و برکات
اور تجلیات الٰہیہ کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا جہاں اسنے اپنے مربی و محسن اور
اپنے پاس کے جلوے دیکھے تھے۔جہاں اسنے تکبر سے بادشاہی کی تھی۔
وہی جگہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمان الٰہی کے مطابق عبادت و ریاضت
میں مصروف دیکھکر جو تجلیات و انوار و برکات سے متمتع پاکر آدم علیہ السلام کو
دیدار الٰہی سے محروم کرنا چاہا اور جنت سے نکالنے کی کوشش میں مصروف ہوگیا۔
پس عبادت الٰہی اور دیدار الٰہی ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کی شیطان کو
بھی تمنا اور آرزو رہی ہے اور انسان کے ساتھ حسد و عداوت کا باعث بھی یہی
فیضان ربی ہے۔ اللھم زد فزد۔
اسی تجلی اور جلوۂ یار کی خواہش میں حضرت ابراہیم نے ربّ ارنی
کیف تحی الموتیٰ فرماکر نہایت عاجزی کیساتھ دیدار محبوب اور اطمینان قلب حاصل
کرنے کی تمنا کی تھی۔یہی وہ دولت عظمےٰ ہے جسکی بابت حضرت موسیٰ نے کہا تھا۔
ربّ ارنی انظر الیک۔

جواب ملا:۔

سلہ اے خدا ایک نظر مجکو بھی تو دکھا کہ مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے۔ سلہ اے خدا تو اپنے تئیں مجکو دکھا کہ میں تیری طرف ایک نظر دیکھوں

لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان — خدا نے فرمایا کہ تم ہمکو کبھی نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں
استقر مکانہ فسوف ترانی ج — اس پہاڑ پر نظر کرو اگر ہماری تجلی کی تاب لا سکا اور اپنی
(اعراف ع ۱۷ پ ۹) — جگہ ٹھیرا رہا تو تم ہمکو دیکھ سکو گے +

جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر توجہ مبذول فرمائی تو وہ تجلیات الٰہیہ کی برداشت نہ کر سکا۔ اور خدا کے خوف سے لرز کر پارہ پارہ ہو گیا۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ کی توجہات اور تجلیات سے پہاڑ جیسی سخت سے سخت اور ٹھوس چیز ریزہ ریزہ ہو کر سرمہ بن جاتی ہے اسی طرح وہ سخت سے سخت دل جو بمقتضائے آیت :-

ثم قست قلوبکم من بعد ذٰلک — پھر اسکے بعد تمہارے دل ایسے سخت ہو گئے گویا
فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ ج — وہ پتھر ہیں بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت +
(بقرہ ع ۹ پ ۱)

پتھر سے زیادہ سخت دل کسی کامل مرشد اور ایک خدا رسیدہ بزرگ کی توجہ سے موم کی طرح پگھل کر اکسیر و کیمیا بن جاتے ہیں۔ اور پھر ذکر و فکر میں مشغول ہو کر پارہ کی طرح بیتاب و بیقرار نظر آتے ہیں۔ و للہ در من قال ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

انچہ زر میشود از ناصیتش قلب سیاہ — کیمیائیست کہ در صحبت درویشان است

ایک مرید صادق اپنے مرشد کامل کی شان میں کہتا ہے ؎

در مے خانہ بکشا ساقیا دور سرت گردم — بکن سرشار از جام مے گلرنگ مستاں را

پس جس طرح ظاہری تعلیم انسان کی ظاہری فضیلت و قابلیت و معلومات عامہ کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح روحانی طاقتوں کو روحانی معلم اور کامل مرشد ہی سدھار سکتا ہے +

فیاض ازل حضرت جل و علی شانہ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام

کو روحانی تعلیم و تلقین فرمائی۔ حیث قال ؎

فتلقیٰ ادم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم ۝ پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے چند لفظ سیکھے اور اُنکی برکت سے خدا نے اُنکی توبہ قبول کرلی بیشک وہ بڑا ہی درگزر کرنیوالا مہربان ہے ۔ (بقرہ ع ۴ پ ۱)

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مقتضائے آیت وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر یکے بعد دیگرے ہر ایک پیغمبر اپنی اپنی امت کو اس روحانی فیضان تجلیات اور انوار و برکات کی تعلیم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ جب رسولوں اور پیغمبروں کی تعلیم سے روگردانی کرکے دنیا کے لوگوں نے کفر و شرک میں پھنسکر اپنی روحانیت کو فنا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ پر وحی اُتاری اپنا کلام نازل فرمایا۔ ادیان سابقہ کو تعلیم و تلقین کی کہ بس اسلام ہی ایک سچی تعلیم اور سیدھا رستہ و کھاسکتا ہے:۔

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۔ (انعام ع ۱۹ پ ۸) اور بیشک یہ ہمارا سیدھا رستہ ہے اسی پر چلو اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ تم کو خدا کے رستے سے بھٹکا کر تتر بتر کردینگے ۔

پس یہ امر اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی مذہب۔ مذہب کہلانے اور اتباع اور پیروی کرانے کا حقدار ہے تو وہ **دین اسلام** ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ط "بیشک اسلام ہی خدا کے نزدیک ایک سچا مذہب ہے" ۔

قارئین کرام! یہ امر بھی مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام کلام پاک میں نازل فرمائے ہیں۔ وہ تمام کے تمام مصالح اور بے انتہا فوائد پر مبنی ہیں۔ اُن سے انسان کی سعادت مقصود ہے یہ مقصود نہیں کہ شان حکومت یا اغراض خداوندی پورے کیے جائیں ۔

اتالیق خطوط نویسی

خط وکتابت آجکل ہر آدمی کی زندگی کا ضروری حصّہ ہے عورتوں اور مردونکو یکساں ضرورت ہے کہ مختصر الفاظ میں زیادہ اور طویل مطلب ادا کرنا سیکھیں خواجہ صاحب نے اس ضرورت کو مد نظر رکھکر یہ کتاب لکھی ہے، اسکے دو حصے ہیں۔ پہلے حصّہ میں خود خواجہ صاحب کے خطوط ہیں۔ خط لکھنے کا ڈھنگ سیڑھی بسیڑھی بتایا گیا ہے، دوسرا حصّہ ہندوستان کے نامور مسلمانوں کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ مثلاً نواب محسن الملک، مولانا شبلی، مولانا ابوالکلام ڈاکٹر اقبال، حضرت اکبر، مولانا ذکاء اللہ، میرزا قادیانی وغیرہ حضرات، غرض دونو حصّے حقیقتاً خط وکتابت کا طریقہ جاننے کے لئے اسم بامسمی ہیں، قیمت ہر دو حصہ صرف ۱۰؍

مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی

حضرت خواجہ صاحب کے نہایت دلچسپ اور پرمعانی خطوط کا یہ مجموعہ اُردو زبان میں بے مثل چیز ہے بیٹی کے نام، بیوی کے نام۔ دوستوں کے نام، مریدوں کے نام، رنگا رنگ خطوط اس مجموعہ میں ہیں جن سے مختلف جذبات کی انشا پردازی ظاہر ہوتی ہے، قیمت ۱۲؍ علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

تسخیر مہر وقہر واعمال حزب البحر

عملیات کی ہزاروں کتابیں اور حزب البحر شریف کے بیسیوں طریقے بازاروں میں چھپے ہوئے بکتے ہیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے جس مدلل اور موثر طریقے سے یہ کتاب لکھی ہے، اسکی مثال کہیں نہ ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ چند روز میں پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا، دوبارہ چھپی اور وہ بھی ختم ہوگئی، اب تیسرا ایڈیشن قریب الاختتام ہے، ہندوستان کے شہرہ آفاق بزرگ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اس کتاب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں، کہ میں خواجہ صاحب کی تمام تصانیف میں اسکو اول درجہ کا سمجھتا ہوں قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

کرۂ مریخ کا سیاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھکر لے گیا

ہم نے اس کے سفرنامے میں سے جسقدر حصہ ہندوستان کے متعلق ملا، اپنی زبان میں لے لیا، اور چھاپ دیا، ایسی مزیدار اور پرلطف کتاب ڈھونڈے گا تو نہ پائے گا۔ قیمت صرف چھ آنے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

قبروں کے غیبی نوشتے

جن کو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی نظر حال نے پڑھ کر لکھا ہے، اس میں حسب ذیل الواح مزارات ہیں، لوح مبارک مزار پر انوار سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و لوح مزار ام المومنین حضرت بی بی خدیجہ رض و لوح مزار سیدنا حضرت علی ع و لوح مزار حضرت امام حسین ع و لوح مزار حضرت بی بی زینب رض و لوح مزار حضرت علی اکبر رض لوح مزار حضرت علی اصغر رض و لوح مزار حضرت بی بی شہربانو ، و لوح مزار حضرت بلال رض۔ ان کے علاوہ لوح قبر یزید، ابو لہب، ابو جہل، ابن زیاد، شمر، عمر سعد کی بھی لکھی ہیں، سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مزار کے لیے پیشگی لوح رقم فرمادی ہے۔ قیمت ۸

گلدستہ قمر

یعنی ڈاکٹر قمرالدین صاحب قمر ہلالی شاہ نظامی کے دلچسپ کلام کا مختصر مجموعہ۔ اس میں زیادہ تر نعتیہ کلام کا انتخاب ہے قیمت صرف چار آنے علاوہ محصول ڈاک

درویش پریس کی اور کتابیں

دنیائے اسلام ۔ درد دل ۲ر ۔ سحر سخن ۳ر ۔ لیڈی ڈاکٹر ۱۲ر

داستان مریخ ۔ سیرت عالی ۲ر ۔ تربیت اخلاق ۲ر ۔ نغمۂ کلام ۱۰

العاملہ ۔ وجدانی نشتر ۔ تذکرہ الیوصیب ۔ الصلاح العقلیہ ۹

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نہ یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ لغو اور بیکار احکام جاری کرے۔ اور انکے اتباع پر لوگوں کو مجبور و مکلف کرے۔ خدا کی خدائی اسپر منحصر نہیں ہے کہ لوگ اسکے احکام کی متابعت کریں۔ خدا کی ذات ان باتوں سے مستغنی اور اس کی شان اس سے بالاتر۔

بری ذاتش از تہمت ضد و جنس غنی ملکش از طاعت جن و انس

پس جملہ احکام خداوندی ہمارے فائدے کیلیے ہیں۔ ان احکام کی اطاعت و پیروی سے ہم نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور ان کی عدم پیروی سے نقصان +

چونکہ انسان کی طاقت سے یہ بات بالاتر تھی کہ وہ عظیم الشان موجودات کے حالات پر حاوی ہو کر قواعد و ضوابط کا ایک مکمل مجموعہ مرتب کر لیتا۔ اس لیے انسان کی فطری و جبلی ضرورت کے لحاظ سے خدا کی طرف سے ایک مجموعہ مرتب کر دیا گیا۔ اور یہ ضروریات الہامات ربانی کے ذریعہ پوری کی گئیں +

چونکہ یہ مجموعہ الہامات کائنات کی مجموعی مصالح پر حاوی ہے۔ جسپر انسان اپنی محدود بساط و طاقت کے لحاظ سے محیط نہیں ہو سکتا۔ لہذا ضروری ہوا کہ اسمیں بعض امور ایسے بھی ہوں جو معمولی انسان کے فہم سے بالاتر ہوں۔ جنپر ہر ایک انسان کامل طور سے احاطہ نہیں کر سکتا۔ پس قرآن الٰہی کے ان احکام کے سمجھنے کیلئے جو ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔ ہمکو جناب رسالت مآبؐ کی حدیث اور اجماع امت اور قیاس کی طرف رجوع کرنا پڑے گا +

مذہب اسلام

کیونکہ اس مقدس اور برگزیدہ مذہب کے جملہ مسائل کا ماخذ کتاب اللہ۔ حدیث نبویؐ۔ اجماع امت اور قیاس ہے۔ اور انہی چار چیزوں کو اصول اربعہ کہتے ہیں۔ اور تمام مسائل شرعیہ انہی اصول اربعہ سے مستنبط ہوتے ہیں +

پس جو مسائل قرآن حمید سے مستنبط ہوتے ہیں وہ کتاب اللہ کے تحت میں

شمار ہوتے ہیں۔ اور جو مسائل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال سے اخذ کیے گئے ہیں وہ سنت رسول اللہ اور حدیث نبوی کے تحت میں داخل ہیں باقی وہ مسائل جو صحابہ رض کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے ہیں جن کی تصریح نہ تو کلام مجید میں آئی ہے نہ حدیث نبوی میں۔ مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان مسائل پر عملدرآمد کیا اور ان کے اتفاق و اجماع سے اس قسم کے مسائل کی ترویج و اشاعت ہوئی تو وہ اجماع امت کے تحت میں داخل ہیں ۔۔

لیکن جو مسائل صحابہ رض کے زمانے میں بھی پیش نہیں آئے۔ اس لیے صحابہ کرام رض نے اس قسم کے مسائل کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ ایسے مسائل کے لیے ائمہ مجتہدین کا قیاس واجب العمل ہوگا۔ حیث قال:۔

النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لمعاذ بن جبل حین بعثہ الی الیمن، بما تقضی یا معاذ، قال بکتاب اللہ، قال فان لم تجد، قال بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال فان لم تجد قال اجتہد برأیی، فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما یحب ویرضاہ ۔۔ (ترمذی و مشکوٰۃ شریف)

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل کو یمن کی طرف عامل بناکر بھیجا تو آپ نے سوال فرمایا کہ اے معاذ! تم کس چیز سے فیصلہ کیا کروگے حضرت معاذ نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید سے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اگر تم کو کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو کیا کروگے حضرت معاذ نے جواب دیا کہ سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرونگا آپ نے پھر فرمایا کہ اگر کوئی مسئلہ حدیث میں بھی نہ ملے تو پھر کیا کروگے حضرت معاذ نے کہا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اس جواب پر رسول اللہ نے حضرت معاذ کی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے رسول خدا راضی ہے +

ان اصول اربعہ میں سب سے مستحکم الدلائل اور زیادہ واجب العمل وہی مسائل ہیں جو آیات قرآنی سے ثابت ہیں کیونکہ قرآن شریف ایک واضح کتاب ہے +

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین	تحقیق اللہ کی طرف سے نور ہدایت قرآن آچکا ہے جسکے
یھدی به اللہ من اتبع رضوانه سبل	احکام صاف ہیں جو لوگ خدا کی رضامندی کے طلبگار
السلام ویخرجھم من الظلمت الی	ہیں انکو اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ سے سلامتی کے راستے
النور باذنه ویھدیھم الی صراط	دکھلاتا ہے اور اپنے حکم سے انکو کفر کی تاریکی سے نکالکر
مستقیم ٥ (مائدہ ع ۳ پ ۶)	ایمان کی روشنی میں لاتا ہے اور انکو راہ راست دکھاتا ہے

دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے

ونزلنا علیك الكتاب تبیانا	اے حبیب! ہم نے تجھپر کتاب نازل کی جسمیں
لکل شئ وهدی ورحمة وبشری	ہر چیز کا بیان کافی و شافی ہے اور مسلمانوں
للمسلمین ٥	کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے

(النحل ع ۱۸ پ ۱۴)

لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر شخص یہ خیال کرے کہ قرآن شریف تبیاناً لکل شئ واقع ہوا ہے۔ بغیر مدد پیر و مرشد یا اساتذہ کے یا بلا اعانت صرف و نحو علم معانی، علم بلاغت، علم کلام وغیرہ وغیرہ کے استخراج مسائل کر سکے۔ کیونکہ لاکھوں کی تعداد میں ایسے مسلمان پائے جائینگے جو کلام مجید، فرقان حمید کی رواں عبارت بھی نہیں پڑھ سکتے۔ مطالب و معانی قرآن مجید کا سمجھنا تو درکنار ہے

نہ جانیں حدیث اور نہ قرآن سمجھیں ہوئے نفس عین ایمان سمجھیں

ہاں وہ حضرات جو علوم عربیہ میں کمال و مہارت رکھتے ہیں اور کلام الٰہی کے مطالب و معانی بھی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کو بھی آیات کے صحیح مطالب، نیز تقدم و تاخر ربط آیات اور شان نزول کے سمجھنے اور بیان کرنیکے لیے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال ائمہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کلام مجید کی صحیح تفسیر اور مشکل و مبہم اور متشابہ آیات کے انکشاف کا قابل اعتماد

موت و حیات

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ (بڑا) بابرکت ہے (خدا ئے باختیار) جس کے ہاتھ میں (دنیا جہان کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

جب جسم میں روح موجود ہو تو اسکو حیات کہتے ہیں۔ اور جب روح اور جسم علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں تو اسکو موت کہتے ہیں۔ موت حیات پر مقدم ہے کہ ابتدا میں روح جسم سے الگ اور جدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مذکور ہے۔ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ (لوگو!) کیونکر تم خدا کا انکار کر سکتے ہو اور (تمہارا حال یہ ہے کہ) تم بیجان تھے تو اُس نے تم میں جان ڈالی۔ پھر (وہی) تم کو مارتا ہے پھر (وہی) تم کو جلائے گا۔ پھر اُسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کو عمل کیلئے پیدا کیا ہے۔ جو لوگ بیکاری رہبانیت اور گوشہ نشینی کی عمر بسر کرتے ہیں وہ خدا کی منشا کی مخالفت کرتے ہیں وہ صرف ہست ہوتے ہیں مگر زندہ نہیں ہوتے۔ زندگی کام کا نام ہے۔ بیکاری کچھ شئے نہیں۔ جو لوگ کارکن ہیں وہ دنیا اور آخرت میں سرفراز ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصوف بیکاری کا نام ہے۔ مگر یہ انکی غلطی ہے۔ اصلی صوفی کبھی بیکار

نہیں ہوتا۔ سب سے زیادہ کارکن صوفی ہوتے ہیں۔ یہ تو معلوم ہوا کہ انسان عمل اور نیک عمل کے لیئے پیدا کیا گیا۔ مگر یہ دریافت کرنا باقی ہے کہ اول انسان کس طرح اور کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اول انسان آدمؑ تھا اور اُسکی پیدائش کا طریقہ ایک عجیب طور سے ذکر کرتے ہیں کہ خدا نے فرشتوں سے انسان (آدم) کا پتلا بنوایا۔ اور اُس میں خدا نے روح پھونکی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر آیاتِ قرآنی سے پتہ چلتا ہے کہ اول انسان زمین سے روئیدگی کی طرح پیدا ہوا ہے یا حشراتُ الارض کی طرح سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا گیا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ (سورۃ حجر پارہ ۱۴) اور ہم ہی نے کالے (اور سڑے ہوئے گارے سے جو کھن کھن بولنے لگتا ہے انسان کو پیدا کیا۔

دوسری جگہ مذکور ہے۔ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (سورۃ نوح پارہ ۲۹) اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے اگایا پھر (دوبارہ) لوٹا کر اسی مٹی میں تم کو ملا دے گا۔ اور تم کو اسی مٹی سے پھر نکال کھڑا کرے گا۔

غرضکہ اول انسان مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اور اسکی نسل نطفہ سے۔ اور بعثت بھی ایسی ہوگی جیسی کہ اسکی ابتدائی پیدائش ہوئی ہے۔ جیساکہ اس آیت میں تفصیلاً مذکور ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ لوگو! اگر تم کو (قیامت کے دن پھر) جی اُٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو تو ہم نے تم کو (شروع میں) مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر پوری بنی (سڈول) اور ادھوری بنی ہوئی (بے ڈول) بوٹی سے پیدا کیا تاکہ تم پر (اپنی قدرت) ظاہر کریں۔ اور پیٹ میں ہم جسکو چاہتے ہیں وقت مقررہ تک ٹھہرائے رکھتے ہیں اور پھر تم کو بچہ بناکر نکالتے ہیں پھر (تم کو پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم (بڑے ہوکر) اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی کوئی تو (عمر طبعی سے پہلے) مر جاتا ہے اور کوئی کوئی سب سے زیادہ نکمی عمر (یعنی بڑھاپے) کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے کہ جاننے پیچھے کچھ سمجھتے ہیں اور (اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے بے حس و حرکت پھر جب ہم اُسپر پانی بہادیتے ہیں تو وہ لہلہانے اور اُبھرنے لگتی اور ہر طرح خوشنما روئیدگی اگاتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ برحق ہے (نیز) اس کی کہ وہ مُردوں کو جلائے گا اور اسکی کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کسی طرح کا شک نہیں۔ اور اسکی کہ جو لوگ قبروں میں ہیں اللہ انکو اُٹھائے گا۔ (سورہ حج پارہ ۱۷)

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا انسان روئیدگی یا کیڑے کی طرح زمین سے پیدا ہوا ہے اور زمین میں دب جاتا ہے۔ اور زمین سے پھر روئیدگی یا کیڑوں کی طرح تمام یک دم نکلے جائینگے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ سورۂ طٰہٰ پارہ ۱۶) الوگو! اسی زمین سے ہم نے تمکو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا کر لائینگے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکال کھڑا کریں گے۔

غرضکہ پہلا انسان خواہ آدم علیہ السلام ہویا اور کوئی ہو زمین سے پیدا کیا گیا ہے

یعنی اُس کا پتلا عناصر اربعہ سے بنایا جاکر جب روح قبول کرنے کی صلاحیت اسمیں پیدا ہوئی تو خدا نے اِس میں روح انسانی پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اسکو سجدہ کریں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ (سورۃ ص پارہ ۲۳) کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو فرمایا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسکو پورا کرلوں اور اپنی روح اُسمیں پھونک دوں تو تم اُس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا" اسی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے۔ مگر وہ حکیم ہے۔ حکمت کے برخلاف کچھ نہیں کرتا۔ صرف مٹی کے پتلے میں روح قبول کرنے کی صلاحیت اور قابلیت نہیں ہوتی اور نہ وہ نشوونما پاسکتا ہے رحم مادر میں ہی نطفہ تب بچہ بن سکتا ہے کہ اسمیں نشوونما کا مادّہ ہوتا ہے۔ پس یہ ظاہر ہے کہ اول انسان زمین سے عناصر اربعہ کی ترکیب سے پیدا ہوا ہے۔ اور اسکی نسل نطفہ اور علقہ وغیرہ سے چلائی گئی ہے۔ موت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک موت اختیاری اور دوسری اضطراری۔ جو شخص شریعت کا تابع ہوجاتا ہے۔ خدا کے اوامر و نواہی کو بجالاتا ہے اور اُسکی نواہی سے باز رہتا ہے اور راضی بقضا ہوتا ہے۔ اور فرائض اور نوافل سے اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتا ہے۔ طبیعت اور ہوا کی خواہشات بے جا سے مجتنب رہتا ہے۔ اور اپنے ارادے کو خدا کے ارادے کا پابند کرتا ہے۔ اور جو خدا نے انبیاء کے ذریعہ اور شارع کے توسط سے وظائف اور عبادات اور طاعات بندوں کیلئے مقرر فرمائے ہیں بجالاتا ہے تو اُسکو فانی فی اللہ کہتے ہیں۔ اور چونکہ فنا کے ساتھ بقا لازم ہے۔ وہ باقی باللہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ جب بندہ اپنی طبیعت اور ہوا اور ارادہ سے فانی ہوجاتا ہے حق کے ساتھ باقی ہوجاتا ہے۔ جب ظلمت

چلی جاتی ہے تو نور آجاتا ہے۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
پس اُسکو ایسی حیات دی جاتی ہے کہ اسکے بعد موت نہیں ہوتی۔ اور
ایسی تونگری دیجاتی ہے کہ اسکے بعد افلاس نہیں ہوتا۔ اور ایسی خوشی دیجاتی
ہے کہ اسکے بعد غم نہیں ہوتا اور ایسی نعمت عطا ہوتی ہے کہ بعد اسکے بلا نہیں ہوتی
اور ایسا علم دیا جاتا ہے کہ اسکے بعد جہل نہیں ہوتا۔ اور ایسا امن دیا جاتا ہے کہ اسکے
بعد خوف نہیں ہوتا اور ایسی عزت بخشی جاتی ہے کہ اسکے بعد ذلت نہیں ہوتی
اور ایسا قرب ملتا ہے کہ اسکے بعد بُعد نہیں ہوتا۔ اور ایسا رفیع ہو جاتا ہے کہ پھر اسکے
گرایا نہیں جاتا۔ اور ایسی عظمت ملتی ہے کہ پھر حقیر نہیں ہوتا۔ اور بشریت کی آلودگی
اور عیب و نقصان سے پاک و صاف ہو جاتا ہے غرضکہ بشری ظلمات باہر چلے
جاتی ہیں اور ربوبیت کی صفات کے انوار اندر آتے ہیں۔ اور ربی صفات خواہ
مخواہ باقی اور دائم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ الفانی لا یرد الی اوصافہٖ ؎

اگر سالکے محرم راز گشت — بہ بندند در باز گشت
کسے رہ سوئے گنج قارون نبرد — وگر برد رہ باز بیروں نبرد

اللہ اس کی بصارت ہو جاتا ہے۔ جس سے دیکھتا ہے۔ اسی ہی اُس کا ہاتھ ہو جاتا
ہے۔ کان اور دیگر قوے اور حواس بنجاتا ہے ؎

بی یسمع بی یبصر بی یبطش بی یمشی — سریت بسے نماسمن تردید ولا تعشے

اور اسکو سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ بعد اسکے سیر من اللہ ہوتا ہے جو بعض
کاملان تکمیل ناقصان کے لئے نیچے آتے ہیں۔ بعد اسکے پھر سیر الی اللہ ہے جسکو
رفاقت اعلے کہتے ہیں اور ان لوگوں کو موت نہیں آتی۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۤءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔ جو لوگ اللہ کی راہ
میں مارے جائیں انکو مرا ہوا نہ کہنا وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

میلاد نامہ

رسول بیتی

اردو زبان میں آجتک جسقدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں، یہ کتاب ان سب سے نرالی ہے، اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے، اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی زیبائش سے قلمبند کر کے بچپن جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں، پھر تتمہ المسوم بہ رسول بیتی میں رسالت سے لے کر وفات تک کے حالات ہیں گویا، آنحضرت کی مختصر اور پوری سیرت اور سوانحعمری ہے، آخر میں آپ کے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے،

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بلا تکان پڑھتے چلے جاتے ہیں، یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہے، شائع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ پانسو سے زیادہ فروخت ہوگئی اور اب دوبارہ چھپی ہے، اور وہ بھی قریب ختم ہے، کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے، قیمت عہ علاوہ محصول

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محرم نامہ

یہ وہی کتاب ہے جس کا غلغلہ شیعہ سنی دونو فرقوں میں پڑا ہوا ہے، اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اشتہار دیکھکر سینکڑوں درخواستیں جمع ہوگئی تھیں، اور شائع ہوتے ہی چار دن میں ایک ہزار فروخت ہوگئی، محرم نامہ ۱۳۳۵ھ کی سب سے زیادہ بہر دلعزیز کتاب ہے، اس کی نسبت سنی علما اور شیعہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ ایسی صلح کل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی جس میں آنحضرت کی وفات سے کر چاروں خلافتوں اور ان کے جھگڑوں کا اتنا صاف صاف اور پورا بیان ہو، اور پھر کسی فریق کو اختلاف کی گنجائش نہ ہو، ملک کے تمام شہروں سے لوگوں کے خط آرہے ہیں، کہ محرم نامہ اردو کی بہترین کتاب ہے، اور اس قابل ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں رہے تاکہ وہ اسلام کی ابتدائی بھی تاریخ سے خبردار ہو، اور جھگڑوں کی حقیقت جان جائے، محرم نامہ میں کربلا کی دردناک لڑائی کا نظارہ ایسا لکھا ہے، کہ ہر بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے، پڑھنے والے اور سننے والے بیتاب و بے قرار ہوجاتے ہیں، جنگ جمل، جنگ صفین کا پورا اور ہو بہو سچا حال محرم نامہ کے سوا کسی اردو کتاب میں نہیں ہے، قیمت ۱۲ر علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

۷۸۶

مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھ

مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کی بے ادبیاں، ارض پاک میں یاران رسول کا قتل، قرون اولےٰ کے سیاسی کارنامے کربلا کے بعد کی سرگذشت، حریفان بنی فاطمہ کی نامعلوم فتنہ کاری، یزید و دیگر شاہان بنی امیہ کی باطل شعاری، یزید کا حشر، شریروں کا انجام، خدا کا فیصلہ،

یزید نامہ

میں ملاحظہ فرمائیے، جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے، اور جس کے لوگ سال بھر سے منتظر تھے، اس میں اُس امر الآمر کا بھی مفصل بیان ہے، جو خانہ اہل بیت میں

شیعہ سنی کو ملاپ کی آواز

دیکھا، اور بتایا ہے کہ یہ وقت قریب آن لگا، یزید نامہ محرم ۱۳۴۶ھ کا یادگار تحفہ ہے، خود پڑھیے، دوسروں کو سنائیے، روئیے، رلائیے، مظلوم کے صبر سے واقف ہو، ظالم کا دم واپسین دیکھ لو، ایسے غمناک حالات اور عبرت انگیز تصویریں، تاریخ شہادت میں ناپید ہیں، حضرت خواجہ صاحب کا البیلا جیتا جاگتا طرز تحریر، اچھی لکھائی، اچھی چھپائی سفید دبیز عمدہ کاغذ ضخامت پونے دو سو صفحے، قیمت سوا روپیہ (عہ) جلدی منگائیے،

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اُردُو دُعَائیں

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بہت مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات زندگی کے لیے اردو زبان میں دعائیں ہیں، ہر دعا خواجہ صاحب کی مخصوص اثر دار عبارت میں ہے، بچوں اور عورتوں کا جی ان دعاؤں میں بہت لگتا ہے، چند روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گئیں، دوبارہ مع اضافہ کیا ہے طبع ہوئیں، اسکول کے بچوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرنے کے لائق یہی کتاب ہے، قیمت ۸ آنے علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دوم موت اضطراری ہے جو معروف اور مشہور ہے ۔ حیات کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حیات طیبہ دوسری حیات خبیثہ ۔ پاک زندگی یہ ہے کہ انسان بیکار نہیں ہوتا رات دن کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتا ہے ۔ اگر زراعت کرتا ہے تو ۔ تجارت کرتا ہے تو ۔ ملازمت کرتا ہے تو کوئی اور پیشہ کرتا ہے تو ۔ غرض اسکو یہ منظور ہے کہ اس سے اپنے عیال و اطفال کا پیٹ پالے ۔ اور زکوٰۃ اور خیرات اور صدقہ وغیرہ دیوے ۔ غرضیکہ ہمیشہ کسی نہ کسی مفید کام میں مصروف رہتا ہے خدا کا ایمان رکھتا ہے ۔ اور شرع کا پابند ۔ ایسا شخص مومن کہلاتا ہے ۔ اور ایمان اور اسلام کی حالت میں موت اضطراری کے بعد خدا سے ملتا ہے اور اسکی اچھی زندگی اچھی موت الٰہی ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۔ کچھ شک نہیں کہ جو شخص باایمان خدا کے حضور میں حاضر ہوگا اور اس نے نیک عمل بھی کیے ہونگے تو یہی لوگ ہیں جنکے بڑے بڑے درجے ہونگے (یعنی ہمیشہ کے باغ جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی اور وہ) اُن میں ہمیشہ رہینگے اور جو شخص پاک رہے اُس کا یہی صلہ ہے ۔ دوم ۔ خبیث زندگی ہے ۔ جو شخص کھانے پینے اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنیکے سوا کچھ نہیں کرتا ۔ یا ہر کام میں بدپرہیزی اور بے اعتدالی کرتا ہے خدا کے اوامر بجا نہیں لاتا اور نواہی سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا ۔ راضی بقضا نہیں ہوتا تو اسکی موت خراب ہوتی ہے ۔ اور خدا کو ایسی حالت میں ملتا ہے کہ وہ اُسپر ناراض ہوتا ہے ۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۔ کچھ شک نہیں کہ جو شخص مجرم ہو کر اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہوگا اسکے لیے دوزخ ہے جسمیں وہ نہ مریگا اور نہ زندہ ہی رہیگا ۔ اعاذنا اللہ منہا ۔ (حاجی محمد اسمٰعیل کامل اویسی)

عبرت

(ماخوذ از اعمال الحکیم)

ہم سے نہ ہوسکے گی قواعدِ وحشت جو منضبط
اہلِ جنوں میں ہمکو لقب ہے "حکیم" کا

یہ مانا کہ خزاں و بہار، لیل و نہار، عبرت کے سبق پیش کرتے ہیں، افلاس و تمول، ادبار و شاہی و گدائی، عبرت کیواسطے کافی نمونے ہیں، مگر انسان اپنے کو کیوں مثال نہیں کرتا کہ جسکے ہر ایک کے اندر عبرت کا سامان موجود ہے۔

ممکن ہے کہ ہم صرف نطفہ، علقہ، مضغہ (دیکھ) ہی کا فلسفہ اور حکمت پڑھا کیا ہو اس کی انتہائی منزل پر فتبارک اللہ احسن الخالقین کہکر دم بخود ہوجانا پڑتا ہے۔

آؤ آج کی صحبت میں اپنی زندگی پر غور کریں۔ بچپنے سے لیکر عہدِ شباب تک کا زمانہ ترقی و نشو و نما اور عیش و نشاط کا دور ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے اور قوت میں افزائش ہوتی ہے، طبیعت جوش اور امنگ کے نشے میں ہر وقت مخمور رہتی ہے لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوجاتی ہے پہلے جو قوتیں بڑھتی تھیں اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں۔ جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی۔ اب ان میں ہر روز اضمحلال ہوتا ہے۔ طاقت جواب دیدیتی ہے۔ اور عیش و عشرت کلفت کش ہوجاتے ہیں، اگر جوانی بہار عیش تھی، تو پیری خزان یاس، اگر شباب بقا ہو سکتا ایک پہر تو ہمارا توڑنا اپنے ضعف و ناتوانی کی تاریکی و عبرت کا انجام دادو بار کے سامنے کر دیتا ہے!

بچپن جسقدر غلغلہ انداز اور زلزلہ انگیز تھا۔ اسی طرح بڑھاپے کا ضعف بھی تیز پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ منزل فنا میں جلد پہنچ جانے کو جی چاہنے لگتا ہے۔

اللہ اللہ۔ فردوسی مرحوم نے کیا بعینہ نقشہ مرتے کے دنیا کے آگے رکھدیا ہے ۔

الا اے خریدار مغز سخن ۔ دلت برگسل زین سرائے کہن

ترجمہ۔ او مغز سخن کے خریدنے والو! زمانہ سے دل اٹھالو +

کہ او چون من و چون تو بسیار دید ۔ نخواہد ہمی با کسے آرمید

ترجمہ۔ ہم اور تم جیسے اسنے بہت دیکھے ہیں وہ کسی سے نہیں نباہے گا +

نماند کسے خوش بگیتی دراز ۔ کہ نامد مرا اندر آ پرسش نیاز

ترجمہ۔ زمانہ میں اتنے لمبے عرصہ تک کوئی نہیں رہ سکتا کہ اسکو زمانہ سے اٹھ جانے کی خواہش نہو

بدانگہ کہ خم گیرد ت یال و پشت ۔ بجز باد چیزے نداری بمشت

ترجمہ۔ جب تمہاری گردن اور پیٹھ جھک جائیگی تو سمجھوگے کہ کچھ حاصل نہ کیا

گرانی درآید ترا در دو گوش ۔ نہ تن ماندت بر سیم سار و ہوش

ترجمہ۔ تمہارے دونوں کان بہرے ہو جائینگے۔ ڈیل ڈول اور سمجھ اپنی حالت پر قائم نہیں رہیگی

نہ بینی بچشم و نہ پوئی بپائے ۔ بجوئی ببانگ بلند اے خدا!

ترجمہ۔ آنکھ سے نہیں دیکھ سکوگے اور پاؤں سے نہیں دوڑ سکوگے اور چلا چلا کر کہو گے اے خدا !!

مرا پیش خود بر بزودی ندیر ۔ کہ گشتم من از خاک تاریک سیر

ترجمہ۔ مجکو جلدی اپنے ہاں بلالے۔ دیر نکر۔ کیونکہ میں زمانہ سے سیر ہو گیا ہوں +

یہ انسان کی کیسی نادانی ہے کہ عبرت کیلئے خزاں و بہار کی طرف دوڑتا اور لیل و نہار کا مطالعہ کرتا ہے مگر اپنے کو نہیں دیکھتا کہ اسکے اندر ان باتوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ عجائبات قدرت کا خدا ایک طلسم گاہ ہے +

یہی خیالات تھے جن کا تلاطم میری طبیعت میں اٹھا اور میں اپنی زندگی کے

انقلابات اپنے ہی دست و قلم سے لکھنے پر آمادہ ہوگیا۔ اور دل سے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ لکھوں کا سچ سچ لکھوں گا۔

یا بعرفی صلیح کن کہ اعمال زشتت را بشوید   یا بروبر کاتب اعمال ہم بستگی بکن

میں اپنی زندگی کی جسمانی اور روحانی ترقی کا مطالعہ کرتا ہوں تو روحانی ترقی کا نام و نشان نہیں پاتا۔ مثلاً جسمانی ترقی میں چار روپیہ ماہوار تنخواہ سے ستو روپیہ تک پہنچا۔ یا تعلیم کو لیجیے، پہلے کچھ نہیں جانتا تھا، مکتب میں بیٹھا، حرف شناس ہوا، عبارت پڑھنے لگا، اور آگے بڑھا اور دیکھو کہ اس سے بھی ترقی کی انشاء انشاء کرنے لگا، لیکن جذبات کو دیکھتا ہوں تو بالکل وہی حالت ہے جو اول دن تھی بلکہ بچپن میں دل لطیف تھا، اب کثیف، پہلے رقیق تھا، اب غلیظ، پہلے صاف تھا اب سیاہ، پہلے نرم تھا، اب سخت، باقی ارتقا خاک بھی نہیں۔

اوروں کی کیا کہوں لیکن میں اپنی روحانی ترقی کچھ بھی نہیں پاتا۔ میدان زندگی میں جس جگہ کھڑا کر دیا گیا ہوں اسی جگہ پڑ رہا ہوں، ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ یعنی بڑا ہو کر بھی بچہ ہی رہا۔ بچوں کا قاعدہ ہے کہ ہر حالت کا اثر بغیر سمجھے کے دفعتہً قبول کر لیتے ہیں۔ روتے ہوئے بچے کو مٹھائی کا ایک ٹکڑا دیجے تو ہنسنے لگتا ہے اور چھین لیجیے تو فوراً مچل جاتا ہے، بعینہ اپنی بھی یہی حالت ہے۔ کچھ ملا، اور حاصل ہوا تو مسرت کے آثار نمودار ہوگئے۔ اور کچھ چھینا گیا تو رو دیا۔ تولد و انتقال اولاد پر ان شیریں تلخ تجربوں کا موقع ملا ہے۔

دراں دیار کہ زاہدی ہنوز آنجائی

قدرت کے عجائبات اور نیرنگی دنیا کی بوقلمونیاں بہت دیکھی ہیں۔ کئی خاندان اپنی آنکھوں کے سامنے بنے، اور کئی بگڑ گئے، جنکے آگے وزرا تک جھکتے تھے، ان کو مجسٹریٹوں کے آگے پابزنجیر دیکھا۔ اور جنکو کوئی پوچھتا نہ تھا انہیں بڑے بڑے تعلقہ پایا۔

میرے زمانہ کی بات ہے کہ ایک خودرو بچہ کو باپ اپنے نطفہ سے نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے اُسے مزدوری کرتے دیکھا اور چھیڑنے کو باپ کا نام پوچھا۔ اُسکی شرمندگی کی یہ حالت تھی کہ پوچھتے ہی کسی شرمگین حیا سرشت دوشیزہ لڑکی کی طرح اُسکی گردن جھک گئی۔ اب وہی لڑکا ایک بڑے درجے پر پہنچا ہے۔ یہاں تک کہ عام لوگوں کی اُس تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اِس قسم کے کئی اور واقعات نظر سے گزرے اُمرا کے صاحبزادوں کو بھیک مانگتے اور غربا کے بچوں کو حکم چلاتے دیکھا ہے۔ ہمارے گھرانے میں ایک عجیب تازہ واقعہ ہوا ہے کہ ایک شخص جو بھائیوں سے دغا کرکے جائداد کا مالک بن گیا تھا۔ وہ جائداد اُسکے مرنے پر اُسکے وارثوں کے ورثہ میں آئی۔ اور وہ ایسے نکمے نکلے کہ اب وہ جائداد ہے نہ مال۔ "وَهُمْ اَجَادِعُ مِنْ كلبته حومل" علماء کے بچے جاہل۔ اور جہلاء کے بچے عالم بکثرت دیکھنے میں آئے۔ یہ زمانہ کی ایک رفتار ہے اور اسی رفتار پر زمانہ کا مدار ہے ؎

پہنچا تو ہوگا سمعِ مبارک میں حالِ دل ۔۔۔ اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

یہ مانا کہ حسیات، جذبات، امیال کی ترجمان زبان ہے۔ یہ بھی تسلیم کیا کہ مناظر کی تصویر کھینچکر آگے رکھدینے سے قلم جواب نہیں دیتا۔ یہ بھی سچ ہے کہ طرح واقعہ نگاری ہو سکتی ہے مگر اسکو کیا کیجے کہ بعض کیفیتیں ایسی بھی ہیں کہ جن کے بیان کرنے میں زبان اور قلم دونوں عاجز ہیں! اور سُننے اور پڑھنے کے لیے کان اور آنکھیں دونوں بے کار ع

من عاجزم ز گفتن و خلق از شنیدنش

زمانہ میلاد سے دمِ پیری تک جو جو جذبات اُٹھتے ہیں اور امیال اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اور پھر اُن کے نتائج۔ غرض اپنی خود نوشتہ سوانح عمری اعمال الحکیم میں میں نے سب سے بحث کی ہے۔ تاہم مجکو اس بات کا اعتراف ہے اور اس عجز کا

اقرار ہے کہ اُن کیفیتوں سے اداے بیان میں مَیں عہدہ برآ نہیں ہو سکا تاہم کوشش سے دریغ نہیں ہوا۔

آج جد و جہد اور فکر و کاوش سے فارغ ہو گیا ہوں۔ قلم کو قلمدان اور کاغذ کو جزدان میں رکھدیا ہے۔ شاید قلم و قرطاس سے پھر اس قسم کی صحبت کا موقع ملے کہ جناب مستطاب ملا محمد الواحدی صاحب کا فرمان کتاب بھیجنے کا نازل ہو۔ اور میں اشاعت کے لیے مسودہ صاف کرنے لگوں۔ یہ مضمون کتاب کا ایک ٹوٹا پھوٹا سا نمونہ ہے۔

(حکیم) غلام غوث بہاولپوری

محدث اعظم کی نظربندی کا افسانہ

جیل کی بپتا اور امتحان توکل کا بڑا پر اثر بیان اس کتاب میں ہے۔ محدث اعظم ہندوستان بھر میں مشہور ہیں۔ سب سے بڑے حنفی عالم مانے جاتے ہیں۔ انکی تمام مفصل و مشرح علمی و دینی لائف مورخانہ شان سے اس کتاب میں ہے

تذکرۂ رشید

کتاب کا نام ہے۔ بہت ضخیم ہے۔ خوبصورت جلد بندی ہوئی ہے۔ کاغذ چھپائی اعلیٰ درجہ کی ہے اور مضامین اول سے آخر تک علم و عمل کی تصویر ہیں۔ اور قیمت صرف تین روپے (سے)

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

(البقرۃ ع ۵)

(وہ عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لیے

لباس کی غرض و غایت اور اس کے فوائد کیا ہوتے ہیں؟ پردہ پوشی۔ زینت جسم کی حفاظت و آسائش۔

اب دیکھو کہ شریف۔ دیندار اور (تعلیم و تربیت یافتہ) دانشور لوگوں میں عورت مرد ایک دوسرے کے لیے پردہ پوش۔ باعث زینت اور موجب آسائش ہوتے ہیں یا نہیں۔ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ہوتے اور ضرور ہوتے ہیں۔ اور جن گھرانوں میں یہ بات نہ ہوتی ہو جان لو کہ وہاں کسی نہ کسی بات کی کمی یقیناً ہوگی۔ یا تو وہ کمین و رذیل لوگوں کا خاندان ہوگا۔ یا اُنکے افراد دین کے اصول و احکام سے غافل ہونگے یا جہالت اور حماقت وغیرہ امراض میں مبتلا۔ ممکن ہے کہ بعضے خاندان انہیں سے کسی ایک کے نہیں بلکہ دو یا تینوں آفتوں کا شکار ہوں۔ ایسی صورتوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان جتنی بھی بدمزگی۔ بیزاری، اور فضیحت و خواری ہوتی ہو کم ہے۔ کیونکہ اگر ذات، صفات، حسب، نسب میں سقم ہے۔ مگر دینداری کا چرچا اور تعلیم و تربیت کا التزام ہے۔ تو بھی خیر بہت کچھ پردہ ڈھکا رہیگا۔ یا اگر صورۃً دین میں کچھ کسر ہے۔ لیکن خاندانی محاسن اور تعلیم و تربیت کے اثرات خوشگوار و انسیت بخش ہیں تب بھی ایک حد تک بات بنی رہے گی۔ اور جہاں شرافت کی جگہ رذالت۔ دینداری کی جگہ بے دینی اور تعلیم و تربیت، عقل و دانائی کی بجائے جہالت و حماقت ہو ویسے ہی نادانی کا دور دورہ ہو تو ایسے گھرانوں میں خیر و برکت کیسے ہو سکتی

اور حقیقی عزت و عافیت معلوم +

مسلمانوں کو دعوے ہے کہ ہمارے دین میں ہر ضروری تعلیم ایسی اعلیٰ و افضل و اکمل ہے کہ دیگر مذاہب اسکی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ دعوے بالکل سچا ہے لیکن

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ

جب ہر مذہب والا اپنی جگہ پر اسی خیال میں مست ہے کہ ہمارے دین سے بڑھکر کوئی دوسرا دین دنیا کے پردے پر نہوگا تو کسی کو کیا پڑی ہے کہ دیگر مذاہب کی دیکھہ بھال جانچ پڑتال کرتا پھرے۔ اور بیٹھے بٹھائے ایک دردسر مول لے۔ پس یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ اپنے قول و فعل، رفتار و گفتار ہر بات سے اس کا ثبوت دیں کہ واقعی اسلام ہی آج سب ادیان سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہمارا یہ دعوے نری لاف نہیں۔ تاریخ گواہ ہے۔ روحانی، اخلاقی، تمدنی، علمی، عملی، غرض ہر قسم کی ترقیات کے سامان اسلام میں موجود رہ چکے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ مگر اغیار میں سے کسی کو اتنی فرصت، اسدرجہ شوق، اور ایسا حسن ظن آپکے مذہب کی نسبت ہے کہ پہلے ایمان بالغیب کے طور پر آپکے فرمودہ کو آمنا صدقنا کہکر قبول کرلیں۔ پھر اسکی تائید تصدیق میں اسلامی ہسٹری کے دفتر بے پایاں کی ورق گردانی کے لیئے زندگی وقف کردیں۔ بس ہر پھر کر بات یہیں آٹھیرتی ہے کہ "پدرم سلطان بود" کی صدائے بے ہنگام کو یک لخت دل سے بھلادیں۔ اور میدان عمل میں قدم رکھکر دنیا کو دکھلادیں کہ سچ سچ اسلام ہی اسوقت سب سے اعلےٰ و اکمل دین ہے ؛

ہماری تہیدستی و فلاکت کا صدمہ کچھہ کم روح فرسا نہیں۔ ہماری بے بہری و جہالت کا ماتم کچھہ کم خون رُلانے والا نہیں۔ ہمارے مجموعی قومی ادبار کی داستان کچھہ کم درد انگیز نہیں۔ مختصر یہ کہ ہماری ہر بات اس زمانہ میں ایک تصویر عبرت کی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کم ٹو موت

جیسا نام ہے ویسی ہی کتاب ہے، حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور مصور غم علامہ راشد الخیری و مولانا عارف حسن صاحب کے مضامین کا وہ دردناک مجموعہ ہے، جس میں موت کے بھیانک واقعات کی تصویریں کھینچی گئی ہیں، خاص کر "نورجہاں کا مرنا" تو اس قدر دردناک پیرایہ میں خواجہ صاحب نے قلمبند کیا ہے، کہ شاید اس سے پہلے کبھی ایسا الم خیز مضمون خواجہ صاحب کے قلم سے نہیں نکلا، قیمت عہ علاوہ محصول

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسلام کا انجام

مصر کے شیخ المشایخ حضرت علامہ توفیق بکری کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے صوفی اسلام کے انجام کی نسبت کیسی فلسفیانہ مدبرانہ رائے رکھتے ہیں اور ان کے دماغ کا پایہ ہندوستانی مشایخ سے کتنا بلند ہے یہ کتاب بھی شایع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ اب دوبارہ چھپی ہے، قیمت ۸ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

غدر دہلی کے افسانے باتصویر

یہ کتاب غم اور عبرت کی داستان ہے اور اہلِ غدر ۱۸۵۷ء میں بیگمات اور شاہی خاندان پر جو مصیبتیں پڑیں انکا سچا حال خود ان لوگوں کی زبانی سنکر حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مشہور طرز تحریر میں لکھا ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں قیمت حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم ۶ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رسول کی عیدی ۴

یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے جس میں مزیدار نظم و نثر بچوں کے خوش ہونے اور دینی محبت کے پیدا ہونے کی درج ہے، کئی دفعہ چھپ چکی ہے عیدیں اور عید میلاد کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرتے ہیں قیمت ۴ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

سولہویں صوفی جنتری

مرتبہ ایڈیٹر صوفی

جسمیں تمام مشہور بزرگان دین کے ایام وصال اور مشہور واقعات و ہدایات باہ درج ہین

حضرت سرور کائنات

کے اصلی فرمان دعوت بنام سلطان مقوقس کا عکس معہ مہر نبوت ایک سالم صفحہ پر دیا گیا ہے

خلیفہ ثالث حضرت عثمان

کے خاص دست مبارک کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے ایک صفحہ کا عکس بھی جنتری کے ایک صفحہ میں دیا گیا ہے اس کے علاوہ

ہجری سنہ سے عیسوی اور کسی عیسوی تاریخ سے ٹھیک ہجری سنہ اور تاریخ معلوم کرنے کے صحیح قاعدے معہ امثال کے سمجھا دیئے ہیں پورے سو سال گذشتہ کی جنتری مفصل اسلامی اخبارات کی فہرست عام مسائل، روزمرہ یادداشت لکھنے کے خانے اور بہت سی مفید باتیں درج ہیں،

تمام مشہور مشائخ عظام اور حضرات ائمہ معصومین کے مزارات کے بہتر فوٹو بھی دیئے گئے ہیں

باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت فی جلد ۸ر آٹھ آنے علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مگر ایک بلائے بے درمان گھر گھر ایسی دیکھنے میں آتی ہے کہ جو شاید اور سب خرابیوں اور مصائب کا باعث ہو تو عجب نہیں۔ وہ کیا ہے؟ عورت مرد کے تعلقات میں غلط فہمیاں، غلط کاریاں اور غفلت شعاریاں۔ اسکی بڑی وجہ عام طور پر تعلیم کی کمی سمجھی جاتی ہے۔ اور خاصکر ان نشیب و فراز سے بے پروائی جو زوجین کے حقوق و فرائض کی شکل میں مذہباً لازمی قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ پیچیدہ مسائل اور طول و طویل بحثوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیوں نہ طرفین ایک موٹی سی بات کو پلے باندھ رکھیں۔ جسے قرآن مجید نے مندرجہ عنوان گنتی کے چند لفظوں میں اس خوب صورتی و بلاغت سے ادا کر دیا ہے کہ باید و شاید۔ اور جو ہیں باوجود مختصر و عام فہم ہونے کے تمام تر علم و حکمت کا ماحصل بطور دریا بکوزہ بھر دیا ہے۔ وہ یہ کہ "هن لباس لكم وانتم لباس لهن" یعنی عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا۔

اگر تم اس ارشاد الٰہی کے منشا کو اپنے باہمی تعلقات اپنے اخلاق اپنی معاشرت اور اپنے تمدن میں عملاً دخل دینے کے لیے تیار نہیں ہو تو صاف کہہ دو کہ معاذ اللہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے یا کبھی تھا مگر اب واجب العمل نہیں رہا۔ یا ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ کیوں لباس کو لباس نہ سمجھا جائے۔

ہم میں بہت سے ناخدا ترس، گودن اور دشمنِ دین و دانش ایسے بھی ہیں بلکہ ہیں جو اس لباس کو پاؤں کی جوتی کا ہی درجہ دیسکتے ہیں اور بس۔ اگرچہ یہ امر بحث طلب ہے کہ جوتی بھی جزو لباس ہے یا نہیں۔ بعضے اپنی کمزوری ایمان اور نقصِ عقل کے سبب، اس لباس کو محض بت یا صنم کر کے حق قدردانی ادا کرنا جانتے ہیں اسکے سوا اور کوئی استعمال و فائدہ اس لباس کا ان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا بعض نے صرف نفسانی جذبات کا تقاضا پورا کر لینا اسکی غرض و غایت قرار دے لیا

اور بعض ایسے بھی خوش فہم ہیں جن کے نزدیک ایک تنخواہ دار ملازم یا خادمہ کے فرائض ادا کرنے سے زیادہ ان بیچاریوں کا کچھ کام نہیں۔ جن کو خدائے حکیم و علیم نے لباس فرما کے ایک ہی وقت میں پردہ پوش۔ موجب زینت اور باعث آرام قرار دیدیا ہے +

قرآن مجید کا ارشاد غیر قوموں پر حجت نہیں۔ اسواسطے ہم صرف مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ اُن میں سے کوئی ہے۔ جسے بے لباس (ننگا) رہنے سے عار نہ آتی ہو؟ بجز دیوانوں کے اغلباً کوئی نہو گا۔ کتنے ایسے ہیں جو خدا کے قرار دئیے ہوئے لباس کو درحقیقت لباس ہی کی حیثیت سے برتتے ہوں۔ اور ایک دن بھی ننگا رہنا اُن کی غیرت گوارا نہ کرتی ہو۔؟ ہم جانتے ہیں کہ بہت ہی تھوڑے ہونگے ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت اپنی اپنی جگہ اس ارشاد باری تعالیٰ کو سامنے رکھکر اپنا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اسپر اپنے جوڑے کے حق میں بلحاظ پردہ پوشی زینت اور راحت رسانی کے لباس کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ پھر دوسروں کے حالات سے بھی سبق عبرت حاصل کرے۔ اور یہ دیکھے کہ جن گھروں میں شوہر و زوجہ کا باہمی تعلق اور برتاؤ منشائے لباس کو صحیح طور پر پورا نہیں کرتا وہاں خیر و برکت اور سچے سکھ کا دور دورہ کبھی کسی گوشہ میں نظر آتا ہے؟ حاشا و کلا +

جب تک قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے اس بےنظیر اصول کی عظمت و اہمیت ہر مسلمان مرد عورت کے ذہن نشین نہ ہو جائے۔ اور گھر گھر میں اسکا عملی ظہور نہو نہ ہماری دنیا سنور سکتی ہے نہ دین۔ اور نہ ہم تربیتِ اولاد اور دیگر حقوق العباد سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں +

خلاصہ اس ساری گفتگو کا یہ کہ عورت مرد کو خدا نے ایک دوسرے کا پردہ پوش۔ باعثِ زینت اور موجب راحت قرار دیتا ہے۔ لیکن جس میاں بیوی کا

باہمی سلوک ہر پہلو سے ایسا نہیں کہ زوجہ شوہر کے واسطے اور شوہر زوجہ کے لیے صحیح معنوں میں لباس کہا جا سکے۔ انکے دین اور انکی دنیا کی خیر آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا دار العمل ہے۔ دار الجزا نہیں مگر پھر بھی ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق سے غفلت کرتے ہیں انہیں عقبیٰ میں جو جواب دہی کرنی پڑے گی وہ تو الگ رہی لیکن اس جہان میں بھی اُن کو ضرور کچھ نہ کچھ خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

ان باتوں کو سمجھنے اور اپنی زندگی میں ملحوظ رکھنے کے لیے کچھ ضروری نہیں ہے کہ مرد عورت اسی وقت تیار ہوں جبکہ وہ شوہر و زوجہ بن جائیں۔ بلکہ اگر کسی خاندان میں تعلیم و تربیت اولاد کا صحیح طریق پر موجود ہو تو اوائل عمر سے ہی لڑکے اور لڑکیاں ایسے سانچے میں ڈھالی جا سکتی ہیں کہ دنیا داری کے بکھیڑوں میں پھنسکر نہ بہت سی اُن خرابیوں سے بچ سکیں۔

هن لباس لکم وانتم لباس لهن

کے حکیمانہ اصول کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

اے مرد! تو صرف کمیرا یا مزدور نہیں ہے بلکہ عورت کا سر وہرا بھی ہے۔

اے عورت! تو فقط مرد کی لونڈی باندی نہیں بلکہ اُسکی آبرو اور اُسکی شریک رنج و راحت بھی ہے۔ کاش تم دونوں سمجھو کہ ایک دوسرے کے حق میں کیا ہو۔ اور کیا تم کو ہونا چاہیئے۔

احمد حسین فریدآبادی

حضرت صدیق اکبرؓ

تا نہ خواہی داشتن گرد اغہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

ہر قوم کے مشاہیر کی زندگی اسکے اخلاف کیلئے ایک دعوت عمل ہوا کرتی ہے اور ان کی حیات طیبہ قومی عروج و کمال کے لیئے شمع ہدایت کا کام دیتی ہے۔ وہ قومیں نہایت ذلیل ہیں۔ اور انکی قومی زندگی نہایت مبتذل شمار کی جاتی ہے جو اپنے اسلاف کو فراموش کر چکی یا کر دیتی ہیں۔ اور ان کا مستقبل کبھی قابل اعتماد نہیں ہو سکتا اور نہ ایک مرتبہ تنزل کے غار میں گر کر پھر ابھرنے کی کوئی توقع انسے ہو سکتی ہے جو اپنی شاندار ماضی کی طرف سے بیخبر ہیں۔ کیونکہ امنگوں کے پیدا کرنے حوصلوں کو بڑھانے اور ولولوں کو نشو و نما دینے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ ماضی کی یاد اور اسلاف کے اولو العزمانہ کارنامے ہیں۔ یہ داغہائے سینہ کو ہرے اور زخمہائے دل کو آرے بنا دیتے ہیں۔ ولولوں کی چنگاریاں سینہ کے اندر طوفان آتشیں پیدا کر دیتی ہیں۔ اور حوصلوں کی موجیں اسکی مدد سے اٹھکر قہار سمندر کی طغیانی اختیار کر لیتی ہیں جن کے زور سے پست ہمتی اور بزدلی کی سنگلاخ چٹانیں اور سستی و کاہلی کی سر بفلک سنگین عمارتیں آگ کی طرح پگھل جاتی ہیں اور تنکے کی طرح بہ جاتی ہیں موانع و مشکلات کی خاردار جھاڑیاں سبز و شاداب چمن اور مصائب و صعوبات کی عمیق وادیاں پر بہار گلشن بن جاتی ہیں غرضکہ مشاہیر اسلاف کے سوانح حیات اپنے اندر صور اسرافیل کی سی طاقت رکھتی ہیں۔ جن میں مردوں کو جلانے اور سوتوں کو جگانے کی خدائی قوت پنہاں ہوتی ہے۔ نہایت بد نصیب ہے وہ قوم جو اپنے اسلاف اور انکے اولو العزمانہ اور لازوال

کارناموں سے بیخبر و غافل ہو اور اُن سے کوئی مفید سبق حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے
دنیا کی تمام متمدن اقوام نے اپنے اسلاف و مشاہیر کو زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے اور اُنکے سوانح حیات اور زندگی کے پرفخر کارناموں سے نہایت مفید سبق حاصل کرتی رہی ہیں۔ لیکن اگر چشم تامل سے دیکھا جائے تو مسلمان اس خصوص میں تمام اقوام عالم سے آگے نظر آئینگے۔ اسلیے کہ جس احتیاط اور ضبط سے مسلمانوں نے کام لیا ہے اُس کی نظیر دوسری قوموں میں نہیں ملتی۔ بیشک مشاہیر پرستی کی ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جنمیں اخلاف نے اپنے اسلاف کو خدائی درجہ دیدیا ہے۔ اور رفتہ رفتہ انکی پرستش ہونے لگی ہے۔ لیکن ایسی مشاہیر پرستی کسی حال میں مستحسن نہیں سمجھی جاسکتی جو عبدیت کو معبودیت کے درجہ تک بلند کر دے اور مخلوق کو خالق سے جا ملائے۔

مسلمانوں کی خصوصیت یہی رہی ہے کہ وہ باوجود اس امر کے کہ اپنے اسلاف کرام اور اپنے مشاہیر عظام کی قدر و منزلت کسی دوسری قوم سے کم نہیں کرتے بلکہ جس اہتمام و التزام کے ساتھ اُنہوں نے اپنے بزرگوں کے حالاتِ زندگی اور سوانح حیات کو ضبط کیا دوسری جگہ اسکی نظیر مشکل ملسکتی ہے۔ لیکن با ایں ہمہ اُن کے مراتب و درجات کو اس قدر مافوق الفطرۃ طریق سے نہیں بڑہایا کہ عبد و معبود کے فرق مراتب نظرانداز ہوگئے ہوں۔ اور عبدیت کی بے کسی خداوندانہ قدوسیت کی ہم نشیں ہوگئی ہو غرضکہ

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی!

پر حزم و احتیاط کے ساتھ ہمیشہ ان کا عمل رہا ہے۔

مشاہیر کی قدردانی کی تعلیم خود اُنکے ہادی اعظم نے مسلمانوں کو دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھدیتم۔ میرے تمام اصحاب مثل روشن تاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی بھی اقتدا کروگے رشد و ہدایت پاؤگے یہ مشاہیر اسلام کی قدردانی اور اُن کے حالات و سوانح سے سبق اندوزی کی کھلی ہوئی

تعلیم ہے۔ اسکے علاوہ قرآن حکیم میں صدہا جگہ پر صلحائے امم سابقہ کا ذکر آیا ہے جن کے حالات حسنہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور نمونہ کے طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے نیز انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکارے سے بھی قرآن پاک کا ہر صفحہ معمور ہے ان کی مساعی رشد و ہدایت کا بیان اور ان کی نیک و بد امتوں کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں تاکہ ان سے سبق حاصل کیا جائے۔ اور وہ دعوت خیر کا کام دیں +

چنانچہ مسلمان جب تک اس اصول پر کاربند رہے اور اپنی زندگی کے لئے اپنے اسلاف کرام اور مشاہیر عظام کے حالات و سوانح کے اتباع و اقتدا کو ضروری سمجھتے اور اسپر عمل کرتے رہے۔ اسوقت تک ہر قسم کے اوج و اقبال کی کامرانی ان کے شریک حال رہی۔ اور عروج و ارتقا کی منازل بسرعت تمام طے کرتے رہے۔ مگر جب سے اس کی طرف سے بے نیازی اختیار کی۔ اور اپنے گزشتہ مجد و شرف کا احساس نابود و فنا ہو گیا۔ ذلت و رسوائی نے آکر ان کو گھیر لیا +

اگرچہ ہمیشہ اس امر کی ضرورت ہے کہ بزرگان کرام و برگزیدگان خدا کے ہدایت فزا حالات و حوصلہ افزا کارنامے پیش نظر رہیں۔ مگر آج ہماری زندگی از سر تا پا اس کی مقتضی ہے۔ اور ہماری ذلت و مسکنت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ہمہ وقت خاصان خدا کے مقدس سوانح نگاہ عمل کے سامنے رہیں تاکہ روح اسلامی زنگ جمود و غفلت سے آلودہ نہونے پائے۔ اور قلب مومن میں اس آگ کی گرمی ہمیشہ باقی رہے جو فاران کی چوٹیوں پر چمکی اور حرا کے غار سے بھڑکی تھی +

اسی ضرورت کو مدنظر رکھکر ہم آج حضرت سیدنا ابوبکرؓ کے فضائل و حالات ہدیہ ناظرین نظام المشائخ کرتے ہیں۔ اسکی غرض صرف یہی ہے کہ رسول اللہ ؐ اور اصحاب رسول اللہ کی زندگی ہمارے پیش نظر رہے تاکہ ہم ان زندگیوں کو بھی اس مقدس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں اور اپنی رشد و ہدایت کی پہلی صراط مستقیم پالیں اور دین قویم کی لاتیں

ہم پر کھل جائیں۔ کیا جن کی شان میں قرآن حکیم کی یہ شہادت موجود ہو کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور جن کی ثنا و صفت ان الفاظ میں کی گئی ہو۔ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھہم من اثر السجود۔ ان کے حالات میں تمہارے لیے کوئی وجہ بصیرت نہ ہوگی اور انکے مقدس سوانح سے زیادہ کسی دوسرے کے حالات زندگی تمہاری رشد و ہدایت کے ضامن و کفیل ہو سکتے ہیں۔

آج مغرب کے پرستار ہم کو مغربی اولوالعزمیوں کے فسانے سنا سنا کر ہماری کھوئی ہوئی عزت و عظمت واپس دلانا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے گزشتہ مجد و شرف کے ابنا کو پرستاری یورپ کا محتاج بتاتے ہیں۔ مگر قسم ہے اس فاطر السموات والارض کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مسلم ہستی کا عروج و اقبال مدح پرستاران تو حید کا مجد و شرف اجانب و اغیار کے دریوزہ گری کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا سر نیاز صرف ایک آستانہ کے لیے بنا ہے۔ اور وہ اپنے ماسوا تمام ہستی کو ایک خاک حقارت سے زیادہ وقعت نہیں دیتا ہے۔ اس کے آگے سیزر و نپولین کے افسانے مت بیان کرو اور نہ روما اور موجودہ یورپ کی ترقیوں اور ترقی کن اسرار و رموز کا راگ الاپو۔ اس کے آگے صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ کہو۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی مقدس زندگیوں کو بطور نمونہ کے پیش کرو کہ مسلم وجود کے لیے اس سے بہتر کوئی رہنما نہیں مل سکتا۔

اگرچہ تمہید طویل ہوگئی ہے مگر کیا کیجیے کہ موجودہ پرستاری اغیار کا ذکر آجاتا ہے تو ہم پر ایک بے اختیاری کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک لمحہ کے لیے اس ذلت و رسوائی کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اپنے گرانمایگان کے عز و افتخار کی بجائے دوسروں کے دسترخوان کی ریزہ چینی کی جائے۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

جس طرح اسلام اپنے خصائص عز و شرف میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے اسی طرح مسلمان بھی غیروں کے مشاہیر کے سوانح اور پر فخر کارناموں کے محتاج نہیں ہیں اور نہ ان کا دامن ماضی ایسے جواہر سے خالی ہے جن کی ضیا بخشی و نور افشانی بزم ارتقا کو تابناک و منور بنادیا کرتی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے اس حقیقت کو کیا خوب بیان فرمایا ہے ؎

پسے ترا حق زینت اقوام کرد ختم بر تو دورهٔ ایام کرد
اے مثالِ انبیاء پاکان تو ہمگر دلہا جگر چاکان تو
اے بجشن دیگراں دل باختہ جلوہ ہائے خویش را نشناختہ
اے فلک مشت غبار کوئے تو اے تماشاگاہ عالم روئے تو
ہمچو پامیروی تو کجا بہر تماشا میروی
اے نظر بر حسن ترسازادۂ اے ز راہ کعبہ دور افتادۂ
رمز سوز آموز از پروانہ در شرر تعمیر کن کاشانہ
طرح عشق انداز اندر جان خویش تازہ کن با مصطفےٰ پیمان خویش

دنیائے اسلام میں حضرت رسالت مآب روحی فداہ کے بعد سب سے زیادہ معزز و معظم اور مقدس و محترم وجود باجماع امت حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے۔ چنانچہ بیعت عام کے بعد سے اسوقت تک عید المومنین کے دن ہر آٹھویں روز اس فیصلہ ناطق کا اعلان خطیب بایں الفاظ کرتا ہے۔ افضل الصحابة سید الانبیاء بالتحقیق امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور جس طرح رشد و ہدایت عامہ مسلمین کے لیے تمام انبیاء و مرسلین میں حضرت ختمی پناہ فداہ روحی کا اسوۂ حسنہ کامل و مکمل ہے۔ اسیطرح اسوۂ صدیقی تمام انبیائے کرام کے اصحاب حواریین کے اسوہ سے زیادہ اصلاح امت کا ضامن ہے کیونکہ جس طرح رسول اللہ کی فضیلت انبیاء پر مسلم ہے

سفرنامہ حضرت خواجہ حسن نظامی

الموسوم بہ

روزنامہ سفر حجاز و شام و مصر

اردو زبان میں بہت سے سفرنامے ہیں، مگر یہ سفرنامہ سب سے نرالا، سب سے انوکھا، اور بالکل عجیب چیز ہے، اس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے "سب سے پہلا اور سب سے آخری سفرنامہ" یہ فقرہ یقیناً درست ہے، کیونکہ اردو میں اس سفرنامہ سے پہلے اس طرز کا کوئی سفرنامہ نہ تھا، اس واسطے سب سے پہلا ہے، اور نہ امید ہے کہ اس وضع اور شگفتگی اور چلبلی عبارت کا کوئی اور سفرنامہ ہو سکے گا، لہذا سب سے آخری بھی یہی ہے،

اس میں مصر کے حالات عجائبات، سیاسی، تمدنی، مذہبی کیفیتیں ایسے انداز سے تحریر ہوئی ہیں، کہ تمام مصر سامنے آجاتا ہے، فرعون کی لاش کا فوٹو، حضرت یوسف پیغمبر کا اصلی مرقعہ نہایت کوشش اور صرف کثیر سے حاصل کر کے اس میں شامل ہوا ہے،

اسی طرح بیت المقدس، ملک شام، اور مدینہ منورہ کے دلچسپ حالات اور عکسی تصویریں ہر موقع کی دی ہیں، ۰۰ کے قریب تو اس میں فوٹو ہی ہیں، الفاظ کی تصویریں الگ رہیں،

یہی وہ سفرنامہ ہے جو گھر بیٹھے اسلامی دنیا کی سیر کرا سکتا ہے، کیونکہ ایسی عمدگی سے لکھا گیا ہے، کہ ہر بات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جا نظر آتا ہے، قیمت با تصویر تین روپے، بلا تصویر عہ

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

سنہ ۱۹[illegible] کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب نے گجرات، بمبئی، کاٹھیاواڑ وغیرہ کے دلچسپ حالات سفر لکھے ہیں، مشہور زیارتوں، اور مقامات تاریخی کا بیان ہے اور سومنات کے مندر کی کیفیت تو ایسی ہے کہ اسی ایک کی خاطر ہزاروں آدمی روزنامچہ کو خریدتے ہیں، قیمت ۸ر علاوہ محصول

درویش پریس کی دیگر مطبوعات

خون شہادت کے دو قطرے ۔۔۔ ۳ر، شکوہ ۔۔۔ ۲ر، حالات خضر ۔۔۔ ۱ر، ایڈیٹر کا حشر ۔۔۔ ۱ر

اخلاق سلطانی ۔۔۔ ۸ر، اصنام العرب ۔۔۔ ۳ر، کہانیوں کی پہلی کتاب ۔۔۔ ۱ر، دلی کی عید ۔۔۔ ۲ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی

الموسوم بہ

سی پارۂ دل

اس کتاب میں خواجہ صاحب کے وہ تمام مضامین ہیں جو آجتک ہندوستان کے مشہور رسالوں اور اخباروں میں چھپے، بعض مضامین تو وہ ہیں جو ناپید ہوگئے تھے، اور ایک ایک اشرفی قیمت دینے پر بھی دستیاب نہ ہوتے تھے، سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک مجموعہ مضامین چھپا تھا، مگر وہ ناتمام تھا۔ اس میں یہ نئے مضامین نہ تھے، جو اس تازہ مجموعہ میں ہیں،

خواجہ صاحب نے اردو زبان میں ایک نئی وضع انشا پردازی کی ایجاد کی ہے، ہندو اور مسلمان دونوں تسلیم کرتے ہیں، کہ ایسی دل پسند اور چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ کی سمجھ میں آنے والی، اور دل پر اثر کرنے والی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا، لہذا اگر کسی شخص کو اس کا ثبوت آنکھ سے دیکھنا ہو، تو یہ مجموعہ مضامین منگا کر دیکھے، عبارت آرائی تصوف اور سوز و درد کا ایک باغ لگا ہوا نظر آئے گا، قیمت علاوہ محصول عہ ڈیڑھ روپیہ،

انتخاب توحید

اخبار توحید میرٹھ کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے، صرف پانچ مہینے جاری رہا۔ مگر مقبولیت کی یہ کیفیت تھی کہ ہندوستان کا کوئی گاؤں اس کے ناظرین سے خالی نہ تھا، یہی وہ اخبار تھا جس کے ایک مضمون "کھو کبیر" کو ہندو مسلمانوں نے بطور خود چھپوا چھپوا کر تقسیم کیا، اور اسطرح ایک کروڑ کے قریب اس کی اشاعت ہوئی، یہی وہ مضمون تھا جس کے ترجمے تمام ترکی عربی اخباروں نے شایع کئے اور باوجود ضبط ہو جانے کے اب تک ہزاروں آدمیوں کو حفظ یاد ہے،

اخبار توحید کے چیف ایڈیٹر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب تھے، اور اس کے اکثر مضامین آپ ہی کے لکھے ہوتے تھے، یہ انتخاب اس اخبار توحید کے مضامین کا ہے جس میں خواجہ صاحب کے تمام مشہور مضامین یکجا کر دیے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف ۸ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی کتاب

ستر ہوین نامہ

یہ حضرت امیر خسرو رح کی مختصر سوانحعمری ہے خواجہ صاحب کی ابتدائی تصانیف میں عمدہ کتاب ہے، قیمت ۴ر علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

اسی طرح آپ کے اصحابؓ کی فضیلت دیگر انبیاء کے اصحاب پر تسلیم شدہ امر ہے۔

جس طرح رسول اللہ قبل از بعثت خباثت امور سے ہمیشہ نفور و دور رہے اور عمدہ اخلاق سے متصف تھے اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کی نسبت بھی ثابت ہے کہ آپ زمانہ جاہلیت میں نہایت منکسر المزاج، متواضع، مہمان نواز، غربا پرور اور دیگر صفات حسنہ سے متصف تھے۔ اور بت پرستی کی لعنت سے ہمیشہ محفوظ رہے یعنی قبل از اسلام بھی اس ضلالت و گمراہی میں کبھی آپ گرفتار نہیں ہوئے اور محض اپنی عقل خداداد و علم سے اس بدترین گمراہی سے بچے رہے۔ حالانکہ وہ وہ وقت تھا کہ تمام عرب میں شاید ایک موحد بھی ایسا نہ تھا جو اس ضلالت سے بچا ہو۔ چنانچہ خود حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک مرتبہ مہاجرین و انصار اور رسول اللہ کے سامنے فرمایا وعیشک یا رسول اللہ ما سجدت لصنم قط یعنی حضرت صدیقؓ نے رسول اللہ کی زندگی کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔

اس روایت سے حضرت عمرؓ بہت برہم ہوئے کہ زمانہ جاہلیت میں تم نے ایک عرصہ تک زندگی بسر کی۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا؟ مگر حضرت صدیقؓ نے پھر فرمایا کہ ایک روز میرے باپ مجھکو ایک مکان میں لے گئے۔ اور ایک بت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے۔ اسکو سجدہ کرو۔ یہ کہکر وہ چلے گئے تو میں نے بت سے کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر کہا میں برہنہ ہوں مجھے کپڑا پہناؤ۔ پھر کچھ جواب نہ ملا تو میں نے کہا کہ میں تجھ پر پتھر پھینکتا ہوں اگر تو معبود ہے تو خود کو بچا۔ پھر میں نے وہ پتھر مارا اور وہ اوندھا ہو کر گر پڑا۔

اس روایت سے حضرت ابوبکرؓ کی طبیعت سلیمہ کا حال معلوم ہوتا ہے کہ خدا ے تعالیٰ نے آپ کو اول ہی سے صنم پرستی کی نجاست سے محفوظ رکھا۔ یہ آپ کی برتری و فضیلت کی ایک بین دلیل ہے۔ اور چونکہ آپ کی فطرۃ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح

سلیم واقع ہوئی تھی۔ اسلیئے بغیر کسی نبی و مرسل کی ہدایت کے اس زمانہ کی ایک عام گمرہی سے آپ محفوظ رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ بغیر کسی پس و پیش کے رسول اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ما دعوت احدًا الی الاسلام و الاکانت لہ عنہ کبوۃ و تردد و نظر الا ابا بکر ما عتم عنہ حین ذکرتہ وما تردد فیہ۔ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکو میں نے اسلام کی طرف بلایا ہو اور اس نے تردد و تامل نہ کیا ہو مگر ابوبکرؓ نے بلا توقف اسلام قبول کر لیا۔

علی ہذا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت نہایت متورع اور تمام اخلاق رذیلہ و خبیثہ سے پاک تھے اور جاہلیت کے جرائم میں مبتلا نہیں ہوئے۔ اسیطرح حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی محاسن اخلاق سے مزین اور شرائف عادات سے متجلی تھے یہانتک کہ مشرکین بھی آپکے صلہ رحم، غربا کی دستگیری، مہمان نوازی، اور مصائب کے وقت لوگوں کی مدد کرنے کے متعرف تھے۔ جب آپ حبش کیطرف ہجرت کر رہے تھے تو راستہ میں قبیلہ قارہ کا ایک رئیس ابن دغنہ ملگیا اور پوچھا کہ کہاں جاتے ہو تو آپنے قریش کے تشدد و شرارت کا حال بیان کیا کہ اس وجہ سے غریب الوطنی اختیار کی ہے تاکہ اب میں آزادی کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکوں۔ ابن دغنہ نے کہا کہ آپ واپس چلیے اور وہیں خدا کی عبادت کیجیے۔ میں آپ کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ اسکے ساتھ واپس آ گئے۔ ابن دغنہ نے شرفائے قریش کو جمع کر کے حضرت ابوبکرؓ کی ان الفاظ میں تعریف کی:-

ان ابا بکر لا یخرج مثلہ ولا یخرج اتخرجون رجلا یکسب المعدوم

ویصل الرحم ویحمل الکل ویقری الضیف ویعین علی نوائب الحق۔

یعنی ابوبکر ایسے شخص نہیں ہیں کہ وہ خود نکل جائیں یا نکلنے پر مجبور کیے جائیں وہ رحم

کماکر محتاجوں کو دیتے ہیں۔ اقربا سے صلہ رحمی۔ درماندوں کی دستگیری اور ہمسایوں کی میزبانی کرتے ہیں اور مصیبت میں ساتھ دیتے ہیں ؛

چنانچہ قریش نے اس شرط کے ساتھ ابن دغنہ کی پناہ دہی کو منظور کیا کہ آپ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کریں۔ اور نماز و قرآن وغیرہ بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ حضرت ابوبکرؓ چند روز تو اس شرط پر قائم رہے۔ مگر بالآخر صبر نہ ہوسکا۔ اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ بیحد رقیق القلب واقع ہوتے تھے۔ اور قرآن کی تلاوت کرتے ہی آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اس لیے عورتیں اور بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی رقت قلبی کو بخاری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

کان ابوبکر رجلا بکاءً لا یملک عینیہ اذا قرئ القرآن ؛

قریش مکہ کو یہ حال معلوم ہوا تو ابن دغنہ سے جاکر کہا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم سے جو شرط ہوئی تھی اُس پر قائم نہیں ہے۔ اسلیے یا تو شرط پر قائم رہو یا میری حفاظت کو واپس کرو۔ جناب صدیق نے جنکا قلب قوۃ ایمان سے لازوال طاقت حاصل کر چکا تھا۔ نہایت استقلال و بے پروائی سے فرمایا :-

انی ارد الیک جوارک وارضی بجوار اللہ ؛

تمہاری ذمہ داری اور پناہ دہی کو واپس کرتا ہوں۔ مجھے صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذمہ داری میں رہنا پسند ہے ؛

غور کرو کہ یہ الفاظ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے کس وقت اور کس حال میں نکلے تھے۔ جب کہ مسلمانوں کی کوئی طاقت نہ تھی۔ اور تمام کفار مکہ اور مشرکین قریش مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اور صیبت زدہ اور بے یار و مددگار مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑ رہے تھے۔ چاروں طرف دشمنوں کا نرغہ تھا۔ اور مظلوم مسلمانوں کی تسکین کا سامان نظر نہ آتا تھا۔ مرالک ... کے زمانہ میں ... ہوتا ہے

صدیقؓ نے اسلام کی پہلی خصوصیت یعنی سوائے ذاتِ ذوالجلال کے اور کسی سے
نہ ڈرنے کو نمایاں فرمایا۔ بظاہر یہ الفاظ بہت مختصر ہیں مگر غور سے دیکھو کہ بے پناہ
صبر کا دریا انکے عمیق معانی میں موجزن ہو رہا ہے اور اعتماد باللہ و توکل علی اللہ کا سبق
دے رہے ہیں ؎

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایثار علی النفس اور انفاق فی الاسلام کی
روایتیں بیشمار ہیں ان سے مسلمان بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت صدیقؓ
کے ایثار و انفاق کا حال اور اسکی عظمت و رفعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ رسول
رسالتمآبؐ نے ان الفاظ میں آپکے ایثار کا اعتراف فرمایا ہے: ما نفعنی مال احد
ما نفعنی مال ابی بکر۔ یعنی کسی کے مال سے مجھکو اس قدر نفع نہیں ہوا جس قدر
ابوبکر کے مال سے۔ ایک دوسری روایت بخاری و مسلم کی ان الفاظ میں ہے: ان
امن الناس علی فی مالہ و صحبتہ ابوبکر۔ مال اور صحبت کی رفاقت میں سب سے زیادہ
مجھپر احسان کرنے والا ابوبکر ہے۔

حضرت ابوبکرؓ جسوقت ایمان لائے تھے تو انکے پاس چالیس ہزار درہم
تھے۔ آپنے تمام رقم اسلام پر صرف کر دی۔ آپنے سات ایسے غلاموں کو آزاد کرایا جو
کفار مکہ کے ہاتھ میں سخت مظالم برداشت کر رہے تھے۔ انہی میں سے حضرت بلالؓ
بھی ہیں۔ پھر یہ نہیں کیا کہ انکو خرید کر اپنی ملک بنا لیا ہو۔ بلکہ فی الفور ان کو آزاد کر دیا۔ اسکے
علاوہ اشاعت اسلام میں نہ صرف مالی حیثیت میں مددگار رہے بلکہ اپنی مساعی یعنی انتھک
کوششوں سے اعاظم رجال قریش کو ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اور ان کو اسلام قبول
کرنے پر راضی کر لیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ، حضرت
زبیر بن العوامؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہؓ،
عبیدہؓ مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ یہ تمام حضرات قریش کے سربرآوردہ اور اپنی دینی وجاہت میں ممتاز

ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں اسقدر تکالیف اور آلام برداشت کیے ہیں کہ کم آزاد مسلمانوں نے برداشت کیے ہونگے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ شروع ہی سے ایمان لے آئے تھے اور اسوقت مسلمان بہت ہی کمزور ہو رہے تھے۔ بجز خدا کے کوئی ناصر و یاور نہ تھا۔ اسلیے قریش بے انتہا ظلم و ستم مسلمانوں پر توڑ رہے تھے۔ اور خصوصًا سرور کائنات پر تو کوئی ممکن ظلم و ستم کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ ادھر حضرت ابوبکرؓ کی حالت رسول اللہ کے عشق میں پروانہ کی سی تھی۔ اور ہر وقت آپ جاں نثاری کے لیے تیار رہتے تھے چنانچہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضور روحی فداہ کی امداد و اعانت میں حضرت صدیق رضؓ کو سخت مہلک مظالم برداشت کرنے پڑے۔ اور کفار نے اسقدر زدوکوب کی کہ اُن کی صورت متغیر ہو گئی۔ مگر اسکے باوجود آپ جان نثاری اسلام و دوستی اور اُسکی حفاظت و اشاعت میں برابر مصروف رہے۔ اس ایثار خلوص اور حق و صداقت کی اشاعت اور حفاظت نے اُن کو دربار رسول اور بارگاہ خداوندی میں اسقدر معزز و محترم بنا دیا کہ امت مرحومہ میں سے کوئی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ چنانچہ آپ کو عتیق (دوزخ سے بری) اور صدیق کے معزز لقب سے دربار رسالت نے ملقب فرمایا۔ اسکے علاوہ بیشمار فضائل و محامد کتب احادیث میں مروی ہیں جن سے آپ کی عظمت و جلالت قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے قبل تین راتوں تک خطبہ دیا۔ اور لوگوں کو نصیحت کی نیز اپنی وفات حسرت آیات کی بھی خبر دی اور فرمایا کہ ان اللہ خیر عبدًا بین الدنیا وبین ما عندہ یعنی خدا نے ایک بندہ کو مختار کیا کہ خواہ وہ دنیا میں رہے اور خواہ اسکے قرب حضوری میں رہے۔ فاختار ذلک العبد ما عند اللہ یعنی تو

اس بندہ نے اس چیز کو جو خدا کے تعالیٰ کے پاس ہے (یعنی دولت قربت حضرت حق سبحانہ) حضرت صدیق اکبر رضہ یہ سنکر رونے لگے۔ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں اس رونے پر متعجب ہوا کہ آخر اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس مخبر بندہ سے مراد خود ذات مبارک تھی۔ اور حضور نے اپنی وفات کی خبر دی تھی۔ اور حضرت ابو بکر رضہ ہم سب میں دانا تر تھے کہ رسول اللہ کے منشا کو سمجھ گئے اسی حدیث میں حضرت سعید خدری فرماتے ہیں کہ اس خطبے میں جس میں اپنی وفات کی اطلاع دی تھی۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ان من امن الناس علی فی مالہ وصحبتہ ابابکر ولو کنت متخذ اخلیلا غیر ابی لاتخذت ابا بکر خلیلا۔ یعنی سب سے زیادہ مال وصحبت میں ابو بکر نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اور اگر میں سوائے خدا کے کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر رضہ کو دوست بناتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضہ سے کسقدر تعلق خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ بخاری کی ایک دوسری حدیث سے رسول اللہ کی اس محبت والفت کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔ جو آپ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی۔

(باقی آئندہ) عارف ہسوی

یہ دونوں کتابیں ہر مسلم گھر میں رہنی چاہئیں

خواجہ کمال الدین [illegible] مسلم مشنری انگلستان [illegible] کے مصنف ہیں

[illegible]

[illegible] قیمت ۱۲

المشتہر منیجر نظام المشائخ [illegible]

تقریظ

بنت الوقت

یادگارِ شمس العلماء نذیر احمد، علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی کا قلم جن جواہر سے اردو علم ادب کو مالا مال کر رہا ہے وہ اب محتاج بیان نہیں۔
مولانا کی جدید تصنیف جسکا نام بنت الوقت ہے اور جو ہماری مستورات کی موجودہ تعلیم تربیت کا بہترین مرقع اور آجکل کی مہذب بیبیوں کی لاثانی تصویر ہے زیر طبع ہے کتاب نہیں کتاب کی ہر سطر ہماری سفارش سے مستغنی اور ممکن تعریف سے بالا ہے ہم صرف اس کا ایک باب ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں وہ خود ہی فیصلہ کرلیں اسکی ضرورت تھی یا نہیں۔ اور ضرورت تھی تو اسے کیسا پورا کیا گیا۔ ضخامت ۲۰ جز کاغذ سفید۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قیمت ۱ مہ منیجر نظام المشائخ دہلی سے ملیگی مفت ملنے کی ترکیب الگ ایک کارڈ میں درج ہے جو اسی پرچے میں رکھا ہے۔

اڈیٹر

گیارہ برس سے زیادہ شادی کو گزر گئے۔ مگر یہ سچ ہے کہ ایک دن بھی صحت اچھی نہ رہی کبھی اطمینان نصیب ہی نہوا۔

بنت الوقت۔ اس کی ذمہ داری مجھپر نہیں ہو سکتی۔ شادی سے قبل میں نہایت تندرست لڑکی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر کی رائے موجود ہے۔ اب یہ جو کچھ باعتبار صحت تغیر ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف شادی ہو سکتی ہے۔ میری مستقل بیماری نے مجھے کبھی پریشان رکھا تمہارے اطمینان سے کیا واسطہ۔ صحت اور علالت انسانی فعل نہیں قدرت کے انتظام ہیں بیماری کی میں شکایت کر سکتی ہوں نہ کہ تم۔

نسیم۔ مجھ سے واسطہ کیوں نہیں مجھکو بیشک تمہاری بیماری سے کوفت

ہوتی ہے۔ کبھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم کو کوئی شکایت نہو۔ نقاہت کیا ہوئی وبال جان ہوگئی کہ ہر وقت کمزوری۔ ہر وقت سر کا درد اور ہر وقت دھڑکن کا اندیشہ ۔

بنت الوقت تو اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے۔ مجکو اجازت دو کہ میں اپنے ماں باپ کے ہاں چلی جاؤں اور آئندہ تم میری بیماری کے اثرات سے محفوظ رہو ۔

نصیر میرا مطلب یہ نہیں ہے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا اور یہ نہیں کہتا مگر یہ دیکھتا ہوں کہ پچاس روپے کے قریب قریب ہر مہینے میں دوا کا بل ہوتا ہے سال گزشتہ کی آمدنی نو ہزار چار سو تھی۔ اس سال کہ ابھی چار مہینے باقی ہیں آٹھ ہزار روپیہ کے قریب آچکا ہے۔ مگر کیفیت یہ ہے کہ ایک پیسہ پاس نہیں۔ اور قرض کا بوجھ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے تبدیلی آب و ہوا بظاہر تو معمولی بات تھی مگر دس روز میں نو سو روپیہ اُٹھ گیا۔ ان باتوں کا آخر کیا انجام ہوگا؟ ۔

بنت الوقت۔ تم ایسی حالت میں کہ مجکو فٹ شروع ہو رہا ہے کیوں ایسی جگر خراش گفتگو کرتے ہو؟ ۔

اس قدر گفتگو کے بعد نصیر خاموش اُٹھکر اپنے کمرے میں آ بیٹھا ابھی دو چار ہی لمحے گزرے ہونگے کہ نرس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا۔ سرکار! جلدی لیڈی ڈاکٹر کو بلائیے بیگم صاحب کو فٹ ہوگیا۔ اتنا سُنتے ہی بدنصیب نصیر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے چٹھی لکھکر آدمی کو دی اور گاڑی بھیجی کہ لیڈی ڈاکٹر فوراً آئیے۔ آپ اِدھر آیا تو بنت الوقت بیہوش پڑی تھی۔ آوازیں دیں۔ ہاتھ پاؤں دیکھے۔ لیونڈر سُنگھایا۔ مگر بیوی کو حرکت نہ ہوئی۔ لیڈی ڈاکٹر کے آنے سے وہ بھی بمشکل تمام آنکھ کھلی تو اس طرح کہ زار قطار آنسو جاری تھے ۔

لیڈی ڈاکٹر ضروری کوئی بات بیگم صاحب کے خلاف ہوا ۔

نصیر جی ہاں گفتگو تو ایسی قسم کی تھی ۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز و غم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا تھا حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھدی۔ اس میں ایسی ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائینگے اور پھر خوبی یہ کہ ظرافت میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی ہے اور نصیحت بھی۔

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جسکا تعلق مذہبی باتوں سے ہے۔ یعنی جسکی مثالی سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے غیرت آتی ہے۔

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے اسمیں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی خود بخود شرما کر اپنی حالت درست کر لیں۔ تیسرے عنوان میں صرف انشا پردازی کی ظرافت ہے۔

در اصل یہ مجموعہ اُن مضامین کا ہے جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے۔

غرض ہر اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ قیمت صرف آٹھ آنے علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رہنمائے سیرِ دہلی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے الفاظ میں نئی اور پرانی دہلی کا پورا نقشہ تار کر دیا ہے گھر بیٹھے دہلی کی سیر کرنی ہو تو اسے منگائیے۔ الفاظ کی تصویروں کے علاوہ عمارات و مقامات مشہورہ کے عکسی فوٹو ۱۸ کے قریب الگ ہیں۔ اُردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ بہت چکنے بہت سفید قیمتی کاغذ پر چھپی ہے۔ بہت خوبصورت جلد بندھی ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

جگ بیتی

اسکا دوسرا نام خواجہ حسن نظامی کی کہانیاں ہے یہ چھوٹے چھوٹے قصوں کی کتاب ہے ہر قصہ غم و الم کی داستان ہے جسمیں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اور دلچسپی بھی ہے۔ چھوٹے قصوں کے مقابلہ میں یہ مفید و دلچسپ کہانیاں... ہر شخص کو پڑھنی چاہئیں۔ قیمت صرف ۶/

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

حیات بعد الموت

جس کا

انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میریٹ کی

کتاب

دیر از نو ڈیتھ

سے

مسٹر اختر محمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے

ضخامت قریباً چھہ سو صفحے اصل قیمت چار روپے (للعہ)

۲۰ شعبان ۱۳۳۴ھ تک درخوست کرنے والوں کو صرف عہ میں دیجائے گی بشرطیکہ
وہ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا اس اعلان کا حوالہ دیکر وی پی
منگوائیں محصول بہرصورت بذمہ خریدار

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

لیڈی ڈاکٹر۔ ویل پھر ہم کیا دوس آپ ذمہ دار ہے۔ آپ کو معلوم ہے آپکا میم صاحب بہت جلد اٹھ جاتا ہے۔ پھر آپ احتیاط نہیں کرتا۔

نصیر۔ جی ہاں غلطی ہوئی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ آیندہ بہت احتیاط کیجیے۔ کوئی بات ایسا نہو۔

نصیر۔ بہت اچھا۔

لیڈی ڈاکٹر۔ یہ تین تین گھنٹہ بعد دوا دو۔

لیڈی ڈاکٹر چلی گئی۔ نصیر اپنی حرکت پر نادم گفتگو پر خجل۔ نیچی گردن کیے ہوے بیوی کے حضور میں حاضر تھے کہ وحید کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا۔ اس طرح کہ ایک چٹھی اسکے ہاتھ میں تھی خوشی کے مارے باچھیں کھلی جاتی تھیں۔

کیوں بی بی کیسی طبیعت ہے؟

نصیر۔ ابھی غش ہوا تھا!

وحید۔ اوہ۔ اب طبیعت درست ہے؟

بنت الوقت۔ جی ہاں۔ مگر نقاہت بہت ہو گئی ہے۔

وحید۔ تم تبدیلی آب و ہوا کے واسطے شملہ کو گئی تھیں۔ وہاں کے جوائنٹ مجسٹریٹ صاحب کی میم نے تمہاری بہت کچھ تعریف کلکٹر صاحب کو لکھی ہے۔ میں آج گیا تھا تو وہ بہت خوش تھے۔ یہ چٹھی انہوں نے کرم مجھکو عنایت فرمائی ہے۔ دیکھو تمہاری بابت کیا لکھا ہے "آپکے ضلع کی مشہور لیڈی بنت الوقت نہایت مستعد اور قابل قدر عورت ہے۔ میں ملکر بہت خوش ہوا۔ امید ہے کہ وہ ہر وقت تعلیم نسواں میں منہمک رہتی ہے۔ بیحد مسرت ہوئی۔ مجھکو اس خیال سے شروع میں کچھ تکلیف ہوئی کہ تم نے پردے کو مطلق علیحدہ کر دیا۔ مگر جب زیادہ غور کیا تو یقینا خوشی ہوئی۔ بعد میں تمکو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے آج تک جو شہرت حاصل کی ہے۔"

بنت الوقت۔ میں درحقیقت ان کی میم صاحب سے ملنے گئی تھی۔ صاحب سے
صرف پانچ منٹ بیٹھی اور انکا صاحب سے بات چیت ہوئی تھی وہ بہت معقول آدمی ہیں۔

وحید۔ ہاں ایک بات مجھے اور کہنی تھی۔ مسٹر یوسف کا خط آیا ہے انکو ایک نرس
کی ضرورت ہے جو بال بنانے جانتی ہو۔ تم اپنی نرس سے دریافت کرو کہ اگر یہ کسی کی سفارش
کر سکیں۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی اور انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہفتے کے واسطے کوئی
اپنی نرس آیا بھیج دو جو میری نرس کو بال بنانے سکھا دے۔

بنت الوقت۔ میری نرس دو سو قسم کے بال بنانے جانتی ہے
مگر افسوس میں ایک ہفتے کے واسطے بھی اسکو نہیں بھیج سکتی۔ ہاں کوئی دوسرا انتظام
کر دوں گی۔ اگر آپ کچھ دیر ٹھہریں تو میں آپ کو بالوں کا نمونہ دکھاؤں۔
یہ کہکر بیٹی اٹھکر چلی گئی۔ نرس کنگھی برش وغیرہ لیکر آئی۔ بالوں کے نمونے
شروع ہوئے۔ اور وحید مرزا بیٹھے نرس کی صناعی کی داد دیتے رہے۔ دو گھنٹے اسی
شغل میں گزرے۔ اسکے بعد کھانا مانگا گیا۔ میاں بیوی آمنے سامنے اور مرزا وحید ایک طرف
بیٹھے۔ اور کھانا شروع ہوا۔ کھانے سے فارغ ہو کر نصیر کچہری چلا گیا تو بیٹی نے باپ سے کہا۔

بابا! مجھے آج بہت تعجب ہوا آپ کھانے میں بہت غلطیاں کرتے ہیں مجکو
ناگوار ہوا تھا کہ خانساماں اور بولر دونوں مسکراتے تھے۔ کیا آپ کو ہمیشہ ایسے کھانے
کا اتفاق ہوتا ہے۔

وحید۔ میں انگریزوں سے ملتا جلتا تو بہت رہتا ہوں مگر کھانے کا اتفاق انکے
ساتھ کبھی نہیں ہوا تم نے مجکو اسیوقت بتا کیوں نہ دیا۔

بنت الوقت۔ میں نے چاہا تھا مگر سر پر وہ دونوں موجود تھے اس لیے کچھ
کہہ نہ سکی۔ آپنے بڑی فاش غلطیاں کیں۔ اور ایک بہت موٹی غلطی یہ تھی کہ مٹر کے دانے
آپنے چمچے سے کھائے حالانکہ وہ کانٹے سے کھانے چاہئیں۔

وحید۔ بڑے کے دانے اور کانٹے سے ؟ ذرا منگوانا تھوڑے سے دانے اور کانٹا۔
بنت الوقت۔ لیجئے۔
وحید۔ لو اول تو اسپر آتے ہی دو تین رہ گئے اور جبتک منہ میں لیجاؤں دونوں پھسل جاتے ہیں +
بنت الوقت۔ زور سے قہقہہ لگاکر آپکو عادت نہیں ہے دیکھئے مجھ سے ایک بھی نہیں پھسلتا۔
وحید۔ بھائی میں ایسی عنایت سے باز آیا آئندہ کھانا مجھے نہ کھلانا مگر دانوں کا پھسلنا میرے بس کا روگ نہیں ہے۔

وحید اُٹھکر گھر گیا۔ بنت الوقت عینک لگاکے ڈرائینگ روم میں آرام کرسی پر بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی کہ بوائے نے آکر ایک چٹھی دی اور بنت الوقت نے چٹھی کھولی تو لکھا تھا:۔

ڈیر بنت الوقت۔ میں نے ابھی ابھی ٹیلیگرام دیکھا کہ عرفات پور میں سخت آگ لگی اور تمام گاؤں جلکر راکھ ہوگیا لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یہ بہت درد انگیز وقت ہے ضرورت ہے کہ ہم فوراً اپنی بہنوں کی مدد کے واسطے کھڑی ہو جائیں ہمیں خیال ہے کہ آج ہی ایک غیر معمولی میٹنگ کا اعلان ہو۔ آپ مجھ سے بہت جلد ملیے۔

احمدی احمد بیگ

اوہ۔ اوہ۔ نرس! غضب ہو گیا۔ کوئی ہے فوراً گاڑی تیار کرو۔ جلدی بہت جلدی۔ اوہ۔ مصیبت سخت مصیبت!

ہسٹیریا کی مریض قومی ہمدردی سے فوراً بے چین ہوئی اور سیدی احمدی بیگم کے پاس پہنچی +

بنت الوقت۔ غضب ہوا۔ میں نے تار پڑھا۔ جلدی دکھاؤ +

احمدی بیگم۔ یہ دیکھو +

بنت الوقت اوہ غضب غضب ! یہ قیامت ! ابھی جلسہ کا اعلان
کرو۔ جلسہ کا اعلان ہوگیا۔ چار بجے کے قریب لیڈیز کلب میں عورتیں جمع ہونا شروع
ہوئیں۔ کارروائی کا وقت ساڑھے چار تھا۔ سب سے پہلے پریسیڈنٹ کا انتخاب ہوا۔ اس کے
بعد بنت الوقت نے جو اس مصیبت کے جلسہ میں بھی لباس فیشن کے اعتبار سے بینظیر
تھی کھڑے ہوکر کہا:۔

یہ کارروائی اس لیے کہ ہم مسلمان ہیں کلام اللہ سے شروع ہوتی ہے اور میں
یہ رکوع پڑھتی ہوں:

ہیر ہیر!

رکوع پڑھا گیا اور سب آنکھیں بند کیے چپکی بیٹھی سنتی رہیں۔ اس کے بعد
بنت الوقت نے تقریر شروع کی تقریر میں کلام اللہ کی آیتوں کا بھی حوالہ تھا اور
مذہب کا بھی۔ جہاں مذہب یا کلام الٰہی آجاتا۔ چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگتی تھیں

تقریر کے بعد چندہ شروع ہوا۔ دو سو گیارہ روپے جمع ہوئے جس میں
پچاس بنت الوقت اور پچیس احمدی بیگم کے تھے۔ رقم چونکہ ناکافی تھی اس لیے احمدی بیگم
اور بنت الوقت نے تجویز کی کہ گھر گھر مانگیں اور اس طرح نہ صرف ایک قومی فرض ادا کریں بلکہ
بندگان خدا کو مصیبت سے رہائی دلوائیں۔ اس تجویز میں بھی خاصی کامیابی ہوئی۔ جب یہ
دونوں احسن کی بیوی کے پاس گئیں تو اُسنے نہایت فراخدلی سے سو روپیہ اس شرط
پر دیئے کہ اُس کا نام نہ ظاہر ہو۔ اسکے بعد بنت الوقت نے کہا:۔

کاش ہماری طرح تم بھی آزاد ہوتیں۔ اور تمہارا پالا بھی ایسے شوہر سے پڑتا جو عورت
کی قدر و منزلت سے واقف ہوتا۔ تاکہ تم بھی ان قومی کاموں میں ہماری مددگار ہوتیں اور
وہ جوش جو تمہارے دل میں پہلے سے موجود تھا اچھی طرح ظاہر ہوتا۔ میں نے تو بھائی احسن
کو ایک خط بھی لکھا تھا اور انہوں نے اوٹ پٹانگ جواب بھی دیا۔ مگر میں زیادہ بحث

کرنے والی کون۔ ہاں تمہاری حالت دیکھکر افسوس ضرور ہوتا ہے کہ کیسی بری طرح ایک انسان کے تمام جذبات پامال ہوگئے۔ تم نے روپیہ دے تو دیا مگر کہیں ایسا نہو کہ وہ بگڑیں۔ تم لوگ تو ایک پیسہ بھی بلا اجازت نہیں اُٹھا سکتے کیسے افسوس کی بات ہو کہ بیوی شوہر کے قبضے میں اس بری طرح پھنس جائے کہ سوائے چند محدود تعلقات کے دنیا کے کسی معاملے سے واسطہ ہی نہو"

احسن عمانی۔ جو خط تم نے ان کو لکھا تھا وہ اور اُسکے جواب کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ میں تمہاری ہمدردی کی ممنون ہوں۔ لیکن تم نے میری حالت کا اندازہ کرنے میں غلطی کی۔ میں اگر یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم سے زیادہ، تو یہ یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ اپنی اس زندگی میں تم سے کم خوش نہیں ہوں۔ بُرا نہ ماننا۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ میں شوہر کو خوش کر کے خوش ہوں۔ اور تم نے اپنی خوشی کے مقابلہ میں شوہر کی خوشی نظرانداز کردی میں کھاتی ہوں۔ میں پہنتی ہوں تم سے بہتر یا بدتر۔ پلاؤ یا روکھی روٹی۔ زربفت یا گاڑھا۔ مگر کھلا کر اور پہنا کر۔ میں اسکو اپنے واسطے بہت قابل شرم سمجھتی ہوں کہ میرے سر پر سو روپیہ کا دوپٹہ اور پاؤں میں بارہ روپے کا بوٹ ہو۔ مگر جس کی وجہ سے مجھکو یہ نصیب ہوا اُس کا لباس مجھ سے بہتر نہو۔ میں اپنا فرض یہ سمجھتی ہوں کہ جس طرح بچوں کی محبت کرنے والی ماں ہوں۔ اسی طرح شوہر کی خدمت کرنے والی بیوی۔ میں اس غرض سے پیدا کی گئی ہوں کہ بچوں کو مسلمان بناؤں اور اس واسطے بیاہی گئی ہوں کہ شوہر کی آسایش کو اپنی آسایش پر مقدم سمجھوں مجھکو دنیا میں خوش رہنے کا حق ضرور حاصل ہے مگر اُس وقت جب میری ہستی میرے شوہر کی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ کرے۔ میں تم پر اعتراض نہیں کرتی۔ اور نہ اپنی زندگی پر فخر کرتی ہوں۔ لیکن اپنا ضرور سمجھتی ہوں۔ اور کہوں گی کہ میں صرف اُسی بیوی کو بیوی سمجھ سکتی ہوں جو شوہر کی کم از کم اتنی رضامندی حاصل کرلے جتنی میں +

بنت الوقت۔ مجھے تعجب ہے کہ تم اُس کیڑے کی طرح جو صرف اپنی ایک انچ زمین کو بہت بڑی کائنات سمجھتا ہے۔ اپنی موجودہ حالت میں خوشی کا اظہار کرتی ہو میں تمکو معذور سمجھتی ہوں۔ کیونکہ تم اسکے سوائے اور کہہ بھی کیا سکتی ہو۔ کیا اطاعت شوہر کے یہ معنی ہیں کہ عورت اپنی تمام وقعت خاک میں ملادے اور اپنی ہستی اُسپر قربان کردے۔ اور اگلے زمانہ کی جاہل عورتوں کی طرح دنیا کی نعمتوں کو ترستی ہوئی مرجائے۔

احسن زمانی۔ اگلے زمانہ کی عورتوں کا ذکر کیوں کرتی ہو۔ وہ اگر تمہاری رائے میں جاہل اور بدنصیب تھیں تو تمہاری رائے تم کو مبارک رہے۔ مگر ذرا اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے۔ دیکھئے مسلمان ان مرنیوالیوں پر کس طرح نوحہ کررہے ہیں:۔

تمدن جدید کے شیدائیو! تمہارا ارشاد سر آنکھوں پر۔ مگر تھوڑی دیر کیواسطے مہر تامل منہ پر لگالو۔ انصاف کے کان کھولو۔ اور صداقت کی آنکھوں سے دیکھنا یہ وہی سرزمین ہندوستان ہے۔ جہاں عروس مغرب کی شاہانہ سواری گزرنے کے بعد دلہنوں کے ہاتھ رنگ حنا کو ترس جائینگے۔ بہار شرق کا لباس خزاں ہوگا۔ اور اس باغیچہ حیات میں جہاں نظام خانہ داری کے پھول کھل رہے ہیں نااتفاقی کی خاک اُڑیگی۔ اطمینان کی چڑیاں ہوا اور عاقبت اندیشی کی لہریں فنا ہوں گی۔ پریشانی کی آندھیاں آئیں گی اسلام کے جھکڑ چلیں گے۔ اور نشاط زندگی کا ہر تیہ جو آج مذہب کے رنگ میں شرابور ہے صداقت سے ہزاروں کوس دور ہوگا۔ لو سامنے دیکھو اور اس آبادی پر نظر ڈالو مگر یہ یاد رکھنا کہ انیسویں صدی عیسوی کے چہرے پر سبزہ شباب آگیا ہے۔ مگر اس بستی میں وہ عورتیں آباد ہیں جو اذان کی آواز سنتے ہی دوپٹے سنبھال لیتی ہیں۔ اور جس وقت مؤذن کا پیغام توحید فضائے حیات میں گونجتا ہے تو حقیقی عظمت کی سچی تصویر انکی آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ خوش نصیب چادر سے لپٹی سر تا پا ڈھکی ہوئی بیٹھی ہیں۔ عمل شاقہ

کمر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ حیاتِ انسانی کی ہر ضرورت دنیائے فانی کی ہر عیش کو اور جسد خاکی کی ہر طاقت کو احکام قدرت پر قربان کر دیتی ہیں۔ ان کے دل یوم الحق کے اندیشے سے اُن کی طبیعتیں رحلت کے خوف سے لرزجاتی اور کانپ اٹھتی ہیں۔ اور ان کے سر عاجزانہ حاکم حقیقی کے حضور میں جھک جاتے ہیں۔ شام ہو گئی۔ مٹی کے چراغ اُنکے گھروں میں جل گئے۔ یہاں برقی روشنی اور کافوری شمعیں نہیں ہیں۔ مگر تلاش کی آنکھوں سے دیکھنا اس روشنی میں قدرت کے بڑے بڑے عجز سے اور انسانیت کے اعلیٰ علیٰ نمونے نظر آئینگے۔ یہ وہ وقت ہے جس کو بیسویں صدی دورِ جہالت سے تعبیر کریگی۔ مگر ایمان کا فیصلہ اپنا منہ پیٹ لیگا اور علی الاعلان کہیگا کہ جو پھول عالم قدس میں مہک گئے اور جو شمعیں ہمیشہ کیلئے روشن ہوئیں آج دنیا اُن سے محروم ہے ۔

نشۂ ترقی کے سرشار جوانو! غور سے دیکھو۔ دنیا ان صورتوں کو ترسے گی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو گے اور یہ مکھڑے نظر نہ آئینگے۔ یہ عصمت ختم اور یہ سماں برہم ہوا چاہتا ہے جس کے ہر لمحہ سے۔ یہ وہ گھر ہیں جن کے ہر فرش سے صدائے ایمان کان میں آئے گی۔ یہ وہ بیویاں ہیں۔ جن کے بچپن نے والدین کی خدمت نے دعاؤں کے پھول قربان کیے۔ جن کی وداع پر عزیزوں اور پڑوسیوں کی آنکھوں نے محبت کے آنسو گرائے۔ ان کی پالکیاں بیلوں اور جالروں سے نہیں۔ خلوص اور صداقت کے پھولوں سے آراستہ تھیں۔ انکے جہیز میں سامانِ ظاہری کے ساتھ غریبوں کی التجائیں اور راتوں کی آرزوئیں موجود تھیں۔ ان کا کوارپنا کچھ شک نہیں کہ " مل کے گھر بیٹھی گوڈر بیٹی " تھا۔ مگر انکے اعمال گدڑیوں کے لال تھے۔ انہوں نے عجز کی پیشانی بزرگوں کے سامنے جھکائی۔ اور شفقت کا ہاتھ چھوٹوں کے سر پر پھیرا۔ ان کا گوہرِ عصمت کچی پکی دیواروں اور ٹوٹے پھوٹے گھروں میں صدف کی طرح محفوظ رہا۔ اسلام کی

عینک سے دیکھو۔ ان پاؤں میں حقیقت کے دریا لوٹ رہے ہیں، یہ وہ قدم ہیں جو کہ آج تک
میں گھروں سے باہر نہیں نکلے۔ ماں باپ کی قدردانیوں نے ان کی ہستیاں سر آنکھوں
پر رکھیں۔ اور دنیا بھر کی راحتیں ان کی چار دیواری میں فراہم کر دیں۔ یہ جاہل نہیں
پڑھی لکھی ہیں۔ کلام اللہ ان کا دستور العمل، اسلام ان کا مذہب۔ یہ مسائل سے باخبر
اور احکام سے آشنا ہیں۔ ان کی زبانوں نے فضائل اسلام کے سبق پڑھے، ان کی
آنکھوں نے عظمت شوہر کے منظر دیکھے۔ ان کانوں نے ماہیت دنیا کی کہانیاں
سنیں۔ اور جب ان مہمانوں کی رخصت کا وقت قریب آیا تو زمانہ نے شباب کے ساتھ ہی
کامیابی حیات کا سہرا ان کے سر باندھ دیا۔ ان کے منہ میں زبانیں ضرور تھیں۔ مگر
خلق کی چاشنی اور ہمدردی کی شیرینی میں ڈوبی ہوئی۔ ان کے منہ پر آنکھیں موجود
تھیں لیکن شرم و حیا کے سرمہ سے آراستہ، ان کی باتیں میٹھی ان کی نگاہیں
نیچی۔ ان کی صورتیں بھولی۔ ان کی باتیں سیدھی، یہ میکے سے رخصت ہو چکیں
مگر بقائے دوام کے خلعت لیکر ان کا کوارپتہ ختم ہوا۔ مگر ان کے مخلص ہاتھ اس چمنستان
فانی میں ایسے بیج بو گئے ہیں جو مدۃ العمر رنگ برنگ کے پھول کھلائیں گے ۔

جراثیم امراض جو دور ترقی میں حیات نسوانی کا لازمہ ہوں گے اور علالت
مستقل کا وہ سبب جو تعلیم یافتہ بیبیوں کا ہمراز ہو گا۔ ان بیچاریوں سے فرار ہو
کر سو دور ہے۔ ان کی علالت بھی ان کی صحت سے بہتر اور ان کی خموشی ان کی گویائی
سے اعلیٰ ۔

ہوشیار ہو مجلس فانی قریب آگئی۔ دل بھر کر دیکھ لو۔ چاند مدھم ہوا، چاندنی
پھیکی پڑی۔ تارے جھلملا گئے۔ چراغ ٹمٹماتے ہیں۔ ساعت گزر گئی، مطوریہ پھول جو
ساری رات مہکے اب مرجھاتے ہیں۔ ان کی سادگی پر نہ جاؤ۔ ان کی باتوں پر نہ
بھولو۔ یہ دنیا کے نسوانی کی وہ صورتیں ہیں جن کے منہ سے باتوں میں پھول جھڑتے

معروف ترین حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محفل نامہ

گیارہویں شریف

حضور غوث پاک کی گیارہویں میں پڑھنے کی نہایت معتبر موثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب
حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف

نقرئی ولایتی جلد بندھی ہوئی قیمت مجلد ۱۲ ؍ غیر مجلد ۸ ؍ علاوہ محصول

معروف عالم علامہ راشد الخیری کی کتاب

لڑکیوں کی انشا

طوطی خوش الحان علامہ راشد الخیری مدظلہ کی سحر بیانی مسلمہ ہے۔ فسانے سن چکے عالمانہ مضامین پڑھ لیے۔ اب ذرا انشا کی سیر دیکھئے خط نہیں حیات انسانی کے وہ راز ہیں۔ جن کو پڑھ کر بیساختہ جی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے ایک دریائے لطافت ہے کہ بہہ رہا ہے۔ ایک معلم بے نظیر ہے کہ لڑکیوں کو درس دے رہا ہے۔ ایک نشتر ہے کہ کلیجے میں گھسا جا رہا ہے۔ ہنسئے رو لیے۔ پڑھئے پڑھائیے خود پڑھئے اور لطف اٹھائیے لڑکیوں کو پڑھائیے اور بتائیے کہ دنیا میں کیا کرنا ہے اور کیونکر رہنا ہے لکھنے کے ڈھنگ پڑھنے کے رنگ رہنے کا طریقہ جینے کا طرز۔ ایک دریا اس کوزے میں بند ہے اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ کب تک درخواست تعمیل کے قابل رہے گی۔ کیونکہ کتابیں تھوڑی ہیں اور فرمائشیں زیادہ ضخامت قریباً ۸ جزو

قیمت صرف ۸ ؍ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ انیس سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے۔ ان اسباق میں خانہ داری کی وہ سب باتیں آ گئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یوروپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہندو مسلمان عورت صرف یہ ایک کتاب پڑھکر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہیں اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے انکو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہے چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں۔

دین تعلیم و تربیت۔ دکھی ناک۔ میاں بیوی۔ بچے۔ اوپری خلل۔ بیاہ۔ شادی غمی۔ نذر و نیاز۔ لباس۔ مکان۔ کھانا۔ پینا۔ کنی ہویلی۔ عرس۔ محرم۔ پیر۔ مسلم لیگ۔ کانگرس۔

یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں۔ جو اس کتاب کیساتھ شائع ہوئے ہیں۔ سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ عورتوں کیلئے یہ اکیلی کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے۔ ہندوستانی گھر میں خواہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہیئے کیونکہ اسکے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کے ساتھ گھر چلانا آ جائیگا۔ شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنیکا شوق پیدا ہو جائیگا جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیئے۔ اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی قیمت ۱۲/

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی لائف آجتک اردو زبان میں کوئی اس قابل نہ تھی جس سے مسلمانوں کو سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کیساتھ کرشن بیتی لکھکر یہ کمی پوری کر دی۔ ہر موقع کی عکسی تصویریں صرف کثیر سے حاصل کر کے اسمیں شریک ہوئی ہیں۔ باعتبار عبارت آرائی و باعتبار تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے نہایت اعلیٰ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھپا ہے قیمت عہ

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

ہیں اور جن صورتوں پر ادائیگی فرائض کا مینہ برس رہا ہے۔ ان کے سفید بالوں میں خلوص کی کنگھی ہو رہی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں صداقت کے گلدستے ہیں۔ مرغ کی اذان نے ان کو بستر استراحت سے بیدار کیا۔ رات انکی زندگی پر مرجھا کر رخصت ہوئی اور صبح صادق نے جا نماز پر ان کا استقبال کیا۔ میری دوستو! ادب کے ہاتھ اٹھاؤ اور ان بزرگ ماؤں کے سلام کو جھک جاؤ جنہوں نے شوہروں کے آرام پر اپنی راحتیں قربان کیں اور اپنے ہاتھ سے پکانا فخر سمجھا۔ بہتر سے بہتر کھلایا اور اچھے سے اچھا پہنایا بھی یہ چاہا کہ اپنی اور پرانا دوسرا نا پہنا مگر کام کے وقت اور ضرورت کے موقع پر جب بیویوں نے کمر ہمت توڑ دی تو ان نیک لوگ کی بیٹیوں اور شریف بیویوں نے اشرفیاں نکال کر آگے رکھ دیں۔ آسمانی فرشتوں نے انکی خدمات پر آفرین کہی اور بزرگوں کی پاک روحیں انکی زندگی پر فخر کرنے لگیں۔ ان کی خوشی اور سنجیدگی پر نثار جاؤ۔ یہ گھروں کی با اختیار شہزادیاں شوہروں کی لونڈیاں ہیں۔ یہ طرار شوخ ان میں چنچل شوخ نہ سہی مگر انکی پیشانیاں نسوانیت کے جوہر سے جگمگا رہی ہیں۔ ترقی انکی جہالت پر قربان ہو گی اور تصنع انکی سادگی کی بلائیں لیگا۔ انکی کتاب حیات میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ انکے باغیچہ زندگی میں سدا بہار پھول ہیں۔ انکے جسم خاکی کی تہ میں ممتاز راز ہیں۔ یہ یتیموں کی مائیں ہیں۔ یہ غریبوں کی عاشق ہیں۔ یہ رانڈوں کی وارث ہیں۔ یہ خدا کے نام پر قربان ہونے والی نور کی پتلیاں اور شوہروں کی پرستش کرنے والی خدا کی بندیاں ہیں۔ یہاں ظاہری ٹیپ ٹاپ نہ اوپر کی شوں شاں نہ سہی مگر ان گھروں میں سب کچھ ہے۔ یہاں زندگی کی بہاریں ہیں جینے کا لطف اور رہنے کا مزہ ہے۔ ان گھروں میں برکت اور گھر والیوں پر خدا کی رحمت ہے۔

دیکھو وہ جلوہ ختم ہو رہا ہے اور وہ متبرک ہستیاں اب دھندلی سی تصویر رہ گئیں۔ بزرگ ماؤں ذرا صبر کرو۔ لپک کر قدم آگے بڑھاؤ کہ میں انکو بوسہ دوں۔ اپنے ہاتھ میرے سر پر رکھو میں جاں نثار ہوں۔ تمہاری نورانی صورتیں اب نظر نہ آئینگی مگر تمہاری زندگیاں زندہ رہیں گی۔ تمہارے مبارک ہاتھ جو چراغ جلا گئے جب تک یہ روشن ہیں اسلام زندہ رہیگا اور جن گھروں میں ان چراغوں سے چراغ جلیں گے وہ نمونہ جنت ہونگے۔ اچھا میری ماؤں رخصت ہو۔

راشد الخیری

رہے گا تو ہی اور تو ہی رہا ہے

نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے
خدا ہی رہیگا خدا ہی رہا ہے

نہ بلبل رہیگی۔ نہ طوطی کے نغمے
نہ گلشن رہیگا نہ گل ہی رہا ہے

نہ دنیا رہے گی نہ دنیا کی باتیں
رہے گا تو ہی اور تو ہی رہا ہے

یہ مٹنے کی جا ہے۔ مٹیگی ہر اک شئے
کسیکا کہاں نام باقی رہا ہے

فنا ہے فنا ہے ہر اک کو فنا ہے
سوا ذات باری کے کچھ بھی رہا ہے

وہی وقت میرا غنیمت تھا جبتک
زباں پر ترا نام جاری رہا ہے

نہ کیونکر تجھی پر مریں ہم مٹیں ہم
مٹا کر زمانہ کو تو ہی رہا ہے

کوئی دم میں اسکو بھی تم لیچکو گے
مرا دم جو سینہ میں باقی رہا ہے

زبان اور دل کو نہ ہرگز مٹانا
کہ ان میں ترا ذکر۔ تو ہی رہا ہے

رہیگا تو کس طرح یکتا جہاں میں
نہ حافظ رہا ہے نہ جامی رہا ہے

یکتا۔ عظیم آبادی

جذباتِ ملی

یہ نظم جناب حکیم سید شمس التوحید صاحب یکتا عظیم آبادی نے مسلم کلب مظفر پور کے سالانہ جلسہ میں پڑھی تھی جسکا سامعین پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ ہم جناب یکتا کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اسے ہمیں بغرض اشاعت بھیجا ہے۔

(ایڈیٹر)

اب اندازِ جہاں بدلا۔ زمانہ کی ہوا بدلی　　تمدن کی روش بدلی۔ ترقی کی ادا بدلی
عناصر کے قویٰ بدلے۔ عمل کی جہت و جا بدلی　　خواص امزجہ بدلے۔ تراکیب دوا بدلی
مزاج عاشقاں بدلے۔ وفائے دلربا بدلی　　جوانوں کی روش بدلی حسینوں کی ادا بدلی
زمین و آسماں بدلے۔ بشر کی ہر ادا بدلی　　چلن بدلے روش بدلی ہوا بدلی غذا بدلی
فضائے گلستاں بدلی بہارِ جانفزا بدلی　　مگر اے قوم! تو نے اپنی حالت آج کیا بدلی

وہی ہے پھوٹ آپس کی۔ وہی ادبار و نکبت ہے
تو اب تک محو غفلت ہے تو اب تک وقف آفت ہے

غضب ہے آج تک ادبار و نکبت تجھ میں باقی ہے　　وہ مستی تجھ میں باقی ہے وہ غفلت تجھ میں باقی ہے
کہولت تجھ میں باقی ہے جہالت تجھ میں باقی ہے　　یہی اسباب ہیں۔ اب تک جو عسرت تجھ میں باقی ہے
تعصب فخر نازیبا۔ مشیخت تجھ میں باقی ہے　　تفوق زعم باطل کبر نخوت تجھ میں باقی ہے
تعلی کذب و بہتاں شغل غیبت تجھ میں باقی ہے　　یہ عادت تجھ میں باقی ہے یہ خصلت تجھ میں باقی ہے
نزاع باہمی اسراف و ذلت تجھ میں باقی ہے　　تغافل بزدلی۔ رشک و عداوت تجھ میں باقی ہے

جو یہ تجھ میں معائب ہیں کشود کار کب ہوگی؟
محاسن تجھ میں کب آئینگے، تو ہشیار کب ہوگی؟

معزز قوم میری! ہو تو اب مشغول خودداری　　یہی ہے تیری دانائی۔ یہی ہے تیری ہشیاری
مضر ہے تجکو معزولی تجھے سم ہے یہ بیکاری　　نہیں بہتر یہ بدمستی۔ نہیں اچھی یہ سرشاری
تغافل سے تو باز آ اب ہو مشغول خبرداری　　زمانہ کو نہیں منظور تیری نازبرداری
خود ہی کر اپنی دلجوئی خود ہی کر اپنی دلداری　　یہی ہے تیری ہشیاری یہی ہے تیری بیداری
بس اب آنکھیں تو کھول اپنی کہ ہے یہ وقت بیداری　　ترقی و ترفع کی ہے ہر سو گرم بازاری

وفور سعی سے اب دین و دنیا دونوں حاصل کر
جواہر ظاہری و باطنی سے جسد کامل کر

کوئی دن تھا کہ تھا روم و حبش ملکِ عجم اپنا — زمانے کا زمانہ تھا غلامِ بے درم اپنا
فلک خم ہو رہا تھا دیکھکر جاہ و حشم اپنا — بلا تھا قہر و آفت تھا ہلالِ تیز دم اپنا
سرِ اعلیٰ کسی کے آگے کب ہوتا تھا خم اپنا — عجب بارعب گزرا ہے وہ دورِ مغتنم اپنا
غضب ہے خود سے کل اعزاز اب کھوتے ہیں ہم اپنا — وقار اپنا، جلال اپنا، حشم اپنا بھرم اپنا
مقابل کوئی پلتے تھے زمانہ میں تو کم اپنا — مگر اب خواب ہے افسانۂ درد و الم اپنا

قرونِ ماضیہ میں آفتابِ ضو فزا ہم تھے
چراغ انجمن ہم تھے ضیائے دیرپا ہم تھے

مگر افسوس اب کچھ بھی نہیں اپنی خبر ہمکو — کیا ہے محوِ نسیاں قومیت کے جزوِ اعظم کو
نگاہِ عبرت ہستی ملی ہے رنج و ماتم کو — مگر ہم چھوڑتے کب ہیں نفاق و رشکِ باہم کو
ان آنکھوں سے ذرا دیکھ اب ترقی گاہ عالم کو — کیا ہے سب نے میلے زینہائے جہد پیہم کو
اگر ہے اصل سمجھیں ارتقا کو سعی پیہم کو — کیا ہے حق نے پیدا کس لیے دنیا میں آدم کو
تو کر اب کیف نو پیدا اٹھا جامِ مئے رم کو — رہیگا تا بکے اک داستانِ ساغرِ جم کو

مریلاتِ زمانہ پر نگاہِ عقل حاوی کر
تو اپنے فکر سے تحقیقِ ارضی و سماوی کر

تغافل تا بکے اے قوم یہ خوابِ گراں کبتک — رہیگی مرجعِ آفات زیرِ آسماں کبتک
یہ تحصیلِ فخرِ کبتک یہ تشویقِ زباں کبتک — اٹھائیگی نگونساری سے جورِ آسماں کبتک
رہیگا قیدِ غم میں طائرِ عمرِ رواں کبتک — بچیگا دشمنِ برقِ بلا سے آشیاں کبتک
وفورِ حسن میں یہ دعویٰ فخرِ زماں کبتک — یہ آتش زیرِ پا کبتک کلہ بر آسماں کبتک
پریشاں خاطری بربادی تاب و تواں کبتک — رہیگی عالمِ ہستی میں بے نام و نشاں کبتک

گلستاں میں جو رہنا ہی گلِ شاداب بنکر رہ
چمکنا ہی اگر تجھکو درخشِ آب بن کر رہ

۵۸۶

ساقی اجمیرؒ

آج آئی ہے نئے انداز سے بادِ صبا　　شاید اپنے ساتھ لائی ہے یہ اجمیری ہوا
اسکے ہلکے ہلکے جھونکے ہیں مفرح جانفزا　　بوئے گلہائے جناں سے صحن گلشن بس گیا
تھی طبیعت مضمحل آرام و راحت پا گئی
دل تڑپنے سے جو ٹھیرا نیند مجھکو آگئی

خواب میں کچھ اور ہی عالم نظر آیا مجھے　　ساقی مہوش نے جلوہ اپنا دکھلایا مجھے
بزم عرفاں کے سمے نے اور تڑپایا مجھے　　دیکھکر ساقی کی محفل نشہ سا چھایا مجھے
صاف ستھری بزم وحدت اور عالم نور کا
اس پہ طرہ دور ہر دم ساغر بلور کا

پینے والے پاک باطن نیک طینت باصفا　　میکشوں کے سر پہ چھائی ابر رحمت کی گھٹا
بند آنکھیں باادب بیٹھے ہوئے سب ایک جا　　چشم بد دور ان سے سب انداز ساقی کے جدا
بکھری زلفیں دوش پر اور لال ڈورے آنکھ میں
بادہ عرفاں بھرا دو دو کٹورے آنکھ میں

خم عرب کا، بادہ وحدت کا، مدینہ کا ہی جام　　ساقی اجمیر سے ہی بہرہ ور ہر خاص و عام
جتنے ہیں میخوار سب ہیں ہیں عالی مقام　　اک طرف ہیں میر خسرو اک طرف شاہ نظام
سب مٹے ہیں ساقیِ اجمیر کے انداز پر
ساری دنیا جان دیتی ہے ادائے ناز پر

دیکھکر یہ ساز و ساماں ہو گیا دل بیقرار　　در پہ ساقی کے صدا یہ میں نے بھی دی ایکبار
اے مسیحائے زماں اے ساقی لالہ عذار　　رنج و غم سے جا رہی ہے اب تو میری جان زار

یہ خوشی تیری ہے مجکو جام دے تو یا نہ دے
پر نشیلی انکھڑیوں سے میری جانب دیکھ لے

ہاں مجھے دریا دلی اپنی دکھا دے ساقیا
ہاں نشیلی انکھڑیوں سے تو چکا دے ساقیا

ہاں مجھے ساغر محبت کا پلا دے ساقیا
ہاں مجھے بدمست و بیخود اب بنا دے ساقیا

مطمئن ہو دل مرا یاد خدا ہو ہر گھڑی
ساز و ساماں ترنم عشرت کا نیا ہو ہر گھڑی

دل کی صورت میرے پہلو میں ہے میرا حبیب
مال و دولت دین و ایمان زہد و طاعت ہو نصیب

ہو مزے کی زندگی آنے نہ پائے غم قریب
آتش رشک و حسد سے خاک ہو جلکر رقیب

خاک سے اکسیر تو مجکو بنا دے ساقیا
جو مرے دل میں ہے وہ مجکو دلادے ساقیا

رسا ہمدانی

سالک اور احمدی

اک احمدی نے حضرت سالک سے یوں کہا
کیوں مذہب احمدی کا نہیں کرتے ہو قبول

امت نبی کی ہوگئی گمراہ ضال سب
اللہ نے میرزا کو بنایا نبی رسول

حضرت نے یوں کہا کہ سنو تم جناب من
جیسے وہ نبی ہیں میں بھی رسولوں کا ہوں رسول

میری دلیل یہ کہ رسالت مآب نے
فرمایا تھا معاذؓ سے تو ہے مرا رسول

ایسی ہی میرزا کی نبوت کی ہو دلیل
ورنہ یہ قیل و قال تمہاری ہو سب فضول

وہ میرزا ہیں میں بھی ہوں سید کا خانہ زاد
وہ ہیں مغل کی نسل تو میں ہوں بنی بتولؑ

پھر کیوں میں انکی بات سنونگا بلا سبب
پھر کیوں نہ انکی بات کو سمجھونگا میں فضول
کیا فائدہ ہی دعوے سے کیا نفع زعم سے
دنیا سے چند روزہ کی عزت سے کیا حصول
معراج جسم سے نہ ہوا کہتے ہیں جو آپ
ہو جاتا ہے ہمارا بھی دل آپ سے ملول

یہ سنکے احمدی نے کہا جسم ہے کثیف
اور آسمان لطیف ہے اسمیں عرض و طول
جسم کثیف جائے گا کیسے سوئے سما
یہ ہی خلاف فلسفہ اور مانع عقول

سالک کا یہ جواب تھا انگلی بھی ہی کثیف
اور چاند بھی لطیف ہے اسمیں عرض و طول
قائل ہیں سلسلے احمدی شق قمر کے کیوں
فہم رسا پہ انکی بھی حیران ہیں عقول
شق قمر تو آپکے ہاں کام کی ہے چیز
معراج جسم آپکے ہاں شئے ہی اک فضول
دیکھی نہیں کسی نے بھی ایسی فلاسفی
جاتا ہوں میں سلام مرا کیجیے قبول

محمد یوسف نظامی از حیدرآباد دکن

۷۸۹

کلام عزیز

انساں کو چاہیئے نہ کسی پر گراں رہے
مثل نسیم رونق باغ جہاں رہے
اس دار ابتلا میں نہ ہو خستہ دل کبھی
ثابت قدم ہمیشہ دم امتحاں رہے
ہر فعل و فاق ہو ہر قول میں خلوص
جبتک بدن میں جاں رہے منہ میں زباں رہے
سمجھے مقدم اپنے فوائد پہ نفع خلق
سودا یہی ہے سود رہے یا زیاں رہے
ہرگز مٹے نہ منزل مقصود کی ہوس
ہر خاک بھی تو گرد پس کارواں رہے
ہستی میں روزگار گرائے ہزار بار
لیکن ہماے عزم سپہر آشیاں رہے

تا بو زباں پہ ہو بہنگامِ گفت و گو
یہ توسنِ حروف نہ کبھی بے عناں رہے

شاہانہ ہو بسر کہ گدایانہ ہو بسر
اقلیمِ دل پہ سکۂ الفت رواں رہے

اللہ دے اگر تو نہ دینے میں ہو دریغ
ہاں گنج پر نہ مار صفت پاسباں رہے

راحت کی آرزو ہو نہ تکلیف سے گریز
جو حال ہو اسی میں غرض شادماں رہے

ظاہر میں جو بھلا ہے نہ سمجھو اسے برا
یہ خبثِ نفس ہے کہ خبیث بدگماں رہے

زیبا نہیں ہے ظاہر و باطن میں اختلاف
دل میں اگر ہو درد تو لب پر فغاں رہے

منہ پہ کہے، جو عیب کسی کا نظر پڑے
انسانیت یہی ہے کہ آئینہ ساں رہے

عزیز مخدومی امرتسری

نعتیہ غزل

روزِ محشر سایہ گستر ہے جو دامانِ رسولؐ
تابِ دوزخ سے نہیں بے پروا غلامانِ رسولؐ

نور سے ایمانِ خالص کے منور تھا جہاں
اب کہاں سے آئے وہ عہدِ درخشانِ رسولؐ

صوم دائم سے بڑھی عزت قیامِ لیل کی
شب کو مہمانِ خدا ہیں دن کو مہمانِ رسولؐ

رہنمائے گمرہاں و سرگروہِ مقبلاں
عاشق و معشوقِ یزداں جانِ جانانِ رسولؐ

مقتدائے سالکاں و مخزنِ اسرارِ حق
بادشاہِ عاشقاں و گنجِ عرفانِ رسولؐ

نورِ چشمِ فاطمہؓ مہرِ درخشانِ علیؓ
غوثِ اعظم شاہِ جیلاں ماہِ تابانِ رسولؐ

حسرتِ محروم ہے امیدوارِ التفات
اس طرف بھی اک نظر ہو میر سامانِ رسولؐ

حسرت موہانی۔ بذریعہ بیگم صاحبہ حسرت

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں وہ اس قابل تھیں کہ ایک کتاب کی شکل میں انہیں جمع کر دیا جائے۔ کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ بدل جائے اور مسلمانوں کا خانگی نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈھے بھی نہ ملے۔ یہ کہانیاں بچوں کی سمجھ اور عقل کے موافق ہوتی ہیں اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اسواسطے لیلے خواجہ بانو یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے جنمیں پہلے تو وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ ہیں جن کو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں۔ اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۲ر علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

شیخ سنوسی

خواجہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں ظہور حضرت امام مہدی کا حال ہے یہ کتاب چھ سات دفعہ تو حلقۃ المشائخ نے شائع کی اور بمبئی و میسور میں یہ کتاب سنوسیوں سے پوشیدہ پوشیدہ ہزارہا کئی دفعہ چھاپی اور دونوں جگہ فوراً بک گئی گجراتی مرہٹی بنگالی زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ غرض آج تک ایک لاکھ کے قریب اس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت پہلے ۸ر تھی مگر اب بڑھ گئی ہے اور ۱۰ر ہے کیونکہ جب تک جنگ ہے دوبارہ نہ چھپیگی

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

یورپ کا میگزین

چھوٹے چھوٹے رسالوں کا دلچسپ مجموعہ ہے جس کو خواجہ صاحب نے جنگ یورپ کے شروعات کے وقت لکھا تھا اس میں حسب ذیل سات رسالے ہیں۔

توپ خانہ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ بم۔ جھر کا اعلان جنگ۔ کہی کا میدان جنگ۔ جرمن شہزادہ کی لاش ان رسالوں میں دلچسپی کے ساتھ تصوف کے نکتے لکھے گئے ہیں اور مذاق کی خوبیاں بیان ہوئی ہیں مجموعی قیمت ۵

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

سراب مغرب

یہ مولانا کی وہ تصنیف ہے جس کا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار تھا اور اردو لٹریچر جس کے واسطے بے چین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت راشد کا فیصلہ قابل دید ہے قصہ اس قدر درد انگیز اور دلچسپ ہے کہ ہر لفظ کلیجے کے پار ہوتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان برپا کر دیتی ہیں سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کو پڑھ کر ناظر ساکت ہو جاتا ہے اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج ۔ پارٹیز کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانائے محترم کی تصنیف کا اعلان کے بعد نام تک نہیں رہتا اس لیے اگر درخواست فی الفور نہ بھیجی گئی تو تاخیر کا ذمہ دار پبلک ہوگا۔ قیمت ۸ر علاوہ محصول۔

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردہ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے جو مولانا راشد الخیری مدظلہ کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھکر ہر ناظر کی دھڑکی بندھ گئی اور ادھر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے راز و نیاز کے چوچلے عشق و محبت کے کرشمے خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں یہ مضمون اخبار خطیب میں مسلسل نکل چکا تھا مگر اس کی طلبی اس قدر زیادہ ہوئی کہ اب اسے کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا۔

اس بحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پر مغز نقشے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویریں آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہیں قیمت ۶ر علاوہ محصول۔

نظام المشائخ کی پچھلی جلدیں

جلد ۱۲ محرم سنہ [illegible] لغایت جمادی الاخر سنہ [illegible] قیمت ۳ علاوہ محصول

جلد ۱۳ رجب سنہ [illegible] لغایت ذی الحجہ سنہ [illegible] ر ۳ ر

جلد ۱۴ محرم سنہ [illegible] لغایت جمادی الاخر سنہ [illegible] ۴ ر

جلد ۱۵ رجب سنہ [illegible] لغایت ذی الحجہ سنہ ۳۲ قیمت ۳ علاوہ محصول

جلد ۹ محرم سنہ [illegible] لغایت جمادی الاخر سنہ ۳۵ ر ۳ ر

جلد ۵ و جلد ۱۰ کے علاوہ سب میں نہایت چکنا کاغذ لگا ہے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

"میں نے اپنے رب کو بہترین شکل میں دیکھا"

اور قرآن پاک خدا کا کلام ہے جو ہمارے نبی برحق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ ممکن نہیں کہ خدا کسی شخص سے بات کرے (دو بدو اور روبرو) مگر اشارہ سے یا پس پردہ ہو کر یا فرشتہ کے ذریعہ سے، اور فرشتہ اپنا تصرف نہیں کرتا اسکو خدا جو حکم دیتا ہے یا چاہتا ہے وہ پہنچاتا ہے، اسیکو "وحی" کہتے ہیں، خدا تعالیٰ نے فرشتے، شیطان، جن، پیدا کیے ہیں اور ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں نظر نہیں آتے +

نکتہ

پیارے بچو! خدا بھی ایک ہے، آدمی کا دل بھی ایک ہے، خدا نے کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے ہیں، دل ایک ہی ہوتا ہے، اور ایک دل دو کام نہیں کر سکتا۔ یا خدا کا ہو رہتا ہے یا شیطان کا۔ یعنی یا پرہیزگار یا بدکار :۔

اور دونوں باتیں ایک دل میں نہیں سما سکتیں، کیونکہ ایک غلام دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا، نہ ایک سر دو چوکھٹوں پر جھک سکتا ہے، اگر کوئی ایسا کرے بھی تو اُسکو منافق کہتے ہیں۔ خدا اس سے بچائے، یہ بُرا آدمی ہوتا ہے، پس بہتر یہی ہے کہ جس خدا نے پیدا کیا ہے، اور آدمی بنایا ہے، عقل دی ہے، روزی پہنچاتا ہے، جس کے سامنے جانا، اور اپنا منہ دکھانا ہے، دل اُسیکی طرف لگا رہے، سر اُسیکے آگے جھکا رہے، شیطان، آدمی کو دھوکا دیتا ہے کہ درختوں اور قبروں کو پوجتے ہیں پیر پرستی کرتے ہیں، بڑے آدمیوں کے آگے جھکتے ہیں، حالانکہ عبادت کیے جانے کا حق یعنی انتہائے تعظیم کا حق سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں ہے :+

حضرت خاتم المرسلین، روحی فداہ وصلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہمکو شرک اور

کفر سے بچایا، اور سیدھے رستہ پر لگایا، جب وہ بھی خدا کے بندے ہیں تو کہئے اور کون ہے کہ بندگی کے لائق ہو؟ ہندو مشرک ہیں کہ چاند، سورج، آگ، پانی، بت، اور ستاروں، جانوروں، درختوں، آدمیوں کی بندگی کرتے ہیں اور انکو پوجتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں، خدا اسکو بُرا مانتا ہے۔

پہیلی ۲

ساری دنیا سے کون بہتر ہے؟ دوستوں دشمنوں کا رہبر ہے
مل گئے درد، اور صدمے سہے اپنی ہمت سے کام کر کے رہے

حل ۔ پہیلی "حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم" کی ہے!

تشریح ۔ دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ، دانا، حکیم، پیغمبر پیدا ہوئے اور دنیا کو سُدھارتے رہے، مگر سُدھر نہ سکی، بلکہ وہ خود اپنے ملک کو جس میں وہ خود پیدا ہوئے، اُسکو بھی سُدھار نہ سکے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ جب تک وہ جیتے رہے اُنکے قانون یا ہدایت، قواعد یا شریعت کا عمل اُنکے ملک میں جاری رہا، جب خود نہ رہے، وہ باتیں بھی نہ رہیں، مگر ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ قانونِ شریعت قائم فرمایا ہے کہ تمام دنیا میں قیامت تک چلتا رہیگا کیونکہ خدا نے حکم دیدیا ہے کہ اب جو انسان، اسلام کی جگہ کسی دوسرے مذہب کو ڈھونڈیگا تو یقین کرو کہ وہ بھٹکتا پھرے گا۔+

سیرِ نبوی ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے کہ تمام دنیا میں بت پرستی پھیل چکی تھی، گناہ کے بادل انسانوں کے

ملہ یعنی نعمت کو ایک موقع پر یوں ہے ...... ۵۵ ...... ۵۷ میں

بتہ تلسی، پیپل درخت ۱۲منہ ۵۴ دیوتاؤں، راجاؤں، برہمنوں کو پوجتے ہیں ۱۲منہ

سر پر چہائے ہوئے تھے، کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بعد دنیا کی سچائی کا رنگ بالکل پھیکا پڑ گیا تھا، اسکے حسن کا پھول مرجھا گیا تھا، خدا کی رحمت، زمین کے بسنے والوں سے روٹھ گئی تھی، کوئی نہ تھا جو اسکو ڈھونڈے، کوئی قدم نہ تھا جو اسکی طرف دوڑے، کوئی آنکھ نہ تھی جو اسکے لیے روئے، کوئی دل نہ تھا جو اسکو یاد کرے، کوئی روح نہ تھی جو اسے پیار کرے، اسکی دنیا، اس سے بیخبر تھی، اسکے بندے اس سے غافل تھے، گناہوں کے سیلاب تھے جو خشکی اور تری دونوں میں امنڈ آئے تھے، آپ کو خدا کا حکم ہوا کہ کفر کو مٹائیں، اور خدا کے بندوں کو ان کا آقا دکھائیں، اور صداقت پھیلائیں، لہذا آپنے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی خدا ایک ہے، اسکا کوئی شریک نہیں، میں اسکا بھیجا ہوا ہوں، خدا سے ڈرو، بتوں کو چھوڑ دو، خدا سے لَو لگاؤ، گناہوں سے باز آؤ! +

اس آواز سے یہ ہوا کہ جیسے بھڑوں کے چھتہ میں ڈھیلا جا لگتا ہے۔ سب بگڑ اٹھے۔ اور کاٹ کھانے کو دوڑے، تھوڑے لوگ ایمان بھی لائے، پر باقی سب دشمن اور خون کے پیاسے ہوگئے، سب جمع ہوکر آپکے چچا ابوطالب کے پاس آئے (آپکے باپ اور ماں حضرت عبداللہ، بی بی آمنہ، کا انتقال ہوگیا تھا) اور یقین دلایا کہ تمام ملک اسکے پیارے بھتیجے کو جان سے مار ڈالنے کو تلا ہوا ہے، اگر چچا کو اپنے بھتیجے سے محبت ہی تو وہ اسے سمجھائے تاکہ بت پرستی کی جڑ نہ اکھیڑے، اور ان کے مذہب کو خراب اور برباد نہ کرے، چچا نے آپ کو بلا کے کہدیا کہ:۔

"میرے نور چشم! اپنے مذہب کا پھیلانا چھوڑ دو، ارادے کو ترک کرو، ورنہ زندگی خطرے میں ہے!"

آپنے فرمایا:۔

چچا جان! اگر یہ لوگ سورج اور چاند آسمان سے اتار کر میرے ہاتھ پر لاکر رکھیں تب بھی میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا۔

کیونکہ میں رسول خدا ہوں، اور اسی کام کے لیے بھیجا گیا ہوں، خدا کے بندے خدا سے کٹ کر شیطان سے مل گئے ہیں، پھر انکو خدا سے ملاتا ہوں، اور انشاء اللہ ان کو سیدھے رستہ پر لگا کے رہونگا۔

بار بار ان لوگوں نے پیغمبر خدا کو جان سے مار ڈالنے کا ارادہ کیا، مگر جب سامنے آتے پیغمبر کا نور ان کو کپکپا دیتا۔

پیغمبر خدا کو ستانا، اسلام قبول کرلینے والے مومنوں کو مارنا پیٹنا، ایذا پہنچانا تکلیف دینا، برادری سے خارج کرنا، نہایت زور و شور کے ساتھ شروع کردیا، لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جو چڑھ جاتا تھا، اترتا نہ تھا، درد دکھ، رنج غم سب سہتے تھے، پر ایمان سے منہ نہیں موڑتے تھے۔ سعید بچو! جب تم بڑے ہوگے اور تاریخ کی کتابیں پڑھوگے، تو دیکھوگے کہ مسلمان بھی وہی تھے، ہم کیا ہیں!

خود حضرت پاک کے مبارک جسم پر وہ پلید کافر، سیاہ باطن، سنگدل، کیچڑ پھینکتے تھے، پتھر مارتے تھے، رستے میں گڑھے کھود کر اسمیں کانٹے بچھاتے تھے تاکہ رات کے اندھیرے میں آنحضرت اسکے اندر گر پڑیں، قربان جاؤں اُسکے استقلال پر کہ سب صدمے سہتے تھے اور اپنی ہمت سے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، اور سر رشتہ صبر کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا، جب ظلم حد سے بڑھ گئے، اور کوچ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، تب ہجرت فرمائی۔

ہجرت

تیرہ سال برابر مکہ معظمہ میں مصیبتیں جھیلتے رہے، آخر کار یہاں کا رہنا ناممکن ہوگیا، وطن مالوفہ کو بھی چھوڑا اور مدینہ منورہ کو رُخ کیا۔

نظم مولانا شبلی نعمانی

بلکہ آمادۂ خوں ہو گئے کفارِ قریش — لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر
کوئی ہمدم تھا، نہ خادم، نہ برادر، نہ عزیز — گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرِ در
اک فقط حضرتِ بوبکرؓ تھے ہمراہِ رکاب — اُن کی اخلاص شعاری تھی جو منظورِ نظر
رات بھر چلتے تھے اور دن کو کہیں چھپ جاتے تھے — کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر
چونکہ مقتول و شہید کا انعام تھا قاتل کیلئے — آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں — تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
بیمِ جاں، خوفِ عدو، ترکِ غذا، سختیٔ راہ — ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر

یاں مدینہ میں ہوا غل کہ رسول آتے ہیں — راہ میں آنکھ بچھانے لگے دیدۂ منتظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ کر اشعار — نغمۂ طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے! — نازنینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر
آلِ نجار[1] چلے شہر سے ہو کر تیار — زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر

دفعۃً کوکبۂ شاہِ رسل آ پہنچا — غل ہوا، صل علیٰ خیرِ اَنام و بشر
سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے — میہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سرِ در؟
سینے کہتے تھے کہ خلوتگہِ دل حاضر ہے! — آنکھیں کہتی تھیں کہ وہ اور بھی تیار ہیں گھر!
ہاں مبارک تجھے اے خاکِ حریمِ نبویؐ — آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر!
صل یاربّ علیٰ خیرِ نبی و رسول! — صل یاربّ، علیٰ افضلِ جن و بشر!

مدینہ منورہ میں انصار نے مدد دی، خدا کی تائید نے یاری کی، سچائی کا رنگ

[1] نجار کا خاندان آنحضرت ﷺ سے ننہالی رشتہ رکھتا تھا ۱۲ علامہ شبلی نعمانی۔

چمکا، اُسکے حسن کا پھول بہار دکھانے لگا، خدا کی رحمت جو دنیا سے روٹھ گئی تھی پھر آگئی، خدا کے بندے بتوں کو چھوڑ کے اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جھکے اب تو قیامت تک خدا کی رحمت کا دامن نہیں چھوڑینگے، کیونکہ اس دین کے سوا باقی تمام مذہب نکمّے یا جھوٹے یا ادھورے ہیں +

مسلمان بچو! دنیا جب سے پیدا ہوئی ہے، کسی انسان کی اسقدر نشانی بھی نہیں مل سکتی کہ اسکی زندگی کا ایک نمونہ یادرہ گیا ہو، اگر اُن کو ڈھونڈھو تو مٹی کے ڈھیر میں پاؤگے، اگر خاک کریدو تو ہڈیاں ہاتھ آئیں گی، مگر ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ کروڑوں زندہ انسانوں کے اعمال کے اندر یادگار موجود ہیں، ہر روز کروڑوں بندگانِ خدا پانچ دفعہ خدا کے آگے نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت کی مبارک زندگی کا نمونہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے، سلام و درود کا سلسلہ جاری رہتا ہے، ہر برس میں ایک مہینہ حضور پاک کی یادگار میں ماہ رمضان کے روزے رکھے جاتے ہیں اور حضرتؐ کی پیروی پر حج ادا کیا جاتا ہے، زکوٰۃ مال دیجاتی ہے، اور ہر سال قربانی کیجاتی ہے، آنحضرتؐ کے حبیب خدا ہونے میں اس سے بڑھکر اور کیا بات ہو؟ کہ:-

نہ کیجے اگر حسبِ شرعِ رسول
خدا کی بھی طاعت نہو مقبول

حیات النبیؐ

اور آنحضرتؐ علیہ الصلوۃ والسلام کے حیات النبی ہونے میں یہ کیا کم ثبوت ہے کہ کسی کی زبان سے آپکا پاک نام محمدؐ نکلنے ہی پاتا ہے کہ تسلیم و سلام کا غلغلہ گونج گونج اٹھتا ہے، اور نام لینے سے تمام اسلامی جذبات مشتعل ہوجاتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی محبت مسلمانوں کی رگوں کا خون ہے جو ہر وقت بدن میں دوڑتا پھرتا ہے +

مسلمانوں کے اِس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ اُنھوں نے اپنے پیغمبر صاحبؐ کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصا کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات اِس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند ہوسکے نہ آیندہ توقع کیجا سکتی ہے ،

ہندوؤں کے اوتاروں کی کل تاریخ افسانہ ہے ، سر مو بہ پشتہ تک بھی صحیح نہیں ، نصاریٰ کے بانی مذہب حضرت عیسیٰؑ کی زندگی ۱۲ سے ۳۰ برس تک بالکل غیر معلوم ہے ۔ اخیر کے تین برس منظر عام پہ نمایاں ہیں اور وہ بھی وہی ہیں جو اناجیل اربعہ میں مذکور ہیں ، نصاریٰ نے انکی لاش کو سیاہ چادر میں لپیٹ لیا ہے اور خدا بنا رکھا ہے ، انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ پھانسی پر لٹکائے گئے ؟ یا اپنی موت مرے اور آسمان پہ بلائے گئے یا زمین میں رہے ۔

یہودی حضرت موسیٰؑ کو مانتے ہیں ۔ اور موسیٰؑ کے واقعات کی حد توراۃ ہے ، باقی کچھ نہیں ؟

ہونہار بچو ! بڑے ہو کے کتابوں میں پڑھو گے کہ آنحضرتؐ کے حالات ایسے صاف صاف لکھے پڑے ہیں کہ گویا پڑھنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیتا ہے ۔

آنحضرتؐ اپنا کام آپ کرتے تھے

آنحضرتؐ دودھ آپ دوھ لیتے تھے ، اپنی جوتی کو آپ گانٹھ لیتے تھے ، وضو کا پانی آپ خود بھرتے اور وضو کرتے تھے ، مسجد نبوی کی تعمیر پر آپ اینٹیں لاتے تھے ، جس سے نورانی چہرہ خاک آلود ہو جاتا تھا ۔

افسوس یہ ہے کہ ہم ایسے پیغمبر کی امت ہو کر اپنا کام آپ نہیں کرتے اور مشیخت میں آجاتے ہیں ۔

خدا کے بعد آنحضرتؐ ساری دنیا سے بہتر[۱] ہیں، اگلے مذہب سب ادھورے تھے، آپنے اُنکو پورا کیا، وہ ناقص تھے آپنے کامل کیا،

صدمے اٹھاتے رہے، پر ہمت سے ہاتھ نہ اُٹھایا، وطن چھوڑا، پر دشمنوں سے ظلم کا بدلہ نہ لیا، آدمی آگ میں کودکر زندہ و سلامت نکل آتا ہے مگر غصہ و خشم کی چنگاری سے اپنے دامنِ حلم کو نہیں بچا سکتا، اپنے دل پر ہاتھ رکھکر بولو کہ تم دشمن پر قابو پاکے درگزر کی طاقت رکھتے ہو؟ ہرگز نہیں! اور یہ کسی سے نہیں ہو سکتا، آنحضرتؐ رحمۃ للعٰلمین ہیں، دوست، دشمن سب کی بھلائی چاہتے تھے، جن لوگوں نے قتل کی سازش کی، اور لڑے، اور مومنوں کو شہید کیا، آپکے جسم اطہر پر زخم لگائے، دندان مبارک شہید کیے، سب کو بخشدیا[۲]،

کسی یورپین اخبار میں یہ سوال چھپا تھا کہ "تمام دنیا میں بہترین انسان کون ہے؟" ایک انگریز نے آنحضرتؐ کے کارنامے گن گن کے ثابت کیا تھا کہ "وہ محمد رسول اللہ پیغمبرِ آخر زماں ہیں" اس خبر کا چرچا تمام اسلامی جرائد و رسائل میں پھیل گیا اور تمام کرۂ ارض میں زلزلہ مچ گیا، اور اسلامی دنیا میں غلغلہ پڑ گیا، میں نے بھی یہ خبر کئی اخباروں میں پڑھی، بے اختیار منہ سے نکلا ؎

اَلفَضلُ مَا شَهِدَت بِهِ الاَعدَاءُ — بزرگی وہ ہے کہ دشمن بھی شہادت دیں"

عقائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور آنحضرتؐ کی دعوتِ اسلام تمام جنوں اور آدمیوں کے لیے عام ہے،

---

[۱] "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" آپ کا حلیہ مبارک یہ ہے۔ میانہ قد، نہ زیادہ دراز نہ کوتاہ، موئے مبارک نہ بالکل گھونگر والے تھے نہ چھوٹے ہوئے بلکہ بین بین، سر بڑا، چہرے مبارک میں گولائی تھی، ریش مبارک دراز، شانے اور قدم پُر گوشت۔ چہرہ کا رنگ سرخی مائل، اعضا میں موزوں فربہی تھی ۱۲ منہ

[۲] "الرسول خیر خواہ دشمناں" کی کہاوت آنحضرتؐ کی ذات پاک پر بالکل صادق آتی ہے ۱۲ منہ

آنکھوں کا سچّا علاج

اناڑی اور جاہل دوافروشوں نے ہزاروں سُرمے اور انجن کے اشتہارات دے رکھے ہیں۔ لیکن وہ آنکھ کی تشریح سے اصلاً واقف نہیں ہیں۔ انہیں خبر نہیں کہ آنکھوں میں کس قدر طبقے ہیں کتنی رطوبتیں ہیں طبقہ مجوفہ کیا چیز ہے نور آنکھ میں کہاں سے آتا ہے کیونکر پیدا ہوتا ہے ثقبہ عنبیہ کیا چیز ہے جس سے پانی اترتا ہے نہ کتاب میں پڑھا نہ ہاتھ سے کام لیا۔ اس لئے رہی سہی حالت مریضوں کی بگڑ گئی۔ ایسے شہر آشوب دطوفان بے تمیزی میں کسی دوا کا اشتہار دینا اپنا اور اپنی دوا کا وقار کھونا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم وہنر کی قدردان باقی ہیں زمانہ عقل سلیم سے خالی نہیں۔ اور سچّی دواؤں کی حاجت ہے اسلئے مختصراً عرض ہے کہ دوا جناب حاذق الملک محمد عبدالمجید خانصاحب دہلوی مرحوم ومغفور نے بتائی تھی۔ میں اپنے مطب میں ۲۳ برس سے برابر آتار رہا ہوں آنکھوں میں پانی اترنے کو جسے نزول الماء کہتے ہیں۔ اور دھند جالا۔ پڑبال رتوندہ کو بس مفید ہے۔ آنکھوں کے سامنے بھنگے اڑتے دکھائی دیں۔ تو سمجھ لیں کہ پانی اترنے والا ہے۔ دوا منگائیے اور استعمال فرمائیے پانی ہوگا تو آنکھ صاف ہوجائیگی۔ قیمت دوا فی ماشہ عہ ایک مریض کو ایک ماشہ دوا کافی ہوگی۔ محصول بذمہ خریدار +

پتہ۔ حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلوی محلہ رودگران متصل رسلدار تمن خان مکان معروف

مشاہیر مشائخ ہند

مصنفہ مولانا محمد شفیع الدین خانصاحب مرادآبادی ایم آر اے ایس

قیمت ۶ / مینیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

اشتہار

ادویات مجربہ قیمتاً عملیات تعویذات مجرب مفتیہ

ملنے کا پتہ درویش مولوی علی محمد خان ہاشمی مقام جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان .....

شاہی دواخانہ دہلی

۴/۳

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست

حضرات! آپکو معلوم ہو کہ مدار دین و دنیا کے کاروبار کا جسم پر ہے، اور جسم کی صحت غذا و دوا پر موقوف ہے، غذا کو حتی الوسع سب پہچانتے ہیں، کہ بُری ہے یا بھلی، اِس لئے اس میں دہوکا بہت کم ہوتا ہے، مگر دوا بالخصوص مرکبات کا پہچاننا ازبس دشوار ہے، الا ماشاء اللہ۔

مثل مشہور ہے، ”پیسی دوا، اور منتا جوگی،“ ان دو کا پہچاننا بہت مشکل ہے، جب تک خوف خدا نہ ہو، یا طمع سے آزادی نہ ہو، دواؤں کا باقاعدہ تیار ہونا دشوار ہے۔

مذکورہ بالا کلیہ مدنظر رکھتے ہوئے ہم آپ کو **شاہی دواخانہ** کیطرف توجہ دلاتے ہیں، جو کہ **جناب حاجی محمد رفیع صاحب خلف جناب حاجی بخش الٰہی صاحب** سی۔ آئی۔ ای دہلی کی سرپرستی میں محض پبلک کی خیرخواہی کیلئے جاری ہوا ہے، جنکو بوجہ خداداد استغنا و مناسب حیثیت مشغول ہونیکے نہ طمع دریا کی ضرورت ہے نہ فریب و دغا کی حاجت صرف یہ خیال ہے کہ غربا کا علاج اسمیں مفت ہو، اور امرا کو مناسب قیمت پر تمام مرکبات اصلی اجزا اور پورے اوزان کے ساتھ مل سکیں،

نیز فرمائشی نسخجات نہایت اہتمام حسن انتظام سے تیار ہوتے ہیں،

طلب کرنے پر دواخانہ کی مفصل و مختصر فہرست مفت ملتی ہے۔

امید ہے کہ پبلک اس دواخانہ کی قدر کرے گی، اور کامل توجہ سے اس سچے اور خیرخواہ قوم دواخانہ کو فرمائش بھیجکر شکوری کا موقع دے گی

تمام خط و کتابت بنام منیجر **شاہی دواخانہ** پل بنگش سبزمنڈی دہلی ہونی چاہیے +

تار کا پتہ **رفیع دہلی**
پتہ صاف اور خوشخط ہونا چاہیئے

ٹیلیفون نمبر ۷۶
خاکسار عبدالقادر رضا

۹/۱۲

برقعہ نوایجاد

زمانہ حال کے مطابق ہونے کے علاوہ پردہ کا پورا لحاظ رکھتا ہے، ہر ایک عضو کا مکمل پردہ کرتا ہے، تصویر مفت، فہرست مفت پتہ خاتون اسٹورز متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی

۵/۸

سفوف جریان

عام قاعدہ ہے کہ جریان کے لئے مغلظ ادویات استعمال کرائی جاتی ہیں اور مغلظ ادویات ہمیشہ قابض ہوتی ہیں اسطرح ایک مرض کا علاج ہوتا ہے اور بیسیوں روگ پیچھے لگ جاتے ہیں اس سفوف میں قبض کی خاص طور پر رعایت رکھی ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ سفوف دافع قبض و رافع جریان ہے۔ بے حد مجرب ہے ۲۵ روز دوا کا استعمال مکمل علاج ہوتا ہے بعد سالہا سال تک پھر شکایت نہیں ہوتی۔ قیمت ۲۵ یوم کی دوا ۱۲؍

سفوف جریان الرحم

فرقہ نسواں کی مخصوص بیماری جسکے عدم علاج سے طبقہ نسواں سینکڑوں مرضوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۲۱ یوم میں کامل شفا قیمت ۱۲ خوراک عہ محصول بذمہ خریدار۔

ایس۔ ممتاز ہاشمی

۶/۶

سائینس اور قرآن کا مقابلہ

سراج الامت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم الشان تفسیر کبیر میں قرآن کریم کے مقدس عقائد اور دقیق مضامین کو فلسفہ قدیم و سائنس جدید کے ساتھ جس خوبی اور خوش اسلوبی سے مقابلہ کیا ہے تا قیام قیامت تمام اہل اسلام ان کی مشہور رہے گی خصوصاً حروف مقطعات کے اسرار نزول کی کیفیت نبوت کا ثبوت اور ضرورت نبوت وجود باری تعالیٰ قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا ناسخ و منسوخ کی کیفیت جن و شیاطین و ملائکہ کا ثبوت پر مدلل بحث سحر و معجزہ، عالم برزخ، قیامت، بہشت اور دوزخ اور زمین آسمان کی بنیظیر ترکیب و ترتیب اور انکے عجائب پر جس قسم کی علمی اور فلسفیانہ تقریریں درج فرمائی ہیں، انکی نظیر اسوقت بھی ملنی محال ہے بلکہ قریباً تمام متاخرین عام مفسرین نے قرآن کی تفسیر و نہیں جسقدر جھوٹے قصے اور من گھڑت روایتیں درج کی ہیں انکی مدلل تردید کیگئی ہے مخالفین اسلام کے شکوک و شبہات کو براہین قاطعہ سے بطور سوال و جواب دکیا ہے، اس لئے اس تفسیر کے ہوتے ہوئے کسی اور تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی، تقطیع کلاں خط اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ترجمہ سلیس اردو قیمت فی جلد عسہ ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیے

مینیجر کتب خانہ اسلامیہ قلعہ سٹریٹ امرتسر

فبشر الذین آمنوا

۱/۲

واللہ جل شانہ کے کرم خاص سے دنیا میں پہلی مثال منظوم ترجمہ کلام اللہ شریف پارۂ اول جسمیں مسلمانوں کا قدیم ترجمہ کیا ہوا اور عربی متن کے تحت میں شامل ہی، مصدقہ جمہور اہل سلام و اکابر علماء کے کلام مترجمہ افسر الشعرا حضرت آغا شاعر صاحب دہلوی چھپ کر شائع ہو گیا ہی اگر آپ نے اپنے مذہب کی حقانیت قانون الٰہی کی واجب التعمیل و التعظیم صداقت اور آسمانی ہدایت کو نہایت صحیح، آسان اور دلکش لفظوں میں دیکھنا ہو تو

ایک پارہ فوراً منگالیں

ورنہ طبع ثانی کا انتظار سخت ناگوار ہوگا، بہت تھوڑی کاپیاں باقی رہ گئی ہیں، سینکڑوں میں سے ایک گراں قدر تصدیق

تقدس مآب خواجہ حسن نظامی صاحب

ہے آج جناب آغا شاعر صاحب نے ایک عجیب و غریب خبر سنائی یعنی قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کیا گیا، نہایت شیریں اور موثر فقرے ہیں، حقیقت میں جناب آغا کو جو عبور زبان اردو پر ہی اسکی بنا پر ہر شخص کہہ سکتا ہی کہ یہ منظوم ترجمہ اردو زبان میں سب سے پہلا اور بے مثل ترجمہ ہوگا، اور مسلمانوں کے بچے اور عورتیں اور معمولی سمجھ کے افراد مطلب قرآنی کے حفظ کرنے میں آسانی حاصل کر سکیں گے۔ حسن نظامی، لکھائی چھپائی دیدہ زیب، کاغذ نہایت بیش قیمت ہدیہ صرف ایک روپیہ

خلیفہ محمد سالم اینڈ کو پٹیالہ سٹیٹ

۵/۱۲

فیشن میں داخل ہو گیا

معزز جنٹلمینوں نے جہاں کوٹ پتلون، اچکن، شیروانی، مفلر، ٹائی، کالر وغیرہ فیشن میں داخل کئے ہیں وہاں

پری جمال صابون

کا استعمال کرنا بھی فیشن میں داخل ہو گیا ہے، اور خاص طور سے ملا جاتا ہی سبب یہ ہے کہ پری جمال صابون حسن و خوبصورتی پیدا کرنے اور چہرے کو گلرنگ بنانے اور رنگت نکھارنے میں خاص کامیابی حاصل کر چکا ہی چہرے کے تمام مہاسے چھائیاں چند روز میں کھو دیتا ہی، تازہ پھولوں اور نفیس خوشبو دار سے طیار کیا جاتا ہی، فی بکس تین ٹکیہ مع صابن دانی ایک روپیہ

مشہور دوا خانہ … دہلی

۵/۱۲

چاندی کے زیورات

تین چاندی کے اکبرتے کی زنجیریں دار چاندی کے چار بٹن معہ ایک باریک زنجیر کے، بٹنوں میں ڈائمنڈ کٹ ہوا قیمت عہ

بٹن قمیص ڈبل کے، چار بٹن پھولدار پاکیزہ بنے ہوئے۔ فی سٹ عہ

سونے کی ناک کی کیلیں۔ یہ کیا ہیں خاص سونے کی ہیں نزاکت اور خوبصورتی میں لاجواب ہیں خاص حسن کا سنگار ہیں فی عدد عہ اور ہیرا کٹ اول درجہ کی قیمت ہے۔ دوم درجہ کی ہیرہ محصول ڈاک الگ

ایچ محمد یوسف خاں، منیجر شہرت ایجنسی دہلی۔ فراش خانہ۔

تصنیفات مصنوفات حضرت خواجہ حسن نظامی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
میلاد نامہ مع رسول بیتی	ایک روپیہ ۴	اتالیق خطوط نویسی (کامل)	دس آنے
محرم نامہ	بارہ آنے	رقعہ نامچہ ہند	آٹھ آنے
یزید نامہ	سوا روپیہ	ارمعہ دعائیں	چھ آنے
روزنامہ سفر مصر شام و حجاز با تصویر	تین روپے	اسرار	پانچ آنے
ایضاً بے تصویر	ڈیڑھ روپیہ	اسلام کا انجام	چھ آنے
سی پارۂ دل	ڈیڑھ روپیہ	غدر دہلی کے افسانے با تصویر حصہ اول	بارہ آنے
انتخاب توحید	ایک روپیہ	ایضاً حصہ دوم (بہردو جدید ایڈیشن)	چھ آنے
کرشن موت	ایک روپیہ	چٹکیاں اور گدگدیاں	آٹھ آنے
کرشن بیتی با تصویر	دو روپے	رہنمائے سیر دہلی	ڈیڑھ روپیہ
بیوی کی تعلیم	بارہ آنے	بچوں کی کہانیاں	چھ آنے
رسول کی عیدی	دو آنے	جگ بیتی	چھ آنے
اعمال حزب البحر	آٹھ آنے	مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی	بارہ آنے
شیخ سنوسی	پانچ آنے	مہاتما گاندھی	پانچ آنے
قبروں کے غیبی نوشتے	آٹھ آنے	فراہم تہجد توشہ	ایک آنہ
مفلسی کا علاج	ایک آنہ	فلسفہ شہادت	ایک آنہ

منیجر
رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

صبح زندگی

شام زندگی کا پہلا حصہ

مصنفۂ

علامہ راشد الخیری

قیمت سوا روپیہ

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

شام زندگی

صبح زندگی کا دوسرا حصہ

مصنفۂ

علامہ راشد الخیری

قیمت ایک روپیہ

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

[illegible]

علامہ راشد الخیری [illegible]

[illegible]

الزہراء

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی سوانح عمری

مصنفۂ

علامہ راشد الخیری

قیمت بارہ آنے

منیجر

نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

[illegible]

منیجر نظام المشائخ دہلی [illegible]

سراب مغرب

تقلید فرنگ کے نتائج

مصنفۂ

علامہ راشد الخیری

قیمت آٹھ آنے

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر

مصنفۂ

علامہ راشد الخیری

قیمت چھ آنے

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

نظام المشائخ

جلد ۲ نمبر ۳ — رمضان ۱۳۲۹

نظام المشائخ

قسم سوم — قسم سوم

افضل الذکر لا اله الا الله محمد رسول الله

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب، اخلاق، اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر
خادم الفقراء **محمد الواحدی** دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲/
مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان
مطبوعہ درویش پریس دہلی
پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

آج کل

نظام المشائخ دو ہزار

نکل رہی اور خدا کے فضل سے اسکی اشاعت میں ترقی ہی مشتہرین ضرور اپنے اشتہار اسمیں دیکر فائدہ اٹھائیں

نرخنامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	عہ	۶ر	للعہ	ععہ
نصف صفحہ	۶ر	عہ ر	لو	عہ
پورا صفحہ	للعہ ر	عہ	مدعہ	سہ

نظام المشائخ کے قواعد وضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رح کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے۔ مضامین اسمیں ہی اخلاقی اصلاحی مگر حسب زمانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے (۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے دس بارہ تاریخ تک انتظار کیجئے۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے پر شاید پرچہ ختم ہو جائے اور نہ مل سکے (۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو۔ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاک خانہ کو کردینی کافی ہے (۴) خط وکتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف خوشخط لکھیے اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے۔ جوابی امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۱۹ | بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۶ ہجری | نمبر ۳

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	حمد میر حسن	حضرت میر حسن دہلوی مرحوم و مغفور	۵
۲	مرشد کی تجلیات	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب	۹
۳	حضرت صدیق اکبرؓ	جناب مولانا عارف حسن صاحب عارف	۲۱
۴	حقیقت کی حقیقت	جناب مولوی فاضل حکیم مرزا محمد نذیر صاحب عرشی	۳۳
۵	حضرت جنید بغدادی اور حضرت بہلول	جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق	۴۴
۶	شجو طریقت	جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب قمر حیدرآبادی	۵۱
۷	ظہور اسلام	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب آوج گیاوی	۵۵
۸	برگ سبز	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب بیاولپوری	۵۷ / ۶۴
۹	اشتہارات	مشتہرین اشتہارات	۶۵

سلہ اس کے ۸ صفحے جمادی الاخرٰی کے نظام المشائخ میں شائع ہو چکے ہیں۔ آٹھ صفحے رجب کے نظام المشائخ میں اور آٹھ صفحے شعبان کے نظام المشائخ میں۔ اور یہ سلسلہ ابھی کچھ عرصہ کے بعد بھی دو تین مہینے چلیگا۔ اور آخر میں آپ اسے کتاب کی صورت میں رکھ سکیں گے

مدیر نظام المشائخ

ماہنامہ نظام المشائخ

توسیع اشاعت

گزشتہ ماہ میں جن حضرات نے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر دے۔ سپاس گزار واحدی

جناب مولوی محمد سعید صاحب یارو نے جناب ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب تبگرہ کو اور جناب مولوی عبد الحمید صاحب بیگو سرائے کو خریدار بنایا۔

جناب فدا حسین صاحب مدرس نے جناب محمد خالق صاحب مدراس کو

جناب محمد غضنفر الدین صاحب حیدرآباد دکن نے جناب شیخ محبوب علی صاحب جمعدار حیدرآباد کو

جناب شیخ الٰہی بخش صاحب قریشی لاہور نے جناب مولوی عبد الرزاق صاحب لاہور کو

جناب جی ندلین حکیم صاحب بڑودہ نے جناب ڈی ایچ اے سیام والا صاحب بڑودہ کو

جناب محمد میاں جمعدار میاں ملک صاحب محمد آباد نے جناب الانی علاء الدین میر خاں صاحب پٹھان نہتو کو

جناب بابو خیر الدین صاحب کلو نے جناب مستری محمد دین صاحب کلو کو و جناب محمد حیات صاحب کلو کو

جناب غلام محمد صاحب ڈگشائی نے جناب بابو محمد رمضان صاحب ڈگشائی کو

جناب محمد الدین صاحب لاہور نے جناب بابو ظہور الدین صاحب لاہور کو

جناب مولوی سید محمد عبد الحی صاحب مدرس کا سار سری نے جناب محمد عبد القادر صاحب سوداگر کو

جناب محمد عنایت اللہ صاحب صدیقی لاہور نے جناب حضرت خواجہ حافظ غلام محی الدین صاحب لاہور کو

جناب محمد لطیف صاحب لکچرار بانکی پور نے جناب منشی عبد الرحیم صاحب بلیا کو

جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن نے جناب میر غلام علی صاحب منصبدار حیدرآباد دکن و جناب [illegible]

جناب سلیمان ابراہیم صاحب بمبئی نے جناب شیخ عبدالقادر صاحب بمبئی کو خریدار بنایا

جناب جج صاحب قبلہ نے جناب سید عشرت حسین صاحب پرتاب گڈھ کو

جناب حکیم محمد عبدالغفور صاحب گورکھپور نے جناب شیخ افتخار احمد صاحب گورکھپور کو

جناب عبدالحکیم صاحب گارڈ اٹارسی نے جناب حاجی عبداللہ خاں صاحب ببر کھیڑہ کو

جناب غلام مصطفے صاحب کولمبو نے جناب عبدالستار صاحب کولمبو کو

جناب سید محمد فضل حق صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ نے جناب مولوی ابوالحسنات صاحب وکیل گیا کو

جناب خان بہادر مولوی محی الدین صاحب ڈپٹی رجسٹرار رانچی کو

جناب محمد ابراہیم صاحب علیگ بنگلور نے جناب نور محمد صاحب بلگام کو

جناب خواجہ محمد حفیظ صاحب ڈار نے جناب مسٹر غلام محمد صاحب کلرک کسولی کو

جناب مولانا چراغ الدین صاحب میانی نے جناب چودھری محمد علی اکبر صاحب فیلدار سیچر کو

جناب سید احمد صاحب تولاپور نے جناب میر اسمٰعیل صاحب مخدوم صاحب کولاپور کو

جناب محمد نصیر اللہ شریف صاحب ہیڈماسٹر پرنچیری نے جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب بی اے مدراس کو

جناب سید یٰسین المحمودی صاحب حیدرآباد دکن نے جناب ابوالیوسف سید یعقوب صاحب صدیقی حیدرآباد کو

جناب مولوی محمد ریاست علی صاحب راقم میلانی نے جناب مولوی سید رضی الدین صاحب امرتا گنج کو

جناب شیخ عنایت حسین فرزند علی صاحب رئیس بزار بارہم نے جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سنی پورہ کو

جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب جناب منشی سید احمد صاحب بھوپال کو

جناب نبی محمد صاحب مومن نے رئیس زادہ شیخ محمد یدا صاحب ولیعہد مانگرول کو

جناب محمد قادر خان محمد جمشید خان صاحب ہرگاؤں مدراس نے جناب ریاست علی عباس علی صاحب

جناب منشی عبدالنصیر صاحب مدراس نے جناب محمد غوث رحمن عطا صاحب مدراس کو

جناب منشی محمد منیر الدین صاحب پوسٹماسٹر نے جناب محمد فخر الدین صاحب دگرچم نلدنگ کو

جناب منشی عبدالسلام صاحب نے جناب منشی علی الدین صاحب مولیا کو خریدار بنایا۔

جناب عبدالرزاق صاحب بمبئی نے جناب نور محمد صاحب بمبئی کو خریدار بنایا

جناب قاضی عمادالدین صاحب تجارہ نے جناب بشیر عبدالحئ صاحب تجارہ کو

جناب ایم محمد قاسم صاحب کلیگال نے جناب بیکے پیر خاں صاحب بلولی کو

جناب سید محمد فضل حق صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ گلزار باغ نے جناب لوی سید خلیل الرحمن صاحب ڈپٹی کلکٹر کو

جناب مولانا محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآباد نے جناب نواب محمد اشفاق علیخاں صاحب مرادآباد کو

جناب درویش احمد صاحب چشتی نظامی نکودر نے جناب چودھری فتح محمد خاں صاحب بابو کے وجناب چودھری

جناب منشی نور خاں صاحب بنگلور نے جناب منشی شیخ عثمان صاحب بنگلور کو۔

جناب بشیرالدین صاحب انصاری مقام گوونا نے جناب عبدالصمد صاحب کو۔

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے جناب ہنی بھائی بکیر بھائی صاحب احمد آباد کو۔

جناب محمد عبدالرحمن صاحب بلڈانہ نے جناب عبدالکریم صاحب ۔ کو

جناب محمد عبدالسبحان صاحب اُڈناگپور نے جناب منشی عبدالجبار صاحب اُڈناگپور کو

جناب سید محمد شاہ صاحب خیرپور شرقیہ نے جناب مولوی محمد سعید صاحب قاری خیرپور شرقیہ کو

جناب غلام علی صاحب انجن ڈرائیور پانور شاہ بابو صاحب نے جناب شیخ منیر صاحب پانور شاہ بابو صاحب

جناب الٰہ بخش صاحب قریشی لاہور نے جناب مبارک علی شاہ صاحب لاہور کو

جناب محمد سلطان صاحب کوٹلا پور نے جناب وارث خانصاحب چھاؤنی سیالکوٹ کو

جناب فضل الٰہی خاں صاحب رہباط نے جناب ایم جان دین صاحب رو باط کو

جناب محمد عبدالغفور صاحب نے جناب حسین بن سعید صاحب سمستان کو

جناب عبدالروف خاں صاحب پونچھ نے جناب قطب الدین خاں صاحب چاندور کو

جناب عبدالرحمن صاحب سرگودھا نے جناب منشی صوفی برکت علی صاحب اوورسیر نہر علیکٹ نمبر ۸ شمالی کو خریدار بنایا

نوٹ: جناب سید حسام الدین صاحب گیلانی کا نمبر جو ہمارے پاس مہینے میں باقی رہ گیا تھا اسے عبدالخالق صاحب متعلم سمرنانی سکول مرادآباد کے نام نظام المشائخ قسم سوم جاری کر دیا گیا ۔ (ایڈیٹر)

جناب سید محمد عالم صاحب ۔۔۔ نے ۔۔۔ جناب ۔۔۔ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

حمد میر حسن

میر حسن دہلوی اپنی مثنوی بدر منیر کی وجہ سے اس قدر مشہور ہیں کہ اُن کی مزید معرفی کی حاجت نہیں ہے۔ ارباب ذوق سلیم تو اُنکی قادر الکلامی اور واقعہ نگاری کی قوتِ اعجاز اور مثنوی کی دوسری صدہا خوبیوں کے سبب اُنسے نہ صرف واقف بلکہ دنیائے شاعری کا ایک رکن اعظم تصور کرتے ہیں لیکن خواص سے گزر کر مثنوی بدر منیر نے اپنی سلاست و روانی کے باعث عوام کے دلوں پر بھی ایسا سکہ جمایا ہے کہ مثنوی کا نام آتے ہی عام افراد بھی معترفانہ اظہار واقفیت کرنے لگتے ہیں +

ہم آج اردو کی اس لاجواب مثنوی کے حمدیہ اشعار ناظرین نظام المشائخ کی دلچسپی کے لیے نقل کرتے ہیں +

میر حسن کی مثنوی بدر منیر کی یہ خصوصیت ہے کہ اسکا ہر حصہ اپنے محل و موقع کے لحاظ سے نہایت مکمل ہے۔ ہمیں یہاں مثنوی پر کوئی ریویو کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف حمد سے بحث ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اردو منظومات میں میر حسن سے اچھی حمد کسی نے نہیں لکھی۔ سب سے بڑی خوبی میر حسن کی حمد کی یہ ہے کہ چند اشعار کے سوا باقی تمام حصہ آیات قرآنی کا ترجمہ ہے۔ مگر اس خوبی کے ساتھ اسکو نظم کیا گیا ہے کہ کہیں سے ترجمہ کی بو نہیں آتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے جذبات و افکار ہیں۔ مثلاً :-

جسے چاہے جنت میں دیوے مقام — جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

یہ شعر اس آیت کا ترجمہ ہے۔ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء۔ اسی طرح اکثر اشعار میں قرآنی آیات کے مفہوم کو اور بعض جگہ ترجمہ کو نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

اس حمد میں گو شاعری کی مخصوص خوبیاں نہیں ہیں مگر حمد بحیثیت حمد کے نہایت مکمل ہے۔ اور پڑھنے سے ایک خاص کیفیت قلب پر وارد ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام اس سے محظوظ ہونگے۔ (ایڈیٹر)

کروں پہلے توحید یزداں رقم — جھکا جسکے سجدے کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبیں — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا — ق — ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا
نہیں کوئی تیرا نہ ہوگا شریک — تری ذات ہے وحدہ لا شریک
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم — کہ ہے ذات تیری غفور رحیم
رہ حمد میں تیری عز و جل — تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے　　قلم جو لکھے اُس سے افزود ہے
سبھوں کا وہی دین و ایمان ہے　　یہ ہیں دل تمام اور وہی جان ہے
ترو تازہ ہے اُس سے گلزار خلق　　وہ ابر کرم ہے ہوادار خلق
اگرچہ وہ بے فکر غیور ہے　　ولے پرورش سب کی منظور ہے
کسی سے نہ بر آئے کچھ کام جاں　　جو وہ مہرباں ہو تو کل مہرباں
اگرچہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں　　پر اس بن تو کوئی کسی کا نہیں
ہوئے پر نہیں اُس سے رفت و گزشت　　اُسی کی طرف سب کی ہے بازگشت
رہا کون اور کس کی نوبت رہی　　موئے اور جیتے وہی ہے وہی
نہاں سب میں اور سب میں ہے آشکار　　یہ سب اُسکے عالم ہیں ہژدہ ہزار
ورے سب ہیں اُس سے وہی سب سے بیش　　ہمیشہ سے ہے اور رہے گا ہمیش
چمن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گل　　کہ مشتاق ہیں جسکے یاں جزو کُل
اُسی سے ہے کعبہ اُسی سے کنشت　　اُسی کا ہے دوزخ اُسی کی بہشت
جسے چاہے جنت میں دیوے مقام　　جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام
وہ ہے مالک الملک دنیا و دیں　　ہے قبضہ میں اسکے زمان و زمیں
سدا بے نمودوں کی اُس سے نمود　　دل بستگاں کو ہے اُس سے کشود
اُسی کی نظر سے ہے ہم سب کی دید　　اُسی کے سخن پر ہے گفت و شنید
وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر　　اُسی کے یہ ذرے ہیں شمس و قمر
نہیں اُس سے خالی غرض کوئی شئے　　وہ ہر شئے پہ حاوی ہر اک شئے میں ہے
نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں　　ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں
وہ ظاہر میں ہرچند ظاہر نہیں　　یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں
تامّل سے کیجے اگر غور کچھ　　تو سب کچھ وہی ہے نہیں اور کچھ

اُسی گل کی بو سے ہے خوشبو گلاب — بھرے ہوئے ساتھ دریا حباب
پر اس جوش میں آکے بہتا نہیں — سمجھنے کی ہے بات کہتا نہیں
قلم گو زباں لاوے اپنی ہزار — لکھے کس طرح حمد پروردگار
کہ عاجز ہے یاں انبیا کی زباں — زبان قلم کو یہ قدرت کہاں
اس عہدہ سے کوئی بھی نکلا نہیں — سوا عجز درپیش یاں کچھ نہیں
وہ معبود و یکتا خدائے جہاں — کہ جس نے کیا کن میں کون و مکاں
دیا عقل و ادراک اُس نے ہمیں — کیا خاک سے پاک اُسنے ہمیں

مصور غم علامہ راشد الخیری کی تازہ تصنیف

طوفان حیات

چھپ کر تیار ہے۔ اور خوب بک رہی ہے قبیح رسوم کی پابندی اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھوکھلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ایسا ہوگا جہاں ان لغویات کا گزر نہ ہو، اشد ضرورت تھی کہ کسی طریقے سے انہیں روکنے کی کوشش کی جائے خوشی کی بات ہے کہ جناب علامہ راشد الخیری نے اسطرف توجہ فرمائی اور کتاب طوفان حیات میں تمام واقعات کو ایسی خوبی سے ادا کردیا کہ رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست۔ طرز تحریر اور سوز و گداز کے متعلق لکھنا فضول ہوگا۔ اردو علم ادب اسوقت علامہ مصنف کی تصانیف کو سر آنکھوں پر رکھ رہا ہے۔ اگر طوفان حیات کی طلبی میں عجلت سے کام نہ لیا گیا تو یقیناً طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ ضخامت ۱۰ جزو کاغذ سفید دبیز صورت دیدہ زیب قیمت عمر علاوہ محصول

ملنے کا پتہ:- منیجر نظام المشائخ دہلی

سو ۱۰۰ سال کی

سنہ ۱۳۳۶ھ **صوفی جنتری** سنہ ۱۹۱۸ء

مرتبہ ایڈیٹر صوفی

جس میں تمام مشہور بزرگان دین کے ایام وصال اور مشہور واقعات وہدایات درج ہیں ہمراہ ان

حضرت سرور کائنات

کے اصلی فرمان دعوت بنام سلطان مقوقش کا عکس معہ مہر نبوت ایک سالم صفحہ پر دیا گیا ہے

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضؓ

کے خاص دست مبارک کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے ایک صفحہ کا عکس بھی جنتری کے ایک صفحہ میں دیا گیا ہے اس کے علاوہ ہجری سنہ سے عیسوی اور کسی عیسوی تاریخ سے ٹھیک ہجری سنہ اور تاریخ معلوم کرنے کے صحیح قاعدے معہ امثال کے سمجھا دیئے ہیں پورے سو سال گذشتہ کی جنتری مفصل اسلامی اخبارات کی فہرست عام مسائل روزمرہ یاد داشت لکھنے کے خانے اور بہت سی مفید باتیں درج ہیں، تمام مشہور مشائخ عظام اور حضرات آئمہ معصومین کے مزارات کے تیرہ فوٹو بھی دیئے گئے ہیں،

باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت فی جلد آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی،

اہلِ اسلام کیلئے سچی رعایت کی خوشخبری

لاثانی قابل زیارت مترجم مجلد خانشدہ

حمائل شریف

صرف ۲۹ رمضان ۱۳۴۹ھ تک

رمضان ۱۳۴۹ھ

پانچ روپے کی بجائے پونے دو روپے کر دیئے

طرفہ صنعت حرفوں کی خوشنمائی موتی کی آب سے دوبالا چھپائی ایسی جیسے ایک مشاق استاد کے ہاتھ سے ترشے ہوئے نگینے، کاغذ صاف چکنا ولایتی صحت کا یہ عالم کہ ایک ایک نقطہ کی ذمہ داری طرہ یہ کہ بسم اللہ کا حسن تحریر جداگانہ، جلد چاندی سونے کی بیلوں سے مزین، پھول پتی کی بہار قابل دید لیکن بقول شخصیکہ،

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

آپ ان لفظوں کے مزے نہ لیں، اصلیت کے جوہر دیکھیں، نا ممکن اور قطعی ناممکن ہو کہ تمام ہندوستان میں ایسی رعایت کے ساتھ یہ ہدیہ گوہر شہوار آپ کو مل سکے، ہم صرف گرانبہا تحفہ آپ کے مبارک ہاتھوں تک پہنچا سکتے ہیں فقط اس لیے کہ اس عظیم الشان ثواب میں کچھ حصہ لیں جو حضرات منگا چکے ہیں وہ شہادت دیتے ہیں کہ ہم نے اس رعایتی اعلان سے نہ صرف ثواب میں شرکت کی ہے بلکہ ہزاروں مسلمانوں کو ایسا فائدہ پہنچایا جس کی نظیر ہندوستان میں کیا تمام دنیا میں نہیں مل سکتی ان تمام خوبیوں کے علاوہ مستزاد یہ ہے کہ جو صاحب اپنا نام مع مقام جلد کی پشت پر سنہری یا روپہلی حرفوں میں تحریر کرانا چاہیں تو بغیر کسی اجرت کے تعمیل ارشاد کی جائیگی اگر حمائل شریف حسب تحریر نہ ہو تو فوراً واپس کر دیجئے جہاں ایک حمائل شریف پہنچی وہاں سے بیسیوں فرمائشیں آئیں، جہانتک ممکن ہو جلد فرمائش روانہ فرمایئے اور اپنے احباب کو بھی خبر کر کے ثواب لیجئے ورنہ بعد میں ایسا موقعہ ہاتھ نہ آئیگا کف افسوس ملنا پڑیگا، قیمت عہ محصول ڈاک الگ

مسٹر شیخ عبد الحمید و عبد الرشید فراش خانہ دہلی

قسط ۲

مرشد کی تجلیات

(گزشتہ سے پیوستہ)

شریعت و طریقت

یہ امر اپنی جگہ دلائل و مشاہدات سے روز روشن کی طرح واضح و ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی مذہب سچائی و راستبازی پھیلانے اور حقانیت و روحانیت کی تعلیم دینے والا ہے۔ اصول کے لحاظ سے سہل الاصول ہونے نیز اپنے اندر سادگی و سنجیدگی، نظافت و نفاست، صفائی و ستھرائی رکھنے والا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔[1]

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ع کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو

اصولِ اربعہ

مقدس اسلام کے جملہ احکام قرآن شریف، حدیث شریف، اجماعِ اُمت، قیاس ان ہی چار چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور اسی مجموعہ کا نام شریعت ہے اور شریعت کے خلاصہ اور لب و لباب کو طریقت کہتے ہیں:-

وَالطَّرِیْقَۃُ ھِیَ لُبَابُ الشَّرِیْعَۃِ	طریقت شریعت کا لب لباب ہے اس کی بہت سی
لَھَا مَنَازِلُ وَمَقَامَاتٌ اَوَّلُھَا	منزلیں اور مقامات ہیں اول توبہ پھر انابت
اَلتَّوْبَۃُ ثُمَّ الْاِنَابَۃُ ثُمَّ الزُّھْدُ	(رجوع الی اللہ) پھر زہد پھر ریاضت پھر ورع (پرہیزگاری)
ثُمَّ الرِّیَاضَۃُ ثُمَّ الْوَرَعُ ثُمَّ الْقَنَاعَۃُ	پھر قناعت

[1] بیشک اسلام ہی خدا کے نزدیک ایک سچا مذہب ہے۔

ثُمَّ التَّوَکُّلُ۔ ثُمَّ التَّسْلِیْمُ، ثُمَّ الصَّبْرُ، ثُمَّ الرِّضَآءُ، وَیُقَالُ لَهَا مَقَامَاتُ عَشَرَ (ھٰکذا فی کتب التصوف) پھر توکل۔ پھر تسلیم۔ پھر صبر۔ پھر رضا۔ انہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں۔

(ہدایت الطالبین)

حضرت جنید بغدادی رح حضرت نجم الدین کبرےٰ رح حضرت شاہ ابو سعیدؒ حضرت امام غزالی رح وغیرہ بزرگانِ ملت۔ طریقت نے اپنی اپنی کتابوں اور ملفوظات میں مقامات عشرہ کی مفصل توضیح وتشریح بیان فرمائی ہے۔

جس کا جی چاہے حضرت مجدد صاحب رح کے مکاتیب میں انکی تفصیل دیکھ لے۔ اسوقت اصولی مباحث منطقی دلائل، اخلاقی مسائل، سمجھ میں نہ آنے والے نکات ورموز سے قطع نظر۔ عام فہم سلیس اُردو میں مختصر طور سے مندرجہ بالا اصول اربعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے عنوان مضمون کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ، وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ (ھود پارہ ۱۲)[1]

قرآن شریف

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (القمر ع ۱ پ ۲۷) ذکر (نصیحت حاصل کرنے) کیلئے ہم نے قرآن کو آسان کردیا ہے۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے؟

اکثر صوفیائے کرام رح۔ کاملین اولیاء اللہ رح نے شریعت کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔

پس تمام احکام شرعیہ مثلاً نماز روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ خیرات وصدقات وغیرہ

---

[1] میں تو حتی المقدور اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی کی تائید سے ہو سکتا ہے اسی پر بھروسا رکھتا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اچھی چیزوں کو اختیار کرنا۔ اور اُنکے متعلق تعمیل ارشاد بجالانا۔ اور منہیات شرعیہ مثلاً فسق وفجور۔ دغا بازی و جعل سازی، چغل خوری و افترا پردازی، قتل و غارتگری لوٹ مار، زناکاری و بدکاری وغیرہ وغیرہ ذمائم و قبائح، بُری باتوں سے اجتناب پرہیز کرنا شریعت ظاہری ہے +

پس جس سالک اور خدا رسیدہ بزرگ نے ظاہری شریعت کو درست کرلیا اور اسکے اوامر و نواہی پر پورے طور سے کاربند ہوگیا تو گویا اُسنے ولایت عامہ کو حاصل کرلیا جس کی بابت کلام الٰہی میں ارشاد فرمایا گیا ہے :-

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (بقرع ۳۴ پ ۳) — اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے اور انہیں لوگوں کو کفر شرک کی اندھیریوں سے نکالکر نور اسلام کی روشنی میں لاتا ہے +

پس جس شخص کو ظاہری شریعت پر عملدرآمد کرنے اور اُسکو مستحکم و مضبوط پکڑنے کے بعد ولایت عامہ حاصل ہوگئی تو پھر اس سالک میں یہ استعداد و قوت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ باطنی شریعت یعنی طریقت میں گام زن ہو۔ اور ولایت خاصہ کے مراتب سے خاطر خواہ فائز المرام ہو۔ اور ذکر الٰہی جل شانہ کی مدد اور راہِ ہدایت دکھانیوالے

مرشد کامل

کی توجہ و رہنمائی سے وسیلہ ڈھونڈتے ہوئے مجاہدہ نفس کو اپنا شعار بناتے ہوئے۔ مقامات عشرہ کیطے کرتے ہوئے خود کو نفسانی خواہشات اور شہوانی ظلمات اور تاریکیوں سے نجات دلائے۔ ارشاد باری ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (مائدہ ع ۶ پ ۶) — مسلمانو! ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کے لیئے وسیلہ و ذریعہ تلاش کرو اور اسکے راستہ میں جان تک لڑو تاکہ تم کامیاب ہو۔

یہاں وسیلہ سے مراد قرآن شریف۔ نیز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات۔ اور آپ کے صحابہ رضہ اور اولیائے اللہ رح اور پیر بزرگانِ دین۔ استادِ شریعت۔ پیر طریقت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں کیونکہ ؎

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست پُر از آفت و خوف و خطر
راہ پُر خوف است و دزداں در کمیں — رہبرے گر بر نباشد مانی بر زمیں
منزلت دور است بارت بس گراں — کوششے کن پس مماں از دیگراں
چیست بارت جیفہ دنیائے دوں — گر نہ اے آں گشتہ خوار و زبوں

دیکھنا کہیں مرشد کامل اور سچے ہادی کو چھوڑ کر کسی مصنوعی لوہ نما تانبے مکار و دنیا دار کو پیر و مرشد نہ بنا لینا۔ جن کی بابت ارشاد فرمایا گیا ہے ؎

وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى — اور یہ لوگ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو
يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ — اکتائے اور الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں ظاہر
اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ — طور سے محض لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ اور دل سے اللہ تعالیٰ
ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ — کو یاد نہیں کرتے مگر کبھی یوں ہی سا۔ یہ لوگ کفر و ایمان کے
(النساء ع ۱۰ پ ۵) — درمیان لٹکے ہوئے ہیں نہ اس طرف ہیں نہ اُس طرف ۔

ان لوگوں کی بالکل یہی حالت ہے کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم — نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہوئے
مرائی کہ چندیں ورع می نمود — چو دیدند ہیچش در انباں نہ بود
اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

پیر طریقت

کی پہچان یہ ہے کہ قرآن شریف اور جملہ احکام شرعیہ پہ جان دیتا ہو۔ ایثارِ نفس

ورع و توکل، رضا و تسلیم وغیرہ مقامات عشرہ کی مجسم تصویر ہو جس کے نورانی ذکر و شغل سے دہکتی ہوئی قلبی بھٹی کے سامنے سخت سے سخت سنگدل گناہگار موم کی طرح پگھلکر معاصی سے تائب ہوکر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ جس کے پاس بیٹھنے سے اطمینان قلب۔ نور اور سرور دل حاصل ہوتا ہو۔ خواہ مخواہ اللہ یاد آئے۔ خود بخود ذکر اللہ یاد الٰہی کے لیے ہر ہر عضو پھڑکنے لگے جیسے ؎

ہست ہر عضو ذکرے دگر — ہفت اعضا ہست ذاکر اے پسر
ذکر چشم از خوفِ حق بگریستن — باز در آیات او نگریستن
یاریٔ ہر عاجز آمد ذکر دست — ذکرِ پا خویشاں زیارت کردن است
استماعِ قول رحماں ذکرِ گوش — تا توانی روز و شب در ذکر کوش
اشتیاقِ حق بود ذکرِ دلت — کوش تا این فکر گردد حاصلت
خواندنِ قرآں بود ذکر لساں — ہر کرا این نیست ہست از مفلساں
لب مجنباں جز بذکرِ کردگار — زانکہ پاکاں را ہمیں بود است کار

یہ وہ پاک نفس نیک طینت بزرگ ہیں جو رات دن رضائے الٰہی میں منہمک رہتے ہیں۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے۔ غرض ہر حال میں بس اللہ ہی اللہ انکے پیش نظر رہتا ہے۔ ان کی منور و تاباں پیشانی سے انوار و برکات الٰہیہ اور الصلوٰۃ معراج المؤمنین[1] کے اثرات و نشانات تاباں و درخشاں ہیں:-

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح ع ۳ پ ۲۶) ان کی شناخت یہ ہے کہ سجدے کے اثر ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہیں۔

کسی سالک فنافی اللہ نے اس موقع پر کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

[1] نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نہیں لگتا عبادت کا ٹیکہ ماتھے پہ اے زاہد — نشاں ہے یہ کسی محبوب بے پروا کی چوکھٹ کا

پس ایسے ہی پاک نفس کامل بزرگوں کی بابت فرمایا گیا ہے:-

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (مائدہ ع ۱۱ پ ۷)

جب یہ لوگ قرآن شریف سنتے ہیں جو حبیب اکرم رسول اللہ پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (پھر) دعا مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم تو ایمان لائے ہیں ہم کو دین اسلام کی تصدیق کرنیوالوں میں لکھ لے۔

پس یہ مرشد کامل شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت سے باخبر۔ رموز و نکات الٰہی کو بخوبی جانتا ہے۔ قرآن شریف کی تفسیر، ناسخ و منسوخ آیات کی تاویل سے بخوبی واقف ہے۔ مجمل و مفصل خاص و عام۔ محکم و متشابہ۔ حلت و حرمت، کراہت و تحریم، اباحت و استحباب، وجوب وغیرہ اوامر و نواہی سے پورے طور پر آگاہ ہے۔ سچ ہے ؎

بتقریر لطافت لب کشایند — ہزاراں گوہر معنی نمایند
گہے اسرار قرآں باز گویند — گہ از قول پیمبر راز جویند
گہے باشند چوں صافی دروناں — بانوار حقائق رہنموناں (جامیؒ)

پس یہ مرد کامل اس بات کو جانتا ہے کہ سیاق و سباق، تقدم و تاخر گرد و پیش نیز شان نزول کے لحاظ سے آیات مقدسہ کے کیا معنی لیے جاسکتے ہیں مثلاً

نماز جمعہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

اے مسلمانو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو یاد الٰہی (نماز) کی طرف لپکو اور

اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ	خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر
خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔
فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا	پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل پڑو (اپنی اپنی
فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ	راہ لو اور خدا کے فضل (معاش) کی جستجو میں لگ جاؤ اور
اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ	کثرت سے یاد خدا کرتے رہو تاکہ تم کامیابی اور
تُفْلِحُوْنَ ۝ (جمعہ ع ۲ پ ۲۸)	فلاح پاؤ۔

مندرجۂ بالا ہر دو آیات میں سے پہلی آیت میں جمعہ کی اذان سن لینے کے بعد تجارت لین دین، خرید و فروخت، دنیاوی کاروبار چھوڑ دینے کا شرعی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

اور دوسری آیت فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ سے حوائج ضروریہ پورے کرنے بیع و شرا۔ دنیاوی کاروبار کرنے مسجد سے اٹھکر اکناف و اطراف عالم میں پھیل جانے کی صرف اباحت کا ثبوت ہوتا ہے۔

پس اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے بعد مسجد ہی میں بیٹھا رہے۔ ذکر و شغل میں مصروف رہے۔ وظیفہ و نوافل پڑھتا رہے تو عین ثواب کی بات ہی ہے اور یہ شخص عند الشرع و عند الناس قابلِ تحسین ہے اور کسی طرح قابلِ ملامت نہیں۔

حالانکہ صیغۂ اِسْعَوْا (لپکو) اور صیغۂ انتشروا (پھیل پڑو) ہر دو آیات میں امر کا صیغہ ہے۔ جو دراصل وجوب کے لئے ہوتا ہے الامر فی اللغۃ قول القائل لغیرہ افعل۔ وفی الشرع۔ تصرف الزام الفعل علی الغیر (اصول الشاشی)۔

پس ایک جگہ امر کے صیغہ سے وجوب اور دوسری جگہ اباحت کی تصریح کھلے ثابت ہوئی۔ بعض محاورات عربیت اور حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلامۃ۔

پندار سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز بر پے مصطفےٰ

نیز صحابہ رضہ تابعین رضہ اور ائمہ مقبولین رحہ کے اقوال سے +

حدیث شریف

پس جب قرآن شریف کے مشکل معانی و مطالب کے حل کرنے میں احادیث نبوی صلعم اور کلمات رسول صلعم کی طرف چار و ناچار رجوع ہونا پڑا۔ تو یہ دعوے بالکل ہی باطل ہو گیا کہ کلام مجید بلا توسط احد سے ہر شخص کے لیے تبیاناً لکل شئ واقع ہوا ہے +

علاوہ ازیں ہر شخص کے لیے۔ احادیث صحیحہ سے بھی حل مشکلات اور کشف مبہمات کر لینا۔ اور صحیح صحیح معانی و مطالب کا استخراج کر لینا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ حدیثوں کی صحت و سقم صحیح و ضعیف ہونا راویوں کی قوت اور ضعف پر مبنی ہے کسی حدیث کی بابت صحیح ضعیف۔ مرسل مسند غریب وغیرہ ہونے کا حکم لگانا محض راویان حدیث کے تقدس و بزرگی کی بنا پر ہے +

اسماء الرجال

کی کتابیں صاف طور سے بتلا رہی ہیں کہ ایک ہی شخص کو اگر ایک امام ثقہ اور قابل اعتماد سمجھتا ہے تو دوسرا انہیں بزرگ کو ناقابل اطمینان۔ کم فہم۔ بلکہ کاذب بتاتا ہے +

حضرت شعبہ رح محمد بن یسار کو امیر المومنین فی الحدیث سمجھتے ہیں مگر امام مالک رضہ ان کو دجال کے لقب سے یاد کرتے ہیں +

حضرت شیخ الاسلام امام بخاری رح احمد بن صالح المصری رح کی بابت فرماتے ہیں کہ یہ بہت بڑے ثقہ اور قابل اعتماد تھے۔ میں نے انکی ثقاہت کے خلاف کسی کو گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ لیکن حضرت یحیی بن معین رح انکو کاذب اور دروغ گو بتلاتے ہیں

انتخاب نظام المشائخ

مفت منگا لیجے

۲۹ رمضان تک نظام المشائخ قسم دوم کا صرف ایک سالانہ خریدار دینا ہوگا خواہ اس سے دو روپیہ آٹھ آنے بذریعہ منی آرڈر بھجوائیے خواہ وی پی کی فرمایش کرائیے منی آرڈر آنے پر فوراً اور وی پی کی صورت میں جب رقم وصول ہوجائے انتخاب نظام المشائخ آپکی خدمت میں بالکل مفت بھیجا جائیگا محصول بھی ہم دینگے

کیا ان داموں یہ سودا کچھ مہنگا ہے

انتخاب نظام المشائخ ضخیم کتاب ہے بارہ آنہ میں دھڑا دھڑ بک رہی ہے اسکے مضامین کی فہرست یہ ہے

مضمون	مضمون نگار	مضمون	مضمون نگار
دعا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	عالمگیر کی باطنی آلات	جناب حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی
وضو	جناب ملا محمد الواحدی صاحب	یاد اختر	جناب قاضی سرفراز حسین صاحب عزمی
الموت	جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی	نور عشق	جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی
نیند	جناب حکیم فرید احمد صاحب عباسی مجددی	حقوق اختر	جناب منشی ضیاء الدین احمد برنی
دائمی زندگی	جناب مولوی احمد سعید صاحب دہلوی	اہل بیت کا ہجر	جناب ملا محمد الواحدی صاحب
کہشکہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	خونی تارا	جناب ملا محمد الواحدی صاحب
قبروں کی زیارت	جناب سید اکبر علی صاحب وجدانی	خلوص	جناب سید محمد حفیظ صاحب ابدی بی اے
مستانہ بزم مولود	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	میں بڑا یا شیطان	جناب طالب علم صاحب
طلسماتی تحفہ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	آ	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
حال وقال	جناب پروفیسر نواب علی صاحب ایم اے	بسم کہنا	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
حب وطن	جناب مولانا شاہ نذیر الحسن فتح الٰہی	آوارہ خط	

شروع میں حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب و ملا محمد الواحدی صاحب کی ہاف ٹون تصویریں لگی ہوئی ہیں کاغذ نہایت سفید بڑھیا لکھائی چھپائی دیدہ زیب لوح خوشنما ضخیم درخواستوں میں اس اعلان کا حوالہ ضرور چاہیے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

لمٹو موت

جیسا نام ہے ویسی ہی کتاب ہے، حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور مصور غم علامہ راشد الخیری و مولانا عارف حسن صاحب کے مضامین کا وہ دردناک مجموعہ ہے جس میں موت کے ہیبناک واقعات کی تصویریں کھینچی گئی ہیں خاص کر "نورجہاں کا مرنا" تو اس قدر دردناک پیرایہ میں خواجہ صاحب نے تصنیف کیا ہے کہ شاید اس سے پہلے کبھی ایسا الم خیز مضمون خواجہ صاحب کے قلم سے نہیں نکلا، قیمت عمر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسلام کا انجام

مصر کے شیخ المشائخ حضرت علامہ توفیق بکری کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے صوفی اسلام کے انجام کی نسبت کیسی فلسفیانہ مدبرانہ رائے رکھتے ہیں، اور ان کے دماغ کا پایہ ہندوستانی مشائخ سے کتنا بلند ہے، یہ کتاب ہی شایع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی، اب دوبارہ چھپی ہے، قیمت ۴ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

غدر دہلی کے افسانے باتصویر

یہ کتاب غم اور عبرت کی داستان ہے، دہلی کے غدر ۱۸۵۷ء میں بیگمات اور شاہی خاندان پر جو مصیبتیں پڑیں ان کا سچا حال خود ان لوگوں کی زبانی سنکر حضرت خواجہ صاحب نے اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھا ہے، اس کتاب کے دو حصے ہیں، قیمت حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم ۶ر

رسول کی عید

یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے جس میں مزیدار نظم و نثر بچوں کے خوش ہونے اور دینی محبت کے پیدا ہونے کی غرض ہوتی ہے، کئی دفعہ چھپ چکی ہے عیدین اور عید میلاد کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرتے ہیں

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

اور ان کی حدیث کو نامقبول کہتے ہیں۔ میزان الاعتدال میں اس قسم کی بے شمار نظیریں موجود ہیں "

اصول حدیث

پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کے صحت وضعف نیز راویوں کے قوی وضعیف۔ غیر معتبر ہونے کے علم کے علاوہ اور بہت سی باتوں کی ضرورت ہے جو فن اصول حدیث کے ماہر وواقف پر مخفی نہیں ہے۔

اس لیے کسی حدیث کی بابت یہ فیصلہ کرنا کہ مقبول الاسناد اور لائق اعتماد ہے یا نہیں۔ ائمہ علم حدیث کے سوا اور کسی کا کام نہیں۔ اور چار و ناچار اس باب میں ہر شخص کو ائمہ حدیث ہی کی تقلید و پیروی کرنی پڑے گی۔

صحاح ستہ میں ایسی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ صحیح حدیثوں کے معانی سمجھنا اور مختلف المعانی حدیثوں اور آیتوں میں توفیق و تطبیق دینا بہت مشکل کام ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ ھذا الامر مستحیل لا نقدر علیہ۔

پس جب قرآن شریف کا حدیث شریف سے اور بعض احادیث کا آیات قرآنی سے منطبق کرنا آسان نہیں ہے تو مجبوراً اس صورت میں ہم کو مصنفین صحاح کتب و ائمہ مجتہدین کی ہی تقلید و پیروی کرنی پڑے گی۔

اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو پھر ہمارا اسلام مشکوک و شبہات سے پاک و صاف نہیں ہو سکتا۔ مثلاً

وضو

کی حدیثوں میں ہاتھ پاؤں چہرے کا دھونا بیان کیا گیا ہے۔ مسواک کرنا اور ہر ہر عضو کو داہنی طرف سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب صرف چند حدیثوں سے

یہ بتلانا بہت مشکل کام ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کا دھونا تو فرض ہے لیکن مسواک کرنا اور اعضاء کا دھونا داہنی طرف سے شروع کرنا غیر ضروری ہے اور صحت سنت ہی +

غسل

باب الغسل میں جس طرح تمام بدن کا دھونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح شروع میں معمولی وضو کرنا بھی بیان کیا گیا ہے۔ پس اب یہ کہنا کہ تمام جسم کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے۔ مگر باقی حصہ بہت ضروری نہیں۔ اور صرف مسنون اور مندوب ہی ہے کیونکہ مذکورۂ بالا حدیثوں میں اس قسم کی تعیین و تشخیص نہیں بیان کی گئی +

حضرت حذیفہ رضہ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کی کوڑی (ڈلاؤ) پر کھڑے کھڑے ایک دفعہ پیشاب کیا۔ پس اس سے ہمیشہ کے لیے حجت پکڑنا اور کھڑے کھڑے پیشاب کرنا ہمارے لیے مسنون و باعث ثواب سمجھا جائے گا۔ ہرگز نہیں (رسالہ تقلید)

ممانعت قتل و سب و شتم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہے
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو
سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ	برا کہنا فسق اور اُسے قتل کر ڈالنا کفر ہے۔

(بخاری شریف)

ایک اور صحیح حدیث ہی کہ احنف بن قیس رضہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ابو بکر صحابی رضہ سے ملاقات ہوئی اور

اُنکو احنف رضؓ کا ارادہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کو یوں فرماتے سُنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لیکر بھڑ جائیں تو قاتل و مقتول
دونوں جہنمی ہوں گے ۔ وَمَن یَّقتُل مُؤمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَهَنَّمُ ۔ الآیۃ

کیا مندرجہ بالا ہر دو حدیثوں سے کوئی مسلمان حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ
وجہہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ کی تکفیر کر سکتا ہے؟
ہرگز نہیں (مسئلہ تقلید)

تقلیدؔ و پیروی

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم
اللہ واولئک ھم اولوالالباب الآیۃ۔ ترجمہ پس میرے اُن بندوں کو خوشخبری
اور بشارت سناؤ جو خدا کی بات کو سُنتے ہیں اور اچھی بات کی تقلید و پیروی
کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ اور یہی
لوگ عقل والے ہیں"۔

جب صحاح ستہ میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں موجود ہیں تو لامحالہ اُنکی توفیق
و تطبیق نیز تفہیم معانی و مطالب کے لیئے اکابرین اسلام و اساتذہ کرام رضؓ اور ائمہ
عظام کی تقلید و پیروی کرنا اور اُن کی رائے کو عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھنا
لازمی اور ضروری امر ہے۔

کیونکہ ابتدائے آفرینش عالم سے یہ طریقہ مستحسن و پسندیدہ سمجھا گیا ہے
خود حضور سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والتسلیمات حضرت جبرئیل امین
نماز روزہ وضو کی تعلیم و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ اُنکی اتباع و پیروی کرتے

لہ کسی کے قول یا فعل کی پیروی بغیر دلیل و حجت کے حق سمجھکر کرنا تقلید ہے ۱۲

تھے۔ کلام الٰہی میں بھی انبیاء ما سبق کی تقلید و پیروی کا حکم ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے:۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (انعام ع ۱۰ پ ۷) یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہ راست دکھائی تھی ان ہی کے طریقے کی تم بھی پیروی کرو

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (انبیاء ع ۱ پ ۱۷) (اے حبیب!) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمی ہی (رسول) بھیجے تھے ان کی طرف وحی بھیجا کرتے تو اگر تم کو معلوم نہیں تو تم اہل کتاب سے پوچھ دیکھو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر اہل کتاب سے دریافت کیا جائے تو وہ یہی کہیں گے کہ پہلے بھی رسول آدمی ہی ہوا کرتے تھے۔ (باقی وارد)

محمد عبد التواب (مولوی فاضل) از رہتک

۷۸۶

آزادی کے کیکر پر
پولیٹیکل گرگٹ

وہ کیکر کی ڈالی پر بیٹھا تلون مزاجی کی شان میں رنگ بدل رہا تھا راہ گیر کی آہٹ سے بھاگ گیا اور چلتے وقت اپنا اصلی روپ دکھا گیا۔ پولیٹیکل گرگٹ ایک کتاب کا نام ہے۔ بڑے مزے کی ہے بڑی نصیحت کی ہے سیدا رہندوستان کے عمل طلب جوانوں کو راستہ بتانے والی ہے اس لطف کی اس چٹخارے کی اس بیباکی کے ساتھ آج تک کوئی کتاب اردو زبان میں نہیں چھپی جو شخص خود پولیٹیکل گرگٹ ہو اُسے اس کتاب کا پڑھنا حرام ہے کیونکہ اسکا خون کھول جائیگا وہ اپنا سر نوچ لیگا اور اسکی زندگی تلخ ہو جائیگی قیمت بہت ہی کم۔ ضخامت اور مضامین کی خوبیوں کے سامنے گویا کوڑیوں کے مول یعنی صرف ۱۲ منیجر خطیب دہلی سے منگائیے

حضرت صدیق اکبرؓ

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول خداؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکرؓ اپنی قبا کا کنارہ پکڑے ہوئے آئے۔ اور اس سے دامن اقدس رونما ہوگیا کہ پنڈلیاں عریاں ہوگئی تھیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کیا تمہارے بھائی نے تم سے خصومت کی ہے؟ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے سلام کرکے عرض کیا کہ میرے اور عمر بن الخطابؓ کے درمیان کچھ نزاع واقع ہوگئی ہے۔ لیکن میں نے تکلیف پہنچانے میں پیشقدمی کی۔ اور پھر نادم ہوا۔ اور عمرؓ سے کہا کہ وہ میری اس غلطی کو معاف کردیں مگر عمرؓ نے معاف نہیں کیا۔ اب آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ ماجرا سنکر رسول اللہؐ نے فرمایا۔ یغفر اللہ لک یا ابا بکر ثلثا۔ یعنی تین مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا تمہاری مغفرت کرے اے ابوبکرؓ۔ اس عرصہ میں حضرت عمرؓ کا غصہ کم ہوا تو وہ بھی اس حرکت پر پشیمان ہوئے۔ اور حضرت صدیقؓ کے مکان پر تشریف لائے۔ مگر معلوم ہوا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ اس لیے وہاں سے سیدھے آپ رسول اللہؐ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اور سلام کیا۔ مگر غصہ سے حضورؐ کے روئے مبارک کی وہ تانگی جاتی رہی۔ اس سے حضرت ابوبکرؓ ڈرے۔ اور حضورؐ کے سامنے دوزانو ہوکر مودب بیٹھکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! واللہ انا کنت بہ اظلم۔ یعنی میں نے عمرؓ کو تکلیف پہنچانے میں پیشقدمی کی تھی۔ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدقت واسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین پس حضورؐ نے فرمایا کہ جسوقت مجکو خدا نے رسول بناکر تمہاری طرف بھیجا تو تم لوگوں نے

میری تکذیب کی ۔ لیکن ابوبکرؓ نے تصدیق کی ۔ اور اپنے مال اور اپنی ذات کے ساتھ سب کو شریک کیا ۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ میرے دوست کو صرف میرے لیے چھوڑ دو اور اسکو ایذا مت دو ۔ یہ آخری فقرہ دو مرتبہ فرمایا ۔ چنانچہ اسکے بعد پھر کسی نے حضرت ابوبکر کو رنجیدہ نہیں کیا ؛

اس ارشاد رسالت میں حضرت ابوبکرؓ کی سبقت فی الاسلام اور آپکی فضیلت دوسرے اصحاب پر بیان کی گئی ۔ نیز اس تعلق خاطر کو دیکھئے کہ حضرت صدیق کی ذراسی تکلیف سے آپ کسقدر متاثر ہوئے ۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہے تھے ۔ مگر چونکہ حضرت عمرؓ نے ان کی معذرت کو قبول نہ کیا تھا اس لیے حضرت صدیق دلتنگ ہوئے ۔ اور اسکی شکایت رسول اللہؐ سے کی تاکہ وہ حضرت عمرؓ سے معاف کرا دیں لیکن رسول اللہؐ سے حضرت صدیق کی یہ تنگی بھی دیکھی نہیں گئی ۔ اور آپ کو اسقدر تکلیف ہوئی کہ روئے مبارک پر اداسی طاری ہوگئی ؛

نیز مروی ہے کہ ہر شخص جنت میں ایک خاص دروازے سے داخل ہوگا مثلاً جو شخص زیادہ نوافل صلوۃ پڑھے گا وہ باب الصلوۃ سے داخل ہوگا اور جو روزے کو زیادہ محبوب رکھتا ہوگا وہ باب الصیام یعنی باب الریانؔ سے داخل ہوگا ۔ اور جو جہاد میں ساعی رہا ہوگا وہ باب الجہاد سے داخل ہوگا ۔ اور ان دروازوں کے دربان ان کو دروازے سے پکارینگے ۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر نے حضور نبوی میں عرض کیا کہ آیا ایسا بھی کوئی شخص ہے جو ہر دروازے سے پکارا جائے ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ تو انہیں میں سے ہوگا ۔ اس سے جناب صدیقؓ کے علو مرتبت کا اندازہ ہوتاہے کہ انمیں کسقدر صفات حسنہ موجود تھیں ۔ نماز روزہ جہاد اور دوسرے امور حسنہ گویا سب میں آپ کا درجہ مساوی تھا اور ہر قسم کے امور خیر میں حضرت صدیق اسقدر بلند پایہ تھے کہ جنت کے ہر دروازے سے

داخل ہونیکے مستحق تھے۔

یہ بخاری کی حدیث ہے۔ ہم نے خلاصہ ترجمہ درج کیا ہے۔ مولانا نورالحق بن مولانا شاہ عبدالحق محدث اپنی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی نسبت کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت کی یہ قوی ترین دلیل ہے۔ لیکن فضیلت صدیق کی نسبت اس سے بھی زیادہ واضح اور صاف حدیث یہ ہے۔ جسکو امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں لیا ہے۔ حدثنا حمیدی و محمد بن عبید الله قالا حدثنا ابراهیم ابن سعد عن ابیه عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه قال اتت امرأة الی النبی صلی الله علیه وسلم فامرها ان ترجع الیه قالت ارایت ان جئت ولم اجدک کانها تقول قال ان لم تجدینی فاتی ابا بکر۔ یعنی مطعم بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ پھر بھی کبھی آنا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ مجکو مطلع فرمائیے کہ اگر میں حاضر ہوں اور آپ کو نہ پاؤں (یعنی آپ کی وفات کی طرف اشارہ کیا) اسپر حضورؐ نے فرمایا کہ اگر مجکو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔

یہ حدیث صراحتاً اس امر پر دال ہے کہ رسول اللہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ آپکے جانشین ہیں۔ تمام علماء کے نزدیک نبوت کے بعد صدیقیت کا مرتبہ نہایت عظیم و جلیل ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے مرتبہ صدیقیت کا اولین ثبوت تو یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ ہر ارشاد رسالت کی تصدیق کی اور اس وقت تصدیق کی جبکہ تمام عرب آپکی تکذیب کر رہا تھا جیسا کہ اوپر ایک حدیث میں مذکور ہو چکا ہے۔ لیکن اسکے علاوہ ایک موقع پر حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے مرتبہ صدیقیت کی صراحت فرمادی۔

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور رسالت مآبؐ کوہ احد پر آئے اور آپکے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہی تھے اتفاقاً پہاڑ

جنبش میں آگیا غالبًا زلزلہ آیا ہوگا ۔ بہر حال اس جنبش کو آپ نے محسوس فرما کر فرمایا
اثبت احد فانما علیك نبی وصدیق و شہیدان ۔ یعنی اے احد پہاڑ! ٹھیر جا
کہ تجھ پر اسوقت نبی ، صدیق (ابو بکر) اور دو شہید (عمرؓ و عثمانؓ) ہیں ۔ چنانچہ حضرت
عمرؓ و عثمانؓ حسب پیشین گوئی مخبر صادق شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے ۔

اب ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وافضلیت کی شہادتوں کو
بخاری کی صرف ایک حدیث نقل کرنیکے بعد ختم کرتے ہیں ۔

عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوار حضرت علی کرم اللہ
وجہہ سے دریافت کیا کہ رسول خدا کے بعد سب سے بہتر کون شخص ہے؟ فقال ابو بکر
قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل
من المسلمین ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سب سے بہتر ابو بکر ہیں ۔ میں نے کہا انکے
بعد آپنے فرمایا عمرؓ اسکے بعد مجھکو خوف ہوا کہ آپ کہیں حضرت عثمان کو بھی نہ کہدیں
اس لیے میں نے کہا کہ ان دونوں کے بعد آپ خیر الناس ہونگے ۔ اسپر آپنے فرمایا کہ
میں تو مثل دوسرے مسلمانوں کے مسلمان ہوں ۔

افضلیت شیخین کے متعلق یہ حدیث بہت صاف اور واضح ہے ۔ اور ان
لوگوں کے لیے دلیل راہ ہدایت ہے جو سلاسل طریقت کے انتساب کی وجہ سے افضلیت
حضرت علیؓ کے قائل ہیں ۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا
کے بالمقابل جناب صدیقؓ کے متعلق بھی رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ میرے سینے
میں تھا وہ ابو بکر کے سینے میں میں نے ودیعت کر دیا ہے ۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جب
ایک صحابی نے حضور سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ آپ کو کس سے محبت ہے تو آپنے
فرمایا کہ عائشہ رضؓ سے ۔ پھر پوچھا کہ مردوں میں؟ تو آپنے ارشاد فرمایا کہ ان کے باپ سے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں وہ اس قابل تھیں کہ ایک کتاب کی شکل میں اُنہیں جمع کر دیا جائے کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں، اندیشہ تھا۔ کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ بدل جائے اور مسلمانوں کا خانگی نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈے بھی نہ ملے، یہ کہانیاں بچوں کی سمجھ اور عقل کے موافق ہوتی ہیں، اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اس واسطے لیلیٰ خواجہ بانو یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے جنمیں پہلے تو وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں، اور اس کے بعد وہ ہیں جن کو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں، اردو زبان میں آجتک کوئی ایسی کتاب نہ تھی، یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گذر کر شایع ہوئی ہے، قیمت صرف ۶ر

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محفل نامہ

گیارھویں شریف

حضور غوث پاک کی گیارھویں میں پڑھنے کی نہایت معتبر موثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی تازہ تصنیف

نقرئی ولایتی جلد بندھی ہوئی قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۸ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز و غم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا تھا حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھدی، اس میں ایسی ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائیں گے، اور بڑی خوبی یہ کہ ہر مذاق میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی ہے اور نصیحت بھی،

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے، پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جس کا تعلق مذہبی باتوں سے ہے یعنی جس مذاق سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے عبرت آتی ہے،

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے، اس میں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی قوم مجبور و شرمندہ ہو کر اپنی حالت درست کر لیں تیسرے عنوان میں صرف انشا پردازی کی ظرافت ہے،

دراصل یہ مجموعہ ان مضامین کا ہے، جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے الغرض ہر اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی، قیمت صرف [illegible] علاوہ محصول

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رہنمای سیر دہلی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے، الفاظ میں نئی اور پرانی دہلی کا پورا نقشہ اتار کر رکھ دیا ہے گھر بیٹھے دہلی کی سیر کرنی ہو، تو اسے منگا لیجئے، الفاظی تصویروں کے علاوہ عمارات و مقامات مشہورہ کے عکسی فوٹو بارہ کے قریب الگ ہیں، اردو زبان میں ایسی کتاب کوئی نہ تھی، بہت چکنے بہت سفید قیمتی کاغذ پر چھپی ہے، بہت خوبصورت جلد بندھی ہے، قیمت صرف [illegible] علاوہ محصول

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

جگ بیتی

اس کا دوسرا نام خواجہ حسن نظامی کی کہانیاں ہے، یہ چھوٹے چھوٹے قصوں کی کتاب ہے، ہر قصہ غم و الم کی داستان ہے جس میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اور دلچسپی بھی ہے ہر وہ چھوٹے قصوں کے مقابلہ میں بہت مفید اور مزیدار کہانیاں ہر شخص کو پڑھنی چاہئیں قیمت [illegible]

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

یہ تمام فضائل و محامد جنہیں کتب احادیث پڑھیں مسلمانوں کے لیے وجہ بصیرت ہونے چاہئیں کہ جناب صدیقؓ کو یہ مراتب اعلیٰ کیونکر حاصل ہوئے۔ انکو ان اسباب پر غور کرنا چاہیئے۔ اور اپنی زندگی کے لیے انکو دلیل راہ بنانا چاہیئے حضرت صدیق کو یہ تمام مراتب جلیلہ خدا اور رسول کی محبت و معیت اور ان کے کاموں میں خلوص ایثار اور اُسکے دین کی حفاظت و اشاعت حق و صداقت پر صبر و استقامت اور بذل و انفاق فی سبیل اللہ کے صلہ میں عطا ہوئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ جس طرح رسول اللہ کی حیات مبارک میں اسلام کی خدمات انجام دیتے رہتے تھے اور ہر موقع و محل پر رسول اللہ کے دست راست ہونے کا ثبوت دیتے رہتے تھے اسیطرح بعد وفات بھی جبکہ آپ اجماع عام سے خلیفہ رسول اللہ مقرر ہوئے تو آپنے نہایت قیمتی خدمات اسلام کی انجام دیں حقیقت یہ ہے کہ بعد وفات حضور ختمی پناہ کے اسلام کی حالت نہایت نازک ہوگئی تھی اور اگر حضرت ابوبکرؓ پوری توجہ سے کام نہ لیتے تو آج اسلام کو یہ عروج حاصل نہ ہوتا اور وہ شاید دیگر مذاہب باطلہ کے صفحہ ہستی سے نابود ہو چکا ہوتا۔ کیونکہ مرتدین عرب کی شورش ایسی سخت و شدید تھی کہ اگر فوراً اسکا استیصال نہ کیا جاتا تو یہ ظلمت کی گھٹا شمع ہدایت کے نور پر غالب آجاتی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی ایمان باللہ کی قوت صادقہ سے کام لیا کہ اس فتنہ کی بنیاد ہی ارض مقدس سے اکھیڑ کر پھینک دی یہ مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی اور سجاح بنت حارث تیمی دعوت کے دعویدار ہوگئے اگرچہ رسول اللہ کی حیات ہی میں یہ فتنہ پیدا ہو گیا تھا اور آپکے عہد ہی میں مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی تھی۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب نے تو رسول اللہ کو ایک خط بھی لکھا تھا آپنے ان شیاطین کی سرکوبی کے لیے مہم بھی روانہ فرمانے کا تہیہ فرمالیا تھا مگر اسی زمانہ میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہوگئے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ فتنہ بہت زور

پکڑ گیا۔ اور سوائے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور جوانی کے تمام قبائل عرب کے مرتد ہوگئے اور جوش ارتداد اسقدر ترقی پکڑ گیا کہ صرف مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ مرتدین عرب کی جمعیت ہوگئی تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کمال استقلال عزم کا ثبوت دیا۔ اور نہایت مستعدی وتن دہی سے اس فتنہ عظیمہ کے استیصال کیطرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی اصابت رائے کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ بعض جلیل القدر صحابہ کبار آپ کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے کہ اس وقت جنگ وجدال مناسب نہیں ہے۔ منجملہ ان اصحاب کرام کے جو حضرت ابوبکر صدیق کی رائے سے اختلاف رکھتے تھے۔ ایک حضرت عمر فاروق رضؓ تھے۔ مگر آپ نے اتفاق نہیں کیا۔ اور باوجود حالات کی نزاکت اور خلافت کی ابتدائی کیفیت کے آپ کے استقلال وعزم میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ اور بے انتہا جوش وستعدی کے ساتھ اس طوفانِ مخالفت کو فرو کرکے اسلام کو اس خطرہ سے نجات دلائی اور گویا از سرِ نو اسلام کی بنیادیں مستحکم ہوئیں۔

حضرت ابوبکر رضؓ کا پہلا سال تو مرتدین عرب کی سرکوبی میں گزرا۔ مگر خلافت کے دوسرے سال میں آپ نے عراق اور روم پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اور دونوں طرف لشکر روانہ کئے۔ اور حسبِ ضرورت امداد وکمک بعد میں بھی برابر روانہ فرماتے رہے۔ بفضلہ ہر جگہ لشکر اسلام غالب وظفر مند ہوا۔ اور لشکر کفر زبون وخوار ہوکر شکست پر مجبور ہوا۔ مگر اس فوج کشی کے ابھی تک اہم نتائج برآمد نہیں ہوئے تھے کہ آپکا انتقال ہوگیا۔

غرضکہ آغاز اسلام سے وفات تک برابر خدمت اسلام میں آپ ہمہ تن مصروف رہے۔ اور زمانہ خلافت میں تو آپ کی تندہی وستعدی اور بھی بڑھ گئی تھی۔ آپ خلافت کو ایک عظیم الشان بار سمجھتے تھے۔ اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں حق پر رہوں تو میں تمہارا امیر ہوں ورنہ نہیں۔ بیعت عام کے بعد سب سے پہلا جو خطبہ آپنے دیا تھا اُس میں آپنے فرمایا تھا۔ ایھا الناس انی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت

فاعینونی وان اسأت فقوّمونی الصدق امانۃ والکذب خیانۃ والضعیف فیکم قوی عندی ادیح علیہ حقہ ان شاء اللہ والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق منہ ان شاء اللہ لا تدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ الا ضربہم اللہ بالذل ولا تشیع الفاحشۃ فی قوم قط الا عمہم اللہ بالبلاء اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم۔ ترجمہ لوگو! میں تمہارا والی مقرر کیا گیا ہوں۔ مگر میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی عمدہ کام ہو تو میری مدد کرو۔ اور اگر کوئی برائی ظاہر ہو تو مجھے سیدھا کردو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں کا ضعیف میرے نزدیک قوی ہے جبتک کہ اسکا حق نہ دلوا دوں۔ اور تم میں کا قوی میرے نزدیک ضعیف ہے اُسوقت تک کہ اس سے حق نہ لے لوں۔ جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دینگے خدا اُن کو ذلیل کردے گا اور جس قوم میں بدکاری پھیلے گی خدا اس پر بلائیں نازل کرے گا۔ میں جس کام میں خدا اور اُسکے رسول کی اطاعت کروں۔ تم بھی میری اطاعت کرو۔ اور جب میں اُن کی نافرمانی کروں تو پھر تم پر میری اطاعت کا بار نہیں ہے۔

اِس خطبہ سے حضرت صدیق اکبرؓ کے خلوص وللہیت اور کمال تورع اور احتیاط کا اندازہ اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ جو لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُنھوں نے دنیاوی منافع ومفاد کے حصول کی خاطر رسول اللہ کی تجہیز وتکفین کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اگرچہ اُن کی دریدہ دہنی کے جواب میں صرف خاموشی اختیار کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ مگر اسقدر اُنکو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ عرب کی عیارانہ طبائع اور اُنکی فطری جنگجوئی کی خصلت کو پیش نظر رکھ کر اگر حضرت ابوبکرؓ نے آنے والے تباہی بخش خطرہ سے اسلام کو ایسے نازک وقت میں بچا لیا تو کیا گناہ کیا بہرحال گروہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اپنے میں سے سعد بن عبادہ کو رسول اللہ کا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قریش اسکو ہرگز پسند نہ کرتے اُن کا مطالبہ تھا کہ ایک

امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے لیکن حضرت ابوبکر نے کمال دانشمندی سے فرمایا
نحن الامراء وانتم الوزراء - ہم میں سے امیر اور تم وزیر ہو +

اگر حضرت صدیق و عمر و ابو عبیدہ الجراح وہاں نہ پہنچ جاتے تو جنگ و جدال کی ایک ایسی آگ مشتعل ہو جاتی کہ تمام برکات اسلامی کو پھونک کر رکھدیتی +

حضرت صدیق نے خود اس مسئلہ پر اپنے ایک خطبہ سے روشنی ڈالی تھی فرماتے ہیں۔ واللہ ما کنت حریصاً علی الامارۃ یوماً ولا لیلۃ قط ولا کنت راغباً فیہا سئلتہا اللہ فی سر ولا علانیۃ ولکنی اشفقت من الفتنۃ ومالی فی الامارۃ راحۃ لقد قلدت امراً عظیماً مالی بہ من طاقۃ ولا ید الا بتقویۃ اللہ ۔

ترجمہ خدا کی قسم رات اور دن میں مجھپر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا جس میں خلافت کی میں نے حرص کی ہو یا کسی قسم کی میں نے [illegible] کی ہو یا کبھی پوشیدہ یا علانیہ اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی ہو لیکن صرف فتنہ و فساد کے خوف سے میں نے اسکو قبول کر لیا مجھے اس خلافت میں کسی قسم کی راحت نہیں ہے میری گردن میں ایک ایسے بھاری کام کا طوق ڈالا گیا ہے جس کی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد شامل حال ہو +

ان دونوں خطبوں کو غور سے پڑھیئے اور پھر آپکے عہد خلافت پر نظر ڈالیئے کہ آخر وہ کون سا نفع آپ کو اس سے حاصل ہو گیا۔ اور کیا راحت اس سے آپکو پہنچی +

نفع کی حالت یہ ہے کہ جس قدر قوت بازو سے کپڑے وغیرہ کی تجارت کر کے آپ نفع حاصل کرتے۔ اور اطمینان و فراغت سے زندگی بسر فرماتے تھے۔ خلافت کے بعد اس سے بھی محروم ہو گئے۔ قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کی طرح آپکا روزینہ مقرر ہوا ملاوہ اسقدر کم تھا کہ اچھی طرح کفایت بھی نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مال تجارت لیئے ہوئے بازار جا رہے تھے۔ رستہ میں حضرت عمر مل گئے۔ اور پوچھا کہ آپ کہاں

جارہے ہیں۔ آپ مسلمانوں کے امیر ہیں۔ انکے کاموں کے دیکھنے کیلئے مقرر کیے گئے ہیں یا تجارت کرنیکے لیے۔ آپنے فرمایا کہ آخر پھر کھاویں کہاں سے! مسلمانوں نے تو جس قدر مقرر کیا ہے وہ کافی نہیں ہے۔ تب حضرت اور دیگر صحابہ نے کہا چلئے ہم آپکا وظیفہ کافی طور سے مقرر کر دینگے۔ چنانچہ آپ واپس آئے۔ اسکے بعد اسقدر وظیفہ مقرر کر دیا گیا کہ بس پیٹ ہی بھرتا تھا اور کچھ پس انداز نہ ہو سکتا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل آزادی کے ساتھ خوب کماتے تھے اور خوب خرچ کرتے تھے۔ اسی طرح راحت کے عوض اور تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے۔ دن بھر مسلمانوں کے کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور شب کو پاسبانی اور غربا کی خبر گیری کے لیے تمام مدینہ کا چکر لگایا کرتے تھے۔ اور بہت کم آرام لینے کا موقع ملتا تھا۔ غربا کا سودا سلف خود لاتے۔ ان کے ہاں پانی خود بھرتے۔ اور ان کی ضرورتوں کا انصرام خود فرمایا کرتے تھے۔ غرضیکہ اس خلافت سے خود حضرت صدیق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور نہ ان کی اولاد کو کوئی نفع ہوا۔ آپنے خود اپنے بعد حضرت عمرؓ کو جانشینیٔ رسول اللہؐ کے لیے تجویز فرمایا حالانکہ اگر نفع دنیا مقصود ہوتا تو اپنے صاحبزادے کو مقرر فرماتے مگر ایسا نہیں ہوا۔

جس طرح عام لوگ زندگی بسر کرتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تنگی کے ساتھ آپ بھی زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ کوئی امارت و ریاست کا امتیاز تھا اور نہ تعیش و آرام کے سامان خلافت سے انکو ملے تھے۔ بالکل سادہ مزاج نہایت انکسار و تواضع کے ساتھ رہتے تھے۔ غریبوں کی خبر گیری خفیہ و علانیہ کرتے۔ بیماروں کی عیادت کو جاتے اور مسلمانوں کے مرنے میں عموماً ہر جگہ شریک ہوتے۔ آپ اسقدر رقیق القلب تھے کہ رسول اللہ کا ذکر آتے ہی رونے لگتے اور دوسروں کو بھی رلا دیتے تھے۔ مسلمانوں کے معاملات کا اس طرح فیصلہ کیا کرتے تھے کہ پہلے قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے۔ اگر اسمیں اس مسئلہ کے متعلق کوئی حکم نہ پاتے تو رسول اللہ سے

اگر کوئی حکم اسکے متعلق سُنا ہوتا تو اُسکے مطابق فیصلہ کرتے۔ اور اگر آپ کو خود کسی فرمودہ رسول کی اطلاع نہ ہوتی تو صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کیا تم لوگوں کو کوئی حکم رسول اللہ کا اسکے متعلق معلوم ہے؟ اگر وہ کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اُس نے ہم میں ایسے آدمی پیدا کیے ہیں جو رسول اللہ کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں۔ اور اگر صحابہ کو کوئی حدیث اسکے متعلق نہ معلوم ہوتی تو پھر شرفا اور اہلِ علم صحابہ کو جمع کرتے اور کثرت رائے پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ حضرت صدیق رضؓ افسران فوج کو جو حکم دیتے تھے اور اُن کی امارت کو جن شرائط کے ساتھ مشروط کر دیتے تھے۔ اُن کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسقدر رقیق القلب اور اسلام کے احکام کا احترام ہمہ وقت اُنکو ملحوظ رہتا تھا۔ آپنے تمام افسران کو لکھ بھیجا تھا کہ جہاد میں ان امور کا ہمیشہ لحاظ رکھیں کہ کوئی عورت اور لڑکا اور بڈھا نہ مارا جائے۔ کسی کی ناک کان نہ کاٹا جائے۔ راہب (عیسائی پادری) قتل نہ کیے جائیں اور نہ اُن کے معابد مسمار تباہ کیے جاویں۔ نہ کوئی پھل دار درخت کاٹا جاوے۔ اور نہ کوئی کھیت جلایا جائے کوئی آبادی بھی ویران نہ کی جاوے۔ جانوروں کی کوچیں نہ کاٹی جاویں۔ جو عہد دوسر اہل مذاہب سے کیا جائے اسمیں بد عہدی نہ کی جاوے۔ جو لوگ اطاعت کریں اُنکا جان مال مسلمانوں کے جان و مال کے برابر سمجھا جائے۔ اِن شرائط سے ناممکن تھا کہ کوئی شخص گریز کر سکے۔ یعنی صرف کہنے کے لیئے یہ شرائط نہ تھیں۔ بلکہ اُن پر ہمیشہ پورا عمل کیا گیا ہے۔ اِن سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اسلام نے جنگ کو کس قدر مہذب بنا دیا تھا۔ جو آج باایں ہمہ ادعائے تہذیب و شائستگی اُس کا عشر عشیر بھی عملاً کوئی ثبوت نہیں دیتا۔ گو زبانی بڑے بڑے دعوے کیے جاتے ہیں +

جناب صدیقؓ میں چند خاص خصوصیات تھیں جو دوسرے اصحاب میں نہیں پائی جاتیں۔ یعنی قرب قبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، رفاقت غار، رفاقت عرش لو

یہ کہ آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ اور والد سے لیکر پوتوں تک نے رسول اللہ کو دیکھا تھا۔ اسکے علاوہ آپ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن جمع کیا۔ سب سے پہلے خلیفہ ہوئے۔ اور اپنے والد بزرگوار کی حیات میں ہوئے۔

آپ کی ولادت عام الفیل کے دو برس چھ ماہ کے بعد ۵۷۳ء میں واقع ہوئی اور جمادی الاخری ۱۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ دو برس کچھ مہینے بعد رسول اللہ سے آپ پیدا ہوئے۔ اور سوا دو برس بعد آپ کا انتقال ہوا۔ اس طرح گویا اسی عمر میں آپ کا انتقال ہوا جس عمر میں حضور رسالت مآبؐ کی وفات ہوئی تھی یعنی ۶۳ سال میں۔ اور یوم وفات میں بھی اتفاق رہا یعنی دوشنبہ کے دن حضورؐ کا بھی وصال ہوا تھا اور حضرت صدیق اکبر کا بھی ۔

وفات کے وقت آپ کی زبان پر یہ آیۂ کریمہ تھی۔ توفنی مسلما والحقنی بالصلحین۔ جنازہ کی نماز حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں رسول اللہؐ کی قبر شریف کے برابر آپ دفن کیے گئے۔

عارف ہسوی

خطیب

ایک ہفتہ وار رسالہ کی حیثیت سے تو کبھی اپنا جواب نہ رکھتا تھا لیکن اب اخباری اعتبار سے بھی بے مثل ہے۔ اگر آپ مہینے میں چار دفعہ کسی ایسے پرچہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں جو رسالہ کا رسالہ ہو اور اخبار کا اخبار تو خطیب جاری کرالیں۔ یہ سب سے ضخیم ہوتا ہے۔ اسمیں کاغذ سب سے اچھا لگتا ہے۔ اسکی قیمت سب سے کم رکھی گئی ہے۔ نمونہ مفت منگائیے

المشتہر

منیجر خطیب [illegible] دہلی

حقیقت کی حقیقت

نظام المشائخ رجب ۱۳۳۶ ہجری میں ایک مضمون بعنوان "حقیقت" تحریرہ جناب مولوی رحمت علی صاحب بی اے ایل شائع ہوا ہے جس میں روح انسانی کی حقیقت اور اُسکی حالت بعد الموت پر کچھ فلسفیانہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ؁

ہر چند کہ مضمون نگار نے ایک جگہ اقرار کیا ہے کہ "اس قسم کے مسائل روحانی ہیں جہاں فلسفہ اور حکمت کا گزر نہیں کیونکہ فلسفہ عالم محسوس سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا اور نہ بڑھ سکتا ہے" پھر بھی ان مسائل کے متعلق جو کچھ بیان لکھا اس کی بنا اس خالص یونانی فلسفہ پر رکھی ہے جس کی راہ عقائد اسلام سے بالکل الگ تھلگ جا رہی ہے۔ اور اس بارے میں ان مسلمات صادقہ شرعیہ سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔ جو رکن ایمان ہیں اور جن پر عمارت اسلام قائم ہے ؁

چونکہ یہ مضمون عموماً ایک ایسی جماعت کے زیر مطالعہ جانے والا ہے۔ جن کو نظام المشائخ کے مذہب و مشرب پر کلی اعتماد ہے (اور یہ اعتماد بالکل بجا ہے) لہذا ان خیالات سے جو مضمون مذکور میں ظاہر کیے گئے ہیں۔ عقائد اسلام کے متعلق عوام الناس میں غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے پس یہ ضروری ہے کہ ان خیالات کی شرعی معیار سے مناسب تنقید کر دی جائے ؁

اس بات کا اظہار بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ مضمون کے مستدل لہجہ اور سلیقانہ انداز سے پایا جاتا ہے کہ مضمون نگار نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صاف نیت سے لکھا ہے جس میں اس ملحدانہ و زندیقانہ خیرہ سری کا کوئی شائبہ نہیں ہے جو بعض متعلمین فلسفیت و نیچریت کا شیوہ ہے۔ لہذا ہم نے جرح و قدح میں ناگوار لہجہ اختیار کرنا مناسب نہیں

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی

الموسوم بہ

سی پارۂ دل

اس کتاب میں خواجہ صاحب کے وہ تمام مضامین ہیں جو اجتک ہندوستان کے مشہور رسالوں اور اخباروں میں چھپے بعض مضامین تو وہ ہیں جو ناپید ہو گئے تھے اور ایک ایک اشرفی قیمت دینے پر بھی دستیاب نہ ہوتے تھے سنہ ۶ء میں ایک مجموعہ مضامین چھپا تھا مگر وہ ناتمام تھا، اس میں یہ نئے مضامین نہ تھے جو اس تازہ مجموعہ میں ہیں خواجہ صاحب نے اردو زبان میں ایک نئی وضع انشا پردازی کی ایجاد کی ہے، ہندو اور مسلمان دونو تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی دل پسند اور چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ کی سمجھ میں آنے والی، اور دل پر اثر کرنے والی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا، لہٰذا اگر کسی شخص کو اس کا ثبوت آنکھ سے دیکھنا ہو تو یہ مجموعہ مضامین منگا کر دیکھئے، عبارت آرائی، تصوف اور سوز و درد کا ایک باغ لگا ہوا نظر آئے گا، قیمت علاوہ محصول عہ ڈیڑھ روپیہ

انتخاب توحید

اخبار توحید میرٹھ کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے صرف پانچ مہینہ جاری رہا۔ مگر مقبولیت کی یہ کیفیت تھی کہ ہندوستان کا کوئی گاؤں اس کے ناظرین سے خالی نہ تھا، یہی وہ اخبار تھا جس کے ایک مضمون "کھو تکبیر" کو ہندو مسلمانوں نے بطور خود چھپوا چھپوا کر تقسیم کیا، اور اس طرح ایک کروڑ کے قریب اس کی اشاعت ہوئی، یہی وہ مضمون تھا جس کے ترجمے تمام ترکی عربی اخباروں نے شایع کئے اور باوجود ضبط ہو جانے کے ابتک ہزاروں آدمیوں کو حفظ یاد ہے اخبار توحید کے چیف ایڈیٹر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب تھے اور اس کے اکثر مضامین آپ ہی کے لکھے ہوتے تھے، یہ انتخاب اسی اخبار توحید کے مضامین کا ہے، جس میں خواجہ صاحب کے تمام مشہور مضامین یکجا کر دیئے گئے ہیں، قیمت علاوہ محصول صرف عہ

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

سترھویں نامہ

یہ حضرت امیر خسرو کی مختصر سوانحعمری ہے خواجہ صاحب کی ابتدائی تصانیف سے یہ کتاب ہے قیمت ہم علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشایخ دہلی

کرۂ مریخ کا سیّاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھ کر لے گیا

ہم نے اس کے سفرنامے میں سے جس قدر حصہ ہندوستان کے متعلق ملا، اپنی زبان میں لے لیا۔ اور چھاپ دیا،
ایسی مزیدار اور پرلطف کتاب ڈھونڈیئے گا۔ تو نہ پایئے گا۔ قیمت صرف چھ آنے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب،

قبروں کے غیبی نوشتے

جن کو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر حال نے پڑھ کر لکھا ہے اس میں حسب ذیل الواح مزارات ہیں
لوح مبارک مزار پر انوار سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و
لوح مزار ام المومنین حضرت بی بی خدیجہؓ، و لوح مزار حضرت علیؓ و لوح مزار حضرت امام حسینؓ و لوح مزار حضرت
بی بی زینب، و لوح مزار حضرت علی اکبر، و لوح مزار حضرت علی اصغر، و لوح مزار حضرت بی بی شہربانو، و لوح مزار
حضرت بلالؓ ان کے علاوہ لوح قبر یزید، ابولہب، ابوجہل، ابن زیاد و شمر، عمر سعد کی بھی لکھی ہیں، سب سے بڑی
جدت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مزار کے لیے پیشگی لوح رقم فرما دی ہے، قیمت ۸

المشتہر، منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

تم کب مروگے

یہ بات اگر چھ ماہ قبل معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اگر چاہتے ہو کہ پانی پر پھونک کر بلاء
سخت سے سخت امراض کو دور کرنے کی طاقت تمہیں حاصل ہو جائے اگر کسی کو اپنے
بس میں کرنا چاہتے ہو۔ اگر اپنے دل کی مراد بر لانے کے خواہشمند ہو اگر دنیا میں کامیاب
زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو آج ہی دی پی ایس سی جوائل ٹریننگ اینڈ ہیلنگ
انسٹی ٹیوٹ لاہور کو ۔/ کا ٹکٹ بھیج کر یا بیرنگ کی اجازت دیکر ایک عجیب و غریب کتاب مفت منگوالو

سمجھا۔ لیکن ایک مضر بات اگرچہ نیک نیتی سے کہی گئی ہو۔ جب اس کا ضرر متعدی
ہے تو اسکا رفع و دفع لازم ہے ۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

اس مضمون میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ پیکر جسمانی روح انسانی کی سواری ہے
جو اصلی انسان ہے۔ اگر سواری ضائع ہو جائے اور سوار سلامت رہے تو سواری
اور مل سکتی ہے۔ اور سوار سے کام لیا جا سکتا ہے۔ یہی حالت اگلی زندگی کے ثواب
عذاب کی ہے کہ اصلی انسان کو راحت و رنج پہنچنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے
کہ یہی جسم قائم رہے جو عالم عنصری میں اسکی سواری یا بمنزلہ آلہ کے تھا۔ بلکہ کوئی
دوسرا جسم ہو سکے تب بھی ایسا ہو سکتا ہے "۔

لطف کی بات یہ ہے کہ مضمون نگار صاحب نے اس مضمون میں ایک جگہ تناسخ
کی بڑے زور سے تردید کی ہے۔ حالانکہ دعوے مذکورہ جو ان کے سارے مضمون
کا مدار ہے۔ خود تناسخ کی جان ہے۔ قائلین تناسخ کہتے ہیں کہ روح ایک جسم کو
چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتتی ہے۔ مضمون نگار صاحب
ایک طرف تو اسکو مانتے نہیں۔ اور دوسری طرف خود ہی دعوے کرتے ہیں کہ روح کو
جزائے اعمال میں جو رنج و راحت پہنچانا ہو وہ دوسرا جسم دے کر پہنچایا جا سکتا ہے
کیا خوب! گویا تناسخ کچھ اور ہوتا ہے!!

مذکورہ بالا دعوے سے حشر اجساد کا صاف انکار ہوتا ہے جو اسلام کا
ایک مسلمہ و مقبولہ عقیدہ ہے۔ اور جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کو ہر شخص اپنے
سابقہ جسم کے ساتھ۔ اصلی اجزا کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔ اور جو صفت ایمان
کا ایک ضروری رکن ہے ۔

صفت ایمان کا سمجھنا اور مان لینا اور یاد رکھنا ہر مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ نماز روزہ وغیرہ فرائض کا درجہ اسکے بعد آتا ہے۔ اگر صفت ایمان کو ایک مسلمان نہیں جانتا تو وہ صحیح معنی میں مسلمان نہیں ہے۔ اسکی مسلمانی کی بنیاد کالعدم ہے۔ وہ بالکل غلط فہمی سے اپنے آپ کو زمرہ اسلام میں داخل سمجھ رہا ہے ایک شخص خواہ شب بھر نمازیں پڑھتا رہے یا عمر بھر روزے رکھے، یا اپنے مال زکوٰۃ سے کئی مسلم یونیورسٹیاں قائم کردے یا "الاسلام والمسلم، الاسلام دین الفطرة حقیقت رسالت، اسوۂ نبوی، فطرۃ اللہ وغیرہ عنوانوں پر ہلچل ڈال دینے والے مضامین لکھ ڈالے۔ یا دل ہلا دینے والے لیکچر دیتا رہے۔ لیکن جب صفت ایمان پر اس کی پوری توجہ نہیں تو یہ فضائل ہرگز اسکے مسلمان ہونے کے لئے شفیع نہیں ہو سکتے"

صفت ایمان سات چیزوں کے دل سے مان لینے کا نام ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ یعنی میں ایمان لایا اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر۔ اور اسکی کتابوں پر اور اسکے پیغمبروں پر اور اگلے جہان پر اور تقدیر الٰہی پر۔ اور مرنیکے بعد زندہ کیے جانے پر"

ہماری بحث سب سے آخری جملہ یعنی والبعث بعد الموت سے متعلق ہے یعنی موت کے بعد زندہ کیا جانا۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جسکے معنی پر یقین کرنا رکن ایمان ہے۔ اور جسپر صحیح معنوں میں یقین کیے بغیر کوئی شخص پورا مسلم و مومن نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اس تغیر حالت سے نکالکر جسکو موت کہتے ہیں۔ دوبارہ موجودہ قسم کی زندگی میں داخل کیا جائے گا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ صرف روح کو زندہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اسپر تو موت طاری ہی نہیں ہوتی

لامحالہ یہاں کسی ایسی چیز کا زندہ کرنا مقصود ہے جس پر موت طاری ہوئی ہو اور وہ صرف جسم ہے۔ اور نہ یہ مراد ہے کہ روح کو کسی اور جسم سے متقارن کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نئے جسم پر جب موت ہی طاری نہیں ہوئی تو اس پر بعث بعد الموت کیسے صادق آئے گا۔ پس اس جملے سے مقصود شریعت یہی ہے اور یہی حق بھی یہی ہے کہ موجودہ جسم اور جان کا تعلق دائمی و ابدی ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ہاں کچھ عرصہ کے لیے اس تعلق میں ایک قسم کا تغیر آ جائے گا جس کو موت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اسکے بعد پھر وہ ساعت عظیمہ آئے گی کہ ان دونوں کے درمیان سابقہ تعلق تازہ ہو جائیگا امام غزالی فرماتے ہیں۔ الذی تشہد له طرق الاعتبار و تنطق به الآیات و الاخبار ان الموت معناه تغیر حال فقط آگے چلکر لکھتے ہیں و معنی مفارقتها للجسد انقطاع تصرفها عن الجسد بخروج الجسد عن طاعتها۔ اسکے بعد فرماتے ہیں۔ الی ان تعاد الروح الی الجسد ولا یبعد ان تعاد الروح الی الجسد فی القبر ولا یبعد ان تؤخر الی یوم البعث (احیاء العلوم جلد رابع کتاب ذکر الموت)

ترجمہ غور و فکر سے جو بات ثابت ہوتی ہے اور آیات و احادیث جو کچھ بتاتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ موت صرف تغیر حال کا نام ہے۔ اور جسم سے روح کے نکل جانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ روح کا جسم میں تصرف بند ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ جسم اسکی اطاعت سے نکل جاتا ہے حتی کہ ایک دن یہ روح اسی جسم میں لوٹا دی جائیگی۔ اور یہ بات بعید نہیں کہ قبر ہی کے اندر روح جسم میں داخل کر دی جاتی ہو۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ اس کا یہ ادخال یوم قیامت تک ملتوی رکھا جاتا ہو۔"

شرح عقائد نسفی جو گویا اہل سنت والجماعت کے عقائد مسلمہ کی مفصل فہرست ہے عقیدہ بعث کے متعلق اسکی عبارت حسب ذیل ہے :۔

والبعث وهو ان یبعث الله تعالی الموتی من القبور بان یجمع اجزاءهم الاصلیة

ویحیی الارواح المیھا حق" ترجمہ بعث یعنی دوبارہ زندہ کیا جانا حق ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو قبروں سے اس طرح اٹھائے گا کہ ان کے اصلی اجزا کو جمع کرکے ان میں ارواح دوبارہ ڈال دے گا +

مذکورہ کتاب میں اس دعوے کی دلیل کے طور پر ذیل کی دو آیتیں پیش کی گئی ہیں :-

(۱) ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝ پھر تم روز قیامت میں دوبارہ اٹھائے جاؤ گے :-

(۲) قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۔ اے پیغمبر! کفار منکرین بعث سے کہدو کہ مُردوں کی بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ بھی کرے گا جس نے انکو پہلے پیدا کیا تھا +

اس آیت نے عقیدہ اسلام کی کس صفائی کے ساتھ توضیح کردی ہے کہ قیامت کے دن جس بدن کے اندر روح ہوگی وہ یہی بدن ہوگا جو آج اس دنیا میں ہے۔ اگرچہ اس وقت تک اُسکی ہڈیاں امتداد زمانہ کے باعث بوسیدہ ہو چکیں گی مگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اُن میں ازسرنو جان ڈال دے گا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اُس نے ان ہڈیوں کو عدم سے موجود کردیا تھا۔ تو یہ امر اُسکے لیے کیا مشکل ہے کہ ان منتشرہ اجزار کو جو کسی نہ کسی جگہ اور کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں جمع کرکے پھر سابقہ صورت بخشدے۔ مدعیانِ فیلسوفیت ونیچریت (بشرطیکہ انکے قلوب پر الحاد وزندقہ کا اسقدر میل نہ جم گیا ہو کہ وہ قدامت مادہ کے قائل ہو گئے ہوں) غور کریں کہ جب ایک طرف وہ اللہ تعالیٰ کو خالق مطلق تسلیم کرتے ہیں جس نے تمام کائنات کو عدم سے موجود کردیا ہے۔ تو اب اس خیال پر کونسی چیز ان کو مجبور کررہی ہے کہ اجسام موتیٰ کو دوبارہ زندہ کرنے سے خداوند تعالیٰ معاذ اللہ عاجز ہے +

کلام اللہ شریف کے اس صاف صاف فیصلہ کے بعد حشر روحانی کا معتقد ہونا۔ یا ارواح محشورہ کا ان اجسام کے سوا جدید اجسام کے مقارن ہونا یقینی سمجھنا کلام اللہ شریف کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ اعاذ نا اللہ منہ۔ کتاب اللہ کے ایسے واضح و اظہر بیان کی موجودگی میں اپنی ذاتی رائے کو وقعت دینا اور اسے اپنے دل و دماغ میں سے لیکر حوالہ قلم کرنا ایک خطرناک جسارت ہے۔

یہ بات صاحب مضمون کے دل نشین ہو چکی ہے کہ موجودہ جسم عنصری کا تعلق صرف موجودہ زندگی تک محدود ہے۔ اسکے بعد روح اس سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سبکدوش ہو جاتی ہے۔ اور اس حالت میں اُسکے پاس اور ہی قسم کے کان ناک آنکھیں ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا ہوتے ہیں جنسے وہ سنتی، سونگھتی، دیکھتی، ٹٹولتی، چلتی پھرتی ہے۔ یہ اعضا موجودہ جسمانی اعضا سے جداگانہ ہیں۔ یہ خیال بھی دینی تعلیمات سے بیگانہ ہے۔ دین کی تعلیم یہ ہے کہ ان الاعضاء آلات للروح تستعملها حتے انها لتبطش باليد وتسمع بالاذن وتبصر بالعين وتعلم حقيقة الاشياء بالقلب والقلب ههنا عبارة عن الروح والروح تعلم الاشياء بنفسها من غير آلة وكذلك قد يتالم بنفسه بانواع الحزن والغم والكمد ويتنعم بانواع الفرح والسرور وكل ذلك لا يتعلق بالاعضاء فكل ما هو وصف للروح بنفسها فيبقى معها بعد مفارقة الجسد وما هو لها بواسطة الاعضاء فيتعطل بموت الجسد الى ان تعاد الروح الى الجسد۔ (احیاء العلوم)

ترجمہ اعضاء روح کے آلات ہیں۔ جنسے وہ کام لیتی ہے چنانچہ ہاتھ سے وہ گرفت کرتی ہے۔ کان سے سنتی ہے، آنکھ سے دیکھتی ہے اور دل سے اشیاء کی حقیقت کو سمجھتی ہے۔ دل سے یہاں خود روح مراد ہے۔ اور روح کو اشیاء کا علم خود بخود بلا مدد آلات ہوتا ہے۔ اسیطرح وہ خود بخود ہر قسم کے غم و الم محسوس کرتی

اور ہر طرح کی فرحت و مسرت سے لطف اٹھاتی ہے۔ اور یہ تمام امور اعضاء سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ پس جس فعل سے روح بنفسہا موصوف ہے (مثلاً غم و خوشی) وہ ترک جسم کے بعد اسکے ساتھ رہتا ہے۔ اور جو فعل بذریعہ اعضا سرزد ہوتا تھا (مثلاً گرفت، کلام وغیرہ) وہ جسم کے مرجانیکے بعد معطل ہوجاتا ہے اور اس وقت تک معطل رہیگا کہ روح دوبارہ جسم کے اندر ڈالی جائے گی۔

مذکورہ اسلامی تعلیم سے عیاں ہے کہ روح کے لیے جداگانہ اعضاء کوئی نہیں ہیں۔ موجودہ اعضاء ہی اسکے آلات ہیں۔ یہ اعضاء جب تک اس سے الگ ہیں تو اسکے افعال بھی معطل ہیں۔ اور جب اس کا تعلق ان اعضاء سے تازہ ہوجاتا ہے تو اس سے دوبارہ افعال سابقہ سرزد ہونے لگتے ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہم ان افعال کی نہج و نوعیت پر زبان اظہار کھولنے سے عاجز ہیں۔ اس کا علم اللہ کو ہے۔

صاحب مضمون کو اس امر کا اعتراف ہے کہ قبروں میں اجسام موتی حرق و غرق و لدغ حشرات الارض وغیرہ عذاب پہنچائے جاتے ہیں۔ لیکن انکو مشکل یہ آ کر پڑی کہ مرنیکے بعد روح و جسم میں کسی قسم کا ادنی سے ادنی تعلق بھی ان کے نزدیک مسلم نہیں۔ پس خالی پوست و استخوان سے یہ بدسلوکی روح مجرم کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ اس اعتراض سے وہ عجیب پرلطف تاویل کے ساتھ مخلصی حاصل کرنے کی کوشش فرمارہے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

کسی شخص کو سانپ ڈس لیتا ہے۔ وہ اس سانپ کو مار ڈالتا ہے اس حالت میں مارگزیدہ کا عزیز پہنچ جاتا ہے اور غیظ و غضب میں اٹھکر مردہ سانپ کو پیٹنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسکا وجود بھی اسکی آنکھوں میں کھٹکتا ہے اور اپنے غصے کو اس طرح ٹھنڈا کرلیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گو حقیقی عذاب تو اصلی روح ہی کو ہوگا مگر خداوند تعالی کو اس خبیث کا وجود خاکی بھی برا لگتا ہے لہذا اسکے غضب کا اثر

اِس شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے کہ اُسے بھی آگ میں جلایا جائے۔ یا سانپوں سے ڈسوایا جائے"۔

سبحان اللہ! کیا مضحکہ خیز تاویل ہے۔ ہڈیوں کے ساتھ یہ بدسلوکی۔ جس سے بعقیدہ مضمون نگار روح کو کوئی ایذا نہ پہنچتی ہو۔ اور جو اپنے اثر و نتیجہ کے لحاظ سے صرف سانپ کی لکیر پیٹنے کے مترادف ہو۔ خداوند قدیر و حکیم کے ساتھ ایسے لایعنی و بیہودہ افعال منسوب کر رہی ہے جو ایک کم حوصلہ و مغلوب الغضب آدمی ہی سے شدتِ طیش کے وقت سرزد ہوتے ہیں تعالی اللہ عن ذٰلک علوًا کبیرا۔ ایسے افعال بقول نصیر الدین طوسی و محقق دوانی ایک روی الاخلاق انسان کے لئے بھی موجب شرم ہیں۔ چہ جائیکہ ان کو اللہ کے ساتھ منسوب کیا جائے۔ و اما رذالت قوت غضبی چوں خشم گرفتن در غیر محل مثلاً از جمادات و بہائم یا اطفال و کسیکہ در حکم ایشاں باشد یا بچیزیکہ موجب غضب نباشد۔ (اخلاق جلالی)

صاحب مضمون نے موت کے بعد روح کے جسم سے مستغنی و منقطع العلائق ہونے کی نظیر کے طور پر اخ الموت یعنی خواب کی کیفیت کو پیش کیا ہے۔ اور بڑے زور سے لکھا ہے:۔

"دیکھئے خواب میں انسان چلتا ہے مگر اِن پاؤں سے نہیں۔ دیکھتا ہے مگر ان آنکھوں سے نہیں۔ کھاتا، پیتا، لذت اٹھاتا ہے مگر اِس جسم سے نہیں۔ خواب میں اسکے اور ہی ہاتھ اور ہی پاؤں اور ہی آنکھ کان ناک ہوتے ہیں"۔

اِس عبارت سے پایا جاتا ہے کہ صاحب مضمون کے نزدیک خواب گذشتہ ماضی و مستقبل واقعہ کی تصویر نہیں بلکہ خود واقعہ ہوتا ہے۔ خواب کا چلنا، دیکھنا، سُننا، سونگھنا وغیرہ اِن عنصری جوارح کے افعال کی حکایت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود حقیقی و واقعی افعال ہیں جو روح سے ایک جداگانہ زبان، آنکھ، کان

ناک وغیرہ اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ اعضائے عنصری نیند میں بحالت استراحت ہوتے ہیں۔ صاحب مضمون کے نزدیک خواب کو تخیل سمجھنا غلطی ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:۔

"خواب میں آئندہ آنے والے واقعات ہوبہو دکھائی دیے جاتے ہیں جو اس سے پہلے کبھی پیش نہ آئے تھے۔ ان پر تخیلات بیداری کا اطلاق بے جا ہے۔ تخیل گزشتہ واقعہ دکھا سکتا ہے"۔

اسکے بعد واقعات مستقبلہ کے متعلق خواب کے چند ایسے نظائر بیان کرکے جو اکثر سچے خواب دیکھنے والوں کو پیش آتے رہتے ہیں ذیل کا نتیجہ نکالا ہے:۔

"اب اس قسم کے رویا میں جو واقعات پیش آئے ظاہر ہے کہ یہ ہاتھ پاؤں آنکھیں اور جسم تو کہیں چل کر نہیں گئے نہ ان کا یہ فعل تھا پھر کون سے اعضا تھے جو اصل انسان کے ادراک کا باعث ہوئے۔ ضرور کوئی اور ہاتھ پاؤں آنکھ زبان ہونگے جنہوں نے یہ سب کام کیے"۔

فطرت انسانی کے لطائف کا مطالعہ کرنے والے اصحاب غور فرمائیں کہ صاحب مضمون کا خیال کدھر سے کدھر جا نکلا۔ ان سے کوئی پوچھے کہ خواب کے افعال اگر افعال واقعیہ ہیں تو انپر آثار مترتب ہونے چاہئیں اور ان سے نتائج پیدا ہونے لازمی ہیں۔ ایک شخص خواب میں زنا کا مرتکب ہوتا ہے۔ اگر اس کا یہ فعل واقعی تھا تو کیوں نہیں وہ سزا پاتا۔ ایک سفر پر گئے ہوئے عزیز سے ہم خواب میں ملاقات کرتے ہیں۔ دونوں میں بات چیت ہوتی ہے۔ اگر وہ تکلم ہماری کسی خاص قسم کی روحانی زبان کا فعل واقعی تھا تو اسکی خارج میں حقیقت ہونی چاہیئے۔ اور ہمارے عزیز مخاطب کو اسکا علم ہونا لازمی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں

موت ایک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر،

حیاتِ بعد الموت

جس کا

انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میریٹ کی

کتاب

دیر از نو ڈیتھ

سے

مسٹر اختر محمد خان صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے

ضخامت قریباً ۶۰۰ صفحات اصل قیمت چار روپے للعہ

۲۹۔ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ تک درخواست کرنے والوں کو صرف عہ میں دیجائے گی بشرطیکہ وہ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا اس اعلان کا حوالہ دے کر وی پی منگوائیں،

محصول بہر صورت بذمہ خریدار

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ امین سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھ کر بھیجے تھے، ان اسباق میں خانگی کی وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروج ہیں، اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے، کہ ہندو مسلمان عورت صرف یہ ایک کتاب پڑھ کر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہیں، اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے ان کو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہے چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں، دین، تعلیم و تربیت، دفتری ناک، میاں، بیوی، بچے، ادب، خلق، بیاہ شادی، غمی نذر و نیاز، رسمیں، مکان کھانا پینا، کپڑے، بیویاں، محرم، پیر، مسلم لیگ، کانگریس،

یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں، جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئے ہیں، سب نے تسلیم کر لیا ہے، کہ عورتوں کے لیے یہ اکیلی کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے، ہندوستانی گھر میں خواہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے، یہ ایسی کام کی کتاب ہے، کہ زکوٰۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہئے، کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کے ساتھ گھر چلانا آجائے گا، شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنے کا شوق پیدا ہو جائیگا، جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیئے، اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی قیمت ۱۲؍ بارہ آنے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی لائف آجتک اردو زبان میں کوئی اچھی قابل قدر نہ تھی جس سے مسلمانوں کو سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا، خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ کرشن بیتی لکھ کر یہ کمی پوری کر دی، ہر موقع کی عکسی تصویریں بہت کثیر سے حاصل کر کے اس میں شریک ہوئی ہیں، عبارت ادبی دلربا تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے، نہایت اعلیٰ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھپی ہے، قیمت مجلد دو روپے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

ہوتا ہے۔ غرض خواب کی کیفیت کو واقعہ کی تصویر کے بجائے واقعہ تسلیم کرلینے سے اس قسم کے ہزاروں محالات لازم آتے ہیں۔ جن کا کوئی جواب نہیں یہ صاحب مضمون کی صریح غلطی ہے کہ انہوں نے خواب کو واقعہ تسلیم کیا۔ حالانکہ وہ محض ایک حکایت واقعہ ہوتی ہے جس کی تفصیل ہم ذیل میں حوالۂ قلم کرتے ہیں۔ وَ بِاللہِ التَّوفِیقِ وَھُوَ اَعلَمُ بِالصَّوَابِ ؁

عالم کائنات میں جو واقعات ہو چکے ہیں اور جو آئندہ ہونگے۔ اللہ تعالےٰ کا وسیع علم ان سب پر حاوی ہے۔ اسکے پیش مستقبل کے حالات عین بعین اسی طرح واضح ولائح ہیں۔ جس طرح ماضی کے اس نے اپنے خزانۂ علم میں سے قطرہ کا کوئی ہزارواں یا اس سے بھی کم حصہ اپنی مخلوق انسان کو بھی بخشا ہے مگر صرف حال و ماضی کے متعلق۔ مستقبل کا علم اسکے آگے بالکل راز سربستہ رکھا ہے۔ قدرت نے اسکے آگے واقعات کی کتاب رکھدی ہے مگر آنکھ کو صرف اتنی ہی طاقت بخشی ہے کہ جو صفحہ سامنے آئے اس کا مطالعہ کرسکے۔ یا جو صفحات پیچھے الٹ چکے ہیں۔ ان کا سبق دہرا سکے۔ بعد بس۔ قدرت نے انسان کے صرف ایک ہی پہلو میں وہ آنکھیں لگائی ہیں جن سے وہ اپنی پچھلی مسافت کا نظارہ کرسکتا ہے۔ اور دوسری سمت کے نظارے کے لیے اسکو کوئی آنکھ نہیں دیگئی۔ اگر وہ علام الغیوب وہ قادر مطلق چشم مستقبل بیں انسان کو دینی چاہتا تو دے سکتا تھا۔ مگر اسکی حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ انسان مستقبل سے بے خبر ہے۔ اسی سے نظام عالم کا شیرازہ منضبط رہ سکتا تھا۔ اور اسی حالت میں ہمت، ارادہ، شوق، امید، غرض وغیرہ کے اولو العزم کارندے کاروبار عالم کو سرگرم رکھ سکتے تھے۔ اگر عالم کا آئندہ نقشہ لمحہ بھر کے لیئے بھی عام نگاہوں کے سامنے آویزاں کردیا جائے تو یہ ٹوٹ جائیں۔ ارادے اور شوق محو ہوجائیں۔ اغراض و توقعات کے سررشتے

کٹ جائیں۔ تخت الٹ جائیں۔ تاج پامال ہو جائیں۔ مطلع امن تاریک ہو جائے اور نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ اندلس کے طلسمی برج کے اندر آئندہ عربی یورش کا نظارہ متحرک طلسمی تصاویر کے ذریعہ دیکھکر جو حالت تاجدار اندلس اور اسکی فوج کی ہوئی وہی حالت سارے جہان کی ہو جاتے۔

باایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے قلب انسانی کو ایک مستقبل بین آنکھ بخشی ہے جسکے آگے کتاب مستقبل کے بہت سے ایسے صفحات کھلے رہتے ہیں جن پر عام لاعلمی کا حجاب پڑا ہوا ہے۔ یہ آنکھ تمام جوارح ظاہر کے معطل ہونے کے وقت اپنا کام کرتی ہے۔ اور مستقبل کے تاریک پردے سے گزر کر آئندہ واقعات کا عکس اڑاتی ہے۔ وہ جو کچھ دیکھتی ہے محض تصورات و تخیلات ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے فاضل مضمون نگار صاحب کا یہ کلیہ بالکل غلط اور مہمل ہے کہ تخیلات صرف ماضی کے متعلق ہی ہو سکتے ہیں بلکہ یہ آنکھ مستقبل کے تخیلات بھی فراہم کرتی ہے۔ اگر وہ تخیلات نہیں بلکہ واقعات ہوں تو ان پر وہ محالات لازم آتے ہیں جن کا ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں۔ غرض خواب میں خواہ کسی کے پاؤں لندن تک حرکات رفتار کرتے چلے جائیں۔ خواہ اسکی زبان ایک دفتر تقریر ادا کر ڈالے۔ خواہ اسکے ہاتھ اپنی بیعزتی سے صفوں کی صفیں پیوند خاک کر دے۔ یہ افعال پاؤں، زبان اور ہاتھ وغیرہ کے ہرگز نہیں ہونگے۔ بلکہ صرف اس چشم مستقبل بین کا فعل ہے۔ جس نے ان افعال کا صرف ایک عکس اخذ کر لیا ہے۔ دیکھو آئینہ کے اندر دریا۔ باغ ابر و فلک۔ کوہ و دشت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ مگر یہ چیزیں ہرگز بعینہ اسکے اندر سمائی ہوئی نہیں ہوتیں بلکہ ان چیزوں کا ایک نقشہ ہوتا ہے ایک نقل ہوتی ہے ایک حکایت ہوتی ہے۔ مضمون نگار صاحب کو یہ صرف دھوکا لگا ہے کہ خواب میں لندن تک جانا کسی روحانی پاؤں کا ایک واقعی فعل تھا

اور بولنا کسی روحانی زبان کی سچی بلاغت فرمائی تھی۔ نہیں بلکہ یہ سب کچھ آئینہ قلب کا ایک سچا عکس تھا۔ اصل وحقیقت نہ تھی +

ہم نے خواب کی جو اصلیت لکھی ہے وہی شریعت کی تعلیمات کے مطابق ہے عربی میں "نبا" کے معنی ہیں خبر۔ اور نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا اور نبوت کے معنی ہیں خبر دینے کا منصب۔ اصطلاح میں جو انسان کامل اپنی اعلی سرشت اور اللہ تعالی کی بخشی ہوئی عطیہ کی بدولت ایسے واقعات وحالات کی خبر دینے کی طاقت رکھتا ہو جو مستقبل دنیا اور غیب آخرت سے متعلق ہوں اور جن کی خبر رسانی سے عالم انسانی کی اصلاح وبہبود مقصود ہو وہ نبی ہے اور اس کی یہ خبر رسانی کا منصب نبوت ہے گویا نبوت سے مقصود ایک طرح کی خبر رسانی ہے۔ اب دیکھئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئیں۔ صحابہؓ نے سوال کیا مبشرات سے کیا مراد ہے۔ فرمایا سچے اور اچھے خواب +

اس حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث سے عیاں ہے کہ شرع نے خواب کو صرف کسی آئندہ واقعہ کی اطلاع وخبر مانا ہے نہ کہ خود واقعہ وحادثہ +

مضمون ما نحن فیہ میں سے صرف بعث الموت اور خواب کے متعلق ہم کچھ التماس کر سکے۔ وہ بھی مختصر۔ ورنہ کئی باتیں اور بھی قابل بحث تھیں ٥

اندکے با تو بگفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

حکیم عرشی

حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بہلول کی بات چیت

زنہار نہونا طرف اِن بے ادبوں کے ۔۔۔ رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد

بغداد کا رہنے والا ایک غریب آدمی کسی ضرورت سے اپنے گھر کی انگنائی کھود رہا تھا جو اُسی خاک میں چمکتی ہوئی ایک چیز دکھائی دی۔ بیچارے نے خوش ہوکر اُسے اُٹھالیا۔ پانی سے دھویا تو معلوم ہوا بہت شفاف اور چمکدار ہے۔ دراصل وہ شیشہ کا ایک ٹکڑا تھا۔ وہ نادان اُسکے دَل کو دیکھکر ہیرا سمجھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا نصیب جاگ اُٹھے۔ خدا نے چھپر پھاڑکر دولت دیدی۔ اُسے روئی میں لپیٹا اور ایک بہت خوبصورت ڈبیہ میں رکھکر جوہری بازار میں لیگیا۔ اور ایک نامی جوہری کو دکھاکر کہا۔ اِسکی قیمت آنک دیجیے۔ جوہری نے شیشہ کے ٹکڑے کو ایک نظر دیکھکر جلدی سے روئی میں لپیٹ کر اس شخص سے کہا۔ لیجیے اِسے اپنے پاس رکھیے۔ دیکھیے حضرت امیرالمومنین خلیفہ کی سرکار کے یہ ناظر بیٹھے ہیں۔ زبیدہ بیگم نے کچھ جواہر منگائے ہیں۔ اِس کام سے فارغ ہولوں تو آپکے جواہر کو دیکھ بھال کر مول بتادونگا۔ تھوڑی دیر میں ناظر چلاگیا تو جوہری نے اُس نادان سے کہا کہ آپ کا یہ نگینہ بڑا قیمتی ہے۔ میرے پاس یا بازار میں کسی جوہری کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے جو اسکے بدلے میں دیکر اسے لیلیں۔ اسوقت تو آپ اِسے گھر لے جائیے اور حفاظت سے رکھیے۔ جب موقع ہوگا تو میں اسے خلیفہ کی سرکار میں بکوادونگا۔

وہی شخص میں ایک غریب آدمی ہوں یہ بک جاتا تو میرا کام چلتا ۔

جوہری ۔ کام چلنے کی صورت یہ ہے کہ میری دکان پر صرف بیٹھے رہنے کی نوکری کر لیجئے ۔ روپیہ روز میں آپ کو دیا کروں گا ۔ اور وقت پر آپکے نگینہ کے منہ مانگے روپے دلوا دوں گا ۔ میری دکان پر بعض بدمعاش بھی آجاتے ہیں اور وہ دیکھنے بھالنے کے بہانہ سے چھوٹا موٹا موتی یا کوئی جواہر اڑا لیجاتے ہیں ۔ بس آپ بیٹھے بیٹھے اُنکے ہتکنڈوں کو تاڑتے رہا کیجیے ۔ مجھے ایک آدمی کی ضرورت بھی تھی ۔ یہ شخص اپنی جان سے تنگ ہو رہا تھا جوہری کا یہ مشورہ اُسے غنیمت معلوم ہوا اپنا خیالی نگینہ تو اُسنے اپنی بیوی کو سونپا ۔ اور دوسرے ہی دن سے جوہری کی دکان پر حاضر رہنے لگا ۔ جوہری شام کو اسے ایک روپیہ دیدیتا اور یہ خوش خوش اپنے گھر آتا ۔ اس طرح سال بھر گزر گیا ۔ اور یہ نادان آدمی جواہر دیکھتے دیکھتے خود جوہری بنگیا اور ہر قسم کے بیش قیمت نگینوں کے آب اور رنگ ڈھنگ کی اُسے پہچان ہو گئی ۔ اور جوہری کو بھی یقین ہو گیا کہ اس بھولے بھالے انسان کو اس کام میں پوری سمجھ ہو گئی ہے تو اُس سے کہا ۔ کل صبح آپ اپنا نگینہ لیتے آیئے ۔ خلیفہ کو اُس جیسے جواہر کی ضرورت ہے ۔ یہ بات سن کر وہ شخص پھولا نہ سمایا ۔ رات کاٹنی اُسے دوبھر ہو گئی ۔ صبح ہی ڈبیہ لیکر جوہری کی دکان پر پہنچا ۔ جوہری نے کہا ۔ اسے کھولیے ۔ اور کانٹے میں رکھکر تولیے ۔ چونکہ اب اُس شخص کو جواہر کے کام میں نگاہ پیدا ہو گئی تھی ڈبی سے نکالتے ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ جسے میں ہیرا جانتا تھا وہ کانچ کا ایک بھدا ٹکڑا ہے ۔ اس کا دم نیچے کا نیچے اور اوپر کا اوپر تھا ۔ شرم کے مارے دیر تک سناٹے میں رہا ۔ پھر جوہری سے کہا میری خطا معاف فرمایئے

جوہری ۔ تم نے خطا تو کچھ نہیں کی ۔ البتہ انجان تھے ۔ اسکی پہچان نہ تھی کہ کانچ اور ہیرے میں کیا فرق ہے ۔ اگر میں تم سے کہتا کہ یہ دو کوڑی کی

چیز ہے تو تم یقین نہ لاتے۔ اور میری طرف سے بدگمان ہوجاتے۔ اس واسطے میں سے نوکر رکھ لیا۔ اور دل میں سمجھ لیا کہ جواہر پرکھتے پرکھتے تم آپ ہی خبردار ہوجاؤگے۔ بارے شکر ہے کہ تم جوہری بن گئے۔ میری کوئی آل اولاد نہیں ہے میں تمہیں اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ میرے بعد میرے مکان اور میری دکان کے تم ہی مالک ہو۔

یہی حال کامل مرشدوں کا ہے۔ وہ اپنے اناڑی مریدوں کو بگڑنے نہیں دیتے ہیں۔ اور اُن کی روحانیت کو سنبھال لیتے ہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مریدوں کی ایک جماعت کو چلہ میں بٹھایا جب چلہ ختم ہوا تو آپ نے ایک باطنی نظر اُنکے دلوں پر ڈالی۔ معلوم ہوا کہ اُنکی طبیعتوں پر سے غرور اور نخوت کا زنگ دور نہیں ہوا۔ اور اس مجاہدہ نے اتنا اثر کیا کہ ہر شخص اپنی نادانی سے یہ سمجھنے لگا کہ میں قطبیت کو پہنچگیا ہوں۔ آپ کو بڑا ملال ہوا۔ بہت دیر تک آپ خدا کی درگاہ میں دعا فرماتے رہے اور پھر گردن جھکا کر مراقبہ میں بیٹھگئے عالم غیب سے کچھ اشارہ ہوا۔ اور آپ اپنی خانقاہ سے نکلکر ایک جانب کو چلے صبح کا وقت تھا۔ نسیم کے ٹھنڈے جھونکے نہ صرف گلشن اور چمن میں گل و سنبل کو تروتازہ کرتے تھے بلکہ اُنکے اثر سے دلوں کے کنول بھی کھلے جاتے تھے آپ کو باہر جانے کیواسطے آمادہ پاکر چلہ کھینچنے والی جماعت بھی آپ کے ساتھ ہوئی آپ نے اُن کی طرف دیکھکر فرمایا۔ ذرا بہلول کو تو دیکھو کہاں ہیں۔

ایک مرید۔ حضور آپ بہلول کا کیا کرینگے وہ تو ایک پاگل شخص ہے۔

حضرت جنید۔ نہیں نہیں۔ تلاش کرنا چاہیئے کہ حضرت بہلول کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے اُن سے کچھ کام ہے۔ حضرت جنید کا کہنا اُن لوگوں کو ناگوار گزرا۔ مگر آپ کے ڈر سے پوچھ گچھ شروع کی۔ ایک راہگیر نے کہا۔ سنڈل

ویرانے میں لیٹے ہیں۔ حضرت جنید رح چلتے چلتے اُس ویرانے میں پہنچے تو دیکھا حضرت بہلول آدھی اینٹ سر کے نیچے رکھے زمین پر پڑے ہیں۔ اور مقام حیرت کے مزے لے رہے ہیں۔ حضرت جنید رح نے بہت ادب کے ساتھ سلام کیا۔

حضرت بہلول۔ وعلیکم السلام۔ تم کون ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟

حضرت جنید۔ میرا نام جنید ہے۔

حضرت بہلول۔ تم ہی ابوالقاسم کہلاتے ہو؟

حضرت جنید۔ جی ہاں مجھے ابوالقاسم ہی کہتے ہیں۔

حضرت بہلول۔ تمہیں صوفیوں کی طرح کھانا کھانا بھی آتا ہے؟

حضرت جنید۔ کیوں نہیں ضرور آتا ہے۔

حضرت بہلول۔ اچھا تو بیان کرو کیونکر کھانا کھاتے ہو؟

حضرت جنید۔ سنئے۔ میں عرض کرتا ہوں نوالہ اُٹھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہوں۔ پھر چھوٹا نوالہ لیتا ہوں۔ اور اُسے منہ میں سیدھی طرف رکھتا ہوں۔ اور جو لوگ میرے ساتھ کھانا کھانے میں شریک ہوتے ہیں اُنکے نوالوں کو میں نہیں دیکھتا ہوں۔ نیچی نگاہ کرکے کھاتا ہوں۔ اور کھانا کھاتے میں ایک آن خدا کی یاد سے غافل نہیں رہتا ہوں۔ اور ہر لقمہ پر بسم اللہ اور الحمد للہ کہتا ہوں۔ اسی طرح آپ نے کھانے کے تمام آداب جو حدیث میں آئے ہیں۔ بیان کیے۔ جب آپ چپ ہوئے تو حضرت بہلول نے ایک قہقہہ مارا اور کہا اونچی دکان پھیکا پکوان۔ سبحان اللہ۔ اے جنید شیخ المشائخ کہلاتے ہو اور تمہیں اب تک کھانا کھانا بھی قاعدہ سے نہیں آیا۔ یہ کہکر حضرت بہلول اُٹھے۔ اور ایک طرف چلدیئے۔ اور آپکے پیچھے پیچھے حضرت جنید بغدادی اور اُنکے پیچھے سارے مغرور مُرید ہوئے۔ حضرت بہلول ایک کھنڈر میں جاکر بیٹھ

زمین پر لیٹ گئے۔ اور جب حضرت جنید اُن کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے کہا تم کون ہو؟

حضرت جنید۔ میرا نام جنید ہے۔

حضرت بہلول۔ ہاں ہاں مجھے یاد آگیا۔ آپ سارے بغداد کے شیخ ہیں۔ جنہیں صوفیوں کی طرح کھانا کھانا بھی نہیں آتا ہے۔

حضرت جنید۔ جی ہاں۔ میں وہی ناکارہ ہوں۔

حضرت بہلول۔ اے جنید تمہیں بات بھی صوفیوں کی طرح کرنی آتی ہے؟

حضرت جنید۔ آتی ہے۔

حضرت بہلول۔ بھلا کیونکر۔

حضرت جنید۔ میں جب بات کرتا ہوں تو حاجت کے ہی وقت کرتا ہوں۔ اور ایسی بات کرتا ہوں کہ سننے والوں کی سمجھ میں آجائے۔ اپنی باتوں سے خلق کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ اور اتنی دیر تک بات کرتا ہوں کہ سننے والے مشتاق رہتے ہیں۔ اور اُن کے بیزار ہونے سے پہلے چُپ ہو جاتا ہوں۔ اور جو کچھ بات کرتا ہوں۔ اُسمیں ظاہری اور باطنی بہت سے نکتے اور لطیفے ہوتے ہیں جنہیں سُن کر لوگ لوٹ ہو جاتے ہیں۔ اور تقریر کے سب آداب آپنے حضرت بہلول کے سامنے کہے۔ حضرت بہلول نے ایک قہقہہ مارا۔ اور فرمایا واہ جی واہ۔ کھانا کھانا تو تمہیں کیا آئے گا۔ بات کرنے کا بھی ڈھب نہیں جانتے ہو۔ شروع عشق میں گستاخ تھے اب ہیں خوشامد گرہ سلیقہ بات کرنے کا نہ جب آیا نہ اب آیا۔ حضرت بہلول پھر وہاں سے بھی اُٹھکر چلدیئے اور حضرت جنید اُن کے ساتھ ہو لیئے۔ مریدوں نے پیر کی یہ گرویدگی دیکھکر کہا۔ حضرت آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ شخص دیوانہ ہے۔ خدا جانے کیا

جدید

آتالیق خطوط نویسی

خطوکتابت آج کل ہر آدمی کی زندگی کا ضروری حصہ ہے، عورتوں اور مردوں کو یکساں ضرورت ہے کہ مختصر الفاظ میں زیادہ اور طویل مطلب ادا کرنا سیکھیں، خواجہ صاحب نے اس ضرورت کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی ہے اس کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں خود خواجہ صاحب کے خطوط ہیں اور خط لکھنے کا ڈھنگ بہت ہی بہتر بتایا گیا ہے، دوسرا حصہ ہندوستان کے نامور مسلمانوں کے خطوط کا مجموعہ ہے، مثلاً نواب محسن الملک، مولانا شبلی، مولانا ابوالکلام، ڈاکٹر اقبال حضرت اکبر، مولانا ذکاء اللہ، میرزا قادیانی وغیرہ حضرات، غرض دونوں حصے یقیناً خط و کتابت کا طریقہ جاننے کے لیے اسم بامسمی ہیں قیمت ہر دو حصہ صرف ۱۰ر

مجموعۂ خطوط خواجہ حسن نظامی

حضرت خواجہ صاحب کے نہایت دلچسپ اور پرمعانی خطوط کا یہ مجموعہ اردو زبان میں بے مثل چیز ہے، بیٹی کے نام بیوی کے نام، مریدوں کے نام رنگا رنگ خطوط اس مجموعہ میں ہیں، جن سے مختلف قسم کی انشاء پردازی ظاہر ہوتی ہے، قیمت بارہ آنے (۱۲ر) علاوہ محصول،

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

تسخیر مہر و قہر و اعمال حزب البحر

عملیات کی ہزاروں کتابیں اور حزب البحر شریف کے بیسیوں طریقے بازاروں میں چھپے ہوئے بکتے ہیں، مگر حضرت خواجہ صاحب نے جس مدلل اور موثر طریقے سے یہ کتاب لکھی ہے، اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی، یہی وجہ ہے کہ چند روز میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، دوبارہ چھپی، اور وہ بھی ختم ہو گئی، اب تیسرا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے ہندوستان کے شہرۂ آفاق بزرگ حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اس کتاب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ میں خواجہ صاحب کی تمام تصانیف میں اس کو اول درجہ کا سمجھتا ہوں، قیمت ۸ر علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

سفرنامہ حضرت خواجہ حسن نظامی

روزنامہ سفر الموسوم بہ حجاز و شام و مصر

اردو زبان میں بہت سے سفرنامے ہیں، مگر یہ سفرنامہ سب سے نرالا، سب سے انوکھا۔ اور بالکل عجیب چیز ہے، اس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے، "سب سے پہلا اور سب سے آخری سفرنامہ" یہ فقرہ یقیناً درست ہو، کیونکہ اردو میں اس سفرنامہ سے پہلے اس طرز کا کوئی سفرنامہ نہ تھا، اس واسطے سب سے پہلا ہے، اور نہ امید ہے، کہ اس وضع اور شان اور چلبلی عبارت کا کوئی اور سفرنامہ ہو سکے گا، لہٰذا سب سے آخری بھی یہی ہے،

اس میں مصر کے حالات، عجائبات، سیاسی، تمدنی، مذہبی کیفیتیں ایسے انداز سے تحریر ہیں، کہ تمام مصر سامنے آجاتا ہے، فرعون کی لاش کا فوٹو، حضرت یوسف پیغمبر کا اصلی مرقع نہایت کوشش اور صرف کثیر سے حاصل کر کے اس میں شامل ہوا ہے،

اسی طرح بیت المقدس، ملک شام اور مدینہ منورہ کے دلچسپ حالات اور عکسی تصویریں یا ہر موقع کی دی ہیں، ۵۰ کے قریب تو اس میں فوٹو ہی ہیں، اور الفاظ کی تصویریں الگ رہیں،

یہی وہ سفرنامہ ہے جو گھر بیٹھے اسلامی دنیا کی سیر کرا سکتا ہے، کیونکہ ایسی عمدگی سے لکھا گیا ہے کہ ہر بات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جا نظر آتا ہے، قیمت باتصویر تین روپے بلاتصویر عہ

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

سنہ ۱۹۱۵ء کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب نے گجرات و بمبئی، کاٹھیاواڑ وغیرہ کے دلچسپ حالات سفر لکھے ہیں، مشہور زیارتوں اور مقامات تاریخی کا بیان ہے اور سومنات کے مندر کی کیفیت تو ایسی ہے، کہ اسی ایک کی خاطر ہزاروں آدمی روزنامچہ کو خریدتے ہیں، قیمت ۸ر علاوہ محصول

درویش پریس کی دیگر مطبوعات

خلافت شہادت کے دو قطرے ۳ر شکوہ ... ۲ر حالات غضر ۱ر ایڈیٹر کا حشر ۱ر
خلافت سلطانی ۸ر اصنام العرب ۳ر کہانیوں کی پہلی کتاب ۸ر دلی کی عید ۲ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

انگی بونگی باتیں کرتا ہے۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں ؛
حضرت جنیدؒ۔ میں مجبور ہوں۔ اور مجھے ان کی خدمت میں بیٹھنے کی ضرورت
ہے۔ چار ناچار مرید بھی حضرت جنیدؒ کے ساتھ ہو لیے۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ
حضرت بہلول ایک اور کھنڈر میں ٹوٹی دیوار کا سہارا لیے لیٹے ہیں حضرت جنیدؒ
کو دیکھتے ہی حضرت بہلول بگڑ گئے۔ اور فرمایا تم ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہو
نہ تمہیں اہل اللہ کے طور پر کھانا کھانا آتا ہے نہ بات کرنی۔ اچھا بتاؤ تم صوفیوں
کے انداز کے ساتھ سونا جانتے ہو؟ حضرت جنید نے فرمایا جانتا ہوں ؛
حضرت بہلول بتاؤ کس طرح سوتے ہو؟
حضرت جنید۔ میں جب بچھونے پر لیٹتا ہوں تو وہ تمام اوراد
پڑھتا ہوں جو مجھے بزرگوں سے پہنچے ہیں اور سب سے آخر میری زبان پہ وہ دعا
ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت پڑھا کرتے تھے ؛
حضرت بہلول۔ اے جنید افسوس ہے۔ تمہیں سونا بھی فقیروں کا سا
نہیں آتا ہے۔ پھر خدا جانے کس برتے پر تتا پانی کرتے ہو۔ یہ فرما کر حضرت
بہلول نے چاہا کہ اٹھکر چلدیں۔ مگر حضرت جنید نے بہت ادب سے آپکا دامن
پکڑ کر کہا۔ حضرت اگر مجھے یہ مسائل نہیں آتے ہیں تو آپ ہی سکھا دیجئے۔ اس کہنے
سے حضرت بہلول سنبھلکر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ اے جنید! جبتک تو نے
مجھ سے یہ کہا کہ میں جانتا ہوں تو اسوقت تک تو مجھے بہت برا معلوم ہوا کیونکہ دعوے
بہت بری چیز ہے۔ تو نے پڑھا نہیں فضلنا بعضکم علی بعض۔ غرور اور گھمنڈ
آدمی کی صفت نہیں ابلیس کی خصلت ہے۔ اب تو نادان اور انجان بنتا ہے
تو میں تجھے ان تینوں مسئلوں کے اسرار سے آگاہ کرتا ہوں۔ اے جنید تو نے جو
کچھ کھانے پینے بات کرنے اور سونے کے متعلق آداب بیان کیے ہیں یہ سب فروع

اور شائقین نہیں۔ وصول کا پتہ تونے بالکل نہیں دیا۔ سُن! اگر کھانا پکنے وقت آدمی سارے آداب بجالائے۔ اور کھانا حرام کی کمائی کا ہو تو وہ آداب سب عبث اور فضول ہیں ورنہ حرام کا لقمہ معدے میں جاتے ہی باطن کو کالا کر دیتا ہے۔ اگر وعظ نصیحت یا تحریر تقریر آدمی کی اگر کسی غرض اور نفسانیت سے ہو تو چاہے اُسمیں قرآن شامل ہو یا حدیث یا بزرگوں کے ملفوظات درگاہ الٰہی میں نامقبول ہے اور آخرت کے عذاب کے سوا اُسکا کوئی نتیجہ نہیں اور اگر سونے کے وقت آدمی کے سینہ میں عداوت اور کینہ موجود ہو تو لاکھ دعائیں پڑھے سب اکارت۔ ان باتوں کو سُنکر حضرت جنید اور آپکے مرید دنگ ہوگئے اور سمجھے کہ حضرت بہلول کیا مقام رکھتے ہیں اور پھر حضرت کے ارشاد نے دلوں سے غرور اور نخوت کا میل چھانٹ دیا۔ اور حضرت جنید اپنے بگڑے ہوے مریدوں کی صلاحیت دیکھکر خوش ہوے۔ اور شکر الٰہی کرتے ہوے اپنی خانقاہ کو چلے آے۔ ایک ہمارے زمانہ کے بعض جاہل صوفی ہیں جنہیں سواے فقیروں کے بھیس بنانے کے کچھ نہیں آتا۔ اور مرید کرکے اللہ کے بندوں کو خراب کرتے ہیں صریح جانتے ہیں کہ مرید رشوت لیتا ہے۔ سود کھاتا ہے مگر پیر صاحب بلے تامل نذرانہ لیتے ہیں اور اگر دینے میں دیر ہوتی ہے تو بیرنگ خط بھیجتے ہیں تار دیتے ہیں کہ فوراً اتنے روپیہ بھیجدو بعض حضرات قرض کے بہانہ سے ہزار دو ہزار روپیہ اپنے مرید یا کسی بھلے مانس سے لے لیتے ہیں اور پھر ادا نہیں کرتے۔ بعض حضرات جوان جوان پردہ نشین عورتوں کو مرید کرکے اپنے سامنے بٹھاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں بعض حضرات مرید کے گھر جاکر قسم قسم کے کھانوں کی فرمائشیں کرتے ہیں آم لاؤ، اچار لاؤ، مربہ لاؤ، یہ لاؤ وہ لاؤ۔ اور صدقہ خیرات لینا تو گویا اس زمانہ کے فقیروں کا خاص جوہر ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رح فرماتے ہیں ۵ اے بسا ابلیس آدم روے ہست پس بہر دستے نباید داد دست ؀ یعنی بہت سے شیطان آدمی کی صورت میں بھی ہوتے ہیں ہر شخص جو نیلا تہمد باندھے۔ میلا کرتہ پہنے کاسنی رنگ کا عمامہ باندھکر تیرے سامنے آجاے تو اُسکے ظاہری لباس پر نہ جا۔ اور مرید نہو۔ در اصل وہ شیطان ہے تجھے بھی اپنے ساتھ جہنم میں لیجائیگا۔ ناچیز فراق نے یہ سب باتیں تجربہ کی لکھی ہیں کیونکہ ۵ پس بہر جمعیتے نالاں شدم

جفت خوشحالان و بدحالان شدم + ہر کسے از ظن خود شد یار من + از درون من نجست اسرار من + سر من از نالۂ من دور نیست + لیک چشم و گوش را آن نور نیست

۵ [illegible] + ناصر نذیر فراق دہلوی

شجرۂ طریقت

لغت میں شجرہ کے اصلی معنی درخت کے ہیں. اصطلاح میں شجرہ اسکو کہتے ہیں جسکو آدمی اپنے سلسلہ کے کل بزرگوں کے نام بتلائے عام اس سے کہ وہ باپ دادا کے نام ہوں یا اُستاد و مرشد کے۔ میں آج طریقت کے شجرہ پر کچھ عرض کرتا ہوں ۔

طریقت میں شجرہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ طالب کو طریقہ کے کل بزرگوں کے نام معلوم ہو جائیں۔ یہ شجرہ یا سند گویا محدثین کے اسناد کے مثل ہے۔ محدثین ہر حدیث کے آگے اپنے استاد کا نام دیتے ہیں۔ تاکہ حدیث کی ثقاہت وغیر ثقاہت کا پتہ چل جائے۔ جیسا کہ فن رجال کی کتابیں دیکھنے والوں سے مخفی نہیں ۔

شجرہ پڑھنے کے متعلق زمانہ حال کے مشائخ نے بادلیل کے فتوے دے رکھا ہے۔ اور قاری شجرہ کو یہ بات ذہن نشین کرادی ہے کہ بزرگوں کے نام پڑھنے میں بیحد برکات ہیں۔ مخالفین کو اس طرز عمل سے اختلاف ہے۔ مگر انہیں ساکت کرنیکے لیے اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوگی کہ اہل حدیث کے پیشوا امام احمدؒ ایک حدیث کے یہ اسناد بیان کرتے ہیں۔ عن کاظم عن جعفر صادق عن باقر عن زین العابدین عن حسین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ایسے ہیں کہ اگر صرف راویوں کے ہی نام پڑھکر کسی دیوانہ پر پھونک دیں تو اُسکا دیوانہ پن جاتا رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب موصوف اس بات کے قائل ہیں کہ بزرگوں کے صرف نام لے دینے سے بھی بلیات دور ہو جاتی ہیں اور جب یہ ہے تو شجرہ کوئی دوسری چیز نہیں ۔

کیا شجرہ سال میں ایک دفعہ پڑھنا چاہیئے؟

اس خیال سے آپ یقیناً شجرہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے طریقہ کے اسمار الرجال ہیں۔ مگر شاہی لوسال کی قید بیکار ہے۔ پھر اس پر بعض لوگوں نے یہ حاشیہ چڑھا رکھا ہے جیسا کہ حیدرآباد میں دیکھا جاتا ہے کہ قاری شجرہ کے گلے میں پھول کا ہار ہو اور کلائیوں میں پھول کی پہونچیاں ہوں تو یہ سب لغویات ہیں۔ لوگ اس لوازمہ کی خاطر مفت اپنا روپیہ برباد کرتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ روزانہ ہمکو شجرہ دیکھتے رہنا چاہیے۔

کیا بزرگان شجرہ شفاعت کرینگے؟

بعض لوگوں نے بزرگان شجرہ کو وسیلہ سمجھکر یہ بھروسہ کر لیا ہے کہ کل قیامت میں یہ تمام بزرگوار ہماری شفاعت کرینگے۔ ہمیں شک نہیں۔ ان کا یہ اعتقاد ایک حد تک صحیح ہے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ہر مومن شفاعت کریگا۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ شفاعت حق ہے۔ پہلی شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ دوسری دیگر انبیاء علیہم السلام کی۔ تیسری اولیائے کرام کی جسمیں صحابہ کبار وغیرہ مقدم ہیں۔ اسیوجہ سے علمائے امت نے اسکا یہانتک فیصلہ کر دیا ہے کہ استاد اپنے شاگردوں کی۔ مرشد اپنے مرید کی۔ باپ اپنی اولاد کی شفاعت کریں گے بشرطیکہ یہ شفاعت کرنیکے لائق ہوں۔ مگر شفاعت کے بھروسہ پر عمل چھوڑ دینا شقاوت ہے پس ایسے شخص پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو اس بات کا قائل ہو کہ امام اعظم اپنے مقلدین سواد اعظم کی سا امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمد بن حنبل اپنے اپنے مقلدین اور غوث اعظم رح و خواجہ معین الدین چشتی رح و خواجہ بہاء الدین نقشبند و شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے پیرووں کے یا امام بخاری و امام مسلم وغیرہ اپنے اپنے متبعین کی شفاعت کرینگے۔

کیا صاحب شجرہ مریدوں کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے؟

اکثر مرید صرف اسوجہ سے ہونے سنے جاتے ہیں کہ مرشد ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔ مسلمانوں کا ایسا اعتقاد نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ اعتقاد نصاریٰ کا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام اپنی امت کے گناہوں کا کفارہ ہو کر تین روز تک دوزخ میں رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز ایسا اعتقاد نہ رکھنا چاہیئے۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم نے اپنی جگر پارہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا کہ اے فاطمہؓ اسپر بھروسہ نکر لیجیو کہ تیرا باپ نبی ہے۔ بلکہ عمل کیا کر کہ اعمال صالحہ ہی کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا کوئی مرشد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی مرید بی بی فاطمہؓ ہم مرتبہ ہے؟ ہرگز نہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو شخص پیغمبر کی شفاعت کے بھروسہ پر نیک عمل چھوڑ دے۔ اسکی مثال ایک ایسے مریض کی سمجھو جو صرف اسوجہ سے پرہیز نہیں کرتا ہے کہ اسکا باپ حکیم ہے۔ ایسے نادان کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ پس جس طرح مریض کو پرہیز ضروری ہے۔ اگرچہ وہ حکیم حاذق کی اولاد ہی ہو۔ اسی طرح ایسے طالب خدا کو جو کیسے ہی بڑے شیخ کا مرید ہو۔ گناہوں سے احتراز لازمی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ پیغمبرؐ کو شفیع نہ کہو اسکا تصفیہ تو میں نے اوپر کر دیا ہے کہ شافع مطلق و شفیع برحق آپ ہی ہیں؟

شجرہ قبر میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس بارے میں متقدمین کا کوئی فیصلہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ مگر ہمارے مشائخین نے جہاں اور باتیں یونہی بے سند داخل تصوف کر لی ہیں جن کی کچھ بھی اصل نہیں وہاں اسکو بھی جائز کہا ہے۔ میری رائے میں جب قبر مٹی سے پاٹی جاتی ہے تو شجرہ جو کاغذ پر لکھا ہوتا ہے اور جس میں بزرگوں کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ اس کا قبر میں رکھنا کیونکر جائز ہوگا۔ البتہ مانعین کو اسکے خلاف میں دلیل ممانعت پیش کرنی چاہیئے۔ ورنہ اصل چیز میں اباحت ہے[۱] (دیکھو اصول فقہ) جس طرح زندہ

[۱] شجرہ وغیرہ کا قبر میں رکھنا دو وجہوں سے ناجائز ہے۔ اول تو بدعت ہے اس لیے کہ رسول اللہ (دیکھو صفحہ)

برکت کا محتاج ہے۔ اسی طرح مردہ بھی اسکا محتاج ہے۔ اس لحاظ سے شجرہ کا قبر میں رکھنا کوئی قباحت کی بات نہیں ہوسکتی۔ اور کیا تعجب ہے کہ ان ناموں کی برکت سے جیسے امام احمدؒ قائل ہیں مردے کے حق میں فائدہ ہو جائے۔ مگر چونکہ آجکل تمام طور پہ لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ منکر نکیر قبر میں آکر خدا اور رسول کا سوال نہیں کرتے ہیں بلکہ بزرگوں کے نام پوچھتے ہیں۔ اس سبب سے شجرہ رکھنا فرض سے ہے۔ یہ صریح جہالت ہے۔ لہذا یہ طریقہ بنظر عموم لائق مسدود ہے۔

(از حیدر آباد دکن) ڈاکٹر محمد قمر الدین (ہلالی شاہ نظامی)

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) اور صحابہ کرام کے عہد میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ مسنون طریقہ صرف اسیقدر ہے جتنا رسول اللہ اور صحابہ سے ثابت ہوا۔ اسپر زیادتی کرنی بدعت ہے۔ دوسری وجہ ناجائز ہونے کی صوفیانہ نقطۂ نظر سے یہ ہے کہ میت کے گلنے سڑنے اور پھوٹنے بہنے کی وجہ سے بزرگوں کے نام غلاظت و گندگی سے آلودہ ہوتے ہیں۔ اور اس بے حرمتی کے مقابلہ میں کوئی فائدہ متصور نہیں ہے۔ (ایڈیٹر)

مجموعہ کلام شبلی

شمس العلما، شیخ الاحرار علامہ شبلی نعمانیؒ

کی

تمام اردو نظموں کا مجموعہ

ضخامت قریب ۷ جزو

قیمت ۱۲؍

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

۷۸۶

ظہور اسلام

حضرت اوج گیاوی سے شعری دنیا اچھی طرح واقف ہے آپکے اوج کلام کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ملک کے بہترین رسائل اپنے اوراق کو اس سے زینت دیا کرتے ہیں۔

آپ کا کلام اکثر و بیشتر نعت اور قومی و مذہبی نظموں پر مشتمل ہوتا ہے اور اصناف شعری میں جو فضیلت ان صنفوں کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

حضرت اوج کا مجموعہ کلام موسوم بہ "رشحات اوج" ہمارے ہاں زیر طبع ہے ہم اس میں سے "ظہور اسلام" ایک غیر مطبوعہ نظم ذیل میں درج کرتے ہیں امید ہے کہ ارباب ذوق اس سے محظوظ ہونگے۔

"رشحات اوج" جو عنقریب چھپکر تیار ہو جائیگی اور دفتر نظام المشائخ سے چھ آنے میں مل سکیگی اس کی شعری دلپذیری و پاکیزگی کا اگرچہ خود حضرت مصنف کا نام گرامی ہی ضامن ہے مگر حضرت مولانا علی حیدر صاحب نظم طباطبائی اور ڈاکٹر اقبال کی تقریظیں اس پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔

اے ارض پاک بطحا اے رشک باغ جنت ۔۔۔ اللہ تیری رفعت اللہ تیری عظمت
پاکیزہ و مقدس ہے سرزمین تیری ۔۔۔ ذرے تری گلی کے ہیں آفتاب طلعت
بیٹھا ہوا ہے سکہ ہر کلمہ گو کے دل پر ۔۔۔ بجتی ہے پنجوقتہ تیری جہاں میں نوبت
پروانہ وار مومن تجھ پر نہ کیوں فدا ہو ۔۔۔ تو شمع دین و ایماں تو مشعل ہدایت
پنہاں ہے تیری عظمت سب کے دل و جگر میں
راہ نجات تو ہے ہر ایک کی نظر میں

ہے یاد وہ زمانہ بدتر تھا تیرا منظر ۔۔۔ خونریزی و جہالت چھائی تھی ابر بنکر
تیرے مکین ظالم، قزاق، جنگجو تھے ۔۔۔ جنگ و جدل کے عادی جور و ستم کے خوگر
وحشی تھے، جاہلانہ انداز اور چلن تھے ۔۔۔ ہر سمت کفر و ظلمت کا ابر تھا سراسر

گھر گھر تھی بت پرستی مسجود تھے ملائک — خالق کوئی شجر تھا معبود کوئی پتھر

نسر و یعوق و عزیٰ کعبہ میں پُج رہے تھے

لات و ہبل کے آگے سر خاک پر جُھکے تھے

جب کفر و معصیت کا ہر سمت ابر چھایا — وحدت کے آسماں سے اِک آفتاب چمکا

اُسکے فروغ رخ سے عالم ہوا منور — پرتو سے اُسکے چمکی تقدیر ارض بطحی

وحدانیت کی شمعیں اُس روشنی سے چمکیں — جس سے ہوئی منور تاریک ساری دنیا

مست مئے ضلالت غفلت میں سو رہے تھے — توحید کی صدا نے ہر ایک کو جگایا

جتنے تھے طالب حق پروانہ وار آئے

سر سے کفن لپیٹے سب جاں نثار آئے

اسلام کا ستارہ روشن ہوا جہاں میں — چمکا مہ رسالت تاریک خاکداں میں

وحدت کے مسئلہ کو حل کر دیا زباں سے — اسرار حق کے دریا تھے موجزن بیاں میں

غار حرا سے شمع انوار لیکے نکلا — جس کی تجلیاں ہیں پھیلی ہر اک مکاں میں

مدح و ثنا سے انکی میری زبان قاصر — سب خوبیاں بھری تھیں سلطان مرسلاں میں

گمراہوں کے وہ ہادی غمخوار و رہنما بھی

صادق امین شافع محبوب کبریا بھی

اسلام کی ترقی ہونے لگی برابر — انصار اور مہاجر حامی تھے اور یاور

از ماہ تا بہ ماہی انوار اُس کے پھیلے — خورشید بن کے عالم کرنے لگا منور

باطل پرستیاں سب مٹنے لگیں جہاں سے — خواب گراں سے چونکے بانگ اذاں کو سُنکر

مدہوش ہو رہے تھے سب طالباں مولے — جام شراب وحدت چلنے لگا برابر

وہ چشم مست ساقی بیخود بنا رہی تھی

ہُو حق کی ہر طرف سے آواز آ رہی تھی

۲- آنحضرت تمام نبیوں میں افضل ہیں ۔

۳- تمام نبی گناہوں سے معصوم ہیں ۔

۴- انبیاء اور لوگوں سے ان صفات کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں جو وہ سرحلہ میں سب ایک ساتھ نہیں پائی جاتیں کہ جو انکی نبوت پر دلالت کریں مثلاً معجزہ، اُن کی فطرۃ کا سلیم ہونا، اُنکے اخلاق کا کامل ہونا اور بہت سی باتیں اِنکے علاوہ!

۵- شفاعت حق ہے، رسول اللہ کا اپنی امت کے اہل کبیرہ کی شفاعت کرنا حق ہے!

۶- حضرت ابوبکر صدیق بعد رسول اللہ کے امام برحق ہیں، اِن کے بعد حضرت عمرؓ انکے بعد حضرت عثمانؓ ان کے بعد حضرت علیؓ۔ اس کے بعد خلافت ختم ہوئی۔ جابرانہ اور شخصی حکومت کا دور شروع ہوا۔

۷- حضرت ابوبکرؓ، پیغمبرؐ کو چھوڑ کر تمام لوگوں سے برتر اور افضل ہیں انکے بعد حضرت عمرؓ۔ اور فضیلت بوجہ نسب، اور بہادری و قوت، اور علم وغیرہ کے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ دین اسلام کو جتنا ان دونوں سے فائدہ پہنچا۔ اُتنا کسی سے نہیں پہنچا۔

۸- رسول مقبول بادشاہ ہیں اور یہ دونوں آپکے وزیر ہیں، اس وجہ سے کہ اسلام بڑھانے میں بڑی ہمت سے کام لیا۔

۹- ہم صحابہؓ کی شان میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے وہ سب دین میں ہمارے پیشوا اور سردار ہیں۔ انکو برا کہنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور انکی تعظیم و تکریم کرنا واجب ہے۔

۱۰- کرامات اولیاء اللہ حق ہے، اولیاء سے مراد وہ مومنین ہیں جن کو

ذات اور صفات باری تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے، جنھوں نے اپنے ایمان کو خوب درست کر لیا ہو"!

۱۱۔ عشرہ مبشرہ[1] جو دس صحابی ہیں۔ جن کو جنتی ہونے کی اُن کے جیتے جی بشارت دی گئی۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ، اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب کے سب جنتی ہیں، اسلام میں ان کا عظیم الشان رتبہ ہے، اور اسی طرح جملہ اہل بدر اور اہل بیعت رضوان کا"!

پہیلی ۳

کون ہے سب کو ایک کرتا ہے رہزنوں کو بھی نیک کرتا ہے

حل۔ یہ پہیلی "اسلام" کی ہے!

تشریح۔ کافر، بت کو پوجنے والے مشرک، اور چمار، رہزن، بدمعاش، عرب کے رہنے والے ہوں یا ہندوستان کے بسنے والے، غرض ہر ملک کے باشندے جب "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" زبان لاتے ہیں اور دل سے یقین کرتے ہیں۔ خواہ پہلے کا مذہب کچھ ہی [illegible] دین میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور مسلمان [illegible] بالکل گھل مل جاتے ہیں کیونکہ حکم دیا گیا ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور کوئی فرق [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ [illegible]

---

[1] عشرہ مبشرہ ان دس صحابیوں کو کہتے ہیں کہ جن کو جنتی ہونے کی بشارت رسول خدا نے ان کے جیتے جی [illegible]

اتحاد و اخوت کو نہ چھوڑو، مسلمانوں کی جماعت ایسی ہے۔ جیسے پھول ایک تاگے میں آکے گلدستہ بن جاتے ہیں، تم نہیں دیکھتے کہ نماز پڑھنے میں امیر، غریب بڑے گھرانے والے، اور نو مسلم کا کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ سب خدا کے آگے ایک شکل میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جھکتے ہیں، گرتے ہیں، سجدے میں پیشانی رگڑتے ہیں، اور ایک طرح پر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

الغرض اسلام میں پیشہ اور خاندان کوئی چیز نہیں۔ یہ انسان کی بنائی ہوئی حدیں ہیں۔ جنہیں ہمارا خدا منظور نہیں کرتا۔ تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ اور ایک درجہ ہیں، مگر وہ جس کے اعمال بہتر ہوں، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ یعنی خدا کے نزدیک صاحب عزت وہ ہے، جو پرہیزگار ہو۔" یہ تو مذہبی امور ہیں، دنیوی معاملات میں بھی ان کا رہنا سہنا، زندگی بسر کرنا، بالکل ایک روح دو قالب کی مثال ہے۔ لو دیکھو کھانے میں سب مل کر کھاتے ہیں یہ باتیں اور مذہب والوں میں نہیں ہیں۔ تم پڑھ آئے ہو کہ تعمیر مسجد نبوی پر آنحضرت ؐ اصحاب کرام ؓ کے ساتھ خود بذات اقدس اینٹیں کندھوں پر لا کے کاریگروں کو پہنچاتے تھے۔ اور اس بات کو برا مانتے تھے کہ ایک آدمی خدا بنکر بیٹھے۔ اور لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردنیں جھکائیں، یا کام کریں۔ بلکہ مساوات کو قائم رکھے۔ اصحاب کرام کی زندگی پر نظر ڈالو تو بالکل سیرۃ نبوی ؐ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ علی الخصوص سیرۃ العمرین دیکھو یعنی حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے واقعات، تو معلوم ہوتا ہے کہ رحمت کے فرشتے تھے۔ جو مساوات اسلامی کو اپنے پروں میں اسلامی آسمان سے لے آئے۔ اور زمین پر پھیلا دیا۔ اللہ اکبر قمیص میں دس دس پیوند لگے ہوں، کندھے پر مشک رکھ کر غریب عورتوں کے ہاں پانی بھر آتے ہوں، فرش خاک پر پڑے رہتے ہوں،

جہاں جاتے ہوں جس سرد اور تنہا چلے جاتے ہوں، دربار دربانوں سے خالی اور پہرہ رعب و داب ہو کہ عرب و عجم ان کے نام سے لرزتے ہوں جس طرف رُخ کرتے ہوں زمین وہاں جاتی ہو۔ ان ہی حضرات کا بیج بویا ہوا تھا کہ عرب اظہار حق میں کہیں مرعوب نہیں ہو سکتے تھے۔

لطیفہ ایک دفعہ ایک شاعر نے مامون الرشید کے دربار میں قصیدہ پڑھا کہ امیر المومنین! اگر تو آنحضرت صلعم کے انتقال کے وقت موجود ہوتا تو خلافت کا جھگڑا سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا، دونوں فریق تیرے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔ فوراً سر دربار ایک شخص نے اٹھکر کہا "تو جھوٹ کہتا ہے۔ امیر المومنین کا دادا اور باپ موجود تھا کسی نے بات تک نہ پوچھی"۔ مامون الرشید کو غصہ آیا، بگڑنا چاہا، مگر بات سچ تھی دبائی گئی۔

سچ یہ ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب نے مساوات اور اخوت کی حامی نہ بھری۔ اگر آج ایک شخص تمام مذاہب کو للکارے کہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو بازار عام میں لاؤ، تاکہ کھرا کھوٹے سے الگ کیا جائے، تو اسلام کے سوا کون ہے جو سامنے آسکتا ہے؟

پہلے جو جو مذہب چمکتے تھے اور زندہ تھے اسلام کے آنے پر سب ماند پڑ گئے اور مر گئے۔ ان کا ایوان سرنگوں لرز گیا، کنگرے گر گئے، بت اوندھے ہو گئے۔ ان کی گرمی بازار سرد پڑ گئی[۱]۔ اب ان کی دوبارہ تعمیر نہیں ہو سکتی جو مر گیا ہے۔

[۱] اس موقع پر علامت نوشیرواں میں، نوشیرواں کا خواب دیکھنا، اور محل کا آواز کرنا، اور کنگروں کا گرنا اور ایک تیرے آتشکدہ آذر گشسپ نام کا بجھ جانا۔ اور سطیح کاہن کی تعبیر کا واقعہ بھی شاہنامہ فردوسی میں پڑھ لینا چاہیے، اور شاہنامہ تاریخی یا سیری کتاب ہے، کم از کم فردوسی نے بطور قصص و داستان سرائی کے واقعات گھڑے نہیں ہیں بلکہ قدیم ایران کی تاریخ کا جو مواد تحریر میں آچکا تھا اسکو بحیثیت ایک دیانتدار مورخ کے نظم کر دیا ہے۔
مہ چہار غند کہ از شب گزشتہ سہ پاس + یک آواز آمد چناں پر ہراس + کہ گفتی جہاں سر بسر گشت پست + پس انگہ یکے گفت ایوان شکست
دیں بود کا مہ سیارے چو گرد + کہ آذر گشسپ این زماں گشت سرد
عہ ترجمہ یعنی جب یہ معلوم ہوا کہ تین گھڑی رات گزرے ایک ایسی خوفناک آواز آئی کہ گویا جہان الٹ رہا ہے۔ اسی حالت میں کہ ایوان
محل اٹھا اور محل پھٹ گیا۔ ابھی یہی گھبراہٹ میں تھے کہ ایک تیز سوار پہنچا اور خبر دی کہ آتشکدہ بجھ گیا ۱۲ منہ

اب اُن کو اُٹھنے کی زحمت مت دو۔ اُس کی آخری خدمت جو پجاریوں کے فرشتے
یہی ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اُسے دفن کر دیں۔ نئی روحیں پیدا ہوتی ہیں مگر
قبر اور مرگھٹ سے نکلکر کبھی کوئی واپس نہیں آتا۔

نکات طبیہ اسلام نے مساوات کے علاوہ، تمدنی، معاشرتی، طبی وغیرہ
تمام اصول قائم کر دیئے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ البتہ حفظ صحت اور
کفایت شعاری کے متعلق کچھ سُن لیجئے!

کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین ۔ **ترجمہ** کھاؤ، پیو لیکن اسراف
مکرو اسراف کرنے والوں کو وہ دوست نہیں رکھتا۔ غذا کھانے ہی کے لیے اور پانی پینے کے لیے۔ لیکن اگر حد
خواہش اور ضرورت سے زیادہ کھایا جائے تو یہ اسراف ہو جائے گا، اور خدا تعالیٰ
کو پسند نہیں ہے۔ اب اسی ایک آیت کو ایک طرف اور تمام دنیا کی طبی کتابوں کو
دوسری طرف رکھکر تولو۔ یہی آدھی سطر کی آیت سب پر بھاری ہے۔

کہانی حکیم بختیشوع نصرانی جو ہارون الرشید کے دربار کا طبیب تھا، علی
ابن حسین واقدی سے کہا کہ تمہاری کتاب آسمانی یعنی قرآن میں کوئی چیز طب کی
نہیں۔ اُس نے کہا حق تعالیٰ نے تمام طب کو اس آدھی آیت شریفہ میں جمع
فرما دیا ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ یعنی کھاؤ، پیو، مگر حد سے نہ بڑھو۔ یعنی
اشتہا سے زیادہ نہ کھاؤ!

اُس نے کہا کہ تمہارے رسول ؐ سے کوئی چیز طب میں منقول نہیں۔ علی
ابن حسین نے جواب دیا کہ ہمارے رسول نے فرمایا ہے :- المعدۃ کل داءٍ والحمیۃ
رأس کل دواءٍ ۔ یعنی معدہ سب بیماریوں کا گھر ہے، اور پرہیز سب دواؤں کا
سر ہے۔ آخر بختیشوع مان گیا۔ اور مجبوراً بول اُٹھا کہ سچ ہے کہ تمہاری کتاب (قرآن)
اور تمہارے پیغمبر نے جالینوس کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ سمجھدار کچھو! اسلام سب

عقائد ہم مسلمان قوم! اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے، نہ اپنا غیر جانتے ہیں، سوائے اسکے کہ جو خدا تعالیٰ کی قدرت، انبیاء، قیامت، ارکان خمسہ، اور دین کی دیگر ضروری باتوں سے انکار نہ کرے۔

اعتقاد کا گھر دل اور دماغ ہے، تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے۔ اور نیت کو خدا خوب جانتا ہے۔ مگر ان سب باتوں کے ہوتے ہم نے یہ نہایت سچی تعریف اسلام کی بھی اپنے عقائد میں تسلیم کر لی ہے۔

اقرار باللسان وتصدیق بالجنان - یعنی اقرار زبان سے اور تصدیق دل سے وعمل بالارکان۔ اور عمل اعضاء جوارح سے"۔

"اسلام کے معنی ہیں۔ خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے کے"۔ اور اسکو عملی پیرایہ میں نماز ہی خوب ادا کرتی ہے۔ جسکو نماز سے حصہ نہ ملا تو وہ اسلام سے کیا لے چلا، اعلیٰ علامت اسلام کی نماز ہے۔

پہیلی ۴

کھیلتے، کودتے، ہیں بچے باپ جو آئے ایک بھی نہ بچے

حل، یہ پہیلی "ستاروں، اور سورج" کی ہے!

تشریح ستارے، سورج کے پرتوے چمکتے ہیں، جب سورج چھپ جاتا ہے تو ستاروں اور چاند پر عکس پڑتا ہے اور چمک اٹھتے ہیں، جیسے آئینہ کو ٹیڑھا کرو تو عکس دکھائی دیتا ہے، اور جب سورج سامنے آجاتا ہے، تو ستاروں اور چاند کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اور چمک ماند ہو جاتی ہے، جیسے چاندنی اور دھوپ میں چراغ، پس ستارے بچے ہیں اور سورج باپ۔

رات کو تارے ٹوٹتے ہیں اچھلتے ہیں آنکھیں جھپکتے ہیں، پھر دن کو ان کا باپ

[illegible handwritten marginal note]

سلہ ارکان خمسہ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، توحید، حاشیہ ۵۲ سوال بالنیات ۱۲ منہ

آسمان کی کہانی آؤ نیک بچو! تمکو تمہارے بچپن کی باتیں بتائیں، تم چھوٹے تھے، اور بول نہیں سکتے تھے، اور گرمیوں کی راتوں میں جبکہ آسمان گرد و غبار سے صاف اور چھوٹے بڑے ستاروں سے جگمگاتا تھا تو تمہاری نظریں اُسکی طرف اُٹھ جاتی تھیں۔ اور تم ستاروں کو ٹکٹکی باندھے دیکھا کرتے تھے، نہیں معلوم تمہارے جی میں کیا آتا تھا اور دل کیا چاہتا تھا کہ خود بخود مسکراتے بھی تھے۔ اور انکے پکڑنے کو ہاتھ بھی پھیلاتے تھے۔ جب پوری طرح بولنے لگے تو اپنی ماں کی آغوش میں شب کو صحن میں بیٹھتے اور پوچھتے تھے۔ کہ "آسمان کیا ہے"؟ "کیا خدا اسی میں رہتا ہے"؟ "کیا فرشتوں کا آشیانہ یہی ہے"؟ "کیا ستارے اسمیں جڑے ہوئے ہیں"؟ "چاند بھی جڑا ہے"؟ "چاند کیا چلتا ہے"؟ "کیا اسکے بھی ہماری طرح پاؤں ہیں"؟

یہی واقعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر بھی گزرا تھا، کیونکہ آپنے ان لوگوں کی گود میں پرورش پائی تھی کہ بت پرستی کے علاوہ بت سازی کا کام بھی کرتے تھے، انہوں نے جب آنکھ کھولی تو ان کی چاروں طرف بت پرستی کے مناظر تھے۔ انہوں نے خود اپنے گھر کے اندر جسکو دیکھا اُسکے ہاتھ میں سنگتراشی کے اوزار اور بتوں کے ڈھانچے تھے، اُنکے دل نے گواہی دی کہ خود ساختہ خدا تو کبھی نہیں ہو سکتے، اور خدا کے عشق کی لگن میں خدا کی تلاش کو نکلے۔ ستاروں کو سمجھا یہی خدا ہیں۔ چاند نکلا تو یہ مان گئے جانا ہاں یہی خدا ہے، سورج طلوع ہوا تو یہ بھی نہ رہا، خیال گزرا کہ ہو نہ ہو یہی خدا ہے جب اُسنے بھی غروب کیا تو کہا۔ "میں فنا ہونے والی ہستی کو دوست نہیں رکھتا"[1]

آؤ۔ تم کو اسکی حقیقت بتلائیں + تم نے بارہا اندھیری راتوں میں چھوٹے چھوٹے سینکڑوں ستارے بکھرے ہوئے دیکھے ہونگے، مگر شاید کبھی تمہیں انکی اصلی حقیقت کا علم بھی نہ ہوا ہوگا؟ +

---

[1] اصل آیت شریفہ یہ ہے لا احب الآفلین ۱۲ منہ

یہ ستارے جو ہمیں اسقدر چھوٹے مثل نقطے کے نظر آتے ہیں۔ درصل ہمارے آفتاب کی طرح بڑے بڑے آفتاب ہیں، ان میں سے کئی ایک ہیں۔ کئی دو کا مجموعہ انکے رنگ، اور رنگ کی طرح ان کا مادہ قوام، یا مایہ عنصری مختلف ہے بعض کا قوام گیس سے ہے اور بعض چھوٹے ذرات سے مرکب ہیں ؛

اسی طرح ایک ستارہ ہے جسے عربی میں غول[1] کہتے ہیں۔ اس ستارے کی یہ حالت ہے کہ کبھی کبھی اسقدر ماند پڑ جاتا ہے کہ بمشکل نظر آتا ہے۔ اسکا سبب یہ ہو کہ جس طرح ہماری زمین کے گرد چاند گردش کرتا ہے، اسی طرح اس ستارے کے گرد بھی ایک اور ستارہ گردش کرتا ہے۔ یہ دوسرا ستارہ خود روشن نہیں ہے بلکہ تاریک ہے، اسلیے جب وہ گردش کرتے کرتے غول کے اس حصے کے سامنے آجاتا ہے جو ہماری زمین کے بالمقابل ہے تو غول کا نور کم ہو جاتا ہے۔ اور ہماری نظر سے قریب قریب چھپ جاتا ہے، پھر یہ دوسرا ستارہ جسقدر ہٹتا جاتا ہے اتنا ہی غول بھی نظر آتا جاتا ہے، یہاں تک کہ بالکل جگمگاتا ہوا نمایاں ہو جاتا ہے ؛

ستارہ "قطب" درصل چار ستاروں کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے تین تو بہت چمکتے ہیں۔ اور ایک ٹمٹماتا ہے ؛

تم نے دیکھا ہوگا کہ شب کو چمکتے ہوئے تاروں میں چند ستاروں کے گچھے یا جھرمٹ نظر آتے ہیں۔ اس قسم کے ستارے کم از کم ایک لاکھ چالیس ہزار ہیں بلکہ تمام ستاروں میں سے ایک تہائی اسیطرح مزدوج ہیں ؛

یہ سب باتیں دوربینوں سے معلوم ہوتی ہیں، اگر آج سو برس پہلے کے لوگ زندہ

---

(۱) عنترہ عبسی عربی شاعر کہتا ہے ؎ والغول بین یدی یظہر تارۃ ، ویکاد یخفی مثل ضوء المشعل ؛ یعنی اور ستارہ غول کبھی تو اسقدر روشن ہوتا ہے کہ خوب ظاہر نظر آتا ہے اور کبھی اس قدر ماند ہو جاتا ہے کہ فانوس کی روشنی کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جلنے کو ہے ۔ منہ

منبع فیض پریس دہلی کیطرف سے

رعایتی قیمت کی خوشخبری

رعایتی قیمت یکم رمضان المبارک سے ۲۹ رمضان المبارک تک ہے

دلائل البرکات فی ذکر سرور کائنات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری۔ قیمت ۱۲ر رعایتی ۶ر

روضۃ الصدیق سوانح عمری صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ قیمت آٹھ آنے۔ رعایتی چھ آنے۔

نگہت فاروقی سوانح عمری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔ قیمت آٹھ آنے۔ رعایتی چھ آنے۔

نسیم عثمانی سوانح عمری عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ قیمت چھ آنے رعایتی چار آنے۔

حدیقۃ المرتضیٰ سوانح عمری شیر خدا رضی اللہ عنہ۔ قیمت چار آنے۔ رعایتی تین آنے۔

مفید المفتی والمستفتی مع حیات عزیزی مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے پیدائش سے وفات تک کے کل حالات حیات عزیزی میں موجود ہیں۔ مفید المفتی شاہ صاحب کے فتوی عزیزی کا اُردو ترجمہ ہے شاہ صاحب نے روزمرہ کے تمام مسائل اور فتوی بطور سوال جواب جمع کر دی ہیں۔ قیمت ہر دو کتاب کی دو روپے۔ رعایتی ایک روپیہ آٹھ آنے۔

تاریخ الحکما یونان اور فارس عرب اور ہندوستان کے نامور حکمار کی سوانح عمری پند نصائح اور اقوال۔ قیمت بارہ آنے۔ رعایتی آٹھ آنے۔

تاریخ بابل۔ شہر بابل اور نینوا کے دلچسپ حالات۔ سلطنت بنی عباس کا نظارہ بیت المقدس بیر نمرود کی سیر۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔ رعایتی ایک روپیہ۔

بہارستان صوبہ اودھ کے فرمانروانکے حالات نواب واجد علی شاہ والی لکھنؤ کی سوانحعمری لکھنؤ کے شعرار کا ذکر۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ رعایتی ایک روپیہ چار آنے۔

گنج فراست بڑے بڑے نامور حکما اور عقلا کے صفحہ دل پہ لکھنے کے قابل پند و نصائح حکایات درج ہیں جسکے مطالعہ سے بے عقل عقلمند ہو جاتا ہے۔ قیمت ہر دو حصہ عہ رعایتی ۲ر

پتہ:۔ منیجر منبع فیض پریس دہلی علاقہ بلیماران

برقعہ نو ایجاد

۱/۱۲

زمانہ حال کے مطابق ہونے کے علاوہ پردہ کا پورا لحاظ رکھتا ہے، ہر ایک عضو کا مکمل پردہ کرتا ہے، تصویر مفت! فہرست مفت پتہ خاتون اسٹور متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی۔

سفوف جریان

۱/۸

عام قاعدہ ہے کہ جریان کے لئے مغلظ ادویات استعمال کرائی جاتی ہیں اور مغلظ ادویات ہمیشہ قابض ہوتی ہے اس طرح ایک مرض کا علاج ہوتا ہے اور بیسیوں روگ پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اس سفوف میں قبض کی خاص طور پر رعایت رکھی ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ سفوف دافع قبض و دافع جریان ہے، بے حد مجرب ہے ۲۵ روز دوا کا استعمال مکمل علاج ہوتا ہے اور سالہا سال تک پھر شکایت نہیں ہوتی۔ قیمت ۲۵ یوم کی دوا بارہ آنے ۱۲/

سفوف جریان الرحم

فرقہ نسواں کی مخصوص بیماری جسکے عدم علاج سے ہزاروں نسواں سینکڑوں مرضوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں ۲۱ یوم میں کامل شفا قیمت ۲ خوراک ایک روپیہ (عہ) محصول بذمہ خریدار +

ایس - حمتا ہاشمی - پہاڑی بھوجلہ دہلی

فیشن میں داخل ہوگیا

۱/۱۲

معزز جنٹلمینوں! اسنے جہاں کوٹ، پتلون، اچکن، شیروانی، مفلر، ٹائی، کالر وغیرہ فیشن میں داخل کئے ہیں حال

پری جمال صابون

کا استعمال کرنا بھی فیشن میں داخل ہوگیا ہے اور خاص طور سے ملا جاتا ہے سبب یہ ہے کہ پری جمال صابون حسن و خوبصورتی پیدا کرنے اور چہرہ کو گلرنگ بنانے اور رنگت نکھارنے میں خاص کامیابی حاصل کرچکا ہے چہرے کے تمام مہاسے چھائیاں چند روز میں نیست و نابود کر دیتا ہے تازہ پھولوں اور نفیس خوشبوؤں سے طیار کیا جاتا ہے فی بکس تین ٹکیہ مع صابون دانی

پتہ: مہتمم دواخانہ نورتن دہلی

چاندی کے زیورات

۱/۱۲

بٹن چاندی کے کرتے کی زنجیریں اور چاندی کے چار بٹن معہ ایک باریک زنجیر کے بٹنوں میں ڈائمنڈ کٹ ہے قیمت عہ

بٹن قمیص یا کرتے، چار بٹن پھولدار پاکیزہ بنے ہوتے۔ فی سٹ ایک روپیہ۔ (عہ)

سونے کی ناک کی کیلیں۔ یہ کیلیں خاص سونے کی ہیں۔ نزاکت اور خوبصورتی میں لاجواب ہیں خاص حسن دلستاں ہیں فی عدد جڑاؤ ہیرا کٹ اول درجہ کی قیمت … دوم درجہ کی … محصول ڈاک الگ +

انچارج محمد یوسف خان، مینجر شہرت ایجنسی دہلی۔ فرائش خانہ +

آنکھوں کا سچا علاج

اناڑی اور جاہل دوا فروشوں نے ہزاروں سُرمے اور انجن کے اشتہارات دے رکھے ہیں۔ لیکن وہ آنکھ کی تشریح سے اصلا واقف نہیں ہیں۔ انہیں خبر نہیں کہ آنکھوں میں کسقدر طبقے ہیں کتنی رطوبتیں ہیں طبقہ مجوفہ کیا چیز ہے نور آنکھ میں کہاں سے آتا ہے۔ کیونکر پیدا ہوتا ہے نقطہ عینیہ کیا چیز ہے جس سے پانی اترتا ہے نہ کتاب میں پڑھا نہ استاد سے کام لیا۔ اسلئے رہی سہی حالت مریضوں کی بگڑ گئی۔ ایسے شہر آشوب اور طوفان بے تمیزی میں کسی دوا کا اشتہار دینا اپنا اور اپنی دوا کا وقار کھونا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ ابھی دنیا میں علم و ہنر کے قدردان باقی ہیں۔ زمانہ عقل سلیم سے خالی نہیں اور سچی دواؤں کی حاجت ہے اسلئے مختصر عرض ہے کہ یہ دوا مجھے جناب حاذق الملک محمد عبد المجید خانصاحب دہلوی مرحوم و مغفور نے بتائی تھی۔ میں اسے اپنے مطب میں ۲۳ برس سے آزما رہا ہوں آنکھوں میں پانی اترنے کو جسے نزول الماء کہتے ہیں۔ اور دھند جالا۔ پڑبال۔ رتوندہ کو از بس مفید ہے۔ آنکھوں کے سامنے بھنگے اڑتے دکھائی دیں۔ تو سمجھ لیں کہ پانی اترنے والا ہے۔ دوا منگائیے اور استعمال فرمائیے پانی ہوگا تو آنکھ صاف ہو جائیگی۔ قیمت دوا فی ماشہ عمر ایک مریض کو ایک ماشہ دوا کافی ہوگی۔ محصول بذمہ خریدار +

پتہ:۔ حکیم سید ناصر نذیر فراق دہلی محلہ رودگران مدرسہ راد تمند خان مکان میر لطیف

مشاہیر مشایخ ہند

مصنفہ مولانا محمد شفیع الدین خانصاحب مراد آبادی ایم آر اے، ایس

قیمت چھ آنے۔ + **منیجر نظام المشایخ دہلی سے منگائیے۔**

اشتہار

ادویات مجربہ قیمتاً عملیات تعویذات مجربہ ہدیۃً

ملنے کا پتہ **درویش** مولوی علی محمد خان ہاشمی مقام جامپور ضلع ڈیرہ غازی خان ++

عالم پاک کی خاک

چٹکی میں بیڑے پار

چند روز سے ایک اشتہار ان صفحات میں خاک کی چٹکی کے عنوان سے چھپ رہا ہے، لوگوں نے سمجھا ہوگا کہ یہ بھی
اشتہاری جدت ہے مگر جن لوگوں نے اسکو منگوایا اور استعمال کیا۔ انکی تعریفوں نے ڈاک بٹھا رکھی ہے
خلقت حیران ہے کہ اس بے اثری کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو خاک کی چٹکی میں مدت کے درد دکھ دور
کر سکتے ہیں، اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ اس چٹکی نے برسوں کے قبض کو دور کر دیا ہے اداس چہرے شگفتہ
کر دیئے۔ ٹوٹی ہوئی ہمتیں بلند و بالا کر دیں۔ موذی مرض جریان نے جن لوگوں کو زندہ درگور کر رکھا تھا وہ اپنے
بدن میں نئے قسم کے ولولے اور جذبے پاتے ہیں اس گھن سے خدا نے انکو نجات دی معدے کے صدہا بیمار
لکھتے ہیں کہ ہزاروں چورن کھائے نمک استعمال کئے رات کا کھانا چھوڑا مگر خاک فائدہ نہیں ہوا کم بخت معدہ
کے ہاتھوں کھانے کا مزا ہی جاتا رہا لیکن اس چٹکی نے مسیحا کا کام دیا، سات دن کے اندر بھوک کا یہ حال ہوگیا کھانا
چار دفعہ رات دن میں کھاتے ہیں اور سب ہضم ہو جاتا ہے روکھی سوکھی روٹی پلاؤ قورمہ کا مزا دیتی ہے جگر کے مریض
لکھتے ہیں کہ خدا اور دیتیوں کا بول بالا کرے موت کے مونہہ میں سے نکال لیا۔ جگر نے زندگی خراب کر رکھی تھی۔ بدن
میں خون کا نام نہ رہا تھا، جو کھاتے تھے انگ نہیں لگتا تھا۔ خبر نہیں کہاں غائب ہو جاتا تھا جو شخص صورت دیکھتا تھا
کہتا میاں حال کیا ہے خیر تو ہے تمہاری تو حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے۔ جب سے اس چٹکی کا
استعمال کیا ہے ہاتھ پاؤں میں چستی اور پھرتی آگئی چہرے پر سرخی ہے ہم تو اسے اکسیر کہیں گے۔ ایسی
دوائی کا دوامی استعمال رکھیں گے ان سب تعریفوں اور کامیابیوں کو معلوم کرکے ہم نے خدا کا لاکھ لاکھ
شکر ادا کیا، یہ سب اسی کی کارسازیاں ہیں، بندہ ہر حال میں بندہ ہے اس نے اپنی قدرت سے دکھایا کہ ولایت
والے جن دواؤں کی قیمت مٹھیاں بھر بھر کر روپیہ لیتے ہیں۔ ہندوستان میں خدا کے بندے چند پیسوں
میں ان سے بڑھ کر دوا دیتے ہیں آج کو اگر یہ کسی یورپین کے پاس ہوتی تو لاکھوں روپیہ کما لیتا۔ اور
دوا کو اپنے نام پیٹنٹ کرا لیتا۔ مگر ہم تو عام مخلوق کے فائدے کے لئے اس کو بہت کم داموں پر
فروخت کرتے ہیں الہی اس دوا میں تو اس سے زیادہ برکت دے جو کھائے اپنی مراد کو پہنچے اسے
جن لوگوں نے ہمیشہ ... استعمال میں رکھنے کا ارادہ کیا ہے انکو یقیناً فائدہ ہوگا۔

آٹھ دن کی دوا ایک روپیہ اور چالیس روز کی پانچ روپے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

نظام المشائخ

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی

قیمت سالانہ ...

مقام اشاعت دارالسلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

آج کل

نظام المشائخ دو ہزار

آجکل ماہوار اور فدر بعد اسکی اشاعت میں ترقی ہو مشتہرین عمدہ اپنے اشتہار اسمیں درج کراکر فائدہ اٹھائیں

نرخنامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	عہ ر	۶ر	للعہ	مہ
نصف صفحہ	۶	صر	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	للعہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نظام المشائخ کے قواعد وضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر ماہ کی ٹھیک چھٹی تاریخکو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہو شائع ہوتا ہو مضامین اسمیں مذہبی اخلاقی اصلاحی مگر حسب خیالات زمانہ رنگین ہوتے ہیں تحریروں میں انشا پردازی و دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہو (۲) اگر رسالہ ماہ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے دس بارہ تاریخ تک انتظار کیجیے اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیے کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے پر شاید پرچہ ختم ہو جائے اور نہ مل سکے (۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو براہ عنایت چوتھی ماہ بدلی سے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار رہینگے عارضی نقل مکانی کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کر دینی کافی ہو (۴) خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

معتور غم علامہ راشد الخیریؒ کی تازہ تصنیف

بنت الوقت

چھپکر طیار ہوگئی

یہ وہ معرکتہ الآرا کتاب ہے جسکے صرف ایک اعلان پر میرے پاس سینکڑوں درخواستیں آچکی ہیں

بنت الوقت

ہماری مستورات کی موجودہ تعلیم وتربیت کا بے مثل مرقع

اور

آج کل کی مہذب بیبیوں کی لاثانی تصویر

ہے

کتاب نہیں کتاب کی ہر سطر سفارش سے مستغنی اور تعریف سے بالا ہے۔ علامہ راشد الخیری کا قلم جن جواہرات سے ادب اردو کو مالا مال کر رہا ہے وہ اب محتاج بیان نہیں۔ صبح زندگی، شام زندگی، طوفان حیات اور سراب مغرب کے مصنف کا نام بنت الوقت کی ضمانت کو کافی ہے۔ منگا کر دیکھیئے کہ بنت الوقت لکھنے کی اس زمانہ میں کتنی ضرورت تھی اور یہ ضرورت کیسی پوری ہوئی۔ ضخامت کچھ اوپر چار جزو۔ قیمت آٹھ آنے۔ (علاوہ محصول)

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی

نمبر ۱

مصنفۂ علامہ راشد الخیری کی کتاب

طوفان حیات

قبیح رسوم اور شرک و بدعت مسلمانوں کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کہو کہلا کر چکے ہیں مشکل سے کوئی گھر ایسا ہوگا جہاں ان لغویات کا گزر نہوا شد ضرورت تھی کہ کسی طریقے سے انہیں روکنے کی سعی کیجاتی خوشی کی بات ہے کہ علامہ راشد الخیری نے اس طرف توجہ فرمائی اور کتاب طوفان حیات میں تمام حالات کو ایسی خوبی سے ادا کردیا کہ رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگیں۔ قصہ کی دلچسپی زبان کی سلاست طرز تحریر اور سوز و گداز کے متعلق کچھ کہنا فضول ہوگا اردو علم و ادب اسوقت مولانا کی تصانیف کو سر آنکھوں پر رکھ رہا ہے اس لئے اگر طوفان حیات کی طلبی میں عجلت سے کام نہ لیا گیا تو یقیناً طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ ضخامت قریباً دس جزو۔ کاغذ سفید عمدہ

صورت دیدہ زیب۔ قیمت ایک روپیہ (عمر) علاوہ محصول۔

المشتہر۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نمبر ۲

سات روحوں کے اعمالنامے

(پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا۔ دوسرا اسی ہفتہ میں طیار ہوا ہے)

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمایئے جو علامہ راشد الخیری مدظلہ کا وہ معرکتہ الآرا مضمون ہے جسکو پڑھکر ہر ناظر کی ادہر ہچکی بندہ گئی اور ادہر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے راز و نیاز کے چپ چلے عشق و محبت کے کرشمے خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں یہ مضمون اخبار خطیب میں مسلسل نکل چکا تہا۔ مگر اسکی طلبی اسقدر زیادہ ہوئی کہ اب اسے کتاب کی صورت میں شائع کرنا پڑا۔

اس بحث پر جناب مصنف نے اپنے لطیف و پرمغز نظارے دکہائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویر آنکھوں کے سامنے پہر جاتی ہے قیمت علاوہ محصول صرف چھ آنے۔

المشتہر۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

نظام المشائخ

جلد ۱۹ | بابت ماہ شوال ۱۳۴۶ ہجری | نمبر ۴

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مرشد کی تجلیات	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب [illegible]	۳
۲	فطرت انسانی	جناب حاجی محمد اسعد صاحب کاکاخیل ادیبی	۱۳
۳	محبت	جناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب مراد آبادی	۲۲
۴	چراغ	جناب منشی گوبند پرشاد صاحب احسان حیدرآبادی	۲۵
۵	ظاہرداری	جناب منشی فاضل [illegible] احمد صاحب [illegible]	۳۰
۶	اے انسان	جناب [illegible] صاحب [illegible] حیدرآبادی	۳۷
۷	[illegible]	جناب حکیم [illegible] شاہ صاحب پشاوری	۴۰
۸	شوال المکرم	معاون مدیر	۴۵
۹	حمد باری	[illegible]	۵۰
۱۰	تضمین نعتیہ	جناب فانی	۵۲
۱۱	فقیر کی صدا	جناب مولوی احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۵۳
۱۲	[illegible]	جناب ارشد	۵۴
۱۳	نعتیہ غزل	جناب [illegible] ذاتی	۵۶
۱۴	[illegible] سفر	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری	۵۷/۶۰

یاران نظام المشائخ

توسیع اشاعت

گزشتہ ماہ میں جن حضرات نے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔ انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر دے ۔

جناب منشی فضل کریم صاحب کوٹ مومن نے جناب شیخ امین اللہ صاحب بنگلہ لالو والی کو خریدار بنالیا
جناب ارائے منشی صاحب راولپنڈی نے جناب محمد صدیق راولپنڈی کو
جناب محمد یعقوب علی خان صاحب نائب رجسٹرار متھرا نے جناب منشی عبدالجلیل صاحب کو اور جناب منشی عبدالکریم خانصاحب سب رجسٹرار جہانہ کو
جناب محمد نصراللہ شریف صاحب سہارنپوری نے جناب سید عبدالعزیز صاحب پیش امام مسجد جامع
جناب عبداللطیف صاحب سرہند نے جناب چوہدری ولی محمد صاحب سرہند کو
جناب رحیم بخش صاحب پوسٹ ماسٹر نے جناب فضل الرحمن صاحب کما کو
جناب خلیل الرحمن صاحب نے جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب ناصح پیلی بھیت کو
جناب محمد شریف منشی نے جناب محمد عبدالرحمن صاحب ساکن بلندہ کو
جناب سید شاہ سلیمان صاحب موضع موڑا تالاب نے جناب سید ظفرالدین احمد صاحب کو
جناب منشی سعداللہ صاحب برہانپوری نے جناب عبدالرحمن صاحب برہانپوری کو
جناب یحییٰ شاہ صاحب احمد آباد نے سکرٹری ینگ مینس محمڈن لائبریری احمد آباد کو
ملا طیب علی محمد علی صاحب نے طیب علی شمس الدین صاحب بمبئی کو
طیب علی عبدالرسول صاحب نے مسٹر نذیر احمد جبلپور کو
جناب شیخ محمد نریمی صاحب بمبئی نے جناب محمد شاہ صاحب بمبئی کو
جناب غلام محمد صاحب فرکشانی نے جناب شیخ عبدالملک صاحب دلاگر فرکشانی کو خریدار بنالیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

مرشد کی تجلیات

(گزشتہ سے پیوستہ)

علمائے شریعت اور مشائخ طریقت

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

(النساء ع ۸ پ ۵)

مسلمانو! خدا اور رسول خدا اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کا حکم مانو۔ پس اگر کسی امر میں آپس میں جھگڑا پڑے تو اس میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی طریقہ اچھا ہے +

مثلاً ہر قسم کی خصومات اور جھگڑوں کے رفع کرنے کے لئے شخصی، تمدنی اور اجتماعی معاملات کے لئے جس طرح ہم کو علمائے کرام اور کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اسی طرح روحانی فسادات کے سلجھانے کے لئے مرشد کامل اور بزرگان طریقت کی طرف رجوع کرنا از بس ضروری ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ (مسند امام احمد)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانو! تم کو میری سنت اور سیدھی راہ یافتہ اہل رشد خلفا کے طریقے کو مستحکم طور سے مضبوط پکڑنا چاہئے۔ ہاں! اسی طریقے کو خوب مضبوط تھام لو اور اسی کو خوب جکڑ کر ڈاڑھوں سے پکڑ لو۔

مندرجہ بالا مبارک کلمات ایک حدیث نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام سے اقتباس کیے گئے ہیں۔ پوری حدیث کا ماحصل اور مفہوم یہ ہے:-

حضرت عرباض بن ساریہ صحابی رض فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اور ایک نہایت فصیح و بلیغ موثر پیرایہ میں وعظ فرمایا جس کے درد انگیز الفاظ سے ہمارے دل دہل گئے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ۔

یہ وعظ سنکر ہم میں سے ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ نصیحت تو آپ نے ایسی فرمائی ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی کو بوقت رخصت کرتے وقت وصیت کیا کرتا ہے۔ حضور! ہمیں وصیت فرمائیں تاکہ ہم آپ کے بعد اس پر عمل کرتے رہیں۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ (ترمذی شریف)

میں تمہیں خدا سے ڈرنے اور حاکم وقت علماء، اور بزرگان اسلام کی بات گوش دل سے سننے اور انکے اتباع و پیروی کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھیگا۔

نظام عالم

اس امر کا شاہد ہے کہ ذکاوت و حذاقت، دانائی و سمجھ، برتری و فوقیت یہ سب کچھ عطیہ خداوندی ہے۔ پس جس شخص کو خدائے تعالےٰ نے بڑائی و برتری عطا فرمائی ہے اسکی عزت و قدر کرنا لازمی و ضروری امر ہے۔ ارشاد باری ہوا

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (الزخرف ع ۳ پ ۲۵)

اس دنیا کی زندگی میں تو انکی روزی انمیں ہم ہی تقسیم کرتے ہیں اور ہم نے ہی دنیاوی درجے کے لحاظ سے انہیں سے ایک کو ایک پر بڑائی و ترجیح دی ہے تاکہ انہیں سے ایک کو ایک محکوم بنالے اور (اے حبیبؐ) تمہارے پروردگار کی رحمت تو اس مال دنیا سے جسکے یہ لوگ پیچھے پڑے ہیں کہیں بہتر ہے۔

جس طرح دنیاوی معاملات میں نظام عالم کے انتظام و انصرام بقاء اور قیام کے لیے حکام وقت کا ہونا ضروری ہے اور ایک کا دوسرے کے ماتحت رہکر کام کرنا لازمی امر سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح اعلاء کلمۃ اللہ اور بقاء دین الٰہی کے لیے مجتہدین دین علمائے ملت، فقہاء، محدثین، مفسرین، مولوی، مفتی، قاضی وغیرہ حضرات کی رائے کو وقعت دینا اور ان کے فرمان کو واجب العمل سمجھنا اور انکے حکم کے سامنے سر تسلیم

ختم کرنا واجبی امر ہے ۰

گفت عالم بگوش جاں بشنو ۔۔۔ ور نماند بگفتنش کردار

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ۔۔۔ ور نبشت ہست پند بر دیوار

پس جب بمقتضائے آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۰ مذہبی امور میں ہمیں علمائے کرام رح کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ نیز بمقتضائے فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۔ اور رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ کی بنا پر انصرام امور دین و دنیا کے لیئے اعلیٰ فرمانرواؤں اور بڑے بڑے علمائے عظام کے وجود کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ تو اسی طرح اَلطَّرِيْقَةُ هِيَ لُبَابُ الشَّرِيْعَةِ۔ مسائل طریقت کے لیئے ابھی جو در اصل شریعت سے کسی طرح جدا نہیں۔ غوث و قطب و اولیاء اللہ اور مشائخ کرام رح کی روحانی فیضان کی برکات سے مشرف و فیضیاب ہونا ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا علم ہے جس کی بابت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

شب معراج

میں جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سوال کیا تو مجھکو جلال و جبروت خداوندی کے خوف سے جواب دینے کی طاقت نہ تھی ۰

اُس وقت باری تعالیٰ نے ید قدرت میرے مونڈھوں پر رکھا اور پھر علم اولین و آخرین نیز مختلف علوم سے واقف و آگاہ فرمایا ۰

اِن علوم میں سے ایک ایسا علم ہے جسکے چھپانے کی مجکو خاص طور سے ہدایت فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ بجز میرے اِس علم کے بار کو اب کوئی دوسرا شخص نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ علم نبوت ہے۔ اذ علم انه لا یقدر علی حمله احدٌ غیری ۰

اور ایک ایسا علم مجکو بتلایا گیا ہے جسکے لیے مجکو اختیار دیا گیا ہے کہ جس شخص کو اس علم کا اہل پاؤں اسکو تو وہ علم بتا دوں ۔ اور جسکو لائق نہ پاؤں اسکو نہ بتاؤں ۔ وہ علم ولایت ہے ۔

صوفیہ رح کے نزدیک علم نبوت سے سیر فی الذات مراد ہے اور علم ولایت سے سیر فی الصفات ۔

حضرت مجدد رح سے منقول ہے کہ علم ولایت شریعت حقیقت کے باطنی علم کا نام ہے ۔ اور ان کے اسرار بجز تقوے اور صفائی باطن کے حاصل نہیں ہو سکتے ۔ اور آیت وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (اور ہم نے اپنے پاس سے انکو ایک علم سکھایا) میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے (تفسیر مظہری)

حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو ظرف حفظ کیے ۔ ان میں سے ایک کو تو میں نے تم میں پھیلا دیا ۔ لیکن اگر دوسرے علم (علم باطنی) کو تم پر ظاہر کروں تو میرا گلا کٹ جائے قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ (بخاری شریف)

پس جو کچھ بزرگان سلف ائمہ کرام رح نے فرمایا ہے ۔ اگرچہ ہماری عقل وہاں تک رسائی نہ کر سکے ۔ اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے ۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دین و مذہب کے بارے میں کسی بات کو ماننا اور بلا دلیل و حجت اس پر عمل کرنا بشرطیکہ وہ قرآن و حدیث کے مخالف نہو

تقلید

ہے جس سے دنیا کا کوئی فرقہ خالی نہیں ۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا قَدْرُ بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَاَشَارَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رض الحدیث ۔ تیسیر کلکتہ صـ ۳۴۹ کتاب الفضائل الباب الثالث

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو اس بات کا علم نہیں کہ میں تم لوگوں میں کب تک رہوں پس تم میرے بعد ان دو شخصوں کی پیروی کرنا جو میرے بعد نائب ہونگے اور اشارہ سے حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کو تبلایا ۔

(ترمذی شریف)

اس حدیث سے یکے بعد دیگرے ہر دو خلیفہ کی اقتدا و تقلید اتباع پیروی کا حکم ثابت ہے ۔ مگر اس سے یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ انسے مسائل و احکام شرعیہ کی دلیل بہی دریافت کرلیا کرو ۔ اور ہر مسئلہ میں رات دن کٹ حجتی ہی کرتے رہا کرو ۔

باقی صحابہ کرام رض خلفا یا علماء عظام رح کا کسی مسئلہ میں اختلاف رکھنا یہ دوسری بات ہے ۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنِ اخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُھَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِمَّا ھُمْ عَلَیْہِ مِنِ اخْتِلَافِھِمْ فَھُوَ عِنْدِیْ عَلٰی ھُدًی قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اس اختلاف کے بارے میں جو میرے صحابی میرے بعد آپس میں اختلاف کرینگے سوال کیا تو اللہ تعالی نے مجھپر وحی کی کہ اے محمد تمہارے دوست (صحابہ) میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کیطرح ہیں بعض بعض سے زیادہ قوی ہیں لیکن نور روشنی ہر ایک کیلیے ہے پس جن مسائل میں صحابہ کا اختلاف ہے اگر انمیں سے کسی ایک کو بھی کسی نے لیلیا تو میرے نزدیک ہدایت پر ہے (راست پر ہے) پھر (امیر المومنین نے) کہا کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ ۔ رواہ رزین۔ (مشکوۃ شریف)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے ۔

مندرجہ بالا حدیثوں میں مسلمان حاکم وقت کی طاعت، علمائے ملت، مشائخ طریقت اور خلفاء کی اتباع و پیروی کرنے اور انکی رائے کو عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھنے کی بابت تاکید و ہدایت فرمائی گئی ہے ۔

پس کسی ایک کی بات کو ماننا اور تقلید شخصی کا واجب ہونا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی حدیث شریف سے ثابت ہوچکا ہے ۔

وجوب تقلید شخصی

کسی مسئلہ کا ضروری و واجب ہونا دو طریقوں سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ اس امر کی تاکید آئی ہو۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ اس ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں ۔

دوسرے یہ کہ اس امر کی صراحۃً تو خود تاکید نہ آئی ہو مگر جن امور کی قرآن شریف، حدیث شریف میں تاکید آئی ہے۔ ان پر عمل کرنا بدون اسکے عادتاً ممکن نہ ہو سکے۔ اسلیئے اسکو بھی ضروری ہی کہا جائے گا۔ چنانچہ علماء کے اس قول۔

مقدمۃ الواجب واجبٌ

کا بھی یہی مطلب ہے ۔

مثلاً قرآن و حدیث کو جمع کرکے لکھنے کی بابت شریعت غرا میں کہیں بھی تاکید نہیں آئی۔ بلکہ ایک حدیث میں یہ آیا ہے :۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تو ایک جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتابت ۔

اس حدیث سے جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصہ قرآن و حدیث کی کتابت کیسے واجب ہوگی ۔

لیکن مقتضائے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ۔ انکے محفوظ رکھنے اور ضائع ہونے سے بچانیکے باب میں تاکید آئی ہے ۔ اور تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ بلا قید کتابت کسی شے کا عرصہ تک محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا اسلئے قرآن پاک اور حدیث نبوی کی کتابت کو ضروری سمجھا گیا اور اسیلئے قرون ماضیہ سے لیکر اب تک انکی تحریر پر تمام امت کا اتفاق چلا آتا ہے ۔

پس اس قسم کی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو اس سے وجوب بالغیر مراد ہے نہ کہ وجوب بالذات ۔

جس طرح قرآن شریف و حدیث شریف کی کتابت کے لیے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ۔ اسیطرح ایسی آیات یا حدیث کا پیش کرنا جن میں تقلید شخصی کی بابت بالتصریح تاکیدی حکم آیا ہو ضروری نہیں ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ ۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم (جماعت علمائے حق) کی پیروی کرو اور اس سے علیحدہ نہ ہو کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں الگ جا پڑا ۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث اور اقوال سلف رحمۃ سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ بلا استاد اور بغیر پیر و مرشد اور بغیر رہبر کامل کے نہ تو دین ہی درست ہو سکتا ہے نہ دنیا ہی میں کسی قسم کی ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔

مشاہدہ اس امر کا شاہد ہے کہ مولوی و عالم بننے ۔ بی اے ۔ ایم اے کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے الف ، بے ، تے حروف ہجا اور ابتدائی کتابیں پڑھنے اور استاد کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے۔ حافظ ہونے اور قرآن شریف پڑھنے سے پہلے قواعد بغدادی کا یاد کرنا ۔ اور حروف مقطعات کا ذہن میں محفوظ رکھنا لازمی سمجھا گیا ہے ۔ ورنہ قرآن شریف کی روانی عبارت بھی پڑھنا ممکن نہیں معانی و مطالب کا سمجھنا تو در کنار ۔ سچ ہے ؎

بطرح اہل الف با تا نہ خوانی ۔ ز قرآں درس خواندن کے توانی

اسی طرح عشق حقیقی تک پہنچنے کے لیے عشق مجازی کی تکالیف و رسوائیوں کا برداشت کرنا بعض ناصحان خدا کا ابتدائی مکتب ہے ۔ سچ ہے ؎

چو اہل دل ز عشق افسانہ گویند ۔ حدیث بلبل و پروانہ گویند
بگیتی گر بسے صد کار آزمائی ۔ ہمیں عشقت دہد از خود رہائی
متاب از عشق رو گرچہ مجازیست ۔ کہ آں بہر حقیقت کارسازیست (جامی)

جس طرح ایک شفیق استاد نیم وحشی کو پڑھا لکھا کر انسان کامل بنا سکتا ہے ۔ اسی طرح سچا مرشد اور رہبر کامل اپنے مرید سعید کو مقامات سلوک طے کرا کر معراج ترقی پر پہنچا سکتا ہے۔

اور یہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ دنیائے اسلام سب سے بڑے امام کی اتباع و پیروی کرے جس کی شان میں کہا گیا ہے ۔ اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عِیَالٌ لِأَبِی حَنِیْفَة (تمام آدمی فقہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں)

سبق کا الائمۃ فالجمیع عیالہٗ فیما تحراہ بحسن قیاس

یہ امر اپنے موقع پر روز روشن کیطرح ثابت ہوچکا ہے کہ آیات الٰہی اور حدیث نبوی کے معانی و مطالب سمجھنے اور انکی کُنہ اور باریکیوں کی تہ کو پہنچنے والا روئے زمین پر امام اعظم رح سے بڑھکر کوئی نہیں ہوا۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ہ

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ہو المسک ما کررتہ یتضوع

ولنعم ما قیل

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ رِضَاءِ الرَّحْمٰنِ

دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ثُمَّ اعْتِمَادِیْ مَذْھَبُ النُّعْمَانِ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَاہُ اِتِّبَاعَہٗ

محمد عبد التواب مولوی عالم فاضل۔ رہتک

چندہ سالانہ تین روپیہ ششماہی عہ

خطیب

ایک ہفتہ وار رسالہ کی حیثیت سے توکبھی اپنا جواب نہ رکھتا تھا لیکن اب اخباری اعتبار سے بھی بے مثل ہے اگر آپ مہینے میں چار دفعہ کسی ایسے پرچہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں جو رسالہ کا رسالہ ہو اور اخبار کا اخبار۔ تو خطیب جاری کرائیے

یہ سب سے ضخیم ہوتا ہے، اسمیں کاغذ سب سے اچھا لگتا ہے۔ اسکی قیمت سب سے کم رکھی گئی ہے نمونہ مفت منگا لیجئے

المشتہر

منیجر خطیب دہلی

فطرت انسانیؒ وغیر انسانی

خداتعالی فرماتا ہے۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔ (اے پیغمبر) تم تو ایک (خدا) کے ہو کر اسکے دین کی طرف اپنا رخ کئے رہو۔ (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (لوگو!) اسی کی طرف رجوع ہو اور اسی کا ڈر مانو اور نماز پڑھتے رہو اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے (اپنے اصلی پیدائشی) دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقے (فرقے) ہو گئے اور جو (دین) جس فرقے کے پاس ہے وہ اسی میں مگن ہے۔ (الروم رکوع ۴ پارہ ۲۱)۔

مولانا جامی صاحب نے شرح فصوص الحکم میں حکمت روحیہ کلمہ یعقوبیہ میں دین کی یہ تشریح کی ہے کہ لغت میں دین کا اطلاق تین معانی پر ہوا کرتا ہے فرمانبرداری جزا اور عادت پر۔ اور شریعت میں جو احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے یا بعض بندوں نے اپنے لیے مشروع کیے اور اللہ تعالیٰ نے اسکو مقرر اور برقرار فرمایا۔ بڑے بڑے علماء و حکماء اور فضلاء نے اس میں دماغ سوزی کی ہے کہ کن کن امور میں انسان غیر انسان سے ممتاز ہے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ انسان غیر انسان سے عقل میں ممتاز ہے کہ انسان کے عقل ہوتی ہے اور غیر

انسان کے عقل نہیں۔ یا یہ کہ انسانی عقل کامل اور غیر انسانی عقل ناقص ہے مگر یہ امتیاز قابل پذیرائی نہیں۔ کیونکہ عقل کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ عقل ایک قوت ہے جس سے نیک و بد کی تمیز ہو سکے۔ مگر بعض چوپائے انسان سے نیک و بد کی تمیز زیادہ کر سکتے ہیں۔ بلکہ بعض حیوان بعض انسان سے عقل میں زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسے گھوڑا، ہاتھی وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں کہ انسان کے دل ہوتا ہے اور غیر انسان کے دل نہیں۔ دل محل محبت ہے۔ اور محبت حیوانوں میں بھی موجود ہے بعض کہتے ہیں کہ حیوانوں میں روح علوی نہیں ہوتی۔ بعض اور فرق اور تمیز بتلاتے ہیں مگر اصلی فرق اور تمیز کوئی تبلا نہ سکا +

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی کل مخلوق دو قسم کی ہے۔ ایک بسیط دوم مرکب بسیط، جیسے ارواح مجردہ اور عناصر اربعہ آگ و باد، پانی و خاک۔ پھر ارواح کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ارواح ہیں جو بالکل نیک ہیں جیسے ملائکہ۔ دوسرے وہ ارواح ہیں جو بالکل شریر ہیں جیسے شیاطین اور بعض جنات تیسرے وہ ہیں جو نہ شریر ہیں اور نہ نیک۔ مگر اپنے اختیار سے شر اور خیر قبول کر سکتے ہیں۔ جیسے ارواح انسانی۔ مرکب اشیاء کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ جب عناصر اربعہ یعنی آگ باد اور پانی اور مٹی کی ترکیب اس طرح واقع ہو جاوے کہ اس سے ایک سخت چیز بن جاوے کہ وہ ظاہراً کم و زیادہ نہ ہو سکے اور نہ نمو پا سکے۔ اور نہ طبعاً یا بالارادہ حرکت کر سکے۔ اسکو جماد کہتے ہیں جیسے اجرام فلکی و پتھر وغیرہ۔ اور وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسے سنگ سیاہ و سنگ مرمر و یاقوت و لعل وغیرہ۔ اور جب عناصر اربعہ کی ترکیب اس طرح ترتیب پاوے کہ اس میں بالیدگی اور نمو پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر ایک مقام سے دوسرے مقام تک حرکت ارادی نہ کر سکے تو اسکو نباتات کہتے ہیں اور وہ بعض چھوٹے بعض بڑے ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر عناصر اربعہ کا امتزاج اسطرح ہو جاوے

کہ وہ شے نشو و نما بھی پا سکے۔ اور طبعاً یا بالارادہ حرکت بھی کرے تو اسکو حیوان کہتے ہیں
اگر وہ صرف زمین پر رینگتے یا پھرتے ہیں تو انکو چوپایہ کہتے ہیں اور اگر ہوا
میں اڑ بھی سکتے ہیں تو انکو پرندہ کہتے ہیں۔ پھر چوپایہ اگر صرف چرنے سے اپنی
زندگی بسر کرتے ہیں تو ان کو بہائم اور اگر گوشت خور بھی ہوں تو انکو سباع یا درندے
کہتے ہیں۔ اسیطرح پرندہ او چرندہ اور درندہ کے ہزارہا اقسام ہیں۔ ان جمادات
اور نباتات اور حیوانات میں روح علوی یا قوت ملکی یا قوت شیطانی کچھ نہیں
ہوتی۔ نہ وہ ابدی ہوتے ہیں نہ شرع کے پابند۔ وہ طوعاً و کرہاً خدا کی یاد میں بزبان
قال اور زبان حال سے لگے رہتے ہیں۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ
مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ کیا یہ لوگ
اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین کی) تلاش میں ہیں حالانکہ جو (فرشتے) آسمانوں
میں (ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکم بردار ہیں۔ اور
اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے +

اسمیں اسی طرف اشارہ ہے۔ جمادات و نباتات و حیوانات کی حاجات
و ضروریات محدود ہوتی ہیں۔ انکی بقائے حیات کے لیے جس جس چیز کی ضرورت
ہوتی ہے وہ قدرت خود انکے لیے مہیا کرتی ہے۔ اور انکی فطرت میں جذب
منفعت اور دفع ضرر کی قوت موجود ہوتی ہے۔ انکو تعلیم و تعلم اور تجربہ اور مشاہدہ
کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی وہ خود بخود جان لیتے ہیں کہ یہ چیز انکے لیے مضر اور یہ
چیز نافع ہے۔ مثلاً زہردار جنگلی بوٹی جو کسی حیوان کے لیے مضر ہو وہ حیوان خود
بخود بغیر کسی کے سکھلائے یا بتلائے اسکو نہیں کھاتا۔ اور ایک جنگلی اور وحشی
حیوان جس نے کبھی دریا کو نہیں دیکھا ضرورت کے وقت وہ بڑے بڑے دریاؤں
کو تیر جاتا ہے ؎

بچۂ بط اگرچہ بیضہ بود		آب دریاش تا بسینہ بود

حیوانات کی ترقی محدود ہوتی ہے۔ وہ ضروریات کے سوا آگے جاکر کچھ ترقی نہیں کرسکتے۔ وہ پیدائش سے مرنے تک یکساں حالت میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح ملائک علوی اور ملائک سفلی کا حال ہے۔ وہ اپنے اپنے مقام سے ایک بالشت بھر آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ویسا ہی حال شیاطین اور بُری روحوں کا ہے بری روحیں کبھی نیک نہیں ہوسکتیں۔ ان کا کام ہمیشہ شر انگیزی اور فتنہ و فساد ہوتا ہے وہ خیر کی ہدایت کبھی نہیں دے سکتی ہیں۔ اب رہا انسان اس کی ترکیب میں اربعہ عناصر یعنی آگ، ہوا، پانی، مٹی ہوتی ہے۔ اور علاوہ اس کے روح علوی (روح انسانی) اور لطایف یعنی سر و خفی و اخفے و قلب ممزوج ہوتے ہیں۔ اور انکو قولے ملکی اور قوائے شیطانی اور قوائے بہیمی اور قوائے سبعی اور دیگر قوائے دیے جاتے ہیں۔ اور چونکہ روح انسانی منفوخ ہے اسلیئے انسان میں ربوبیت بھی ہوتی ہے۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اسکو پورا کرلوں تو تم اسکے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

ان آیات میں انسانی روح کی نسبت اپنی طرف کی ہے بوجوہات ذیل انسان اور غیر انسان میں کچھ مشابہت اور مناسبت نہیں:-

(۱) یہ کہ دیگر مخلوق یا تو بسیط ہوگی جیسے ارواح ملائکہ یا شیاطین اور عناصر اربعہ۔ اور اگر مرکب ہوگی تو اسکی ترکیب صرف عناصر اربعہ سے ہوگی

جیسے جمادات و نباتات و دواب۔ انسان تمام حقائق علوی اور سفلی کا ایک معجون مرکب ہے۔ اسمیں ملکیت۔ شیطانیت، ربوبیت، بہیمیت، سبعیت سب کچھ موجود ہے

(۲) یہ کہ دواب کی بناوٹ انسان کی بناوٹ سے بالکل مختلف ہے۔ بہائم و پرندے و درندے سب کچھ کھا کر ہضم کر سکتے ہیں۔ وہ کچا موٹا غلیظ ہر قسم کا کھانا کھاتے ہیں۔ انسان بغیر لطیف غذا اور کچے پکائے کھانے کے ہر قسم کا نہیں کھا سکتا۔

(۳) یہ کہ بہائم و درندے و پرندے وغیرہ حشرات الارض کو اپنی ضروریات کا علم الہام سے ہوتا ہے یا ان کی فطرت میں ہوتا ہے۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ اے پیغمبر تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں بنا لیتے ہیں ان میں چھتے بنا۔

اس آیت میں الہام کا ذکر ہے مگر فطرت انسانی کا یہ حال نہیں فطرت انسانی بالفعل تمام علوم و معارف سے خالی ہوتی ہے۔ مگر اسمیں لا انتہا ترقی کرنے کی قابلیت اور خاصیت ہوتی ہے۔ اسکی فطرت ایک کورے صاف لوح کے مانند ہوتی ہے جسپر نقش و نگار بیرونی اسباب و ذرائع سے ہوتا ہے خواہ وہ نقش و نگار اچھے ہوں یا برے۔ انسان جو کمال حاصل کرتا ہے وہ اپنی سعی و کوشش سے کرتا ہے اسکو بغیر محنت اور سعی کے کچھ نہیں ملتا۔ وہ تمام تر اپنی سعی و کوشش کا رہین منت ہے اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۝ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۝ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۝ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ۝ کیا اسکو ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسےٰ کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں اور نیز ابراہیم کے صحیفوں میں

جنہوں نے (ان صحیفوں میں یہ لکھا ہے) کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ (اپنی گردن پر) نہیں لے گا۔ اور یہ کہ انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنی اُس نے کوشش کی اور یہ کہ اُسکی کوشش (آگے چل کر) دیکھی جائے گی۔ پھر اسکو اسکا پورا پورا بدلہ ملیگا اور یہ کہ (آخر کار سب کو) خدا تک پہنچنا ہے ؂

غرض کہ انسان کی ترقی اپنے اختیار سے ہے۔ اِس کا بہت سارا تعلق صحبت اور عادت اور اسباب سے ہوتا ہے۔ اگر انسان سعی نہ کرے اور کسی کی صحبت اور شاگردی اختیار نہ کرے تو وہ خود بخود ایک لفظ بھی نہیں سیکھ سکتا اور تمام عمر بلکہ نسلاً بعد نسلٍ حیوان مطلق بلکہ حیوان سے بھی بدتر رہیگا جیساکہ افریقہ یا دیگر جزائر یا ہندوستان کے ارذل اقوام کا حال ہے کہ جو بالکل حیوانی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ ان کے دل تو ہیں (مگر) اُنسے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں بھی ہیں (مگر) اُن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور اُنکے کان بھی ہیں (مگر) اُن سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ (غرض) یہ لوگ چار پایوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں وہ (لوگ) ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔ اگر ایک شخص تمام عمر دریا کے کنارے رہے۔ اور تیرنے کی مشق نہ کرے تو وہ کبھی تیر نہ سکے گا اور اسیطرح ایک خدمتگار کسی مکتب یا مدرسہ یا دار العلوم کی خدمت کرتا رہے لیکن وہ لکھنے پڑھنے کی کوشش نہ کرے تو کبھی اُسکو لکھنا پڑھنا نہ آئے گا اور بڑھاپے تک جاہل ہی رہیگا ؂

(۴) یہ کہ فرشتے اور شیاطین اور چرندے، پرندے اور درندے اور نیز دیگر حشرات الارض ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں۔ مگر انسانی فطرت کا یہ حال

نہیں۔ اگر انسان میں لاانتہا ترقی کی قابلیت اور خاصیت موجود ہے تو اس میں
تنزل کی خاصیت بھی ہے۔ غرضکہ انسان اپنی کوشش و ارادہ سے ہر قسم کی حالت
حاصل کر سکتا ہے۔ اگر وہ بہائم میں اپنے آپ کو شمار کرے تو کھانے پینے میں گھوڑے
اور ہاتھی سے بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر بے حیائی کا کام اختیار کرے تو خوک اور
گدھے سے آگے نکل جاتا ہے۔ اور اگر مارنا پیٹنا اور قتل و مقاتلہ کا اہتمام کرے
تو شیر چیتے اور بھیڑیئے کو مات کرتا ہے۔ اور اگر شیطانی فعل اختیار کرے تو
ابلیس اسکا ادنےٰ شاگرد بھی نہیں ہوتا۔ اور اسمیں تمام اخلاق رذیلہ مثل جہل اور
حسد، کینہ، اور تکبر، اور بخل وغیرہ پیدا ہو کر اسکو یکتائے زمانہ بنا دیتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ فطرتاً انسان کی تین حالتیں ہیں۔ اگر وہ کسی نیک یا بد صحبت کی
عادت پیدا نہ کرے گا اور اپنی پیدائشی حالت پر رہیگا تو وہ بالکل لغو و معطل اور
بیکار رہے گا۔ اور ہمیشہ جاہل مطلق اور حیوان لایعقل رہے گا۔ اور اگر نیک صحبت
کی عادت ڈالے اور کسی بڑے حکیم یا فاضل کی شاگردی اختیار کرے تو افلاطون
زمانہ اور سقراط اور بقراط بن سکتا ہے۔ اور اگر گوشہ نشینی اختیار کرکے خدا کے
فکر اور ذکر میں لگا رہے تو مہاتما بدھ اور بایزید بسطامی بن جاتے۔ اور اگر ہر فعل
قول و عمل اور دنیوی اور اخروی تمام مشاغل میں اپنے قوتوں کو یکساں استعمال
کرتا رہے تو سکندر رومی اور عمر فاروق بن جاتے۔ غرضکہ انسان کا درجہ معلوم نہیں
اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک اسکی معراج ترقی ہے۔ اگر ربوبیت کا دعوےٰ
کرے تو انا ربکم الاعلیٰ کی باطل صدائیں لگانے لگتا ہے۔ اور اگر عاجزی اختیار
کرے تو انا عبد ذلیل زمین بندہ عاجز ہوں / بول اٹھتا ہے۔ اور اگر بد صحبت اختیار
کرے تو بدی اور شرارت میں بے نظیر ہو جاتا ہے۔ مگر کامل انسان وہ ہے کہ وہ
سب اوصاف اور اخلاق میں یکساں ہو۔ ظاہر میں فرعون اور باطن میں عیسیٰ مسیح ع

وہ بالکل فرشتہ نہو کہ لوگ اسکو سادہ لوح کہیں نہ بالکل شیطان بن جائے کہ لوگ اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ وہ ضرورت کے وقت پر از مصلحت حیل حسنہ بھی کرتا ہے۔ جیساکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بن یامین کے ٹھیرانیکے لیے اپنے بھائیوں سے کیا تھا اور خدا نے اسکی تعریف کیکہ فرمایا

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ

یوں ہم نے یوسف کو تدبیر بتائی (ورنہ) بادشاہ (مصر) کے قانون کی رو سے وہ اپنے بھائی کو نہیں روک سکتے تھے مگر یہ کہ خدا کو منظور ہوتا (تو کوئی دوسری تدبیر نکلتی) جسکو چاہتے ہیں (حسن تدبیر میں) اسکے درجے بلند کرتے ہیں۔ اور (دنیا میں) ہر ایک دانا سے بڑھکر (دوسرا) دانا موجود ہے۔

وہ حق کے لیے لڑتے ہیں۔ سپہ سالار ہو وہ انصاف میں ایسا عادل ہو کہ کوئی دوسرا اسکا نظیر نہو۔ وہ عبادت میں اول درجہ پر سرتاج عابداں ہو۔ ہر نیک عمل میں اعتدال پر ہو۔ اور اسی حالت کو اسلام اور دین فطرت کہتے ہیں اور اسی دین کی انبیا علیہم السلام اور اُنکے ورثا تعلیم دیتے ہیں۔ اور اس دین پر عملدرآمد کرنے کے لیے جو قواعد موضوع ہوئے ہیں اُنکو شریعت کہتے ہیں۔ اور طریقت اور حقیقت شریعت کی شاخیں ہیں اور اسی شریعت پر عملدرآمد کرنیکے لیے انسان مکلف ہے جو کوئی شریعت پر عمل کرتا ہے وہ سعید کہلاتا ہے۔ اور جو شریعت پر عمل نہیں کرتا وہ شقی کہلاتا ہے۔ اسی دین کو دین حنفی کہتے ہیں۔ جس کا مضمون کی ابتدا میں ڈالدیا گیا ہے۔ حاصل اس تمام تحریر و تقریر کا یہ ہے کہ دیگر مخلوق اپنے افعال میں مجبور ہیں اور انسان مختار ہے۔ مگر بغیر اسباب کے وہ لاچار ہے۔ کچھ نہیں کرسکتا اور جو کچھ کرتا ہے۔ اپنی سعی سے کرتا ہے۔ بغیر مرشد اور راہبر کے وہ ایک قدم

نہیں چل سکتا۔ اسلیے کہ وہ فاعل مختار ہے۔ اسکو وعید اور وعدے دیے گئے ہیں۔ اور پیغمبر اور نذیر و بشیر بھیجے گئے ہیں۔ اب اس مقام پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انبیاء اور رسول بھی تو انسان ہیں تو اُن کو کس نے سکھلایا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ انکو خدا نے سکھلایا۔ پس جس شخص کا سینہ اور قلب صاف ہوتا ہے اسپر علوم اور معارف کا القا خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور وہ نبی کہلاتا ہے۔ اور اسکی تعلیم سے باقی لوگ رشد و ہدایت پاتے ہیں اور نبی کا قلب بھی بعد مجاہدہ اور ریاضت کے محل علوم و معارف ہوکر عام لوگوں کی ہدایت کے لیے موزوں ہوجاتا ہے **بیت** حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں ٭ خاص کند بندۂ مصلحت عام را

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی فضل کیا کہ ان میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ اور انکو گندگی سے پاک کرتا ہے اور انکو کتاب الٰہی اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور پہلے تو یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ہی ٭

غرض مبارک وہ شخص ہے جس نے تعلیم میں کوشش کی۔ اور کلام اللہ کی پیروی کی۔ اور کسی مرشد کامل کے زیر سایہ پرورش پائی ٭

(حاجی) محمد اسد کا کامل اویسی

اطلاع خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا کیجیے۔ اسکے بغیر ہم آپکے حکم کی تعمیل نہیں کرسکتے۔ اور آپکو شکایت پیدا ہوجاتی ہے ٭

منیجر نظام المشائخ

دوم

محبت

پیش از ظہور عشق کسی کا نشان نہ تھا
تھا حسن میزبان کوئی میہمان نہ تھا

اطبار فرماتے ہیں کہ محبت ایک بیماری ہے جو کسی خوبصورت چیز کو دیکھنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اصحاب ظاہر بین نے محبت کو صرف حسن صورت پر محدود رکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محبت نہ صورت پر موقوف ہے نہ سیرت پر۔ بلکہ یہ کسی دلفریب کیفیت کو دیکھکر پیدا ہوتی ہے۔ بلبل کو گل سے، پروانہ کو شمع سے اسلئے محبت نہیں ہے کہ پھول خوشرنگ ہے۔ اور پروانہ اس واسطے شمع پر قربان نہیں ہوجاتا کہ وہ روشن ہے۔ بلکہ پھول کی دلاویزی اور شمع کی حالت بلبل اور گل کی دلی کیفیات میں ایک خاص جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ شعراء نے بلبل کے نالہ اور پروانہ کی ہلاکت کو بے نظیر مانا ہے +

ابتداء سے اب تک ہر شئے میں خواہ جان والی ہو یا بے جان۔ محبت موجود ہے۔ عالم صرف محبت کے محور پر قائم ہے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے۔ آفتاب ماہتاب زمین سے اجرام سماوی ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ العالمین خود محبت کو پسند کرتا ہے۔ پھر کیوں نہ اسکی مخلوقات میں مادۂ محبت ہو۔

حضرت صوفیہ نے محبت کو دس منزلوں میں تقسیم کیا ہے[ا]۔

(۱) **موافقت**۔ دوست کے دشمنوں کو دشمن سمجھنا۔

(۲) **میل**۔ ہمیشہ متوجہ الی اللہ رہنا۔

(۳) **موانست**۔ ہر چیز سے گریزاں اور جویان حق رہنا۔

[ا] دان الغیب صفحہ ۱۱ +

(۴) موّدت - عجز و زاری سے خلوت دل میں مشغول رہنا +

(۵) ھوا - ریاضت و مجاہدہ +

(۶) خلات - جملہ اعضا کو یاد حق سے پُر کرنا اور غیر سے خالی کرنا +

(۷) الفت - صفات حمیدہ سے متصف ہونا +

(۸) شغف - غایت شوق سے حجاب دل کو دور کرنا اور مغلوب حال ہونے کے بغیر افشائے محبت نہ کرنا +

(۹) تیجہ - بندۂ محبت ہو کر تجرید ظاہری اور تفرید باطنی سے متصف ہونا

(۱۰) ولہ - آئینہ دل کو جمال دوست کے مقابل کرنا - اور مصروف مشاہدہ ہونا - محو ہونا +

گیارھویں منزل "عشق" ہے +

عشق اُن مشکل ترین مہموں میں سے ہی جو ابتدائے کار میں مشکل نظر نہیں آتیں قدرت کو چونکہ اِس کا وجود منظور تھا - اِس لیئے اُسکے ابتدائی مراحل ایسے آسان اور دلکش بنائے کہ ہر دل میں خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہو عشق کو جگہ ملگئی - یہ عام تجربہ کی بات ہی کہ محبت شروع شروع میں بہت روح پرور - امید افزا - دل خوش کن اور دلفریب ہوتی ہے - اور آدمی بغیر تامل آنکھہ بند کر کے فوراً دل ہار دیتا ہی خواہ انجام کار کتنی ہی مصیبتوں کا سامنا کیوں نہو - عشق کی ابتدائی منزلیں ایسی خوشگوار ہموار - اور سبزہ زار زمین پر واقع ہیں کہ مسافر کو طے مسافت میں چاروں طرف گلزار اور چمنستان نظر آتے ہیں - بلبلوں کے نغمہائے خوش آیند سنتا ہے - اور سرسبز ہنتا ہے ہوا ایسی لطیف ہی کہ دم عیسے کا کام کرتی ہے - منزل مقصود نزدیک نظر آتی ہی اور وصال محبوب قریب - لیکن کچھہ دور آگے چلکر اسکو صحرائے اعظم کے کارواں کی طرح یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ یہ مرغزار اور سبزہ زار بہت تھوڑی راہ تک ہی سامنے

کئی دور دراز مسافتیں اور طول طویل منزلیں ایسی پڑی ہیں جہاں نہ دانہ ہے نہ پانی اور نہ نشان راہ ہے نہ کوئی راہ نما سموم چلتی ہے۔ ریگستان ہے اور سراب ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (اعراف)

انسانی ارواح نے جب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا جواب بلیٰ۔ دیا۔ اس وقت سے بلائے عشق اپنے گلے میں ڈال لی۔ روح جب تک تعلقات جسمانی سے پاک تھی۔ پاک تھی۔ اور لازم تھا کہ پاک رہے۔ جسم اُسکے واسطے غول راہ ہوا۔ روح نے وعدہ کر لیا مگر جسم کی قید میں آکر اُسے اُس وعدہ کا ایفا مشکل نظر آیا۔ روح کے لیے تسبیح الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہنا آسان ہے۔ اسی لیے فرشتے لیل و نہار طاعتِ حق میں مصروف۔ اور اُس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ گناہوں سے پاک ہیں۔ اور انسانوں کیلئے پاکیزگی۔ اطاعت حق۔ اور معصومیت کا نمونہ ہیں۔ اور انسان ہے کہ خطا و نسیان کا مرکب ہے گنہگار ہے۔ خدا کو بھول جاتا ہے۔ اس سے انکار کیے جاتا ہے۔ ہزار ہا قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ اطاعتِ خالق سے منہ پھیر لیتا ہے مگر یہ فرق یہ زمین و آسمان کا فرق محض اسلیے ہے کہ فرشتے قیود جسمانی سے پاک ہیں۔ اور بیچارہ انسان ان میں محبوس۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اگر انسان باوجود ان کمزوریوں کے گناہوں سے بچے اور کامل انسان بنے تو وہ فرشتوں سے بہتر ہے۔

واضح ہو کہ خدا کی محبت سب سے بڑی اور بزرگ ہے۔ ہر شخص کو ضرورت ہے کہ محبت الٰہی حاصل کرنیکے ذرائع معلوم کرے۔ کوئی شخص اگر کسی پر عاشق ہوتا ہے تو اُسکا کیا حال ہوتا ہے؟ عاشق کے دلمیں سوائے معشوق کے خیال کے اور دوسرا خیال جاگزیں نہیں ہوتا۔ کبھی آنکھ کا تصور کرتا ہے۔ اور کبھی لب کا سے

ہرچہ آید در دلم غیرے تو نیست یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

اسی طرح طالب محبت خداوندی کو چاہیے کہ تمام دنیاوی باتوں سے قطع نظر کرکے اُسی کی طرف توجہ کرے۔ دنیا کے جھگڑے خدا کی طرف رجوع ہونے نہیں دیتے اس واسطے سب سے پہلے ان کو دور کرنا چاہیے۔ جب تک دل خس و خاشاک سے پاک نہوگا محبت خداوندی پیدا نہیں ہوسکتی +

جس شخص میں ذیل کی سات صفات پیدا ہو جائیں گی وہ فی الحقیقت عشاق خداوندی کی فہرست میں داخل ہوگا:-

(۱)[1] موت سے ڈرنے والا نہو۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کے دیدار سے نہیں ڈرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص خدائے تعالی کے دیدار کو دوست رکھتا ہے۔ خدا بھی اسکے دیدار کو عزیز سمجھتا ہے۔

(۲) اپنی عزیز چیزوں کو خدائے تعالی سے عزیز نہ سمجھنا (یہ بہت بڑا مشکل مقام ہے) +

(۳) ہمیشہ خدائے تعالی کے ذکر کو تازہ کرتا رہے اور بلا تکلیف و تصنع اسکے ذکر پر حریص ہو +

(۴) کلام اللہ شریف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز رکھے کیونکہ یہ سب خدائے پاک کے دوست ہیں +

(۵) ذکر اور مناجات پر حریص ہو +

(۶) عبادت اُسپر آسان ہو۔ گراں نہ گزرتی ہو +

(۷) خدائے تعالی کے سب فرماں بردار بندوں کو عزیز رکھے۔

جب یہ صفات پیدا ہو جائیں گے۔ تو بلاشک خدائے تعالی ملجائے گا اور عاشق دیکھے گا کہ اُسکا معشوق کس حسن و جمال کا ہے۔ دنیا کا کوئی فرد اور کوئی چیز خواہ

[1] کیمیائے سعادت ۱۲

کیسے ہی حسین و جمیل کیوں نہ ہو اُس کا ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی جس قدر دنیا میں عالم پیدا ہوا ہے ہو ۔ اُسکے حسن کی تعریف نہیں کر سکتا ہے

ای برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم ۔ وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ۔ ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خدائے تعالیٰ کا عاشق اور معشوق کون ہوگا ۔ حضور والا نے اُس نوبت کو پہنچایا جو حق تھا پہنچانے کا ۔ تاہم آپ فرماتے ہیں اَسْئَلُكَ الشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ یعنی میں تجھ سے تیرا شوق ملاقات اور بزرگ منہ دیکھنے کی لذت طلب کرتا ہوں ۔ خداوند کریم حدیث میں ارشاد فرماتا ہے طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰى لِقَائِىْ وَاَنَا اِلٰى لِقَائِهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا (نیک لوگوں کا شوق دیدار کے واسطے بڑھ گیا ہے ۔ اور میں ان سے بھی زیادہ ان کے دیدار کا شائق ہوں) سبحان اللہ ۔ اس سے زیادہ اور کیا توقیر ہو سکتی ہو دنیا میں تو ایسے معشوق کم رہتے ہیں جو ذرا سی بھی چشم عنایت عشاق پر روا رکھتا ہو ۔ خداوند کریم ہر شخص کو اپنی محبت کی توفیق دے ۔ آمین ٭

محمد شفیع الدین خان مراد آبادی

نظربندان اسلام کے متعلق خطیب کا خاص نمبر

۲۲ - جولائی کو بڑی شان و اہتمام سے شائع ہوگا مولانا ابوالکلام مولانا حسرت موہانی اور مسٹر محمد علی شوکت علی کی عکسی تصویریں اور انکے متعلق خاص مضامین ہونگے ۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے تمام دوسرے نظربندوں کے حالات و واقعات پر بھی بحث کی جائیگی ۔ یہ نمبر دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہوگا ۔ مشہور اہل قلم حضرات کے مضامین نظم و نثر فراہم کیے گئے ہیں اور وہ سب نظربندوں کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ شیخ العلماء مولانا محمد حسن صاحب قبلہ کی کیفیت سب سے پہلے درج کی ہے ۔ سوائے خریداران خطیب کے اس نمبر کو کوئی نہیں حاصل کر سکتا ۔ لہذا ۲۲ جولائی سے پہلے آپ خطیب کے کم از کم چند ماہ کے واسطے خریدار بن جائیے ۔ المشتہر منیجر خطیب دہلی

چراغ

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

مندرجہ بالا شعر کسی پرانے شاعر کا مشہور شعر ہے، اس شعر سے ہمارے کان آشنا تو تھے۔ لیکن اسکے معنی اور مطلب کی طرف آج سے پہلے کبھی ہمارا خیال رجوع نہوا۔ مگر آج جلا گیا شب کے وقت چراغ کی طرف دس پانچ منٹ تک میری نظر جمی رہی، دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ مندرجہ بالا شعر بے ساختہ یاد آگیا، خود بخود ہی اسکے معانی و مطالب سب کچھ سب کے سب بے ساختہ آپ ہی آپ سمجھ میں آگئے۔ کچھ دیر تک دل پر عجیب کیفیت رہی۔ جب فطرت طبیعت کو تسکین ہوا تو ایک ایسا غیر معمولی وحشت کا سامنا ہوا یعنی یہ خیال پیدا ہوا کہ مظلوم کی آہ میں ایسی کیا قوت ہے جو خود مظلوم میں موجود نہیں، کیا در حقیقت آہ کوئی نقصان رساں یا مواخذہ کرنے والی شے ہے، آہ تو اس سانس کا نام ہے جو مجبوری، بے بسی و مایوسی کی حالت میں سینے کے اندر سے بیساختہ نکلتی ہے، بعض بیساختگی نے اسکا نام آہ رکھا ہو۔ ورنہ آہ اور سانس کا ایک ہی مفہوم ہے۔

ظالم ظلم کرنے والے کو کہتے ہیں، ایک غریب طبیعت کے انسان کے مقابلہ میں ایک مردم آزار کو ظالم کہہ سکتے ہیں۔ ایک زیردست زبردست کو ظالم ہی کہتا ہے چونکہ وہ ظالم کے سامنے پیش نہیں کرتا۔ ایک قیدی حاکم کو ظالم کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کمزور کی آہ سرکش کو، زیردست کی آہ بالا دست کو، قیدی کی آہ حاکم کو کسی قسم کا نقصان

نہیں پہنچا سکتی، اور نہ کسی قسم کا مواخذہ کر سکتی ہے۔ اس آہ میں رکھا ہی کیا ہے؟

سچ تو یہ ہے کہ خود آہ کھینچنے والا ہی اس آہ سے متاثر ہوتا ہے جو قرین قیاس بھی ہے، مگر ایک کی آہ دوسرے پر اثر کرے قیاس میں آنے کی بات نہیں۔

بالفرض تھوڑی دیر کے لیے ہم مان بھی لیں تو یہاں ہم کو فوراً اپنا خیال بدلنا پڑے، کیونکہ مایوس اور ناکام عاشق بھی آسمان کو ظالم ہی کے نام سے یاد کرتا ہے، زمین پر رہنے والا شخص آسمان سے، ایک نہیں بلکہ دس آہوں سے بھی مواخذہ نہیں کر سکتا۔

ایک شاگرد اپنے سخت گیر اُستاد کو ظالم ہی کہا کرتا ہے، تو کیا اسکی نارسا آہوں سے کچھ ہو سکتا ہے؟ کچھ نہیں!!! اسی طرح تھوڑی دیر میں صدہا خیالات آئے اور یکے بعد دیگرے چلے گئے۔

مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال پیدا ہوتا رہا کہ بزرگوں کا قول غلط نہیں ہوتا، اس شعر کے کہنے والے نے سچ کہا ہے، ممکن ہے کہ شاعر نے عینی مشاہدہ کا فوٹو کھینچا ہو، یہ دوسری بات ہے کہ ہماری سمجھ سمجھنے سے عاجز رہ گئی ہو۔ صرف ہماری سمجھ میں نہ آنے سے ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اس شعر ہی کو غلط کہہ دیں۔

پس معلوم ہوا کہ اسمیں ضرور کوئی راز ہے۔ تھوڑی دیر تک عجیب تشویش رہی کہ یا اللہ ایک معمولی آہ جسکا دوسرا نام سانس ہے کیونکر کسی کو صدمہ پہنچا سکتی ہے؟ لیکن زیادہ دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ قدرت حق نے بتا دیا کہ یوں:-

یعنی آنکھوں نے مشاہدہ کیا کہ چراغ کی بتی کسی قدر بڑھی ہوئی ہے جس سے صاف طور پر نظر آرہا ہے کہ اس چراغ کے شعلے سے کسی قدر دھواں بھی نکل رہا ہے، ہر چند ارادہ ہوا کہ شعاع کم کر دوں لیکن کسی نتیجہ کا انتظار مانع تھا، دس پانچ ہی منٹ میں چمنی کا بالائی حصہ سیاہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ کوئی آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا ہوگا

کہ وہی کانچ کی چمنی چُور چُور ہوگئی ؎

اِس چمنی کا ٹوٹنا تھا کہ ایک پروانہ بے اختیار اُس شعلے سے لپٹ گیا، اِدھر پروانہ جل کے خاکستر ہوا، اور اُدھر چراغ بھی گل ہوگیا!!!

لیکن میری سمجھ میں نہ آیا کہ یہ معاملہ کیا ہے، جب دل سے مشورہ لیا تو صرف اِسی قدر جواب ملا کہ "جوئندہ یابندہ" - اس جواب نے اور بھی پریشان کیا، کچھ عرصہ کے بعد حواس قائم ہوئے تو کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا - یعنی یہ معلوم ہوا کہ پروانہ اُس شعلے کا عاشق تھا، اور چمنی مانع وصل، پروانہ مظلوم تھا اور چمنی ظالم تھی، پروانہ کی آہ کا اثر چراغ کی شعلے سے دھواں بنکر نکلا جس سے چمنی جو مانع وصل تھی (یعنی ظالم) سیاہ ہوکر ٹوٹ گئی، اِس کا ٹوٹنا تھا کہ راستہ صاف ہوگیا، پروانہ اپنے معشوق سے جا ملا - اور اپنے ارادوں میں کامیاب ہوا، شعلۂ شمع اور پروانہ دونوں ایک ہوگئے ؎

یا یوں کہیئے کہ وہ انسان جو نورِ حق کا متلاشی تھا اور دنیا کے بکھیڑوں کو (جو ظالم بن کر درمیان میں حائل ہوئے تھے) اس نے اپنی جستجو کی آہ سے فنا کردیا اور خود بھی عشق کی آگ میں جل گیا - اور قصہ تمام ہوا ؎

کیا چمک اُٹھی ہے تقدیر بشر کی احساں
نارِ الفت میں جو موقع ہوا جل جانے کا

گورو تدبیر شاد احسان - حیدرآباد دکن

صرف خریداروں کیلئے!

خطیب کا خاص نمبر جو ۲۲ جولائی کو شائع ہوگا وہ صرف موجودہ خریداران خطیب کو مل سکیگا، باہر جو لوگ ۲۲ جولائی تک خطیب کے خریدار ہوجائیں وہ بھی خطیب کا یہ جمیل و لاجواب نمبر دیکھ سکتے ہیں ؎

منیجر خطیب دہلی

LIBRARY

ظاہرداری

ظاہرداری کے معنی یہ ہیں کہ انسان باطن کی صفائی کا کچھ خیال نہ کرے ظاہر کے آراستہ کرنے میں مشغول ہو۔ جو کام کرے وہ محض دکھاوے پر مبنی ہو۔ اس کے تمام مشاغل کا اقتضا یہ ہو کہ اسکی آب و تاب عوام الناس میں رعب و داب کا باعث ہو۔ اس کی ہستی کا مقتضا یہ ہو کہ اصلیت اپنی حد سے گر جائے اور نمود پر صرف اسکی ذاتی نمائش کا حصہ ہو کہ اسے دنیا کے ساتھ موافقت نہیں ہوا ہے چونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ بعض اوقات کسی خاص لفظ کو یا اصطلاح کے معنی دوسری زبان میں تبدیل کرنے سے باسانی حاصل ہوتے ہیں جسکے ساتھ افراد کو موانست پائی جاتی ہے اس لیے اگر اس لفظ کو عربی میں تبدیل کیا جائے تو اس کا مبتذل تصنع ہو۔ انگریزی میں اس کا صحیح مترادف "ہپوکریسی" ہے۔ ایسا ہی دوسری زبانوں کا حال ہے۔

اخلاق کی کتابوں میں لکھا ہے کہ تصنع اقسام رذائل میں سے ایک کی شاخ ہے۔ صفات میں اسکی یہ پوزیشن بالکل مناسب ہے۔ اسکا حال ملمع کی انگوٹھی کا سا ہے۔ ظاہرداری کی انگوٹھی کو بھی امتحان کی آگ میں رکھو۔ جھٹ زردی اختیار کر لیگی اور اگر آگ میں زیادہ تپاؤ گے تو سیاہی مائل ہو جائے گی۔ اگر تصنع کا جو ذریعہ ہے شہرہ و معروف مقصود کا کوئی مفہوم ہے تو بس ایسی ظاہرداری پر کیا [illegible] عیاں راچہ بیان؟ تصنع نمائی ظاہر کی آراستگی ہے۔ بجائیکہ خود خوشی باطن کی [illegible] ایسا ہی اور بھی بہت سی شاخیں اور شعبے [illegible] ہیں جو اسکی ذات پر [illegible] دنیا کی [illegible] پیدا ہوئیں۔ تقریباً ہر ایک مذہب کا ایک یہی مسلک [illegible] پیشوا اخلاق [illegible] تو

صاف صاف بیان فرمایا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ لیکن جا تو ہی کائنات کے نظام موجودات کے انتظام اور قدرت کے استحکام سے پایا جاتا ہے کہ صانع حقیقی میں کسی قسم کا نقش نہیں وہ ظاہرداری سے بالکل معرا ہے۔ اگر اسکی ذات میں اسکی ستی بھر مقدار بھی ہوتی تو جہان کا شیرازہ پریشان ہو جاتا۔ اور سوائے بدامنی کے کچھ بھی نہ ہوتا۔ انسان قدرتی عجائبات سے حظِ ابدی اٹھا نہ سکتا۔ سبزہ کی کیفیت، پانی کی روانی وغیرہ وغیرہ ایک مخصوص عرصہ کے لیے ہوتیں۔ پھر اصلی روپ و رنگ فق ہو جاتا اور بس۔ پس اس صفت کا رذائل میں سے ہونا صاف ظاہر ہے۔ اب اگر اسکی مخالف صفت کی تلاش کیجائے تو وہ شاید اصل پروری یا صفائی باطن ہو۔ یعنی جو بات فعل یا حرکت باطن سے تعلق رکھتی ہو۔ وہی ظاہر کا لباس ہو۔ باطن پرستی اسیکا نام ہے۔ اسی بحث سے "ظاہرداری" کی نیچر اور اصلیت کسی حد تک واضح ہو گئی ہے۔ اب اصلی مقصد کو لیجیے۔

دنیا کے ان تمام کارخانوں پر جو انسان کی ذات سے مخصوص ہیں ایک سرسری نظر ڈال جاؤ۔ اور دیکھو کہ ہر ایک کے وجود، ترقی، خوشحالی، سرسبزی، تباہی و بربادی کے اسباب کیا کیا ہیں۔ ان کی ماہیت پر غور کرو۔ ان کی حقیقت کو پرکھو۔ اس بات کو بنظرِ امعان ملاحظہ کرو کہ خود انسان کا ان میں کہاں تک دخل ہے، اور بذاتِ خود اسکی کامیابی کے کیا بواعث ہیں۔ محققانہ تجربہ اور فلسفیانہ نشاء واضح کر دے گا کہ تمام امورات کو (خواہ وہ انسان اور اسکے افعال سے مختص ہوں) ظاہرداری سے ایک خاص تعلق ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شئے (خواہ قدرتی ہو یا مصنوعی) کسی خاص غرض کے لیے بنائی گئی ہے۔ اور جب انسان کو اس سے سابقہ پڑتا ہے تو اسکی اصلی غرض مفقود ہو جاتی ہے۔ اور علاوہ ازیں کسی اور مطلب کو حدِ تکمیل تک پہنچاتی ہے۔ خود حضرت انسان ہی کو دیکھو

ظاہرداری ہی کے وسیلے سے کسقدر کامیابیاں حاصل کرتا ہے۔ اپنی اصلی نیچر کو تصنع کے پردے میں چھپاکر اپنے بڑے بڑے کام نکال لیتا ہے۔ کہیں مذاق کو تبدیل کرتا ہے۔ کہیں غصہ کو فرو کرتا ہے۔ کہیں اپنے ذاتی محاسن کے ظاہر کرنے میں سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ رونے کیوقت ہنس پڑتا ہے۔ رنج وغم کے چھپانیکے لیئے مسکرادیتا ہے۔ کینے کے اخفاکے لیئے مصافحہ کرتا ہے۔ رعب وداب جمانے کے لیئے متانت وسنجیدگی اختیار کرلیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام امور فطرتی کے برخلاف مصنوعی ہیں۔ وہ اپنی نیچر کے برخلاف کام کرتا ہے۔ تاکہ دنیاوی امورات کے سرانجام دینے میں اسے سہولت حاصل ہو۔ کہیں زاہد ہے مگر ریاکاری اُسکے زہد کا حصہ ہے۔ کہیں عابد ہے مگر مادہ پرستی اسکی عبادت کا جزو ہے۔ کہیں مولوی اور پنڈت ہونے کی آڑ میں اوروں کو لگاتار نصیحت کرتا ہے۔ مگر خود نصیحت میں مبتلا ہے ہاتھ میں تسبیح ہے یا گلے میں مالا۔ مگر سب پیٹ کی خاطر۔ بائبل میں مسیح علیہ السلام جابجا ظاہردار اور خود پرست فریسیوں کی توہین کرتے ہیں۔ اور ایک ادنیٰ آدمی کو جسکو اپنی ذات پر کوئی فخر نہیں ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں؟ محض ظاہرداری کی تذلیل سے۔ اب انسان کی صنعتوں کو لیجیئے۔ مثلاً آٹے کی مشین ہے۔ مقصود تو مخلوقات کی فائدہ رسانی ہے۔ اور اعلان بھی اسیکا کیا جاتا ہے۔ مگر اندرونی حالت کیا ہے۔ محض "جو فروش"۔ مالک مشین اسی فکر میں ہے کہ کسی طرح خلقت کو دھوکے پر دھوکہ دے کر سیر کا پاؤ دیا جائے۔ اور نرخ بھی زیادہ کردیا جائے۔ ضلعدار کا فرض تو بیچارے زمینداروں کی خشک کھیتیوں کو سیراب کرانا ہے۔ ظاہر یہی کیا جاتا ہے مگر اس ذہن میں ہے کہ آج کس کاشتکار کا خون پیا جائے۔ صدہا ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جو قطعاً ریاکاری، ظاہرداری یا تصنع پر مبنی ہیں۔ نیکی کی آڑ میں برائی، عزت کے پردے میں ذلت ہے۔ دولتمندی غریبی سے چھپی ہوئی ہے۔ مکاری سکینی سے

محجوب ہو وغیرہ وغیرہ ٭

صاف ظاہر ہے کہ تقریباً ہر طبقے اور ہر جماعت کے لوگ اس سے متاثر اور کثیر التعداد افراد ملت اسمیں مبتلا ہیں۔ یہاں پر یہ معلوم کر لینا زیادہ مناسب ہوگا کہ تصنع کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) وہ جس میں نیک صفت کو ملبوس کرنے کی کوشش کیجائے۔ اور برعکس اسکے اسکی مخالف صفت کا اظہار کیا جائے۔

(۲) وہ جسمیں صفت بد کو چھپایا جائے۔ اور کسی نہ کسی طرح صفات حسنہ ظاہر کیا جائے۔ ان کی بہترین قسمیں ہیں:-

(۱) ایک صفت کا موجود ہونا مگر اُسکے سرزد کرنے میں حتی الامکان سعی کرنا۔

(۲) کسی خاص صفت کا موجود تک نہ ہونا مگر ایسی حرکات کو عمل میں لانا جس سے اسکے وجود کا اثبات ہو۔

(۳) جس میں صفت نیک کا موجود ہونا تو یکطرف اسکی ضد کوئی صفت بد موجود ہو۔ مگر ایسے افعال کا ارتکاب کرنا جس سے صفت بد کا زوال اور صفت نیک کا ظہور مقصود ہو ٭

پہلی قسم میں اگر بنظر امعان وغور دیکھا جائے تو تقاضائے بشریت تو کوئی نہیں مگر ایسی ظاہرداری نقصان دہ نہیں ہوتی۔ یہ محض رحمدلی پر مبنی ہے دوسری قسم میں سے پہلی قسم تقلید شخصی پر مبنی ہے۔ انسان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس خداداد صفت کو جہاں تک ہو سکے کاموں میں صرف کیا جائے تاکہ لوگوں پر اسکی خوبی ظاہر ہو۔ بار بار کی تعمیل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ خواہش فضول ہوتی ہے۔ نتیجہ آخر کار یہ ہوتا ہے کہ صفت کی قدرتی خوبی تصنع میں تبدیل

ہوجاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ صفت مذکور رذالت کا جامہ پہن لیتی ہے۔ اسی رذالت کا نام ظاہرداری ہے۔ دوسری قسم کا اصول بے انتہا خواہش انسانی ہے اسکی ظاہرداری ذراسے پرکھنے پر ظاہر ہوجاتی ہے۔ نتیجہ اسکا ضعف ذلت اور رسوائی ہے۔ تیسری قسم نہایت خطرناک ہے کم از کم میں ایسے جرم کے نام سے موسوم کرونگا۔ اس سے ایسے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں کہ خود متصنع کی زندگی معرض خطر میں ہوجاتی ہے۔ اگر اسکے وجود کی وجہ دریافت کرنی چاہو تو وہ حسیات دنی کی موجودگی ہے۔ ایسی حسیات جوں جوں دلمیں جاگزیں ہوتی جاتی ہیں ویسی ویسی بُری صفت میں مبدل ہوتی جاتی ہیں۔ لیکن انسان بشریت کا تقاضا اس کو سمجھتا ہے کہ انہیں نیکی کی صورت میں ظاہر کرے مگر یہ حرکت محض اپنے اچھے پراسپکٹ کی ہلاکت ہے اور بس۔

یہ خیال کرنا سراسر غلطی ہے کہ ظاہرداری کی صفت قدرتی ہے۔ ہرگز نہیں شروع میں اس کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر جونہی کہ اس کا عمل شروع ہوتا ہے یہ سرشت میں داخل ہوتی جاتی ہے۔ اور آخرالامر اخلاق کا حصہ ہوجاتی ہے۔ یہ بات کی تحقیق کرنی کہ اس کا ظہور کس طرح اور کیونکر ہوتا ہے بہت آسان ہے۔ اسکی حدود میں بتلایا جاچکا ہے کہ یہ عموماً اس صورت میں پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان عزت۔ جاہ و جلال یا مراتب کے درپے ہو۔ شروع شروع میں اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح سے فلاں شئے حاصل کروں۔ اکثر طریقے تصنع پر مبنی ہیں کیونکہ ایسی اشیاء کے حصول میں انسان کو اپنی اصلی طبیعت چھوڑنی پڑتی ہے اور دوسری مستعار لینی پڑتی ہے۔ کئی عمل متواتر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ صفت مستحکم ہوجاتی ہے۔ اور سرشت میں داخل۔ جب اخلاق کا حصہ بن گئی تو اس کا دفع کرنا ناممکن ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی کچھ

پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو میں تسلیم کرنیکے لیے تیار ہوں لیکن جبلت سے اخلاق کا تبدیل ہونا ایک امر محال ہے ؂

علم النفس کا اصول ہے کہ ہر حس دل میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ ذکر ہو چکا ہے کہ ظاہر داری عموماً کمینہ حسیات پر مبنی ہوتی ہے۔ جوں ہی کوئی خیال آیا اسکے پورا کرنے کے لیے کوشش عمل میں لائی گئی۔ نتیجہ یہ کہ وہی خیال بار بار کے تجربے سے کمینہ پڑ جاتا ہے اور نتیجہ ظاہر داری۔ صاف ظاہر ہے کہ اسکی جائے وقوع انسانی دل ہی ہے۔ دل اسکے اثرات سے اسقدر کمزور ہو جاتا ہے کہ پھر ذرا ذرا سی بات پر تصنع کی ضرورت پڑتی ہے۔ جھوٹ۔ ریاکاری وغیرہ وغیرہ تمام رذائل اس سے ظہور میں آتے ہیں ؂

آخر اس کمزوری کی کوئی دوا بھی ہے۔ اس مرض کا کوئی علاج بھی ہے ؟ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ جب یہ صفت جبلت میں ایک دفعہ متاثر ہو جائے تو پھر اسکی بیخکنی کرنا مشکل ہے۔ مگر شروع میں بہتر یہ ہے کہ طبیعت میں سے خیالات فاسدہ کو دور کیا جائے۔ کمینہ پن کو دل میں راہ نہ دیجائے۔ استقلال کی عادت ڈالی جائے۔ اچھے لوگوں کی تقلید کیجائے۔ ظاہری زیب و زینت سے حتی الوسع احتراز کیا جائے۔ دنیا کی ناپائداری پر نظر ڈالی جائے۔ اور اس کو ایک نامعقول حرکت سمجھکر نظر انداز کیا جائے ؂

اہل اسلام کا مقولہ ہے کہ جو شخص مسلمان بن کر مسلمان نہو وہ منافق ہے اسکے لیئے کافر سے زیادہ عذاب ہے۔ ہندو کہتے ہیں۔ وہ شخص بڑا ہی فاسق ہے جو دل میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ۔ ایسے ہی دیگر مذاہب کا اصول ہے کہ تیرا ظاہر تیرے باطن کا آئینہ ہو۔ ظاہر ہے کہ مذہب کی رو سے باطن کی صفائی ملحوظ ہے مذہب خدا اور انسان کے درمیان ایک لمبی مسافت ہوتی ہے۔ جو شخص شروع میں

مذہب کی مخالفت کرکے راستے سے بھٹک گیا۔ اُس کا انجام کیا ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں ظاہردار شخص دنیا کے کسی پہلو میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جب ظاہرداری کا تقاضا یہ ہے کہ حسیات اور خیالات کمینے ہوں۔ اور اُن کے متعلقات بھی ایسے ہوں تو کیا پھر دنیا کو ایسے آدمی سے کبھی اچھی بات کی توقع ہوسکتی ہے۔ نہیں! تصنع اصل کی جڑ کاٹنے والا۔ محبت کا رشتہ قطع کرنے والا۔ ربط کو بے ربط کرنے والا ہے۔ مصیبت میں گھبرانا۔ فتح و نصرت میں خوشی کی حد سے تجاوز کرنا ضرورت کے موقع پر پیٹھ دکھانا۔ ادسنے امورات پر بُرائی ظاہر کرنا۔ وغیرہ وغیرہ ظاہردار کے ادنے کرتب ہیں۔ فوری رائے کا قائم کرنا۔ اسے جھٹ پٹ تذبذب میں ڈالنا۔ پھر اُسے فوراً زائل کردینا ظاہردار کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ کفایت شعاری کی حدود سے بڑھانا۔ اسراف میں مبتلا کرنا۔ اسکے ادنے معجزے ہیں دل کا سیاہ کرنا اِسکا حصہ ہے۔ جب دل پر سیاہی جم گئی تو پھر تو یہ صیقل سے بھی صاف نہیں ہونے کی۔ انسان نہ پھر گھر کا نہ گھاٹ کا۔

الغرض ظاہرداری ہر فرد بشر کے لیے خیرخواہی کے پردے میں سمِ قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ گو ابتداً اس سے کچھ فوائد حاصل ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ انسان کی آخرت کے ساتھ اُسکی دنیا بھی ظاہرداری سے برباد ہو جاتی ہے

فیض احمد صلاح منشی فاضل

پھر افسوس بیکار ہوگا! اگر آپ خطیب کا خاص نمبر جو نظر بندان اسلام کیساتھ مخصوص ہوگا نہ دیکھ سکیں گے تو افسوس ہوگا اور بیکار افسوس ہوگا۔ اس لیے فوراً ۲۲ ۔ جولائی سے پہلے خریدار ہوجائیے کیونکہ اسے صرف خریداران خطیب ہی دیکھ سکیں گے۔

منیجر خطیب دہلی

۸۶

اے انسان!

تیرا کیا کہنا ۔ ولقد کرمنا بنی آدم کی دستارِ فضیلت سر پر باندھے ۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیے ۔ تخلقوا باخلاق اللہ کی ردا دوش پر ڈالے بچشمِ بصیرت پر انا عرضنا الامانۃ کی عینک لگائے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کی مسندِ عبادت پر بیٹھا کبھی کثرت میں وحدت کا لطف اٹھاتا ہے ۔ کبھی وحدت میں کثرت کا مزہ پاتا ہے "خود تماشا و خود تماشائی"

کنت کنزا مخفیا کی کلید تیرے قبضہ میں ہے ۔ گنجینہ ہائے اسرار کا تو خازن ہے ۔ انوارِ قدرت کا تو ناظر ہے اور معارفِ الٰہیہ کا عارف ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔

اے انسان! کہنے کو تو ضعیف البنیان ۔ مرکب من الخطاء والنسیان ۔ مگر تمام مخلوقات سے تیری شان ارفع و اعلیٰ ہے ۔ فکرِ دین کے ساتھ دنیا کا بھی خیال اس لیے ہے کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ ۔

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف ۔ اور اس ضعیف سے کُل کام دو جہاں کے لیے

اے عارف! تو خدا کو پہچانتا ہے ۔ مگر افسوس کہ عامۃ الناس تجھے نہیں پہچانتے ۔ تیرے یہاں حکمت کے انمول لعل و جواہر اور معرفت کے بے بہا موتی ہیں ۔ مگر عوام ہیں کہ ان موتیوں کو جھوٹے اور ان جواہر کو کنکر پتھر سمجھے ہوئے ہیں "پڑیں پتھر سمجھ پر ان کی یہ سمجھے تو کیا سمجھے" خدا حق شناسی کی عقل دے ، توفیق دے ، ہدایت دے ۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط

مستقیم +

عابد، زاہد، عالم باعمل اخیار ہیں، ابرار ہیں، حق کہتے ہیں۔ حق کو سمجھتے ہیں۔ حق پر چلتے ہیں۔ خدا سے کے کئی رستے ہیں جکو جو رستہ آسان نظر آتا ہے۔ اُسپر ہولیتا ہے +

اے نیک انسان! شر سے خالی خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق تیرے سینے میں دل ہے اور دل میں درد، آنکھیں ہیں اور آنکھوں میں مروت، زبان راست گو ہے اور گوش حق نیوش۔ تو نیکی کا پتلا ہے۔ راستی کا نمونہ ہے مہرو وفا تیرا شیوہ ہے۔ اور ایثار و کرم تیرا پیشہ۔ کسی کا دل دُکہا کہ تیرا دل بھر آیا کسی کو روتا دیکھا کہ تیرے آنسو ڈبڈبا آئے۔ غیر کو راحت پہنچانے کیلئے اپنے کو مبتلائے مصیبت کرنے کے واسطے مستعد، کسی سے خود کو رنج پہنچے تو اُسکی بھی راحت رسانی کے لیے ساعی۔ تو انسان ہے کہ فرشتہ۔ تیرے سینہ میں دل ہے کہ خزینۂ الفت۔ تیری آنکھیں ہیں کہ مروت کی پتلیاں۔ تیرے کان ہیں کہ کان ندر جواہر۔ تیری پیشانی ہے کہ اطلبوا الحوائج عند حسان الوجوہ کی لوح زریں۔ اے خوبی کے پتلے۔ اے نیکی کی تصویر۔ تیرے اخلاق ادب آموز ہیں اور تیرے آداب معلم اخلاق۔ تیری نیکیاں مخلوق کے افادہ کیلئے ذخیرہ ہیں۔ اور تیری عاقبت کا بہترین توشہ ہ

آدمی زادہ طرفہ معجون است ۔ کز فرشتہ سرشتہ از حیواں
گر کند میل ایں شود بہ ازیں ۔ ور کند قصد آں شود بہ ازاں

اے بیدرد انسان۔ ستم شعار۔ نخوت پسند۔ تیرے گلے میں شرد ددہ لعنہ اسفل سافلین کا طوق۔ بخت نصر، شداد، نمرود، ضحاک، ہلاکو، کے ناموں سے تو عبرت حاصل نہیں کرتا۔ نہ زندگی میں تجھے راحت ہے نہ مرنیکے بعد تیری عزت

بروں پر لوگ لعنت بھیجتے ہیں تو اپنے افعال قبیحہ سے تو کیا توقع رکھتا ہے؟

اے ظالم انسان! افسوس ہے کہ تو انسان کہلائے اور تیرے خصائل درندوں کی طرح ہوں۔ تو سینہ رکھے اور سینہ میں دل کی جگہ پتھر رکھنے کو آنکھیں رکھے مگر جیسے دو ڈھیلے۔ دیکھنے کو انسانی صورت۔ مگر درندوں کی سیرت۔ اس ہیئت وہیبت سے تیرا سامنا۔ شیر مردم در کا سامنا۔ اے ضعیف انسان۔ اے زمین کے کیڑے لیکن شیشا مذکور کو کہلانیوالے! یہ کیسی انسانیت ہے کہ تو دوسروں کو ایذا دیکر خوش ہوتا ہے۔ روتا دیکھکر ہنستا ہے ؎ تو کز محنت دیگران بیغمی

نشاید کہ نامت نہند آدمی + اے انسان! ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو	ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ بعد مردن تو	ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

چھ پیسہ پونڈ رنگ بنانیکا راز

جنگ سے پہلے ۱۲ اروپیہ پونڈ کے بھاؤ سے رنگ فروخت ہوتے تھے مگر جب جرمنی کے رنگ آنے بند ہوئے تو ۱۲ ارکا مال چالیس روپیہ کو آنے لگا۔ بالکل ہندوستانی اجزاء سے جو عام طور پر ہر جگہ ملجاتے ہیں ہم نیلا۔ کالا۔ زرد۔ گلابی وغیرہ تمام رنگ ڈیڑھ آنہ پونڈ بنا لیتے ہیں اور بنانا سکھلاتے ہیں صرف پانچ روپیہ رسالہ دستکاری دہلی کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر رنگ بنانا سیکھ لو اگر یہ غلط ہو تو آپ کی قیمت واپس کر دینگے اور دس سال بطور جرمانہ میں رسالہ مفت نذر کرینگے یہ تحریر ہماری سند ہے۔ اگر اور زیادہ پختگی کی ضرورت ہو تو سرکاری اسٹامپ پر اقرار نامہ لکھکر پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دو مگر اسٹامپ کی قیمت لکھوانے والے کو دینی پڑے گی۔ یہ اعتبار کی انتہا ہے اگر تم امیر ہو۔ اور اس تجارت سے فائدہ اٹھانے کی تمہیں ضرورت نہیں تو ایک ہندوستانی دماغ کی داد اور حوصلہ افزائی کی خاطر صرف ایک سال کیواسطے رسالہ کے خریدار ہو جاؤ۔ کیونکہ اسمیں ایسے ہی ہمیشہ مختلف سائنس کے قیمتی اسرار شائع ہوا کرتے ہیں نیز ہمیں ہر جگہ رنگ فروخت کرنیکے واسطے ایجنٹوں کی ضرورت ہے تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار۔ مفصل حال ایک رسالہ آٹھ آنہ میں منگوا کر معلوم کرو۔ مفت نمونہ کے خواہشمند معاف رکھیں + **پتہ۔ منیجر رسالہ دستکاری دہلی مکان این و ن**

نینن میں ڈیرا تیرا

اے شیرازی فلسفی کو پتے پتے میں دفتر عرفان دکھانے والے ابلے عرب کے کالی کمبلی اوڑھنے والے اور بکریاں چرانے والے کو "رگ جان" سے قریب تر نظر آنے والے!! تو نے ابراہیم کو جگمگاتے ستاروں کی ایک رات میں مٹ جانے والی خاموش ہستی۔ اور چاند سورج کی آنکھ سے اوجھل ہو جانے والی نظر فریب ضیا سے اپنی دوامی بقا کا راز بتایا آگ کے متلاشی موسیٰ کو طور پر ناری شعلہ میں منہ دکھا کر "دب ادنی" کا راگ گوایا۔ اور پھر لن ترانی کی ناز آفریں صدائے آتش شوق کو اور بھڑکایا ؛

اے شداد و ہامان کے متکبر وجودوں اور فرعون و نمرود کی سرکش ہستیوں میں انانیت خودی کا سودا بنکر سمانے اور اپنی عظمت و جبروت کی جھلک دکھانے والے! تو ہی نے قدسی صفات انسانوں سے عالم بے خودی میں انا الحق اور لی مع اللہ کے دو پر اسرار نگرانمول بول بلوائے۔ اے کرشن کی بانسری میں اپنے ناسوتی وجود کی فریاد جدائی کو مولانا کے کان بنکر سننے والے۔ اور عیسیٰ کے دم میں حیات روحی بنکر سمانے والے! یہ سب کچھ تو ہوا مگر حروف کے زیر و زبر کی قسم۔ ان کے شد و مد کی قسم کہ مجھے آج تک نہ معلوم ہوا کہ تیرا ڈیرا کہاں ہے۔ الف کی اقامت میں یا کاف کی کشش میں تیرا مسکن دائرے کے مرکزی فرضی نقطہ میں ہے یا گرداگرد ایک خاص انداز سے محیط رہنے والی لکیر میں۔ تیرا وجود بلبلہ کی گنبد دار چوٹی پر ہے یا اس کی ہستی کو مٹا کر نکل جانے والی ہوا میں۔ تیری ہستی ذخار سمندروں کے اڑنے اور

اڑانے والے ابھروں میں ہے۔ یا روشن رات کی سہانی صبح کو پھول پتیوں پر بکھر جانے والی اوس کے موتیوں میں۔ تیرا بسیرا عاشق کی تمنا اور التجا میں ہے یا معشوق کے انداز اقرار و ناز انکار میں، تیرا جلوہ رات کی ذات میں ہے یا دن کی صفات میں: اے شان نیرنگی کے مالک! تو ہی بتا کہ تجھے کہاں ڈھونڈوں کدھر دیکھوں۔ کہتے ہیں جل تھل میں تو ہے۔ پل پل میں تو ہے۔ ہوگا۔ مگر میری ناسوتی آنکھیں تیری دید کی بصارت سے محروم ہیں۔ ایک میں کیا۔ میری طرح بہت سے مجبوروں کی مادی عقلیں تیرے ادراک سے عاجز ہے۔ بتایا گیا ہے کہ "احساس عجز ادراک ہے ادراک ہے"۔ اگر یہی ہے تو پھر ہر نادان ہستی۔ اور غافل وجود تیرا بھید پا چکا ہے۔ مگر یہاں تو پہلے عجز ہی کی منزل کٹھن ہے۔ ادراک کا تو کیا ذکر۔ کہتے ہیں قلب انسانی تیری بستے کی جگہ ہے۔ مگر دیکھتا ہوں کہ دلوں میں بغض و حسد۔ کینہ و عداوت۔ غم و غصہ اور خوف و حزن ہے۔ یا اضطراب و اضطرار۔ سوز و گداز۔ معذوری و مجبوری اور ہجر و فراق ہے۔ میں کوئی ہمہ اوست والا دیوانہ ہوتا تو مستانہ وار کہہ دیتا کہ یہ سب تیری صفت جلال کا مظہر ہیں مگر ابھی تو مجھے جلال اور جمال میں فرق و امتیاز ہی نہیں معلوم۔ دونوں کچھ مشترک سے نظر آتے ہیں۔ ہاں کچھ انسانی قلوب ایسے بھی ہیں جن میں رحم و کرم۔ عطا و سخا۔ محبت و الفت۔ اور شادمانی و فرحت ہے۔ یا اطمینان و امتنان ذوق و شوق۔ راز و نیاز اور وابستگی و وصل ہے۔ کہنے والوں کی زبان کون روکے۔ کہہ دینگے کہ یہ جمالی رنگ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو تیرے اسی جمالی رنگ کی قسم کہ میرے لیے تیری کائنات کا ہر ادنیٰ ذرہ اور ہر نا چیز ہستی ایک گہرا راز ہے۔ بُرا ہو میری اس بیخودی کا کہ کبھی مجھے اپنے اسرار خودی کا راز دار نہ ہونے دیا۔ ورنہ قسم ہے عین کے نقطہ کی کہ میں کب کا تیری طرح حلق سے نکلنے والا عین بن گیا

ہوتا۔ ذرا سننا۔ بیچارہ بوڑھا سعدی سنت رسول کے ہاتھوں ہانڈی کے گلے کا طوق گردن میں ڈالے آگے بڑھکے کیا کہہ رہا ہو۔ کہتا ہے کہ تیری شناخت (ع۔ ل۔ م) علم کے بغیر محال ہو۔ دیوانہ ہے۔ صرف ایک تربیت پر انحصار رکھتا ہے۔ دیکھا۔ تیرے کلام مبین کی آیات کو بھول گیا جو کہتی ہیں کہ بن دیکھے خدا کا اعتراف وثوق سے کرنا اور پھر اس حرفی لفظ کے الٹ پھیر یعنے (ع۔ م۔ ل) عمل صالحات کو اپنا شیوہ بنانا اجر غیر ممنون کا نعم البدل دلائیگا یعنی اس محدود ہستی کو وہ وسعت دیجائے گی کہ جس میں مرکزی نقطے تو ہر جگہ ہوں گے مگر گرداگرد گھومنے والی لکیر کا محدود احاطہ مٹ کر ایک "صراط مستقیم" کا وجود رہجائے گا جس میں ابد اور ازل دونوں شامل ہونگے مگر ابتدا۔ انتہا کی حدث سے پاک۔ "ڈارون" کو بھی خبط ہوا ہے۔ اپنے کو شائستہ بندر کہکر "دور ارتقائی" کا ثبوت دیتا ہے۔ اور مادی عقل سے استدلال پیش کرکے دن دہاڑے اندہا بناتا ہے۔ کوئی اِس لال منہ اور اُجلے چہرے والے سے پوچھتا کہ کیا آفتاب بھی جگنو (بیٹ بیجنہ) کا ارتقائی پیکر ہے۔ سچ کہا ہے شیراز کے مستانے دیوانے نے کہ اِس مادی فلسفہ سے "یہ حکمت" نہ کھلی ہے اور نہ کھلے گی۔

اے مصر کی لاشوں میں مدتوں سے محفوظ۔ اے اُن کی آزاد روحوں میں محدود۔ اے نصاریٰ و یہود سے عیسےٰؑ اور عزیرؑ کو ابن اللہ کہلا کر مسلم کی زبانی اپنے کو ولد اور مولود سے منزہ و برتر بتانے والے۔ اے ہنود کے برہما وشنو اور مہیش کی تخلیق، ربوبیت اور ہلاکت کی تین متضاد صفات کو اکیلے لیکر مسلم کے گھر اُترنے والے خدائے احد۔ تیری ذات انسانی اصولوں کی پابندی سے درجہ صمدیت رکھتی ہے۔ اجتماع ضدین تیرے لیئے جائز ہے تو قید میں آزاد اور حریت میں قیدی ہے۔ ہاں کیا خوب کہا محی الدین ابن عربی نے

اب تجھے کون بتائے تو علیم و حکیم ہے۔ لطیف و خبیر ہے۔ سمیع و بصیر ہے۔ مگر اپنے وقت کا فلاسفر کچھ ایسی چبھتی ہوئی کہہ گیا ہے کہ بے اختیار کہدینے کو جی چاہتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ قید و بے چارگی۔ نقص و کمی بھی تیرے کمال صفات پر دلالت کرتی ہیں۔ جن سے تکمیل ذات کا بھید ملتا ہے۔ اور اپنے کلام کی تائید میں تیرا قدسی کلام پیش کرتے ہیں کہ ارض و سما کا نور یعنے کائنات کی حیات۔ ترقی و تنزل کا راز اور بلندی و پستی کا وجود تجھ ہی سے ہے۔ مضراب کی ایک ضرب سے راگ کا پتہ لگانے والا پھر بھلا کیسے چپ رہتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ غیب و شہادۃ کے کل وجوہ تو نے اپنے چار ناموں میں بانٹ کر ہمارے لیئے کچھ نہ چھوڑا۔ اندظاہر و باطن اور اول و آخر سب اپنی ہستی کا نہاں و عیاں جلوہ بنالیا۔ مگر اسے خداجب تو خود کفار کے وجود کا۔ معدنوں کا ستاروں کا بتوں کا آگ کا۔ اور دیگر اشیائے کائنات کا عین ہے۔ اور انکی حقیقت ہے۔ اور تیرا ستر بغیر امتزاج و حلول کے ان سب میں شامل ہے تو گویا ان عناصر کی پرستش کرنے والے۔ بتوں کو پوجنے والے۔ ستاروں کی عبادت کرنیوالے خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس لیئے ہر گروہ "وایاک نعبد" کہنے کا حق رکھتا ہے۔ پھر وہ سعادت سے کیوں محروم کیے جاویں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بلبل گل کے واسطے جعل گوبر کے توسط اور گرگٹ آفتاب کے ذریعہ سے غرضیکہ دنیا میں ہر جاندار کسی نہ کسی رنگ میں تیری پوجا کرتا ہے۔ پھر ایک ہی مدکیوں ہے اور دوسرا مشرک کیسے؟ میں یہاں تک لکھنے پایا تھا کہ عبد الکریم رح جیلی نے اشارہ سے بلایا مرتبہ بڑھایا۔ میں نے کان جھکایا تو ہنس کے فرمایا:—

سچ ہے ایسا کوئی حیوان نہیں جو اسکی عبادت نہ کرتا ہو۔ مگر جس نے اسکی مطلق عبادت کی وہ موحد ہے۔ اور جس نے اس لا محدود و غیر متناہی ذات کو

کسی محدث یا مظہر کے ساتھ مقید کر کے اس کی پرستش کی وہ مشرک ہی۔ کیونکہ مشرک اُس ذات پاک کو ایک خاص جہت کے ساتھ تخصیص دیکر اسکو مقید و محصور کر دیتا ہے۔ پس جہت کے ذریعہ اُسکو کسی خاص مظہر کے ساتھ مقید کر کے عبادت کرنے والوں پر خدا سوائے اس چیز کے دوسری چیز میں تجلی نہیں کرتا کیونکہ ان کا عقیدہ اس خاص مظہر پر جما ہے اور اللہ اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہی۔ پس اللہ اپنی اس تجلی کو دوری کی ندا سے تعبیر فرماتا ہے کیونکہ تیرے ٹھکانے سے ملتا ہی۔ اور یہ لوگ جب آخرت کی تمام آگ کی سیر پوری کرینگے تب سعادت پائینگے۔ جو ابتدائی قدم سے شروع ہوگی دنیا میں سوائے محمدیوں کے دوسرا کوئی گروہ ایسا نہیں جو اُس خالق اکبر کی مطلق عبادت بلا واسطہ کرتا ہی۔ اس لئے محمدیوں کو خدا نے ابتدا سے سعادت کے تقرب سے سرفراز فرمایا۔ اور ان کو نزدیکی کی ندا سے خطاب کیا۔ میں اس شستہ و پاکیزہ خیالات کے صوفی کی تقریر سنکر سر ہلانے لگا۔ اپنی گستاخی و شوخی کی طلب مغفرت رب الارباب سے کی۔ اور اُسکے حبیب پاک کے غلاموں میں نام لکھا کر تارکشی کی خاموش سلسلہ جنبانی کی +

عبداللہ شاہ سابق ایڈیٹر افغان پشاور

رسول کی عیدی - یہ چھوٹی سی خوب صورت کتاب ہی جسمیں مزیدار نظم و نثر بچوں کے خوش ہونے اور دینی محبت پیدا کرنے کی وجہ ہوئی ہے۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہی عیدین اور عید میلاد کے موقع پر سیکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ قیمت صرف ۲ ر +

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے

شوال المکرم

ماہ مبارک شوال اور اُسکے روز اول عید الفطر کے فضائل و برکات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اور سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ واقف ہونا بھی نہیں چاہتے۔ اور اِس سے بھی زیادہ بدنصیبی یہ ہے کہ واقف ہوکر اُسپر عمل کرنیکے لیے تیار نہیں ہوتے اگرچہ یہ غفلت و بے نیازی عید الفطر اور اُسکے پورے مہینے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام ایام متبرکہ اور اوقات مقدسہ کے ساتھ اُن کے جمود و غفلت کا یہی حال ہے کہ شارع اسلام کے مقرر کردہ قوانین کے علی الرغم زوائد و بدعات مخترع کرلی ہیں۔ اور خداوندی اوامر کو چھوڑ کر خود ساختہ ملاہی و ملاعب میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ان غفلت شعار و جمود پرور اصحاب میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو ایسے اعمال کو ان ایام مقدس میں اختیار کرتے ہیں۔ جنکو وہ بزعم خود موجب اجر و باعث جزائے اخروی خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ امر شرع ہے۔ حالانکہ دین میں انکی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ دوسرے وہ بدبخت ہیں جو علانیہ امور مشروعہ کو ترک کردیتے اور اُن کی بجائے فواحش و منکرات میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ لیکن غنیمت ہے کہ سیآت کو حسنات سمجھکر اختیار نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے یہ اول الذکر طبقہ سے کسی درجہ میں بہتر ہوتے ہیں۔

یوم عید تمام دنیائے اسلام میں مسرت و انبساط اور عیش و نشاط کا دن سمجھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ہر طبقہ اور گروہ کو اسی حیثیت سے اسکا انتظار رہتا ہے۔ اور جب یہ مبارک و مسعود دن آتا ہے تو ہر مسلمان اپنی حیثیت و قدرت کے مطابق اظہار انبساط و حصول مسرت میں حصہ لیتا ہے۔ مگر افسوس کہ بہت کم لوگ ہیں

جو یہ جانتے ہوں کہ آج کے دن کی مسرت کس بنا پر ہے اور کیوں مسلمان اسدن خوش وشادماں ہوتے اور خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ ہمارے ہاں (یعنی مسلمانوں میں) ایک دن ایسا بھی آتا ہے جسکو عید کہتے ہیں اور عید کے معنی صرف خوشی ومسرت کے ہیں۔ وہ اس سے بالکل بے خبر ہیں کہ آخر یہ مسرت کسلیئے ہے۔ اور کیوں تیرہ سوا تیرہ سو برس سے آجتک اس دن ایک خاص روح نشاط تمام فضائے اسلامی میں جاری وساری ہوجاتی ہے ؛

اسی کے ساتھ وہ مسرت کا مفہوم صرف اسقدر سمجھتے ہیں کہ روح حیوانی کی تلذذ وانبساط کیلیئے سامان فراہم کرلیا جائے۔ اور چونکہ عام طور سے اسکا اہتمام ہوتا ہے۔ اسلیئے ایک ہنگامہ کی صورت پیدا ہوجاتی ہے ؛

غرض یہ ہے کہ عید الفطر کی حقیقی مسرتوں سے یا تو لوگ ناآشنا ہیں اور اگر واقف بھی ہیں تو اُن کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور طرح طرح کی بدعات ومنکرات میں مبتلا ہوکر اسکی مقدس مسرت وشادمانی کو مجروح کرڈالتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یوم مبارک ومسعود کی حقیقی مسرتوں کے وجوہ بیان فرما دیئے ہیں کہ ایک مسلم ہستی کو اس سے کیوں خوشی ہوتی ہے اور کس لیئے اسکو مسرور ہونا چاہیئے ؟

احادیث میں آیا ہے کہ شهر الفطر وفیه یوم العید یوم مغفرة الذنوب - یعنی یہ مہینہ اور اسمیں عید کا دن گناہوں کی مغفرت کا دن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس وجہ سے اس دن مسرت ہوتی ہے کہ ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ حضرت انس سے ایک حدیث مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اذا کان یوم العید باهی الله تعالیٰ بعبادہ الصائمین ملائکته فقال یا ملائکتی ما جزاء اجیر وفی عمله قالوا ربنا جزاءه ان یوفی اجرہ قال یا ملائکتی

ما جزاء عبیدی وامائی قد واقضیتی علیہم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنہم فیقول ارجعوا قد غفرت لکم وبدلت سیاٰتکم حسنات ۔

یعنی فرشتوں کے سامنے اللہ تعالی اپنے روزہ دار بندوں پر اظہار فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے فرشتو ! ایسے مزدور واجیر کی کیا جزا ہے ۔ جس نے اپنا کام پورا کر دیا ۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اسکی جزا یہی ہے کہ ان کا پورا پورا اجر دیا جائے پھر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتو ! میرے ایسے لونڈی غلاموں کی کیا جزا ہے جنھوں نے میرے فرض کو جو اُسکے ذمہ تھا ادا کر دیا (یعنی روزے رکھے) اور پھر باہر نکلے ۔ تاکہ پکار کر دعا کریں ۔ قسم ہے مجکو اپنی عزت و جلال وکرم کی اور قسم ہے اپنی بزرگی و برتری کی ۔ میں نے انکی دعا قبول کی ۔ پھر وہ غفور الرحیم فرماتا ہے جاؤ میں نے تم کو بخشدیا ۔ اور تمہارے گناہوں کو حسنات سے بدل دیا ۔

اس حدیث سے یوم عید کی مسرت و خوشی کے حقیقی اسباب پر روشنی پڑتی ہے ۔ یعنی اس دن مسلمانوں کو صرف اس لیے خوش ہونا چاہیئے کہ انھوں نے رمضان کے روزے رکھے اور خدا کے فرض سے سبکدوش ہوئے ۔ جسکے صلہ میں خداوند قدوس اُنکے گناہوں کو حسنات سے بدل دیگا اور اُنکے اس عمل پر خدائے تعالی اظہار مباہات کرتا ہے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ناچیز بندوں کے لیئے اس سے زیادہ مسرت وانبساط کیا بات ہوسکتی ہے کہ ان کا خدا اُنکے ایک عمل پر اظہار فخر فرماتا ہے ۔

بس یہی ایک وجہ ہے جس کی بنا پر اس یوم عید کو مسلمان خوشی مناتے ہیں اور واقعی امر یہ ہے کہ وہ اس بات پر جسقدر بھی اظہار مسرت و شادمانی کریں کم ہے کہ اُنکے عمل کو ان کے خدا نے نہ صرف شرف قبولیت بخشا بلکہ اس عمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار اسطرح کیا کہ اس سے زیادہ وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتا

لیکن عرض طلب امر یہ ہی کہ ہم اس وجہ مسرت پر اپنے اظہار مسرت کے کیا طریقے اختیار کرتے ہیں۔ آیا وہ صحیح بھی ہیں یا نہیں؟

افسوس ہی کہ اسکا جواب اکثر حالات میں نفی میں دینا پڑتا ہی یعنی بہت کم اس امر کا لحاظ رکھا جاتا ہی کہ جس قسم کی مسرت آجکے دن حاصل ہوئی ہے اسی قسم کے اظہار مسرت کے ذرائع اختیار کیئے جائیں۔

لیکن دیکھنا یہ ہی کہ اظہار مسرت کے صحیح ذرائع کیا ہیں۔ سو انکا معلوم کرنا بھی چنداں دشوار نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر تم نہیں جانتے تو واقف کار لوگوں سے دریافت کرو۔ اس لیئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اہل علم حضرات سے وہ طریقے دریافت کر لیے جائیں لیکن چونکہ اکثر حضرات تساہل و غفلت کرتے ہیں۔ اور دریافت کرنے کو طوالت پر محمول کر کے اس سے باز رہتے ہیں اسلیئے مختصراً ہم بھی یہاں اظہار مسرت کے وہ طریقے لکھتے ہیں جو مشروع ہیں:۔

اظہار مسرت کا سب سے زیادہ اہم اور ضروری طریقہ تو ادائے فطرہ ہے جو ہر صاحب نصاب آزاد و بالغ مسلمان پر واجب ہی۔ اور اگر صاحب نصاب ہے تو اپنی نابالغ اولاد کیطرف سے بھی فطرہ ادا کرنا ضروری ہے۔ حد نصاب باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا ہے۔ خواہ یہ زیور کی صورت میں ہو یا نقد کی صورت میں۔ جس کے پاس اسقدر مال ہوگا۔ بشرطیکہ ضروریات خانہ کے علاوہ ہو اور قرض دار نہو تو اُسپر فطرہ واجب ہوگا۔ وجوب فطرہ کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ اس مال پر سال بھر بھی گزر جائے۔

فطرہ کی مقدار ایک شخص کے لیئے انگریزی وزن کے مطابق پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو ہیں۔ فطرہ ادا کرنے والے کو اختیار ہی خواہ وہ قیمت

ان کی حساب لگا کر دیدے یا غلہ ہی دیدے۔ فطرہ ادا کرتے وقت ذوی القربیٰ کا استحقاق ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

کئی آدمیوں کا فطرہ ایک شخص کو اور ایک آدمی کا فطرہ کئی شخصوں پر منقسم ہو سکتا ہے۔

فطرہ نماز عید سے پہلے ادا کردینا زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔ جس طرح ان لوگوں پر فطرہ واجب ہے جنہوں نے روزہ رکھا ہو اسی طرح ان لوگوں پر بھی جو کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکے۔

موذن وغیرہ کو اجرت میں اور مسجد کی تعمیر میں فطرہ کا لگانا اور دینا جائز نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو عید کے موقع پر سیکڑوں روپیہ خیرات کرتے ہیں۔ اس سے انکو روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر فطرہ فطرہ کی نیت سے ادا نہ کیا جائے تو لاکھوں روپیہ کا اصراف بھی اسکی تلافی نہیں کرسکتا۔ اس لیئے ضروری ہے کہ شارع اسلام نے اس موقع کے لیے صرف مال کا جو طریقہ مقرر فرمادیا ہے۔ پہلے اسپر عمل کیا جاوے۔ اسکے بعد اہل خیر کو اختیار ہے جسقدر توفیق ہو بذل و انفاق کرسکتے ہیں۔

اس امر واجب کے علاوہ اس موقع کے لیے کچھ مسنون امور بھی ہیں مثلاً عیدگاہ چلنے سے قبل کچھ کھا لینا چاہیے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھوہارے تناول فرمایا کرتے تھے۔ مگر اکثر تعداد میں طاق یعنی پانچ سات، نو کھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یوم عید کے بعد چھ دن کے روزے ہیں جنکو عوام شش عید کہتے ہیں۔ ان چھ روزوں کی فضیلت بہت کچھ احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے عن ابی ایوب الانصاری ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر یعنی حضرت ابو ایوب

انصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اسکے بعد چھ روزے شوال میں رکھے تو ایسا ہی گویا اس نے تمام عمر روزے رکھے۔ لیکن تمام عمر اُس وقت ہے جب ہمیشہ عید کے چھ روزے رکھا کرے۔ ورنہ ایک سال کے روزوں کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

غسل کرنا اور صاف ستھرے کپڑے پہننا بھی مسنون ہے۔ عیدگاہ کی آمد و رفت میں راستہ کا بدل دینا بھی مسنون ہے۔ اور تکبیر کہتے ہوئے جانا اور اسیطرح تکبیر کہتے ہوئے واپس آنا بھی مسنون موجب اجر ہے۔ اسمیں اختلاف ہے کہ تکبیر پکار کر پڑھنا چاہیئے یا چپکے سے۔ بہر حال کسی طرح بھی پڑھے بہتر ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ عید الفطر کے موقع پر چپکے اور عید الاضحےٰ کے موقع پر پکار کے پڑھی جائے۔

عید کے روز نماز عید سے قبل اور اسکے بعد ظہر کے وقت تک کوئی دوسری نفل نماز بھی نہ پڑھنی چاہیئے۔ اصح قول یہی ہے۔ اگرچہ اس باب میں اختلاف بھی ہے نیز علمائے احناف کے نزدیک نماز عید کی کوئی قضا نہیں ہے۔ یعنی اگر نماز عید فوت ہو جائے تو اسکو قضا کرنا ضروری نہیں۔

کتاب و سنت سے صرف اسیقدر ثابت ہے جسقدر اوپر لکھا گیا ان تمام امور کو اس نیت سے ادا کرنا چاہیئے کہ شارع نے اسکے کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسکے برخلاف اگر آپ ان تمام امور کو بوجہ احسن ادا کریں اور نیت یہ ہو کہ مذہبًا ہمکو ایسا کرنا چاہیئے تو یقین کیجئے کہ وہ سب لغو و بیکار ہے۔

پس اے خدائے واحد کے پرستارو! عید کو عید کی طرح مناؤ۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھو جو تمہارے لیئے مقرر کر دی گئی ہے کہ حقیقی مسرت حدود شرعیہ کے اندر ہے۔ اس سے باہر بجز خسران و ضلالت کے کچھ بھی نہیں۔

معاون مُدیر

حمد باری

رحمت پکارتی ہے بخشا قصور تیرا

پوشیدہ روح بنکر دلمیں سرور تیرا ۔ مثل نگاہ پنہاں آنکھوں میں نور تیرا
چھایا جہاں میں ہے رنگ ظہور تیرا ۔ پھیلا ہوا ہر اک شے عالم میں نور تیرا
ہر اہل عقل تجھپر سو جان سے فدا ہے ۔ عاشق ہے صدق دل سے ہر ذی شعور تیرا
ہے انتخاب عالم ہے لاجواب عالم ۔ عجز و نیاز میرا کبر و غرور تیرا
خوشبو تری اگر ہے پنہاں کلی کلی میں ۔ تو روئے گل سے ظاہر رنگ ظہور تیرا
دفتر ہے معرفت کا ہر برگ نخل ایمن ۔ آئینہ تجلی ہر سنگ طور تیرا
جانے جو قدر تیری وہ دل مجھے عطا کر ۔ وہ آنکھ دے الٰہی دیکھے جو نور تیرا
جو چاہتا ہے فرق ناز و نیاز دیکھے ۔ عاشق کا عجز دیکھے دیکھے غرور تیرا
نادم گنہ سے پاکر ہنگام حشر مجھکو ۔ رحمت پکارتی ہو بخشا قصور تیرا
سونے پہ خاک ڈالے اکسیر کو نہ دیکھے ۔ نام خدا گدا ہے آشنا فیوض تیرا
وہ حسن عالم آرا تجھکو نظر نہ آئے ۔ تو ای حکیم دوراں یہ ہے قصور تیرا
مصروف سینہ کوبی مشغول آہ و زاری ۔ گزرا ادھر سے اکثر ہمنا صبور تیرا

وہ قلب شوق مضطر اب تی ہے خاک جسمیں
برسوں ہی رہا ہے بیت السرور تیرا

ہمدم

قصیدہ

در نعت سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

چوں سپیدہ دم سحر برخاستم از فرش خواب ‏ ‏ یافتم بالائے سر سایہ ز نورانی سحاب
خاطرم گردید مائل سوئے او از بیخودی ‏ ‏ تا کشیدم اندر کنارش از بشوق و اضطراب
گفتمش اے چہرہ زیبائے تو ماہ دلفریب ‏ ‏ از کجا ایں شیوہ تسخیر کردی اکتساب
بر خود بخش پیچید اول نیک بر آشفت و بعد ‏ ‏ دید سوئے من بشوخی داد از تندی جواب
ہیں چہ میرانی بحالت کیش اے صورت پرست ‏ ‏ بر دل تو مہر معنی را نیفتاد است تاب
بیخبر از خویش و فارغ از متاع درک و فہم ‏ ‏ گوش کن راز نہاں از زباں آرم شتاب
تا گزر در طیبہ ام افتاد طیبش کرد اثر ‏ ‏ گشتہ ام عنبر فشان و مشکبوی و مستطاب
حبذا خاک سرا او و ز گلزار جناں ‏ ‏ پشک ہر آہوی او خوشتر بود از مشک ناب
از ملائک بر درش استادہ چابک پاسباں ‏ ‏ حور عیں جاروب کش در کوچہایش بے نقاب
بانگ حق افگندہ ہر سو غلغلہ در شش جہت ‏ ‏ چنگ رفت از چنگ تا بگسست تار رباب
شد بپا از عاشقاں در کوئے او ہنگامہ ‏ ‏ از سرشک شاں شدہ خاک مدینہ خون ناب
ہر یکے از نقش جمع خاطرش آسودہ ہست ‏ ‏ سر یکے در کاسہ دارد از توحید آفتاب
روی ایماں شد ز تاب خدا او رخشاں چو مہر ‏ ‏ تیغ شرک و ظلم را اندر زمانش رفت آب
ماہتاب رشد از خاک عرب کردہ طلوع ‏ ‏ کفر را بر سر فتاد از آسماں ثاقب شہاب
رایتے قائم چو شد بہر حصن دین از جہش ‏ ‏ در صفوف اہل کفر و شر در افتاد انقلاب
دین ابراہیم زائل گشتہ بود از قرنہا ‏ ‏ باز سوئے مرکز خود آمدہ بعد از ذہاب
[illegible] زمیں تا باختر ‏ ‏ ذات پاک مصطفیٰ احمد نبی عالی جناب

شاہدِ معنی ز پہلویش بہ فرشِ افتخار
زالتفاتِ او حقیقت رُست از بندِ حجاب

رحمت آزادی و بہ روزی بدوشش نداخت
یافت بحر و بر بہا چوں گشت جاری عتاب

برتر از اندیشہ بردم ہمچو جاں بالا رسید
قدسیاں دادند او را بوسہ بر پائے رکاب

فیض او بر عرشیان و فرشیان یکساں بود
از سعادت شد بدیں آں مفتحِ باب

زیرکاں را بر مقامِ فطرتِ عالی رسا شد
یافتند از پیش حق جل و علا روشن خطاب

ہیچ ز ادراکِ پستی بخشد زبونی نارسا
ماند در دنیا و دیں سوادِ مضمون خراب

بر ز خالِ خدِ خوباں گرچہ از دلہا قرار
لیک باں بہرِ وصلش ہر زماں در پیچ و تاب

نیست از مخلوق کس در خلق و خُلقِ او شریک
صورتش بے مثل آمد سیرتِ او لاجواب

تاجِ قیصر زیرِ پایش کفشِ او بر فرقِ قیط
جبہہ سائی درگہش بسیار چوں افراسیاب

درخت آں سروے کہ دیدہ بر رخش طوبیٰ لہ
خاک شد آنکس کہ در کویش لہ حسن المآب

تفتہ جاں فانی چو طیر جشش در بندِ قفس
نے سعادتِ بشوقش دارد و نے فکرِ آب

کے بود یارب کہ خود از قفس بیروں کشم
سوئے طیبہ پر کشایم ہمچو فرخندہ عقاب

گہ کنم طوفِ ضریحش گہ ببوسم خاکِ در
گاہ از شوقش بریزم اشکِ غم چوں خونِ ناب

فانی

فقیر کی صدا

گدا کب تک ترے در پر صدا دے
غمِ عسرت کو کب تک دل میں جلا دے

کہاں تک انتظارِ ناروا دے
جو کچھ محتاج کو دینا ہو لا دے

بھلا ہو گا ترا داتا! دلا دے

بہ حقِ پادشاہِ لافتیٰ۔ دے — بافضالِ شہیدِ کربلا۔ دے
بہ فیضِ روحِ پاکِ انبیا۔ دے — بانوارِ محمد مصطفےٰ۔ دے
بھلا ہوگا ترا داتا! دلادے

کوئی دستِ طلب پھیلا رہا ہے — تپِ غم سے پچھاڑیں کھا رہا ہے
بہ امید و تمنا آرہا ہے — ذرا سننا! کوئی چلّا رہا ہے
بھلا ہوگا ترا داتا! دلادے

خبر لے۔ حد سے گزری بے قراری — کرے کب تک کوئی فریاد وزاری
کہاں تک آخر اب امیدواری — کھڑا ہے۔ دیر سے در پر بھکاری
بھلا ہوگا ترا داتا! دلادے

تامل کو نہ اب پہلو میں جا دے — دکھا دے زخم صد پارہ دکھا دے
سخی داتا کو حالِ دل سنا دے — صدا دے کے پھر دلِ مضطر صدا دے
بھلا ہوگا ترا داتا! دلادے

احمد حسین امجد از حیدرآباد

سرزنشِ نفسِ امّارہ

کرنا ہے جو کچھ کرے عاقل — بیکار نہیں دنیا۔ غافل

گو دنیا عالم فانی ہے (۱) پر جلوۂ حق کی نشانی ہے
سمجھے جو نہ تو نادانی ہے — یہ مزرعۂ عقبیٰ مانی ہے
کیوں غفلت کی طغیانی ہے — کیوں سر سے اونچا پانی ہے
کرنا ہے جو کچھ کرے عاقل — بیکار نہیں دنیا غافل

ہم عیش و طرب کے بندے ہیں (۲) حالانکہ یہاں پر چندے ہیں
غفلت میں پھنسے ہیں اندھے ہیں کیا! حرص و طمع کے پھندے ہیں
افسوس کہ اُلٹے دھندے ہیں اعمال سراسر گندے ہیں
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل بیکار نہیں دنیا غافل

ہستی کے نشہ میں چور نہ ہو (۳) یوں غفلت میں مخمور نہ ہو
گستاخ نہ بن مغرور نہ ہو الطاف خدا سے دور نہ ہو
مختار نہ ہو مجبور نہ ہو ناشاد نہ ہو رنجور نہ ہو
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل بیکار نہیں دنیا غافل

رکھ ہوش و حواس خدا کیلئے (۴) بے ہوش نہ ہو دنیا کیلئے
کچھ فکر بھی کر عقبےٰ کیلئے ہو کوشش روز جزا کیلئے
محبوب فنا ہو بقا کیلئے دے جان نہ جنس فنا کیلئے
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل بیکار نہیں دنیا غافل

کرے جو کچھ یاں کرنا ہے (۵) البتہ اک دن مرنا ہے
پیمانۂ ہستی بھرنا ہے یہ جوشش خمار اُترنا ہے
واللہ سفر بھی کرنا ہے جو کرنا ہے سو بھرنا ہے
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل بیکار نہیں دنیا غافل

کیا مال و متاع و سیم و زر (۶) کیا باپ، بہن، بھائی مادر
کیا بی بی، بیٹی، اور پسر سب ہیچ ہیں کچھ اُٹھا کے نظر
کر خوف و خطر کر خوف و خطر آخر ہے سفر آخر ہے سفر
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل بیکار نہیں دنیا غافل

کچھ موت کا اپنی خیال بھی کر (۷) عقبیٰ کے لیے اعمال بھی کر

نفسِ بد کو پامال بھی کر — آگے کبیٹھے فی الحال بھی کر
کچھ حال بھی رکھ کچھ قال بھی کر — ہاں پوری شرطِ وصال بھی کر
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل — بیکار نہیں دنیا غافل

(۴)
جب وقت اجل کا آئے گا — سب ٹھاٹھ پڑا رہجائے گا
پھر کوئی نہ کچھ کام آئے گا — حسرت میں زبس مرجائے گا
اپنا ہی کیا۔ کام آئے گا — ورنہ ارشد پچتائے گا
کرنا ہے جو کچھ کرے حاصل — بیکار نہیں دنیا غافل

عنایت نبی ارشد از بھجوئی

نعتیہ غزل

اے رحمۃ للعالمین زینت دہِ امکاں توئی — محبوبِ ربّ فخرِ رسل سردارِ انس و جاں توئی
روشن ز نورت لامکاں پُرنور بزمِ دوجہاں — نورِ زمین و آسماں جانِ جہاں راجاں توئی
تکوینِ عالم را سبب مہرِ عجم ماہِ عرب — جانِ دلِ عرفاں توئی ہم قبلۂ ایماں توئی
اے مرجعِ شاہ و گدا اے منبعِ فضل و عطا — گنجینۂ فیضِ خدا سرچشمۂ احساں توئی
پشت و پناہِ بیکساں آقائے مولائے جہاں — در بیکسی و ماندگی درماندہ را درماں توئی
اے قبلۂ ہر دوسرا اے شافعِ روزِ جزا — در ہر دو عالم بندہ را ملجا و ماوا ہاں توئی

ایں فائق مسکیں گدا گوید بوصفت شہا
من ہر چہ خوانم در صفت اے خواجہ بہتر زاں توئی

فائق بدایونی مذاقی

زندہ ہو جائیں۔ اور دنیا کو موجودہ حالت میں دیکھیں تو غالباً اپنے آپ کو عالمِ خواب یا کسی طلسمکدہ میں سمجھیں، کیونکہ آج آلات کی ترقی سے جو حیرت انگیز کام انجام پا رہے ہیں۔ اُنکے خیال تک بھی نہ پہنچا تھا۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو ہر قوی طاقت کو ایک علیحدہ خدا مانتے تھے اور اسی طرح اُنکے ہزارہا خود ساختہ خداؤں کے بت تھے۔ جن کے آگے سر نیاز خم اور دستِ دعا بلند کرتے تھے۔ وہ دیکھیں اور سوچیں کہ اسلام اُنکو کیا کہتا تھا؟ یہی کہ یہ سب خدا کی مخلوق ہیں، خدا نے انکو نظام جہان کے لیے پیدا کیا ہے! اب جسقدر باتیں زیادہ کھلتی جائیں گی اُسیقدر اسلام کی سچائی چمکتی جائے گی۔

پہیلی ۵

پھول ہو، پھل ہو، یا کہ سبزہ ہو ۔۔۔ یہ بھی ماں باپ سے نہیں محروم
باپ دیتا ہے، ماں کھلاتی ہے ۔۔۔ حالت رزق سب کو ہے معلوم
دونوں لاکھوں برس سے زندہ ہیں ۔۔۔ بچے ہر سال ہوتے ہیں معدوم

حل - یہ پہیلی زمین اور آسمان کی ہے!

تشریح، سبزہ، پھول، پھل، پودے زمین پر اُگتے ہیں، یہ انکی ماں ہے! آسمان سے مینہ برستا ہے اور ایک ایک بوند میں انکی زندگی ہوتی ہے، یہ اُنکا باپ ہے[لہ]! جو رزق پہنچاتا ہے جس سے یہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے ہیں!

ہر موسم میں زمین کے پیٹ اور آسمان کے رزق سے یہ پیدا ہوتے ہیں اور ہر سال میں اُجڑ بھی جاتے ہیں یعنی مرجاتے ہیں، مگر زمین و آسمان قائم ہیں

لہ فارسی کہاوت ہے "پدر آسمانست و مادر زمین" ۱۲

اور جیتے رہتے ہیں +

سمجھدار بچو! پیدا کرنے والا سب کا خدا ہے! زمین و آسمان کو خدانے پیدا کیا ہے۔ اسی کے حکم سے کھیتی، جڑی بوٹی، گھاس پھونس، پودے پیڑ، اگتے ہیں، اگر خدا کا حکم نہ ہو تو زمین، آسمان کیا کرسکتے ہیں؟ تم نہیں دیکھتے جب کال پڑتا ہے نہ زمین کا زور چلتا ہے نہ آسمان کا!

عقائد اسی طرح ماں، باپ سے بچوں کو خدا پیدا کرتا ہے، اور جس آدمی سے پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ ہزار سر مارے، سیکڑوں منتیں مانے، لاکھوں علاج کرے، کروڑوں تعویذ گنڈے لے، کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ خدا کے اپنے اختیار میں ہے، خدا کی طرف گڑگڑانے، زاری کرنے، نمازوں میں جھکنے، پیشانی رگڑنے اور دعا کے لیے ہاتھ پھیلانے اور اٹھانے میں مطلب حاصل ہوتا ہے۔ خدا ان کی سنتا ہے اور رحم کرتا ہے +

اولیاؤں کی دعاؤں میں اثر ہے، اور خدا اپنے پیارے بندوں کی دعا قبول، اور آرزوئیں پوری کرتا ہے۔ خدا جسکو چاہے بزرگی دیتا ہے۔ اور جس کو چاہے اپنی رحمت خاص سے امتیاز بخشتا ہے!

سامان عبرت خزاں اور بہار، عبرت کے لیے ایک اچھا منظر اور سبق ہیں ایک ننھا سا بیج اگتا ہے، جگہ پکڑتا ہے، پھوٹتا ہے، اور ابھر کر بلند ہوتا ہے، زمین ایک عروس بہار بن جاتی ہے، اور اسپر ایک موسم آتا ہے کہ تابستان کی گرمی اور خشکی زمین کو تازگی سے محروم کردیتی ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت خشک، شگفتہ و شاداب سبزہ زار افسردہ، باغ و چمن کے تختے ویران، درختوں کی ٹہنیاں بے برگ و بار، ہو جاتی ہیں۔ انسان اگر اپنے آپ کو مطالعہ کرے تو اس سے بھی بڑھکے اسکے اندر عبرت کا سامان موجود ہے۔ بچپنے سے لیکر جوانی تک کا

زمانہ ترقی کا دور ہوتا ہے۔ ہر چیز بڑھتی ہے اور ہر قوت میں افزایش ہوتی ہے طبیعت جوش اور اُمنگ کے نشے میں ہر وقت مست رہتی ہے، اسپر بڑھاپے کا زمانہ آتا ہے، پہلے جو قوتیں بڑھتی تھیں اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں، طاقت جواب دیدیتی ہے۔ اسکے بعد منزل فنا آتی ہے، چراغ تیل سے خالی ہو جاتا ہے اور چولھا خاکستر سے بھر جاتا ہے ۔

ہر ایک چیز میں خدا نے حکمت اور عبرت رکھی ہے، افسوس ہم پر اس قدر غفلت چھائی ہوئی ہے کہ دیکھتے اور سوچتے نہیں ۔

سب سری تم جہان سے گزرے ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا

پہیلی

ایک ہنستا ہے ایک روتا ہے تب زمانے کا کام چلتا ہے

حل۔ یہ پہیلی "بادل اور کھیتی" کی ہے!

تشریح۔ سب جانتے ہیں کہ پانی مایۂ زندگی ہے! دانہ، پھل، پھول، ترکاری، ساگ، اسی سے پیدا ہوتے ہیں، خدا فرماتا ہے کہ "پانی سے ہر چیز زندہ ہے۔" یہی پانی ہے جو برستا ہے اور کسان اپنی جھولیوں میں بیج لیکر آتا ہے، تاکہ زمین کے سپرد کرے، پھر بیج بویا جاتا ہے اور پانی اسکو گلا کر اسکے اندر سے ایک شاخ پیدا کرتا ہے۔ ابتدا میں وہ نہایت ضعیف و حقیر وجود ہوتا ہے، جسکو ہوا کے جھونکے ہلا دیتے ہیں۔ اور پانی کا نمو زمین پہ جھکا دیتا ہے، مگر سورج اپنی شعاعوں سے اُسے گرم کرتا ہے، اور زمین اپنی بخشش کو اسکے لیے کھول دیتی ہے؛ یہاں تک کہ وہ پھوٹتا ہے، بڑھتا ہے، اور پھلتا ہے، اور پھولتا ہے، زمین کے اندر اسکے ریشے دور دور تک چلے جاتے ہیں، اُسکی ٹہنیاں

اور ڈالیاں قوت و استواری کے نشے میں جھومنے لگتی ہیں، اور کلیاں اُس کی مسکراتی ہیں، پھول اُسکے ہنستے ہیں۔ گویا خوشی کا ایک میلہ لگتا ہے۔ اور بادلوں کا رونا اُن کے لیئے رونق اور تازگی کا پیغام لاتا ہے!

بادل میاں لڑکو! تمہیں خبر بھی ہے کہ یہ بادل کہاں سے آتے ہیں؟ ہم بچپن میں سنا کرتے تھے کہ بادل سمندر سے پانی پیکر آتے ہیں، جی چاہتا تھا کہ ہم بھی اُنہیں پانی پیتے دیکھیں۔ اور ہو سکے تو پکڑ بھی لیں، پر یہ بات سچ نہیں اچھا ہوا کہ اس ارادے پر ہم نے سفر نہ کیا۔ ورنہ لوگ ہنستے اور ہم اپنی ناکامیابی اور حماقت و نادانی پر کڑھتے، آو، بادلوں کی حقیقت ہم تمہیں بتاتے ہیں +

ہمارے تمہارے جو اللہ میاں ہیں اُن کو ہر وقت بندوں کے کھانے پینے، رہنے سہنے کا خیال لگا رہتا ہے، جب وہ دیکھتے ہیں کہ گرمی کی شدت سے زمین تپتے تپتے گھبرا گئی، آدمی اور جانور پریشان ہوگئے، درخت سوکھ گئے گھانس جل گئی، کسانوں کے کھیت بونے کا وقت آگیا، اور آسمان کا پانی مانگنے لگے، تو خدا کی رحمت جوش میں آتی ہے، اور سمندر کے اندر جو ہماری زمین کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے، ایک آگ جلاتی ہے، اور سمندر چولھے کی ہنڈیا کی طرح پکنے لگتا ہے، اور اس میں بڑی ہل چل ہوتی ہے، نیچے کا پانی اوپر آتا ہے اور اوپر کا پانی نیچے جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ طوفان ہے، اس وقت سمندر خوب گرم ہو جاتا ہے، اسمیں سے بھاپ اٹھتی ہے، تم نے دیکھا ہوگا کہ جب دیگچی، چولھے پر چڑھتی ہے تو سالن میں سے بھاپ اٹھا کرتی ہے۔ اور چپنی یا سرپوش سے ٹکرا کر یہ بھاپ پانی بن جاتی ہے، پھر ہوا کو حکم ہوتا ہے کہ اس بھاپ کو فلاں جگہ لے جا کر برسا دو، بھاپ کو ہوا وہاں لاتی ہے، اور مینہ برساتی ہے، یہ کالی گھٹا ہی سمندر کی بھاپ ہوتی ہے۔ اور بادل زمین سے

کچھ بہت زیادہ بلندی پر نہیں بنتے ہیں۔ عموماً حد سے حد ڈیڑھ میل اونچے ہوتے ہیں بعض وقت تو آدھ میل کے قریب بھی ہوتے ہیں، شملہ اور اور پہاڑوں پر اکثر مکانوں کی بلندی سے بھی کم اونچے ہوتے ہیں، ہوا کے ساتھ مکانوں کے اندر بھی آجاتے ہیں، اور انکے چھونے سے ہاتھ بھیگ جاتے ہیں"۔

بھاپ کے بادل جب آپس میں ٹکراتے ہیں تو گرج ہوتی ہے۔ اور ٹکر کھانے سے انکے اندر کی بجلی چمکتی ہے، گویا خدا کی قدرت کے فرشتے انکو تازیانہ لگاتے اور ہانکتے ہیں کہ فلاں جگہ جاکر برسو!

حیات بعد الممات تم دیکھتے ہو، فضائے آسمانی گرد اور غبار سے بھر جاتی ہے، زمین سورج کے آتشکدے کی طرف کھینچنے لگتی ہے، اور وہ اپنی تیز کرنوں سے اسکی طراوت اور رطوبت کو غارت کر دیتا ہے، اسوقت تمام دنیا بارش کے لیے بیقرار ہوتی ہے، امید کی نظریں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔ اور مایوسی کا جواب لیکر واپس آجاتی ہیں، لیکن پھر تم دیکھتے ہو کہ یکایک ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلنے لگتے ہیں، سیاہ بادلوں کے غول آسمان پر ہر طرف پھیل جاتے ہیں، بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج، آنے والے وقت کا پیغام ہر طرف پہنچا دیتی ہے، جنگل کے میدان، پہاڑوں کی چوٹیاں، درختوں کی شاخیں طیور کے جھنڈ، انسان اور حیوان غرضکہ تمام دنیا کے چہروں پر بحالی آجاتی ہے۔

انسان مرنیکے بعد کی زندگی کی نسبت ہمیشہ ششش و پنج میں رہا ہے کہ جب ہم مرنیکے بعد گل سٹر کر محض ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائینگے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہمیں پھر از سر نو پیدا کر کے کھڑا کر دیا جائے گا؟

لیکن اگر انسان زمین کو دیکھے، جس سے کبھی اسکے قدم جدا نہیں ہوتے تو اسکے ہر ذرے میں مرنیکے بعد اٹھ کھڑا ہونیکی مثال ہر سال تازہ نظر آتی ہے۔

کسان، آسمان کو دیکھکر سمجھ لیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے؟ اور کشتیبان، طوفان کے آنیسے پہلے کشتی کو کنارے تک پہنچا دیتا ہے! حکیم چہرے کو دیکھکے بتا دیتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ نوکر آقا کے رخ پر نظر ڈالکر تاڑ جاتا ہے کہ کس حالت میں ہے۔ پر افسوس کہ عاقبت پر بہت کم نظر پڑتی ہے کہ آگے کیا پیش آنے والا ہے؟

میں مع رونیوالا جہاں سے چلا ہوں جیسے ابر ہر سال رہتا رہے گا

پہیلی

کھیلتا، کودتا، اُچھلتا ہے جب گرا، پھر نہیں سنبھلتا ہے

حل۔ یہ پہیلی فوارے کی ہے!

تشریح۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ فوارہ سر اٹھا کے اُچکتا اور اچھلتا ہے۔ اور جب گرتا ہے تو تڑپ کر پھیل جاتا ہے، پھر کبھی اٹھ نہیں سکتا۔ کمبخت اگر غرور کی چال نہ چلتا تو کیوں گرتا اور کیوں زمین کا ہو رہتا؟

گھمنڈ بُرا ہے عزیز بچو! غرور کی چال بری ہے۔ جو اکڑ کے چلتے ہیں ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتے ہیں۔ ہر کام میں گھمنڈ اور غرور بُرا ہے!

پہیلی

پنجرے میں موتیوں کے بلبل ہے چکتا ہے جو دیکھتا گل ہے
آپ کے اور میرے پاس بھی ہے تم سے بولو کہ کیا ہی ہے وہ مسم

حل۔ یہ پہیلی زبان کی ہے!

تشریح۔ موتیوں کا قفس، دانت، اور بلبل زبان ہے! اور پھول،

دوسرے آدمی کا رخ، آدمی جس وقت کسیکو مخاطب کرکے بولتا ہے تو اُسکے منہ کو بھی تکتا ہے۔ پہیلی میں یہ اشارہ بھی دیا گیا ہے کہ "منہ سے بولو یعنی ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں"

آدمی کے تبیس دانت ہیں، دودھ کے دانت سات، آٹھ برس کی عمر میں ٹوٹتے ہیں، عقل ڈاڑھ[1] جوانی میں نکلتی ہے!

پہیلی ۹

اگر دانتو، پیٹو تو سب کچھ سہے　　جدھر جاؤ، وہ ساتھ اپنے رہے
تھوڑا ت جب تک وہ ہٹتا نہیں　　وہ تلوار، چھری سے کٹتا نہیں

حل۔ یہ پہیلی "سائے" کی ہے!

تشریح۔ دن اور اُجالے میں سایہ ساتھ ساتھ پھرتا ہے، اندھیرے میں ساتھ چھوڑ دیتا ہے!

پہیلی ۱۰

سایئے میں تھوڑا تھوڑا گھٹتا ہے　　دُھوپ میں پیدا ہو کے بڑھتا ہے
پھر کہاں اُڑ کے غائب ہوتا ہے؟　　گر ہوا چل پڑے، نہیں معلوم!

حل۔ یہ پہیلی "پسینہ" کی ہے!

پہیلی ۱۱

نیک پاک عورتوں کی کہتی ہے　　کاٹھ کی مرغی انڈے دیتی ہے

---

[1] عقل ڈاڑھ کو عربی میں "نواجذ" کہتے ہیں ۱۲ منہ

حل یہ پہیلی "چرخہ[۱]" کی ہے!

تشریح۔ بیوہ اور پاک دامن عورتیں، بھیک مانگتی ہیں نہ بے پردگی کی نوکری کرتی ہیں۔ سوت کات کات کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہیں!

گکڑی[۲] کی شکل انڈے کی سی سفید ہوتی ہے۔ اور اپنے آگے انبار لگا لیتی ہیں، اور اس حرفت کی ایجاد جمشید[۳] کے زمانہ میں ہوئی ہے

دانا بچو! جن جانوروں کے کان باہر نکلے ہوتے ہیں وہ بچے جنتے ہیں اور جن کے اندر کی طرف چپٹے ہوتے ہیں وہ انڈے دیتے ہیں[۴]!

پہیلی ۱۲

نہ دکھلائی دیوے نہ پکڑی بھی جائے — جھومائے، ہلائے، گرائے، جب آوے
جگہ کوئی اُس سے نہ پاؤ گے خالی — بیاباں ہو، میدان ہو، یا کاخ عالی

حل۔ یہ پہیلی "ہوا" کی ہے!

تشریح۔ ہوا، پانی، غذا، یہ تین چیزیں قوام مادہ حیات یا خمیر مایۂ زندگی ہیں۔ ان سب سے زیادہ ہوا کی ضرورت رہتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اسی لیئے اُسے عام بھی کر دیا ہے اور ہر جگہ، ہر وقت پائی جاتی ہے۔ اگر کئی گھنٹے پانی اور غذا نہ ملے تو آدمی زندہ رہ سکتا ہے، مگر ہوا کے نہ پہنچنے پر مر جاتا ہے

[۱] چرخہ کو عربی میں فلکہ۔ فارسی میں بادریسہ و چرخہ ریسمان کہتے ہیں ۱۲ منہ

[۲] گکڑی کو عربی میں حبلاحق پارسی میں خلولہ ریسمان کہتے ہیں ۱۲ منہ

[۳] دیکھو شاہنامہ فردوسی میں یہ بیت ہے ہیا موخت شاں رشتن و تافتن — بتار اندروں پود را بافتن ۱۲ منہ

[۴] عربی مثل ہے۔ کل شرقاء تبیض، و کل صمعاء تلد۔ یعنی جسکے کان اندر ہیں انڈے دیتی۔ جسکے باہر ہیں بچے جنتے ہیں ۱۲ منہ

نظام المشائخ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم سوم — قسم سوم

روحانی تشنگان کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء **محمد الواحدی** چشتی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲؎

مقام اشاعت دارالسلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر پبلشر محمد الحسنی

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

حیات بعد الموت

جس کا
انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میرٹ کی
کتاب
دیر از نو ڈیتھ
سے
مسٹر اختر محمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے
ضخامت تقریباً ۴ سو صفحے
اصل قیمت چار روپے

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ تک درخواست کرنے والوں کو صرف ۸ میں دیجائیگی بشرطیکہ
وہ ۸ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا اس اطلاع کا حوالہ دیکر وی پی
منگوائیں۔ محصول ہر صورت بذمہ خریدار

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

آج کل

نظام المشائخ دو ہزار

کل رائی اور صفحات کی اشاعت ... [illegible]

نرخنامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چوتھائی صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نظام المشائخ کے قواعد وضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر ماہ کی ... تاریخ کو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رح کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے۔ مضامین اس میں دینی اخلاقی اصلاحی ... [illegible] ... کا پورا خیال رکھا جاتا ہے (۲) اگر رسالہ کسی ماہ کی ... تاریخ تک نہ پہنچے تو ... ڈاک خانہ ... [illegible] ... دفتر کو اطلاع دینی چاہیے ... [illegible] (۳) جن صاحبان کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیل ہونا ہو براہ عنایت چوتھی تاریخ سے پہلے پہلے دفتر ... کو خبر دیں ... [illegible] ... مکان کی اطلاع اپنے ڈاک خانہ ... [illegible] (۴) خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف خوش خط لکھیے اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے۔ جوابی امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

۴۷

مصنفہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

تیسرا ایڈیشن — تیسرا ایڈیشن

صبح زندگی

یہ شام زندگی کا پہلا حصہ ہے۔ شام زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کوارپنا بھی دیکھ لو۔ اس سے تمہیں پتہ چلے گا کہ ایک لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہیے۔ علامہ راشد الخیری اس قسم کے مضامین کو دلچسپ و پرموثر بنا دینے میں جو ملکہ رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمہاری بیٹیوں کی اتالیق ہے تمہاری بیویوں کی مشیر ہے اور خود تمہاری ذات کے لیے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے انمول وقت ہے اس سے کام لو نصیحت پکڑو اور لطف اٹھاؤ۔ صبح زندگی میں درد بیان، کیف زبان اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

مصنفہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

طوفان حیات

جس نے ایک دنیا میں دھوم مچا دی اور جس کی تعریف میں اخبارات رطب اللسان ہیں اور جس کا استقبال اردو علم ادب نے نہایت شاندار کیا۔ اس کتاب کی ہیرو مشترکہ کی زندگی اس قدر پرلطف اور پیچیدہ ہے کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے۔ رسوم قبیحہ جنہوں نے مسلمانوں کی خاک اڑا دی اس وضاحت اور خوبصورتی سے بیان کی گئی ہیں کہ اس کے پڑھنے کے بعد پھر ہمیں ایسی رسوم کا نشان باقی نہیں رہتا۔ مشترکہ جو دم مرگ تک دنیا کے نسلوں پر فائق ہے۔ طوفان حیات کے مطالعہ سے ہزاروں کوس دور بھاگ جاتا ہے اور انسان تمدن کے واقعہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ پہلا ایڈیشن ختم کے قریب ہے اور درخواستوں کی کثرت اس قدر زیادہ ہے کہ اگر فوراً فرمائش نہ بھیجی گئی تو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت صرف عہ

دونوں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگاؤ

نظام المشائخ

جلد ۱۹ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۶ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	طوفان نوح	جناب شہزادہ مرزا احمد اشرف صاحب گورگانی بی اے	۳
۲	وعدہ کی یاد	خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب	۲۳
۳	مرشد کی ضرورت	جناب حاجی معتمد اللہ صاحب کاکاخیل	۲۸
۴	سونے کا چمچہ	جناب مولوی سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۳۵
۵	التجائے لطف	جناب حکیم شاہ سردار عالم صاحب شفا	۴۳
۶	تشخیص	جناب محمد یوسف صاحب کاتب	۴۴
۷	امام اعظم	جناب خلیل الدین حسن صاحب حافظ	۴۵
۸	فقیر کی صدا	جناب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب ذہین	۴۶
۹	رباعیات	جناب رہنما عرفانی	۴۸
۱۰	برگ سبز	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب	۴۹
۱۱	اشتہارات	اشتہارات کے مشتہر	+

یارانِ نظام المشائخ

توسیع اشاعت

گزشتہ ماہ میں جن حضرات نے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔ اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں اللہ پاک اُنہیں جزائے خیر دے۔

واحدی

جناب غلام رسول صاحب گوجرانوالہ نے جناب چودہری کرم الٰہی صاحب بی اے گوجرانوالہ کو

جناب مولوی سید محمد فضل حق صاحب ڈپٹی کلکٹر نے جناب مولوی محمد نواب علیخان صاحب صاحبگنج کو

جناب محمد حسین صاحب نصیر آباد نے جناب غلام حسین صاحب چوڑی فروش مئو کو

جناب محمود حسین صاحب چشتی مغلسرائے نے جناب منشی عبد الغفار صاحب مغلسرائے کو خریدار بنایا

جو خود خریدار ہوئے یہ ہیں

جناب عنایت حسین عبد القادر صاحبان دیر

جناب بابو یوگیندر راؤ صاحب وکیل رائچور دکن

جناب عبد المجید صاحب داروغہ سانگلہ

جناب حاجی مرزا سید محمد خان صاحب میر منشی راولپنڈی

جناب محمد یعقوب اشرف علی صاحب مدھیپور

جناب ڈاکٹر آغا شیر محمد خان صاحب چونیاں

جناب محمد عبد العزیز صاحب طالب علم جیر کماری

جناب اے عبد اللطیف صاحب ہیڈ ماسٹر ویلور

جناب محمد عبد القدیر صاحب چودہری حیدرآباد دکن

جناب محمد ہتا صاحب محرر رجسٹری

جناب والاشان پیر ولایت علی شاہ صاحب بمبی

جناب سکرٹری پرشین اردو لائبریری۔ جونا گڈھ

جناب احمد شریف صاحب میڈیکل آفیسر قلعہ کلیانی

جناب تاج محمود صاحب

جناب محمد سلطان صاحب مقام

جناب محمد خان صاحب لکھنو

جناب محمد ظہیر الدین صاحب جمگاؤں

جناب خلیفہ کندا صاحب نظامی مقام سنور

جناب شمس الدین صاحب احمدانی بلوچ لائلپور

جناب شیخ چمن صاحب کوثر برہان پور

بسم اللہ

الا ان اولیاء اللہ ...

نظام المشائخ

طوفانِ نوحؑ

مولانا مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے تعلیم یافتہ طبقہ کے ان برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں جن پر تعلیم جدید بجا طور سے فخر و مباہات کر سکتی ہے۔ اور جسکے دامن مادیت پر جو بے دینی یا کم از کم مذہبی استغنا کا ایک بدنما داغ آگیا ہے۔ اسکو ایسی ہی مثالوں سے دور کیا جا سکتا ہے جیسے مولانا مرزا گورگانی ہیں +

موصوف خالص علمی مذاق کے بزرگ ہیں۔ اور قدرت نے انکو قلب سلیم عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے اسرار علم کا انکشاف اور بھی موجب رشد و ہدایت ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ انگریزی علم و ادب کے ساتھ ہی آپ کو عربیت سے بھی کما حقہ تصنیف اور دینیات سے ایک خاص شغف عطا ہوا ہے اسلیے آپکا ذوق مطالعہ خوشگوار نتائج پیدا کرتا ہے ؛

آپ علمی و دینی دنیا میں کسی مزید تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ نظام المشائخ کے صفحات اس سے پیشتر آپکے افادات سے مزین ہو چکے ہیں اور آپکے دردِ دل

۱؎ یہ مضمون کا عنوان ہے ۱۲

قارئین کرام اسکے لذت اندوز ہوئے ہوں گے۔ اسلیئے ہم ان کے مندرجہ ذیل مضمون کے متعلق صرف اسقدر بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اسے سرسری نظر سے نہ دیکھئے اور اگر طوفان نوح کے عنوان سے جسقدر مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوچکے ہیں آپکو اُن سے مختلف سمجھئے اور غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ اسمیں علوم جدیدہ کی روشنی سے کام لیا گیا ہے۔ اور تاریخ قرآنی کو تجارب طبعیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

اس قسم کے مضامین مذہبی علمی دنیا کے لیے جسقدر مفید ہوسکتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہم ارباب علم وفضل کی توجہ اسطرف مبذول کرانی چاہتے ہیں کہ وہ اس قسم کے مضامین مرتب کرنیکی سعی فرمائیں ؛

آخر میں ہم اپنے اور اپنے ناظرین کی طرف سے مولانائے گورگانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ موصوف نے اپنے افادات علمیہ نشر واشاعت کا فخر نظام المشائخ کے صفحات کو عنایت فرمایا۔ ایڈیٹر

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر مبارک قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے۔ اگر تمام مواقع کو یکجا جمع کرکے دیکھا جائے تو اس ذکر کا کچھ تسلسل قائم ہوجاتا ہے۔ پھر اس پر غور کرنے اور تدبر سے کام لینے سے بہت سے نتائج نکلتے ہیں۔

سورۂ نوح میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کا مطلب سیدھے الفاظ میں یہ ہے۔

"ہم نے نوح کو اُن کی قوم پر بھیجا کہ ان کو عذاب کے آنیسے پہلے ڈراؤ؛

اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمکو یہ سمجھانے آیا ہوں کہ اگر تمنے خدا کی عبادت کی اور اس کا خوف دل میں رکھکر پرہیزگاری اختیار کی اور میرا کہنا مانا تو تمھاری پچھلی خطائیں معاف ہوجائیں گی اور موت کے وقت تک تم میں سے ہر ایک کو مہلت ملجائیگی دیکھو کہ موت نہیں ٹلتی" ان لوگوں نے حضرت نوح کی ایک نہ سنی آخر حضرت نوح نے جناب باری میں عرض کی "اے عزت وجبروت والے میں نے اپنی قوم کو دن رات تیرا حکم سنایا لیکن سوا روگردانی اور فرار کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

بلکہ کانوں میں انگلیاں دے لیں اور منہ چادروں سے ڈھانک لیا تاکہ وہ میرا اور میں انکا مونہ نہ دیکھ سکیں۔ اور ہٹ دھرمیاں ضد اکڑ دکھاتے رہے۔ پھر میں نے اتمام حجت کے واسطے اونکو چیخ چیخ کر بلایا۔ اونکو ظاہر بھی سمجھایا پوشیدہ بھی سمجھایا۔ کہ خدا سے مغفرت مانگو۔ وہ غفار ہے۔ اوسکی مہربانیاں تم پر از سر نو جاری ہو جائیں گی۔ رحمت کی بارشیں پھر ہونے لگیں گی۔ مال کی برکت۔ اولاد کی چہل پہل۔ باغات کی سرسبزی۔ نہروں کی روانی پھر تم کو عطا ہوگی۔ اے بدبختو! تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تم غور کیوں نہیں کرتے کہ تم کو مختلف الطبائع مختلف الحالات و مختلف الاشکال پیدا کیا ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ آسمانوں کو کس طرح تہ در تہ بنایا۔ چاند سورج کی روشنی سے تم کو کس طرح متمتع کیا۔ زمین سے نباتات اُگائے تاکہ تم کھاؤ پیو اور خوش رہو۔ پھر تم اپنا وقت حیات پورا کر کے پیوند زمین ہو جاؤ۔ پھر اسی زمین میں سے نکلو زمین کو دیکھو خدا نے تمہارا فرش بنایا ہے تاکہ جہاں چاہو چلو پھرو"۔

لیکن ان مستان شراب غفلت کے کان پر جوں نہ چلی پھر جناب نوحؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔

"اے میرے اور ان سب کے پالنے والے۔ ان لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا۔ مانا تو کن لوگوں کا جنکو ان کے مال اور اولاد نے سوائے گھاٹے کے کوئی نفع نہ بخشا طرح طرح کے مکر و فریب میرے ساتھ گانٹھے۔ اپنے پتھر کے معبودوں اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کی الاپ جپے گئے۔ اور اپنے ساتھ باقی بیوقوفوں کو بھی گمراہ کر دیا۔ اے میرے اور ان سب کے معبود۔ ان کو اور بھی گمراہ کر دے تاکہ اتمام حجت ہو جائے"۔

آخر یہ ہوا کہ اپنی بدذاتیوں اور بدکرداریوں کی پاداشت میں سب غرق کر دیئے گئے اور واصل بہ جہنم ہوئے۔ قہر الٰہی کے سامنے کون ان کی مدد کر سکتا تھا۔ حضرت نوحؑ نے ان ڈوبتوں کے حق میں اور بھی بددعا کی۔

"اے قہار۔ اے منتقم۔ اے جبار۔ ان منکرین میں سے ایک کو بھی نہ زمین پر

باقی نہ رکھ۔ اگر ان میں سے کوئی بھی بچ گیا تو سوائے اسکے کہ تیرے بندوں کو گمراہ کرے اور فاجر و فاسق۔ کافر ہوائے۔ اور کوئی فائدہ نہو گا۔ اے رب! و دو۔ میری۔ اور میرے ماباپ کی مغفرت کر اور جو کوئی میرے گھر میں تجہیز ایمان لاکر داخل ہوا اور تمام مومنین و مومنات کو بخشدے اور ظالمونکو ایسا تباہ کر کہ پھر پنپنے نہ پائیں"

سورہ اعراف۔ ویونس و ابراہیم و انبیا و مومنون وغیرہ میں حضرت نوح کا ذکر بہ سبیل اختصار آیا ہے لیکن سورہ ہود میں کچھہ زیادہ تفصیل ہے جس کا مطلب یہ ہے۔

"ہم نے نوح کو اون کی قوم پر بھیجا کہ ان کو ڈراؤ۔ اور سمجھاؤ کہ خدا کی سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ . . . مگر ان لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ بہت کچھہ فرماچکے۔ اب جان چھوڑ دیئے اور جس عذاب کی آپ دھمکی دے رہے ہیں اوسکو بلا لیجئے۔ تو پھر آپ کو سچا مان لیں گے حضرت نوح پھر بھی سمجھائی گئے۔ آخر مان گئے کہ جب ان کی شقاوت من اللہ ہے تو میری نصیحت کیا کارگر ہوگی پھر اللہ تعالیٰ نے نوح کو بذریعہ وحی مطلع کیا کہ جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لاچکے اب تمھاری کوئی نہ سنے گا اسلیئے تم غمگین نہو۔ اور جس طرح ہم ہدایت کریں ایک کشتی بنالو مگر یہ یاد رہے کہ آئندہ ان لوگوں کے حق میں ہماری جناب میں دعا خیر نہ کرنا۔ کیونکہ ان کی تقدیر میں ڈوب کر مرنا ہے۔

حضرت نوح نے کشتی بنانی شروع کی اور کافروں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کیا وہ کشتی پر ہنستے تھے اور حضرت نوح ان کی عقل پر روتے تھے یہاں تک کہ ارادہ الٰہی کے ظہور کا وقت آگیا تنور غضب نے جوش مارا۔ پھر ارشاد ہوا کہ روئے زمین کے جانداروں میں سے ایک ایک جوڑا ہر قسم کا لیلو۔ اب جو ایمان والے ہیں معدودے چند وہ تو بچ جائیں گے باقی سب کا فیصلہ ہو گا۔ اس کے بعد کشتی تیار ہو گئی اور حضرت نوح بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم۔ پڑھ کر کشتی میں اپنی عیال و اطفال کو

لیکر سوار ہوئے- طوفان بڑہتا جاتا تہا- اور کشتی پہاڑ جیسی موجوں میں چلی جاتی تہی حضرت نوحؑ کا ایک بیٹا (جو ربیب تہا) باوجود بلانے کے نہ آیا- اور ڈوب گیا- پہر زمین کو حکم ہوا کہ اپنا پانی نگل جائے- آسمان کو اشارہ ہوا کہ تہم جا بارش رُک گئی جیسے ہاؤ کو ارشاد ہوا کہ اتر جا منکرین کا کام تمام ہو چکا تہا- کشتی جودی پہاڑ پر ٹہیری- اور چاردانگ عالم میں منادی کیگئی کہ ظالموں کا ناس ہو گیا- اب حضرت نوحؑ کو ارشاد ہوا کہ خیر و سلامت کے ساتہہ زمین پر اتر جاؤ- ہماری برکتیں تمہارے اور جو تمھارے ہمراہی ہیں اون کی شامل حال رہیں گی"

قصہ تو صرف اتنا ہی تہا جسکا ذکر قرآن شریف میں ہے- زیادہ تفصیل کا شوق ہو تو اولڈ ٹسٹیمنٹ (عہد نامہ عتیق) دیکھ لیجئے- لیکن اوسکی چنداں ضرورت نہیں ہمارے غذائی تخیل کے واسطے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے اتنا ہی تذکرہ کافی ہے جسکا قرآن شریف میں بیان ہوا ہے- اسمیں قابل غور امور یہ ہیں-

(۱) منکرین خدا کی اوسوقت کیا حالت تہی- تہذیب کے کسدرجہ میں تہی کشتی کیسی تہی

(۲) نصایح حضرت نوحؑ کیا تہیں-

(۳) طوفان نوح کیسا تہا- کیوں آیا- کیا پہر آیگا-

(۴) نتیجہ-

۱- تاریخ اس زمانہ کی سوسائٹی کے متعلق بہت مختصر اطلاع دیتی ہے- لیکن اتنا ظاہر کرتی ہے کہ عمریں اسوقت بہت طویل ہوتی تہیں چنانچہ حضرت نوحؑ کی عمر تقریباً ایک ہزار برس کی ہوئی- مگر ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم کلام الٰہی کے جملے سے نتیجہ نکالیں- تہوڑی سی فکر کرنے سے نتائج ذیل برآمد ہوتے ہیں -

الف- کپڑے بنانے- پہننے اور چادروں کو سر پر اوڑہنے کا رواج تہا؛

ب- کشتی ایک غیر معمولی جہاز تہی- جس کے بنانے کے لیئے آلات آہنگری

وچوب تراشی کا ہونا ضروری تہا۔

ج۔ عیش وعشرت کے سامان اسقدر ضرور تہے کہ خدا فراموشی کو کافی ہوں۔

د۔ بت تراشی ہوتی تہی۔ جو سنگتراشی کا اعلی درجہ کا ہنر ہے۔

ہ۔ کشتی میں ہر قسم کے جانور رکہے گئے۔ درندچرند۔ پرند۔ حشرات الارض زندہ پکڑکر بند کئے گئے تہے۔ اون کے پکڑنے کی زنجیریں۔ پنجرے۔ جال اور غالبًا مشینیں بہی ہیں۔

و۔ ہرقسم کے جانوروں کی غذا طوفان کی مدت کے واسطے محفوظ رکہی گئی ہوگی۔

ز۔ باغات وانہار بہی موجود تہیں کہیتی ہر قسم کی ہوتی تہی۔ آلات کشاورزی ضرور موجود تہے۔

ان امور پر غور کرنیسے معلوم ہوتاہے کہ امت نوحؑ کی سوسائٹی ابتدائی درجہ تہذیب سے بہت آگے بڑہی ہوئی تہی۔ بڑے بڑے جانور ضرور (ٹریپ) شکار پکڑنے کی مشین سے پکڑے گئے ہوں گے۔ پہران سب قسم کے جانوروں کے واسطے غذا کی ضرورت ہوئی ہوگی جسکے طوفان کی مدت تک محفوظ اور قابل استعمال رہنے کا انتظام بہی ہوگیا ہوگا۔ چونکہ مرطوب ہوا۔ نباتات کو بہت جلدی خراب کردیتی ہے اس لیے اوس زمانہ کا سائنس ضرور اتنی ترقی کر گیا ہوگا کہ (ایرٹایٹ) ایسے بڑے بڑے بکس جن میں ہوا نہ جاتی ہو۔ تیار کیئے گئے ہوں۔ اون میں چرندوں کا چارہ رکہا گیا ہو۔ جنکی تعداد اتنی بڑی ہوگی کہ آدمیوں اور درندوں کو غذا بہم پہونچانے کیواسطے کافی ہو۔ ان سب معاملات کو غور کرکے ہر شخص اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ سوسائٹی خاصی ترقی یافتہ حالت میں تہی۔

ہمارے مفسرین کرام تو ان باتوں پر غور نہ فرماتے یا اپنے فرض مفسری سے بہت نیچا سمجہتے ہیں لیکن ہمارے تعجب وہ ان حضرات جنکو نئی تعلیم نے پیرانی باتوں پر غور کر

مصور غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

؏

بنت الوقت

چھپکر طیار ہوگئی

یہ وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس کے صرف ایک اعلان پر میرے پاس سینکڑوں درخواستیں آچکی ہیں

بنت الوقت

ہماری مستورات کی موجودہ تعلیم و تربیت کا بہترین مرقع

اور

آج کل کی مہذب بیبیوں کی لاثانی تصویر

ہے

کتاب نہیں کتاب کی ہر سطر سفارش سے مستغنی اور تعریف سے بالا ہے۔

علامہ راشد الخیری کا قلم جن جواہرات سے ادب اردو کو مالامال کر رہا ہے وہ اب محتاج بیان نہیں صبح زندگی شام زندگی طوفان حیات اور سراب مغرب کے مصنف کا نام بنت الوقت کی ضمانت کو کافی ہے منگا کر دیکھئے کہ بنت الوقت لکھنے کی اس زمانہ میں کتنی ضرورت تھی اور یہ ضرورت کیسی پوری ہوئی ضخامت کچھ اوپر چار جز قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول۔

مصور غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

دوسرا ایڈیشن دوسرا ایڈیشن

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے جو مولانا راشد الخیری مدظلہ کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھ کر ہر نظر کی ادھر ہچکی بندھ گئی اور ادھر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے رند و نیاز کے چوچلے عشق و محبت کے کرشمے خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں۔ یہ مضمون اخبار خطیب میں مسلسل نکل چکا تھا مگر اس کی طلبی اس قدر زیادہ ہوئی کہ اب اسے کتابی صورت میں پیش کرنا پڑا۔

اس بحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پر مغز لفظوں سے دکھایا ہے کہ حیات و ممات کی سچی تصویریں آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہیں قیمت ۲ر علاوہ محصول۔

دونوں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز و غم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھ دی۔ اس میں ایسی ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائیں گے اور پھر خوبی یہ کہ ہر ظرافت میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی ہے اور نصیحت بھی۔

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جس کا تعلق مذہبی باتوں سے ہے یعنی جس مذاق سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے غیرت آتی ہے۔

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے اس میں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی خود بخود شرما کر اپنی حالت درست کر لیں۔ تیسرے عنوان میں صرف انشا پردازی کی ظرافت ہے۔

دراصل یہ مجموعہ اُن مضامین کا ہے جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے۔ غرض ہر اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ قیمت صرف آٹھ آنے علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رہنمائے سیر دہلی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے الفاظ میں نئی اور پرانی دہلی کا پورا نقشہ اتار کر رکھ دیا ہے گھر بیٹھے دہلی کی سیر کرنی ہو تو اسے منگائیے۔ الفاظ کی تصویروں کے علاوہ عمارات و مقامات مشہورہ کے عکسی فوٹو ۱۲ کے قریب الگ ہیں۔ اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ بہت چکنے بہت سفید قیمتی کاغذ پر چھپی ہے۔ بہت خوبصورت جلد بندھی ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصول۔

جگ بیتی

اس کا دوسرا نام خواجہ حسن نظامی کی کہانیاں ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے قصوں کی کتاب ہے ہر قصہ غم و الم کی داستان ہے جس میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی اور دلچسپی بھی۔ چھوٹے چھوٹے قصوں کے مقدموں میں یہ مفید و مزیدار کہانیاں ہر شخص کو پڑھنی چاہئیں۔ قیمت صرف ۔ دونوں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگا کر

روک دیا ہے وہ اِس قصہ کا اپنی صحیح معلومات سے یوں فیصلہ فرماتے ہیں کہ سوسائٹی ابتدائی حالت میں ہوگی۔ پتے باندھتے ہوں گے غاروں میں رکہ ہمتوں کی سختی سے بچاؤ پیدا کر لیتے ہوں گے اخروٹ اور مختلف قسم کے پھل کھا کر گذارہ کر لیتے ہوں گے۔ ندیوں کا پانی بندر کی طرح ہاتھ ٹیک کر منہ جھکا کر پیتے ہوں گے۔ درخت اور تمام پودے خودرو ہوں گے

غرض کہ نیچر کو رستے کی حالت میں ہوگی۔ تو حضرت نوحؑ نے کچھ لکڑیاں باندھ کر ایک برائے نام کشتی بنائی ہوگی اسپر اپنے بال بچوں کو بٹھا لیا ہوگا۔ دو چار پالتو جانور بھی اوسپر بٹھائے ہوں گے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر اپنا اور جانوروں کا طوفان کے ایام میں گذارہ کیا ہوگا۔ فرصت ہوئی۔ خواب تو اچھا ہے۔ مگر اسکی تعبیر آدم علیہ السلام کا زمانہ ہو تو ٹھیک ہے جہالت کا ایک ظاہر ترین کرشمہ یہ ہے کہ بجائے غور کرنے اور صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کے بیکار دماغ غور و فکر کی مصیبت سے گھبرا کر اپنی تشفی کے لیے ایک آسان سا نتیجہ نکالکر دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے کوئی مجھ جیسا گنہگار عذاب دوزخ سے ڈر کر دوزخ کے وجود سے انکاری ہو جائے اور خدا کو عذاب کی دھمکی کی علت میں ظالم ٹھیرائے۔ ڈاروِن خود ایسے ہی لوگوں میں سے تھا۔ جو بات اوسکو مانی منظور نہ ہوتی تھی وہ اوسکی تاویل کسی دوسرے طریق پر گھڑ دیتا تھا۔ سیدھی بات یہ ہے کہ کلام الٰہی نعوذ باللہ کوئی قصہ ہی ہے۔ یا قصہ نہیں ہے بلکہ جو کچھ اسمیں بیان ہوا ہے وہ عینی حقیقت ہے۔ اگر عینی حقیقت مانتے ہو تو تسلیم میں کوئی چارہ نہیں عقل کو ایمان کے سانچے میں ڈھال لو۔ اور اطمینان جو اوسکا انعام ہے حاصل کرو۔ اگر قصہ ہی سمجھتے ہو تو اسکو سائنس کی کسوٹی پر لگا لو۔ اگر سائنس تصدیق کر دے تو پھر تو امید ہے کہ آپ بھی قصہ نہ سمجھیں گے ؎

پہلا سوال یہ ہے کہ طوفان آیا یا نہیں۔ اگر آیا تو عالمگیر اور دیر پا تھا یا نہیں سارے زمین پر پانی پھیل گیا تھا یا نہیں ایسا طوفان ایک ہی آیا ہے یا بہت سے آ چکے ہیں

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہی طوفان آیا تو کشتی نوح یا آجکل کے الفاظ میں جہاز نوح یا پانی پر تیرنے والا چوبی قلعہ نوح تیار ہوا تھا یا نہیں۔

پہلے سوال کے جواب میں کوئی سی کتاب جیالوجی کی اٹھا لیجیے۔ ماہرین علم طبقات الارض کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ زمین کی ساخت کے پانچ مختلف زمانے ہیں۔

۱- (۱) وہ زمانہ جس میں حیات حیوانی بالکل نہ تھی (۲) موجودات ترقی کر کے حیات کے دروازہ پر پہونچ گئیں

۲- حیات حیوانی کی ابتدا - نباتات کا نشوونما۔

۳- حیات حیوانی کی درمیانی حالت۔

۴- حیات حیوانی قبل از انسانی۔

۵- حیات انسانی کی ابتدا تا موجودہ حالت۔

پہلا زمانہ وہ ہے جو زمین کے پانی میں سے ابھرنے سے لگا کر جالدار جنگل پیدا ہونے تک تسلیم کیا جاتا ہے جو اسوقت بحر اوقیانوس کی تہ پر پائے جاتے ہیں۔

دوسرا زمانہ وہ ہے جس میں مچھلی-کوئلہ اور جالدار جنگل پیدا ہوئے ہیں

تیسرا زمانہ وہ ہے جس میں حشرات الارض اور سیدکو درخت پیدا ہوئے۔

چوتھے زمانہ میں دودھ پلانے والے جانور اور پتے والے درخت بنے ہیں۔

پانچویں زمانہ میں نسل انسانی پیدا ہوئی ہے اور درختوں پر انسانی تصرف ہوا۔ اور کاشتہ درخت انسان کی کوشش سے پیدا ہونے لگے کھیتی بھی ہونے لگی۔

علم طبقات الارض بتاتا ہے کہ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں انقلاب اسطرح پیدا ہوا کہ خشک قطعات کسی اندرونی وجہ سے نیچے ہو جاتے تھے یا سمندر کا پانی کسی قدرتی فعل سے اونچا ہو کر بعض وسیع قطعات پر پھیل جاتا اور وہاں بے انتہا مدت تک ٹھیرا رہتا

۵۱ گیکلی کی جیالوجی ملاحظہ ہو۔

۵۲ ہیکل کی ہسٹری اوف کری ایشن (تاریخ تخلیق عالم) جلد ۲ صفحہ۔

اوسمیں سے مٹی ریگ بجری غیرہ سطح زیرین آب پر پھیلتی اور آہستہ آہستہ زمین پانی سے
برآمد ہوتی جاتی - یہ برآمدگی ہر دفعہ نئے حالات زمین پر ظاہر کرتی - اور نئے قسم کے
جانور اور درخت پیدا ہوتے - اسی انقلاب حیوانات و نباتات کے لحاظ سے یہ زمانے قایم
کئے گئے ہیں مطلب یہی ہے کہ ہر انقلاب میں پانی زمین پر آیا اور اوسکی ہیئت بدلی
پانچواں زمانہ سب سے آخر زمانہ ہے اور اسکی مدت علم طبقات الارض کے ماہرین نے
سب سے کم رکھی ہے - تناسب کے لحاظ سے اگر پہلا زمانہ ٦ ، ٤ ، ٥ ہے تو آخر زمانہ ۵ رہی
اس آخر زمانہ کی مدت علم طبقات الارض ہزاروں سے لیکر لاکھوں برس پر پھیلاتا ہے
یہ امر بھی اس علم کے ماہرین ظاہر کرتے ہیں کہ ہر انقلاب میں حرارت زمینی میں بھی
انقلاب ہوتا تھا - ممکن ہے کہ وہ حرارت ہی باعث انقلاب ہوئی ہو - جیسے کہ اب
ہوسکتی ہے اور جہاں پانی ہے وہاں زمین ظاہر کرسکتی ہے اور جہاں زمین نظر آتی
ہے وہاں سمندر موجزن ہوسکتا ہے - مگر ہم کو ان ماہرین کے اون تخیلات سے کام
نہیں ہے جنکو وہ خود یقینی نہیں مانتے - نہ ہم کو اس آخر زمانہ کی ابتدا سے مطلب ہے -

ہم ان معاملات پر اوسوقت سے غور کرنا چاہتے ہیں جب سے نسل انسانی ظہور میں آئی
یا پہلا آدمی (آدم علیہ السلام) پیدا ہوا - اوسکی مقدار چند ہزار سال سے زیادہ نہیں ہے
اس مختصر زمانہ میں بھی جیالوجی کے مطابق ایک عظیم الشان انقلاب ہوا - اس موقع پر
دیکھا جائے کہ سائنس کسطرح کلام الٰہی کی تصدیق میں کمربستہ ہے +

جس مادہ پر انسان کی پیدایش ہوئی اوسکا حجم پانچسو فٹ سے سات سو فٹ تک بیان
کیا جاتا ہے اسکی سطحی تاریخ کے دو مرحلے بتلائے گئے ہیں -

ا - پہلا مرحلہ یہ ہے کہ زمین پر پانی آیا اور اوس نے کاٹ کر سطح کی شکل بدلی کہیں
بنائی کہیں بگاڑی اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک زمانہ یخ بندی - دوسری مابعد یخ بندی
پہلے میں برف کے بڑے بڑے گلیشیرز نے سطح زمین کو اپنے لاتعداد وزن سے کاٹا

دوسرا انقلاب خشکی کا اثر تھا جو بڑے بڑے سمندر کے قطعات نے زمین کے بڑے بڑے حصوں کو کاشتکار کر دکھایا۔ اور جس کی یادگار وسعت صحرائے اعظم افریقہ و چینی تاتار۔ اور عرب و بلوچستان و سندھ و راجپوتانہ کے منقطع سلسلہ جات صحرا ہیں

۳۔ دوسرا مرحلہ فقط پانی کا ہے اس پانی میں زمین کی تمام سطح زیر آب ہوئی۔ اور برف کے گلیشیرز پگھل گئے۔ زمین کی حرارت جو گلیشیرز کے زمانہ میں بہت کم تھی۔ اب زیادہ ہوگئی۔ برف قطبین کی طرف ہٹ گئی۔ لاکھوں مربع میل کے قطعات برآمد ہوگئے۔ لاکھوں مربع میل غرقاب ہوگئے۔ دکن کا آسٹریلیا سے الگ ہوتا اور ہندوستان کے ساتھ شامل ہوجانا۔ انہیں انقلابات کی یادگار ہے۔ بحیرہ کاسپین خلیج فارس۔ بحیرہ قلزم بھی اسی قسم کی یادگاروں میں سے ہیں۔ اس اضافہ حرارت نے سطح زمین پر زندگی کی تاریخ میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ حیوانات بکثرت طرح طرح کے پیدا ہوئے اور انسان کی نسل نے بھی عالم ظہور میں قدم رکھا۔ لیکن یہ ماننا کہ زمین تہ آب آئی ہو ایک مرتبہ وقوع میں نہیں آیا۔ بلکہ متعدد بار۔ پچھلی نسلیں تباہ ہوئیں۔ نئی پیدا ہوئیں معادن کی کھدائی سے پہاڑوں میں تنل کی تعمیر سے۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ جرمنی۔ کنیڈا کیچ لون اور بعض مقامات ایشیا میں کھدائی کے ذریعہ سے ان پچھلی طوفانوں کے حالات معلوم ہوئے۔ سمندری جانوروں کی ہڈیاں قبل از طوفان آدمیوں کے پنجر کا برآمد ہونا اور ان کے آلات کا برآمد ہونا وغیرہ بہت سے ثبوت ان متواتر طوفانوں کے دستیاب ہوتے ہیں جب قدر سمندر میں گہرائی کم ہوتی گئی یہ طوفان آتے رہے حتی کہ سطح زمین مٹی اور ریگ کی تہیں جم کر زمین کی ہیئت کذائی قائم ہوئی اور طوفان سمندروں کے درمیانی سطح اور سواحل پر محدود ہوگئے۔ اب تاوقتیکہ کوئی عظیم الشان انقلاب زمین کی اندرونی حرارت میں یا اوسکی رووں کی رفتار میں پیدا ہوگا ایسا عظیم الشان طوفان نہیں آئیگا۔ کناروں کی بلندی اور سختی زمین کو ان طوفانوں کی دست برد سے بچانیکے

واسطے موجودہ معمولی حالات ہی کافی ہیں - اِن کثیر التعداد طوفانوں میں سے آخر طوفان کا نام طوفان نوحؑ ہے - اِس لیے یہ قصہ نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ایک چھوٹا سا شبہ اور رہ گیا اوسکو بھی رفع کردیا جائے تو اچھا ہے کسی شخص کے دلمیں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ایسے طوفان کیا اِس صورت میں آتے تھے کہ تمام روئے زمین ایک پانی کی گیند بنجاتی تھی یا زمین کا ایک رخ زیر آب ہوجاتا تہا دوسرا رخ اوس سے محفوظ رہتا تہا جواب یہ ہے کہ ہمارے مطلب کے واسطے دونو صورتیں کافی ہیں حضرت نوحؑ کی ارض ممکن ہے کہ ساری ارض ہو - یہ بھی ممکن ہے کہ بحر ظلمات کے آس پاس کے ملک اور نصف یا کل ایشیا ہو - یا وہ قطعہ ارض ہو جسمیں شیث اور قابیلؑ کی اولاد پھیلی ہوئی ہو اگر طوفان یورپ اور ایشیا وافریقہ کے ایسے حصوں پر آیا جن کا مرکز ملک شام ہو تو اس سے بھی ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا - ایسا طوفان بھی نہایت وسیع طوفان ہوا - کتابوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ بارشیں اِس طوفان میں شروع ہوئیں اس سے پہلے دنیا میں بارش نہیں ہوتی تھی - اِس سے ظاہر ہے کہ یہ طوفان گلیسیرز کے زمانہ کے بعد آیا تہا جبکہ زمین کی حرارت زیادہ ہوگئی تھی -

دوسرا سوال کہ جہاز نوحؑ بنا یا نہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ اگر طوفان آیا اور اوسوقت انسانی آبادی خطہ متعلقہ میں تھی تو بغیر کسی وسیع جہاز کے انسان اور خشکی پر رہنے والے جانوروں کا بچنا ہرگز ممکن نہ تہا - طوفان کوئی بجلی کی روشنی تو تہا نہیں جو ایک سکنڈ میں کتنے ہزار میل سفر کرتی ہے - پانی کا طوفان تہا اوس کے آتے جانے اور ٹھیرنے میں وقت لگا ہوگا - اِس لیئے طوفان کی مدت ایک سال جو انجیل میں لکھی ہے وہ قرین قیاس ہے اِتنے وقت کے واسطے سامان خورونوش کیضرورت تھی وہ بہم پہونچایا گیا ہوگا کسی جگہ رکھا گیا ہوگا غرض یہ کہ یہ جہاز نہوگا ایک عظیم الشان چوبی قلعہ ہوگا سرکس کے معمولی دس بیس جانوروں کی واسطے ایک سپیشل ٹرین

کیضرورت ہوتی ہے۔ اب جو لڑائی ختم ہونے کے بعد امریکہ سے ایک جہاز جانوروں کا بہر کر لانے کی تجویز ہے جو فرانس کے اون جنگلوں میں چھوڑی جائینگے۔ جہاں جنگ آوروں کی گولہ باری نے جانوروں کی جان کا بہت نقصان کیا ہے یہ جہاز ایک سال سے زیادہ ہوا کہ بن رہا ہے اور ابہی تیار نہیں ہوا۔ غالباً اس کا نام بہی کشتی نوح رکہا جائیگا۔ موجودہ زمانہ کی سہولتیں ایسا جہاز فوراً نہ بنا سکیں۔ اوس زمانہ کی دقتوں کا اندازہ کر لیا جائے کسقدر محنت و مصارف حضرت نوح نے برداشت کئے ہونگے کتنے قبل از وقت تیاری شروع کی ہوگی۔ اِس لئے کتنے پہلے آپ کو اس طوفان کے آنے کی خبر ملی ہوگی اِس خبر کا ذریعہ یا تو وحی تھی یا حس حیوانی کی سریع الادراکی تھی یا علم موسم کی ایسی وسیع معلومات تہی کہ برسوں پہلے طوفان کی خبر لگ گئی۔ پچھلی دونوں باتیں قرین قیاس نہیں ہیں اِس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ اطلاع بذریعہ وحی آئی

یہ لاثانی جہاز جسکا نظیر دنیا نے آجتک نہیں دیکھا اوس زمانہ کی صنعت کا بہترین نمونہ تہا۔ میں اِس عقیدہ کا قایل نہیں ہوں کہ حضرت نوح نے ایک بڑا سا درخت تلاش کر لیا تھا جسکو جلا جلا کر کلہاڑی سے آپ کھو کھلا کرتے جاتے تہے اور اوسمیں آدمیوں اور جانوروں کے رہنے کے خانے بناتے جاتے تہے ممکن ہے کہ اتنا بڑا درخت زمانہ گلیسیرز کے درختوں میں سے بچا ہوا ہات لگ گیا ہو۔ مگر اوسکو جلا جلا کر کھو کھلا کرنیکا میں قایل نہیں ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت نوح کی عمر کا ایک ہی کام ہوتا۔ اِس کے علاوہ جو کشتی آتنی ابتدائی حالت میں ہو کہ جانوروں کے واسطے خانہ نہ بنا سکے۔ وہ جہاز رانی کیا کر سکتی اور اتنی بڑی کشتی کیونکر بنا سکتی جو کہ سمندر کے پہاڑ کے برابر موجوں سے مقابلہ کر لیتی۔ اِس لیے جہاز بنا۔ اور بہت بڑا بنا بہت دنوں میں اور بڑے مصارف اور محنت سے بنا۔ تمام جانوروں کی آسایش کا اوسمیں سامان تہا۔ یکسالہ ضروریات اوسمیں موجود تہیں۔ اون ضروریات کے محفوظ

اور قابل استعمال رکھنے کے واسطے اون کے پاس ذرائع موجود تھے۔ اور چونکہ اپنی قسم کا یہ پہلا اور غالباً آخر جہاز تھا اس لئے ضروری ہے کہ الہامی ہدایات سے بنا ہو۔ کوہ جودی پر اس کے ٹھیرنے سے یہ بھی گمان غالب پیدا ہوتا ہے کہ مدت دراز تک محفوظ رہا اور اوسکے محفوظ رہنے نے اس طوفان اور متعلقہ روایات کی تصدیق بیسیوں نسلوں کے سامنے کی جو بعد میں پیدا ہوتی رہیں۔ صدیوں تک اسکی شکستہ ہستی زیارتگاہ خلایق رہی ہوگی۔

امتِ گمراہ نے اس عظیم الجثہ جہاز کی تعمیر کے وقت استہزا کیا۔ اس استہزا سے بھی کچھ نتائج نکلتے ہیں۔

۱۔ وہ سبب و نتیجہ (علت و معلول) کو سمجھتے تھے۔ غالباً اوس زمانہ میں وہ آلات۔ جو طوفان کی خبریں دیں موجود ہوں گے۔ کم از کم یہ ضروری ہے کہ طوفان کے آنے کی علامات اون کو معلوم نہیں اور بغیر اون علامات کے ظاہر ہوئے وہ کسیطرح طوفان کی پیشینگوئی پر یقین کرنیکے لیے آمادہ نہ تھے اور ایسا بڑا طوفان جو دنیا کو غرق کردے اون کے نزدیک ناممکن تھا۔

۲۔ اون کی مادہ پرستی تکمیل کو پہونچگئی تھی جسطرح کہ اب میٹریلزم کی دنیا پر حکومت ہے وہ موجودات کے دایرہ کو محسوسات کی دایرہ کے برابر سمجھتے تھے۔ خدائے نادیدہ اون کی عقل میں نہیں آسکتا تھا۔ وحی و تحدیث و الہام سے انکاری تھے۔

۳۔ موجودہ یورپ کی طرح گرفتار لذات تھے۔ اور عیش پرستی کے سوا دوسرا مضمون سننا نہیں چاہتے تھے۔

۴۔ ترقی صنائع نے کبر و نخوت پیدا کردی تھی۔ جو ایک پیغمبر کی سینکڑوں برس کی محنت پر توجہ کرنیسے مانع آرہی تھی۔

۵۔ جس مذہبی جسکی ابتدا اکثر اقوام میں بت پرستی سے ہوتی ہے۔ اون میں موجود تھی

لیکن مادہ پرستی نے اوس حس کی پرورش ہونے دی۔ ورنہ ممکن تہا کہ ایک دن عرب کے بت پرستوں کی طرح وہ بہی راہ راست پر آجاتے۔

۶۔ مجموعۃً معلوم ہوتا ہے کہ اون کی حالت زمانہ قیام روم کی اہل روما کی سوسائٹی سے مشابہ تہی۔ جو باوجود ادب شاعری و فلسفہ و سنگتراشی و مصوری کے اعلیٰ معیار رکہنے کے نہایت عیاش۔ شراب خوار۔ اور بداطوار تہے حکیم سینکا ان کے خیالات کا نمونہ تہا جس کا اصول یہ تہا کہ خیالات کی صفائی کے واسطے اعمال کی پاکیزگی کی ضرورت نہیں ہے

اس موقع پر کوئی صاحب یہ خیال پیش کر سکتے ہیں کہ حضرت نوح نے اپنی طاقت روحانی سے جانوروں کو مغلوب کر کے اُن کو ایک دوسرے کے ساتہ مضرت رسانی سے روک دیا تہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کرامت کا ظہور اگر امت نوح دیکہہ لیتی تو یقیناً سعید ہی ہو جاتی۔ آپ کا معجزہ تو کشتی نوح تہا جسکو انہوں نے مادی اسباب کا نتیجہ سمجہا جانوروں کا گردن جہکا کر چلے آنا۔ چپکے سے بیٹہ جانا۔ شیر کا بکری کیطرف نہ دیکہنا۔ وغیرہ ان تماشوں سے اونکو ضرور حیرت ہوتی۔ اور ہٹ دہرمی کا خاتمہ ہو جاتا بدعقلی کا علاج جسقدر حیرت سے ہوتا ہے کسی فلسفہ یا منطق سے نہیں ہوتا۔ اور اوسکے دیکہنے کے واسطے اونکو کافی وقت بہی ملا تہا۔ کیونکہ کشتی پہلے آباد ہو گئی تہی۔ طوفان پیچہے شروع ہوا ہے۔ اس لیئے جانوروں میں ہوم رول کی خواہش نہ دیکہکر وہ ضرور ایمان لے آتے۔ اس لیے جو صاحب قرآن شریف کے قصص کے واسطے توجیہات ڈہونڈہتے ہیں وہ مہربانی کر کے اس معاملہ میں بہی روحانی طاقتوں سے گفتگو نہ کریں بلکہ یہ سمجہ لیں کہ سب جانور شکار ہو کر زندہ پکڑے گئے اور ہر ایک اپنے اپنے پنجرہ میں اپنے جوڑے کیساتہ بند کیا گیا۔

(۲) نصائح نوح

انجیل کے عہد نامہ عتیق (کتاب پیدائش) میں کچہہ تفصیل زیادہ ہے لیکن جسقدر مختصر

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

چھپ گئی

شامِ زندگی

پانچواں ایڈیشن — پانچواں ایڈیشن

زندگی کی بہار ہندوستان میں صدیوں سے خزاں رسیدہ سمجھی جاتی ہے خلقت جو سمجھتی ہے کہ مرنے سے بدتر ہے جینے کی دنیا گھرداری بیہودہ ہے اور گھرداری عورت کا دوسرا نام ہے عورات کی حالت یہ ہے کہ وہ نہ اپنی آدمیت کا حس رکھتی ہے نہ مرد کی طلب زیست کو سمجھتی ہے مرد روتے ہیں عورت حیوان ہے عورتیں کہتی ہیں مرد نادان ہیں نہ انکو صبح زندگی کی خبر اور نہ انکو شام حیات سے سروکار مولانا راشد الخیری دہلوی نے قلم اٹھایا اور صبح زندگی کا خاکہ کھینچکر دکھا دیا انہا حق زندگی کر کر کے ہو جینے کی ابتدائی بہاریں ہوتی ہیں عورتوں نے مردوں نے جو اس خاکہ کو جس کا نام صبح زندگی تھا دیکھا پڑھا تو جانا کہ زندگی شروع کرنے کا ہم سب کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو کتاب صبح زندگی میں ہے مولانا راشد نے زندگی کو دوپہری دھوپ میں چھوڑ کر چپ ہو گئے تو ہند کے چاروں کھونٹ سے آوازیں آئیں کہ زندگی کو شام تک پہنچاؤ ادھر میں نہ چھوڑو انہوں نے قلم برق رقم پر انگلی رکھدی اور شام زندگی چمک کر نمودار ہو گئی شام زندگی کتاب ہے صبح زندگی سے زیادہ لاجواب ہے عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں تو ان کو اپنی زندگی کا مزا آ جائے اور مردوں کی زندگی بھی بہشت بنجائے شام زندگی ایک دلچسپ قصہ ہے۔ درد و غم کا افسانہ ہے بےنظیر اردو کا سمندر ہے۔ جو پڑھے ہنسے روئے مزے لے اور پھر پڑھے پھر سوچے اور بے اختیار ہو کر پھر پڑھے کسی طرح جی نہ بھرے۔ یہ عجیب جادو اس کتاب میں ہے اور تاثیر کی یہ حالت ہے کہ پڑھنے والا اسے خود اپنی تصویر تصور کرتا ہے زندگی کے نقص محسوس کرتا جاتا ہے اس کی اصلاح کی تدبیریں ذہن میں جمانی شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ داستان تو مکاشفہ خیری نے مجھ پر جوڑی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل شعار مصنف نے ہزاروں کو پڑھکر یہ کتاب لکھی ہے شام زندگی ہر گھر میں زندگی پیدا کر دے گی اس کو پڑھکر عورتیں اپنے بھولے ہوئے فرائض جان جائیں گی اور انکو شریفوں کی طرح نیک بیویوں کی مانند اور سلیقہ مند گھروالی کی شکل خاوند کا دل موہنا اور سارے کنبے سارے شہر ساری قوم اور سارے ملک کی واہ واہ حاصل کرنا آ جائے گا کتاب شام زندگی عورتوں سے زیادہ مردوں کو مفید ہوگی کیونکہ مرد اگر عورتوں کے طریق حیات اور جذبات سے آگاہ ہونگے تو ان کے گھروں میں بہشت اتر آئے گی اور وہ دیکھیں گے کہ زندگی اسکا نام ہے۔ شام زندگی مولانا راشد الخیری کی بہترین تصنیف ہے شام زندگی اردو ادب کی لاجواب نشانی ہے۔

شام زندگی اصلاح معاشرت کی اثر دار داستان ہے۔ شام زندگی دہلی کی آواز ہے جس سے اس مردہ شہر کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ خریدیے گھر کے لیے منگا لیجیے۔ بچوں کو لیکر دیجیے دوستوں میں تقسیم فرمائیے زندگی کو نہ بھولیے دیکھیے، دیکھیے اس کتاب کا جیتا جاگتا۔ جاگتا جگمگاتا۔ بہلاتا پھسلاتا اور باتوں باتوں میں دل میں اتر جاتا دیکھیے۔ اس کتاب کے پانچ اڈیشن قریب قریب ختم ہو چکے ہیں قیمت صرف عمر علاوہ محصول

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ بیس سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے۔ ان اسباق میں خانداری کی وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہندو مسلمان عورت صرف یہ ایک کتاب پڑھکر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہے اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے ان کو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہے چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں۔ دین تعلیم و تربیت۔ ذہانت۔ ناک۔ میاں۔ بیوی۔ بچے۔ اوپری خلش۔ بیاج۔ شادی۔ غمی تدبیر۔ نیاز۔ لباس۔ مکان۔ کھانا۔ چند بیویاں۔ عرس۔ محرم۔ پیر۔ مسلم لیگ کانگرس۔

یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں۔ جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ عورتوں کے لیے یہ ایک کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے۔ ہندوستانی گھر میں خواہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہیے کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کے ساتھ گھر چلانا آ جائیگا۔ شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنے کا شوق پیدا ہو جائیگا جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیے اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ قیمت ۱۲ /

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی لائف آجتک اردو زبان میں کوئی اس قابل نہ تھی جس سے مسلمانوں کو سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ کرشن بیتی لکھکر یہ کمی پوری کردی ہر موقع کی عکسی تصویریں صرف کثیر سے حاصل کرکے اس میں شریک ہوئی ہیں بہ اعتبار عبارت آرائی و بہ اعتبار تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے نہایت اعلیٰ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھپی ہے قیمت مجلد عہ

دونوں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

بیان قرآن شریف میں ہی اوس پر توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت نوحؑ کا خطاب اپنی قوم کی کمزوریوں۔ بدینی اور بت پرستی سے تہا۔ اون کی حالت یہ تھی

(۱) خدا پرستی کے مخالف تھے۔ بت پرستی کے حامی تھے۔

(۲) نکاح کے مقدس قانون کو معرض التوا میں ڈالدیا گیا تہا۔ عورتیں مردوں پر غالب تھیں

(۳) فنون لطیفہ کی قدردانی بداخلاقی کے ذریعہ ہوتی تھی۔

(۴) شکر نعمت کی بجائے معصیت پر اصرار تہا۔

(۵) ظلم۔ بے انصافی۔ خونریزی شہوت پرستی کا چرچا بلا مزاحمت تہا۔

(۶) ایسا مذہب ڈھونڈھتے تھے جو دنیاداری اور معصیت میں ہارج نہو۔

(۷) تنزیہ کو نہ سمجھے تشبیہ میں اٹک گئے۔

ان کمزوریوں کو دیکھکر حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے خطاب فرمایا اگرچہ اس خطاب کی مدت اور حضرت علیہ السلام کی محنت اور صبر کا اندازہ آپ کی عمر سے ہوسکتا ہے لیکن جن مضامین پر آپ ارشاد فرماتے رہے وہ تین شقوں میں منقسم ہوسکتے ہیں۔

شق اوّل

(۱) خدا کی عبادت کرو۔ کسی اور کی نہ کرو۔

(۲) خوف خدا اور پرہیزگاری اختیار کرو۔

(۳) میرا کہنا مانو۔ گمراہوں کے کہنے پر نہ چلو۔

شق دوم

(۱) اپنی پیدائش پر غور کرو۔

(۲) زمین آسمان چاند ستاروں سورج دہوپ چھاؤں پر غور کرو۔ یہ سب آیات اللہ ہیں

(۳) قیامت کا یقین رکھو۔

شق سوم

(۱) بت پرستی چھوڑ دو۔

(۲) تائب نہ ہوئے تو میں تمہاری حق میں بددعا کرونگا۔

(۳) میں بددعا کروں گا۔ تو تم سب منکرین عذاب کے مرو گے۔

آخری نوٹس یہ تھا کہ ہوشیار ہوجاؤ عذاب آنے والا ہے۔ ۹۰۰ برس کی مدت ایک زمانہ ہوتا ہے جس میں ایک ملک کی تاریخ کتنے ورق الٹ جاتی ہے ایک بر اعظم کا پولیٹیکل نقشہ کتنی رنگ بدلتا ہے خدا جانے کس کس پہلو سے اس دردمند بزرگ نے ان مستان بادہ غفلت کو سمجھایا ہوگا۔ کتنے مختلف طبائع سے خطاب کیا ہوگا کتنے لب و لہجے ہوں گے کس کس طرح آپ کے ارشادات کی مخالفت ہوئی ہوگی۔ اس مقدس بزرگ کی استقامت تھی کہ معدودے چند ایک طرف تھے اور ساری قوم ایک طرف تھی۔ قدم نے لغزش نہ کھائی اور تبلیغ برابر جاری رہی۔ اس طویل مدت میں کتنی نسلیں قوم کی نئی پیدا ہوئی ہوں گی اور ہر نئی نسل سے آپ نے نئی طرح خطاب فرمایا ہوگا۔ اس موقع پر حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب لاجواب فصوص الحکم میں حکمت سبوحیہ فی کلمۃ نوحیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام پر تنزیہ غالب تھی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔ مگر آپ کی قوم پر غایت تشبیہ تھا۔ اس لیے وہ آپ کے وعظ سے بے اثر رہی۔ اس دلچسپ بحث کو جو صاحب چاہیں کتاب مذکور میں ملاحظہ کریں۔ آخر مایوس ہو کر آپ نے یہ دعا کی۔

(۱) الٰہی ان کی گمراہی میں اضافہ کر۔

(۲) ان میں سے ایک منکر کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ۔

(۳) ظالموں کو سوائے تباہی کے اور کچھ نہ ملے۔

چونکہ یہ بد دعا بھی اتمام حجت کے واسطے حکماً کرائی گئی تھی۔ اسلیئے قبولیت لازمی تھی۔ اس کا نتیجہ وہ طوفان تھا جو حسب وعیدِ الٰہی آیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

(۳) طوفان

کتاب پیدائش میں یہ ذکر اس طرح ہے کہ زمین پر ایک ہوا سا پھیل گیا اور اس نے تمام روئے زمین پر پانی پھیلا دیا۔ غالباً یہ وہ عالمگیر ابر تھا جس سے اس طوفان کی ابتدا ہوئی۔ ادہر جو ندیاں چڑھنی شروع ہوئیں ادہر منکرین خدا کا دل دھڑکا کہ شاید طوفان آ ہی جائے۔ اور جب بڑی مینہ کی لگی اور ان کو کپکپی چھوٹی کہ طوفان آ ہی گیا۔ لیکن فقط یہ ہی نہیں ہوا۔ خدا جانے کیا کیا ہوا ہوگا قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک عظیم الشان جزر تھا جو تمام سمندروں میں آیا۔ سمندر کی موجیں سطح زمین کی روئیدگی کو پامال کرتی اور نگلتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہیں بحر ظلمات اور بحر قلزم کی موجیں آگے بڑھ کر کشتی نوح کی پاسبانی کرتی تھیں۔ بحر اوقیانوس صحرائے افریقہ کو تہ آب کر کے بحر ہند سے معانقہ کرتا ہے بحر اسود بحر کاسپین کا ملحق ہوا اور دونو ملکر چینی تاتار کے سمندر میں (جو غالباً اوس وقت تہ آب تھا) داخل ہوئے اور سب ملکر بحر الکاہل کو روانہ ہوگئے۔ بحر الکاہل کی ایک کروٹ نے کوہ انیڈیز کو ایسا غسل دیا کہ تمام برف ڈہل گئی۔ برف کے گلیشیر بارش کی کثرت اور سمندر کے گرم پانی سے پگھل گئے اور اون کا ٹھنڈا پانی بخاری پانی میں شامل ہوگیا فقط قطبین کے آس پاس برف باقی رہ گئی۔ غرضیکہ اس ہنگامہ خیز تلاطم نے تمام زمین کو چند ماہ میں بالکل پانی میں لپیٹ دیا۔ زمین کے اندر کے پانی کی رو بھی اس عالمگیر تغیر اصوات میں شامل ہوگئی۔ ہوائیں موجزن ہو کر شور و غل ایک منطقہ سے دوسرے منطقہ تک پہونچا رہی ہیں معلوم ہوتا تھا کہ تمام کرۂ زمین کو ناگفتہ

تشنج ہو رہا ہے ادہر بارش کا زور۔ بجلی کی کڑک۔ طوفانی ہواؤں کا شور۔ ہر طرف اندہیرا کرنے والا دہند۔ اس نظارہ کی ہولناکی کو دم بدم بڑہا رہا ہے۔

منکرین خدا کا حال کیا ہوا ہوگا۔ ڈوبنے سے پہلے وہ اپنی حماقت پر ضرور قائل ہوگئے ہوں گے جو ڈوبتے ترتے بلند ٹیلوں پر پہونچگئے ہوں گے اون کو کشتی نظر آتی ہوگی اور وہ دیکھتے ہوں گے کہ سفید ریش مقدس صورت نا خدا کہڑا ہوا اونکو دیکھ رہا ہے۔ شان جلال ہیبت نے اوس تصویر عبرت کو مرعوب کر رکہا ہے یہ لوگ اوسکو پکار رہے ہیں۔ کہ اے طوفان کے سچے مخبر ہم کو بچالے۔ اب ہم تیرا کہنا مانیں گے۔ تیرے خدا کو سجدہ کریں گے۔ تجکو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ مگر تمام واویلا اور معاہدے جان کے خوف سے ہیں۔ توبہ نصوحی نہیں ہے۔ ہوا کا شور اون کی آوازیں کشتی تک پہونچنے نہیں دیتا۔ خدا کا حکم نہیں ہے کہ مدد پہونچے۔

اِنَّ اجل اللہ اذا جاء لا یُؤخر۔ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ کی تعمیل ہو رہی ہے جلال الٰہی کا تصرف حضرت نوحؑ پر غالب ہے۔ بجائے دُعا کے آپ بددعا فرما رہے ہیں ایک چادر پانی کی آتی ہے کشتی اور ڈوبنے والوں کے درمیان حائل ہوتی ہے وہ ہٹتی ہے اور سوائے پانی کی سفید چادر کے کچھ نظر نہیں آتا۔ موجیں بدستور اُٹھ رہی ہیں۔ اور زبان حال سے کہہ رہی ہیں "لِمَنِ الملکُ الیوم" اب کس کی بادشاہی ہے؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ لِلّٰہِ الواحد القہار۔

خدا کا وعدہ پورا ہوا اور کس طرح ہوا؟ طوفان کی ابتدا سے انتہا تک ایک سال گذر جاتا ہے۔ اب زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اپنا پانی نگل جا۔ آسمان کو اشارہ ہوتا ہے کہ بارش روک لے۔ طغیانی کو ارشاد ہوتا ہے کہ اتر جا۔ پانی اپنے اپنے مستقر پر واپس جاتے ہیں زمین برآمد ہوتی ہے کشتی جودی پہاڑ پر ٹھیرتی ہے حضرت نوحؑ اور چند نفوس خدا پرست جو اون کے ہمراہ تھے سجدہ شکر بجا لاتے ہیں

حیوانوں کی فطرتِ حیوانی جنگِ عناصر کا تماشہ دیکھنے۔ اوسکی پھر خاموش رہنے کے بعد اب پھر عود کرتی ہے اور زمین پر جانے اور اوسپر چلنے پھرنے کی خواہش اپنی خاموش بیتابی سے ظاہر کر رہی ہے۔ وادیں اپنے وقت پر خشک ہوجاتی ہیں۔ طوفان نے تمام روے زمین کی سطح کو نئی مٹی اور ریگ ڈال کر بدل دیا ہے۔ نئی قسم کے پودے اور درخت پیدا ہو رہے ہیں۔ آب و ہوا میں نرمی و گرمی پیدا ہوگئی۔ قوت نامیہ تلافی مافات کر رہی ہے۔ حضرت نوحؑ اور اون کی اولاد زمین کو پھر آباد کرتے ہیں۔ حیوانات کی نسل اس تازگی و بیدگی سے فائدہ اُٹھاکر جلدی جلدی بڑھتی ہے۔ سام و حام و یافث کی اولادیں ملکِ شام میں پھیلتی ہیں اور اوسکو کافی نہ پاکر اپنے اپنے مال مویشی لیکر وسطِ ایشیا و یورپ افریقہ کا رُخ کرتی ہیں۔ طویل عمریں۔ توالد و تناسل کی دریا طاقت سرسبز خطوں کی نسل افزا صحت۔ طوفان کی تباہی کو ایک قصہ بنا دیتی ہیں حضرت نوحؑ اپنی باقیماندہ ساڑھے تین سو برس کی مقدس زندگی میں سب کو شاد و آباد دیکھ لیتے ہیں۔ باغات اون کی اولاد کو پھل دے رہے ہیں کھیتیاں اپنی پیداوار اُنکی کی درانتی کے سامنے سر جھکاکر پیش کر رہی ہیں۔ خداپرستی اپنی برکتیں ہر طرف نازل کر رہی ہے۔ اب یہ قہر و جلال کا نظارہ دیکھنے والا ابوالناس پردۂ دنیا سے پورے اطمینان کے ساتھ نوسو پچاس برس کے واقعات دیکھکر رحمت الٰہی کی روحانی ٹھنڈک میں پیوندِ زمین ہوتا ہے

ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ؁ باقی دارد

وعدہ کی یاد

صدمہ نہ ہو کیوں دل پہ مرے سنکے
اک بات سناتی ہے مجھے رو رو کر

اگر انسان کی طبیعت یا فطرت میں قدرت نے ہی گناہ کا بیج رکھ دیا ہے اور اسکو پاک بنایا ہی نہیں تو پھر نادم ہونے یا توبہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جب میری سرشت میں ہی ایسا مواد رکھا گیا ہے تو پھر افسوس اور میری ندامت مجھے کیا فائدہ دے گی آگ اپنی حدت اور حرارت پر کتنا ہی افسوس کرے بے سود ہوگا ایک بدصورت اپنی بدصورتی پر کتنا ہی افسوس کرے اور کتنا ہی صابن ملے وہ خوبصورت نہیں ہوسکتا۔ بدبخت نیک بخت بنا کیا مقابلہ کر سکتا ہے اگر ہم فطرتاً گناہ کی گٹھری ساتھ ہی لاتے ہیں تو ہمیں نہ توبہ کی نہ کفارہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی منجی اور شفیع کی ؟

اور اگر ہم گناہ کی گٹھری ساتھ نہیں لاتے اور ہماری فطرت صحیح اور پاک و صاف بنائی گئی ہے تو پھر ہمیں اسکی فکر بھی کرنی چاہیئے کہ

"ہم کیونکر گنہگار ہو جاتے ہیں"

"ہم سے گناہ کیونکر سرزد ہوتے ہیں"

"ہماری پاک فطرت کیونکر بیت بگڑ جاتی اور گندی ہو جاتی ہے۔

"ندامت کی کہاں تک ضرورت ہے۔

"اور ندامت کا طریق صحیح کیا ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو ہر شخص خصوصاً ہر گنہگار انسان کو سوچنی چاہیئں

ہمیں قدرت نے ایسا مشیر دیا ہے جو گناہ سرزد ہونے اور ارادہ کرنے کے ساتھ ہی بتا دیتا ہے کہ یہ غلط فعل ہے تم قیاس کرسکتے ہو کہ ایسے ارادہ کے ساتھ ہی اندر دل میں کوئی چٹکیاں لیتا ہے اوسے خواہ ضمیر کہو اور خواہ فطرت اور خواہ کچھ اور مگر یہ ہوتا ضرور ہے۔ کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا بڑے سے بڑے عادی مجرم بھی اس پر صاد کرتے ہیں گنہ سرزد ہونے کے ساتھ ہی کہہ اوٹھتا ہے کہ میں گناہ ہوں کیونکہ اوس کے ساتھ ہی انسان کا ضمیر خود شرم میں ڈوبنے لگتا ہے اگرچہ کثرت عصیاں کیوجہ سے بعض دفعہ یہ تنقیدی دورہ ختم ہوجاتا ہے یا مدہم پڑجاتا ہے مگر ادیبا ہوتا ضرور ہے چاہے کم اور چاہے زیادہ

ارتکاب کے بعد بعض گناہ بھول ہی جاتے ہیں اور بعض یاد ہی رہتے ہیں جو گناہ یاد آتے رہتے ہیں اور جو آب ندامت سے بھی دھل نہیں سکتے وہ بہت ہی تکلیف دہ ہوتے ہیں حافظہ اونہیں یاد رکھتا ہے اور ضمیر رہ رہ کر شرمندہ کرتا ہے گناہ دو قسم کے ہیں۔

(الف) گناہ مختتمہ

(ب) گناہ جاریہ

زید نے چوری کی اوس کا اثر بد وہیں تک ختم ہوگیا۔ زید نے کسی کے ساتھ وعدہ کیا اوس کا اثر اوسوقت تک باقی رہے گا جبتک اوس کا ایفا نہ ہو۔ دیکھو دو شخص ایک خوشنما درخت کے نیچے کچھ باتیں کررہے ہیں دونوں کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے ضمائر اور خیالات میں فرق ہے آؤ قریب تر جاکر

سنئیں کہ کیا بات ہے
(الف) تم با وجود اس کے کہ تندرست ہو یوں پژمردہ کیوں ہو۔
(ب) صدہا تندرست ہی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔
(الف) بہ تضاد باتیں کیونکر ہوسکتی ہیں تندرست بھی ہو اور بیمار بھی
(ب) تمھیں اس قسم کے انسانوں کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے
اگر تم غور سے مطالعہ کرو گے تو صدہا انسان اس قسم کے نکلیں گے
جو بظاہر تندرست معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اون کا اندرون مریض ہے
(الف) اسکی کوئی زندہ نظیر ہی۔
(ب) مجھے ہی دیکھ لو۔
(الف) یہ کیسے۔
(ب) دیکھو میں بظاہر بھلا چنگا ہوں مگر میرا دل چھدا ہوا ہے غور سے
دیکھو میرے دل و دماغ پر ایک صدمہ ہے میرا دل اوسکی یاد سے گھٹا
جاتا ہے اور میں ایک ضغطہ میں ہوں۔
(الف) ہاں اسوقت فی الواقعہ تمہارا بشرہ زرد ہوا جاتا ہے۔ اور میں
دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری آنکھوں میں ایک قسم کی غنودگی سی آرہی ہے
یہ کیا ہوگیا۔
(ب) میرے دل و دماغ میں ایک گناہ کا تصور ہے اور وہ تصور
مجھے رفتہ رفتہ مضمحل کیے دیتا ہے دیکھو میری نبض کیسی مدہم پڑ رہی ہے
(الف) ہاں ہاں میں دیکھ رہا ہوں نبض کو ہاتھ لگا کر۔ او ہو خدا حافظ
یہ تو بہت ہی نرم پڑ گئی ہے۔ بدن سرد ہو رہا ہے آخر اسکی وجہ
(ب) میں جو کہتا ہوں گناہ کی یاد مجھے تنگ کر رہی ہے سنو سنو چند

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں وہ اس قابل تھیں کہ ایک کتاب کی شکل میں نہیں جمع کر دیا جائے۔ کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ بدل جائے اور پھر ان کا نسخہ نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈے سے بھی نہ ملے۔ یہ کہانیاں بچوں کی سمجھ اور عقل کے موافق ہوتی ہیں اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اس واسطے لیلے خواجہ بانو یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحبہ نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے جنمیں پہلے تو وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ ہیں جن کو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں۔ اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۲ علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

شیخ سنوسی

خواجہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں ظہور حضرت امام مہدی کا حال ہے یہ کتاب چھ سات دفعہ تو حلقہ المشائخ نے شائع کی اور بمبئی وغیرہ میں چور کتاب فروشوں نے پوشیدہ پوشیدہ ہزارہا کئی دفعہ چھاپی اور دونوں جگہ فوراً بک گئی گجراتی۔ مرہٹی۔ بنگالی زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہوئے غرض آج تک ایک لاکھ کے قریب اس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت پہلے ۳ آنہ تھی مگر اب بڑھ گئی ہے اور ۵ ہے کیونکہ جب تک جنگ ہے دوبارہ نہ چھپے گی۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

یورپ میگزین

چھوٹے چھوٹے رسالوں کا عجیب مجموعہ ہے جسکو خواجہ صاحب نے جنگ یورپ کے شروعات کے وقت لکھا تھا اس میں حسب ذیل سات رسالے ہیں۔ توپ خانہ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ بم۔ مہرکا اعلان جنگ یکی کا میدان جنگ۔ جرمن شہزادہ کی لاش ان رسالوں میں دلچسپی کے ساتھ تصوف کے نکتے لکھے گئے ہیں اور امن کی خوبیاں بیان ہوئی ہیں مجموعی قیمت ۵

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی

سی پارہ دل

اس کتاب میں خواجہ صاحب کے وہ تمام مضامین ہیں جو آجتک ہندوستان کے مشہور رسالوں و اخباروں میں چھپے بعض مضامین تو وہ ہیں جو نایاب ہو گئے تھے اور ایک ایک اشرفی قیمت دینے پر بھی دستیاب نہ ہوتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک مجموعہ مضامین چھپا تھا مگر وہ نا تمام تھا اس میں بہت سے مضامین نہ تھے جو اس تازہ مجموعہ میں ہیں۔

خواجہ صاحب نے اردو زبان میں ایک نئی وضع انشا پردازی کی ایجاد کی ہے، ہندو اور مسلمان دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی دل پسند اور چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ کی سمجھ میں آنے والی۔ اور دل پر اثر کرنے والی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا، لہذا اگر کسی شخص کو اس کا ثبوت آنکھ سے دیکھنا ہو، تو یہ مجموعہ مضامین منگا کر دیکھے، عبارت آرائی تصوف اور سوز و درد کا ایک باغ لگا ہوا نظر آئے گا۔ قیمت علاوہ محصول عہ ڈیڑھ روپیہ۔

انتخاب توحید

اخبار توحید میرٹھ کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے، صرف پانچ مہینے جاری رہا مگر مقبولیت کی کیفیت تھی کہ ہندوستان کا کوئی گاؤں اس کے ناظرین سے خالی نہ تھا، یہی وہ اخبار تھا جس کے ایک مضمون کو تبصیرہ کو ہندو مسلمانوں نے بطور خود چھپوا چھپوا کر تقسیم کیا، اور اس طرح ایک کروڑ کے قریب اس کی اشاعت ہوئی۔ یہی وہ مضمون تھا جس کے ترجمے تمام ترکی عربی اخباروں نے شائع کیے اور باوجود ضبط ہو جانے کے اب تک ہزاروں آدمیوں کو حفظ یاد ہے۔ اخبار توحید کے چیف ایڈیٹر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب تھے۔ اور اس کے اکثر مضامین آپ ہی لکھا کرتے تھے۔ یہ انتخاب اس اخبار توحید کے مضامین کا ہے جس میں خواجہ صاحب کے تمام مشہور مضامین یکجا کر دئے گئے ہیں۔ قیمت علاوہ محصول صرف عہ

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

ستر ہویں نامہ

یہ ... ۱۸ برس کی عمر میں خواجہ صاحب کی ابتدائی تصنیف میں عمدہ کتاب ہے قیمت ۲ علاوہ محصول

کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

سال ہوتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں تمہارا اس رنگ میں
تکمیل ہوں گا میں اب تک وعدہ پر وعدہ کرتا رہا اور وہ میرے وعدہ پر
یقین کرتا رہا۔ میرے عشق میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا وعدہ حق تھا
لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات پیش آتے گئے کہ میں اس کا ایفا نہ کر سکا
دل میں شرمندہ ہوں مگر تکمیل اور ایفائے وعدہ سے اب تک قاصر ہوں
وہ غریب اب تک انتظار میں ہے اور میں لیت و لعل کر رہا ہوں اور یہ
میرے لئے کچھ بے ایمانی ہی آتی جاتی ہے جو واقعات میرے سد راہ
ہوتے ہیں وہ مجھے اب ایفائے وعدہ سے روکتے ہیں میں قرآن مجید کو
ہاتھ بھی لگا چکا تھا اور قسم بھی کھائی ہے مگر اب تو کچھ کچھ اعتراف ہے
جب مجھے یہ باتیں یاد آجاتی ہیں میرے دل و دماغ پہ چھریاں چل جاتی
ہیں۔ الکریم اللہ اور وعدہ وفائی تعلقی اور یہی شرمندہ کر رہی ہے
(نوٹ) یہ کہا اور اب غش کھا کر گر گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا بدن ٹھنڈا ہو گیا
کاٹو تو لہو نہیں۔ (الف) گھبرا کر ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ اب اس کے منہ
میں پانی ڈالا کچھ ہوش آیا تو اب کی زبان پہ یہ فقرہ تھا
"مجھے میرا گناہ شرمندہ کر رہا ہے"
(الف) کچھ بولو تو سہی یہ مردنی کیسی چھا گئی۔
(ب) اگر میں بولوں تو کیا بولوں مجھے میرا گناہ شرمندہ کر رہا ہے
مجھے وہ کردہ وعدہ یاد آتا ہے جسے میں اب تک ایفا نہ کر سکا میری
صداقت جواب دے چکی اور قرآن کی صداقت پہ ہستی قائم اور زندہ
ہے [illegible] کی صداقت پامال۔ مجھے شرمندہ کر رہی ہے اور یہیں سے [illegible]
دماغ چکرایا [illegible] دیکھتا مجھے [illegible]

ایک کمی ہے۔

(الف) اچھا وہ کیا کمی ہے۔

(ب) مجھ میں اخلاقی جرأت نہیں ہے اسی کمی کی وجہ سے میں اپنے ارادہ پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ انسان کی اخلاقی جرأت کمزور ہو جاتی ہے تو ایسی ہی تکلیف نمودار ہوتی ہے۔

(الف) کبھی کبھی اخلاقی جرأت دھوکہ بھی دے جاتی ہے۔

(ب) اگر دھوکہ بھی دے جاوے پھر بھی اوس کی ہستی ایک قیمت رکھتی ہے۔ ہائے میرا گناہ۔

(الف) کیوں تم عہد وفا نہیں کرتے تاکہ اس عذاب سے چھٹ جاؤ۔

(ب) خدا تو یہی ہے کہ میں بوجوہ چند در چند اس قابل نہیں ہوں

(الف) پھر یہ افسوس اور آہ و نالہ کیسا۔

(ب) میں تو نہیں کرتا میرا گناہ کرتا ہے۔ گناہ ایک عمل ہے اور عمل مدام ہوشمند خواہ ہے کہ اس کا تذکرہ اور تصفیہ ہو۔

(فورشی) یہ گفتگو سنکر میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ گناہ ہمیشہ انسان کو کھٹکتا رہتا ہے جو لوگ صاف دل واقع ہوئے ہیں وہ ہمیشہ اوس کا احساس کرتے ہیں اور جنکو ایسا احساس نہیں وہ آخر تک سمجھتے ہیں اور وقتاً ایسا احساس جاتا رہتا ہے جب انسان کی حس بالکل مکدر ہو جاتی ہے۔

(الف) اس سے پتہ لگا کہ ہم جو گناہوں کا احساس کرتے ہیں تو اوس کی بڑی بھاری وجہ یہی ہے کہ ہم ایک صحیح فطرت رکھتے ہیں اگر ہماری سرشت ہی گندہ بنائی گئی ہوتی اور ہم از لا گنہگار ہوتے تو ایسا احساس ہی نہوتا کیونکہ جب ہم گنہگار ہی پیدا ہوئے ہیں تو پھر کس موقعہ پر ایسا احساس کیوں ہونے لگا

(ب) ہاں ہاں قدرت کو ہم سے کوئی عداوت اور کاوش نہ تھی کہ ہمیں ایک گندی سرشت بخشتی۔ سرشت تو ہماری اچھی اور پاک ہے۔ مگر غلطی علطیاں ہمیں صحیح اور راست ٹیڑھی سے اُتار دیتی ہیں۔ ہم بعض واقعات کی مدد سے ہیں ایسے گھر جاتے ہیں کہ پھر اون میں سے نکلنا ہمارے واسطے گو مشکل ہو جاتا ہے۔

(الف) وفائے عہد ایک لازمی بات ہے۔

(ب) اس سے بھی زیادہ اگرچہ بعض وقت انسان عہد کرنے کے وقت چوک جاتا ہے اور کوئی غلط راہ لے لیتا ہے مگر جب ایک دفعہ عہد کر دیا گیا تو پھر باوجود بعض موانعات کے بھی اوس کا ایفاء ضروری ہے۔

جب تک زبان اور دل میں اتصال نہو تب تک بات نہیں بن سکتی جو دل میں ہے وہی زبان پر بھی ہو جانا چاہیئے۔ نہ صرف زبان ہی کا پہلو راست ہونا چاہیئے بلکہ ارادہ اور عمل کا بھی۔ سنو سنو۔ ذرا ٹھہرو۔ پھر میرے دماغ میں اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے۔ میں ناچار ہوں اور اب میں باوجود بعض موانعات کے بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا کیونکہ میرا ضمیر مجھے شرمندہ کرتا ہے اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ بعض لوگ مجھے فریب خوردہ کہیں گے مگر یادر کھو ان سب باتوں کے مقابلہ میں ایفاء وعدہ پر تیار ہوں۔ ہرچہ باشد باشد۔

(الف) شاباش مردانگی یہی ہے۔ قول مرداں جان دارد۔ وے کبوتر کہ پرواز کردن باز آید۔

(ب) سلام علیکم۔ میرا گناہ میرے واسطے ایک عذاب ہے ہذا عذاب الیم۔

جس کو احساس نہیں اپنے گناہ کا طلق
بے حس نہیں مردہ ہے فطرت اوسکی

مرشد و راہنما کی ضرورت

خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ مسلمانو اللہ سے ڈرتے رہو اور نیز اس تک پہونچنے کے ذریعے کی جستجو کرتے رہو اور اس کے رستے میں جان لڑاؤ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ عالم کی پیدائش سے علت غائی وجود انسانی ہے اور وجود انسانی سے غرض خدا کی عبادت اور معرفت ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ اور ہم نے جنوں اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کریں۔ لِیَعْبُدُوْنِیْ لِیَعْرِفُوْنِیْ وَلِیَعْرِفُوْنِیْ لِیَعْبُدُوْنِیْ۔ میری عبادت کرے کہ میری معرفت حاصل کرے اور میری معرفت حاصل کرے کہ میری عبادت کرے۔ عبادت سے یہ مراد نہیں ہے کہ رات دن نمازیں پڑھا کریں یا ذکر میں مشغول رہے اور کچھ نہ کرے تمام دنیاوی کام جو نیک نیتی سے کیے جاویں اور سارے نیک افعال اور اقوال عبادت میں شامل ہیں اور معرفت حاصل کرنے کے اسباب ہیں۔ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لیے تین شرائط قرار دی گئی ہیں۔ ایک پرہیزگاری دوم وسیلہ (مرشد یا راہنما) سوم مجاہدہ اگر آدمی پرہیزگار نہ ہو تو مرشد اور مجاہدہ اس کو کچھ فائدہ نہیں دیتا اور بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور بغیر راہبر کے سیدھے رستے پر چلنا محال ہے تقریباً بیس پچیس سال سے میں سوچتا رہتا تھا اور یہی مشکل سوال میرے دل میں اٹھتے تھے کہ ایسی شروط سے بشر کو کس طرح رہنا ہو سکتا ہے اور اس کے

رہنما کو کس طرح رہنمائی کی توفیق ہوئی اور کیوں اور کن امور میں وہ رہنما دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے کیونکہ ابتدا میں انسان تمام کمالات اور نقصانات سے فطرتاً عاری ہوتا ہے اگرچہ کمالات اور نقصانات کے حاصل کرنے کی قابلیت اور لیاقت رکھتا ہے اور اپنی سعی اور کوشش سے سب کچھ ہو سکتا ہے یہ وسواس میرے پیر برسات کی جھڑیوں کی طرح ہجوم لاتے تھے اور جب میں کسی ذکر یا فکر میں لگتا تھا تو ان خیالات سے میرا دل فارغ نہیں ہوتا تھا کبھی کبھی پیغمبروں کے اس جواب سے قدرے تسلی ہوتی تھی کہ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ ان کے پیغمبروں نے اُن سے کہا کہ بے شک ہم تمہاری ہی طرح کے آدمی ہیں مگر خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (اپنا) فضل کرتا اور اسکو خدمت پیغمبری سے سرفراز فرماتا ہے) اور بے حکم خدا ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تم کو لا دکھائیں خدا اللہ ہی پر (سب) ایمان والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ مگر اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ آخر کار بعد بڑے غور و فکر کے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ فطرتاً انسان کمالات اور نقصانات سے خالی ہوتا ہے مگر برخلاف دیگر مخلوق کے وہ اپنے اختیار اور کوشش سے سب کچھ ہو سکتا ہے انسان دو قسم کے ہیں (۱) غیر سالک (۲) سالک۔ پھر غیر سالک دو طرح ہے ایک وہ جو اصلی حالت پر رہا ہو نہ اس نے کچھ علم اور نیکی حاصل کی ہو اور نہ بدی اور شر کا اکتساب کیا ہو یہ شخص ساری عمر تک سادہ حالت پر رہا ہو اس قسم کے انسان کا حال نابالغ یا مجنون جیسا ہوتا ہے کہ جیسا دنیا میں آیا تھا ویسا ہی چلا گیا گویا

تعلیم گاہ دنیا سے بے بہرہ چلا گیا جیسے غیر مہذب ملک کے باشندے یا دیہاتی اور اوراد نی درجہ کے کاشتکار وغیرہ - دوم وہ کہ جنھوں نے بسبب بداقبالی میرے اخلاق کو کسب کیا ہو۔ برے اخلاق دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو تفریط سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً فرومایگی اور سفلہ پن اور بزدلی اور حد سے زیادہ خوشامد کرنا اور اپنے آپ کو ذلیل بنانا اور بے موقع طمع کرنا اور سوال اور بھیک کو اپنا پیشہ بنانا جیسے ڈوم نائی - اور بھانڈ وغیرہ میں دیکھے جاتے ہیں دوم وہ جو افراط سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کفر و کبر و نخوت و ظلم و جور و جفا جیسے کہ دوست ہندوں کا وتیرہ ہے - بعض لوگوں کے قلوب برے اخلاق سے ایسے بگڑ جاتے ہیں کہ وہ بالکل رہنما کے بتلانے اور علاج سے بھی روبراہ نہیں ہوسکتے ہیں جیسے کہ عربستان میں رسول کریم کے وقت بعض امرا کا حال تھا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم انکو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ تو ایمان لانے والے ہیں نہیں ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے آنکی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کو بڑا عذاب ہے اسمیں انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے - دوم سالک وہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سالک محض جسکو جذبہ حاصل نہیں ہوتا ایک سالک مجذوب جسکو جذبہ حاصل ہوتا ہے پھر سالک مجذوب کی دو قسم ہیں ایک وہ جسکا سلوک پہلا اور جذبہ سلوک پر مقدم ہو دوم جسکا غالب ہو اور سلوک جذبہ پر مقدم ہو مطلوب یا مجذوب سالک کو مرشد اور رہنما کی ضرورت نہیں ہوتی - مگر تقویٰ اور مجاہدہ سے انکو بھی چارہ نہیں اور مجاہدہ شدید کے بعد اپنے مطلوب تک پہنچتے ہیں جیساکہ ابراہیم

علیہ السلام کے تقوی کا یہ حال تھا کہ خدا نے انکی تعریف کی جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ
اِبْرَاهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَلَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ
شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَاٰتَیْنٰهُ
فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ ۔ بے شک ابراہیم
(لوگوں کے) پیشوا ہو گزرے ہیں۔ خدا کے فرماں بردار (بندے) جو ایک خدا
کے ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے خدا کی نعمتوں کے شکر گذار خدا
نے انکو انتخاب کر لیا تھا اور انکو سیدھا رستہ دکھا دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا
میں بھی (ہر طرح کی) بہتری دی تھی (اور آخرت میں وہ ضرور نیک بندوں میں
ہوں گے اور ان کی عزلت اور مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ برسوں جنگلوں اور غاروں
میں رہے جب گوشہ نشینی سے فارغ ہو کر باہر نکل آئے اور رات نے ان پر اندھیرا چھا گئی
اور ان کو ایک ستارہ نظر آیا لگے کہنے کہ یہی میرا پروردگار ہے پھر جب وہ غروب
ہو گیا تو بولے کہ غروب ہو جانے والی چیزوں کو تو میں پسند نہیں کرتا (کہ خدا مان لوں)
پھر جب چاند کو دیکھا کہ بڑا جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہی میرا پروردگار ہے پھر جب
(وہ بھی) غروب ہو گیا تو بولے کہ اگر مجھکو میرا پروردگار راہ راست نہیں دکھائے گا
تو بیشک میں (بھی) گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا پھر جب سورج کو دیکھا کہ بہت
جگمگا رہا ہے تو لگے کہنے یہی میرا پروردگار ہے کہ یہ (سب سے) بڑا (بھی) ہے
جب (وہ بھی) غروب ہو گیا تو (اپنی قوم سے مخاطب ہو کر) بولے بھائیو جن
چیزوں کو تم شریک خدا مانتے ہو میں تو ان سے بے تعلق (محض) ہوں میں نے
تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے
آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام
کے تقوے کا یہ حال تھا کہ جب وہ مصر سے بھاگے اور مدین کے علاقہ میں آئے

تو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور نیز دیکھا کہ ان سے
الگ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے
حال احوال پوچھا تو انہوں نے کہا جبتک لوگ نہ ہٹیں ہم پانی نہیں پلا سکتے موسیٰ
علیہ السلام نے بلا امید بدل انکی بکریوں کو پانی پلایا پھر وہاں سے ہٹکر سایہ میں جا بیٹھے
اور دعا کی کہ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ اے میرے پروردگار
تو اپنے خوان کرم سے اسوقت جو (نعمت بھی) مجھ کو بھیجدے اس کا حاجتمند
ہوں۔ جب ایک لڑکی اس کے بلانے کیلیے آئی تو اسکو کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آ تو
اگر میں رستہ بھول جاؤں تو کوئی روڑا یا پتھر پھینکر رستہ بتلانا چاہیے اور عزلت
کا یہ حال تھا کہ برسوں کوہ طور پر گوشہ نشین رہے تب جاکر نبوت ملی۔
اسی طرح رسول عربی ایک کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے تھے اور مدت تک
غار حرا میں گوشہ نشین رہے یہاں تک کہ باوجود ناخواندہ ہونے کے انکو پڑھنا سکھا
گیا اور یہ سورت انکو بلا واسطہ پڑھائی گئی۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام
نے پڑھایا۔ مگر اکثر کا قول ہے کہ انکو خود بخود پڑھنا آگیا۔ علاوہ انبیاء علیہم السلام
کے بعض دیگر صلحا کو بھی مرشد کی ضرورت نہیں تھی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا
قصہ مشہور ہے کہ انکو ایک بزرگ شخص سے ملنے کی خواہش ہوئی تھی کہ باوجود
موسیٰ علیہ السلام کے موجود ہونے کے وہ بزرگ ان کے پیرو نہ تھے اور ایسا ہی
لقمان علیہ السلام کو بلا واسطہ حکمت دی گئی تھی وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ
اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ [illegible] ہم نے لقمان کو دانائی عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اللہ کا شکر

کرہ مریخ کا سیاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھکر لے گیا

ہم نے اس کے سفرنامے میں سے جسقدر حصہ ہندوستان کے متعلق تھا۔ اپنی زبان میں لے لیا۔ اور چھاپ دیا۔ ایسی مزیدار اور پرلطف کتاب ڈھونڈ ہے گی تو نہ پایئے گا۔ قیمت صرف ۴ آنے

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

قبروں کے غیبی نوشتے

جناب سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی تصنیف ہے جو لکھا جاتا ہے جسمیں الواح مزارات یعنی لوح مبارک مزار پرانوار سرور کائنات خلاصہ موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لوح مزار ام المومنین حضرت بی بی خدیجہؓ و لوح مزار سیدنا حضرت علیؓ و لوح مزار حضرت امام حسینؓ و لوح مزار حضرت بی بی زینب و لوح مزار حضرت علی اکبرؓ و لوح مزار حضرت علی اصغرؓ و لوح مزار حضرت بی بی شہربانو و لوح مزار حضرت بلالؓ۔ ان کے علاوہ قبر یزید، ابولہب، ابوجہل، ابن زیاد، شمر، عمر سعد کی بھی ہیں۔ سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مزار کے لیے بھی لوح رقم فرمائی ہے۔ قیمت ۸

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محفل نامہ

گیارہویں شریف

حضور غوث پاک کی گیارہویں میں پڑھنے کی نہایت معتبر و نثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب۔ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف۔ نقرئی ولایتی جلد بندی ہوئی قیمت مجلد ۱۰ غیر مجلد ۸ علاوہ محصول

تینوں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگا ئیے

نئی

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

آتالیق خطوط نویسی

خط وکتابت آج کل ہر آدمی کی زندگی کا ضروری حصہ ہے عورتوں اور مردوں کو یکساں ضرورت ہے کہ مختصر الفاظ میں اپنا اور طویل مطلب ادا کرنا سیکھیں خواجہ صاحب نے اس ضرورت کو مدنظر رکھکر یہ کتاب لکھی ہے اسکے پہلے حصے میں خود خواجہ صاحب کے خطوط ہیں اور خط لکھنے کا ڈھنگ بہتر سے بہتر بتایا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے خطوط کا مجموعہ ہے مثلاً نواب محسن الملک، مولانا شبلی، مولانا ابو الکلام، ڈاکٹر اقبال، حضرت اکبر، مولانا ذکاء اللہ، میرزا قادیانی وغیرہ حضرات غرض دونوں حصے حقیقتاً خط وکتابت کا طریقہ سکھانے کے لیے لاجواب ہیں قیمت ہر دو حصہ صرف ۱۲

مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی

حضرت خواجہ صاحب کے نہایت دلکش اور پُرمعانی خطوط کا مجموعہ جو وقتاً فوقتاً مشکل سے مشکل کاموں کے بارے میں دوستوں کے نام مریدوں کے نام لکھے گئے خطوط اس مجموعہ میں آگئے ہیں جن سے مختلف جذبات کی انشاپردازی ظاہر ہوتی ہے قیمت ۱۲ علاوہ محصول۔

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

تسخیر مہر و قہر و اعمال حزب البحر

عملیات کی ہزاروں کتابیں اور حزب البحر شریف کے بیسیوں طریقے بازاروں میں چھپے ہوئے بکتے ہیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے جس سہل اور موثر طریقے سے یہ کتاب لکھی ہے اس کی مثال کہیں نہ ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ چند دن میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا۔ دوبارہ چھپا وہ بھی ختم ہو گیا۔ تیسرا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے۔ ہندوستان کے شہرہ آفاق بزرگ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اس کتاب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ میں خواجہ صاحب کی تمام تصنیفات میں اس کو اول درجہ کا سمجھتا ہوں قیمت ۸ آنہ علاوہ محصول۔

تینوں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

شکر کرتے رہو۔ اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی (بھلے کے) لیئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ (بندوں کے) شکر سے) بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوار حمد و ثنا ہے۔ اسیطرح یمن میں اویس قرنی صاحب کو بلا واسطہ جذبہ ہوا تھا اور باوجودیکہ رسول اکرم کے زمانہ میں گذرے تھے مگر آپ کو انکی زیارت کا اتفاق نہ ہوا تھا اور اب جو لوگ بلاواسطہ پیر جذبہ حاصل کرتے ہیں ان کو اویسیہ یا اویسی کہتے ہیں +

پس اگر انسان حالت اصلی پر ہو اور اس کا صحیفۂ فطرت بگڑا ہوا نہ ہو تو اسکو اس لیے رہنما اور استاد کی ضرورت ہے کہ وہ بغیر کسی کے سکھلائے نہ علم حاصل کرسکتا ہے نہ کوئی ہنر مثل ڈاکٹری یا طبابت یا وکالت سیکھ سکتا ہے نہ کوئی پیشہ مثل نجاری و لوہاری و بافندگی و درزی گیری وغیرہ حاصل کرسکتا ہے غرضکہ ایک ادنی کام بھی بغیر استاد کے اسکو نہیں آتا اور اگر اسکی فطرت بسبب افعال قبیحہ بگڑ گئی ہو۔ اور اس کے اخلاق سب کے سب یا بعض خراب ہو گئے ہوں تو اسکو بھی مرشد کی ضرورت ہے تاکہ اس کے مرض روحانی کو پہچانے اور حسب شناخت اس کا علاج بھی کرے کیونکہ مرض روحانی کی شناخت بغیر طبیب روحانی کے محال ہے۔ اسیطرح سالک محض کو بھی راہ نما کی ضرورت ہے کہ بغیر مرشد کے جذبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور بجائے نفع کے نقصان حاصل کرتا ہے اور ایک بلا سے نکل کر دوسری بلائیں جا پڑتا ہے گناہ کی جگہ غرور و پندار اور دیگر امراض نفسانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر سالک مجذوب ہو اور جذبہ سلوک پر مقدم ہو تو اسکو رہنما کی ضرورت نہیں کہ خدا اس کا رہنما ہو جاتا ہے اور بلاواسطہ اس کو حقائق و معارف سے آگاہ کرتا ہے الخ

خدا ہی اسکو فحش اور بے حیائی کے کاموں سے بچاتا ہے - پھر وہ خود اوروں کا
رہنما بنتا ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے وَلَمَّا بَلَغَ
أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ اور جب
یوسف اپنی جوانی کو پہونچے ہم نے انکو دانائی عطا فرمائی اور ہم نیکوکاروں کو
اسی طرح بدلا دیا کرتے ہیں ۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ
بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ
مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝ اور وہ (عورت) تو یوسف کے ساتھ ارادہ
(بد) کر ہی چکی تھی اور یوسف کو اپنے پروردگار کی (طرف کی) دلیل نہ سوجھ
گئی ہوتی تو وہ بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ (بد) کر بیٹھے ہوتے
اسی طرح (ہم نے یوسف کو ثابت قدم رکھا) تاکہ بدکاری اور بے حیائی
کے کام ان سے دور رکھیں کچھ شک نہیں کہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں
میں سے تھے اور اسیطرح بغیر کسب کے خدا تعالیٰ ان کو علم جسکو علم لدنی کہتے
ہیں دیا کرتا ہے جیسے کہ انبیاء علیہم السلام اور بعض اولیاء کو جنکو اویسی کہتے
ہیں رہنما کی ضرورت نہیں باقی کیلئے راہبر و مرشد سے چارہ نہیں - اور
اگر سلوک شروع بھی کرے تو جذبہ حاصل نہ ہوگی یا غلط راہ چلے گا -

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل اویسی (رئیس بسالگڑہی)
(ضلع پشاور)

(۶)

سونے کا چمچہ چاندی کی دیگ

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

ہم لوگوں کی کم علمی کا قصور ہے جو شریعت اور طریقت کو جدا جدا سمجھتے ہیں اور فقیروں کو عالم اور عالموں کو فقیر نہیں جانتے ہیں جن حضرات نے قرآن و حدیث کو سمجھا اور سمجھا گئے اور مذہب کو ایسا حلوہ بنا گئے جس کے ہم آج مزے لے رہے ہیں خدا ان پاک روحوں کو جنت الفردوس میں ہمیشہ شاد رکھے فی الحقیقت وہ ظاہر اور باطن دونوں طرح کے کمالات رکھتے تھے کیونکہ اگر ان حضرات کے دل روشن نہ ہوتے اور دل کی روشنی کے ساتھ اجتہاد نہ فرماتے تو ان کے مسائل کو زمانہ قبول نہ کرتا اور انکی پیروی پر اجماع اور اتفاق نہ کرتا کیا ہمارے امام صاحب حضرت ابو حنیفہ کیا امام مالک کیا امام احمد حنبل کیا حضرت امام شافعی سب کے سب ولی اللہ عارف باللہ فقیر صوفی اہل دل تھے خضر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ امام شافعی کی نسبت کیا ارشاد کرتے ہیں فرمایا وہ اوتاد میں سے ہیں۔ باوجودیکہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو تین لاکھ حدیث حفظ یاد تھی اور عمر میں امام شافعی سے کہیں بڑے تھے۔ مگر آپ نے امام شافعی کی شاگردی قبول کی لوگوں نے طعن سے کہا آپ اپنے علم و کمال اور [illegible] برس کے نوجوان کے سامنے [illegible] [illegible]

ترجیح دی ہے یہ کیا اندھیر ہے حضرت احمد حنبل نے ہنسکر جواب دیا تم امام شافعی کے رتبہ کو کیا جانتے ہو وہ عالم معرفت کے آفتاب ہیں جو علم میں جانتا ہوں وہ اوس علم کو پہچانتے ہیں امام شافعی ابھی کم عمر تھے اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث کا سبق لے رہے تھے جو ایک شخص روتا ہوا آیا۔ اور امام مالک سے کہنے لگا میری بیوی پورے دنوں تھی یکایک اوسے دردزہ ہوا اور بغیر بچہ جنے مرگئی بچہ اوس کے پیٹ میں پھڑک رہا ہے فرمایئے اب میں کیا کروں امام مالک دیر تک سوچتے رہے مگر قرآن حدیث سے کوئی دلیل آپکو ایسی معلوم نہوئی جو اوسے شافی جواب دیتے مجبوراً آپنے اوس سے یہ فرمایا کہ جاؤ اوس عورت کو دفن کردو جب وہ شخص مکان سے باہر چلا گیا تو امام شافعی اوستاد سے کچھ بہانہ کرکے اوٹھے اور گلی میں جاکر اوس شخص سے کہنے لگے تم ہمارے اوستاد کے فرمانے کو سمجھ گئے اوس نے کہا سمجھ گیا حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ عورت کو جاکر دفن کردو اب میں اوسے قبرستان میں لیجا کر گاڑے دیتا ہوں امام شافعی نے فرمایا تو آپ حضرت کے ارشاد کو اصلا نہیں سمجھے سنیئے آپ کی یہ مراد تھی کہ عورت کی اولٹی کوکھ کو چیر کر بچہ کو نکال لو اور عورت کو دفن کردو۔ اگلے زمانے کے لوگ با خدا ہوتے تھے اوس شخص نے کہا آپنے مجھے خوب سمجھایا نہیں تو میں بچہ کو پیٹ سے نہ نکالتا اور عورت کو دفن کردیتا یہ کہکر وہ شخص بھاگتا ہوا چلا گیا اور اس بات کو چار برس گذر گئے امام شافعی پھر ایک دن امام مالک کے سامنے بیٹھے حدیث کا درس لے رہے تھے جو ایک شخص تین چار برس کے بچہ کو گود میں اور مٹھائی کی ٹوکری ہات میں لئے آیا اور بہت ادب کے ساتھ سلام کرکے امام مالک کے سامنے بیٹھ گیا اور مٹھائی کی ٹوکری آپکی طرف کہسکا کر کہنے لگا آپ کی توجہ سے اس معصوم بچہ کی جان

بچگئی اور آج خدا نے اسے چار برس کا کر دیا نہیں یہ بہی اپنی ماں کے ساتھہ زندہ قبر میں دفن ہو جاتا۔

امام مالک صاحب۔ یہ تو مجھے یاد ہے کہ تم آئے تہے اور تم نے عورت کے درّہ میں مرجانے اور بچہ کے پھڑکنے کا حال کہا تہا۔ مگر مجھے اس بچہ کے جان بچنے کے متعلق کچھہ یاد نہیں۔

بچہ کا باپ۔ (امام شافعی کیطرف اشارہ کرکے) یہ صاحبزادہ جو آپ سے سبق لے رہے ہیں یہ اسدن بہی آپ سے سبق لے رہے تہے انہوں نے پیچھے سے گلی میں پہونچکر مجھے سمجھایا تہا اور وہی میں نے کیا۔ اور اس بچہ کی جان بچ گئی۔

امام مالک رضی اللہ عنہ۔ محمد شافعی تم نے اس شخص کو یہہ مسئلہ کیوں سمجھایا تہا

امام شافعی۔ جب حضور نے فرمایا کہ جاؤ عورت کو گاڑ دو اور پیٹ سے بچہ کا ان دبا سے چلے گئے تو میں سمجھا یہ بچہ میت عورت کو گاڑ دینگے اور حضور نے فرمایا ہے کہ عورت کو گاڑ دو تو اس سے آپ کی مراد یہ ہوگی کہ صرف عورت کو گاڑ دو اور جب صرف عورت گاڑی جائے گی تو بچہ نہ گاڑا جائیگا اور بچہ ابہی میت کے پیٹ میں ہے لامحالہ بچہ عورت سے جدا کیا جائیگا اور بچہ کے جدا کرنے کے لئے سوائے کہ کچھہ پیٹ چیرنے کے دوسرا عمل نہیں ہو سکتا ہے اور بائیں کوکھہ کی خصوصیت علم تشریح سے (اس طرح رکھتی ہے) زیادہ حضور کے سامنے عرض کرنا آفتاب کو چراغ دکہانا ہے۔ حضور نے جو مجمل فرمایا تہا وہ میں نے انہیں مفصل سمجہا دیا۔

امام مالک رح۔ مرحبا مرحبا سبحان اللہ اے محمد شافعی تمہارا اجتہاد الہامی

ہوتا ہے اور تمھارا علم عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح ایک دن حضرت امام شافعی ابتدا میں اپنی خانقاہ کے اندر بیٹھے تھے اور وہ دن چونکہ منگل کا تھا اس لیے خانقاہ میں کوئی طالب علم حاضر نہ تھا کیونکہ آپ منگل والے دن درس نہیں دیتے تھے اور اپنے گھر کے کاموں میں مشغول رہا کرتے تھے ناگہاں ایک شخص گیارہ برس کے بچہ کو ساتھ لیے آیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا حضرت یہ اس شخص کا بیٹا ہے مگر بڑا نااہل ہے نہ پڑھتا لکھتا ہے نہ کوئی ہنر یا پیشہ سیکھتا ہے جس کارخانہ یا مدرسہ میں بٹھاتا ہوں دو دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتا ہے بھاگ آتا ہے اور چھپا چھپا پھرتا ہے آپ کو نائب رسول سمجھ کر آیا ہوں میرے حال زار پر رحم کیجئے اور اس لڑکے کو سنبھال دیجئے حضرت امام شافعی کو بوڑھے شخص کے اوپر ترس آیا آپ مراقبہ کر کے بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمانے لگے بڑے میاں گھبراؤ نہیں خدا نے چاہا تو تمھارا یہ لڑکا بڑا فاضل اور بڑا اہل ہوگا اور تمھیں چاندی کی پیالی میں سے مصری کا شربت دار حلوا سونے کے چمچے سے کھلایا کرے گا مگر آج تم اسے لیجاؤ کیونکہ منگل ہے مجھے فرصت نہیں ہے کل سے میں اسے تعلیم دیا کروں گا پھر یکایک چونک کر آپ نے فرمایا نہیں حدیث میں آیا ہے الخیر لا یوخر۔ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے میں اسی وقت اسے سبق پڑھاتا ہوں اچھا میاں صاحبزادے آج تم اس حدیث کو ہی سبق سمجھو تو الخیر لا یوخر

لڑکا۔ الخیر لا یوخر۔ الخیر لا یوخر۔

حضرت امام شافعی بس شاباش تم خانقاہ میں یہاں بیٹھے رہو اور اپنا

سبق یاد کیئے جاؤ ہم گھر کو جاتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت امام شافعی اپنے
دولت خانہ کو تشریف لے گئے اور لڑکے کا باپ بھی اپنے گھر کو
چلدیا۔ حضرت کی صحبت نے ایک آن میں لڑکی کا یا پلٹ دی خانقاہ
میں اکیلا خوش بیٹھا تھا اور کہہ رہا تھا۔ الخیر کلہ فی خیر الخیرۃ
اودہر خلیفہ ہارون رشید زبیدہ خاتون کے پاس محلسرا میں بیٹھے
باتیں کر رہے تھے جو خلیفہ نے ایک لونڈی سے کہا ناخن گیر جلد
لاؤ ہم اپنے ناخن کتروا ئینگے۔

زبیدہ خاتون۔ ایک ٹھٹھہ مار کر ہنس پڑیں اور بولیں کا ہنا ضرا رہے
پڑے ہیں اور یہ دعوی کہ ہم رسول اللہ کے چچا کی اولاد ہیں۔
اور علم دین ہمارے گھر سے نکلا ہے اور خبر نہیں کہ منگل کے دن ناخن
کتروانا منع ہے ❖

خلیفہ ہارون رشید۔ تمہارا دعوی ہے تو بتاؤ (منگل
والے دن ناخن کتروانے کی ممانعت حدیث میں آئی ہے یا قرآن
میں بتائی ہے۔

زبیدہ خاتون۔ اسوقت میں آیت یا حدیث کا حوالہ تو دے
نہیں سکتی مگر مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے کسی کتاب میں یہ بات پڑھی
خلیفہ ہارون رشید۔ تو میں بے دلیل تمہارے دعوی کو مان بھی نہیں سکتا
زبیدہ خاتون۔ اچھا اگر آپ کو میرے کہنے کا یقین نہیں ہے تو امام
شافعی صاحب کو بلوا کر پوچھ لو۔

خلیفہ ہارون رشید۔ یہ بات دل و جان سے منظور ہے اچھا کوئی ہے
زبیدہ نے آواز دی آواز کے ساتھ ایک حبشی غلام ہاتھ باندھ کر

سامنے آکھڑا ہوا۔

خلیفہ ہارون رشید۔ سواری لیکر مدرسہ جاؤ اور امام شافعی صاحب کو بہت تعظیم کے ساتھ لے آؤ۔ حبشی غلام سواری لیکر بھاگا بھاگ مدرسہ میں آیا مگر آپ گھر تشریف لے گئے تھے وہی لڑکا بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا

الخیر لا یوخر الخیر لا یوخر۔ غلام پلٹ کر محل میں آیا اور کہنے لگا امیر المومنین۔ امام صاحب اسوقت مدرسہ میں نہیں ہیں

زبیدہ خاتون۔ تنہا تا جائے اور مدرسے کی خبر لائے وہ نہ تھے تو ان کی شاگرد تو سینکڑوں خانقاہ اور مدرسے میں موجود ہوں گے ان میں سے کسیکو لے آیا ہوتا کیونکہ آپ کے شاگرد بھی فقیہ اور محدث ہوتے ہیں اچھا اب پھر دوڑے جاؤ اور کسی نہ کسی مولوی کو ساتھ لیکر آؤ غلام پھر مدرسے میں آیا مگر ڈھاک کے تین پات۔ وہی لڑکا بیٹھا کہہ رہا تھا الخیر لا یوخر۔ غلام اسی لڑکے کو سواری میں بٹھا کر لایا اور محلسرا کے دروازہ پر لے آیا۔ پردہ ہو گیا۔ اور لڑکا اندر آ گیا۔

خلیفہ ہارون رشید۔ بیگم ذرا دیکھنا مسئلہ حل کرنیکے لیے کیسے بوڑھے مولوی صاحب تشریف لائے ہیں زبیدہ نے جو چلمن میں سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا دس گیارہ برس کا لڑکا کرسی پر بیٹھا ہے

زبیدہ خاتون۔ غلام سے تجھے خدا کی مار ناشدنی اس کیڑہ کو کیوں اٹھا لایا ہے بھلا یہ فقہ حدیث کیا جانے۔

خلیفہ ہارون رشید۔ اس کا نہ خیال کرنا لڑکا ہیں چھوٹے سے چھوٹا بادن گز کا امام صاحب کے کم عمر شاگرد بھی تیرہ کے بجھے ہوتے ہیں

مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں

مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کی بے ادبیاں، ارض پاک میں یاران رسول کا قتل قرون وسطیٰ کے سیاسی کارنامے کربلا کے بعد کی سرگذشت، حریفان بنی فاطمہ کی نامعلوم فتنہ کاری یزید و دیگر شاہان بنی امیہ کی بداطواری، یزید کا حشر، شریروں کا انجام، خدا کا فیصلہ۔

یزید نامہ

میں ملاحظہ فرمائیے جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے۔ اور جس کے لوگ سال بھر سے منتظر تھے۔ اس میں اس امام الامر کا بھی مفصل بیان ہے جو خاندان اہلبیت میں

شیعہ سنی کو ملاپ کی آواز

دیگا۔ اور بتایا ہے کہ یہ وقت قریب آن لگا۔ یزید نامہ محرم ۱۳۳۶ھ کا یادگار تحفہ ہے۔ خود پڑھئے، دوسروں کو سنائیے، روئیے، رلائیے، مظلوم کے صبر سے واقف ہوں۔ اُن کا دم واپسیں دیکھ لو۔ ایسے نمک کی حالات اور عبرت انگیز تصویریں، تاریخ شہادت میں نایاب تھیں۔ حضرت خواجہ صاحب کا البیلا، چھوتا، چلبلاتا طرز تحریر، اچھی لکھائی، اچھی چھپائی، سفید دبیز عمدہ کاغذ ضخامت پونے دو سو صفحے قیمت سوا روپیہ ([illegible])

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اردو دعائیں

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بہت مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات زندگی کے لیے اردو زبان میں دعائیں ہیں۔ ہر دعا خواجہ صاحب کی مخصوص اثر دار عبارت میں ہے۔ بچوں اور عورتوں کا جی ان دعاؤں میں بہت لگتا ہے۔ چند روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گئیں۔ دوبارہ ضروری اضافے کے ساتھ طبع ہوئیں۔ اسکول کے بچوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرنے کے لائق یہی کتاب ہے۔ قیمت [illegible] علاوہ محصول

دونو کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

سوالی صوفی جنتری

مرتبہ ایڈیٹر صوفی

جسمیں تمام مشہور بزرگان دین کے ایام وصال اور مشہور واقعات و ہدایات ہلرہ درج ہیں

حضرت سرورِ کائنات

کے اصلی فرمان دعوت بنام سلطان مقوقس کا عکس مع مہر نبوت ایک سالم صفحہ پر دیا گیا ہے

خلیفہ ثالث حضرت عثمان

کے خاص دست مبارک کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے ایک صفحہ کا عکس بھی جنتری کے
ایک صفحہ میں دیا گیا ہے

اسکے علاوہ ہجری سنہ سے عیسوی اور کسی عیسوی تاریخ سے ٹھیک ہجری سنہ اور تاریخ
معلوم کرنے کے صحیح قاعدے مع امثال کے سمجھا دیئے ہیں پچھتر سو سال گزشتہ کی جنتری مفصل
اسلامی اخبارات کی فہرست عام مسائل روزمرہ یادداشت لکھنے کے خانے اور بہت سی
مفید باتیں درج ہیں

تمام مشہور مشائخ عظام اور حضرات ائمہ معصومین کے مزارات
کے تیرہ فوٹو بھی دیئے گئے ہیں

باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت فی جلد ۸ر آٹھ آنے علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

اب تم اس ٹانگ برابر لونڈے سے کیا پردہ کرو گی۔ اندر بلالو۔ غلام نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اسکو کمرے میں داخل کردیا۔ اور لڑکا آداب بجالایا +

خلیفہ۔ مولانا! آپ کیا پڑھتے ہیں؟

لڑکا۔ میں آج ہی امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ ابھی مجھے حضرت نے کوئی سبق نہیں دیا ہے۔ خدا چاہے تو کل سے کوئی کتاب شروع کرونگا +

زبیدہ۔ پھر تم مدرسے میں بیٹھے کیا پان چبا رہے تھے؟

لڑکا۔ بیگم صاحب! مجھے حضرت امام ایک حدیث زبانی بتا رہے تھے اسے میں یاد کر رہا تھا۔

خلیفہ ہارون رشید۔ کون سی حدیث؟

لڑکا۔ [illegible]۔ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔

خلیفہ ہارون رشید۔ واہ واہ! بیگم! میں نہ کہتا تھا کہ امام شافعی صاحب کے ادنے شاگرد بھی بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث نے ہمارے مسئلہ کو حل کر دیا۔ ناخن کتروانے سنت ہیں۔ اور سنت سے بڑھ کر کیا نیکی ہوگی۔ اسکے کام میں تاخیر مناسب نہیں۔ لاؤ۔ ناخن گیر۔ میں اپنے ناخن کتروا دونگا۔

زبیدہ۔ بیشک میں ہاری۔ تم جیتے۔ لڑکا جو کچھ کہتا ہے وہ قول رسول ہے۔ میں اسکے آگے سر نہیں اٹھا سکتی +

خلیفہ ہارون رشید۔ اچھا تو اس لڑکے کو رخصت کرنا چاہیئے مگر اسے کچھ انعام بھی تو دینا چاہیئے

زبیدہ خاتون۔ کیوں نہیں۔ کہیں نگوڑا خالی ہاتھ جائے گا۔ غریب کا بچہ ہے۔ حضور اسکا وظیفہ مقرر کردیں۔ تاکہ اچھی طرح علم حاصل کرے۔ اور میں نے آج چاندی کی دیگ میں ایک حلوا سونے کے چمچے سے پکوایا ہے۔ وہ میں اسکے

ساتھ کیے دیتی ہوں۔ کیونکہ بچوں کو مٹھاس سے بہت شوق ہوتا ہے۔ کھائے گا تو خوش ہوگا۔ اور سونے چاندی کے دونوں برتن بھی کئی ہزار درم کے بیچ لیگا خزانے سے وظیفہ بھی مقرر ہو گیا۔ اور لڑکا سونے کا چمچہ اور چاندی کی دیگ بھی لیکر اپنے گھر برابر آ پہنچا +

یہ ہمارے بزرگوں کی برکت آمیز نگاہیں تھیں کہ ایک غریب زادہ کو آن کی آن میں کیا سے کیا کر دیا۔ اس کمال اور اس جاہ و جلال پر اپنے تئیں خاک سمجھتے تھے۔ ایک ہمارے وقت کے مدعی ہیں جو خدائی کے دعوے تک پہنچتے ہیں مگر ٹائیں ٹائیں فش۔ مسیلمہ کذاب جیسے ہزاروں پیدا ہوئے مگر مچھروں کی طرح چند ہی روز میں مٹ مٹا کر رہ گئے۔ سچے اسلام اور اسلام کے سچے تصوف کو کچھ جوکھوں نہیں ہے۔ اس کا ڈنکا قیامت تک بجیگا۔

نام شاہاں از دم ہا بر کنند
نام احمد تا قیامت میزنند

فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

اشتہار

خطیب کا نظر بند نمبر جس میں مولانا محمود الحسن قبلہ، مولانا ابو الکلام، مولانا حسرت موہانی مسٹر محمد علی و شوکت علی، مولوی حمد احمد کے حالات زندگی و نظر بندی درج کیے گئے ہیں اور آخر میں **بی اماں** (والدہ مسٹر محمد علی و شوکت علی) اور **بیگم حسرت** کے متعلق حضرت خواجہ حسن نظامی اور علامہ راشد الخیری نے الگ الگ مضامین لکھے ہیں نہایت دلچسپ، نہایت مفید، ہر مسلمان کے پڑھنے اور رکھنے کے لائق۔ اچھا کاغذ۔ اچھی چھپائی

قیمت مع محصول ۲ر +

ملنے کا پتہ **منیجر نظام المشائخ و خطیب دہلی**

نعت
التجاے لطف و اکرام بحضور خیر الانام

اے طبیبِ دردمنداں اے حبیبِ کبریا
اے شہنشاہ رسل فخر جہاں خیر الوریٰ

پیشوائے دیں محمد مصطفےٰ صلِ علےٰ
صد سلام از من بروحِ پاک تو صبح و مسا

دم لبوں پر آگیا یہ خوابِ نوشیں کبتلک
اے مسیحائے زماں طرزِ تغافل تا کجا

ہوگئی ہے اب بری حالت تپ اندوہ سے
انجراتِ فکر بد سے درد سر کا بڑھ گیا

ہیں خیالاتِ معاصی ہر گھڑی پیشِ نظر
کوئی اچھا کام اب ہمکو نہیں ہے سوجھتا

ہے طنینِ گوش غیبت اور کچھ ذوق سماع
پند ناصح کی نہیں لگتی ہے کانوں میں ہوا

ہے فسادِ شم کی یہ حالت کہ دیکھا ہی نہیں
بوئے گلہائے عبادت کی نہیں ہے حس ذرا

اسقدر ہیجان صفرا سے ہے بگڑا ذائقہ
گفتگو شیریں بھی اب لگتی ہے کڑوی بدمزا

نیک و بد کی مطلقاً باقی نہیں ہم کو تمیز
بڑھ کے سودا ہوگیا ہے ابتو مالیخولیا

ناتوانی سے ہے مشکل سانس لینا بھی ہمیں
گھٹ کے اب سارے بدن سے دم لبوں پر آگیا

مُردنی چہرے پہ چھائی حسرت و حرمان کی
وائے برما درد بڑھ کر ہوگیا ہے لادوا

مردہ صد سالہ سے بدتر ہیں ہم بیمارِ غم
ہاں اب اعجاز نما سے قم باذنی کی صدا

دستگیرِ بے نوایاں دستگیری کیجئے
آپ ہی کی ذات اقدس کا ہے ہم کو آسرا

الغیاث اے شافعِ روزِ قیامت الغیاث
المدد اے امت گم کردہ رہ کے رہنما

ہے یہی وقتِ ترحم رحمۃ للعالمیں
ہے یہی وقت مدد اے چارہ سازِ بینوا

اب ردائے پاک کو چہرہ سے سرکا دیں حضور
ہو ہماری یہ شبِ غم صبحِ روشن پر ضیا

کچھ نہایت صبر کی بھی ہے آخر کبتلک
اس دلِ پر درد و غم پر جبر آخر کب تلک

(حکیم شاہ) سردار عالم شفا چشتی حسامی امانکپور

تخمیس بر غزل قدسیؒ

مشتمل بر مدح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

منتظر ہوں تری رحمت کا میں اے پیارے نبی بھولنا حشر میں للہ نہ تو مجھکو کبھی
تجھکو زیبا ہے کروں جتنی میں تعریف تری مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

خوبیِ حسن تری کب ہو بھلا مجھ سے رقم عالم سکتہ میں حیراں ہے عجب سیر قلم
لاکھ تیری کروں تعریف مگر ہے یہی کم من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

زندگی مفت میں ضائع کیا ہو نہیں ہیہات صرف نیکی میں نہ ہم کر سکے اپنی اوقات
گر نظر رحم کی ہو مجھ پہ تو ہو اپنی نجات ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

کب یہ ممکن ہے کہ مجھ سے ہو ادا تیری ثنا تو کہاں شاہ ہدیٰ اور میں ادنیٰ بندا
معترف ہیں ترے رتبہ کے ملائک اعلیٰ نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

رحمت عام ہے تری ہو بیاں کس سے کلام دونوں عالم ہیں پڑھا کرتے ترا نسخۂ شفا
ماہ کامل کی طرح پہنچی ضیا تیری تمام نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

کیوں نہ آنکھوں میں پھرے اپنی بھلا نقشہ ترا ہر طرف تیرا ہی آتا ہے نظر جلوۂ نور
کرتے اذکار ہیں تیرا سبھی انجیل و زبور ذات پاک تو کہ در ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

کوئی دنیا میں ہوا تیرا نہ یاں ہم آواز — سرنگوں خاک میں اکثر ہوئے گو سرافراز
واسطے تیرے یہ رتبہ تھا خدا نے اعزاز — بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز

زنگی و رومی و طوسی یمنی و حلبی

میں وہ گمراہ ہوں کہ مجکو نہیں کچھ اپنی خبر — حیف کس جا مجھے جانا ہے میں جاتا ہوں کدھر
رہبری کا یہی اب وقت ہے یا خیر بشر — چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

کیا کروں نفس خبیثہ نے کیا حال تباہ — کوئی صورت نظر آتی نہیں اے جاں پناہ
یا نبی کچھ تو ہو اب بہر خدا مجھ پہ نگاہ — عاصیانیم زما نیکی اعمال مخواہ

سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

ہجر میں تیرے بنی کیا ہی یہ صورت ہے مری — کون سی ہاں پہ مصیبت تھی جو ہم نے نہ سہی
فرقت و بیکسی بخشو تو دوا مجکو ذری — سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

محمد یوسف کاتب

۸۶

امام اعظم رح

وارثِ احمد مختار، امام اعظم رح — نائب سید ابرار، امام اعظم رح
اولیا کے بھی ہیں سردار امام اعظم رح — عالم، عالم اسرار امام اعظم رح
ہیں امام اور بھی، آپ امام ہیں بڑے — آپ کی ہے بڑی سرکار امام اعظم رح
فقہا جنکے ہیں پیرو، علما جنکے عیال — ہیں وہ سالار وہ سردار امام اعظم رح

ہیں وہ سرتاج ائمہ وہ سراج الامہ / تیرگی پردہ ضیا بار امامِ اعظم

فخر سبھی علما کو ہے تمہارا، چھوٹا / سب تمہارے ہیں اُلش خوار امامِ اعظم

برکت والوں نے پائے ہیں تمہیں سے برکات / عظمت والوں کے سردار امامِ اعظم

نہ کرے منہ بھی کبھی جسکی طرف بادِ خزاں / فقہ اکبر کا ہے گلزار امامِ اعظم

آپ کے سنتے ہیں اوصاف تو جل جاتے ہیں / ہیں عدو آپکے فی النار امامِ اعظم

تم نے دیکھا ہے اُسے جس نے نبی کو دیکھا / ہے خداداد یہ دیدار امامِ اعظم

حق جو دائر ہے وہ دائر ہے تمہاری ہی طرف / حق تمہارا ہے طرفدار امامِ اعظم

آپ کا سینہ ہے گنجینۂ قرآن و حدیث / آپ ہیں مخزنِ انوار امامِ اعظم

علما کے فقہا کے صلحا کے سب کے / مقتدا قافلہ سالار امامِ اعظم

بر زباں ورد زباں نوکِ زباں ہیں تمکو / ہوں احادیث کہ آثار امامِ اعظم

دجلۂ غم کا نہیں غم کہ حمایت کیلئے / وار ہیں غوث تو ہیں پار امامِ اعظم

آپ کا مدح سرا حافظِ بے برگ و نوا / نذر کرتا ہے یہ اشعار امامِ اعظم

حافظ خلیل الدین حسن حافظ

۴۸۶

فقیر کی صدا

دنیا کی ہوس کیوں کرتے ہو دنیا میں ہے سب کو فنا بابا
لو اپنی لگاؤ خالق سے ہے ایک اُسی کو بقا بابا
ضائع وہ کبھی جائے گا نہیں تم نے جو کسی کو دیا بابا
ظلمت کدۂ دوراں میں سدا روشن یہ رہیگا دیا بابا

چشمِ عبرت کھولو دیکھو کیا کیا اگلوں نے کیا بابا
ہے فہم و خرد سوچو سمجھو کرنا ہے تمھیں بھی کیا بابا
کچھ لطف و کرم کرکے دیکھو کچھ لطف اٹھاؤ دولت کا
جاگیر بڑی ہی ملجائے گی کر لو تو دلوں میں جا بابا
دنیا ہے یہ کھیتی عقبےٰ کی کام آئے گی نیکی دنیا کی
مخلوق بھی خوش خالق بھی خوش کرلو ایسا سودا بابا
ہو کر انساں انسان سے تم کرتے ہو تنفر حیرت ہے
سب بندے ہیں ایک ہی خالق کے سلطان ہو یا ہو گدا بابا
اندھا کیا چاہے دو آنکھیں سائل کو خدا کے لیے کچھ دو
تم ایک تو دس دے گا خالق دیتے رہو نام خدا بابا
کیوں عرض تمنا کرکے ہوتے ہو ذلیل اغیار میں تم
خالق سے کہو وہ سنتا ہے تم بندے ہو وہ مولا بابا
ہستی پہ جو تم اتراتے ہو اک یہ بھی سراب کا دھوکا ہے
ہے تو ہے وہی۔ تم کچھ بھی نہیں تم آپ کو سمجھے ہو کیا بابا
عرفان کا نام کرو بابا۔ مرنے سے پہلے مرو بابا
الزام خودی پہ دھرو بابا مل جائے گا تم کو خدا بابا
دیکھا ہے ذہینؔ کو تم نے کبھی ہے وہ تو سگِ نیلے شاہ
تم نیک ہو اس سے کرو نیکی حق دے تمھیں اسکی جزا بابا

ذہینؔ از حیدرآباد دکن

رباعیات

پیمانہ جو ر کہتا ہے تو مے پیدا کر
مسلم اک کوئی کام آنے کی شئے پیدا کر
دنیا نے سُنے نغمے لئے عشرت کے بہت
اب ساز میں کچھ درد کی لے پیدا کر

دنیا میں جو تو افسر ذی شان بنے
یا صاحب املاک فراوان بنے
لیکن یہ سمجھ رکھ کہ ابھی کچھ نہ بنا
بننا تیرا یہ ہے کہ مسلمان بنے

اسلاف کی عظمت کی کہانی سمجھو
اے نونہالو کچھ دین کی بانی سمجھو
گر راہِ حقیقت پہ تمہیں چلنا ہے
قرآن پڑھو اُسکے معانی سمجھو

عزت کی کسے فکر کسے نام کی دُھن
کرکٹ میں کسیکو کہیں انعام کی دُھن
کیا خوب ہو گر چھوڑ کے دنیا کی ہوس
مسلم کو ہو بہبودی اسلام کی دُھن

ضیا عرفانی

کیا نظام المشائخ کی محبت کے یہی معنی ہیں کہ آپ خود اُسے خرید لیں اور دوسروں کو اسکی طرف متوجہ نہ کریں۔ گرانی کاغذ کے سبب اسکا خرچ بمشکل پورا ہوتا ہے۔ لہذا کوشش کیجئے کہ اشاعت بڑھے اور مالی دقتیں جاتی رہیں +

خاکسار واحدی

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

گم ٹو موت

جیسا نام ہے ویسی ہی کتاب ہے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور مصورِ غم علامہ راشد الخیری و مولانا عارف حسن صاحب کے مضامین کا وہ دردناک مجموعہ ہے جس میں موت کے ہیبتناک واقعات کی تصویریں کھینچی گئی ہیں خاصکر "تو جہاں کا مرتا" تو اس قدر دردناک پیرایہ میں خواجہ صاحب نے قلمبند کیا ہے کہ شاید اس سے پہلے کبھی ایسا اثر انگیز مضمون خواجہ صاحب کے قلم سے نہیں نکلا قیمت صرف عہ علاوہ محصول

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسلام کا انجام

مصر کے شیخ المشائخ حضرت علامہ توفیق بکری کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے صوفی اسلام کے انجام کی نسبت کیسی فلسفیانہ مدبرانہ رائے رکھتے ہیں اور ان کے دماغ کا پایہ ہندوستانی مشائخ سے کتنا بلند ہے یہ کتاب بھی شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی اب دوبارہ چھپی ہے قیمت ۹ر

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

غدر دہلی کے افسانے باتصویر

یہ کتاب غم اور عبرت کی داستان ہے دہلی کے غدر ۱۸۵۷ء میں بیگمات اور شاہی خاندان پر جو مصیبتیں پڑیں ان کا سچا حال خود ان لوگوں کی زبانی سنکر حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مشہور طرز تحریر میں لکھا ہے اس کتاب کے دو حصے ہیں قیمت حصہ اول ۱۲ حصہ دوم ۶ر

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رسول کی عیدی

یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے جس میں سید المظلومین (حضرت امام حسین) کے خوش ہونے اور دینی محبت کے پیدا ہونے کی دعا ہوتی ہے کئی دفعہ چھپ چکی ہے عیدین اور عید میلاد کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرتے ہیں قیمت ۲ر

چاروں کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

۵۷

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

میلاد نامہ

معہ رسول نبیؐ

اردو زبان میں آجتک جسقدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں، یہ کتاب ان سب سے نرالی ہے اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی زیبائش سے قلمبند کرکے بچپن جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں، پھر ترجمہ الموسوم بہ رسول نبی میں رسالت سے لیکر وفات تک کے حالات ہیں گویا آنحضرت کی مختصر اور پوری سیرت اور سوانح عمری ہے آخر میں آپ کے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے۔

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بلا تکان پڑھتے چلے جاتے ہیں یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہے شائع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ پانسو سے زیادہ فروخت ہوگئی اور اب دوبارہ چھپی ہے اور وہ بھی قریب ختم ہے کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے قیمت عہ علاوہ محصول

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محرم نامہ

یہی وہ کتاب ہے جس کا غلغلہ شیعہ سنی دونو فرقوں میں پڑا ہوا ہے اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اشتہار دیکھکر سینکڑوں درخواستیں جمع ہوگئی تھیں، اور شائع ہوتے ہی چار دن میں ایک ہزار فروخت ہوگئی، محرم نامہ شیعہ سنی کی سب سے زیادہ مرغوب کتاب ہے اس کی نسبت سنی علما اور شیعہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ ایسی صلح کل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی تھی جس میں آنحضرت کی وفات سے لیکر چاروں خلافتوں اور ان کے جھگڑوں کا اتنا صاف صاف اور سچا بیان ہوا اور پھر کسی فریق کو اختلاف کی گنجائش نہ ہو، ملک کے تمام مشہور لوگوں کے خط آرہے ہیں کہ محرم نامہ اردو کی بہترین کتاب ہے اور اس قابل ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں رہے تاکہ وہ اسلام کی ابتدائی سچی تاریخ سے خبردار ہو، وہ جھگڑوں کی حقیقت جان جائے، محرم نامہ میں کربلا کی دردناک لڑائی کا نقشہ ایسا لکھا ہے کہ ہر بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے پڑھنے والے اور سننے والے بے تابی سے تڑپ جاتے ہیں جنگ میں جنگ صفین کا پورا اور سچا حال محرم نامہ کے سوا کسی اردو کتاب میں نہیں ہے قیمت عہ

دونو کتابیں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگایئے

یہی وجہ ہے کہ پہاڑوں کے پرند سے اور بہت بلندی پر رہنے میں جاکر پہنچ کر مر جاتی ہیں۔ کیونکہ ہوا نہیں پہنچ سکتی۔

بچپن میں ہم سمجھتے تھے کہ ہوا درختوں کے سبب پیدا کرتی ہے۔ ان کے پتے ہلتے ہیں تب ہوا چلتی ہے۔ لیکن یہ ہمارا خیال غلط تھا۔

ہوا چلنے کا سبب تم اس طرح سمجھ سکتے ہو کہ ایک دیگچی میں تھوڑا پانی بھر کر چولہے پر رکھو۔ اسکے نیچے آگ جلاؤ۔ نیچے کا پانی اوپر، اوپر کا پانی نیچے ہوتا ہوا نظر آئے گا۔ معلوم ہوا کہ گرم ہو کر پانی اوپر کو چڑھتا ہے۔ اوپر کا پانی ٹھنڈا ہو کر نیچے آجاتا ہے۔ اور یہی حال ہوا کا ہے۔ زمین کو سورج گرم کرتا ہے۔ اسکی بھاپ[52] گرم ہو کر اوپر چڑھتی[53] ہے۔ اوپر کی بھاپ جو اسکی نسبت سرد ہے نیچے[54] آتی ہے۔ یہی الٹ پھیر ہوتا رہتا ہے۔ اسکو ہوا کا چلنا کہتے ہیں۔

جو بھاپ زمین سے اٹھتی ہے ہوا بنتی ہے۔ جو سمندر اور دریاؤں سے اٹھتی ہے بادل بنتی ہے۔ بعضے وہی بادل برستے ہیں، بعضے ہوا بن جاتے ہیں۔ بادلوں اور ہواؤں کا مواد ایک ہی بھاپ ہے۔ تازہ ہوا صحت کے لیے مفید ہے مگر زیادہ سرد اور زیادہ گرم مضر۔ ہوا کی خرابی سے موسمی بخار، چیچک، ہیضہ، وبا، طاعون، پیدا ہوتے ہیں۔ اور متعفن ہوا اور پانی میں مچھر اور مکھیاں بکثرت پھیلتی ہیں۔ اور متعدی بیماریوں کو پھیلاتی ہیں۔ مکانوں کی صفائی کرو اور دھونی جلانا اچھا ہے۔

ہواؤں کی قسمیں یہ عجیب بات ہے کہ عرب ایک خشک ریگستان ہے

---

[51] ہر نفس کہ فرو میرود ممد حیات است و چوں بر می آید مفرح ذات ۱۲ منہ [52] بھاپ کو عربی میں بخار کہتے ہیں ۱۲ منہ [53] اوپر چڑھنے کو عربی میں صعود کہتے ہیں ۱۲ منہ [54] نیچے آنے کو عربی میں ہبوط کہتے ہیں ۱۲ منہ

جہاں برسات اسقدر کم ہوتی ہے گویا نہیں ہوتی، لیکن ہوا کی وہ تمام قسمیں جو مختلف قسم کے بادلوں کے ساتھ چلتی ہیں۔ اور جو بارش کی خبر دیتی ہیں یا جو بارش کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ اُنکے نام عربی میں بکثرت ملتے ہیں ہم وہ نام سب کے سب نہیں لکھہ سکتے، مگر مشہور ہواؤں کے نام بتاتے ہیں:-

صبا "ہوا کی قسم ہے۔ معتدل، مفرح، آہستہ خرام، گشت پرور لیکن بادل اور برسات کیساتھ آنے والی ہے،

جنوب " اسکے مخالف ہو!

سموم " گرم ہواؤں کی ایک قسم ہے جو دن میں زیادہ اور رات کو کم چلتی ہے۔ ہندوستان میں اسکو "لو" سمجھیے!

خادم " ٹھنڈی ہواؤں کی نو قسموں سے ایک نہایت ہی سرد قسم کا نام ہے!

سہام " نہایت گرم لو کی لپٹ!

شمال " نہایت ٹھنڈی اور خنک ہوا!

نسیم " نہایت ہلکی اور غیر محسوس ہوا، جس سے پتے تک نہ ہلیں!

عاصفہ " دبور کی اقسام میں سے ایک نہایت شدید قسم کی آندھی ہے جو درختوں کی جڑوں کو ہلا دے، اور قوی سے قوی چیزوں کو توڑ دے۔ اِن امور سے خدا پہچانا جاتا ہے کہ واجب الوجود[1] اور حکیم قدیم ہی اسکی

---

[1] وجود کی عقلاً تین قسمیں ہیں:- ۱- جسکے ہونے نہ ہونے کو عقل یکساں تسلیم کرے۔ جیسے بادل آبھی سکتا ہے اور نہیں بھی آسکتا۔ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ ایسے وجود کو ممکن الوجود کہتے ہیں۔ ۲- جسکے ہونے کو عقل تسلیم نہ کر سکے یعنی اُسکا ہونا محال ہو۔ جیسے لوہے کے ٹھوس گولے کا پانی پر تیرنا یا پانی کا نیچے سے اونچائی کیطرف خود بخود بہنا یہ بالکل ممکن نہیں۔ انکو ممتنع الوجود کہتے ہیں۔ ۳- جسکا نہ ہونا عقلاً محال ہو۔ جب بارش ہوگی ابر کا نہ ہونا محال ہے

حکمت اور قدرت سے نظام جہان قائم ہے!

پہیلی ۱۳

ایک دولت ہے اسکا کیا کہنا خرچ کرنے سے اور بڑھتی ہے
چور کا کھٹکا ہو نہ رہزن کا تم جدھر جاؤ ساتھ دیتی ہے
باندھی جاتی نہیں گرہ میں وہ اسکی صندوق اسینہ ہوتی ہے

حل۔ یہ پہیلی "علم" کی ہے!

پہیلی ۱۴

ہاتھوں کو بات کرتے دیکھا ہو آنکھوں کو بات سنتے دیکھا ہو
کان ہو، یا زبان ہو، دونوں اُن کو بیکار بیٹھے دیکھا ہے

حل۔ یہ پہیلی "لکھنے پڑھنے" کی ہے!

تشریح۔ ہاتھ سے لکھا جاتا ہے۔ آنکھ سے پڑھا جاتا ہو، نہ زبان ہلاؤ نہ کان لگاؤ۔ یوں ہی بات کہتے جاؤ (یعنی حال لکھتے جاؤ) اور لکھے ہوئے حال سنتے جاؤ (یعنی دیکھتے اور سمجھتے جاؤ) یہی وجہ ہے کہ خط کو آدھی ملاقات کہتے ہیں[1]، گویا منہ نہ دیکھا پر حال اُسکی زبانی سن لیا۔ اگر خط کے ساتھ تصویر بھی بھیجی جائے تو آدھی ملاقات کی کہاوت پہیلی ہو جائے، اور پوری ملاقات کا لطف آجائے!

پہیلی ۱۵

---

[1] عربی مثل ہے۔ "المراسلہ نصف المواصلہ" ۱۲ منہ۔

ایک صفت بارہ خانے ہیں — خانے خانے میں تیس والے ہیں
اور قیمت ہر ایک دستے کی — پوچھتے کیا ہو بارہ آنے ہیں

حل - یہ پہیلی برس دن کی ہے!

تشریح - ایک برس بارہ مہینے کا، ایک مہینہ تیس دن کا، ایک دن بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے!

پہیلی ۱۶

میوہ کڑوہ ہے، اور بدبو دار — سب کا سب وہ حرام ہوتا ہے
کھانے میں پاک اور میٹھا ہے — بلکہ دنیا میں نام ہوتا ہے

حل - یہ پہیلی غصے کی ہے!

تشریح - غصے کا نتیجہ فتنہ، فساد، دشمنی، لڑنا، گالیاں دینا، فحش بکنا ہے۔ اسی وجہ سے اس میں بدبو ہے، کڑوا، اسلیئے کہ گلا سوکھ جاتا ہے، تالو اور حلق میں تلخی محسوس ہوتی ہے اور منہ بنایا جاتا ہے[1]، حرام اس واسطے کہ مار بیٹھتا ہے۔ مشہور کہاوت ہے :-

"دیکھو غصہ حرام ہوتا ہے"

پی جانا حلال ہے اور نیک نامی ہوتی ہے، سمندر سے اوچھل کر نکل آنا کوئی بڑی بات نہیں۔ آگ میں کود کر سلامت بچ جانا بھی مشکل نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ آدمی غصے کو ضبط کرلے!

غصے کا علاج | غصے کے وقت ٹھنڈے پانی کے چار پانچ گھونٹ پینا اور لاحول پڑھنا، اور خدا کے حلم و عفو پر نظر کرنا بہترین علاج ہے!

[1] لغت میں غصے کے معنی ہیں "اندوہ گلوگیر" دیکھو بحر الجواہر ۱۲ منہ

عقائد سعادتمند بچو! اچھے اور نیک کاموں کا حکم کرنا[۵۱] اور بُرائی سے روکنا[۵۲] ہر مسلمان پر واجب ہے، لیکن اس طریقہ سے کہ فتنہ و فساد نہ اُٹھے بلکہ اُسکے قبول کیے جانے کا گمان غالب ہو، اور غصہ تک نوبت نہ پہنچے،

پہیلی ۱۷

کون ہے وہ درخت میوہ دار | جسکی کوئی بھی شئے نہیں بیکار
لکڑی ہو، میوہ ہو کہ گٹھلی ہو | شاخ ہو، ریشہ ہو کہ برگ و بار
موقع موقع پہ کام آتے ہیں | جانتے ہیں اسے اولوالابصار
گر ثمر سے اڑاؤ اک نقطہ | راز کھل جائے گا ابھی اسے یار

حل۔ یہ پہیلی کھجور کے درخت کی ہے!

تشریح۔ اسکا بور، دواؤں میں کام آتا ہے۔ پھل انسان خود کھاتا ہے گٹھلیاں، اونٹ کے لیے بہت مقوی غذا ہے، لکڑی عمارتوں کے کام آتی ہے شاخوں کی باڑ لگتی ہے، چھلکوں کی رسیاں اور پتوں کے پنکھے بنتے ہیں، پہیلی میں یہ اشارہ بھی دیا گیا ہے کہ ثمر کا ایک نقطہ اڑا دو تو تمر کا لفظ بنجائے گا اور تمر سوکھی کھجور کو کہتے ہیں اور تازہ کو رطب،

پہیلی ۱۸

چبھوکر، جو نشتر گیا، وہ گیا | کہاں جاکے پکڑوں نہیں نقش پا

حل۔ یہ پہیلی مچھر کی ہے!

---

۵۱ حکم کرنے کو اصطلاح شرعی میں "امر بالمعروف" کہتے ہیں ۱۲ منہ
۵۲ روکنے کو اصطلاح شرعی میں "نہی عن المنکر" کہتے ہیں ۱۲ منہ

تشریح۔ مچھر کی کاٹ ایسی ہوتی ہے۔ جیسے نشتر چبھے۔ اور بجز بھنبھناہٹ کے اسکا سراغ نہیں ملتا!

ڈاکٹروں اور پروفیسروں کی تحقیق میں ثابت ہوا ہے کہ موسمی بخار[1] مچھروں کے کاٹنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان خبیثوں کے ذریعہ تندرست اشخاص کے جسموں میں متعدی امراض کا زہر داخل ہوکر بیماری کا سبب بنتی ہے۔ اور عاقرقرحے کی دھونی مچھروں[2] کے خارج کرنے میں نہایت مجرب ہے۔

مکھیاں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ گھر کی معمولی مکھیاں سخت خطرناک چیزیں ہیں یہی ہوائی سیاح ہیں جو ایک شخص کی بیماری دوسرے تک لیجاتی ہیں اور اسلیئے اسقدر حقیر نہیں ہیں جسقدر کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مکھی اپنے پاؤں کو مریض مقامات میں آلودہ کرکے بیماری کے کیڑے اپنے ساتھ لے لیتی ہے۔ اور غذا کی تلاش میں اُڑتی ہے۔ بیماری کے کیڑے بکثرت اسکے پاؤں میں لپٹے ہوتے ہیں، پھر وہ دودھ کے جگ میں، چائے کی پیالی میں، روٹی کے ٹکڑے پر اور ہر طرح کی غذاؤں اور انسانی جسم و اعضا پر آکر بیٹھتی ہے اور سیکڑوں کیڑوں کو پھیلا دیتی ہے، جو فوراً اپنا کام شروع کردیتے ہیں[3]۔ پھوڑوں، پھنسیوں اور زخموں پر اسکا بیٹھنا بہت مضر ہے۔ ایک بہت بڑا اصولی نکتہ یہ ہے کہ مکان کو ہر وقت صاف رکھا جائے۔ اور کھانے کی ہر چیز ہر حال میں ڈھانک کے اور بند کرکے رکھنی چاہیئے، اگر ہم لوگ اپنے گھر کو پاک صاف رکھیں تو ہمارے بچے بھی

---

[1] موسمی بخار کو انگریزی میں ملیریا کہتے ہیں ۱۲ منہ

[2] فارسی ضرب المثل ہے کہ "از بستن پائے پشہ چہ کشاید" لیکن آج یہ مثال جھوٹی ثابت ہوگئی ہے۔ مچھروں کے مارنے اور نکالنے میں بڑے بڑے فائدے ہیں ۱۲ منہ

[3] عام طور پر یہ مثل مشہور ہے کہ "دیکھتی آنکھوں مکھی نہیں نگلی جاتی" مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دیکھتی آنکھوں مکھیوں کی لائی ہوئی غلاظت بلا تکلف کھالی جاتی ہے ۱۲ منہ

صحت اچھی رہے گی، گرمی میں جو بیماریاں بکثرت ہوتی ہیں، بالکل نہ ہونگی گھر کا ہر فرد چین اور سکھ کی نیند سوئے گا اور خوشی کی زندگی بسر کرے گا، خدا اور اُسکے بندے، دونوں کیخدمت صرف تندرست آدمی ہی کرسکتاہے۔

اسلامی ہدایات آج جبکہ علوم کی انتہائی ترقی سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اپنے کو مچھروں سے، اور غذا کو مکھیوں سے بچانا چاہیئے تو اُس تعلیم اسلامی کو بھی یاد کرلینا چاہیئے کہ "خدا ستھرے رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے" اور تاکید کیگئی ہے کہ "غذا کو ڈھانک کر رکھا کرو"۔ اور کوئی چیز کھانے کی کھلی نہ رکھو۔

عبرت طاعون کے مادے، یا جراثیم "پسو" کے ذریعہ جسم انسان میں داخل ہوتے ہیں، اور وبا مکھیوں سے پھیلتی ہے، اور موسمی تپ مچھروں کے ڈنک سے چڑھتا ہے، یہ چھوٹے چھوٹے حشرات الارض ہی انسان کے گھمنڈ کو کچل دینے کے لیئے بس کرتے ہیں، سرکش انسان کی سرکوبی کے لئے خدا کی حکمت و قدرت ہر وقت تیار ہے۔ کاش انسان کچھ سوچے!

پہیلی ۱۹

نہ جبتک اٹھاؤ اُٹھیگا نہیں ۔۔۔ نہ جبتک چلاؤ چلیگا نہیں
بنا کے قدم سر کو دوڑا کرے ۔۔۔ اسی طرح وہ نقش چھوڑا کرے

حل۔ یہ پہیلی قلم کی ہے!

پہیلی ۲۰

پانی پیتی ہے آگ کھاتی ہے ۔۔۔ چیخ اُٹھتی ہے چل نکلتی ہے
دُھواں مُنہ سے نکلے رہ رہکر ۔۔۔ وہ پس جائے سامنے آکر

عل - یہ پہیلی "ریل" کی ہے!

تشریح - تم جانتے ہو! پانی کو جوش دینے سے بھاپ نکلتی ہے۔ اِس بھاپ کو بند کرلو تو طاقت کو بڑھا دیتی ہے، تم نے ہانڈی کو اُبلتے دیکھا ہوگا! کہ بھاپ کے زور سے سرپوش اُڑ کے دور جا پڑتا ہے۔ اگر یہ نہ اُٹھتا اور بھاپ بند رہتی تو اسی بھاپ کا زور ہانڈی اُلٹ دیتا، پس اِس بھاپ کو بند کرکے ایک سرے سے دُھواں نکلنے کی جگہ رکھتے ہیں اُسیکے زور سے ریل چلتی ہے، اور دُھواں بھی نکلتا جاتا ہے

خدا کی قدرت انسان میں خداتعالیٰ نے بڑی بڑی طاقتیں رکھی ہیں۔ زمین کے جسم کو چھید اور چھیلکر سامانِ غذا پیدا کرتا، اور فرشِ زمین پر انبار لگا دیتا ہے زمین کے دل و جگر کو کھود کھود کر پانی نکالتا اور بہاتا ہے، پہاڑوں کے پیٹ چیر چیر کر سونا، چاندی، جواہر نکالتا اور دنیا کو سجاتا ہے، سمندروں سے مروارید بے بسد، مرجان سی دولت چھین کر سطح زمین پر دُکان لگا لیتا ہے، درندے چرندے پرندے، سب اسکے حکم میں آجاتے ہیں۔ پانی۔ ہوا۔ آگ۔ خاک۔ اسکے آگے سر جھکا دیتی ہیں۔ دھوئیں اور بھاپ کی باگ اپنے ہاتھ میں کرلیتا ہے۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر اسکا کیا علاج کہ جب انسان کو مصیبت پڑتی ہے تو یہی انسان جو سب پر غالب اور حکمران تھا صرف رونا جانتا ہے۔ درد دکھ نہیں مٹا سکتا اور اقرارِ بیچارگی کے سوا اسکے لیئے کچھ بن نہیں آتا۔ یہی باتیں ہیں جنسے خدا کو

---

۵۱ بھاپ کو انگریزی میں "اسٹیم" عربی میں بخار کہتے ہیں۔ جس کی جمع ہے۔ ابخرہ سمندروں میں جہاز خشکیوں میں ریل اور کارخانوں میں مشینیں اسی سے چلتی ہیں ۱۲ منہ

۵۲ دھوئیں کو انگریزی میں گیس۔ فارسی میں دود۔ عربی میں دخان کہتے ہیں۔ جس کی جمع ہے "ادخنہ" ہوائی جہاز میں جس کو عربی میں غبارہ کہتے ہیں۔ یہی گیس بھرا جاتا ہے ۱۲ منہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۳

دنیا کی آزادی میں عالم جہانی صرف معنوی مشرب درکار ہے

نظام المشائخ

روحانی شراب کے میکدہ کا متوالا پیغام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک انوار مجموعہ

جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب مخدوم زادہ حضرت سلطان

نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی پابندی

وقت کے ساتھ ہر مہینہ کی ... تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی ...

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

درویش بک ڈپو

تصنیفات مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی

[illegible]	قیمت فی جلد	مختصر کیفیت
میلا[illegible] رسول عربی	ایک روپیہ	مجالس میلاد میں پڑھنے کے لائق آنحضرت کی دلچسپ اور پوری سوانحعمری
محـ[illegible] نامہ	ایک روپیہ	محرم میں اُلٹے سیدھے شہادت ناموں کی بجائے اب اسے منایا جاتا ہے اور معمولی دنوں میں بھی بے حد بکتا ہے۔
یزید نامہ	سوا روپیہ	شہادت سیدنا امام حسین کے بعد جو کچھ ہوا اسکا تفصیلی اور نہایت موثر بیان
روزنامچہ سفر شام و حجاز با تصویر	تین روپے	حضرت خواجہ صاحب کا بے نظیر سفرنامہ ایسا پر لطف کہ کہیں دیکھنے میں آیا ہوگا
روزنامچہ سفر شام و حجاز بے تصویر	ڈیڑھ روپیہ	ایضاً
روزنامچہ ہند	آٹھ آنے	حضرت خواجہ صاحب کے سفر ہندوستان کے حالات
سی پارہ دل	ڈیڑھ روپیہ	حضرت خواجہ صاحب کے تمام مضامین کا مجموعہ
انتخاب توحید	ایک روپیہ	حضرت خواجہ صاحب کے صرف سیاسی یا مذہبی مضامین کا مجموعہ
کرم موت	ایک روپیہ	وہ عبرتناک مضامین جنہیں دیکھکر موت یاد آتی ہے۔
کرشن بیتی با تصویر	دو روپے	سری کرشن جی کے واقعات حیات
بیوی کی تعلیم	بارہ آنے	عورتوں کے لیے دینی و دنیاوی معلومات
اعمال حزب البحر	آٹھ آنے	حزب البحر کے اعمال کے متعلق اس پیرائے میں آجتک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔
قبروں کے غیبی نوشتے	آٹھ آنے	رسول اللہ اصحاب، ائمہ اور مصنف کے مزارات کے خیالی کتبے
شیخ سنوسی	پانچ آنے	شیخ سنوسی اور ان کے خلفا کی پیشین گوئیاں۔
اتالیق خطوط نویسی	دس آنے	مشاہیر مسلمانان ہند کے مفید خطوط جن سے اچھا خط لکھنا آجاتا ہے۔
اردو دعائیں	چھ آنے	ہر وقت و ہر ضرورت کی دعائیں۔
اسرار	پانچ آنے	مطلب نام سے ظاہر ہے
اسلام کا انجام	چھ آنے	ایضاً

تمام کتابیں مینیجر رسالہ نظام المشائخ و اخبار خطیب دہلی سے منگائیے

۷۸۶

نظام المشائخ

جلد ۱۹ | بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ ہجری النبوی | نمبر ۶

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	شمارہ
۳	جناب شہزادہ محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے	طوفان نوح	۱
۱۳	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب رہتکی	انسانی قربانی کا فدیہ	۲
۳۶	جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی	حضرت اسامہ بن زیدؓ	۳
۳۹	مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	الکوثر	۴
۴۳	مصور غم علامہ راشد الخیری دہلوی	منازل ترقی	۵
۵۲	خان بہادر جناب محمد مزمل اللہ خاں صاحب علیگڑھ	حزن مسلمین ہستی	۶
۵۳	جناب مولانا عزیز مخدومی امرتسری	نغمۂ عید	۷
۵۴	جناب مولوی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم حیدرآبادی	لٹکا	۸
۵۵	(۱) جناب یاسط بدایونی (۲) جناب تپش خورجوی	تازہ غزلیں	۹

یارانِ نظام المشائخ

توسیع اشاعت

گزشتہ ماہ میں جن حضرات نے نظام المشائخ کی خریداری قبول فرمائی۔ اُنکے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ درج ذیل کیے جاتے ہیں:

واسطی

جناب محمد شریف الدین صاحب داگر ناندیڑ
جناب غلام حیدر خاں صاحب محتوستہ نگر
جناب محمد عالم صاحب بیجاپور
جناب ابو الحامد سید محمد حسین صاحب بلارم (دکن)
جناب محمد فاضل خانصاحب سیڑھک
جناب ایم عبد المجید صاحب مدراس
جناب حافظ سید عبد الکریم صاحب بہاری
جناب شیخ اسمٰعیل صاحب انجنیر اعلیٰ (بہار)
جناب مرزا غلام علی خانصاحب بیدار مشہادریاض
جناب سید ابو اللیث صاحب لاتور
جناب محمد سلیمان صاحب جالنہ (دکن)
جناب محمد حسن صاحب مخلسرائے
جناب سید حسین صاحب بیڈ عثمان آباد

جناب خواجہ عبد القادر صاحب سیٹھ اگر گڑھی حبیب اللہ
جناب شاہ سید کریم اللہ صاحب چشتی القادری مدرس تربیت البلدی
جناب کپتان محمد عبد الکریم خانصاحب بلارم (دکن)
جناب خواجہ غلام صادق صاحب امرتسر
جناب محمد عبد الرحمن صاحب عباسی مدرس دین آباد
جناب محمد عبد اللطیف صاحب اوورسیر نلدرگ
جناب چودہری تصدق حسین صاحب چک ۱۰۹ جنوبی
جناب تاج میاں ولی میاں صاحب قریشی بہاؤنگر
جناب شیخ محمد رمضان صاحب گمرونہ
جناب احمد بخش صاحب میانوالی
جناب الطاف حسین صاحب بسولی
جناب قاضی علی محمد صاحب پنشنر تحصیلدار عیسیٰ خیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

طوفان نوح

نتیجہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

تاریخ اپنا سبق دوہراتی آئی ہے اور دوہراتی رہے گی علت ومعلول کا سلسلہ واقعات عالم میں برابر جاری ہے۔ اور جاری رہے گا۔ ہم دیکھتے آئے ہیں کہ

(۱) کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کی قوم نے اُسکو جھٹلایا نہو۔

(۲) کوئی امت ایسی نہیں پیدا ہوئی جس نے اپنے مبعوث وقت کی ٹھنڈے دل سے بلا مخالفت و مزاحمت پیروی کی ہو۔

(۳) کوئی مخالفت بغیر عذاب کے ختم نہیں ہوئی۔

جب حضرت شیث ؑ کی اولاد نے (جو بوجہ خدا پرستی کے اُس زمانے کی تہذیب کلام کے مطابق خدا کے بیٹے کہلاتے تھے) قابیل کی اولاد کی بیٹیاں لیں۔ جن میں اخلاقی کمزوری اپنے جد قابیل سے آئی تھی۔ تو حریت یعنی اسلام کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور حضرت نوح ؑ کی امت میں شرک و فساد و شرارت کی گرم بازاری ہو گئی۔ حضرت نوح ؑ کا مشن دیگر انبیائے علیہم السلام کی طرح یہی تھا کہ بت پرستی کو منع کریں۔ افعال ذمیمہ سے بندگان خدا کو بچائیں اُس زمانے کی طویل عمروں کا ایجاد و اختراع۔ خیالات کی پختگی۔ کثیر الاولادی۔ تربیت اولاد حسب منشاء۔ وغیرہ وغیرہ بقاء دنیاوی پر (بشرطیکہ طوالت عمر) خاص اثر ہونا چاہیئے۔ غرض یہ کہ ایک عجیب و غریب قسم کی اُمت سے حضرت نوح علیہ السلام کو سابقہ پڑا تھا۔ چھ سو برس کے وعظ و پند کی مختصر تاریخ یہی ہے کہ ادھر اُن سے خدا پرستی پر اصرار تھا اُدھر سے انکار تھا۔ اِدھر سے اخلاق ذمیمہ کی مذمت نہایت پرزور الفاظ میں ایک طاہر طبیعت کی طرف سے ہو رہی تھی اُدھر سے فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ "گمراہی میں" "قدم عشق بیشتر بہتر" کا مصداق تھا۔ دونوں فریق صدیوں اپنے کام میں لگے رہے۔ آخر قوم نے اجتماعی انکار اپنا شیوہ بنایا۔ اس سچے ہمدرد کی آواز پر کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اُس سے منہ چھپایا۔ اور کترا کر نکلنا شروع کر دیا۔ پتھر مارنے کی دھمکیاں دیں۔ ممکن ہے کہ کچھ ایذائیں بھی دی ہوں جس طرح آپ کے بعد حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت لوطؑ حضرت صالحؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت زکریاؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ و حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ لیکن حضرت نوحؑ کے تذکرے میں صراحتاً ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہ تو پرانے قصے ہوئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ قطع نظر دوسری اقوام

جو ترقی و تہذیب کے نشہ میں خدا کو بھول گئے ہیں۔ ہمارا کیا حال ہے ہم جو دعوے اسلام کرتے ہیں۔ خدا کو مانتے ہیں۔ رسولؐ کی رسالت کے قائل ہیں۔ قرآن کو کتاب الٰہی جانتے ہیں۔ اُس پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم میں اور اُمت نوحؑ میں مشابہت اور مباینت کسقدر ہے۔ اُن کی حالت تو آپ نے پہلے ہی سُنی تھی۔ کچھ ان سطور میں بھی پڑھ لی۔ اپنی حالت کو دیکھ لیجئے۔ جو نظروں کے سامنے ہی ہے اور وہ یہ ہے:-

(۱) بدعقیدتی عام ہے۔

(۲) اعمال شرعیہ (فرض و سنت و مستحبات) کو ہم ترک کرتے جاتے ہیں۔

(۳) تقلید معاشرت یورپ نہایت بے بصیرتی کے ساتھ ہو رہی ہے۔

(۴) قومیت کا احساس مفقود ہے۔

(۵) دوسری قوموں کے مقابلہ میں اپنی ذلت اور پس پائی کا احساس ہم کو بالکل نہیں ہے۔

(۶) اجتماعی حالت پیدا کرنے اور اُسے قوم کی بہبود میں صرف کرنے کا مادہ ہم میں سے مفقود ہو گیا ہے۔

(۷) جہاں مذہب ہے وہاں معیشت مذہبی ہے۔ سپرٹ مذہبی نہیں ہے اگر ہے تو کمزور ہے۔

(۸) اقتصادی حالت پر افراد قوم کی کوئی توجہ نہیں ہے۔

(۹) اخلاق ردیہ جو مفلسی اور ذلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ ہم میں موجود نہیں ہے۔

(۱۰) ہمارے لیڈر اکثر خود غرض۔ قوم کا مفاد فروخت کرکے ذاتی بہبود خریدنے والے۔ اور قوم کُش ہیں۔

اور اسی قسم کی بے انتہا کمزوریاں ہیں جو قومیت کی موت کے واسطے کافی اور یقینی ہیں۔ قوم مشتق ہے قیام سے۔ جس گروہ میں اپنے آپ کھڑے ہونیکا مادّہ نہیں وہ قوم کے لفظ کا مستحق نہیں ہے۔ ہم اگر قوم بمعنی مجموعہ افراد ہیں بھی تو ایک گرا ہوا۔ اُٹھائے سے نہ اُٹھنے والا۔ جگائے سے نہ جاگنے والا مجموعہ افراد ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باستثنا اس ایک امر کے کہ ہم کو اپنے نبیؐ سے انکار نہیں۔ باقی تمام خرابیوں میں ہم امت نوحؑ سے بیس پائے اور عیوب میں اُن سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اسلیئے ہم کو تاریخ کے سبق کے دہرائے جانے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ نبیؐ کے طفیل ہم پر عذاب قہری تو نازل نہیں ہوتا۔ نہ آگ برستی ہے۔ نہ پتھر برستے ہیں۔ نہ مسخ صورت ہوتا ہے۔ نہ طوفان پانی یا ہوا کا آتا ہے لیکن ایک دھیما عذاب۔ خدا فراموشی۔ ذلت۔ فلاکت اور قومیت کی موت کا ہم پر برابر نازل ہو رہا ہے۔ اُن پر عذاب یکلخت نازل ہوا تھا۔ ہم پر آہستہ آہستہ ہو رہا ہے۔ گویا وہ ہیضہ یا طاعون سے مرتے تھے ہم تپ دق سے مرینگے۔

اس عظیم الشان خطرہ کی وجوہات ایسی ہی بدیہی ہیں جیسا کہ یہ خطرہ ظاہر و باہر ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جو عضو بیکار رکھا جائے وہ بیکار ہو جاتا ہے۔ ہاتھ سے کام نہ لیا جائے تو ہاتھ خشک ہو جائے گا۔ دماغ سے کام نہ لیا جائے تو دماغ بے کار ہو جائے گا۔ اسی طرح قوت عملی سے کام نہ لیا جائے تو یہ قوت معطل ہو جائے گی۔ اسکا معطل ہونا اور زندگی کا بے کار ہونا ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ ضرورت اور اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قوت کو معطل نہ ہونے دیا جائے۔ اسکے واسطے ضرورت ہے ایک ایسی آواز کی جو اس قوت کو جگاتی رہے۔ ظاہر ہے کہ جگانے والی چیز وہی ہوگی جو

فرض کی فرضیت پوری طاقت کے ساتھ ظاہر کرے۔ ایسی چیز مسلمان کے واسطے کالعدم ہے جس میں نہ صحبت ہو نہ کوئی خاص لالچ ہو نہ شوق ہے نہ کسی انجام کا خیال ہی بلکہ وہ جگانے والا۔ وہ فرض کو فرض بتانے والا۔ وہ مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکنے والا۔ وہ ہمتوں میں بجلی کی رَو دوڑانے والا۔ وہ ہر اک کام میں صحتِ حقوق کو مقدم رکھنے والا۔ وہ اپنی مسیحیت کا ہمیشہ قائم رکھنے والا

وہ "قرآن پاک" ہے

اگر اس کتاب کی روحانی آواز پر ہم نے کان رکھا تو قوتِ عمل اپنا کام کرتی رہے گی۔ ورنہ بیکار تو ہو چکی ہے فقط مفقود ہو جانا باقی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس کتاب میں جو سب سے بڑا اور یقینی نوٹس ہم کو دیا گیا ہے اُسکی بھی ہم پرواہ نہیں کرتے۔ وہ یہ ہے کہ "موت کے آنے کا کسی کو علم نہیں۔ معلوم نہیں کہ کب آجائے اور کس سرزمین میں آئے۔ اس لیئے حیاتِ مستعار کو بیکار نہ جانے دینا چاہیئے۔ جو کچھ کرنا ہے کر لیا جائے۔ موت کے وقت سے انسان کو لاعلم رکھنے کی مصلحت ہی یہ تھی کہ جو کچھ کرنا ہو جلدی کرلے۔ اور یہ عقیدہ ہمتِ عمل کے واسطے اعلیٰ ترین محرک ہے۔

مگر اللہ رے ہماری میٹھی نیند۔ نہ قرآن جیسے ہادی ناطق کی آواز کان میں پہنچتی ہے۔ نہ موت جیسے ہادی ساکت کے سکوت سے خائف ہیں۔ جس پر تمام اعمال کا خاتمہ ہو جائے گا اور "لیبلوکم ایکم احسن عملاً" کا ورق اُسوقت لپٹ جائے گا۔ یہ دونوں ناطق و ساکت اُس ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم مقامی کر رہے ہیں جس کی صدا تمام دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ جگانے والی۔ مردہ دلوں میں روحانی زندگی پیدا کرنے والی۔

مقصد زندگی نہایت مطبوع رنگ میں بتانے والی۔ اور نہایت دلکش آواز سے خدا کی طرف بلانے والی تھی۔ اُسکی صحیح تعلیم کی مثال وہ نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے اُسکی رافت و رحمت کی آغوش میں پرورش پائی۔ جن کے قلوب احکام الٰہی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اور جن کی زندہ مثال نے دکھادیا تھا کہ ایمان و اسلام اِسکا نام ہے۔ یہ صحابہ کرام کی جماعت تھی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جو آیت نازل ہوتی تھی۔ وہ اِن کے قلوب منور تک اپنی پوری طاقت اور صحیح نشانہ کی طرح پہنچ جاتی تھی۔ جس طرح پگھلی ہوئی دھات پر ٹھپہ کا اثر ہوتا ہے اور ٹھنڈے ہونے پر قائم رہتا ہے۔ اس طرح وہ احکام الٰہی اور ارشادات رسول ؐ کو اپنے دل میں جگہ دیتے تھے۔ اُن سے نقش گیر ہوتے تھے۔ اور اُس نقش کو قائم رکھتے تھے۔ اُن کی قوت عمل اُسی نقش پر کام کرتی تھی اور اُن کے اعمال سے وہی نقش عالم ظہور میں ظاہر ہوتا تھا۔ اُنکے معیار میں کلام الٰہی سے زیادہ اہم واقعہ دنیا کے واقعات میں کوئی نہ تھا۔ صرف یہی اُنکو یاد رہتا تھا۔ اور سب کچھ بھول جاتے تھے۔ وہ اپنی زندگی کے واقعات جیب فراموشی کے حوالے کر دیتے تھے۔ اور قوتِ حافظہ کو حکم الٰہی کے لیئے اور اُسپر اپنے نفوس کو فدا کرنیکے لیئے مستعد رکھا کرتے تھے۔ فاقہ کشی۔ مصائب۔ ایذا جوان بچوں کی موت کا تعمیل حکم خدا اور رسول ؐ کے مقابلہ میں کوئی دیرپا اثر نہوتا تھا۔ اور اِس میں اُنکو وہ لذت حاصل ہوتی تھی جو ہر ایک لذت اور ہر ایک تکلیف پر غالب آتی تھی۔ عمر رضؓ اپنے جوان بیٹے کو حدِ شرعی کی نذر کرتے ہیں۔ علی رضؓ نماز کی نیت باندھتے ہیں۔ تیر زخم میں سے کھینچ لیا جاتا ہے جو کسی اور طرح نکلتا نہ تھا۔ اُس وقت اُنکو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ ابوبکر رضؓ کو افعی غار میں کاٹتا ہے۔ اور رسالت پناہ ؐ کا سر مبارک زانو پر رکھے ہوئے ہیں۔ پاؤں کے

بلاتے تک نہیں کہ مبادا حضورؐ بیدار ہو جائیں۔ عثمان غنیؓ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ حملہ آور اُن پر وار پر وار کیے جاتے ہیں زخم پر زخم لگا رہے ہیں۔ مگر وہ آنکھوں پر سے خون ہٹاتے جاتے ہیں۔ اور تلاوت میں مصروف ہیں۔ حسینؓ کربلا میں کھڑے ہیں۔ خود زخمی ہیں۔ اولاد و اقربا و اعزا و خدام اشقیا کی سفاکی کا شکار ہو کر خاک پر پڑے ہوئے ہیں۔ لاشیں سرد ہو چکی ہیں۔ بیویاں خیموں میں نوحہ زن ہیں۔ موت یقینی طور پر سامنے موجود ہے ایک دو ساعت کی زندگی باقی ہے۔ شیر خوار بچہ بھی تیر ظلم کا پانی پی چکا ہے تباہی و بربادی تمام خاندانِ رسالت کی آ پہنچی۔ مگر حسینؓ نماز کے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب کو زوال ہوا یا نہیں۔ ریگ تپاں پر تیمم کرتے ہیں۔ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ زخمی ہاتھ زخمی سر تک پہنچاتے ہیں۔ اور نماز کی نیت باندھتے ہیں۔ جل شانہ۔ کس شان کی نماز تھی۔ کوئی کیا نماز پڑھے گا جیسی حسینؓ نے پڑھی +

سبحان اللہ وبحمدہ صفحات تاریخ کی ورق گردانی کر جاؤ۔ ایسی طاقتور ایمان دار جماعت کوئی اور نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہی اور صرف یہی تھی کہ ان کے دلوں میں اور قرآن میں کوئی حجاب نہ تھا۔ تاثیر و تاثر میں کوئی درمیانی واسطہ نہ تھا۔ قلوب صحبتِ رسولؐ سے مستنیر تھے۔ اور روحیں یوم میثاق میں لبیک کہہ چکی تھیں۔ اس معاملہ میں مورخین یورپ کو انکار نہیں کہ جس چیز نے عرب کی کایا پلٹ دی تھی اور اس طاقتور اصول کی جماعت پیدا کر دی وہ یہی قرآن تھا منکرین تو یہ کہتے ہیں۔ مومنین کو کیا کہنا چاہیے کہتے تو وہ بھی یہی کچھ ہیں مگر اس طرح کہتے ہیں جیسے کوئی خواب میں یا بخار کے ہذیان میں کچھ کہہ رہا ہو۔ نہ آپ یاد رکھ سکتے ہیں نہ سننے والے پر کوئی اثر ہوتا ہے۔ ضرورت اور نہایت شدید

ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم بیدار رہیں اور بیداری کی حالت میں اس کتاب کو پڑھا ہیں۔

اے مسلمان بھائیو! تم قوم کے واسطے بیدار رہو۔ تعلیم کی اشاعت کے واسطے بیدار رہو۔ کالج اور دینی مدارس بنانے اور چلانے کے واسطے بیدار رہو۔ حکومت حاصل کرنے یا فلاکت دور کرنیکے لیئے بیدار رہو۔ اپنی ذلت سے باہر نکلنے اور دوسری قوم کی محتاجی سے بچنے کے واسطے بیدار رہو لیکن اس ایک کتاب کے واسطے بیدار ہو جاؤ۔ ساری بیداریاں خود پیدا ہو جائینگی اسکو دیکھو۔ پڑھو۔ سوچو۔ سمجھو۔ اسکی مداولت رکھو۔ یہ خود تم کو جگا دیگی۔ فرض کو فرض سمجھنے لگوگے۔ اُس سے قوت عمل پیدا ہوگی۔ قوتِ عمل جب افراد میں پیدا ہو جاتی ہے تو قوم میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی قوت ہے جسکی ہر سلطنت میں حکومت ہے اور ہمیشہ رہی ہے۔ دنیا میں خدا کی نائب یہی قوت ہے۔ اور اسی قوت کا بہترین اور پاکیزہ ترین نمونہ وہ ذات طاہر و مطہر تھی (روحی لہ فدا) جو تم کو جگانے آئی تھی۔ اور جاگتے رہنے کا نسخہ دے گئی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین)

اس جگانیوالے نے دکھا دیا تھا کہ جاگنا کس کو کہتے ہیں۔ بیداری کس حالت کا نام ہے نور رسالت کی روشنی میں اسکی آنکھیں بھی جاگتی رہیں۔ دل بھی جاگتا رہا۔ اور زبان اس خدا کی طرف بلاتے رہے جو لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم کی صفت سے متصف ہے۔ کیا اس جگانے والے کی امت کو سونا چاہیے؟

"وائے گر باشد ہمیں امروز من فردائے من"

یہی لیل و نہار ہیں اور یہی سنہ کا خمار ہے تو گویا اُس بیدار دل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہونیسے عملی انکار ہے۔ "النوم اخت الموت"۔ اسی نیند سے

مراد سمجھنی چاہیئے - یہی غفلت ہی جو قوم کی موت کا باعث بنے گی - اور یہی سبق ہے جو امت نوح ؑ کے انجام سے حاصل کرنا چاہیئے - نوح ؑ کی امت نے اپنے پیغمبر کی نہ سنی - ہم اپنے پیغمبر کی کون سی سن رہے ہیں - انکو انکار تھا - اب ہم میں بھی انکار شروع ہو گیا ہے - انکار ہی علامت طوفان کی ہے - خواہ وہ طوفان آگ کا آئے یا پانی کا - وہریت کا آئے یا خدا فراموشی کا - عقل پر آفت آئے یا روح پر ضرور کوئی زد ایسی آئے گی جس سے ہماری ہستی صوری یا معنوی معرض خطر میں آئے گی - اس لیئے ہوشیار ہو جاؤ - اس طوفان سے بچنا چاہو تو **محمد عربی** کی کشتی میں آجاؤ - وہ ہمارا نوح ہے - ہمارا ناخدا ہے - خدا کا حکم ہے کہ ہم اُس کی کشتی میں سوار ہوں - اور آنے والے طوفان سے محفوظ رہیں - اس حکم کا شکر بجا لاؤ - اور اپنے بال بچوں کو لیکر اس کشتی میں آجاؤ
قُوٓا اَنفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا ؕ

نوح ؑ کی کشتی چند نفوس کے واسطے تھی - اسلام کی کشتی تمام دُنیا کو دعوت دے رہی ہے - يُدۡخِلُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ - خدا رحیم ہے - ارحم الراحمین ہے - نبی رؤف و رحیم ہے - کشتی آیہ رحمت ہی - نوح ؑ نے نہ آنے والوں کو بد دعا دی تھی - ہمارا نوح ؑ سراسر آیہ رحمت ہے - رحمۃ للعالمین ہے ہم نے کانوں میں انگلیاں دے رکھی ہیں - مگر وہ بلاتے جاتا ہے - ہم اُس سے منہ پھیر کر اپنے اشغال میں مصروف ہیں - مگر وہ پکارے جاتا ہے کہ اے مسلمان باوہ غفلت لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم بالمؤمنین رؤف رحیم - میرے پاس آؤ - میری کشتی میں سوار ہو جاؤ - ہوا و ہوس کے جانوروں کے جوش سے میری کشتی میں تم کو ایذا نہیں پہنچا سکتے - تم ان سے محفوظ رہوگے - بد کاریوں کے حشرات الارض تم پہ غش نہیں کرسکینگے

عذاب الٰہی کی امواج سے بچے رہوگے۔ اُسکا غضب تم کو ہلاک نہ کرے گا۔ اور جب موت آئے گی تو جس طرح آل نوح کو سرسبز زمین ملی تھی اسیطرح تم کو ابدی سرسبزی جسکا نام جنت ہے حاصل ہوگی۔ اُسمیں تم ہمیشہ آرام سے رہوگے وہاں تم اُس نور مطلق کو دیکھوگے جسکو اِس زندگی میں نہیں دیکھ سکتے۔ تم اُس نور کو دیکھکر خوش رہوگے اور وہ نور تم سے خوش رہیگا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ آؤ اور اُسکے بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ اور راحت ابدی حاصل کرو۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ؛

والصلوٰۃ والسلام علی سید الانام داعی الاقوام والہ العظام وصحابۃ العزام واتباعہ الکرام حتی یدور اللیالی والایام والمؤمنین والمؤمنٰت برحمتک یا ارحم الراحمین ؛

محمد اشرف گورگانی

نذر حضرت خواجہ حسن نظامی زید اللہ فیوضہم

خواجہ من! وہ تعلقات جو پشتوں سے میرے بزرگوں کو آستانہ حضرت محبوب الٰہی رح کے ساتھ عطا ہوئے تھے۔ اور وہ عقیدت وارادت جو مجھکو اس دربار فیض آثار کے ساتھ ہے۔ وہ دلکشی و دلچسپی جو مجھے اُس شہر خموشاں سے ہے جو اُس مزار پُر انوار کے چار طرف بسا ہوا ہے۔ وہ دلفریبی جو میرے لیے اِس احاطہ کے سفید پتھروں میں ودیعت کی گئی ہے۔ وہ سرور چشم جو مجھکو اُس املی کے درخت سے ملتا ہے جو محبوب کے دروازے پر صدیوں سے دربانی کر رہی ہے۔ وہ لذت سماع جو مجھکو اُس املی پر رہنے والی فاختہ کی کوکو سے حاصل ہوتی ہے جسکا نغمہ سبحانک یامن ھو۔ یامن ھو ھو۔ یامن لیس الا ھو۔ بارہ مہینے جاری رہتا ہے۔ وہ وجدانی کیفیت جو اُس نسیم کوئے محبوب کے اہتزاز سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ یوماً فیوماً ترقی کرنے والی محبت جو مجھکو آپ کی ذات بابرکات ستودہ صفات سے ہے ان تمام رشتہ ہائے مستحکم سے آپ واقف ہیں اِن کمندوں کا اسیر اِس ناچیز ضمیمہ کو آپ کی نذر کرتا ہے ۵ تحفہ اقصر کہ آوردم بکف ؛ گر قبول افتد زہے عزوشرف + آپ کا بیت بسیرا آباد رہے۔ آپکے درویش خانہ میں صدائے الا الٰہ الا اللہ گونجتی رہے۔ آپ کی چٹکیاں اور گدگدیاں ہنستوں کو رلاتی۔ روتوں کو ہنساتی اور سوتوں کو جگاتی رہیں۔ آپ شریعت وطریقت کی خدمت میں ثابت قدم رہیں۔ طوفان علائق میں آپ کی کشتی تیرتی رہے۔ شکاں کشتی امن میں رہیں۔ آمین۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر دربار میں آئے ؛

عاصی مجرم عصیان
محمد اشرف گورگانی

باب

انسانی قربانی کا فدیہ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۝ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۝ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

(وَالصّٰفّٰت ع ۳ پ ۲۳)

جب حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ساتھ چلنے پھرنے لگے تو ایک دن حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمکو ذبح کر رہا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے انشاء اللہ آپ مجکو بھی صابر ہی پائیں گے۔ پھر جب دونوں تعمیل حکم پر آمادہ ہو گئے۔ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے بل زمین پر پچھاڑ دیا تو ہم نے پکار کر ابراہیمؑ سے کہا کہ اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اب ہم تمکو بڑے بڑے مراتب عطا کرینگے جیسا کہ نیک بندوں کو ہم بدلا دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ بہت بڑی آزمایش تھی۔ اور ہم نے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا اور آنیوالی امتوں میں انکا ذکر خیر باقی رکھا ابراہیم پر سلام ہے ہم نیک بندوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ بیشک ابراہیم

ان آیات بینات کی تفسیر و شان نزول کی تلاش و جستجو میں جب کتب تفاسیر کی سیر کیجاتی ہے۔ نیز کتب سماویہ اور دیگر مذاہب عالم کے دستور و مسلمات قصص و حکایات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا یہ

مقدس دستور

صرف مسلمانوں میں تیرہ سو سال یعنی عہد اسلام ہی سے جاری نہیں ہے بلکہ قرناً بعد قرنٍ۔ نسلاً بعد نسلٍ ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر آج تک تقریباً دنیا کی ہر ایک شائستہ اور مہذب اقوام میں اسکا رواج چلا آتا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ (حج ع ۵ پ ۱۷)	ہر ایک قوم کے لیے ہم نے قربانی قرار دی تاکہ خدا نے جو اُن کو مویشی (چارپائے) دے رکھے ہیں۔ (قربانی کرتے وقت) اُن پر خدائے تعالیٰ کا نام لیں۔

بعض قوموں نے تو اسکو یہاں تک ترقی دی ہے کہ حیوانی قربانی سے گزر کر انسانی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ جیسا کہ ابھی ابھی آگے انشاء اللہ ہم بیان کرینگے۔

پس مشیت ایزدی کے موافق جب سیدنا حضرت آدم علیہ السلام جنت الماوٰے سے دار المحن دنیا میں تشریف لائے۔ اور آپ کی اولاد پھیلنی شروع ہوئی تو اُس وقت بجز آپ کی اولاد کے غیر مردوں اور عورتوں کا دنیا پر وجود نہ تھا۔ اِسلیئے ضرورتاً شادی کے لیئے یہ قانون مقرر کیا گیا کہ ایک بطن کی لڑکی دوسرے بطن کے لڑکے سے بیاہ دی جاتی تھی۔ اور یہ اختلاف بطن افتراق نسب کے قائم مقام سمجھا گیا۔ بدیں وجہ ہابیل کی شادی قابیل کی بہن اقلیمیا کے ساتھ اور قابیل کی شادی ہابیل کی بہن لیودا کے ساتھ ہونی قرار پائی۔

بی بی اقلیمیا

آپ ظاہری و باطنی جمال و کمال سے مزین و آراستہ تھیں۔ نہایت حسین خوبصورت تھیں۔ اور بی بی لیودا ہابیل کی بہن خوب صورتی و جمال میں اپنی بہن سے

کسی قدر کم تھیں ۔
اسلیئے حسن پرست قابیل کو یہ امر بیحد شاق و ناگوار گزرا کہ اسکی خوبصورت بہن ہابیل کے نکاح میں آئے ۔
اس نے اپنے والد سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کی کہ اقلیمیا میرے ساتھ ایک ہی بطن سے پیدا ہوئی ہے ۔ قدرتی طور پر خدا نے میرا جوڑا بنایا ہے ۔ یہ خوبصورت بھی ہے ۔ میری بہن بھی ہے ۔ میں ہی اسکا ہر طرح مستحق ہوں ۔ ہابیل کو کوئی حق نہیں کہ وہ میری شکیل و جمیل بہن کو حبالہ ازدواج و نکاح میں لاسکے ۔
حضرت آدم علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا کہ بیٹا ! بیشک اقلیمیا تمہاری بہن ہے ۔ اور تمہارے ساتھ ساتھ پیدا ہوئی ہے محض اسی احترام کی وجہ سے تو وہ تم پر حرام ہے ۔ تم اس سے شادی نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارا اقلیمیا سے شادی کرنا فرمان الٰہی کے سراسر خلاف ہے ۔
قابیل چونکہ ایک ضدی آدمی تھا ۔ باپ کی بات کو نہ مانا ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قطع حجت کے لیئے یہ فیصلہ کیا کہ تم دونوں نہایت فراخدلی کے ساتھ جو کچھ میسر ہوسکے ۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بطور قربانی پیش کرو ۔ اور نذر و نیاز گزرانو ۔ تم دونوں میں جس کی قربانی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں قبول ہو جائے گی ۔ اقلیمیا کی شادی میں اسی کے ساتھ کر دونگا ۔
حضرت آدم علیہ السلام کے حکم کے موافق دونوں نے قربانی و نیاز چڑھائی ۔ ہابیل نے اپنی قربانی میں نہایت خلوص دل اور نیک نیتی سے ایک نہایت اچھا موٹا تازہ دُنبہ ذبح کر کے خدا کی جناب میں پیش کیا ۔
قابیل نے تھوڑا سا ردی ناکارہ اناج وہ بھی نہایت بدطینتی اور تنگ دلی

کے ساتھ لا رکھا۔ اور نیت یہ رکھی کہ میری نذر و نیاز مقبول ہو یا نہ ہو میں چار و ناچار اقلیمیا ہی سے شادی کروں گا +

قربانی کے مقبول ہونے کی نشانی

اس زمانے میں یہ تھی کہ جس کی نذر و نیاز بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوجاتی۔ اُسے آسمان آلہی سے ایک سفید آگ آکر جلا دیتی اور خاکستر کر دیتی تھی +

ہابیل و قابیل حسب دستور اپنی اپنی نذر و نیاز ایک پہاڑ پر رکھ کر چلے آئے حسب معمول آسمان سے آگ نازل ہوئی اور حق شناس پاک باطن ہابیل کی۔

قربانی مقبول ہوگئی

اور قابیل کی نیاز اسی طرح بدستور پڑی رہی +

توریت کی کتاب پیدائش باب ۴۔ آیت ۴ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے ۴۰۰۴ برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے بحکم خدا قربانی کی رسم جاری کی۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ۚ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ (مائدہ ع ۵ پ ۶)	(اے حبیبؐ) اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے۔ جبکہ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی نیاز و قربانی پیش کی۔ ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہیں ہوئی اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں تجھکو ضرور مار ڈالونگا بھائی (ہابیل) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیزگاروں ہی [illegible]

غیر مذاہب کی قربانیاں

بعض قوموں کے رسم و رواج اور مذہبی مسلمات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے ہاں محض حیوانی قربانی ہی جائز نہیں بلکہ انسانی قربانی بھی داخل ثواب ہے ٭

چنانچہ جگن ناتھ جی کے رتھ کے پہیوں تلے دب کر مر جانا۔ کاشی جی میں آرے سے کٹ کر دم دیدینا۔ اور گنگا میں ڈوب جانا۔ مرے ہوئے شوہر کے ساتھ بیوی کا اپنے جذبات اور دلی خواہشات کو فنا کر کے ستی ہو جانا۔ نیز بعض حالات میں خاص خاص عورتوں کا زمین میں زندہ دفن کرنا۔ اور صرف اسکی گردن باہر رکھنا۔ اور کسی برہمن پنڈت کا اُس کی گردن مروڑنا۔ اور جس عورت کا بوجہ پیرانہ سالی اور ضعف کے خون ماہواری بند ہو گیا ہو۔ اُس کی قربانی کرنا باعث ثواب سمجھا گیا ہے ٭

عورتونکی قربانی

ستی کے پھل (ثواب) کی بابت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو استری اپنے مردہ شوہر کے ساتھ ستی ہو جاتی ہے۔ اول تو وہ اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچاتی ہے۔ پھر اپنے شوہر کو۔ پھر اپنے والدین۔ اور اپنے شوہر کے والدین کی تین تین پشتوں کو بخشواتی ہے۔ اور تین کروڑ پچاس لاکھ برس ستی شدہ عورت اِس عمل کے باعث سرگ (بہشت) میں رہیگی ٭

قدیم الایام میں عام طور سے دیوی اور دیوتاؤں پر انسانی قربانی ہوا کرتی تھی۔

بچوں کی قربانی

بچوں کا دیویوں کے مندر پہ چڑھانا ۔ نیز طرح طرح کی وحشیانہ اور ظالمانہ حرکات کرنا ۔ ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالنا پرانے قصص میں بیان کیا جاتا ہے جن کی بابت صاف طور سے کلام الٰہی میں شیطانی فعل ظاہر کرنیکے بعد سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے :-

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ط (انعام ع ۱۶ پ ۸)	اور اسی طرح بہتیرے مشرکین کو ان کے شریکوں نے انکے بچوں کو بھینٹ چڑھانا عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ ان کو ہلاکت میں ڈالدیں ۔ اور انکے دین کو ان پر مشتبہ کردیں ۔

اس سفاکی اور بے رحمی کی بابت دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ ط قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ٥ (انعام ع ۱۷ پ ۸)	بیشک وہ لوگ خسارے اور گھاٹے میں ہیں جنھوں نے بے وقوفی اور جہالت سے اپنے بچوں کو مار ڈالا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حلال رزق انکو دی تھی خدا پر جھوٹ بہتان باندھکر اپنے اوپر اسکو حرام کرلیا یہ لوگ بیشک بھٹک گئے اور سیدھے رستے پر آنیوالے نہیں تھے

لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا

زمانہ جاہلیت میں عار و ننگ کے خوف سے عرب کے کفار و مشرکین اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے ۔ اسی طرح ہندوستان کے راجپوت اور بعض اور قومیں لڑکیوں کے پیدا ہوتے ہی انکو مار ڈالتے تھے ۔ اور اس فعل کو اپنے لیئے قابل فخر اور باعث ثواب جانتے تھے چنانچہ کلام الٰہی میں اس واقعہ کی حسب ذیل الفاظ میں اطلاع دی ہے :-

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۔ جس دن اس لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی ہے پوچھا جائیگا کہ کس قصور کے بدلے ماری گئی ہے

(تکویر ع ۱ پ ۳۰) (تو یہ لوگ کچھ جواب نہ دے سکیں گے)

پس جن قوموں میں حیوانی قربانی ہی نہیں۔ بلکہ اشرف المخلوقات انسان کی قربانی کا رواج پایا جاتا ہے وہ مسلمانوں پر محض

حیوانی قربانی

کرنے پر کس منہ سے اعتراض کرسکتے ہیں ۔

حضرت نوح علیہ السلام ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اپنے وقتوں میں مختلف جانوروں کی قربانی کرنا کتب مقدسہ توریت وغیرہ سے ثابت ہے ۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا بائیس ہزار بیلوں اور ایک لاکھ بیس ہزار بھیڑوں کا قربانی کرنا توریت کتاب دوم تواریخ باب آیت ہ و ۵ سے ثابت ہے ۔ تمام قوم بنی اسرائیل کو سیدنا حضرت موسیٰ ؑ کی معرفت خداوند عالم کا

گائے کی قربانی

کی بابت حکم دینا توریت میں بکثرت پایا جاتا ہے ۔ اگر بغور دیکھا جائے تو بائیبل تمام کی تمام مسئلہ قربانی سے بھری پڑی ہے ۔

کلام الٰہی میں گائے کی قربانی کی بابت ارشاد فرمایا گیا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۚ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو ۔

(بقرہ ع ۸ پ ۱)

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کی بابت حکم دیتا ہے تاکہ یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسا نادان بن جاؤں۔ وہ بولے کہ اے موسیٰ! اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمکو اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ گائے کیسی ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ بچھیا۔ بیچ کی راس ہو۔ بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ۔

پس تمکو جو حکم دیا گیا ہے۔ اُسکو پورا کرو۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! تم اپنے پروردگار سے یہ عرض کرو کہ وہ ہمکو اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ کیسی گائے ہی۔ اور اس کا رنگ کیسا ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ گائے زرد رنگ ہے۔ اور اس کا رنگ خوب گہرا ہے۔ دیکھنے والوں کو وہ بھلی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ بولے کہ اللہ تعالیٰ سے اب کی مرتبہ اور دعا کیجئے کہ وہ گائے کس قسم کی گائے ہے۔ کیا کیا صفات رکھتی ہے۔ کیونکہ ہمکو تو اس قسم کی گائیوں میں شبہ پڑ گیا ہے۔ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا۔ اب خدا نے چاہا تو ہم اسکا ضرور پتہ پالیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ محنت برداشت کرنے والی گائے نہیں ہے جو زمین جوتتی ہو اور نہ وہ کھیتی ہی کو سینچتی ہے۔ صحیح سالم۔ اُس میں کسی قسم کا داغ دھبہ نہو۔ انہوں نے کہا کہ اب تم ٹھیک پتہ لائے پھر اُن لوگوں نے اس صفات کی آخرکار ایک گائے ذبح کی۔ اگرچہ ان سے توقع نہ تھی کہ وہ ایسا کرینگے۔ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔

انجیل مرجبہ

عہد جدید سے بھی قربانی ثابت ہے۔ انجیل متی باب ۵ آیت ۲۳-
صفحہ ۷- حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قول اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ کہ اگر تو قربانگاہ
میں اپنی نذر (قربانی) لیجاوے۔ اور وہاں تجھے یاد آوے کہ تیرا بھائی تجھ سے
ناراض ہے تو تو وہاں اپنی نذر قربان گاہ کے سامنے چھوڑ کر چلا جا۔ پہلے
اپنے بھائی سے میل کر۔ تب اپنی نذر گزران +

کتاب احبار باب ۲۲- آیت ۲۷ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب بیل
بچھڑا یا برہ یا حلوان پیدا ہو تو سات دن تک تو وہ اپنی ماں کے ساتھ ساتھ
رہے۔ اور پھر آٹھویں دن یا اس سے بڑھکر خداوند کی آگ کی قربانی کے لیے
مقبول ہوگا۔ (نیا پرانا عہدنامہ مطبوعہ قدیم صفحہ ۱۹۵) +

الغرض تمام امم سابقہ کی کتب مقدسہ میں گائے۔ بیل۔ اونٹ۔ دنبہ
بھیڑ بکری وغیرہ حلال جانوروں کی قربانی کا مذکور ہے +

عید الفطر و عید الاضحےٰ

تمام اہل اسلام سنی ہوں یا شیعہ۔ مقلد ہوں یا اہلحدیث۔ حنفی ہوں
یا شافعی۔ غرض لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائلین کے نزدیک
بالاتفاق یہ دونوں تیوہار مذہبی شعار میں داخل ہیں۔ اور انہی دونوں عظیم الشان
تیوہاروں کی وجہ سے اسلامی شان و شوکت۔ دبدبہ و وقار ظاہر ہوتا ہے +

جو عید رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو ہوتی ہے۔ اسکو عید الفطر
اور جو ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے اسکو عید الاضحےٰ کہتے ہیں +

عید۔ بالکسر ہر چہ باز آید۔ وجشن اہل اسلام (مس) یعنی خوشی اور جشن کا

روزہ جو بار بار آئے۔ چونکہ روز جشن ہر سال عود کرتا ہے۔ اور پھر پھر کر آتا ہے۔
اسلیئے عید کہا گیا ہے +

الفطر۔ روزہ کشائی۔ چونکہ شوال کا چاند دیکھتے ہی فرضی روزوں سے روزہ داروں کو رخصت و فرصت ملجاتی ہے۔ اس لیئے شوال کی عید کو عید الفطر کہتے ہیں +

ضُحی۔ اَضْحٰی۔ قربانی کرنا۔ یُقَالُ ضُحٰی فُلَانٌ بِشَاۃٍ اَوْ بَقَرَۃٍ مِّنَ الْاُضْحِیَۃِ۔ عرب میں یہ مثل کہی جاتی ہے۔ یعنی فلاں آدمی نے بکری یا گائے ذبح کی +

اضحیۃ۔ اس مادہ جانور کو کہتے ہیں جو ایام قربانی میں دسویں ذی الحجہ کو ذبح کی جائے +

الغرض دسویں ماہ ذی الحجہ والی عید کو عید اضحی یا عید الاضحی اسواسطے کہتے ہیں کہ اس میں قربانی کی جاتی ہے۔ اور اسکو

بقرعید

بھی کہتے ہیں۔ بقر کے معنی گائے کے ہیں۔ چونکہ اس عید میں گائے کی قربانی بھی ہوتی ہے۔ اور گائے کی قربانی میں سہولت بھی ہے۔ اور کم خرچ بھی ہے کیونکہ سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ اس لیئے محض اسی مناسبت کیوجہ سے بقر عید بھی کہنے لگے +

وعن ابن عباسؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحیٰ فاشترکنا فی البقرۃ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ سفر کیجانب میں تھے کہ بقر عید آگئی۔ تو گائے کی قربانی میں ہم سات

سبعۃ۔ (ترمذی شریف)	آدمی شریک ہوگئے۔
عن جابر قال نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ۔ (مسلم شریف)	حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عام حدیبیہ میں اونٹ کی سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی اسی طرح گائے میں بھی سات آدمی شریک ہوئے۔
وعن جابر ذبح رسول اللہ عن عائشۃ بقرۃ یوم النحر۔ (مسلم شریف)	حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہؓ کیطرف سے یوم نحر قربانی کے دن ایک گائے ذبح کی
وعنہ قال نحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بقرۃ فی حجتہ۔ (مسلم شریف)	انہی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کیطرف سے حجۃ الوداع میں ایک گائے ذبح کی۔

فضائل قربانی

حضرت زید بن ارقم صحابی رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دن صحابہ رضؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا شئے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم کی سنت ہے۔ پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس سے ہم کو کیا ثواب ملیگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر ایک بال کے بدلے میں ایک نیکی ملیگی۔ پھر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دنبوں بھیڑ وغیرہ کا اون کیا ثواب رکھتا ہے۔ سرور عالم نے جواب دیا کہ اون کے ہر ایک

رونگٹے کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ قال لکل شعرۃ من الصوف حسنۃ (ابن ماجہ)

وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم وانہ لیاتی یوم القیامۃ بقرونہا واشعارھا واظلافہا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع علی الارض فطیبوا بہا نفسا۔ (ترمذی شریف)

بی بی عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قربانی کے دن عملوں میں سے ابن آدم کا کوئی عمل خون بہانے سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں ہے اور قربانی کا جانور بیشک قیامت کے دن اپنے بالوں اور اپنے سینگوں اور اپنے کھروں سمیت میدان حشر میں آئیگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پیشتر ہی بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو جاتا ہے۔ پس قربانی کرکے اپنے نفسوں کو خوش کرو۔

خلاصۃ الکلام

قرآن شریف۔ احادیث نبویہ اور دیگر صحائف سے قربانی کا حکم روز روشن کیطرح واضح ہے۔ یہ مسلمانوں کی ایک عظیم الشان مذہبی رسم ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یادگار ہے جن کی سنت کی اتباع و پیروی کی ہمیں تاکید فرمائی گئی ہے ؎

براہ دنیا کاں پیشین ما \
کہ بودند پیغمبر دین ما

بصحف براہیم ایزد شناس \
کزاں ہست کیشم ہمیش یزداں سپاس

مسئلہ قربانی ہندوستان میں تمدن اسلام کا ایک بہت بڑا جز بنگیا ہے سلطان محمود غازی رح فاتح سومنات کے زمانہ سے لیکر آجتک بدستور جاری ہے

پس اگر مسلمانوں نے اس فرض مذہبی کے ادا کرنے میں تساہل کیا اور اسی طرح غیروں کیخاطر اپنے مذہبی شعار و جذبات کو نقصان پہنچاتے رہے تو یقیناً وہ اپنے سلف کی روح کو صدمہ پہنچاتے ہیں اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عتاب کے مورد بنتے ہیں کہ جو شخص قربانی کی وسعت رکھتا ہے پھر وہ قربانی نہیں کرتا تو وہ ہمارے ساتھ عیدگاہ میں نماز کے لیے شامل نہو۔

قارئین کرام! حضرت ابراہیم علیہ السلام اولی العزم جلیل القدر معصوم نبی نے اپنے بڑھاپے کی کمائی لخت جگر پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو قربان کر دینا چاہا۔ اور اپنے عزم راسخ اور استقلال کامل سے اس کڑے امتحان میں پوری کامیابی حاصل کی جسکے بدلہ میں اللہ تعالی نے حیوان قربانی کا بدلہ عطا فرمایا پس اے شیدائیان اسلام! رسول عربی پر قربان ہونیوالو بخدا تم سے بیٹوں کی قربانی نہیں چاہتا۔ وہ تو صرف سال بھر کے بعد ایک بکری، بھیڑ یا گائے اونٹ کا ساتواں حصہ طلب کرتا ہے فقط ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم والصلوٰۃ والسلام علی من قال سمنوا ضحایاکم فانہا علی الصراط مطایاکم۔

عبدالتواب (المولوی الفاضل)

چھم چھم بوندیں بادل کی

از مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

ایک چھوٹی سی کتاب

جسمیں نظم و نثر کے بیمثل مرقعے درج ہیں قیمت صرف ۲؍ علاوہ محصول ڈاک ملنے کا پتہ منیجر خطیب نظام المشائخ دہلی

حضرت اسامہؓ بن زید

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسب

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کنانی النسل عرب ہیں۔ آپکے پدر بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و معروف محبوب و متبنّیٰ حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیل تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کا اصلی نام برکت تھا۔ ابن سعد راوی ہیں کہ حضرت اسامہ اپنی والدہ محترمہ کو بہت زیادہ مانتے تھے مشکل سے مشکل حکم دیتیں۔ اور یہ دل و جان سے اسے بجالاتے۔ کہا جاتا ہے کہ عہد عثمانی میں کھجوروں کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ ایک ایک درخت کی قیمت ایک ہزار روپیہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتی تھی حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی زمانہ میں ایک درخت خریدا۔ اور خرید کر اُسے ڈھا دیا لوگوں نے کہا کہ ایسی گرانی کے زمانے میں آپنے یہ کیا کیا۔ اُسپر بولے کہ میری والدہ نے جمار[1] کھانے کی خواہش ظاہر کی تھی فقط اس حکم کو بجالانے کیلئے میں نے درخت خریدا۔ اور کھود کر اُس سے جمار (گابھا جا) نکالا اور اُن کو دیا کیونکہ میرا قاعدہ ہے کہ وہ جو چیز مجھ سے مانگتی ہیں۔ اگر مجھ میں اسکی قدرت ہوتی ہے تو ضرور دیتا ہوں[2]

[1] کھجور تاڑ ناریل وغیرہ درختوں کے پتوں میں پھلنگ کے قریب قریب سفید پتوں کی تہیں ہوتی ہیں جو کھانے میں لذیذ ہوتی ہیں ہماری طرف انکو گابھ کہتے ہیں ۱۲ [2] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۴۸ ۱۲

سنہ و مقام ولادت

ہجرت سے تقریباً آٹھ برس پہلے آپ مکہ معظمہ کی زمین پاک میں پیدا ہوئے۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ اس وقت آپ کے والد مشرف باسلام ہو چکے تھے اور یہ آپکے لیے مایہ فخر تھا کہ اسلام ہی پر پیدا ہوئے۔ اسلام پر نشو و نما پائی اور اسی پر اپنے خدا سے جا ملے۔ گویا بچپن جوانی، بوڑھاپا کسی حال میں آپ پر کفر کا سایہ نہ پڑا تھا جس سے بہت کم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محفوظ تھے۔

مکہ معظمہ میں قیام اور یہاں سے ہجرت

آپکے ایام طفولیت کا کچھ حصہ مکہ معظمہ ہی میں گزرا۔ حتیٰ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو آپکے والد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپکو ساتھ لیکر مدینہ منورہ پہنچگئے، اور وہاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جا پڑے۔ چونکہ آپکے والد اور خود آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس لیے حضور ہی کے اہل و عیال کے ساتھ رہتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ :-

وکان عندہ کبعض اھلہ۔ اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض اہل بیت کی طرح رہتے تھے۔

آپ کی شادی اور بیویاں

چودہ برس کی عمر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح زینب بنت حنظلہ بن قسامہ کے ساتھ کر دیا۔ کچھ دن آپ اپنی بیوی کے ساتھ رہے پھر خدا جانے کیا ہوا کہ آپ نے اُن کو طلاق دے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکی خبر ملی تو مجمع صحابہ میں آپ نے اعلان فرمایا کہ : من دلہ صلے

سلہ طبقات ۱۲

الوضیعة المعقبین فانا صهرہٗ ۔ جو شخص اسامہ کی ہمنامی کسی خوب صورت شیریں آواز والی عورت کی طرف کرے گا تو میں اُسکا سمدھی ہونگا ۔

یعنی مقصد یہ تہا کہ جو شخص اپنی خوب صورت لڑکی سے اسامہ کی شادی کردے گا تو میں گویا اسامہ کی جانب سے لڑکی کا خسر ہونگا ۔

اِسکے بعد آپنے نعیم بن عبد اللہ النحام پر نظر امید ڈالی ۔ نعیم سمجھ گئے اور کھڑے ہوکر عرض کیا کہ حضور کا اشارہ میری طرف ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ! حضرت نعیم اٹھے اور نسبت منظور کرکے اپنی صاحب زادی کو حضرت اسامہ کے حبالہ نکاح میں بخوشی دیدیا ، اس بیوی سے ابراہیم ابن اسامہ پیدا ہوئے جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے ہیں ۔ اِن دونوں کے علاوہ بہی آپنے شادیاں کیں جن کی فہرست یہ ہے ۔

بیویاں	اولاد	بیویاں	اولاد
ہند بنت الفاکہ		ام الحکم بنت عتبہ	
درہ بنت عدی	محمد اور ہند	بنت حمدان السہمی	
فاطمہ بنت قیس	جبیر ۔ زید ۔ عائشہ	برزہ بنت ربعی غدریہ	حسن ، حسین

الغرض مختلف اوقات میں آپنے جتنے نکاح کیے ہیں ۔ اُن کی مجموعی تعداد آٹھ ہے ۔ اسی کا نتیجہ تہا کہ بقول ابن سعد کوئی زمانہ حضرت اسامہ پر بعد شادی کے ایسا نہیں گزرا کہ ذکور وا ناث ملکر آپ کی اولاد کی تعداد بیس سے کم رہی ہو ۔

اولاد اور آپ کی کنیت

آپ کی اولاد کے اسماء مجھے جسقدر معلوم ہو سکے ، وہ تقریباً آپ کی بیویوں

ملہ یہ لفظ اصل میں بہی غلط لکہا ہوا ہی کچہ سمجھ میں نہیں آیا معنی کے اعتبار سے غنا ًمراد ہو ۔ سلہ طبقات ۱۲

کے ذیل میں درج کرچکا ہوں۔ میں اسی کو پھر نقل کئے دیتا ہوں۔ ذکور کے اسمار یہ ہیں۔ حسن، حسین، ابراہیم، زید، جبیر، محمد۔ آپ کی کنیت محمد کے نام پر ابو محمد تھی۔ اناث میں عائشہ، ہند، کے علاوہ اور کسی کے نام کا علم نہ ہوسکا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکا مسکن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بعض روایتوں کے اعتبار سے آپ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اور دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیس برس کے تھے۔ بہرحال آپنے اسکے بعد مدینہ چھوڑدیا۔ اور وادی القرے میں توطن اختیار کیا۔ اور وہیں عمر کا بیشتر حصہ گزار دیا۔

مدینہ منورہ کی مراجعت اور وفات

اخیر میں اُس وقت جبکہ حضرت معاویہؓ کی خلافت ختم ہو رہی تھی آپ پھر مدینہ منورہ آئے اور جرف میں اقامت گزین ہوئے۔ ۵۴ھ ہجری میں وہیں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض مورخین سن وفات ۵۸ھ اور بعض ۵۹ھ بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ کا حلیہ قدسیہ

آپ کے والد بزرگوار باوجودیکہ ایک حسین و خوب صورت آدمی تھے انکا رنگ گورا چٹا تھا۔ ٹھیک اُن کے خلاف حضرت اسامہ سیاہ اور چوڑی پھیلی ہوئی ناک والے آدمی تھے۔ حتی کہ بعض بدباطنوں کو آپ پر گفتگو کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکی خبر ملی تو سخت رنج ہوا۔ اتفاق سے ایک دن حضرت زید و اسامہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہی کپڑا اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔ دونوں کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا

ابو عمر بن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ بعض لوگ آپکی کنیت ابوزید بھی بتلاتے ہیں ۱۲

انسے پاؤں باہر تھے۔ اس عرصہ میں حضورؐ کی خدمت میں عرب کا مشہور قیافت مجزز المدلجی حاضر ہوا۔ اُس کی نگاہ جب دونوں پاؤں پر پڑی تو بول اُٹھا کہ ان میں بعض بعض سے ہی۔ یعنی ایک دوسرے کا جُزو ہے۔ سرورکائنات صلے اللہ علیہ وسلم اسکی زبان سے یہ سُنتے ہی اُٹھے اور شاداں و فرحاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس پہنچکر فرمانے لگے۔

الم تری ان مجززاً ابصر انفا الی زید بن حارثۃ واسامۃ بن زید فقال ان بعض ھذہ الاقدام لمن بعض۔ عائشہ تم کو کچھ خبر ہے؟ مجزز نے ابھی زید اور اسامہ کے قدموں کو دیکھکر کہا کہ ان میں بعض بعض سے ہی۔

زہری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کی شکنوں میں مسرت کی لہریں پیدا ہو رہی تھی۔ گویا لگ جو حضرت اسامہ پر تشنیع کر رہے تھے[۱] اسکا ازالہ ہوگیا۔ کیونکہ قوم عرب قیافہ شناسوں کی باتوں کا اثر ہوتا تھا۔ تاریخوں میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قد چھوٹی تھی۔ لمبا اسکی وجہ سے لنگی عمداً نیچے سرک جایا کرتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتیں حضرت اسامہ پر

صحابہ کی تاریخ میں یہ واقعہ دلچسپ حرفوں میں نہایت امتیاز سے لکھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو محبوب تھے جنمیں ایک زید اور دوسرے اُنکے صاحبزادے حضرت اسامہ ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ سے جتنی محبت تھی سچی بات یہ ہے کہ شاید اتنی الفت کسی باپ کو اپنے بیٹے سے یا دادا کو اپنے پوتے سے ہوتی ہوگی۔

[۱] یا تو نسبت مشرعیہ نہیں۔ تفصیل پھر کبھی ہوگی۔ ۱۲ ص۵۳ طبقات ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ہر طرح ناز برداریاں کرتے، اور اپنے نسبی فرزند سے زیادہ پیار فرماتے۔ خود حضرت اسامہؓ راوی ہیں کہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن علیہ السلام کو اور مجھکو ساتھ لیکر میدانوں کی طرف نکل جاتے اور آسمان کی طرف دیکھکر ارشاد فرماتے۔ اللھم انی احبھما فاحبھما۔ اے خدا میں ان دونوں کو چاہتا ہوں۔ پس تو بھی ان دونوں کو پیار کر۔

جب دونوں بچے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک زانو پر حسن علیہ السلام کو بٹھاتے اور دوسرے پر اسامہؓ کو۔ پھر دونوں کو سینے سے لگا اور فرماتے کہ خدایا دونوں پر رحم فرما۔

جوش محبت میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ کو دیکھکر مسکرائے اور فرماتے کہ "اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا، بناؤ سنوار تا بناتا۔ حتے کہ بہت قیمتی بنا دیتا"۔

الغرض تاریخوں میں عجیب غریب واقعات ملتے ہیں جو ایک اولاد رکھنے والے انسان کے لئے دستور العمل ہے یا منتخب کر لینے والوں کے لئے شمع راہ۔ میں اس موقع پر چند واقعات حوالہ قلم کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ

لڑکپن کے زمانہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ دروازے کی چوکھٹ سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ پیشانی پر چوٹ آئی۔ اور خون بہنے لگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہا کہ "عائشہ! ذرا اس بیچارہ کا خون پونچھ دو"۔ حضرت عائشہ خود فرماتی ہیں کہ مجھے کچھ گھن سی آئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میری اس کراہت کو سمجھ گئے۔ اور بہ نفس نفیس

اپنے لب مبارک سے اسامہؓ کے خون کو چوسنا شروع کیا۔ چوستے جاتے اور تھوکتے جاتے تھے۔ اور یہ فرماتے کہ اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے زیور پہناتا۔ سنوارتا، حتیٰ کہ اسے قیمتی بنا دیتا[۱]

دوسرا واقعہ

عرفات کے میدان سے لوگ مزدلفہ ظہر کے بعد ہی روانہ ہو جاتے ہیں اتفاق سے حضرت اسامہؓ خدا جانے کس کام میں مصروف رہے کہ وقت پر پہنچ نہ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دے دیا کہ جبتک اسامہ نہ آئے قافلہ روانہ نہو۔ آخر یہی ہوا۔ اتنے میں حضرت اسامہ تشریف لائے یمن کے لوگوں نے جب انکو دیکھا تو کہا کہ کیا اسی کالے کلوٹے۔ پھولی ناک والے کیلئے ہم لوگ روکے گئے تھے؟

حضرت عروہ کا خیال تھا کہ یمنی قوم عہد صدیقی میں جو مرتد ہوئے تو وہ اسی مغرورانہ کلام کا نتیجہ تھا واللہ اعلم بالصواب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت اسامہ کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور محض انکی خاطر سے اپنے اونٹ کو تیز نہیں کیا۔

تیسرا واقعہ

مکہ معظمہ جس دن اسلامیوں کے ہاتھ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کو کعبہ کے سایہ میں لے گئے اور وہیں اتر کر حضرت اسامہؓ بلال کو ساتھ لے کر آپ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود کوشش کے باہر سے جھانکتے رہے۔ لیکن یہ دونوں آپ کے ساتھ رہے۔

چوتھا واقعہ

[۱] طبقات ابن سعد۔ خود بخبر چرنیسے اس واقعہ کو مخصوصیات رسول اللہ صلعم میں قرار دیا جاسکتا۔ واللہ اعلم ۱۲

حکیم بن حزام نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوڑا پیش کیا جس کی قیمت پچاس اشرفیاں تھیں۔ چونکہ حکیم ان دنوں مشرک تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہدیۃً اسے قبول نہیں کر سکتا ہوں۔ ہاں اگر قیمتاً تم دو تو خرید سکتا ہوں۔ حکیم نے فروخت کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسے پہنکر جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر تشریف لیگئے اِسکے بعد اُتار کر اُس قیمتی جوڑے کو حضرت اسامہؓ کے حوالہ کر دیا +

پانچواں واقعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جیش اسلامی کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ علم بردار اسکے خالد بن الولید مقرر ہوئے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کو لوگوں نے اس عہدہ کے لیے کیوں منتخب نہیں کیا۔ جسکا باپ اللہ کے رستے میں مارا گیا۔ (یعنی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں شہید ہوئے تھے)

چھٹا واقعہ

بحیرہ عرب کے ساحلی علاقوں میں رومیوں کا ایک مرکزی مقام اُبنیٰ نامی تھا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند دن پہلے ایک فوج اُس مقام پر جہاد کرنیکے لیے مرتب کی۔ اس فوج میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ شامل کیے گئے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں +

فوج کے مرتب کرنیکے بعد آپؐ نے امیر عسکر حضرت اُسامہؓ کو قرار دیا۔ چونکہ اُن کی عمر اس وقت بیس کے اندر اندر تھی اس لیے سن رسیدہ تجربہ کار صحابہ میں کھلبلی مچگئی۔ آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ تجربہ کاروں کو چھوڑکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو کیوں امیر لشکر بنا دیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ آپ اسی وقت اُٹھے۔ اور منبر پر چڑھ کر
اس طرح تقریر شروع کی:۔

حمد و نعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے الفاظ تھے یہ۔

انفذو ا بعث اسامۃ فلعمری ان قلتم فی امارتہ لقد قلتم فی امارۃ ابیہ من قبلہ وانہ لخلیقا للامارۃ وان کان ابوہ لخلیقا لھا (وفی روایۃ) فانہ لمن احب الناس الی وکان ابوہ من احب الناس الی الا فاطمۃ فاوصیکم باسامۃ خیرا۔

ترجمہ "اسامہ کے دستہ کو جانے دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم تم آج اسکی امارت میں اسی طرح طعن کر رہے ہو جس طرح اسکے باپ کی امارت پر طعن کیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ خود امارت کے لائق ہے اور اسکا باپ بھی لائق تھا۔ اور پھر اسامہ اور اُسکا باپ فاطمہؓ کے علاوہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں ہیں۔ پس میں اُسامہ کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد صحابہ نے گردنیں ڈال دیں۔ اور دادی جرت میں پڑاؤ ڈالنا شروع کر دیا تاکہ وہیں سے اکٹھے ہو کر انہی کی طرف روانہ ہوں۔ لوگ جمع ہو چکے تھے کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر فوج میں پہنچی۔ حضرت اسامہ ٹھہر گئے کہ دیکھئے خداوند تعالی کیا کرتا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ بیماری کی شدت کا حال سنکر میں حضورؐ کی عیادت کے لیئے مدینہ آیا۔ اُس وقت آپ پر غشی طاری تھی جب ہوش آیا تو آپ نے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھایا۔ اور میری طرف اشارہ کیا جس سے میں نے سمجھا کہ آپ میرے لیئے دعا فرما رہے ہیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اور باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم مرض الموت میں ہمیشہ فرماتے رہے کہ اسامہ کی جیش کو روانہ کرو لیکن
صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت مرض کو دیکھکر اسدرجہ گھبراتے ہوئے تھے
کہ نہ اسامہ جاسکے اور نہ فوج روانہ ہوئی۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا وصال ہی ہوگیا +

حضرت اسامہؓ حضرت صدیق رضؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ
جیش جس وقت تیار کیا گیا تھا وہ اور وقت تھا۔ اور اب دوسرا زمانہ آگیا ہے خطرہ
ہے کہ عرب باغی نہ ہو جائیں۔ پس اگر عربوں نے پھر کفر اختیار کیا تو قبل رومیوں
کے عربوں سے جنگ کرنی ضروری ہے۔ اور اگر عرب درست رہے تو پھر اسوقت
تو رومی موجود ہی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنکر ایک
تقریر کی جسکا خلاصہ یہ تھا۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے
نافذ ہونے سے پہلے میں کوئی حکم دوں۔ خدا کی قسم اس سے بہتر ہے کہ کوئی پرندہ
مجھے اُڑا کر لیجائے۔ میں اپنے لیئے اسکو زیادہ پسند کرونگا۔ ہاں اگر تم عمر رضؓ کو
اجازت دو تو ان کا رہنا میرے پاس مناسب ہے"۔

حضرت اسامہ رضؓ نے اجازت دی۔ اور فاروق اعظم مدینہ ہی میں رہے لیکن
اسامہ اپنی فوج لیکر آبنی کی طرف روانہ ہوگئے۔ اتفاق سے اس زمانہ میں اسقدر
کھر پڑی تھی کہ اُن لوگوں کے آنے کی خبر رومیوں کو نہ ہوسکی۔ آخر خوب لوٹا
مارا اور نہایت فیروزمندی کیساتھ واپس ہوئے +

ہرقل (رومی بادشاہ) کے دربار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال
کی خبر اور اسامہؓ کی غارتگری کا سانحہ ایک ہی وقت میں پہنچا۔ اسے حیرت
ہوگئی کہ یہ کس قسم کی اولوالعزم قوم ہے کہ ایک طرف تو اُن کے نبیؐ کا انتقال
ہوتا ہے اور دوسری طرف ملکگیری میں مصروف ہیں +

حضرت عروہ کا بیان ہے کہ اس فوج سے زیادہ صحیح وسالم فوج آجتک واپس نہیں ہوئی۔

بہرحال ان واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان عنایتوں کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب سے حضرت اسامہؓ پر تھیں۔ اب اخیر میں ہم اسکو بھی دکھا دینا چاہتے ہیں کہ باوجود اس والہ وشیفتگی کے دینی معاملات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ حضرت اسامہؓ کے ساتھ کیا تھا۔

پہلا واقعہ

آنحضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ ہی سال کی عمر میں حضرت اسامہؓ کو فوج کی افسری عطا فرمادی تھی آپ جس فوج کے سب سے پہلے امیر ہوئے تھے۔ اُس نے ایک قبیلہ پر چھاپہ مارا اور مظفر ومنصور واپس آئی۔ حضرت اسامہؓ ہی کا بیان ہے کہ میں جب کامیاب ہوکر واپس ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے قریب آئے۔ اور واقعات کو مسلسل پوچھنا شروع کیا۔ حتے کہ میں بین گفتگو میں اس موقع پر پہنچا کہ "جب دشمنوں نے راہ گریز اختیار کی تو اُسکا ایک آدمی پیچھے رہگیا۔ میں نے آگے بڑھکر اُسکو اپنے نیزے کی سیدھ پر رکھ لیا۔ اُسنے اپنے کو مجبور پاکر لاالہ الااللہ پڑھنا شروع کیا۔ لیکن میں نیزہ چلا چکا تھا۔ وہ اسمیں چھدکر مرگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس واقعہ کے سُنتے ہی یکایک متغیر ہوگیا اور نہایت ہی سخت لہجہ میں فرمانا شروع کیا۔

ویحک یا اسامۃ فکیف لک بلا الٰہ الا اللہ ویحک یا اسامۃ فکیف لک بلا الٰہ الا اللہ۔

ترجمہ اسامہ! تم پر افسوس و حسرت ہے لا آلہ الا اللہ کے ساتھ تم کیا کرو گے (یعنی اس کا کیا جواب دوگے؟) افسوس ہے تم پر اسامہ! لا آلہ الا اللہ کے ساتھ تم کیا کروگے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ کو بار بار اسقدر دہرا رہے تھے کہ میں نے خواہش کی کہ میں اپنے تمام گزشتہ اعمال سے باز آکر پھر نئے سرے سے ایمان لاؤں۔ قسم خدا کی اسکے بعد میں نے پھر کسی ایسے شخص کو نہیں مارا جو لا آلہ الا اللہ کہتا ہو۔

دوسرا واقعہ

عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی سے خفا ہو جاتے تو اُن کی سفارش حضرت اسامہ ہی کرتے تھے۔ اتفاق سے قریش کی کسی شریف زادی نے چوری کا ارتکاب کیا اور گرفتار ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کی گئی۔ حضور نے جرم کو ثابت دیکھکر حد قائم کرنے کا اعلان کیا۔ قریشیوں کو اپنی آبروریزی کا خیال آیا۔ اور اس میں وہ اپنی توہین سمجھتے تھے آخر ایک مجلس قائم ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسامہؓ کو بھیجنا چاہیئے کہ حضور اس حکم کو منسوخ فرمادیں۔ وفد پہلے اسامہ کے پاس آیا۔ آپ تیار ہوگئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتمیں حاضر ہوکر قریشیوں کی دلی آرزو ظاہر کرتے ہوئے سفارش کی کہ حضور اسے قبول فرمادیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود ان تمام نازبرداریوں کے جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ فرماتے تھے بغیر کسی خدغہ کے فرمایا۔ لم تشفع فی حد من حدود اللہ اللہ تعالی کی حد میں تم کیوں سفارش کرتے ہو۔

اسکے بعد منبر پر کھڑے ہوکر آپ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تم سے پہلے جو قومیں

تباہ ہوئی ہیں انکی یہی عادت تھی کہ اگر کوئی شریف انمیں چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور اگر کوئی کمزور ضعیف کرتا تو اسپر حد قائم کرتے تھے۔ اور خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (اعاذہا اللہ تعالیٰ) بھی چوری کریگی تو میں اُسکا ہاتھ کاٹ لونگا"۔

خاتمہ اور آپ کی آمدنی

اخیر میں ہم چند در چند وجوہات سے اُنکے وظیفہ کی مقدار نقل کرکے اس مضمون کو حضرت عمرؓ کے فاروقی کلام پر ختم کرتے ہیں۔ آپکا سالانہ وظیفہ عہد فاروقی میں چار ہزار درہم کے قریب تھا یعنی نوسو روپیہ کے قریب قریب۔ اسپر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے شکایت کی کہ آپنے اسامہ کی تنخواہ میری تنخواہ سے زیادہ کیوں مقرر کی (آپکو تین ہزار یا پانسو درہم ملتے تھے) حالانکہ اسامہ کو ہم پر کسی وجہ سے فضیلت نہیں جن جن مقامات میں اسامہ حاضر ہوئے ہیں میں بھی اُن معرکوں میں شریک رہا ہوں علاوہ اسپر طرہ یہ ہے کہ عمر میں بھی میں اس سے زیادہ ہوں اور ہجرت بھی میں نے اس سے پہلے کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بیٹے کی اس شکایت کو سُنکر جو الفاظ فرمائے اسپر ہر ایک مسلمان کو غور کرنا چاہیئے۔ اور اسی پر میں خاتمہ بالخیر کرتا ہوں :-

"بیٹا سچ کہتے ہو۔ میں نے یہ قصداً اور جانکر کیا ہے اور یہ اس لیئے کہ اسامہ کا باپ زید بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمہارے باپ عمر سے زیادہ محبوب تھا اور اسامہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا عمر کے بیٹے عبداللہ سے زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے جو کچھہ کیا اسی لیئے کیا"۔

(الرشید) سید مناظر احسن عفی عنہ (گیلانی) از گیلان ضلع پٹنہ بہار

سلہ یہ روایت طبقات کی ہے استیعاب میں پانچہزار لکھا ہے ۱۲

سلہ استیعاب میں دو ہزار لکھا ہے ۱۲

۴۸۶

الڈاکٹر

نشتر باز، قینچی نواز، اذن العارفین، قرۃ الملازمین، غنی الحکما ردی ڈاکٹر، الڈاکٹر۔ کی شان میں مدت سے ایک خطبہ لکھنے کی تمنا تھی۔ سردی میں برودت و خنکی مانع رہی۔ گرمی میں حرارت و سوداویت نے روکا۔ برسات کی راہ دیکھتا تھا۔ ساون گزر گیا۔ وہ گھر سے نہ نکلی تو لاچار قلم نے بغیر پانی کے اس خطبہ کو نظام المشائخ کی سوکھی زمین میں آراستہ کر دیا۔

یورپ کی تہذیب کا زمانہ ہو۔ اور ڈاکٹر کی شان میں اردو زبان کوئی قصیدہ آجتک نہ لکھے کیسی کوتاہی اور کس قدر غفلت کی بات تھی۔ ڈاکٹر تو تہذیب جدید کا جزو لازمی ہے۔ ایک عورت، دوسرے ڈاکٹر، تیسرے انکار مذہب۔ نئی روشنی کی ترکیب کے عناصر ثلثہ ہیں۔ کوئی شخص مہذب نہیں ہو سکتا جب تک ان تین اجزا سے مرکب نہ ہو۔

عورت و ڈاکٹر کے مدارج میں اختلاف ہے۔ علما کا رجحان تو عورت کی فوقیت میں ہے۔ صلحا ڈاکٹر کو فائق بتاتے ہیں۔ فدویان حریت پیشہ کی تحقیق میں نہ عورت نہ ڈاکٹر۔ بلکہ انکار مذہب سب سے برتر ہے۔

ڈاکٹر کو علما سے اور علما کو ڈاکٹر سے قدرتی رقابت ہے۔ اگلے زمانے میں حکومت کے ارکین اور رعایا کے افراد پر علما کا اقتدار تھا۔ انکے فتوے کے بغیر نہ بادشاہ کو تاج میسر آتا تھا نہ رعایا کو اناج۔ آسمان کو زمین۔ اور آفتاب کو ذرہ بنا دینا ہر مولوی کے اختیار میں تھا۔ اب ان کے ہاتھ سے یہ اقتدار جاتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کی تمام جہانبانی سلب کر لی ہے کہ دنیا

کہ فلاں بادشاہ کی دماغی حالت درست نہیں ہے تو تاجدار کو تخت سے دست بردار ہونا لازمی ہوگا۔ جس طرح پہلے مولوی صاحب کے اس ارشاد سے بادشاہ معزول ہوجاتے تھے کہ اسکے عقائد میں فتور ہے۔

ایران کے کسی سابق بادشاہ نے اپنے ملکی تمباکو کا ٹھیکہ کسی اجنبی حکومت کو دے دیا۔ علما اس سے ناراض تھے انہوں نے فتوےٰ دیا کہ غیر ملکی تمباکو پینا اور پلانا حرام ہے۔ اس فتوے نے یہ غضب ڈھایا کہ صبح کو بادشاہ نے نوکر کو آواز دی۔ حقہ لاؤ۔ وہ نہ لایا۔ دوبارہ پکارا پھر بھی تعمیل نہ ہوئی۔ تیسری دفعہ آگ بگولا ہوکر اُٹھ بیٹھا اور کہا کیا غضب ہے۔ تین آوازیں میں نے دیں۔ کوئی شخص حقہ نہیں لاتا۔ کیا تم سب بہرے ہوگئے ہو۔ ملازم نے ہاتھ جوڑکر عرض کیا۔ مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ نے غیر ملکی تمباکو کا پینا اور پلانا حرام کیاہے۔ ہماری مجال نہیں کہ حکم شرع سے سرتابی کریں۔ نوکری کا استعفا حاضر ہے شرع کی مخالفت ممکن نہیں۔

بادشاہ حیران رہگیا۔ پھر تو جو امیر وزیر آتا تھا اپنے نوکروں کی شکایت لاتا تھا کہ کوئی حقے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ مجتہد صاحب کے فتوے نے عالمگیر ہڑتال کرادی ہے۔ آخر بادشاہ نے مجبور ہوکر ٹھیکہ منسوخ کیا جب حقہ میسر آیا۔

اب بھی یہ مرتبہ ڈاکٹر صاحب کو حاصل ہے وہ چاہیں تو ایک آباد شہر کو ایک جنبش قلم سے ویران وغیر آباد کردیں۔ جہاں انہوں نے فتوےٰ دیا کہ یہاں کی ہوا خراب ہوگئی ہے اور خلقت سر پر پاؤں رکھکر آبادی سے بھاگی ان کا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ فلاں افسر کو عنقریب ایک مرض ہونے والا ہے ان کو نوکری چھوڑ دینی چاہیئے۔ پھر وہ بیچارا لاکھ سر پٹکے اور کہے کہ نہیں جناب میں تندرست ہوں مگر انکی کوئی نہ سنے گا اور افسر صاحب کو مجبوراً نوکری چھوڑنی

پڑے گی۔

قرۃ الملازمین کا خطاب ڈاکٹر صاحب کو بالکل زیب دیتا ہے۔ ملازم پیشہ لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہ اولاد ہے نہ مال، سوائے ڈاکٹر صاحب کے ان کا کوئی قرۃ العین نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس، غیر پاس کرنے پر سر ملازمت پیشہ کا روزگار منحصر ہے۔ نوکری پیشہ سے کوئی پوچھے کہ کیوں جناب آپکو بھی کبھی کسی ترچھی نظر نے گھائل کیا ہے آپ بھی کسی ابروے خمدار کا شکار ہوئے ہیں تو وہ آہ۔ اُف کہکر آنکھوں میں آنسو بھر لائیگا۔ اور کہے گا۔ ہاں ڈاکٹر صاحب کی اداؤں میں ہمیشہ وہ جلوے نظر آتے ہیں جن کا تم اشارہ کرتے ہو۔

ڈاکٹر صاحب کے غنی الحکما ہونے میں کوئی شک نہیں کر سکتا حکیم صاحب یونانی۔ اور وید صاحب ہندوستانی بمشکل دس بیس روپیہ ماہوار کماتے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے ہاں پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کے دھوبی سقے اور حجام نوکر ہوتے ہیں۔ پھر اُن کو غنی الحکما کیوں نہ کہا جائے۔

اُفق العارفین کا لقب بھی ناموزوں نہیں۔ عارف لوگ دل کے عرفان سے دوسروں کا حال معلوم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے کانوں میں خدا نے یہ قدرت دی ہے۔ جہاں اُنہوں نے آلہ کانوں پر چڑھایا۔ اور فوراً تمام جسم نے اپنی حالت زبانِ حال سے سب کی سب بیان کر دی۔

ڈاکٹر اور نشتر بازی۔ ڈاکٹر اور قینچی نوازی لازم ملزوم فقرے ہیں ڈاکٹر کا نشتر۔ ڈاکٹر کی قینچی ہر زخمی کو جانتی ہے۔ کوئی ذہن زخم ایسا نہیں ہے جس نے ڈاکٹری نشتر اور قینچی کو گلے نہ لگایا۔ اور اپنا سر اپنے ہاتھوں نہ کٹوا یا ہو۔

علما، ڈاکٹر پر عورت کو فوقیت دیتے ہیں۔ یہ اُنکی رقابت کی عداوت ہے۔ ورنہ عورت بیچاری بھی باوجود سر ساٹھی کا مسئلہ اور حیات جدید کی

روح رواں ہو چکے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھوں میں اسیر ہے۔ اُن کے طبی فتوے
اس شوخ و طرارہ کے بھی کان کتر ڈالتے ہیں۔

منکرین مذہب تو ابھی سے تیسرے درجہ پر ہیں ان کی کیا مجال
ہے جو جناب ڈاکٹر صاحب کی برابری کا دعوےٰ کر سکیں۔

زمانہ گزر گیا۔ میں نے ال کے تحت میں تشریحات مخلوق کی بحث
نہیں کی۔ ڈاکٹر صاحب کی قصیدہ خوانی میں ال سے ابتدا کرنا ال کے
لیے بہت بڑے فخر کا باعث ہوگا۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ڈاکٹر صاحب
ال سے خفا نہ ہو جائیں۔ اور اپنے اسم گرامی کے اول اسکو دیکھکر یہ نہ فرمادیں
کہ یہ آل نہیں ہے بلکہ ال ہے جسکے معنی انگریزی میں بیمار کے ہیں۔
اگر خدانخواستہ انہوں نے یہ فرمادیا تو طبی محکمہ کو بڑی دشواری کا سامنا
ہو جائے گا۔ شبہ ہو سکتا ہے کہ قادیان کے اخبار الفضل پر جو ال لگا ہوا
ہے۔ اسی کے سبب میرزا محمود احمد صاحب ہمیشہ نہایت سخت علیل
رہتے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب اُن کو سجدہ نہیں کرنے دیتے۔ اور یہی وجہ ہے
کہ لکھنؤ کے کبیر الدین احمد قادیانی جنہوں نے حسن نظامی کے خلاف نہایت
سخت مضامین لکھے ہیں آجکل نہایت سخت اِل ہیں۔

اے ڈاکٹر تجکو میں کیونکر سمجھوں۔ لینے سمجھنے کا اندازہ بتا تاکہ میں تمدن
حاضر کی موجودات لیتے وقت تیرے اوصاف کو کیا حصہ ذہن نشین کر سکیں۔

اے ڈاکٹر! صدقہ اپنی گرم دواؤں کا۔ واسطہ اپنے فن پُر فن کا۔ تو ہندوستان
میں اپنے اختیارات کو زیادہ آزاد نہ ہونے دے۔ ورنہ ہمارے اجسام بن آئی مر جائینگے
کیونکہ انہیں ابھی تیرے سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں آئی۔ تیرے حربوں سے اپنی ہستیوں کو
محفوظ رکھنا تو امر آخر ہے۔

حسن نظامی

منازلِ ترقی

(۱)

باپ، دادا، پردادا، سکڑدادا، چار تو یہ، اور تین اور ہیں غرض ولی اسد بیگ کی سات پشتیں اس بوسیدہ سکھپارہ میں گزریں۔ جہاں ڈاک خانہ اور تار گھر تو در کنار ڈاکیہ بھی اگر مہربان ہوا تو وہ دفعہ ورنہ تیسرے کے جمعہ ڈاک لاتا بھی یہ نہیں کہ گھر بہ گھر یا نام بہ نام تقسیم کرتا آیا اور چوپال کے سامنے برگد کے نیچے صافہ اتار تھیلا کھول مٹھا نکال عینک لگا۔ لگا اس طرح پڑھنے:۔

قب ے و ..... کیع .. کیع سنے۔ اوپر نظر اٹھائی خط اول تو جواب ہی ہوتے تھے اور اس لیے لوگ خود ہی آجاتے تھے اور اگر جواب نہ بھی ہوتے تو خواہ مخواہ کا تو ایک آدھ ہی ہوتا تھا۔ ورنہ زیادہ تر ایسے کہ لینے والے موقع پر موجود ہیں۔

قبیلے کون ہے، کوئی نہیں۔ چل نکلتے ہیں۔ لا۔ لا۔ تل۔ تل تلسی۔ لالہ تلسی۔ اٹھاؤ جی۔

اس گاؤں کا رہنے والا شخص جس کی اپنی عمر ہی نہیں بزرگوں کی اور ایک دو کی نہیں لگتے سات کی ہیں گزری۔ بھلا سات پانچ اور تیر میر جان کیا خاک سکتا تھا۔ حد یہ ہے کہ پٹواری کے کہنے سننے یا ترغیب و تحریص سے تحصیلدار صاحب کی دعوت میں پلاؤ اور زردہ۔ قورمہ اور کباب سب کچھ کردیا۔ مگر کھانے کے بعد کسی کا اصرار اس بھونڈ پنے سے کیا کہ سب کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے۔

شکار کی رغبت خاندانی تھی۔ یہی حکام کی ملاقات کا سبب ہوئی۔ اور یہ تعلقات بڑھتے بڑھتے اتنے بڑھے کہ گاؤں سے چل تحصیل میں اور تحصیل چھوڑ شہر میں آئے۔ گاؤں کا چھوڑنا غلطی اور تحصیل کا چھوڑنا غضب تھا۔ جیسا دیس ویسا بھیس۔ شہر کا رہنا سہنا۔ شہر کا ملنا جلنا۔ وہی رنگ رکھنے اور وہی ڈھنگ برتنے پڑے۔ ہونے کو شہر میں بھی سب ہی قسم کے لوگ تھے غریب بھی۔ امیر بھی۔ سیدھے بھی چالاک بھی۔ مگر مرزا کے واسطے طبقہ ادنیٰ کا توجود ہی فضول تھا۔ اسکا میل جول واسطہ غرض جو کچھ بھی تھا (اگر امراء تک بھی محدود رہتا تو غنیمت تھا) صرف ان لوگوں سے جو بزعم خود لیڈری اور ریفارمری کے تمام مدارج طے کر چکے تھے اور جن کو دن رات ترقی قوم کا وظیفہ تھا۔ اسی ترقی کی لپیٹ سیاست تھی جس کی جمعیت میں مرزا کو بھی آنا پڑا۔ کسی انجمن کے سکرٹری کسی کے پریسیڈنٹ، کسی کے ممبر غرض شہر کی کوئی ایسی ہی بدنصیب مجلس ہوگی جس کا کچھ نہ کچھ واسطہ مرزا صاحب سے نہ ہو۔ گاؤں تک مرزا نماز کا پورا پابند تھا تحصیل نے پابندی کو گنڈے دار کیا اور فنا فی القوم ہوتے ہی وہ بھی رخصت ہوئی۔ مگر پھر بھی اتنی وضعداری باقی رہی کہ دالان اور سائبان کی مرمت کے سلسلہ میں کبھی کبھی مسجد کے معائنہ کو چلا جاتا +

(۳)

تہذیب جدید کے دور میں فلاح قوم کی پہلی کوشش وداع مذہب ہے جسکے بغیر ریفارمر کی شخصیت، محنت، قابلیت، ہمت کوئی چیز مسلم ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسری کوشش صورت و ہیئت کا ایک خاص وضع پر ڈھل جانا ہے۔ پہلی کوشش کی کامیابی تو چنداں مشکل نہ تھی مگر دوسری کوشش میں دو چیزیں بڑی طرح حارج ہوتیں۔ اول ڈاڑھی کی طوالت اور دوم پیشانی کا

گئی۔ جس سوسائٹی میں جاتا جس جلسے میں شریک ہوتا جس انجمن میں پہنچتا۔ اگر سب نہیں تو کم از کم اپنا مختص گروہ تو وہ مضحکہ اور پھبتیاں اور ہنسی اڑاتا کہ کھسیانا ہو جاتا۔ ڈاڑھی کا انتظام تو چٹکی بجاتے کا کام تھا۔ مگر مصیبت تو پیشانی کی تھی کہ یہ بڑا لوتھڑا سامنے موجود۔ مٹانے کی کوشش کرتا تو اور کُھرچنے کا قصد کرتا تو دونوں مشکل بلکہ محال۔ یار لوگوں کا حال یہ کہ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ اور کچھ جو خیال آیا تو ایک صاحب فرمانے لگے:۔

صاحب! ان جینیوں کو پوستی یا افیمی جو چاہے سو کہہ لو مگر نشانہ تو ایسا لگاتے ہیں کہ واہ واہ۔ آپ دیکھئے ہمارے مرزا صاحب چین کی لڑائی پر گئے تھے۔ ظالم نے سوچا کہ انگریز عقل کے پتلے ہیں۔ انتڑیوں تک کی گولی نکال لائیں گے۔ ایسی دو جو عمر بھر یادگار رہے۔ الگ ماتھے پر لٹک رہی ہے۔

(دوسرے صاحب) جی نہیں۔ بات یہ نہیں ہے یہ تو جناب خدا کی دین ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ یہ اصل میں ہرتی پھرتی رسولی ہے پانچ سال پیشانی میں پانچ سال آنکھوں پر یہ تو مرزا جی کی مغفرت کا سامان ہے کیونکہ اندھوں کی بخشش سنا ہے بہت جلد ہوگی۔

یہ ہی سوانگ تھے جو اکثر کھیلتے اور یہی پیشانی کا گٹہ تھا یا کلنک کا ٹیکا جو بیمار مرزی کے براق لباس پر الگ چمک رہا تھا۔ اور لیڈری جھوجھری کر رہا تھا۔ گٹہ بھی تو پانچ سات برس کا نہیں خاصے پچیس برس کی بھاؤلی کے۔ الحمد للہ سچے مسلمان اور ایسے انسان کہ اگر آٹھ برس کا بچہ نماز جماعت سے نہ پڑھے تو ماریں پیٹیں۔ روٹی نہ دیں۔ کپڑا نہ دیں۔ اور جو بڑا ہو جانے تو گھر سے نکال دیں۔ مرزا کا گٹہ افیون کا سٹہ نہ تھا کہ دل لگا اور کھل گیا۔ دیوان کا نسخہ تھا کہ پھاڑے پھٹے نہ کاٹے کٹے۔

دلی اُس وقت چالیس کے پیٹے میں تھا۔ بیوی تھی۔ بچے تھے۔ ماں تھی۔ بہن تھی۔ بھرا کنبہ اور پورا خاندان۔ بیٹیاں بیٹی والیاں۔ بیٹے بیٹے والے۔ پوتے پوتیاں۔ نواسے نواسیاں۔ پندرہ بیس آدمیوں کا کُنبہ تھا دلی تو خیر ریفارمری کا خبط۔ دوستوں کی صحبت۔ احباب کا رنگ اِن سب سے متاثر ہوکر بمشکل یا بآسانی کینچلی بدل گیا۔ مگر یہ جتنا انقلاب تھا۔ گھر کی چار دیواری کے باہر۔ لیکن دلی اس نقص کو محسوس کر رہا تھا اور اس کمی کی تلافی میں ہر وقت منہمک۔ بیوی کو جاہل۔ بچوں کو بیوقوف۔ ماں کو دقیانوسی اور بہن کو گنواری ہر وقت کہتا۔ اور بات بات میں ستاتا۔ مگر سمیع کے چڑھائے ہوئے رنگ ایسے ہلکے نہ تھے کہ شہر کی آب و ہوا یا دلی کے رگڑوں سے چھٹ جاتے۔ گیدڑ کی شامت آئی کہ ایک روز بیوہ بہن سے جو عمر میں صرف سال ہی بھر چھوٹی اور چار بچوں کی ماں تھی۔ ماں کے سامنے کہنے لگا:۔

خدیجہ! تو نے بڑی سخت غلطی کی کہ دنیا بھی ہاتھ سے کھوئی اور دین بھی۔ تجھکو رانڈ ہوئے پانچ سال ہوگئے اور اب تک نکاح نہیں کیا جو خدا اور خدا کے رسول کا حکم ہے۔ اس رسم نے مسلمانوں کو بہت تکلیف پہنچائی عورتوں پر سخت ظلم ہو رہے ہیں تو بھی آخر انسان ہے۔ ہر چیز کو جی چاہتا ہوگا۔ مگر دل مار کر بیٹھ رہتی ہے کیسی لغو رسم اور لچر رواج ہے۔ اگر اماں جان اجازت دیں تو تیرا نکاح تو میں آج کردوں۔ ہم دن رات اسی فکر میں مر رہے ہیں کہ کسی طرح قوم ترقی کرے مگر تم لوگوں پر خاک اثر نہیں ہوتا۔

برابر کی بہن تھی۔ برس دو برس کی چھٹائی بڑائی کیا۔ چہرہ غصے کے مارے سرخ ہوگیا۔ آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ مگر معاملہ ایسا ٹیڑھا تھا کہ جواب نہ دے سکی۔ بس چلتا تو بھائی کا منہ نوچ لیتی۔ سوچ ہی رہی تھی کہ کیا جواب دوں

جو ماں آگے بڑہی اور کہا:-

جم جم تجہ جیسے نالائق بہائی پیدا ہوں اور رانڈ بہن کا بڑہاپے میں نکاح کریں۔ چولہے میں گئی رسم اور بہاڑ میں گیا رواج۔ ایک تو ہی تو انوکھا مسلمان بگڑا ہے

یہ عمر اسکے نکاح کی ہے۔ اللہ رکھے ایک چھوڑ چار چار بچے جوان لڑکے سیانی لڑکیاں۔ وہ کونسا تیرا خدا اور رسول ہے جس نے زبردستی بڑہاپے میں نکاح کا حکم دیا۔ تو ایسا ہی اللہ والا ہے تو لا پہلے بہن کا ترکہ تو ڈال دے

اب مرزا جی کہاں تھے۔ ترکہ کا نام سنکر تو لگے جمائیاں لینے۔ بات اسوقت تو گئی گزری ہوئی اور ولی اٹھکر باہر چلا گیا۔ دونوں ماں بیٹیاں رو پیٹ کر چپ ہوگئیں۔ مگر خدیجہ کے دل میں بہائی کی بات ایسی بیٹہی کہ بہائی کے گہر سے بہن کا جنازہ نکل گیا۔ مگر بہن کے دل سے بہائی کی بات نہ نکلی ؎

(۳)

بیوی مسلمان بیوی اور گاؤں کی بیوی۔ تہالی کا بینگن۔ بے ٹوپی کا بدہنا پیسہ کا پوستین۔ حکم کی دیر۔ لڑنے کو تیار۔ اشارہ کا توقف چلنے کو موجود۔ کہنے کا انتظار کرنے کو حاضر۔ میاں کا رخ پاتے ہی اُدہر ڈہلنی شروع ہوگئی مگر جسکا کام اُسے سُہائے۔ میاں مرزا کہنے کو خانصاحب، آنریری مجسٹریٹ، میونسپل کمشنر۔ سبہی کچہہ ہوئے۔ کالر لگایا۔ ٹائی لگائی۔ اور وقت بیوقت ہیٹ پر بہی ہاتھ صاف کیا۔ مگر سر کا پان مرتے دم تک ناغہ نہ ہوا۔ حد یہ ہے کہ لاٹ صاحب کے دربار میں بہی چونے کی چنوٹی۔ اور زردہ کا کمپلا بٹوے میں موجود تہا۔ دیر لگی زیادہ۔ طلب کا ہوا زور۔ رومال منہ پر رکھ زردہ بہی کہایا اور چونہ بہی۔ دیکھا نہ بہالا۔ پہونکا نہ پہٹکا۔ تلخی کا چونہ۔ منہ کے ٹکڑے اڑ گئے۔ تہوکنے کی جگہ

نہیں۔ اُٹھنے کا موقع نہیں۔ منہ بند۔ اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔ برابر میں جنٹ صاحب تھے۔ اور متحیر۔ کہ یہ خانصاحب کو ہوا کیا۔ ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا بولتے ہیں نہ چلتے۔ اور بات ہی نہ چیت۔ نون پر مرچیں۔ چہرے پر زردہ تھا کہ اب وہ چڑھا۔ اور ہچکیاں شروع ہوئیں۔ خانصاحب سوچ رہے تھے کہ نہ معلوم بیوی نے یاد کیا یا والدہ نے کہ جنٹ صاحب بگڑ کر بولے "ویل خانصاحب یہ کیا لغویت ہے" ابھی جنٹ صاحب کا کچھ کا پورا نہ ہوا تھا کہ کمشنر صاحب نے تعارف کی آواز دے ہی دی +

"خانصاحب مرزا ولی احمد بیگ آنریری مجسٹریٹ" مرزا صاحب گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاتھ بھی ملا لیا۔ اور یہ بھی سن لیا کہ خان صاحب ہم آپ سے ملکر بہت خوش ہوا۔ مگر جواب کیا دیں۔ وہی ایک تدبیر رہ گئی تھی رومال نکال پیک اُسمیں لی۔ مگر لی اس طرح اور لی کیا۔ گھبرایا ہوا۔ سٹ پٹایا ہوا۔ آدھی رومال میں اور آدھی چوغہ پر۔ بلکہ دکھن کی وہ ایک چھینٹیں کمشنر صاحب کے کوٹ پر بھی +

مرزا صاحب اُستاد تھے۔ مرشد تھے۔ امام تھے۔ جب وہ مرد ہو کر اتنے معقول نکلے تو بشیرن تو شاگرد بھی۔ معتقد بھی۔ اور مقتدی تھی۔ ہونے کو وہ زنانہ کلب کی ممبر بلکہ چند روز کو سکرٹری بھی ہوگئی۔ اور کپڑا بھی اچھا قیمتی پہنا مگر ہمیں نہ سکھ کے اک برے ڈھیلے پاجامہ میں گوٹ ہمیشہ قند ہی کی لگائی +

(۴)

مرزا ولی جسکو بعض دوست مسٹر ولی کہتے تھے۔ ان لوگوں میں تھا جن کے ہاتھ میں حقیقی قوم کی باگ تھی۔ اور حقیقی نام تھا متمول و اعزاز کا۔ بلا لحاظ اس کے

کہ مذہب رہے یا جائے۔ مردوں میں میاں ولی۔ اور عورتوں میں بیوی بشیرن دونوں کی لیڈری مسلّم تھی۔ مگر کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی موقع پر کوئی نہ کوئی حرکت دونوں میاں بیوی سے ضرور ایسی ظہور میں آجاتی جو ابتدائی تربیت اور اگلی صحبت کا پتہ دیدیتی۔ مردوں میں مرد۔ اور عورتوں میں عورتیں ہنستے اور مذاق اڑاتے۔ مگر روپیہ بھی عجیب عیب پوش چیز ہے۔ ہر عیب ڈھانکا اور ہر نقص چھپالیا۔ اب ضرورت تھی کہ ادہر طبقہ ذکور اور ادہر فرقہ اناث۔ دونوں کو دونوں سے کچھ ایسے کارنامے وجود میں آئیں جو شان لیڈری کو مکمل کرکے شہرت کا وہ تمغہ گلے میں ڈالدیں کہ بچہ بچہ کام سے واقف اور نام سے آشنا ہوجائے مگر حق یہ ہے کہ بشیرن نے لاکھہ مور کے پر لگائے۔ اینٹھی پھیلی۔ اکڑی اترائی مگر پھر عورت تھی۔ کثرت ازدواج اور پردے کی مخالفت تک تو ٹہیری لیکن آگے رستہ پیچیدہ تھا۔ ہارمونیم پر گانا بس کا روگ نہ نکلا۔ انجمن میں ایک روز ایک بیوی لہک لہک گارہی تہیں:۔

لباس ہیں گر ہمارا وہ تو ہم بھی ہیں لباس انکا
نہ کچھ ہم اُن سے کم نکلے نہ وہ ہم سے سوا ٹھیرے
یہ ہے پھر برتری کیسی تفوق کے ہیں کیا معنی
کنیزیں بنکے گھر میں جوتیوں کا اب تلا ٹھیرے
پکانا ریندھنا۔ سینا پرونا۔ پالنا بچے
ہم انساں کیا ہوئے ابلیس جن دیو و بلا ٹھیرے
ذرا سی بات پر گھرکی تو ادنے دام پر جھڑکی
یہ شوہر ہیں کہ ظالم بیویوں کے اب خدا ٹھیرے

سننے میں تو بشیرن ذوق و شوق سے شریک تھی مگر صرف شریک۔ مگر

گانے والی اور کہنے والے دونوں کی داد دے رہی تھی۔ لیکن جب بیویوں نے یہ درخواست کی کہ آپ بھی گائیے تو ہوش اُڑ گئے۔ کچھ یہ نہ تھا کہ بشیرن عمر بھر گائی ہی نہو۔ مگر اُسکا گانا وہی پرانا تھا "سپاہی میاں تھا ڈھو سیری گوئیاں"۔

عورتیں پھر آخر عورتیں ہی تھیں۔ اسپر طرہ بیچ والیوں کی لگائی لترائی۔ سب کی رائے یہی ہوئی کہ آئندہ انکے سامنے گانا موقوف۔

ترقی کی منزل مقصود سے یہ پہلا قدم تھا جو بی بشیرن کا پیچھے ہٹا ورنہ یہاں تک تو لیڈری کا نور ہو گیا تھا کہ کثرت ازدواج کے مسئلہ پر نفرت کا ووٹ اُسوقت تک پاس نہوا۔ جب تک فتوے پر بی بشیرن کے دستخط ہوگئے شکایت رفتہ رفتہ ولی کے کان تک پہنچی۔ اور اُسکو یقین ہو گیا کہ ترقی کا چنا چُنایا محل بیوقوف بی بی نے خواہ مخواہ ڈہا دیا۔ حیا لاکھ ایمان کا جزو سہی مگر یہ بھی کوئی حیا ہے کہ عورت عورتوں کے سامنے ہارمونیم پر نہ گا سکے اُسی وقت بازار سے جا ہارمونیم خرید لایا۔ اور ایک اُستانی نوکر رکھہ بیوی کو گانا بھی سکھایا اور بجانا بھی۔ اپنی طرف سے ولی نے کوشش میں۔ محنت میں۔ روپیہ میں کسی چیز میں کمی نہ کی۔ مگر تربیت بھی بدنصیب کیواسطے کیسی لغو تھی کہ میاں لاکھ سکھا پڑھا کر بھیجتا۔ مگر وہ نیک بخت جہاں جلسہ میں پہنچی اور معزز نشستوں پر کچھ ایسا گوند چپکا کہ گانا تو درکنار گانے کے متعلق بات تک کرنی مشکل ہو جاتی۔ بشیرن خود تو ترقی نسوان کی اس شاخ سے جسکا نام موسیقی تھا اور جسکے بغیر عورت بقول ولی ایک پھول ہے جس میں خوشبو نہیں۔ مایوس ہو گئی۔ مگر ولی کا استقلال ایسا نہ تھا کہ وہ ناامید ہو کر خاموش ہو جاتا۔ وہی رات ادہر میاں۔ اُدہر بیوی بیچ میں باجا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ولی شام کے وقت سُر دے رہا تھا۔ اور بشیرن سامنے بیٹھی آ۔ آ۔ آ۔ کر رہی تھی کہ موذن نے صدائے حق بلند کی

یہ بھی عجیب مختلف التاثیر آواز تھی۔ ماں یہ کہتی ہوئی تھرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ تیری شان بڑی۔ اور بیٹے نے زور سے قہقہہ مارا۔ ماں وضو کرنے لگی۔ مؤذن کی صدائے توحید ہوا میں گونج رہی تھی۔ اور اس کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا ولی کی انگلی اب سُر سے آگے رکھپ کے پردے پر تھی کہ ماں نے کہا۔ کم بخت نماز کی راہ نہ دیکھ۔ اذان ختم ہو جانے دے۔ یہ اُسکا پیام ہے جسکے حضور میں ایک روز حاضر ہونا ہے۔ ایسی ایسی صدائیں اور ایسی ایسی گھرکیاں نہ معلوم ان کانوں نے کتنی سُنیں اور اڑا دیں۔ مؤذن کی خشک آواز ختم ہو گئی مگر باجے کی سُریلی تان کا خاتمہ نہ ہوا۔

ہر چند زور لگائے مگر جنت کسی طرح رخ پر نہ آئی تو حیا کم کرنے کا ایک رستہ ولی نے یہ سوچا کہ پردے کی سخت قید کم کی جائے۔ وہ اس تاک میں تو مدت سے تھا مگر ماں اور بہن کیوجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی۔ اب جو ضرورت نے مجبور کیا تو چاندنی رات میں بیوی کو لیکر باہر نکلا کہ چار آنکھیں ہوں۔ ملو کسی طرح یہ موذی شرم، ذلیل حیا اور لغو غیرت غارت ہو۔ مغرب سے پہلے تو برقعہ برائے نام منہ پر رہتا۔ اِدھر آفتاب غروب ہوا اور اُدھر کھولو میاں مقنع اور گھر سنبھالو اپنا۔ برقعہ نہ غلاف دھویا دھایا دیدہ صاف۔

طبیعت اپنی، اصلاح اپنی، دل اپنا، مشورہ اپنا، بشیر النساء بیگم اگر بے پردہ نکلیں تو کسی کو اعتراض کا حق کیا۔ تجویز اپنی، خیال اپنا، رائے اپنی، فیصلہ اپنا۔ مرزا ولی اللہ بیگ اگر بیوی کو باہر لائے تو ٹوکنے والا کون۔ مگر یہ کیا غضب تھا کہ کام اپنا اور نام مذہب کا۔ ضرورت اپنی۔ اور آڑ اسلام کی۔ ہماری طرف سے مرزا قلندریا کی طرح بیوی کو ڈگڈگی پر نچاتا۔ اور شیریں ریچھ کی مانند بانسری پر تاتھیا کرتی۔ لیکن یہ کیا ستم تھا کہ مرزا کمبخت قرآن سے قطعی ناواقف، حدیث سے مطلق نا آشنا۔ ملو اعلان یہ کر کہ کوئی مسلمان حدیث و قرآن سے پردہ ثابت کردے تو پانچہزار روپیہ انعام ۔ (باقی اگلے پرچہ میں)

راشد الخیری

حرزِ مسلمین استی

اللّٰہم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد وبارک وسلم

محمد مصطفےٰ! محبوب رب العالمین استی
متاعِ افتخارِ انبیاء و مرسلین استی

بفرمانِ خدائے ماکہ رحمٰن و رحیم آمد
بلا ریب و بلا شک رحمۃ للعالمین استی

حبیب کبریا استی طبیب دردہا استی
شہِ دنیا و دینی مہبطِ روح الامین استی

بہ سیرت پرتوِ خالق بہ صورت خوشترِ عالم
صبیح استی ملیح استی جمیل استی حسین استی

شہِ لولاک استی باعثِ ایجادِ کونینی
نخستین علتِ تخمیرِ جنسِ ماء و طین استی

بشیر استی نذیر استی شہیر استی منیر استی
رؤف استی رحیم استی کریم استی امین استی

توئی یٰسین و مزمل توئی طٰہٰ و مدثر
تو سردارِ دو کونی و امام المتقین استی

بشر استی ولیکن مصدرِ وحی خداوندی
خدارا بندہ و در ہر دو عالم بہترین استی

جہاں یکسر بیکسو ذاتِ حق گویت بیکجانب
بہ نیرِ صداقت ناشرِ دینِ مبین استی

بمصباحِ ہدایت ظلمتِ شرک از جہاں بردی
برائے مشعلِ توحید نورِ اولین استی

نہ گفتی جز دعا کفار و اشرارِ ستمگر را
سرت گردم سزاوارِ ہزاراں آفرین استی

گہے فخرِ زمین و گاہ زیبِ آسماں باشی
گہے مہمان رب العرش بر عرشِ برین استی

شہا! شاہنشہا! بندہ نوازا! خسروا! میرا!
تو در دنیا و در دیں مالکِ تاج و نگین استی

فدائے نام تو جانم طفیل تست ایمانم
ز چشمم گرچہ دوری لیکن از قلبم قرین استی

ندا کردن بتو ممنوع پندارند کم فہماں
نمی دانند محروماں کہ جانِ عاشقین استی

بہ اوّلی صفحہ برخوانند ما بک را او یا بک را
چرا یت من نخوانم ایکہ ہمدم و دلنشین استی

علی رغم حریفاں و علی الاعلان میگویم
اغثنی یا رسول اللہ غیاث المومنین استی

بوقت نزع جانم آید بہ قبرم جلوه بنما
گنہگاران امت را ممد استی معین استی

دم آخر نہ گویم جز رسول اللہ ادرکنی
مدد فرما کہ مقبول مجیب السائلین استی

ز پا افتاده ام بار گنہ بر دوش حیرانم
ز دستم گیر شاہا دستگیر عاجزین استی

پس از مردن سوائے ایں نباشد آرزوئے من
شوم محشور با تو ایکہ حرز مسلمین استی

مزمل خستہ و خوار ست از عصیان گر انبار ست
دم محشر شفیعم شو شفیع المذنبین استی

خدایم نیستی معبود من ہرگز نئی حاشا
پئے یزداں شناسی ہادی من بالیقین استی

محمد مزمل اللہ۔ علیگڈھ

۴۸۶

نغمۂ عید

خوب چرچا ہو رہا ہے آج گھر گھر عید کا
واہ وا کیسا سہانا ہے یہ منظر عید کا

ہو گیا ہے ختم دورِ قصۂ اندوہ و غم
ذکر ہے ہر ایک مسلم کی زبان پر عید کا

دوستوں کے ہم گلے مل ملکے خوش کیونکر نہ ہوں
دن بڑی مشکل سے آیا ہے میسر عید کا

جسکو دیکھو خوش دل و بشاش آتا ہے نظر
جم گیا ہے نقش کیا گہرا دلوں پر عید کا

گل سراپا گوش بنجائیں نہ کیوں گلشن میں آج
گا رہی ہیں بلبلیں نغمہ برابر عید کا

ہے یہ مصرع ہر لب اہل سخن پر اے عزیز
کیا مبارک روز ہے اللہ اکبر عید کا

عزیز۔ امرتسر

نظم

لٹکا

خدا کا شکر رہ حق سے دل نہیں بھٹکا
کہ غیر حق کا ہمیشہ لگا رہا کھٹکا

اسی کا نام نکل آئے ہر نفس کے ساتھ
مری زبان کو پڑ جائے کاش یہ چسکا

جو خاک ہونے سے پہلے ہوئے ہیں خاک نہیں
نہ زندگی کی ہے پروا نہ موت کا کھٹکا

کسی طرح بھی ہو دنیا کے کام چلتے ہیں
یہاں کسیکا بھی رہتا نہیں ہے کام اٹکا

عروج پا کے بہت تو نے سر اٹھایا ہے
کہیں قضا کا نہ پڑ جائے ہاتھ پالٹ کا

تباہ کرکے کسی کو بنائے کام اپنا
شریف کا تو نہیں کام ہے یہ نٹ کھٹ کا

گھمنڈ قوت بازو پہ تھا جہاں میں جنہیں
انہیں بھی موت نے آخر اٹھا کے دے ٹپکا

دو روزہ جاہ و حشم پر نہ کر غرور اتنا
کہ بس ہے تجھکو زمانے کا ایک ہی جھٹکا

اجل کچھ ایسی دبے پاؤں آتی ہے غافل
کہ ہوتا ہی نہیں احساس اسکی آہٹ کا

ہم اپنے گھر میں مگر خلق کے ہو دلمیں گھر
ہمیں بھی کوئی سکھا دے ذہین یہ لٹکا

ذہین - حیدرآباد دکن

نظر بندان اسلام یعنی شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قبلہ محدث دیوبندی۔ مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی۔ مولانا حسرت موہانی۔ مسٹر محمد علی و شوکت علی کے حالات پڑھنے چاہتے ہو تو ۲ کے ٹکٹ بھیجکر خطیب کا نظر بند نمبر منگالو۔ اسمیں والدہ مسٹر محمد علی و شوکت علی اور بیگم حسرت موہانی کے متعلق بھی مضامین ہیں جو حضرت خواجہ حسن نظامی اور علامہ راشد الخیری نے اپنے اپنے دلکش و موثر رنگ میں لکھے ہیں۔ ہر قدر دان دو بزرگوں کی تحریروں پر بھی صدقے کر دینے چاہئیں۔

المشتہر منیجر نظام المشائخ و خطیب دہلی

۷۸۶

تازہ غزلیں

(۱)

دامنے دارم و آلودۂ عصیاں دارم   وز پشیمانیٔ دل سر بگریباں دارم
ہمچو بلبل بہ غمت نالہ کشم در ہجراں   صورت گل بچمن چاک گریباں دارم
ابروئے یار و ہا لذتِ زخم خنجر   از سر موئے مژہ کاوش پیکاں دارم
چشم خونبار گل افشانیٔ طرفہ کردہ   عرصۂ دامن خود شکل گلستاں دارم
جلوۂ حسن تو از ذرہ و خورشید عیاں   خود نما گشتی و من دیدۂ حیراں دارم
شکر صد شکر بایں نعمتِ خالق باسطؔ
اشرف خلق شدم صورت انساں دارم

باسط بسوانی

(۲)

تابش مصباح جاں فانوس تن کو پھونک دے
اپنی عریانی میں چھپ جا پیرہن کو پھونک دے

یہ حجابِ خاک ہے تیرے لیئے ننگِ حیات
زندہ جاوید ہے تو اس کفن کو پھونک دے

شعلہ بادِ صبا ہو کر اڑا دے آشیاں
آتشِ گل کا شرر بنکر چمن کو پھونک دے

گرمیِ ہنگامۂ پروانہ سوزی تا کجا
شعلہ افشاں ہو شمع اور انجمن کو پھونک دے

برقِ تاباں کو جلا دے شعشعۂ رخسار سے
طورِ سینا کی طرح چرخِ کہن کو پھونک دے

جلوۂ جانانہ ہے ہر سو جہاں سوز دوئی
پردۂ چشم خیال ما و من کو پھونک دے

رنج غربت کچھ نہیں جب تو ہم دوری اے تپش
نعل درآتش ہو اور بعد وطن کو پھونک دے

تپش - خورجوی

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی جانشین علامہ شبلی نعمانی رح اپنے ماہوار رسالہ معارف میں صبح زندگی اور شام زندگی کی نسبت لکھتے ہیں:

جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی نے فسانہ نویسی میں جو شہرت عام حاصل کی ہے وہ شائقان ادب اردو سے مخفی نہیں گو انکے قدرشناس انکو مولانا نذیر احمد مرحوم کے طرز تحریر کا مقلد کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک وہ نرے مقلد نہیں بلکہ اس تقلید میں بھی ایجاد کی شان پیدا کی ہے انھوں نے مولانا نذیر احمد مرحوم کے اسٹائل کو لیا جو عموماً روزانہ زندگی کی واقعہ نگاری پر مشتمل ہوتی تھی تخیل آفرینی اور تصویر کشی کا بھی اضافہ کردیا ہے صبح زندگی مولوی نذیر احمد مرحوم کی مراۃ العروس اور بنات النعش کے خاکہ پر لکھی گئی ہے یعنی قصہ کے ذریعہ سے اسباق علمی و عملی کی تعلیم ساتھ ہی ساتھ قلم کا تخیل ایک جگہ ٹھیرنے نہیں پاتا بلکہ [illegible] کی [illegible] لگتا ہے [illegible] کے [illegible] تعلیم حالات [illegible] جاتے ہیں زبان کے [illegible] لہجہ کا [illegible] زبان کا لطف [illegible] شام زندگی صبح زندگی کا تتمہ ہے [illegible] سے [illegible] کے واقعات [illegible] زبان [illegible] واقعات کے [illegible] اخلاقی تعلیمات [illegible] موت کا [illegible] نظموں کے [illegible] عبارت کو [illegible] دونوں [illegible] کاغذ [illegible] صفحے ضخامت قیمت [illegible] دوسرا یعنی شام زندگی کی [illegible] صفحے ضخامت قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ - منیجر خطیب و نظام المشائخ - دہلی

نظام المشائخ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی سلسلہ و مشائخ کا ماہواری رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک لنواز مجموعہ

جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۲ ششماہی ۱ عہ

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر پبلشر محمد الواحدی

پولیٹیکل گرگٹ

کی نسبت

لکھتا ہے " آج کل جبکہ سنٹرل بیورو تمام نظربندان اسلام کے حالات کی اشاعت کا انتظام کر رہی تھی اور ٹریکٹ شائع بھی کر چکی ہے کیسی عبرت ہوتی ہے یہ دیکھکر کہ ہمارے سب سے پہلے نظربند مولوی ظفر علی پر روشنی ڈالنے کا کام شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار پیشوا کو اپنے ذمہ لینا پڑا مشہور ہے کہ اُن سے کوئی ایسا شخص جو صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہو بچ نہیں سکتا اور خصوصاً ہے تو وہ سچ مچ نہی عن المنکر کی عملی تفسیر ہے۔ مولوی ظفر علی خانصاحب نے بادلے کتنے کے اختیار کیے ہیں اور جس طرح وہ آزاد ہو کر شملہ سے لاہور اور لاہور سے حیدرآباد پہنچ گئے ہیں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کم لوگ ہونگے جنہوں نے انکے اس فعل کو پسند کیا ہو۔ لیکن یہ سارا مواد منتشر تھا اور مولوی ظفر علی خاں جیسے ہوشیار اور زمانہ شناس شخص برس دو برس میں کسی وقت چاہتے تو قلم کی ایک گردش اور زبان کی ذرا سی حرکت سے پھر پبلک کو مست و سرشار کر دیتے اور وہ انکی سب بدعنوانیاں بھول جاتی مگر شیخ ضیاء الحق صاحب نے اسے کتابی صورت میں جمع کر کے بقائے دوام دیدیا ہے اور نسبتاً اس کے اثر کو دیرپا بنا دیا ہے اس کا نام شیخ صاحب نے

پولیٹیکل گرگٹ

رکھا ہے اسکے شروع میں ذیل دیباچہ و تمہید مولوی ظفر علی خانصاحب کی پہلی زندگی بھی دکھائی ہے اور مولانا عمادی کے بارے میں بھی عجیب و غریب انکشافات ہیں ختم کتاب پر لکھا ہے کہ یہ قومی لیڈر اور قومی خادم کی کہانی ہے جس کا مطمح نظر ایک ساہوکار یا سیٹھ بننا تھا یہ آئینہ ہے اُن سب قومی ڈاکوؤں اور ملکی غارتگروں کے سمجھنے کا اور دیکھنے کا جو قوم مذہب و ملک کا نام لیکر غریبوں مفلسوں یتیموں اور بیواؤں کو لوٹکر اپنی جیبیں بھرتے ہیں اور امیرانہ شان سے قومی شہید کہلا کر مزے اُڑاتے ہیں۔ یہ کتاب ظفر علی ہی کی قلعی نہیں کھولے گی بلکہ اُن جیسے تمام فرضی لیڈروں کی حقیقت پبلک کو سمجھا دے گی۔ اور ایک دن سب بناوٹی لیڈر رہی کی طرح اُٹھا دیے جائیں گے جس طرح ظفر علی خاں کی بناوٹ اُتر کر چلی گئی۔ ہم پولیٹیکل گرگٹ کا از اول تا آخر مطالعہ نہیں کر سکے۔ سرسری ورق گردانی سے اتنا ہی معلوم ہوا جتنا اوپر بیان کیا گیا۔ ضخامت قریباً ۰ جزو۔ بڑی تقطیع سفید دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ۱۲ (محصول)

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

نظام المشائخ

جلد ۲ | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۲ ہجری | نمبر ۱

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	علم و عمل	جناب سید ظہیر علی صاحب - - - - - - -	۳
۲	منازل ترقی	مصور غم علامہ راشد الخیری۔	۸
۳	کمالات انسانی	جناب حاجی محمد اسعد صاحب کاکاخیل اویسی	۲۵
۴	کرامات اولیاء	جناب مولانا مناظر حسن صاحب گیلانی	۳۶
۵	شہدائے کربلا	جناب مولانا محمد عبد التواب صاحب مولوی فاضل	۴۶
۶	محرم الحرام	جناب مولانا عارف حسن صاحب عارف ہسوی	۵۸
۷	عرض حال بدرگاہ رسالت	جناب مولانا عبد الرؤف صاحب عباسی شیدا کاکوروی	۶۴

چھم چھم بوندیں بادل کی

از مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

ایک چھوٹی سی کتاب

جسمیں نظم و نثر کے بہترین مرقعے درج ہیں

قیمت فی نسخہ ۲ر

مینیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

اگلا پرچہ رسول نمبر ہوگا

یہ محرم کا نظام المشائخ ہے۔ صفر کی ۹۔ کو اب کچھ نہیں پہنچے گا
آپ انتظار نہ کریں۔ صفر اور ربیع الاول کا پرچہ حسب دستور رسول نمبر
کے نام سے دوگنے صفحات لیکر ایک ساتھ شائع ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ
مضامین کی فراہمی میں مصروف ہوں۔ غالباً اس اطلاع کے
نکلتے نکلتے رسول نمبر کی کتابت وطباعت شروع ہوجاوے گی۔
لہٰذا جن جن حضرات کو اس خاص نمبر میں حصہ لینا ہے
وہ عجلت فرمائیں۔ اور سب کام چھوڑ کے سرکار رسالت صلعم
کے ذکر کی طرف توجہ کریں۔

خاکسار

واحدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

علم و عمل

جس دن سے انسان قفس جسم میں بند ہو کر آغوش مادر میں آنکھیں کھولتا ہے اور گرد و پیش کی اشیاء پر نظر ڈالنا شروع کرتا ہے۔ اسی وقت سے ابتدائی صورت میں تحصیل علم کے سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلے پہل شیر خوار بچہ کو دور و نزدیک یگانہ و بیگانہ، سرد و گرم، روشنی و تاریکی، شیرینی و تلخی، خوشبو و بدبو کے امتیاز میں وہی دقت ہوتی ہے جو ایک طفل مکتب کو کسی نئی زبان کے حروف پہچاننے یا علم حساب کے اعداد ذہن نشین کرنے میں ہوا کرتی ہے۔ رفتہ رفتہ مثل اجنبی شخص کے نام، رنگ، باہمی تعلقات اشیاء و انسان سے واقف ہوتا ہے۔ غرضکہ بچپن ہی سے ہر شے کے جاننے بوجھنے کا چسکا اسکو پڑجاتا ہے

علم کا شوق ہر انسان میں فطری ہوتا ہے جن لوگوں کو خوش طالعی سے تعلیم و تعلم کا موقع ملتا ہے وہ اس خواہش کو تکمیل کی حد تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور طرح طرح کے علوم و فنون کے مطالعہ و تحقیقات میں اپنی عمر عزیز صرف کرتے ہیں۔ مگر سیری نہیں ہوتی۔ یہ مسلم ہے کہ ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ، ظاہر و باطن ۔ موحدین کا عقیدہ ہے کہ انسان روح و جسم کے مجموعہ کا نام ہے ۔ روح کا علم اور اسکے رموز و حقائق علم ظاہر کے طریقہ استدلال سے غیر ممکن ہے۔ جسم ظاہر سے صرف ظاہری اشیاء کا احساس ہو سکتا ہے ؎

بو نہیں رنگ نہیں نور نہیں نار نہیں
معرفت کیوں نہ ہو دشوار الٰہی تیری

علم و عمل لازم و ملزوم چیزیں ہیں بچہ کو پہلے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آگ کی خاصیت جلانا ہے۔ وہ جب کسی آگ کے قریب جانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکی ماں یا باپ اُسے منع کرتے ہیں ، بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود ممانعت وہ از خود آگ میں ہاتھ ڈال دیتا ہے ، جلنے پر تجربہ ہوتا ہے۔ اور دوبارہ اس سے ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی۔ اس موقع پر عمل سے اُسے اس امر کا علم ہوا کہ آگ کا خاصہ جلا دینا ہے۔ علم دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول وہ جو ذاتی تجربہ و مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ دوم دوسروں کے تجربہ و عمل کا نتیجہ جو ہمیں اقوال و کتاب کی صورت میں ملتا ہے۔ ہر شخص میں اس قدر استعداد ، وقت و شوق نہیں ہوتا کہ وہ براہ راست ہر شئے کا بذریعہ عمل تجربہ کرکے علم حاصل کرے۔ علم و عمل کے باہمی مزاولت کی مدد سے علم طبیعات علم کیمیا ، علم النفس وغیرہ میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم ظاہر کی ترقی کا دارومدار دو علم و عمل پر ہے۔ شہ کہ حقیقت سے تا ہر جس چیز کا آج

اہل سائنس کو نسبتاً علم ہوتا ہے ۔ وہ اسپر عملاً کاربند ہونے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس مستعدانہ پیروی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ تجربہ کی بناپر موجودہ مسائل پر کافی روشنی ڈال سکتے ہیں فرض کرو کہ متعدد جدید تجربوں سے بعد انہیں یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں شئے کا استعمال صحت جسمانی کے لیے مضر ہے تو فوراً اسکو ترک کر دینگے نظریہ کی صورت میں علمی مسائل پیدا ہوتے ہیں بعدہ انپر بذریعہ عمل تجربہ کیا جاتا ہے ۔ اگر مفید ثابت ہوئے تو وہ تدوین کر دیئے گئے ۔ ورنہ پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں *

علم و عمل کا دوردورہ جب عالم ظاہر میں اس درجہ مسلم ہو تو باطن میں ظاہر ہے کہ بغیر ان کے ایک قدم آگے بڑھنا صرف مشکل نہیں بلکہ محال ہے ظاہر کو باطن سے وہی تعلق ہے جو جسم کو بیان سے ۔ یا ناخن کو گوشت سے اہل باطن علوم ظاہری کی تحصیل کو ایک حد تک ضروری سمجھتے ہیں ۔ اسیواسطے مسلمانوں اور ہندوؤں میں عرصہ سے رائج ہے کہ طالب علم کو پہلے علوم ظاہر مثل علم ادب ، معانی ، بیان ، منطق ، ریاضی ، فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں ۔ بعدہٗ اگر طالب علم میں کافی شوق پایا اور استعداد ہوئی تو علوم باطن کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک سالک اپنی ذاتی محنت و جفا کشی سے تزکیہ نفس و اخلاق نہیں کر لیتا مرشد اسکو اس راہ کے رموز و حقائق کے جاننے کا اہل نہیں سمجھتے ۔ ہر طالب کا فرض اولین یہ ہونا چاہیئے کہ جو کچھ شریعت علم اخلاق میں ضروری ہدایات ملیں انپر کاربند ہو ۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے ۔ جب مرشد طالب کو ضروری شرائط کے مطابق عامل پاتے ہیں تو خود ہی بلا جستجو اس کی طرف متوجہ ہوکر روحانی تعلیم کی تلقین کرتے ہیں ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ای خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

جس طرح اکل و شرب جسم کی غذا ہے اسی طرح نیکی، صبر، محبت، ایثار نفسی وغیرہ روح کی غذائیں ہیں۔ بغیر انکے روحانی ترقی ممکن نہیں۔ یہ مسلم ہے کہ جب تک غذا جزو بدن نہیں ہو جاتی طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ بعینہ اسیطرح جبتک علم پر عمل نہیں ہوتا۔ روحانی طاقت نصیب نہیں ہوتی +

ہماری حالت اُس ناعاقبت اندیش شخص کی سی ہے جسکے گھر میں انواع اقسام کی غذائیں۔ اور لذیذ پکوان بھرے پڑے ہوں اور وہ فاقہ کرتا ہو۔ جب تک ہم احکام الٰہی کی مزاولت نہ کرینگے ہم میں روحانی مدارج کو طے کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسیواسطے اسلام نے تلاوت قرآن کی تاکید کی ہے۔ اگر ہم روز کلام خدا کو پڑھیں گے تو ضروری ہے کہ دلمیں اُسکا دھیان بندھا رہے گا۔ اور ہمارے افعال و اقوال بھی اُسکے مطابق ہونگے جس شے کا ہم بار بار خیال کرتے ہیں۔ وہی خیال فعل کی صورت میں ہم سے بلا ارادہ سرزد ہوتا ہے۔ اگر ہم راست بازی کو اپنا شیوہ بنانا چاہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہر روز راست بازی کے فوائد پر تھوڑی دیر توجہ کے ساتھ غور کریں۔ کذب کے نقائص اور اُسکے پے درپے نقصانات جو متصور ہوتے ہوں اُنکو بخوبی ذہن نشین کریں۔ بعدہ سارے دن اپنے ہر ایک قول و فعل میں راستبازی کو مدنظر رکھیں اس طرح پر کچھ دنوں کے عمل کا یہ نتیجہ ہوگا کہ راستبازی ہماری فطرت ثانی ہو جائیگی +

موجودہ علوم سے فائدہ بذریعہ عمل حاصل ہو سکتا ہے۔ اسیطرح عمل کی مزاولت سے علم میں ترقی ہوتی ہے۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین یہ تین درجے ہیں جنکی تکمیل علم و عمل کی باہمی پیروی سے ہوتی ہے۔ راہ مستی کے جویاں اکثر لوگ ہوتے ہیں مگر کافی توجہ اور استقلال سے اس پلصراط پر جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز کہی جاتی ہے۔ چلتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ طالب کا فرض ہے

کہ اگر ایک راہ سے منزل مقصود کا پتہ نہ چلے تو دوسری راہ پر چلنے کی کوشش کرے۔ اگر علم ظاہر سے تشفی نہ ہو تو اقلیم باطن کی سیر ضرور کرے ممکن ہے کہ اس ذریعہ سے اس کی تسکین ہو سکے

من نمیگویم سمندر باش یا پروانہ باش
گر بفکر سوختن باشی برو مردانہ باش

(ادیب) سید ظہیر علی

نئی

مسودہ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جو بہلانیکو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں اس قابل تھیں کہ کتاب کی شکل میں انہیں جمع کردیا جائے۔ کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے اپنے دستور بدلتے جاتے ہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج ہی نہ بدل جائے اور مسلمانوں کا خانگی نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈھے بھی نہ ملے۔ یہ کہانیاں بچوں کی سمجھ اور عقل کے موافق ہوتی ہیں۔ اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اسواسطے لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے جن میں پہلے تو وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ اور اسکے بعد وہ ہیں جنکو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں۔ اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۶ ر علاوہ محصول۔

منیجر نظام المشائخ دھلی

منازل ترقی

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۵)

نتیجہ ان باتوں کا یہ ہوا اور یہی ہونا چاہیئے تھا کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد مرزا کو حقارت سے دیکھنے لگی۔ لیکن اس سے ہوتا کیا تھا جسکو وہ عزت سمجھتا تھا۔ اور جو واقعی عزت ظاہری تھی بھی۔ وہ روز بروز ترقی کرتی گئی۔ حکام میں اثر اسکا۔ اُمرا سے میل جول اسکا۔ ہر محلہ وہ عقل کا پتلا وہ۔ چند آدمیوں کے بُرا کہنے اور برا سمجھنے سے ہوتا کیا تھا۔ ان بے چاروں کے پاس اسکے سوا اور تھا کیا کہ دو چار مل گئے۔ اور برا بھلا کہکر جی ٹھنڈا کر لیا۔

دورِ جدید کا تجربہ بتلاتا ہے کہ ترقی و مذہب دو متضاد چیزیں ہیں مسلمان جس قدر مذہبیت سے دور ہوگا۔ اسی قدر ترقی کے قریب۔ مسلم اور غیر مسلم کے مقابلہ میں اگر کوئی مسلمان مسلم حقوق کو پامال کر دے تو یقیناً عہدِ موجودہ کی ترقی اسکی ہستی سر آنکھوں پر رکھے گی۔ اس سے زیادہ راست باز۔ اس سے بہتر صادق اس سے بڑھکر مسلمان دوسرا نہیں ہوسکتا۔ شہر میں ایک مندر تھا۔ جسکے متصل ایک مسلمان عورت رہتی تھی۔ مندر کے مالک سیٹھ جی نے کئی دفعہ کوشش کی کہ مکان لے لیں لیکن عورت راضی نہوئی۔ جب زیادہ زور پڑا تو ایک دن اُسنے جلکر کہدیا کہ جس طرح تمہارے دلمیں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں یہ مکان لیلوں، اسی طرح میرے دلمیں یہ جذبہ موجود ہے کہ ممکن ہو تو مندر ملاکر اپنا مکان بناؤں۔ سیٹھ جی کو کہاں تاب تھی۔ مالدار تھے۔ معزز تھے حکام رس تھے

مجسٹریٹ تو نہیں میونسپل کمشنر بھی تھے۔ عورت غریب تھی۔ مفلس تھی۔ بیوہ
تھی۔ بیوارثی تو نہیں لیکن یتیم بچوں کی ماں تھی۔ سیٹھ جی کو شکایت یہ
تھی کہ کوے اس مکان سے ہڈیاں لاکر اس منڈیر میں پھینکتے ہیں۔ یہ شکایت اتنی
بڑھ گئی تھی کہ دن رات اسی کوشش میں منہمک تھے۔ ڈیڑھ دو برس اسیطرح
گزر گئے۔ اب ادہر تو عورت کا یہ جواب سننا۔ ادہر بچے کے قرآن شریف
پڑھنے کی آواز گھر سے آئی۔ جلکر خاک ہو گئے۔ اور سوچا کہ ایک کم بخت فقیرنی
کی یہ مجال کہ میں مانگوں اور مکان نہ دے۔ میں صرف اس سے مکان لوں بلکہ
کافی سزا بھی دوں۔ امیر کے قصد کی دیر ہے۔ غریب کی تباہی کام ہی کیا بڑا ہے
لوگوں نے صلاح دی کہ اسکے شوہر کو مرے تین برس نہیں ہوئے۔ قرضہ کا
دعوے کردو۔ قبالہ اسی کے نام ہے۔ ہلدی لگے نہ پھٹکری۔ مکان ہاتھ آجائیگا
عورت غریب کو خبر بھی نہ ہوئی اور سرسری دعوے دائر ہو گیا۔ دیگوں میں دیگ
اجمیر کی دیگ۔ اور ایمانداروں میں ایماندار ولی اللہ بیگ۔ مقدمہ انہیں کے سپرد
ہوا۔ مرزا اول تو سیٹھ کا دوست تھا۔ اور اگر نہ بھی ہوتا تو مالدار کی زبان کے
آگے غریب کا حلف اور قرآن و قسمت ہی کیا رکھتا ہے۔ سونے پر سہاگہ سیٹھانی
اور بشیرن کا میل جول تھا۔ سیٹھ نے بیوی کو پڑھا ہی رکھا تھا۔ موقع پاکر بیدمنشین
میں سیٹھانی نے رام کہانی سنادی۔ مالدار کو ممنون کرنے کا موقع خوش نصیبوں
ہی کو میسر ہوتا ہے۔ سیٹھ کی اسٹیٹ ظاہر اور مرزا صاحب کا انصاف صاف تھا
کہ عورت کو خبر بھی نہ ہوئی اور فیصلہ برخلاف ہو گیا۔ صبح کا وقت تھا اور عورت
اپنے بیمار بچے کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ موسم سرد تھا۔ اور دن خراب۔ بیماری کا
زور اور بخار بہت گرم۔ عورت اجڑے جذبات کے ساتھ ہی بھوک نے زندگی
برباد کردی تھی۔ شوہر پچاس روپیہ کا جیل خانہ میں داروغہ تھا۔ جب تک زندہ رہا

میاں، بیوی، بچے اطمینان سے زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر لڑکے مرتے ہی عزت ذلت سے اور ساکھ خاک سے بدل گئی۔ اب اس کشتی کا ناخدا گیارہ برس کا ایک بچہ تھا۔ جو باپ کے بعد اسلیئے کہ ماں تعلیم کا خرچ برداشت نہ کر سکتی تھی اور مسلمانوں میں کسیکو اس طرف توجہ کی ضرورت تھی نہ فرصت۔ ایک کارخانے میں دس روپیہ ماہوار کا نوکر ہو گیا۔ یہ بھی بسا غنیمت تھا کہ اس ایک کی کمائی سے اتنے دم پل رہے تھے۔ اور بیوہ اپنا بھرم بنائے بیٹھی تھی ورنہ قوم نے تو نہ معلوم اپنی ترقی پر ایسی ایسی معصوم ہستیاں کتنی قربان کر دیں اور کتنے یتیم، مسلمانوں کی جیلیں بھر رہے اور ٹہل کر رہے ہیں +

بچہ ماں کی گود میں تھا۔ اور ہزاروں وہم دل میں چلے آرہے تھے کہ بڑے نے ایک پیسہ کا شربت لاکر دیا۔ اور کہا اماں جان! لائیے روٹی دیدیجیے دیر ہو گئی۔ دیکھیے دھوپ کتنی نکل آئی +

ماں۔ بیٹا میرے اوسان روٹی پکا چکے ہیں۔ ذرا ننھا ہوشیار ہو جاتا تو دو روٹیاں ڈالدیتی۔ جا میاں یوں ہی چلا جا۔ لے ایک پیسہ بٹوے میں پڑا ہے۔ چنے لے لیجیو۔ شام کو اللہ چاہے سویرے سے پکا رکھوں گی۔ بچہ پیسہ لیکر کام پر گیا تو ماں کے سامنے ایک عجیب منظر تھا۔ مامتا کی ماری کبھی بیمار کا پنڈا دیکھتی تھی۔ کبھی منہ میں دودھ دیتی تھی۔ بڑے کا خیال آتا تھا تو کہتی تھی کہ اسدن کو پالا پوسا تھا کہ اس سردی میں گھر دم تین برس کی چھالکا کمری گلے میں اور دو کوس جنگل میں مہو کا بھیجوں۔ نگوڑے کی بساط ہی کیا ہے گیارہ برس کی جان ہیں لاتو ہے کہ صبح کا گیا شام کو لوٹ کرتا آئے اور ٹکڑا نصیب نہو۔ انہی خیالات میں مستغرق تھی آنکھ سے آنسو کی جھڑیاں بہ رہی تھیں کہ کان میں یہ آواز آئی۔ "اس گھر میں کون ہے ادھر آؤ" +

ہمکو علم ہے کہ بڑے آدمیوں کی رائے میں چھوٹی عورتوں کو پردے کا حق نہیں۔ ہم کو خبر ہے کہ دولتمندوں کے خیال میں حاجتمندوں کا جینا فضول ہے۔ اس لیے جیسا دیس ویسا بھیس۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ہاجرہ کی پہلی غلطی پردہ۔ اور دوسری غلطی بلکہ حماقت یہ کہ جب سے میاں مرا کسی غیر مرد کو آواز نہ سُنائی۔ عدالت کا ناظر، چپراسی، مدعی۔ دروازے پر کھڑے چلا رہے ہیں اور یہ جواب نہیں دیتی۔ یہ قانون جانے اور قانون جاننے والے کہ جائز تھا یا ناجائز اور صحیح تھا یا غلط۔ مگر ہم نے جو سُنا وہ یہ تھا کہ کچہری کی فوج چار پانچ مرد گھر میں گھس گئے۔ ہاجرہ کی نگاہ دروازے پر تو پہلے ہی تھی۔ یہ صورتیں دیکھکر چیخی اور یہ کہتی ہوئی بھاگی۔

ہائے کون؟

گھبرائی ہوئی۔ سٹ پٹائی ہوئی۔ ننگے پاؤں۔ ننگے سر کندھے سے بچہ چمٹا۔ دروازے کی ٹکر لگی۔ مگر کیسی چوٹ اور کس کی فکر۔ جھٹ اندر گھس کنڈی لگا چپکی بیٹھ گئی +

ناظر۔ ارے اس گھر میں کوئی موجود نہیں ہے؟

ایک دفعہ پوچھا، دو دفعہ پوچھا، تین دفعہ پوچھا۔ مگر جب جواب نہ ملا تو ایک چپراسی نے کہا کہ گھر میں عورت ہے +

ناظر۔ اچھا دیکھ یہ حکم سُن لے۔ خانصاحب مرزا ولی اللہ بیگ کے اجلاس سے جو ڈگری تیرے شوہر کے نام ہوئی تھی اُسکے مطالبہ میں تجکو حکم دیا جاتا ہے کہ تو یا تو آٹھ سو روپیہ کی رقم قرضہ ادا کر ورنہ پندرہ روز کے اندر یہ مکان خالی کر دے +

ایک معصوم بچے کی بیماری۔ ایک سیانے بچے کی بھوک۔ اگر ماں کے

دلپر کچھ اثر کر سکتی ہے تو ناچیز اسمیں گرفتار تھی کہ اس مصیبت کا سامنا ہوا
ہوش اڑ گئے۔ پتھر کی طرح گم سم۔ کچھ سوچا اور ایک ٹھنڈا سانس بھر کر اتنا
کہا۔ مسلمانوں میں میرا وارث کوئی نہیں۔ کچھ شک نہیں۔ میں بے وارثی ہوں
میرا بڑا بچہ ابھی بچہ ہے۔ مگر مجھے اسلام سے یہ توقع تھی کہ میرا وارث اٹھنے کے
بعد ہر مسلمان گھر میں مجھے اپنے وارث نظر آتے۔ باپ میری بیوگی کے زخم
پر مرہم رکھتے۔ بھائی میرے رنڈاپے کے آنسو اپنے دامن سے پونچھتے۔ بچے
اپنی محبت کی گردنیں میری گود میں جھکاتے۔ مگر آج تین سال میں تڑاقے کے فاقے
گزرے اور کڑاکے کے چار چار بیتے۔ شادیاں میرے پڑوس میں ہوئیں
بجیں دیوار بیچ چڑھیں۔ میں یتیم بچوں کو کلیجے سے لگا کر بہو کا سلا کر پڑی لیکن
کسی نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ کہاں جاؤں۔ کس سے کہوں۔ کوئی کیوں سنے
کہ کیا ہوئی۔ اور کیا پوچھے کہ کیسی گزری۔ کیسا قرضہ۔ کس کا دینا۔ وہ تو اسکے
پاس بھی نہ تھے۔ ملنے ظالم نے اس بہانے مکان چھین لیا۔ کون ہے جو
ایمان کی بولے۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی نہیں ۔

تین پشتوں کا مکان ہے۔ بڑے بوڑھے سب چھوٹ گئے۔ مگر انکی
یہ نشانی موجود ہے آج یہ بھی چلی۔ اسمیں مرنے والوں کا نال گڑا۔ یہ اب مجھ سے
جدا ہوتا ہے اور وہ وقت آتا ہے کہ جسکو سخت سے سخت مصیبت اور بڑی سے
بڑی آفت میں بھی الگ نہ کیا علیحدہ ہو۔ میں جسکو کلیجے سے لگائے بیٹھی تھی
اب اسکی اینٹ سے اینٹ بجے گی ۔

سر پیٹتی تھی ٹکریں مارتی تھی۔ اور آسمان کو دیکھکر حسرت سے تکتی
تھی کہ بے وارثوں کا وارث تو ہی ہے۔ دفعتہ سیٹھانی اندر آئی۔ اور کہا۔ تو
ایسی پڑوسے والی نکلی کہ سرکاری آدمیوں سے بھی بات نہ کی۔ اگر چند روز

گزر گئے تو ناظر جی تیری چٹیا پکڑ باہر نکالدینگے۔ اور جیل خانے جائے گی؟ الگ۔ کسی اور گھر میں کیوں نہیں چلی جاتی +

ہاجرہ اگر انصاف اسیکا نام ہے۔ اور ایمان کے یہی معنی ہیں جو ہوا اور ہو گا۔ تو بے انصافی دکھا دو۔ اور بے ایمانی بتا دو۔ مندر تمہارے عقائد میں خدا کا گھر ہے تم ایک بیوہ پر ظلم کرکے یتیم بچوں کا مکان خدا کے مکان میں شامل کرتے ہو۔ یہ عبادت مصیبت ہوگی۔ اور یہ ثواب عذاب ہوگا +

سیٹھانی ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ ہمارا تیرا فیصلہ تو ہے نہیں یہ تو عدالت کا فیصلہ ہے۔ اور عدالت بھی تیرے بھائی بند کی۔ مکان آج خالی نہ کرے گی۔ پندرہ دن بعد سہی۔ مگر ذلت سے جوتیاں کھاکر کیا تو کیا کیا سنیچر کو یہ سب ڈھاہ دیا جائے گا +

ہاجرہ ۔ عدالت میری بھائی بند تو کیا مسلمان بلکہ انسان بھی ہوتی تو اس بے ایمانی کا فیصلہ نہ کرتی۔ مکان تم کو خدا نے دیا۔ مبارک ہو۔ میں خالی کردوں گی۔ اور اگر تقدیر میں جوتیاں کھانی لکھی ہیں تو یہ بھی کھالوں گی +

سیٹھانی ہنستی ہوئی چلی گئی۔ شام ہو رہی تھی۔ پجاری حصول کامیابی پر اینڈ کر بھجن گا رہے تھے۔ مندر کے دروازے پر نفیری اور طبلہ بج رہا تھا۔ بیسیوں مسلمان آتے اور جاتے۔ اس منظر کا لطف اٹھا رہے تھے۔ ہاجرہ کا بچہ ہمیشہ پانچ بجے کے قریب آجاتا تھا۔ مگر آج نہ آیا۔ بدنصیب مکان کا صدمہ بھول گئی۔ اور دروازے میں کھڑے ہوکر دراڑوں میں سے اُس صورت کو دیکھنے لگی جس نے دم پر بنا دی تھی۔ نظر جہاں تک جاسکتی تھی جاتی۔ اور مایوس لوٹتی۔ مسلمانوں کا ٹھٹھہ برابر میں لگا تھا۔ اور کسی کو یہ نہ تھا کہ اس لطف کی تہ میں ایک مسلمان ہستی کی کیسی مصیبت پوشیدہ ہے

ماجرہ کی کیفیت یہ تھی۔ بچہ کندھے سے چمٹا اندر جاتی۔ تسبیح پڑھتی۔ اور پھر دروازے میں آ کھڑی ہوتی۔ روتی بلبلاتی۔ اور کہتی۔ اے اللہ! میرے بچے کو بھیجدے۔ اندر گئی۔ بیٹھی کہ دروازے میں پاؤں کی آہٹ ہوئی۔ مایوسی کا دریا جو دل میں لہریں لے رہا تھا۔ امید سے بدلا۔ نگاہ بیتابانہ اس طرف اٹھی۔ دل مضطرب تھا کہ جلد آنکھ اس شکل کو دیکھ لے۔ اس آواز کو سن لے اس لال کو کلیجے سے چمٹا لے جو بہو کا پیا سا صبح کا گھر سے نکلا۔ اب تک آنکھ سے اوجھل اور نظر سے غائب ہے۔ لیکن ان تمام توقعات کا انجام اور امیدوں کا نتیجہ صرف پیام تھا۔ وہیلی روپیہ اور لیلے اور مکان آج ہی خالی کردے۔ شام ہو چکی تھی۔ اور اندھیرا ہر سمت چھا چکا۔ دنیا میں کچھ ہی روشن ہو مگر ماجرہ چراغ سے محروم تھی۔ ڈری۔ سہمی۔ کلیجہ بلیوں اچھلنے لگا۔ اٹھی۔ کوٹھڑی میں چھپی۔ اور کنڈی لگا کر بیٹھ گئی۔ یہاں تک کہ بچے کی آواز کان میں آئی۔ اماں جان کہاں چلی گئیں۔ لاؤ بوتل دو تیل لادوں۔ باہر آئی اور کوشش کی کہ آواز مصیبت کے راز کا پتہ نہ دے۔ پوچھا۔ میاں اتنی دیر کہاں لگ گئی +

بچہ۔ خرچ مانگ رہا تھا۔ منشی جی ہوا خوری کو چلے گئے۔ اب آئے تو لیا +

ماں۔ اچھا بیٹا۔ لو بوتل لو +

بچہ۔ منے کا بخار اترا +

ماں۔ ہاں شکر ہے اللہ کا۔ آٹا لے آؤ۔ ایک پیسہ کے اپلے بھی لینا۔ اور پیسہ کا سالن بھی +

بچہ۔ بہت اچھا۔ آٹا کتنا لاؤں!

ماں - بس آدھ سیر!

بچہ بازار گیا - اُسکے ساتھ ہی دروازے میں آ کنڈی لگا کھڑی ہوگئی اور کھڑی رہی - جب تک وہ آیا - اُسکو اندر لے کنڈی لگا آٹا گوندھ آگ سلگا روٹی ڈالی اور بچے کو دی +

بچہ - اماں جان آئیے - آپ بھی آئیے +

ماں - تم کھالو - میں ٹھیر کر کھاؤں گی!

بچہ - نہیں - تم نہ کھاؤ گی تو میں بھی نہ کھاؤں گا +

بچہ اتنا کہکر ماں کے قریب گیا تو اسکی آنکھ سے آنسو نکل رہے تھے گلے میں ہاتھ ڈال لپٹ گیا - اور کہا - اچھی میری اماں جان رو نہیں - بچے کو کیا معلوم کہ کیا گزر گئی - دونوں ماں بیٹے لپٹے رو رہے تھے - اور یہ اس قوم کی دو زندہ روحیں تھیں جسکے مرد اور عورتیں دونوں میدان ترقی میں سرپٹ دوڑ رہے ہیں - بچے کی کمر پر ہاتھ پھیرا - اُسکے سر کو بوسہ دیا - اور کہا - اچھا میاں کھا میں بھی کھاتی ہوں - اس چڑیا کی طرح جو ادھر اُدھر سے دانہ دُنکا ڈھونڈھ ڈھانڈھ اپنے پیٹ میں اسلئے ڈالتی ہے کہ بچوں کے حلق میں پہنچاویگی - ہاجرہ اس وقت اپنے بچے کو بہلا رہی تھی - کھلا چکی تو برتن اٹھا کر رکھے - اور بچے کو کلیجے سے لگا کر لیٹ گئی +

پانی کی روانی کا انقطاع - پیٹ کے بچے کا نیند کی لپیٹ میں آنا ممکن لیکن ہاجرہ نے بارہ تیرہ گھنٹے کی رات آنکھوں میں کاٹ دی - ہوا کے جھونکے درخت کے پتے - آسمان کے تارے - اُسکی بیقراری - اسکے کرب اور اسکے اضطراب کے شاہد رہے - اور اس تمام اُدھیڑ بن اور بیقراری کا فیصلہ یہ ہوا کہ صبح اُن حاکم صاحب کے پاس جو مسلمان ہیں جاؤں اور اپنی مصیبت سناؤں +

شب سیاہ ہاجرہ کی مصیبت نہ تھی کہ ختم ہوتی۔ جب مؤذن نے رات کے خاتمے کا اعلان نعرہ توحید سے کیا تو حسب دستور اٹھی۔ وضو کیا۔ نماز پڑھی بچے کو کھانا کھلا کر کام پر بھیجا۔ اور یہ آج پہلا روز پہلی گھڑی اور پہلا اتفاق تھا کہ ایک ترقی کرنے والے مسلمان کے ہاتھوں برباد ہونے والی عورت اپنا پردہ توڑ اور اپنی آن چھوڑ بچے کو کندھے سے لگا سفید چادر اوڑھ سڑک پر آئی۔

یہ وہ پاؤں تھے۔ جنہوں نے گھر کی دہلیز نہ لانگی۔ یہ وہ عورت تھی جس کی آواز غیر مرد نے نہ سنی۔ ایک ایک سے پوچھتی۔ ڈرتی سہمتی خانصاحب کے گھر تک پہنچی۔

(۶)

میں دیکھتا ہوں کہ کبھی کبھی تم ایسی گم سم ہو جاتی ہو کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اس مسرت اس عزت اور اس فرحت پر جو ہمکو میسر ہے۔ رنج و غم کا ہمارے پاس کیا کام۔ ہمکو ہر وقت خوش و خرم دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔ تم کو یہ کیا فکر کا دورہ اٹھتا ہے۔

بشیرن۔ دل ہی تو ہے۔ بعض دفعہ خیال آجاتا ہے۔ اسلیے خاموش ہو جاتی ہوں۔

ولی۔ کس بات کا خیال آتا ہے کون سی چیز ہے جس کا ہم انسداد نہیں کر سکتے۔ ایک ماں باپ تو البتہ ہاتھ آنے مشکل ہیں۔ ورنہ جو تم کہو فوراً انتظام کر دوں۔

بشیرن۔ باجی کا خیال ہے دل انکی باتوں کو ترستا اور آنکھیں انکی صورت کو تڑپتی ہیں۔ پندرہ برس سے زیادہ ہی ہوئے ہونگے۔ بچپن میں دیکھا تھا۔ شادی کے بعد تو انکو آنا نصیب ہی نہوا۔ بشیرا ہی سنے ابا جان کے

منع کیا کہ اپنوں کی کھپت اپنوں ہی میں خوب ہوتی ہے۔ اپنے شہر میں نہ بیاہو
مگر اللہ بخشے وہ ایسے ضدی تھے کہ ذرا نہ سنتی۔ اماں جان تو دو دفعہ یہاں
آکر مل بھی گئیں۔ مجھے صورت دیکھنی میسر نہوئی۔ ماں کا پیٹ سگی بہن
ان کا خیال جس وقت آتا ہے کلیجے پر سانپ سا لوٹ جاتا ہی۔ تمہاری
یہ حکومت کس کام کی۔ رستم دروازے میں رہتی ہیں۔ اُنکے میاں کا نام
میر منصب علی تھا پتہ لگانا چاہو تو کیا بڑی بات ہی مگر تم کو ایسی ضرورت
ہی کیا ہے۔

ولی گو میں نے اُنکو دیکھا نہیں۔ مگر تمہاری بہن میری بہن سے
کم نہیں۔ میں تمام رستم دروازہ۔ پورا محلہ۔ سارا کوچہ۔ ایک ایک گھر اور ایک
ایک شخص سے دریافت کر چکا۔ اُن کا سراغ نہیں چلتا۔ بشیرن کی نگاہ دروازہ
پر پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک عورت سر سے پاؤں تک چادر میں لپٹی کھڑی
ہے۔ پوچھا کون ہے۔ مگر جواب نہ ملا تو کہنے لگی۔ ارے بولتی کیوں نہیں کمبخت
تو کون ہے۔ بشیرن کی ماں اُٹھکر پاس گئی۔ اور کہا۔ نیک بخت کہاں سے آئی
کیا کام ہے۔

عورت مجھے مرزا صاحب سے کچھ عرض کرنا ہے۔

ولی دریافت کرو۔ کہاں سے آئی ہے۔ کیا کہتی ہے۔ کہاں رہتی ہے

عورت۔ بیوی یوں کہدیجے۔ مندر کے پاس رہتی ہے۔ دور سے
آئی ہے۔ مکان کے متعلق عرض کرنا ہی۔ خدا اور رسول کا واسطہ۔ اُس کی
حالت پر رحم کیجیے۔

ولی۔ اتنا سنکر باہر گیا اور چپراسی کو بلا کر کہا۔ تم نمک حراموں کو
پچاس دفعہ حکم دیدیا کہ کسی مقدمے والے کو احاطہ کے اندر مت آنے دو

مگر اسقدر نالائق ہو کہ طلاق پر بات نہیں کرتے۔ نکالو اس مردار کو یہ اندر آگئی
باجرہ اتنا سنتے ہی تھر تھر کانپنے لگی۔ اور اُلٹے پاؤں لوٹی۔ شکر کرتی باہر آئی
اور صبر کرتی چلی گئی۔ ولی کی ماں پتہ پوچھ چکی تھی۔ ڈولی منگوا اُسکے گھر پہنچی۔
داستان پوری سُنی تین چار گھنٹے اُسکے پاس بیٹھی۔ روتی رہی۔ اور یہ کہکر چلی
آئی۔ بوا صبر کرو اللہ اور دے گا۔

(۷)

شام ہو چکی تھی۔ ولی اور بشیرن دونوں میاں بیوی پائیں باغ میں بیٹھے
آمد شب کا لطف اُٹھا رہے تھے کہ ایک برقع پوش عورت سامنے آکر کھڑی
ہوئی اور کہا :-

میں عورت ہوں۔ اور وہ عورت جو کبھی تیری صورت کی عاشق تھی۔ اور
آج تیری جان کی دشمن۔ میں تجھے اطلاع دیتی ہوں کہ ترقی کی دُھن اور مسرت
کے خبط نے تیری عاقبت برباد کردی۔ ہوشیار رہو کہ تجھپر ایک سخت عذاب
نازل ہونے والا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ تونے دولت کے زعم اور حکومت کے
نشے میں اس بیوہ عورت کا جس کی آہ عرش کا کنگرہ ہلانے والی ہے جو تیری حقیقی
بہن اور ماں جائی تھی ایسا دل توڑا کہ آجتک اُس نے تجھ سے بات نہ کی۔ تجھے
خبر ہے کہ ایک بے گناہ بے وارث اور بے مددگار عورت کا گھر تیرے حکم سے
زبردستی چھینا جاتا ہے۔ تجھے علم ہے کہ تیرے ظلم نے ان یتیم بچوں پر ستم توڑا
جن کا وارث خدا کے سوا کوئی نہیں۔ میں واقف ہوں کہ زندگی کے فانی جلووں
نے تیری آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ میں باخبر ہوں کہ ترقی کی جھوٹی امیدوں
نے تیرا ایمان غارت کردیا۔ میں جانتی ہوں کہ دنیا کی ناپائدار خوشیوں نے
تیرے جسم میں ظلم کے دریا دوڑا دیئے۔ شیطان تیرے سرپر۔ دنیا تیرے نیچے

اور نفس تیرے وجود پر سوار ہے۔ لیکن ذرا اس انجام سے۔ لرز اس نتیجے سے اور کانپ اس وقت سے جو آنکھیں دیکھیں گی۔ دل اٹھائے گا۔ اور جسم بھگتے گا یہ مسرت کے سامان۔ یہ فرحت کے اسباب۔ یہ بلبل کا نغمہ۔ یہ پھولوں کی کلیاں۔ غور سے دیکھتا۔ اور حقیقت کو ٹٹولتا تو دنیا کا سبق اور عبرت کا درس تھیں۔ بلبل شاخ گل پر چہکی اور اُڑ گئی۔ نغمہ ہوا میں گونجا اور ختم ہوا۔ کلی پھول بنی اور مرجھا گئی۔ باغ۔ باغ کا ہر ذرہ۔ درخت۔ درخت کا ہر پتا۔ کائنات۔ کائنات کا ہر سبزہ۔ آنکھیں ہوتیں تو دکھا دیتا اور کان ہوتے تو سنا دیتا کہ ہر ہستی فانی اور ہر وجود مٹنے والا ہے۔ عزت اور ذلت۔ تمول اور افلاس۔ جاڑہ اور برسات ہر مرحلہ بے ثبات اور باقی رہنے والی صرف ایک ذات۔ تو کیا۔ تیری حکومت کیا بڑے بڑے جلیل القدر شہنشاہ۔ کانوں آنکھوں والے۔ عزت حکومت والے اس دربار میں جھک گئے۔ او بدنصیب ہستی توبہ کر۔ اور غافل نہ ہو اس وقت سے جسکا نام موت ہے۔ تو نے سنا اور میں نے سنا کہ ایک مظلوم عورت۔ ایک بیوہ عورت۔ ایک بدنصیب عورت نے تیری آنکھوں کے سامنے۔ تیرے مکان کے اندر۔ تیری دہلیز کے اوپر۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا۔ یہ وہ نام تھا جسکے ایک اشارے سے تجھ جیسے نابکار کا بیڑا پار ہو جاتا۔ اے ذلیل انسان کس برتے پر تتا پانی۔ مسلمان ہو کر اسلام کی یہ وقعت۔ تجھ جیسے مسلمان بے ایمان ہو جائیں۔ مگر تاریخ اب بھی تمہارے کان میں کچھ کہہ رہی ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ جس وقت روم کے بادشاہ نے مسلمانوں پر سخت ظلم و ستم کیا۔ اور مامون نے اُس پر چڑھائی کی تو دشمن نے شرائط صلح پیش کیں۔ فوج۔ عملہ۔ اہلکار۔ وزرا باغ باغ تھے کہ بغیر لڑے بھڑے فیصلہ ہو گیا۔ جس وقت صلحنامہ مامون کے سامنے پیش ہوا تو گو بادشاہ نے لکھوکھا روپیہ کی نقد۔ شہر۔ خراج دینا منظور کیا۔ مگر مامون کی

آنکھ سے آنسو نکل پڑے اور اسنے کہا۔ جو وقت ظالم بادشاہ نے ظلم توڑے ہونگے اور حالت مایوسی و بیچارگی میں ایک عورت کی زبان سے یا مجمل نکلا ہوگا اسکا معاوضہ روم کا قلعہ۔ روم کی سلطنت اور روم کا تاج بھی نہیں کرسکتا۔ یہ وہ مامون الرشید تھا۔ جسنے آخر وقت فرش خاک پر لیٹ کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے وہ بادشاہ کہ جس کی سلطنت کو کبھی زوال نہیں۔ اب اس شخص پر رحم کر جس کی سلطنت ختم ہوتی ہے +

ولی! ڈر اُس طاقت سے۔ بچ اُس غصے سے اور پناہ مانگ اُس قوت سے جسکو کبھی فنا نہیں +

برقع کی وجہ سے صورت اور دوری کی وجہ سے لہجہ سمجھ میں نہ آتا تھا مگر الفاظ صاف سنائی دے رہے تھے سوالی خاموش سنتا رہا۔ اور عورت غائب ہوگئی +

(۴۸)

آج صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ تمہاری بہن اپنے میاں کے ساتھ جو کہیں باہر ملازم ہیں چلی گئیں۔ مکان اُنکے پاس کرایہ کا تھا۔ یہاں اُنکی کچھ جائداد نہیں باہر جاکر انھوں نے اپنی سکونت وہیں اختیار کرلی۔ ایک شخص وہاں سے آیا ہے۔ کہتا ہے خوش و خرم ہیں اور ماشاء اللہ سات بچے ہیں +

بشیرن اِن لغو باتوں میں کیا رکھا ہے کہ تم خواہ مخواہ جھوٹ سچ آنسو پونچھو ایک نئی بات تم سے کہہ رہی ہو۔ مشکو کی چوا اُن کی اماں تم کو پتہ لگا۔ جانشی کی خبر تمکو ملی۔ سا گرکا حال تمکو معلوم ہوا۔ اب ایک شخص تم سے آملا۔ میری تقدیر ایسی کہاں کہ میں باجی کی صورت دیکھوں۔ وہ میری ... تھیں۔ گوارے میں جب تھی ... اماں جان کی تو خیر ماستا تھی مگر

اُن کا بھی یہ حال تھا کہ چار دن اور چار رات پٹی نہ چھوڑی - خبر نہیں مجھ سے ایسی کیا خطا سرزد ہوئی - جسکا بدلہ خدا نے مجھے یہ دیا - قصور تو ظاہر ہی ہے نماز نہیں - روزہ نہیں ÷

ولی - بعض دفعہ بہت ہی کمزور بات کہہ دیتی ہو - یاد رکھو - خدا کسی کی حالت نہیں بدلا کرتا - اِن باتوں کا الزام خدا پر رکھنا سخت نادانی ہے - اپنی کوشش ہے - اگر ڈھونڈھو تو بہن ملجائے گی نہ ڈھونڈا نہ ملی - خدا کو کیوں بدنام کیا - کیا نماز سے بہن کا ملجانا یقینی ہے ؟

بشیرن یہ تو میں بھی سمجھتی ہوں کہ نماز دوسری چیز ہے - بہن کا ملنا دوسری چیز - مگر جب تم کہتے ہو کہ اُن کا پتہ چل گیا تو چلو وہیں چلے چلیں ÷

ولی - کیا خبر وہاں ہیں یا نہیں ہیں - میں نے تو ایک بات سنی تھی وہ کہدی اگر یقین ہو جائے تو میں چلنے کے واسطے حاضر ہوں ÷

بشیرن - میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ یہ بھی ایک دل لگی ہے - تم کو ایسی کیا غرض جو اُن کا پتہ لگاؤ ÷

ولی - نہیں - میں اب قسم کھا کر کہتا ہوں بہت جلد اُن کا پتہ لگا دوں گا ÷

(۹)

دن ہوا کی طرح گزرے - اور وہ رات سر پر آ پہنچی - جسکی صبح ایک مسلمان عورت کو اُسکے جائز حق سے محروم کرکے وہ ستم توڑ چکی تھی - جس کی تلافی سلوہ دو ظلم ثانی ہے جس کا معاوضہ نہیں - ناجرہ کا بیمار بچہ اب اچھا ہو گیا تھا مگر ہجوم انکار نے اسکو مُردے سے بدتر بنا دیا - اُسنے یہ مدت کیونکر گزاری - اِسی کا دل جانتا ہوگا - مکان کے در و دیوار کو حسرت سے دیکھتی - اور سر پھوڑتی چیجے

بچے کو چمٹتی۔ کوے کوے کو لپٹتی۔ اور شکر کرکے خاموش ہوجاتی۔ آدھی رات کا سنسان وقت تھا۔ مسلمان اپنے نرم گرم بچھونوں پر پھولوں کی سیجوں اور عطر کی لپٹوں میں بے خبر پڑے سوتے تھے۔ اُن کے کلمہ کی شریک ایک بیوہ عورت ظالم کا شکار۔ مظلوم ہستی۔ کلمہ توحید کا اعتراف کرتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی چھوٹے بچے کو اٹھا کر کلیجے سے لگایا۔ پیار کیا۔ اور بڑے بچے کے پاس لٹا کر کہا

"بدنصیب ماں کو طلوع ہونے والا آفتاب نہ معلوم کیا کچھ دکھا کر غروب ہو۔ دنیا میں اس معصوم کا وارث تیرے سوا کوئی نہیں۔ ماں کے پیارے یہ تیرے پاس ماں کی امانت ہے اور وصیت کہ ماں کی شفقت اور باپ کی محبت اسکے دل سے فراموش نہو"۔

اچھو اتنا کہکر جھکی۔ بڑے کی بلائیں لیں۔ چھوٹے کو پیار کیا۔ اور دونوں کو خدا حافظ کہکر وضو کر۔ بوریئے پر آ۔ سجدے میں گری۔ اور کہا:۔

یعقوبؑ نے یوسفؑ کی موت سُنی۔ اور موت کا لباس دیکھا۔ ایوبؑ نے جسم کے زخم دیکھے۔ اور زخم کے کیڑے دیکھے۔ یوسفؑ نے جیلخانہ دیکھا۔ اور زلیخا نے کی سختیاں دیکھیں۔ مگر یہ جسمانی مصیبتیں اور روحانی اذیتیں تھیں۔ عورت کی عصمت وہ کتنی ہی گنہگار اور کیسی ہی ذلیل و خوار کیوں نہو۔ ان حوادث سے زیادہ ہے۔ پاک بندوں کی سُننے والا تو تھا۔ ناپاک کی بھی سننے والا تو ہی ہے اچھوں کی مدد تو نے کی۔ بُرے کی بھی تو ہی کر۔ کال تیرے دربار سے نامراد نہ گئے۔ گنہگار تیرے در سے خالی نہ جائے گی جس مکان کی خواہاں اور دولت کی آرزومند نہیں۔ تیری زمین فراخ۔ تیری خدائی وسیع اور تیری سلطنت عظیم ہے۔ لیکن مجکو پناہ دینے والا زمین کا کوئی ذرہ نہیں۔ بچا مجکو اُس وقت سے کہ نامحرم مجکو ہاتھ لگائیں اور غیر اس گھر سے نکالیں۔

اٹھی ۔ آسمان کی طرف دیکھا ۔ اور کہا ۔ دکھا اپنی قدرت کے کرشمے ۔ اور نہ دکھا وہ وقت کہ یہ آواز کسی غیر مرد کے کان میں پہنچے ۔ پھوڑ دے ان آنکھوں کو مردہ کر دے اس جسم کو ۔ اور گھونٹ دے اس حلق کو اس سے پہلے ۔ اس سے پیشتر ۔ اس سے قبل کہ اغیار کی صورت نظر آئے ۔ نامحرم کا ہاتھ مس ہو ۔ اور غیر اس زبان سے اپنے سوال کا جواب سُنیں ۔ آہٹ ہوئی پلٹ کر دیکھا تو ایک برقع پوش عورت سامنے تھی ۔ اُسکے ہاتھ میں رومال تھا ۔ اُسنے ایک ہاتھ بڑھا کر سر پر رکھا ۔ اور دوسرے ہاتھ سے رومال دے کر غائب ہوگئی ۔

رات چاندنی تھی ۔ رومال کھولا ۔ آٹھ سو روپیہ نقد موجود تھے ۔ گنے اور اُٹھا کر ایک کونے میں رکھدیئے ۔

پچھلا پہر تھا ۔ تارے جھلملا کر وداع شب کی اطلاع روئے زمین کو دے رہے تھے ۔ کہنے لگی ۔ آج کنڈی لگانی ہی بھول گئی ۔ مگر نقاب پوش کو میں نے جاتے نہیں دیکھا نکلکر غائب ہوئی ۔ جاؤں ۔ دروازے میں دیکھوں ۔ کنڈی لگالوں ۔ ایک قدم اُٹھایا تھا کہ ہوا وہ آواز کان میں لائی جس میں توحید کا اعتراف اور رسالت کی شہادت تھی ۔

(۱۰)

آج کا آفتاب سیٹھ سیٹھانی اور پوجاریوں کے واسطے فانی مسرتوں کا خزانہ لیئے نمودار ہوا ۔ زنانہ اور مردانہ دونوں جلسے تھے ۔ جس کی بڑی غرض یہ تھی کہ عین وقت پر عورت فیل نہ مچائے ۔ مرزا صاحب کی موجودگی میں انخلا آسانی ہوسکے ۔ انواع واقسام کے کھانے ۔ شیرینی ۔ اور پھل ۔ چائے ۔ مکھن ۔ توس سوڈا ۔ لیمن ۔ اُڑتے رہے ۔

ٹھیک دس بجے ناظر نے ناجرہ کے دروازے پر آواز دی آٹھ سو روپے دو ۔ ورنہ فوراً مکان سے باہر نکل آؤ ۔ لڑکا رومال لیکر باہر آیا ۔ اور کہا ۔ یہ آٹھ سو روپے

گن لیجئے۔ سیٹھ دنگ۔ پوجاری حیران۔ ناظر ششدر۔ اور چپراسی متحیر تھے اسیوقت سیٹھ دوڑا ہوا مرزا کے پاس گیا۔ اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

مرزا۔ گھبراؤ نہیں۔ اسکا ابھی انتظام ہو جاتا ہے۔ ناظر! یہ حکم ادھر لاؤ اور باسٹھ ۶۲ روپیہ خرچہ کے بھی طلب کرو۔ ناظر نے آکر باسٹھ ۶۲ روپیہ کا مطالبہ کیا۔ مگر اب کیا رکھا تھا ساجرہ اپنے بچوں کو لیکر کوٹھری میں گھسی تو برقع پوش عورت اندر موجود تھی۔ ناظر چپراسی۔ دندناتے گھر میں چلے آئے۔ اور سیر دیکھنے کے واسطے سیٹھانی اور بشیرن بھی موقع پر کرسیاں بچھائے بیٹھے تھے جب کسی طرح دروازہ نہ کھلا تو مرزا صاحب نے حکم دیا کہ آپ اپنی مرمت شروع کیجئے اور دروازہ توڑ دیجئے۔ مکان پر پہاوڑا بجگیا۔ اور سب سے پہلے پردے کا دروازہ ڈھا گیا۔ جب اسپر بھی مکان خالی نہوا تو مرزا نے حکم دیا کہ کوٹھڑی توڑ دو اسی وقت صرف ایک آواز سب کے کان میں آئی۔ بے وارثوں کے وارث میری مدد کر۔ دروازہ ٹوٹا۔ چیل اتری تو دیکھا کہ صرف جسد خاکی باقی تھا۔ اور ساجدہ کی روح وارث حقیقی کے پاس پہنچ چکی تھی۔ لاش باہر آئی تو بشیرن مسکراتی ہوئی اٹھی اور یہ کہکر کہ موت ناممکن۔ قریب گئی تو ساجرہ واقعی مردہ تھی۔ جھکی۔ کچھ دیکھا۔ اور یہ کہکر ایک چیخ ماری۔ ہائے میری بہن۔ مرد باہر چلے گئے۔ برقع پوش عورت باہر آئی۔ برقع اتارا تو ولی کی ماں تھی۔ اسنے صرف اتنا کہا اور چل گئی۔ کہ دنیوی فیصلہ ختم ہوا۔ اب خدائی فیصلہ کا انتظار کرو"۔

(حقوق محفوظ) راشد الخیری

مصور غم علامہ راشد الخیری کی حسب ذیل تصنیفات اسوقت دفتر نظام المشائخ دہلی میں تیار ہیں۔ صبح زندگی قیمت عہ۔ شام زندگی قیمت عہ۔ طوفان حیات عہ۔ سمرنا کا چاند ۸ / بنت الوقت عہ۔ اعمالنامے ۶ / (منیجر نظام المشائخ سے منگائیے)

وعظ

کمالِ انسانی

خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۔

ترجمہ۔ ہم نے ذمہ داری کو (جو انسان پر ہے) آسمانوں (پر) اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا (اور یہ بوجھ اُن پر لادنا چاہا) تو انہوں نے (بزبانِ حال اور صوفیوں کے مذہب پر بزبان قال) اسکے اُٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈرگئے اور آدمی نے (گویا ارادتاً بے تامل) اسکو اٹھالیا۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ (اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم تھا اور ظالم ہونیکے علاوہ) بڑا ہی نادان (بھی) تھا۔ اور اٹھایا اور اسکو نہ نباہا تو اسکا ضروری انجام یہ ہوگا) کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو (ان کی عدم تعمیل کی) سزا دیگا۔ اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر (اپنی) مہر کریگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مخلوقات میں انسان کی ایک خاص حالت ہے۔ اسکو دل اور عقل دی گئی ہے اور نیز نوع انسانی دیگر انواع سے نرالی ہے۔ انسان کی طبیعت میں مختلف تقاضے ہیں وہ دنیا میں اکیلا زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اُسکو اپنے ابنائے جنس میں رہنا پڑتا ہے۔ اور وہ بھی اِسی کی سی طبیعتیں رکھتے ہیں۔ اور خواہی نخواہی لوگوں کی اغراض میں کشمکش واقع ہوتی ہے جس کثرت سے انسان کے تعلقات ہیں اسی

کثرت سے اسکی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ اسپر حقوق ہیں خدا کے، والدین کے، رشتہ داروں کے، اولاد کے، میاں بی بی کے، ہمسائے کے، قوم کے حاکم وقت کے، اہل معاملہ کے۔ اگر ان تمام حقوق پر نظر کیجاوے تو واقع میں انسان بڑے سخت شکنجہ میں کسا ہوا ہے۔ اور چونکہ اسکو عقل دیگئی ہے اور وہ اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ اسکو ہر ایک حقدار کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور اسکو نیکی اور بدی دونوں کے کرنے کی قدرت ہے۔ اسوجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ انسان نے یہ حالت اپنی خوشی سے اختیار کی ہے انسان کے سوا جتنی مخلوقات ہے اُن کی دوسری حالت ہے اُنکی طبیعتوں میں مختلف تقاضے نہیں۔ اور نہ وہ فاعل مختار ہیں اور اسیوجہ سے ان پر کسی طرح کی ذمہ داری نہیں۔ اور اس اعتبار سے انسان کے مقابلہ میں بلحاظ دنیاوی زندگی کے دوسری مخلوقات بڑے آرام میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ روح انسانی علوی ہے اور وہ دنیا میں اسلیئے بھیجی گئی ہے کہ وہ اس جسد عنصری کے ذریعے سے بعض حقائق اور معارف حاصل کرے اور خدا نے اُسکے ذمہ بعض پابندیاں عائد کی ہیں۔ جن کا قرآن مجید نے لفظ امانت سے اور فقہا نے لفظ تکلیف سے اور حکما نے لفظ ذمہ داری سے ذکر کیا ہے۔ اگر انسان اس ذمہ داری کو بجالائے گا تو وہ خدا کے قرب و جوار کے لائق ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اور یہ لیاقت کمال انسانی کہلاتی ہے۔ مگر اکثر لوگ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آیت مندرجہ صدر میں تصریحاً بیان کیا ہے کہ انسان ظلوم و جہول ہے یہ کمال حاصل نہیں کرتے مگر مومنین وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ (وہ تھوڑے لوگ ہیں) اس لیے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انجام کار یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ منافقوں اور مشرکوں کو سزا دیگا۔ اور مومنوں پر مہر کرے گا۔ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا

کہ خدا تعالیٰ نے جو انسان کو ظلوم و جہول کہا ہے تو یہ خدا نے انسان کی تعریف کی ہے کہ آسمان اور زمین اور پہاڑوں نے ذمہ داری نہیں اٹھائی بلکہ انسان نے اٹھائی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ خدا نے انسان کی مذمت کی ہے کہ انسان میں فرائض انسانی بجا لانے کی قدرت ہے۔ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنی ڈیوٹی بجا نہیں لاتا۔ اس لیے وہ ناقص رہ جاتا ہے۔ اور کمال حاصل نہیں کرتا گویا مومن انسان کامل اور منافق اور مشرک انسان ناقص ہے۔ اگرچہ کمال حاصل کرنے کے موانع اور بھی ہوں گے۔ مگر بڑے بڑے موانع بہ تفصیل ذیل ہیں۔ اول مانع تحصیل کمال تقلید ہے۔ تقلید ایسی بری بلا ہے کہ مقلد شخص کبھی کمال حاصل نہیں کرتا وہ جس حالت میں کہ اپنے باپ دادا اور رشتہ داروں کو پاتا ہے انہیں کی پیروی کرتا ہے۔ اُن کی حالت سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ خداوند کریم بری تقلید سے پناہ دیوے۔ مقلد کبھی نصیحت قبول نہیں کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ؁

ترجمہ جب ان (لوگوں سے) کہا جاتا ہے کہ جو (حکم) خدا نے اتارا ہے اس پر چلو تو جواب دیتے ہیں نہیں جی ہم تو اسی (طریقے) پر چلیں گے جس پر ہم نے باپ دادوں کو چلتے ہوئے پایا۔ بھلا اگر ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے اور نہ راہ راست پر چلتے رہے ہوں تو بھی (وہ اُن کی پیروی کیے) چلے جائیں گے'' سورہ بقرہ رکوع ۲۱۔ آیت ۲۰۲

دوسری جگہ مذکور ہے۔ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ مُّھْتَدُوْنَ ؁ وَکَذٰلِکَ مَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ

نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ۔ قٰلَ اَوَ لَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰی مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَیۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ۔ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِیۡنَ ۔

ترجمہ "بلکہ (یہ تو یوں) کہتے ہیں کہ ہم نے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا۔ اور اُن ہی کے قدم بقدم ہم بھی ٹھیک رستہ پر چلے جا رہے ہیں اور (اے پیغمبر) اسیطرح ہم نے تم سے پہلے جب کسی گانوں میں کوئی (پیغمبر) ڈر سنانیوالا بھیجا وہاں کے آسودہ لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور اُن ہی کے قدم بہ قدم ہم (بھی انکی) پیروی کر رہے ہیں۔ (اس پر ان کے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ جس (طریقے) پر تم نے باپ دادوں کو پایا۔ اگر میں اس سے بھی کہیں سیدھا رستہ لیکر آیا ہوں (تو (تم اس ڈھرے پر چلے جاؤ گے) وہ بولے کچھ بھی ہو جو تم کو دیکر بھیجا گیا ہے ہم تو اُسکو ماننے والے نہیں۔ آخر کار ہم نے اُن سے (انکی سرکشی کا) بدلہ لیا تو (اے پیغمبر) دیکھو کہ (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا" زخرف رکوع ۲ ۔

دوسرا مانع کمال حاصل کرنے کا باطل پرستی ہے باطل پرست کبھی کمال حاصل نہیں کر سکتا پیغمبروں نے باطل پرستی سے پناہ مانگی ہے جیساکہ خدا تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کیطرف حکایتاً ذکر فرماتا ہے :-

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّهٗ مِنِّیۡ ۚ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۔

ترجمہ "اور (اے کفار مکہ اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے (خدا سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر اور مجھکو اور میری نسل کو اس (گمراہی سے) بچا کہ لگیں بتوں کو پوجنے۔ اے میرے پروردگار کچھ شک نہیں کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

بت پرستی میں آفتاب پرستی ماہتاب پرستی۔ ستارہ پرستی طاغوت پرستی یا کوئی اور عجیب شئے مثلاً درخت و پتھر وغیرہ پوجنا شامل ہے۔ بت پرست جہل مرکب میں گرفتار ہوتا ہے وہ مشکل سے راہ راست پر آتا ہے بت پرست کہتے ہیں کہ ہم خدا کی مشیت سے بت پرستی کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

ترجمہ مشرکین سے کچھ بعید نہیں کہ یہ حجت پیش کریں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ (دادا) ایسا کرتے اور نہ ہم کسی (حلال) چیز کو (از خود اپنے اوپر) حرام کرتے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں (پیغمبروں کو) جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ (آخر کار) ہمارے عذاب کا مزا چکھا (پڑ چکھا) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) پوچھو کہ کیا تمہارے پاس کوئی (کتابی) سند بھی ہے کہ اسکو ہمارے (دکھانے کے) لیئے نکالو (اور پیش کرو) سند تو تمہارے پاس کچھ نہیں) نرے واہموں پر چلتے اور نری انگلیں پچو دوڑاتے

ہو (اے پیغمبران سے) کہو (کہ تم ہارے اور) اللہ کی حجت (تم پر) تمام ہوئی۔ پھر اگر وہی چاہتا تو تم سب کو رستہ دکھا دیتا"۔

مشرکین جب دلیل سے عاجز آتے ہیں تو مشیت آلہی کی بحث نکال کھڑی کرتے ہیں۔ لیکن وہ مرضی اور مشیت میں فرق نہیں کرتے۔ خدا نے اس آیت میں مرضی اور مشیت کا فرق نہایت عمدہ طور پر دکھایا ہے کہ جو خدا کی مرضی تھی وہ پیغمبروں کے ذریعہ سے ظاہر کر دی اور لوگوں کو اختیار دیا گیا کہ نیک راہ اختیار کریں یا بری راہ چلیں بروں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ و دانستہ بری راہ اختیار کی تو وہ ملزم ٹھیرے اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی۔ مشیت آلہی سے اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مشیت آلہی بالکل دوسری چیز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا چاہتا تو سب راہ راست پر چلتے مگر اس نے چاہا کہ لوگ اپنے ارادے سے راہ راست اختیار کریں تو لوگوں کے افعال سے مشیت آلہی متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی اپنی مشیت متعلق ہے یعنی مشیت آلہی تھی کہ لوگ اپنی مشیت سے برا یا بھلا کریں۔ خدا ہر قصور سے درگزر کرے گا۔ مگر شرک کو کبھی معاف نہیں فرماتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝

ترجمہ: اللہ یہ (گناہ) تو معاف نہیں کرتا کہ اسکے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جاوے اور اس سے کم جسکو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ (راہ راست سے بڑی) دور بھٹک گیا۔

تیسرا مانع تحصیل کمال کا بری عادت ہے جو شخص برے افعال کا خوگر ہو جاتا ہے۔ وہ بری عادت اس کی طبیعت ثانی بن جاتی ہے اور اس سے

اُسکے دل پر سیاہی آجاتی ہے اور دل انوارِ الٰہی کے حاصل کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ بُرے افعال دو قسم کے ہیں۔ ایک کو کبائر کہتے ہیں دوسرے صغائر۔ کبائر جیسے چوری کرنا، یا زنا کرنا۔ یا قتل پیشہ ہونا۔ یا جُوا کھیلنا یا شراب و مسکرات کا استعمال کرنا۔ یعنی وہ بڑے بڑے جرائم جن سے قرآن مجید نے صریحًا منع فرمایا ہے، یا حدیث نبوی سے انکی حرمت ثابت ہوتی ہو یا اُسکے واسطے سزا ئے بدنی مقرر ہو یا اسکے سبب وعید ہو۔ صغائر وہ ہیں۔ جنکے لیے کوئی صریح ممانعت نہو۔ جیسے غیبت یا بٹیر بازی۔ یا کبوتر بازی۔ یا تماشا بینی۔ یا کثرت کلام یا اسی طرح اور باتیں جو عقلاً بُری معلوم ہوتی ہوں۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ اگر کبائر سے آدمی بچ جاوے تو صغائر قابل معافی ہیں۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۔ "جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے۔ اگر تم اُن میں سے بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) قصور (تمہارے نامہ اعمال سے) محو کر دینگے اور تم کو جا کر مقامِ عزت (یعنی بہشت میں جگہ) دینگے"۔

بری عادت کا چھوٹنا بڑا سخت کام ہے۔ جوئے باز جوئے سے اور شرابی شراب سے اور زناکار زنا سے کبھی نہیں چوکتا۔ میرے ایک مہربان بڑے رئیس کو زناکاری کی عادت ہو گئی تھی۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا اور قوت رجولیت اُس میں باقی نہ رہی تو صرف عورتوں کے ساتھ ہم بستر ہو کے اپنی تسلی کیا کرتا تھا۔ ایک روز کسی اجنبی عورت سے ہم بستری کی حالت میں مردہ پایا گیا۔ اور اس راز سے ابھی تک کوئی آگاہ نہوا۔ اس امیر کبیر کے لیے

اب تک میرے دلمیں افسوس ہے کہ خدا نے اُسکے ساتھ کیا کیا ہوگا وہ
امیر بڑا سخی آدمی تھا۔ خداوند کریم اُسپر اپنا فضل کرے اور معاف کرے ؎
چوتھا مانع تحصیل کمال کا بُری صحبت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہ مسلمانو! خدا کے
غضب سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو ؎
بُری صحبت سے آدمی بُرا اور نیک صحبت سے آدمی نیک بن جاتا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

پانچواں مانع تحصیل کمال کا محبت مال اور دنیا ہے۔ رسول کریم فرماتے
ہیں کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر ہے
دنیا سے وہ اشیاء مراد ہیں جو اس آیت میں تفصیلاً مذکور ہیں:۔
زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ
الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ
وَالْحَرْثِ ۔ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ
ترجمہ لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی
کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے
ساتھ دلبستگی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ (حالانکہ) یہ (تو) دنیا کی زندگی کے
(چند روزہ) فائدے ہیں اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے ہاں ہے
یہ نہیں کہ یہ اشیاء بذاتہٖ مانع تحصیل کمال ہیں مگر انکے ساتھ دل لگاؤ
مانع تحصیل کمال ہے کہ دل ایک ہے اور وہ ایک رُخ ہے۔ یا اللہ کا رہے گا
یا غیر اللہ کا ؎

دل بدہ پے این و آں نہ نیکو ست ترا یک دل داری بس است یک دوست ترا

ان چیزوں کی محبت انسان کو خدا سے غافل کر دیتی ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا کی محبت سے آدمی میں بُرے اخلاق مثلاً حرص و طمع و تکبر و بخل و اسراف وغیرہ پیدا ہوتے ہیں. اور یہ اخلاق ہمیشہ کے لیئے انسان کو خدا کے قرب سے محروم کرتے ہیں ۔

چھٹا مانع تحصیل کمال کا دنیا کی زندگی پر مغرور ہونا ہے. اور اسی کو اپنا مدعا اور منزل مقصود جانکر دنیا کی زندگی پر مطمئن ہوکر آخرت سے بالکل بے بہرہ رہنا ۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ لوگو! اللہ کا وعدہ برحق ہے ایسا نہو کہ دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں ڈالے رہے اور ایسا نہو کہ شیطان دغا باز خدا کے بارے میں تم کو دھوکا دے ۔

جو شخص آخرت کے لیئے توشہ جمع کرتا ہے اور کمال حاصل کرنے کے لیے تیاری کرتا ہے. اسکو دنیا کی زندگی نہیں کہتے دنیا کی زندگی وہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے
اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

[illegible]
[illegible]
دنیا کی زندگی کی مثال [illegible]
[illegible]

ریک کر خشک ہو جاتی ہے تو (اے مخاطب اس وقت) اسکو دیکھتا ہے کہ پیلی پڑگئی ہے پھر آخر کار ریزہ ریزہ مٹی میں آجاتی ہے ۔ غرض دنیا کی زندگی چند روزہ رونق ہے) اور آخرت میں (دنیا کی زندگی کے دو انجام ہیں بعض کو) عذاب سخت اور (بعض کو خدا کی طرف سے گناہوں کی) معافی اور خوشنودی اور دنیا کی زندگی نری دہوکے کی ٹٹی ہے"۔

اکثر لوگ اپنی تمام عمر کھیل اور تماشوں اور ٹھاٹ اور فراہمی مال میں صرف کر دیتے ہیں انکو آخرت اور خدا سے ملنے کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مذکور ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

ترجمہ جن لوگوں کو (مرے پیچھے) ہم سے ملنے کا کھٹکا ہی نہیں اور (اس) دنیا کی زندگی سے خوش ہیں اور (خطر عاقبت سے فارغ ہو کر) باطمینان زندگی بسر کرتے ہیں اور جو لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیوں سے غافل ہیں یہی لوگ ہیں جن کے کرتوت کا بدلہ یہ ہوگا کہ ان کا (آخری ٹھکانا دوزخ ہوگا"۔

جو لوگ کمال حاصل کرنے اور خدا سے ملنے کی پروا نہیں کرتے خدا بھی ان کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے :۔

فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ تو (اے پیغمبر) جو شخص ہماری یاد سے روگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اُسکو (کسی اور بات سے) غرض (و مطلب) نہ ہو تم ایسے شخص کی ذرا بھی پروا نہ کرو ان کی عقل کی رسائی بس یہیں تک ہے تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اُسکے رستے سے بھٹکے ہوے ہیں اور وہ انکو (بھی) خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہیں

غرض یہ ہے کہ دنیاکی زندگی صرف لہو ولعب ہے اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے
وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ہ "اور یہ دنیاکی زندگی تو بس (جی کا) بہلاوا اور کھیل ہے اور دار آخرت (کی زندگی) وہی (اصل) زندگی ہے (اے کاش یہ لوگ سمجھتے"۔

پس معلوم ہوا کہ کمال حاصل کرنیکے موانع چھ ہیں۔ اول تقلید۔ دوم شرک۔ سوم بُری عادت۔ چہارم بُری صحبت۔ پنجم محبت دنیا۔ ششم دنیاوی زندگی پر مغرور ہونا جو کوئی اللہ اور اُسکے فرشتوں اور کتب الٰہی اور انبیاء اور دار آخرت اور تقدیر الٰہی اور مرنیکے بعد جینے پر ایمان لاتا ہے۔ اور ضروری علم جو آیات محکم اور سنت قائمہ اور فرائض عادلہ ہیں حاصل کرتا ہے۔ اور تقلید چھوڑکر تحقیق اختیار کرتا ہے اور بجائے باطل پرست ہونیکے حق پرست ہو جاتا ہے اور بُری عادات کی جگہ نیک عادات نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ خیرات۔ صدقات اور صلہ رحمی وغیرہ اختیار کرتا ہے اور جُہلا کی جگہ صوفیوں اور علما اور متقیوں کی صحبت میں رہتاہے اور حب دنیا کی جگہ زاہد دنیا ہو جاتا ہے جس سے اُسمیں نیک اخلاق مثل سخاوت اور اقتصاد فی العمل اور تواضع وغیرہ پیدا ہونگے۔ اور دنیاوی زندگی پر مغرور ہونے کی بجائے دار آخرت کا تہیہ کرتا ہے تو ایسے شخص کا قلب جو خدا کا گھر ہے وساوس شیطانی سے پاک ہو جاتاہے۔ اور ذکر کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ قلب تجلی الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ اور انوار کمال قلب پر نازل ہوتے ہیں اور دنیا میں وصال سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں مرنیکے ساتھ ہی وہ کچھ دیکھیگا جو نہ آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کان نے سنا ہو اور نہ دل پر گذرا ہو۔ اور خدا کے ساتھ عرش کے پاس اپنا ٹھکانا پائیگا۔ اور بہشت میں آمد و رفت رکھیگا۔ رباعی اے دل اگر از غبار تن پاک شوی + تو روح مجردی بر افلاک شوی + عرش است نشیمن تو شرمت بادا + کائی و مقیم خطۂ خاک شوی +

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ اَبغی + حاجی محمد اسمٰعیل کاکاخیل اویسی

تمثیل

کرامات اولیاء

ان بلبلوں میں صرف اضطراب ہے، محض بے چینی ہے، جو بحر ہستی کی وسیع سطح پر انسانیت کی کج ٹوپیاں لگائے ہوئے تھر رہے ہیں:

تم سمجھو! کہ میں اسے خوب سمجھ چکا ہوں:

آغوش مادر کے گرداب میں جو ایک ہلکی ہلکی نازک سی چادر وجود اوڑھے ہوئے ننھا سا حباب روتا ہے، بلبلاتا ہے تو دیوانے سمجھتے ہیں کہ اسے دودھ کی چھینٹوں کی تلاش ہے، حالانکہ وہ اپنی بھوک مٹانا چاہتا ہے، اور یہ بھی نہیں۔ وہ اس اذیت سے نجات کا طالب ہے، جو سوزش صفرا نے اسکی آنتوں کو پہنچائی ہے، اور یہ بھی نہیں، وہ صرف ایک ہی چیز کو ڈھونڈھتا ہے۔ جسے ہر شخص ڈھونڈھتا ہے مگر کوئی نہیں ڈھونڈھتا:

صبح پو پھٹنے سے پہلے جو کندھے پر ہل کی لکڑیاں رکھکر بیلوں کے پیچھے پیچھے دہقانی اپنی کشت زار کیطرف روا روی کے ساتھ بھتا ہوا جا رہا ہے۔

سطحیوں نے خیال کیا کہ اسے ہل جوتنے کے شوق نے متحرک کیا ہے۔ حالانکہ اسے غلے کی ضرورت ہے، اور اسکی بھی نہیں بلکہ اپنے بال بچوں کی شکم پروری کی ضرورت ہے۔ اور اسکی بھی نہیں بلکہ ان کی بھوک مٹانے کی ضرورت ہے۔ اور اسکی بھی نہیں بلکہ بھوک کی تکلیف سے نجات پانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی نہیں بلکہ اسے صرف ایک ہی چیز کی ضرورت ہے جسے ہر شخص ڈھونڈھتا ہے۔ مگر کوئی نہیں ڈھونڈھتا

ایک وکیل جو شہر بھر کی تمام امواج عیش و سرور سے کنارہ کش ہو کر آٹھ سے رات بارہ بجے تک چراغ کی بتیوں کے آگے اپنے کو ڈالے ہوئے ہے

آنکھوں کو عینک کی کشتیوں پر سوار کر کے قانون نظارہ کے سمندروں میں تیرا رہا ہے
بن سنے کئی احمقوں کو کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اسے توکل کی عادت قرار دیا
حالانکہ اسکے دل سے پوچھو! کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ وہ اپنے جگہ پر ٹھہرا ہوا رہتا ہے
کس قدر بدعقلی ہے کہ لوگوں نے اسپر گرویدگی مطالعہ کا تہمام جوڑا۔ حالانکہ وہ اس کا
دشمن ہے۔ مگر کرتا ہے کہ اسے روپے کی تمنا ہے ، اور یہ بھی نہیں بلکہ اپنی حیثیت
اور آبرو کی بقا کی تمنا ہے۔ اور اسکی ہی نہیں اسے بھی صرف ایک ہی چیز کی
ضرورت ہے۔ جسے ہر شخص ڈھونڈھتا ہے مگر کوئی نہیں ڈھونڈھتا +

وہ جو صبح کی نماز کے متصل ہی وظیفہ سے پہلے اپنے مطب کی گدی پر آکر
لہراتا ہوا، کبھی نجس قارورں سے آنکھوں کی شعاؤں کو ملوث کرتا، زرد زرد، سوکھے
رنگ کے ۔چمڑوں یا چرم استخوانوں کے گھناؤنے جسموں پر اپنی نرم نرم خوبصورت
انگلیوں کو ڈالتا ہے۔ کسی نے سمجھا کہ اسکی طبیعت کا یہ فطری تقاضا ہے۔ حالانکہ وہ
کتنی دفعہ اس بیزاری کا اظہار کر چکا ہے کہ غلط ہے جس نے ایسا سمجھا۔ بلکہ اسے
فیس کی ضرورت ہے ۔ اور اسکی ہی نہیں بلکہ اپنے اہل وعیال کی پرورش کی ضرورت
ہے۔ اور اسکی ہی نہیں بلکہ اسے بھی صرف ایک ہی چیز کی ضرورت ہے جسے
ہر شخص ڈھونڈھتا ہے مگر کوئی نہیں ڈھونڈھتا +

او قلزم امکان کے ان چھوٹے چھوٹے ہلکے پھلکے حبابوں پر کیا موقوف
اسی سمندر کے سطح جسم پر یعنی بلبلہ سے طرۂ دستار میں سلطنت بادشاہ
کے سر پر چمکتے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اپنی سرداری کے آبرو اور پندار کے تحفظ کے
اسی پیٹ کے دھندے میں بدل بدل کر شور و شر میں جنبش پیدا کر رہا ہے۔ ایک خیال ہے
جو سمجھا گیا کہ ایسے ملک کی پرواہ ہے +

نہیں بلکہ رعایا کی امن و آسائش کی فکر ہی اور یہ بھی نہیں بلکہ اسے بھی صرف

ایک چیز کی ضرورت ہے جسے ہر شخص ڈھونڈھتا ہے مگر کوئی نہیں ڈھونڈھتا +

اخیر پر بچوں کے شور و غوغا پر کیا بہتان نہیں کہ اسے شیر مادر کی جستجو ہے کہ آنکھ والوں نے اسمیں سکون و اطمینان کی تلاش کا نظارہ کیا ہے۔ وہ فقط اپنی روح میں چین پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ طمانیت دل کیلئے تڑپ رہا ہے مگر بے کار تڑپ رہا ہے کہ ماں صرف دودھ دے سکتی ہے مگر ہضم اسکے اختیار میں نہیں اور پھوڑے پھنسیوں کی آمد کو وہ روک نہیں سکتی +

کیا دہقانی کاوشوں پر یہ سراسر الزام نہیں کہ وہ غلوں کے مہوسانہ دام ہیں حالانکہ کسان فقط لٹنے فراغبالی کو جذب کرنا چاہتا ہے اور نہیں کر سکتا کہ بادلوں پر اسے اقتدار نہیں۔ ٹڈیوں کے دل اسکی زیر حکومت نہیں۔ ٹھنڈا اور پالے اسکے زیر فرمان نہیں +

پھر کیا اس وکیل پر یہ ایک گستاخانہ حملہ نہیں کہ وہ سکون اور مختتانہ کے چند ذلیل سکوں کے لیئے یا آبرو و پوزیشن کے لیئے وقف مطالعہ، و محو کتابت ہے۔ حالانکہ جسم پر نہیں۔ اسکے دل پر نظر ڈالو کہ احباب اقران، ہم چشم معاصرین کے سنگدلانے تحقیر، و ملامت کے خوف سے وہ کانپ رہا ہے آہ! کہ وہ سکین وکیل اسکی لرزش کو تھامنا چاہتا ہے مگر نہیں تھام سکتا کہ موکلوں کے دل اسکی انگلیوں کے درمیان نہیں۔ ججوں، اور مجسٹریٹوں کے قلم اسکے قبضے میں نہیں اور نہ صرف یہی بلکہ اپنے دماغ پر بھی بھروسہ نہیں۔ نسیان پر بھی اعتبار نہیں +

پھر کیا اسی طرح اس غریب طبیب کے شریف پیشہ پر یہ ایک کور بختانہ سفیہانہ چوٹ نہیں۔ کہ قارورہ بینی نبض شناسی کی علت صرف عطار خانے کی فروغ دہی ہے۔ حالانکہ اسکے گھر میں جا کر اندازہ لگاؤ۔ کہ کس طرح اسکے بچے اور بیوی نے اسکے دل کو نزدو افکار کے تیروں سے چھلنی کر دیا ہے۔ وہ صرف ان جمعیت خاطر کا مرا

لگانا چاہتا ہے۔ مگر نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ اسکے حافظہ میں فقط دواؤں کی تاثیرات بند ہیں۔ چھت کی کنجی اسکے پاس نہیں۔ اور جو بھی تو وہ اپنے ہم پیشوں کو اپنے شہر میں آنے سے نہیں روک سکتا۔

اور جبکہ ایسا ہے تو کیا بادشاہوں کی ٹکرانے میں شیبی پر یہ ناقابل عفو الزام نہیں کہ اسکی تمام تڑپ و بے چینی مٹی کے چند تودوں کی نگہبانی کے ساتھ وابستہ کی جاتی ہے۔ حالانکہ تم اسکی ممالک محروسہ کی چار دیواریوں کی روزنوں میں جھانک کر دیکھو اکہ ہم عصر سلطنتوں کی خونخوار و غاصب آنکھوں نے اسکے اقلیم دل میں ہلچل ڈال رکھی ہے۔ وہ صرف اس خطرے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے۔ مگر نہیں ہوسکتا کہ دست بازو کی قوتوں کا وہ خالق نہیں۔ زمین کی روئیدگی اسکی مطیع نہیں۔ بالفرض ہوں بھی تو قسمت کی باگ تو اسکے پنجہ اقتدار میں نہیں۔

جابستان امکانی کا یہی عبرت انگیز اضطراب پاش تماشا تھا جس کو ختم ہونے والی رستخیزیوں پر "اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی" کی قدوسی آواز نے متنبہ کیا۔

پھر کچھ لوگ تھے جنہوں نے اسکے بعد وہ سب کچھ سمجھ لیا۔ جسکے بعد فنا آباد کی کوئی چیز کچھ نہیں سمجھی جاتی۔ اور یکایک ایک غیبی آواز "فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ" (بھاگو طرف اللہ کے میں اس سے کھلا ڈرانیوالا ہوں) کی آئی۔ جسکے بعد انکے بستر بندھ گئے، اسباب لد گئے، چلنے والے بھاگے، گرتے پڑتے اٹھتے۔ بیٹھتے۔ گاؤں اور قصبوں کو چھوڑتے ہوئے۔ بڑے بڑے شہروں کو پاس کرتے ہوئے۔ ہانپتے، کانپتے، آخر وہ ایک بڑی سرائے میں جاکر اتر گئے۔ جسکے دروازے کے طاق پر کندہ تھا۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" (خدا کی یاد سے دلکو چین ملتا ہے)۔

انہیں میں سے یہ سادات اجنبی لوگوں کا نام اولیاء اللہ ہے جو شگفتہ مستی سے

دوسرے وہ کہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی سفر کرنے میں مصروف ہیں بے اطمینانی سے بھاگے تھے مگر جہاں جاکر طمانیت ملتی ہے۔ وہاں پھر کچھ نہیں ملتا۔ انسانوں کی آبادیوں کا پھر وہاں پتہ بھی نہیں چلتا۔ اگر ملتا ہے تو صرف خدا اور ایک خدا، جسکے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا آخر وہیں گھر کر لیتے ہیں اور جو نظر آتا ہے اسی کے مہمان بنجاتے ہیں۔

اور جبکہ انسانوں کے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو باوجودیکہ اُن میں غریب بھی ہیں سخت دل بھی ہیں سبھی کچھ ہیں، لیکن خدا نے حکم دیا کہ انکی اکرام و تعظیم کرو، انہیں آرام پہنچاؤ تو پھر وہ جو غریب نہیں۔ ملک ہے۔ جو بخیل نہیں اکریم ہے، جو سخت نہیں رؤف ہے، پھر کس طرح ممکن تھا کہ اسکی سرائے میں ٹھیرنے والے مہمانوں کی تکریم نہیں کیجاتی؟ یقیناً کی گئی اور آئے دن ایسے مسافروں کی ہمیشہ کی جاتی ہے اور اسیکا نام "کرامت" ہے گویا خدا اپنے مہمانوں کو ان چیزوں سے نوازتا اور انکی تکریم کرتا ہے جسے ہم کرامت کہتے ہیں

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک کرامت کی یہی تعریف ہے اور یہی وجہ تسمیہ بھی ہے۔ اسکے بعد ارقام فرماتے ہیں:-

کہ ہمارے نزدیک کرامت کی دو قسمیں ہیں (۱) حسیہ (۲) معنویہ

صوفی کے وہ تصرفات، جو دوسروں کو محسوس ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اندر نہیں بلکہ اپنے باہر کی ہستیوں پر جو اثر ڈالتا ہے۔ کبھی دلوں کے خطرات بتا دیتا ہے کبھی وہ ہوا پر اڑتا ہے کبھی پانی پر چلتا ہے۔ کبھی بڑی مسافت کو چند دنوں میں طے کرلیتا ہے۔ لوگوں کی نگاہوں پر پردہ ڈالکر اپنے کو غائب کرلیتا ہے۔ بلکہ اسی طرح وہ یہی جو کہ کی دعا فوراً مقبول ہوجاتی ہے۔ میں ان چیزوں کو کرامات حسیہ قرار دیتا ہوں۔

دوسرے صوفی کے وہ تصرفات جو خود اپنے اندر کرتا ہے۔ مثلاً وہ شریعت کے فرائض و سنن کی رعایت و نگہداشت کرکے پیدا ہوجاتے۔ اسکے اخلاق [illegible] پیدا ہوجائیں۔ نیکیوں کے کرنے میں [illegible]

عادی ہوگیا ہو،

وہ اپنے دل سے ہر کسی کے کینے کو نکال کر پھینک سکتا ہو حسد یا کسی کیجانب سے بُرے خیالات اول تو اسمیں آتے ہی نہوں، اور آئیں تو اُسکے ازالہ کی قوت اسمیں موجود ہو

الغرض سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ دل سے تمام بُری صفات چن چن کر الگ ہوگئی ہوں، خدا کے حقوق یا دوسرے کے حقوق جو اُسکے ذمہ عائد ہوتے ہوں اُنکے ادا کرنے میں اسے دقت نہ محسوس ہوتی ہو۔ وہ اپنے دل کو ہر وقت ٹٹولتا رہے کہ اسمیں خدا کی جانب سے کیا کیا آثار ربوبیت کیے گئے ہیں۔ اطہر میں یہ کہ اُسکی جو سانس نکلتی ہو اُس وقت بھی وہ اپنے مالک کے آگے ادب کے ساتھ اپنے کو حاضر سمجھے۔ اور جب سانس اندر آئے تو اُسوقت بھی حضوری کی فلعت اُسکے دل پر موجود ہو،

میں ایسے کرامات معنویہ سمجھتا ہوں جو عوام کے نزدیک اگرچہ کچھ نہیں ہیں لیکن خواص سے پوچھو کہ سب کچھ یہی ہیں،

میں اسکا منکر نہیں کہ حسی کرامات" کرامات نہیں۔ اور وہ خدا کی سرے میں ٹھیرنے والے مہمانوں کی تکریم کو نہیں بتاتیں؟

نہیں میں اسے کرامت مانتا ہوں لیکن حسرت ہوتی ہے۔ جبکہ جوگیوں، بازیگروں کو بھی ان اعمال پر قادر دیکھتا ہوں بیشک سبب کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے کہ صوفیاء سے وہ چیزیں بسبب اُنکی مہمان نوازی کے صادر ہوتی ہیں اور جوگیوں وغیرہ سے اس لیے کہ نفسانی طاقتوں کی پرورش کے بعد انسان ایسے اعمال و افعال بخوبی انجام دیسکتا ہے۔ مگر پھر بھی مجھے ان کرامتوں کے متعلق ہمیشہ ایک دغدغہ لگا رہتا ہے کہ بالفرض جن تصرفات کا ظہور ہم سے ہوا۔ وہ خداوند تعالےٰ کے اکرام کے نتائج ہوں،

تاہم دل کی باتوں کا بتادینا۔ یا ہوا میں اڑنا وغیرہ یہ نہ کوئی سنت ہیں نہ فرض

پھر ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ ہمارے تمام مجاہدات اور ریاضات سلوک کالتے بدلے قرار دیکر اور محاسبہ کرکے کہیں ہمیں خالی دامان نہ بنا دیا جائے۔ بخلاف کرامات معنویہ کے۔ کہ اسمیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسکو استدراج و شعبدہ وغیرہ کسی کو اشتباہ نہیں یہ ممکن ہے کہ ایک جوگی ہوا پر فراٹے بھرتا پھرے۔ لیکن یہ مشکل ہے کہ وہ اپنے دل سے کینہ و بغض کو نکال کر پھینک دے۔ یہ بہت آسان ہے کہ کوئی آدمی دریا پر پیادہ پا رواں ہو۔ لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ وہ پانچوں وقت کی نماز مع طہارت جسم و جامہ اور حضور قلب روزانہ ادا کرنے پر قادر ہو۔

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ، اسلیئے کہ استدراج میں خداوند تعالیٰ محض شریروں کی رسی دراز کرتا ہے، انہیں ڈھیل دیتا ہے۔ حالانکہ وہ اُسکے لیئے شریک کرتے ہیں وہ قبروں پر جاکر خدا سے نہیں بلکہ خدا کی مخلوق سے براہ راست حاجت طلب کرتے ہیں پھر بھی وہ بسا اوقات دل کے خطرات بتا دیتے ہیں۔ اکثر موقعوں پر اُنکی دعائیں پوری ہو جاتی ہیں،،

اِس صورت میں اِن خرق عادات کو اگر استدراج نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے

لیکن ایک شخص ہے جسکا دل بغض و کینہ سے پاک ہو گیا ہے وہ نمازوں کا تمام شرائط کے ساتھ پابند ہے۔ اسمیں عمدہ اخلاق پیدا ہو گئے تو یہ چیزیں کیونکر استدراج کا آلہ بن سکتی ہیں۔ کہ یہ خدا کے مقرر کردہ حدود ہیں۔ اور اسی کے بتائے ہوئے راستے ہیں۔ پھر نا ممکن ہے کہ ان رستوں پر خداوند تعالیٰ ہی کسیکو استدراج و تعجیل کے اندر مبتلا فرمائے،،

بخلاف کرامات حسیہ کے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے مقرر فرمودہ راستے نہیں ہیں پس جو شخص اُنپر چل رہا ہے وہ خطرات و مہالک سے کیونکر مامون رہ سکتا ہے الغرض کرامات معنوی وہ چیزیں ہیں کہ جس پر انسان بیخوف و خطر چل سکتا ہے۔ اسکو اِس

راہ میں بجز ایک چیز کے یعنی غرور و تکبر کے اور کسی چیز کا ڈر نہیں لیکن اگر علم پاس ہے تو فوراً وہ علم تنبیہ کرے گا کہ بندہ کچھ نہیں کرسکتا جو کچھ ہے خدا کی عنایت ہے اور اس مقام سے تکبر کی دیوار بھی گر سکتی ہے ،

بلکہ میرا خیال تو ایسا ہے کہ حتی الوسع کرامات حسیہ کا صدور نہیں ہونا چاہئے اور کبھی اتفاق سے سرزد ہو گئے تو خداوند تعالیٰ کیطرف الحاح کے ساتھ رجوع کرنا چاہئے اور دعا کرنی چاہیے کہ عوام کے نزدیک اس کرامت کا کوئی ظاہری اور مادی سبب نکل آئے تاکہ میں استدراج یا اس خطرہ سے کہ میری عبادتوں کا یہی تو بدلہ نہیں ما مون مصئون ہو جاؤں ،

اور میں تمام کرامات معنویہ میں سے خاصکر خداوند تعالیٰ کے اس اکرام کو جو اپنے مہمانوں کو علم کی صورت میں دیتا ہے بہتر سمجھتا ہوں جسکے بعد انسان پر اپنے مالک کے انعام و احسانات کی تفصیل اسکی صفات کمال کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ وہ آخرت کے واقعات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ میں کس لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور مجھے کس کام کے واسطے بنایا گیا ہے۔ اور یہی علم دراصل سبب بن جاتا ہے ان تمام صلاحیات باطنیہ و ظاہریہ کے لیے جن کو میں پہلے کرامات حسیہ معنویہ قرار دے چکا ہوں وہ شخص جس سے کرامات حسیہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اسکے وہ نماز نہیں پڑھتا روزے نہیں رکھتا۔ تمام بری باتوں میں مبتلا ہے۔ وہ خدا کا یقیناً مہمان نہیں کہ وہاں کے مہمانوں کی توقیر سب سے پہلے علم باللہ اور علم بالآخرۃ سے کیجاتی ہے۔ اور پھر کھولا جاتا ہے کہ اسکی ہستی کی غایت کیا ہے۔ تو چونکہ یہ مدعی وہاں گیا ہی نہیں۔ اور محض غلط لوگوں میں اپنے کو مسافر مشہور کر رکھا ہے۔ اسلیئے وہ حدود شرعیہ پر چل ہی نہیں سکتا اسکی روایات ہو نہیں سکتیں اور جو اسکی رعایت جس درجہ کی ہے یاد رکھو کہ [illegible] [illegible] وہ قریب کہ قریب ہے کہ موافق علم عطا ہوتا ہے [illegible]

موافق اعمال اقوال و نیات کی درستگی ہوتی ہے ✦

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالی سے کسی نے پوچھا کہ جو طی الارض کر لیتا ہے (یعنی چند دن میں پوری زمین طے کر لیتا ہے) اسکے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟ بولے کہ کچھ نہیں۔ اسکا مرتبہ کچھ نہیں شیطان بھی اسپر قادر ہے۔ اور ایسا کرتا ہے حالانکہ خدا کے یہاں اسکا کیا مرتبہ ہے؟ پھر کسی نے پوچھا کہ اچھا اور جو ہوا میں اڑتا ہے تو فرمایا کہ ہوا پر تو پرندے بھی اڑتے پھرتے ہیں۔ پھر یہ کیسی ہو توفی ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کی تکریم کرتے ہیں۔ اور جس چیز سے تکریم کی جاتی ہے وہ ایسی چیز ہے کہ کوا اور چیل کی بھی اسمیں عزت نہیں۔ وہ بھی اسے اپنی معمولی عادت قرار دیتے ہیں ✦

اسی طرح جن جن چیزوں کے متعلق جو عام طور پر کرامت مشہور ہیں لوگوں نے ان سے پوچھا سبھی کے متعلق اسی قسم کے جواب دیتے رہے اور اخیر میں ہاتھ اٹھا کر فرماتے تھے ✦

"میرے معبود! ایک قوم ہے جسنے تجکو صرف اس لیئے ڈھونڈھا کہ انہیں وہ حجاب جسکا وہ ذکر رہے ہیں تو تونے انکو اسی مشغلہ میں پھنسا دیا۔ اور اسی کے اندر وہ ڈوب گئے غافل ہو گئے" ✦

"پس اے پروردگار! اگر مجھے بھی تو کسی چیز کے ساتھ غافل بنانا چاہتا ہی تو اپنے کسی سر اور بھید یعنی اپنی صفات و تعلقات کے ذریعے سے غافل بنا" ✦

تو دیکھو ایسے جلیل القدر ولی مسلم رضی اللہ تعالی عنہ کی بھی یہی دعا ہی کہ کرامات حسیہ تو ہم سے سرزد ہی نہوں اور اگر کرامات ہوں بھی تو معنویہ جسمیں انکو طلب صرف علم کی ہی کہ وہی تمام کرامتوں پر غالب ہے اور سب اسکے ثمرات ہیں ✦

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے اپنے دربار سے جس چیز کے مانگنے کا حکم دیا تھا وہ بھی یہی ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (کہو اے محمد! اے پروردگار میرے علم میں زیادتی فرما)

حضرت ابویزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل صحیح فرمایا کہ پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا انسان کے لیے کرامت نہیں۔ کیونکہ یہاں اکرام کرنیوالا اللہ ہے جو اکرم الاکرمین ہے۔ اور جس کی تکریم کیجاتی ہے، وہ انسان مکرم ہے جو اپنی نوعی فضیلت کے اعتبار سے تمام عالم پر تفوق رکھتا ہے۔ پھر جہاں ایسا مہمان ہو، اور ایسا میزبان، تو ایسے موقع پر ہوا وغیرہ میں اڑنے کا ذکر کرنا کسی طرح مناسب نہیں، بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ اسوقت جبکہ مہمانوں میں بھی سب سے اشرف ترین مہمان ہے۔ اور میزبان بھی اکرم الاکرمین ہے کرامت لینے کی صلاحیت کس چیز میں ہے۔ ظاہر ہے کہ خداوند عزاسمہ کے تمام انعامات وافضال، جود و بخشش میں سب سے بہترین چیز رحمت ہے۔ کہ اسی رحمت کی بنا پر تمام موجودات اپنی ہستیوں کو برقرار دیکھتے ہیں۔ وہ ہر ایک چیز کو محیط اور سب کو شامل ہے۔ اب ہم قرآن مجید میں دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: آتَیْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (ہم نے رحمت اپنے نزدیک سے اسکو دیا اور سکھایا علم اپنے پاس سے)۔

صفت رحمت کے قرب کو عند کے لفظ سے تعبیر کیا جو قرب اور قریب دونوں کے لیے عام ہے۔ بخلاف لدن کے کہ وہ محض اقرب پر بولا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت رحمت، صفت علم پر متفرع ہے۔ اور علم ہی رحمت کا معدن اور سرچشمہ ہے پس اس موقع پر جہاں خدا میزبان اور انسان مہمان ہوتا ہے مناسب ہے کہ وہ علم ہی کے ذریعہ نوازا جائے کہ یہی تمام انعامات میں بہترین انعام ہے۔

(از رشید) مناظر احسن گیلانی

نظر بند نمبر

جسمیں حضرت مولانا محمود حسن صاحب، مسٹر محمد علی و شوکت علی، مولانا ابوالکلام، مولانا حسرت کے حالات نظر بندی میں۔ قیمت ۴ر

مینیجر نظام المشائخ دہلی

زندہ جاوید شہدائے کربلا

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۚ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (آل عمران ۶، ۱۷)

"اور جو لوگ خدا کے رستہ میں شہید ہوگئے ہیں انکو مرا ہوا مت خیال کرو بلکہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ موجود ہیں انکو روزی ملتی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو دے رکھا ہے اسمیں بہت خوش ہیں اور جو مسلمان انکے بعد ابھی شہید ہوکر انمیں شامل نہیں ہوئے انکی نسبت یہ خوشیاں مناتے ہیں کہ یہ بھی شہید ہوں تو ہماری طرح انپر بھی کسی قسم کا خوف طاری ہو اور نہ کسی طرح کا رنج اٹھائیں۔"

راہ حق میں جان دینے والے بزرگان سلف، اکابر مذہب، فدایان اسلام کی توقیر و تعظیم عزت و تکریم کی بابت مندرجہ بالا آیت میں مذکور ہے کہ جن جان باز، عقیدت کیش نفوسِ مقدسہ نے اعلائے کلمۃ اللہ اور خدائے واحد کے دین حق اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (بیشک دین اسلام ہی خدا کے نزدیک ایک سچا مذہب ہے) اسلام کی حمایت و حفاظت میں جدوجہد کی۔ کفار و بے دین اعداء کے سر کاٹے۔ اور اپنے گلوں پر خنجر چلوائے۔ اور مرتدین سے اسلام کی خاطر معرکہ جنگ میں نبرد آزما ہوکر ناموس شریعت غرا کو قائم رکھنے کے لیے اپنی جان قربان کردی ننھے ننھے بچوں کو بلکتے چھوڑا۔ ماں باپ بھائی بہن بیوی غرض دنیا کی کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اور راہ حق میں بخوشی جان دے دی۔ ان بزرگان قوم کی بارگاہ خداوندی میں بڑی عزت و وقعت ہے۔ ان کے کارنامے ایسے روشن ہیں کہ قوم

اُن کو کسی طرح نہیں بھلا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اِن یا تُوں کا اجر و ثواب کسی طرح ختم ہونے والا نہیں یہی وہ لوگ ہیں جنکو شہید و غازی کے معزز خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اِن کی خدمات کا ونیات اسلام کے لئے پہلا پورا نقش ہے یہی لوگ ہمارے مقتدا او پیشوا تھے +

سب سے بڑھکر بہادری سب سے بڑھکر عزت و ناموری سب سے بڑھکر عبادت و ریاضت کی بات یہی ہے کہ انسان خود کو حمایت و حفاظتِ مذہب کی خاطر قربان کر دے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

كُلُّ ابْنُ آدَمَ يَخْتِمُ عَمَلُهُ اِذَا مَاتَ اِلَّا الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ يَنْمِيْ لَهُ عَمَلُهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؂ (بخاری شریف)	ہر ایک انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل نیک ختم ہو جاتا ہے مگر مجاہد فی سبیل اللہ یعنی راہ حق میں جان دیکر شہید ہونے والے کا عمل برابر جاری رہتا ہے ؂

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ تمنا ظاہر فرمایا کرتے تھے کہ "میں راہ خدا میں شہید ہونے کو اسقدر دوست رکھتا ہوں کہ اگر بار بار شہید کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، تو میری تمنا یہی ہوگی کہ میں مدام زندہ ہوتا رہوں۔ اور پھر برابر جام شہادت پیتا رہوں" ؂

اسی دستورالعمل کے مطابق عام صحابہ اور بزرگان اسلام کو بھی جنہوں نے اپنی مقدس زندگی نہایت عیش و عشرت کے ساتھ بسر کی تھی ہمیشہ یہی خواہش اور یہی حیات ابدی بخشنے والی تمنا اور آرزو رہتی تھی جسکے جواب میں فرمایا گیا ہے:-

اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّي الْقَوْلُ اَنَّهُمْ اِلَيْهَا لَا يَرْجِعُوْنَ + (بیہقی)	یہ بات ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ایک دفعہ کی شہادت کے بعد پھر دوبارہ شہداء کو دنیا میں بھیجا نہیں جائیگا ؂ (انتہیٰ)

اسی تمنا اور اسی آرزو کو حضور علیہ التحیۃ و التسلیم کے نواسوں نے اپنے نانا سے ورثہ میں پایا تھا۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

سوانحات کربلا

زمانہ نبوت اور کچھ عرصہ خلافت کے بعد جب جناب معاویہ بن سفیانؓ بادشاہ ملک شام نے انتقال فرمایا تو آپ کی جگہ آپکا بیٹا یزید تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد اپنی قلمرو میں تمام حکام و عمال، رعایا برایا اور باشندوں کے نام اپنی بیعت کی بابت حکم جاری کیا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ

"میرے والد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ہے۔ میں ان کا جانشین۔ قائم مقام ہوں مجکو بادشاہت و خلافت ملی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام لوگ رعایا میرا حکم مانیں اور میری اتباع و پیروی کریں اور میری بیعت کو قبول کریں"۔

یہی حکم حاکم مدینہ کے نام بھی روانہ کیا گیا جس میں یہ تاکید کی گئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہالیٔ مدینہ سے بہت جلد اسکی تعمیل کرا کر میری بیعت قبول کرائی جائے۔

جب یہ نامہ ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کو پہنچا اُسنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو طلب کیا۔ جب آپ ولیدؓ کے پاس تشریف لائے تو اُس نے آپکی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور کمال عزت سے اپنی مسند خلافت پر بٹھایا اور پھر یزید بن معاویہؓ کے فرمان کا مضمون پیش کیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت میں کچھ جواب نہیں دیسکتا کل جمعہ کا دن ہے۔ خاص و عام مسلمانوں کے سامنے علی الاعلان جو مناسب ہوگا وہ کل انشاء اللہ کہا جائیگا۔

نمازِ جمعہ

کے بعد آپ نے باآوازِ بلند فرمایا: حضرات! ہمیں دنیا اور حکومت و نیابت کی کچھ غرض نہیں۔ مگر یزید سے ہم مذہبی قوانین کی بنا پر کسی طرح بیعت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ شراب پیتا ہے۔ بدکردار، ظالم اور جفا کار ہے۔ فاسق و فاجر اور زانی ہے پس اس صورت میں آلِ اطہار سادات کا یزید کی بیعت قبول کرنا کسی طرح شایانِ شان نہیں۔ ہم یزید کی بیعت کو کسی طرح قبول نہیں کر سکتے۔"

مسجد سے اٹھ کر آپ دولت خانے پر تشریف لائے۔ شب کے وقت جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ والدہ ماجدہ کی قبر پر سلام و درود پڑھا۔ پھر اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ غرض اپنے رشتہ داروں کی قبروں پر جا کر سلام و تحیۃ پیش کیا۔

بعد ازاں اپنے نانا جان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر تشریف لائے۔ سلام عرض کیا۔ اور فرطِ محبت سے بیساختہ زار و قطار روئے اور عرض کیا:

"نانا جان! آپ کا حسینؓ۔ آپ کا نورِ عین حسینؓ بے یار و مددگار رہ گیا ہے بے بس ہے۔ لاچار ہے۔ عالمِ تنہائی ہے۔ دشمن کا زور ہے۔ بھائی جان حضرت حسنؓ کو دشمنوں نے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ مجھے بھی حلقوم کے تنور میں رہنے نہیں دیتے۔ ظالم و بدکار، فاسق و فاجر، شرابی، حرام کار، بد دین کی بیعت کیسے قبول کر لوں۔ اور اس کی خلافت اور بادشاہت میں حقوق و شرائعِ اسلام کو

بےعزتی کیونکر گوارا کروں؟

آپ کا فرمان ہے "کہ جو ظالم و فاسق۔ بدعتی کی توقیر و تعظیم بجالاتا ہے وہ اسلام کو ڈھاہ دیتا ہے"۔

نانا جان! فدا تو قبر مبارک سے ہاتھ نکالیے۔ اور مجھے گلے لگا کر رخصت فرمائیے۔ پھر خدا جانے کہ حضورؐ کے روضۂ منورہ کا دیدار نصیب ہو یا نہ ہو۔

یہ فرما کر آپ نے نماز تہجد ادا فرمائی۔ اور پھر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ غنودگی کے عالم میں آپ کیا دیکھتے ہیں کہ میں بچہ سا ہوں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے گود میں اٹھا لیا۔ اور چھاتی اور سینہ مبارک سے خوب چمٹایا۔ پھر میرے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھکر سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ تلقین فرمائی:۔

"میرے کلیجے کے ٹکڑے! میری آنکھوں کی ٹھنڈک! پیارے حسینؓ! تم صابر و شاکر بنے رہو۔ عنقریب تم میرے پاس آجاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ابھی حاضر ہوں۔ آپ مجھے اپنے پاس رکھ لیجیے۔ بصد خوشی میں رہنے کے لیے تیار ہوں"۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹا ہمت کو بلند رکھو۔ بھوک پیاس، غربت و کربت، نیز اپنے بال بچوں کا صدمہ سہکر اور اپنی خواتین کو دشت کربلا میں خدائے رحمان کے سپرد کر کے آنا۔ کیونکہ جنت الفردوس میں تمہارے واسطے وہ وہ انعامات و اکرامات، درجات اور مراتب عالیہ تیار ہیں جو کسی شہید کے واسطے نہیں۔ اسی بنا پر حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو سردار اہل جنت فرمایا گیا ہے۔ اور یہ مراتب عالیہ بدون تکالیف و رنج سہے و مشقت کیے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کو یہ امتحان پاس کرنا ضروری ہے جس کی بابت ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ	اور ہم البتہ تم کو خوف، بھوک۔ مال و جان اور
الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ	زمین کی پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور
الْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ	(اے حبیب!) مصائب و تکالیف پر صبر کرنیوالوں
الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ	کو خوشخبری و بشارت سنادو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝	انکو کوئی مصیبت آتی ہے تو یہی کہتے ہیں کہ ہم تو سب
(بقرہ ع ۱۹ پ ۲)	اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسکی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔

جب آپ نے عالم وجد میں اپنے نانا جان سے یہ بشارت و خوشخبری سنی تو آپکے رگ و ریشے میں ایک خاص قسم کا سرور و انبساط رم گیا۔ اور آپ نے بیدار ہو کر سفر کے لیے عزم بالجزم کر لیا۔ شعبان المعظم کی چوتھی تاریخکو مع اہل و عیال احباب و اطفال کے مدینہ منورہ سے آپ مکہ معظمہ کیطرف روانہ ہوگئے۔

اہل مکہ کو آپ کی تشریف آوری سے بڑی خوشی ہوئی۔ تمام شہر کے لوگ جوق جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدمبوسی کر کے باغ باغ ہوتے تھے۔

اہل کوفہ

جب اہل کوفہ کو یہ علم ہوا کہ جناب امام ہمام حضرت حسین علیہ السلام مدینہ سے ہجرت فرما گئے ہیں تو تمام عمائد اور سربر آوردہ سرداروں نے کوفہ سے آپ کی خدمت میں عریضے لکھے۔ "کہ ہم آپکے تابعدار خدمت گذار ہیں۔ آپ یہاں تشریف لائیے۔ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری ہمارے لیئے سعادت دارین کا باعث ہے"۔

جب اس قسم کی تقریباً ڈیڑھ سو درخواستیں آپکی خدمت میں پہنچیں۔ اور اہل کوفہ کا اصرار برابر بڑھتا ہوا دیکھا تو امام ہمامؓ نے کوفے میں تشریف لیجانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

صحابہ رضہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ اہل کوفہ کے قول وفعل کا کچھ اعتبار نہیں۔ الکوفی لا یوفی ۔ یہ لوگ بد عہدی اور بے وفائی میں مشہور ہیں۔ آپ خود تشریف نہ لیجائیے۔ بلکہ حضرت مسلم بن عقیلؓ کو روانہ فرمایئے۔ اگر ان لوگوں سے انکی خاطر خواہ اطاعت کماحقہ ادا کی تو پھر آپکے تشریف لے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مسلم بن عقیل رضہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم رضہ کو کوفے کی طرف روانہ فرمایا اور ان کی وساطت سے اہل کوفہ کو یہ پیغام پہنچایا کہ مسلم رضہ کو میری جگہ تصور کر کے انکی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی سعادت سمجھو۔ میں بھی انشاءاللہ عنقریب پہنچتا ہوں۔

جب مسلم بن عقیل رضہ کوفہ پہنچے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کا نامہ انکو سنایا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت قبول کی۔ اور کمال اطاعت وجان نثاری سے پیش آئے۔ اور بہت تھوڑے سے عرصہ میں چالیس ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت کو قبول کرلیا۔ اب حضرت مسلم رضہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جسکا مضمون یہ تھا:-

"یا ابن الرسول! اہل کوفہ اپنے عہد وپیمان کے موافق اپنے قول پر قائم ہیں آپکے بیحد مشتاق ہیں۔ چالیس ہزار مردان جنگی نے میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت قبول کرلی ہے۔ اور ہر طرح جان ومال سے حاضر ہیں
اس خط کے ملاحظہ فرماتے ہی آپ بہت جلد تشریف لے آئیں"

مسلم بن عقیل رضہ کی شہادت

جب حضرت مسلمؓ کے ساتھ ایک جماعت کثیر ہوگئی۔ اور یزید کو اس امر کا
علم ہوا تو یہ ترقی اسکو بیحد شاق گذری۔ ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی تشریف
آوری کی خبر نے بھی کھلبلی ڈالدی۔

یزید نے عبداللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو ایک فرمان لکھا کہ ہم نے نعمان بن
بشیر حاکم کوفہ کو معزول کر دیا ہے۔ تم بہت جلد بصرہ کا انتظام کر کے کوفہ میں پہنچو
اور وہاں کی حکومت اپنے قبضہ میں لیکر مسلم بن عقیلؓ اور اُن کے معاونین اور
مددگاروں کو قتل کر ڈالو۔ اور اس کے بعد فوراً امام حسینؑ سے میری بیعت قبول کراؤ

یہ فرمان سنتے ہی فوراً عبداللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ پہنچا۔ اپنی حکومت کا
فرمان سنایا۔ رعایا کو یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ اور حیلہ اور دغابازی سے حضرت
مسلم کی جماعت کو توڑنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اکابر اور روساء کوفہ کو قید کر لیا
اس پر مسلمانوں نے ابن زیاد اور یزید کی سلطنت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ چالیس
ہزار مسلح بہادروں نے حاکم کوفہ عبداللہ بن زیاد کے گھر کا محاصرہ کر لیا کچھ دیر
تک خاصی لڑائی رہی۔ آخر طرح طرح کے مکروفریب سے حضرت مسلمؓ کے رفقا علیحدہ
کیے گئے۔ شام کے وقت چالیس ہزار آدمیوں میں سے صرف پانسو آدمی باقی تھے۔ رات
کے وقت وہ بھی چلے گئے اور حضرت مسلمؓ کو اکیلا چھوڑ گئے۔ مغرب کی نماز میں
آپکے پیچھے پانسو مقتدی تھے جب سلام پھیرا تو ایک آدمی نظر نہ آیا۔

الغرض جب بیوفاؤں کی فوج نے حضرت مسلم کو تن تنہا چھوڑا تو آپ
اپنے دونوں صاحبزادوں کے ہمراہ پریشان پھرتے تھے۔ پیاس کی شدت تھی

بی بی طوعہ

کا گھر نظر پڑا آپ نے اس سے پانی مانگا اس نیکبخت بی بی نے حضرت مسلم کو پانی پلا

ننھے ننھے بچوں کو کھانا کھلایا۔ اور پھر نہایت صاف پرتکلف جگہ پر گھر میں آرام کرنے کی غرض سے آپ کو بٹھلایا +

بی بی طوعہ کا کمبخت اور نالائق بیٹا جب گھر میں آیا تو اُس نے اُسی وقت آپ کو دیکھکر زیاد شقی کو اس امر کی اطلاع کی۔ اُس نے کوتوال شہر اور محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ مسلمؓ کو پکڑ لاؤ جو فوقت بی بی طوعہ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ اور حضرت مسلمؓ کے گرفتار کرنے کا قصد کیا گیا تو حمیت و شجاعت بنی ہاشم نے یہ تقاضا نہ کیا کہ ایک عورت کے گھر میں بیٹھ رہیں اور ان نامردوں کا مقابلہ نہ کریں +

پس حضرت مسلمؓ شیر غراں کی طرح ہاتھ میں تلوار لیئے ہوئے نکل پڑے اور ان شقیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب کوتوال شہر نے یہ سمجھا کہ ان کا گرفتار کرنا آسان نہیں تو نہایت نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا کہ آپ کیوں بے وجہ لڑتے ہیں آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ ہمیں امان دیجئے۔ اور مع صاحبزادوں کے آپ ہمارے ساتھ تشریف لیچلیے۔ ہم آپکے ہر طرح غلام ہیں +

آپ اس خدع و فریب میں آگئے اور اُنکے ساتھ ہو لیئے۔ راستہ میں ابن زیاد کی فوج نے آپ کو گرفتار کر لیا +

عبداللہ بن زیاد حاکم کوفہ نے آپ کو مقتل میں بھیجدیا۔ دو سوار شمشیر برہنہ لیکر قتل گاہ میں آئے۔ اور فوراً حضرت مسلم کو شہید کر ڈالا۔ ننھے ننھے بچے مقدس باپ کے قتل ہوتے دیکھکر مارے خوف کے لرز رہے تھے۔ سواروں کی نظر اُن پر پڑی وہ بھی کانپ اُٹھے۔ مگر حکم حاکم مرگ مفاجات سے مجبور تھے۔ ان دونوں صاحبزادوں کو بھی شہید کر ڈالا گیا۔ ان مظلوم اور معصوموں کا سر نیزوں پر رکھ کر کوفہ کی گلیوں میں پھرایا گیا +

یہ واقعہ اور سانحہ ہوش ربا تیسری ذی الحجہ ۶۰ھ کو ظہور میں آیا تھا۔

حضرت امام حسینؑ کی کوفہ کیطرف روانگی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے بموجب تحریر حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ کا قصد فرمایا اور ۳۔ ذی الحجہ ۶۰؁ کو منگل کے دن مع اہل و عیال رفقاء اور غلاموں کے کوچ فرمایا۔ بیاسی آدمی تھے۔ بہتّر سوار اور باقی پا پیادہ تھے۔

چلتے چلتے جب منزل ثعلبہ پر پہنچے تو بکر اسدی نے عبیداللہ بن زیاد کا حاکم کوفہ مقرر ہونا۔ کوفیوں کا بے وفائی کرنا۔ اور حضرت مسلم اور انکے صاحبزادوں کا قتل غرض تمام حال آپ کو مفصلاً کہہ سنایا۔ آپ یہ خبر سنکر دل سوس خاموش ہو گئے خلاف معمول جب حضرت مسلم کی صاحبزادی کے سر پر آپ بار بار ہاتھ پھیرتے تھے تو یہ تاڑ گئیں اور کہا۔ یا ابن رسول اللہ آج آپ خلاف عادت میرے سر پر یتیموں کی طرح کیوں ہاتھ پھیرتے ہیں۔ کیا میرے ابا جان شہید ہو گئے ہیں! آپ اپنی رقت گریہ کو ضبط نہ فرما سکے۔ اور بیساختہ رو پڑے۔ حضرت مسلمؓ کے بھائیوں کو خبر ہوئی انہوں نے کہا جب تک ہم اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیں گے ہرگز واپس نہ پھرینگے۔

جب آپ نے ان کی مستعدی دیکھی تو آپنے بھی ان سے فرمایا۔ لَا خَیْرَ فِی الْحَیٰوۃِ بَعْدَکُمْ (تمہارے بعد زندگی کا کوئی لطف ہے)۔

ابن زیاد نے حضرت امام علیہ السلام کی آمد کی خبر سنکر آپ کی گرفتاری کے لیئے ایک ہزار سوار مامور فرمائے۔ کوفہ سے دو منزل پرے حربنؓ یزید ریاحی مع ہزار سواروں کے مقام سرات پر آپ سے جا ملے۔ تنہائی میں عرض کیا کہ حاکم جابر کے حکم سے مجبور ہوں مگر میں آپ کو زیاد شقی کے پاس نہ لیجاؤں گا۔ آپ کا جہاں جی چاہے لیجائیں۔ آپ برابر سات رات تک کوچ فرماتے رہے۔ مگر رات کو جہاں سے کوچ فرماتے صبحکو پھر وہیں اپنے آپ کو موجود پاتے۔ جب آپنے یہ حال دیکھا

تو فرمایا۔ مقام موعودی ہے۔ یہاں سے میں ہرگز نہیں جا سکتا۔ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ رَضِینَا بِرِضَاءِ اللّٰہِ ۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو ۔۔۔ سوزن تدبیر گو ساری عمر سیتی رہے

طبری میں لکھا ہے کہ جب آپ دشت کربلا میں جا پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے اپنا دست مبارک امام حسینؓ کے سینے پر رکھکر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا (اے اللہ حسینؓ کو کو صبر اور اجر عطا فرما)۔

جب ابن زیاد کو حضرت حسینؓ کے دشت کربلا میں پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک نامہ بغرض قبول بیعت یزید روانہ کیا۔ آپ نے اسکو پڑھکر زمین پر پھینک دیا۔ اور قاصد سے کہا۔ مَالَہٗ عِنْدِیْ جَوَابٌ۔ میرے پاس اس خط کا کوئی جواب نہیں +

جب ابن زیاد کو یہ خبر ہوئی کہ میرا نامہ اس طرح پھینک دیا گیا تو بہت غصہ ہوا اسی وقت لشکر کشی کا حکم دیا۔ بائیس ہزار سوار اور پیادے ابن سعد کے ساتھ روانہ کیے۔ ۷ محرم ۶۱ھ کو یہ تمام لشکر دشت کربلا میں جا اترا۔ اور امام ہمام کے مقابلہ کے لیے ہر طرح تیار ہو گیا۔ نہر فرات پر قبضہ کر لیا۔ اور ساقی کوثر اور شفیع روز محشر کے آل و اطفال کے حلق میں ایک قطرہ پانی کا نہ جانے دیا۔ ننھے معصوم بچوں نے بلک بلک۔ ترستے ہوئے جان دیدی۔ ساتویں۔ آٹھویں۔ نویں محرم کو کربلا میں بے آبی کی وجہ سے اہل بیت اطہار پر بے حد تکلیف رہی۔

دسویں تاریخ محرم الحرام ۶۱ھ کو بعد نماز صبح جناب سید الشہدا ناقہ پر سوار ہو کر ابن سعد کے لشکر کے آگے تشریف لائے اور خطبہ پڑھا۔ اسکے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے یزید کا لشکر بڑھا۔ خوب لڑائی ہوئی۔ یزید کے بہت سپاہی

مارے گئے۔ دشمن کے لشکر پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ ادہر سے بھی بڑے بڑے مانہازاد رجاں نثار صحابہ اور آپ کے بھتیجے محمد بن سعد بن عقیلؓ اور عبداللہ مسلمؓ بہت اشقیا کو واصل جہنم کرکے خود شہید ہو گئے۔ اور حضرت قاسم کے حملوں سے فوج اعداء میں زلزلہ پڑ گیا۔ بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے۔ اور حضرت علی اکبرؓ جام شہادت نوش فرماکر جنت الفردوس کو روانہ ہو گئے۔ ادہر علی اصغرؓ پیاس سے تباہ حال تھے۔ اسی حال میں دشمنوں نے میدان کربلا میں ہجوم کیا۔ آپ نے اہل بیت کو وداع کہکر لباس جنگ آراستہ کیا۔ رسول اللہؐ کا عمامہ سر سے باندھ ڈھال تلوار اور نیزہ لیکر میدان جنگ میں تشریف لائے۔ فوج اعداء سے جو شخص آپکے سامنے آیا۔ اسکو قتل کیا۔ الغرض تین دن تک بھوکے پیاسے لڑتے رہے۔ آپ کا گھوڑا بھی بے گھاس دانے کے نڈھال ہو گیا تھا آپ زخموں سے چور تھے۔ کفار نے حلقہ بندی کرکے سید الشہداء کو گھیر لیا۔ ایک شقی نے پیشانی مبارک پر ایسا تیر مارا کہ خون کا فوارہ چل پڑا۔ آپنے اس خون کو چہرہ مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا اسی رنگ سے قیامت کے دن اپنے نانا جان کے سامنے جاؤں گا۔ یہ فرماتے ہوئے گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔ سر مبارک سجدہ میں رکھ کر درجہ رضا و تسلیم حاصل کیا۔ خولی بن یزید گھوڑے سے نیچے اترا۔ سر مبارک کاٹ کر جدا کرنا چاہا۔ ہاتھ کانپا وہ تو ہٹ گیا۔ شمر ظالم آپکے سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا آپنے آنکھ کھولی۔ فرمایا کون؟ جواب پایا کہ شمر بن ذی الجوشن ہوں۔ آپنے فرمایا سینہ کھول۔ جب سینہ کھولا تو ... داغ تھے آپنے فرمایا صدق جدی رسول اللہؐ میرے نانا محمد رسول اللہؐ نے سچ فرمایا تھا کہ حسین! تیرا قاتل ابلق کتا ہے۔ سو تو وہی ابلق کتا ہے۔ شمر نے ... مبارک سے سر جدا کر دیا۔ اور آپ ... پڑھتے ہوئے جنت الفردوس میں داخل ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون + محمد عبد اللہ ... زندگی

مقالہ

محرم الحرام

محرم الحرام ان مقدس شہور میں سے ہے جنکی تقدیس و تحریم احادیث سے ثابت ہے اور مسلمان انکو خاص عظمت و بزرگی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور مخصوص اعمال اسمیں انجام دیتے ہیں جنکا شریعت نے انکو حکم دیا ہے۔ یوں تو تمام شہور وسنین کے لیے کچھ نہ کچھ عظمت و تقدیس ثابت ہی۔ اور ہر مہینے کے جداگانہ فضائل اور ہر مہینے کیلئے علیحدہ احکام تعبداً شہ وارد ہو۔ لیکن چند مہینے ایسے ہیں جنمیں علی الخصوص تاکید آئی ہے۔ اور انمیں مخصوص اعمال کے انجام دینے کے بڑے بڑے فضائل و برکات بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً۔ رمضان شوال ذی الحجہ وغیرہ۔ انہیں میں سے محرم الحرام بھی ہے۔ اس مہینے کی اہمیت واقعہ کربلا سے اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اور اسقدر اسکو فوقیت حاصل ہوگئی ہے کہ پہلے اسباب قدسیت کو لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور دوسرے کو اصل کار سمجھنے لگے ہیں ٭

ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعہ کربلا سے اس ماہ مبارک کی کوئی اہمیت نہیں ہو جاتی لیکن یہ ضرور ہے کہ اصل دین وہ اعمال نہیں ہیں جو واقعہ کربلا کے سلسلہ میں رسم پذیر ہوگئے ہیں۔ ہمارے نزدیک مقدم وہ اعمال و احکام ہیں جو سنت سے ثابت ہیں۔ اسکے بعد دیگر امور۔ اور وہ بھی اس شرط پر کہ احکام شرعیہ کے منافی و متضاد نہوں۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت یقیناً دنیائے اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ ہے اور مسلمان جسقدر اس سے اعتنا کریں وہ کم ہے۔ لیکن اسکا لحاظ رکھنا بھی لازم ہے کہ اس واقعہ سے غلط نتائج اور غیر صحیح امور اخذ نہ کرنے چاہئیں۔ اور وہی مقصد پیش نظر رکھنا چاہیے جو خود سیدنا حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا تھا ٭

چنانچہ آجکی صحبت میں اولاً ہم ناظرین نظام المشائخ کو ان آثار و سنن کیطرف توجہ

دلاتے ہیں جو اس عشرہ مبارک کے متعلق کتب احادیث میں وارد ہوئے ہیں +

یوم عاشوراء کے متعلق مروی ہے کہ اس دن زمانہ جاہلیت میں لوگ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی قبل از اسلام روزہ رکھتے تھے۔ اور اسلام کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تب بھی آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ لیکن رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم ہوا تو صوم عاشوراء ترک کر دیا۔ اور فرمایا جو چاہے روزہ رکھے۔ اور جسکا جی چاہے نہ رکھے۔ صوم عاشوراء کے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ بعض احادیث میں اسکی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص اس دن روزہ رکھے اسکے گزشتہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کبھی یوم عاشوراء کا روزہ ترک نہیں کیا۔ علی ہذا اور بہت سی حدیثیں اس قسم کی وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ اس دن روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیسا روزہ رکھتے ہو۔ انہوں نے نے کہا کہ اسدن موسیٰ ع اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح حاصل ہوئی۔ دریا پھٹ گیا موسیٰ ع کو نجات ملی اور فرعونی ڈوب گئے۔ اسکے اظہار شکر کیلئے حضرت موسیٰ ع نے روزہ رکھا ہم بھی تعظیماً۔ اسی لیے روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں موسیٰ کا زیادہ حقدار ہوں چنانچہ آپ نے بھی روزہ رکھا۔ اور لوگوں کو بھی رکھنے کا حکم فرمایا +

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اسدن حضرت آدم ع اور حضرت یونس کے شہر والوں کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی دن بنی اسرائیل کے واسطے دریا پھٹا۔ اسی دن نوح علیہ السلام کشتی سے جودی پر اترے۔ اور اسی دن حضرت ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام پیدا ہوئے۔ اور اسی دن حضرت یعقوب سے حضرت یوسف علیہ السلام ملے۔

لیکن ثقات محدثین کے نزدیک اس قسم کی تمام حدیثیں موضوع ہیں چنانچہ

امام جزری نے اسکو موضوع قرار دیا ہے۔

اسی طرح یہ جو مشہور و معمول جہلا ہے کہ عاشورا کے دن زیب و زینت کرتے ہیں۔ سر میں تیل ڈالتے ہیں۔ آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ آج کے دن جو شخص سرمہ لگائے گا تو سال بھر تک آنکھیں آشوب نہ کرینگی۔ یا تیل ڈالے گا تو سال بھر تک سر میں درد نہوگا۔ یہ تمام باتیں بدعت سیئہ اور مخترعات جہلا میں سے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ عاشورا کی نسبت زیادہ سے زیادہ صرف اسقدر ثابت ہے کہ اسدن روزہ رکھنا مسنون ہے مگر اسکا ترک موجب عذاب و ملامت نہیں۔ اسکے علاوہ توسع علی العیال بھی باختلاف ثابت ہے۔ یعنی اہل و عیال پر کھانے وغیرہ میں فراخی کردینا مسنون ہے۔ اسکے علاوہ معمول سے زیادہ جو کچھ بھی ہے سب بدعات محدثات میں داخل ہے۔

اب آپ غور سے دیکھئے کہ اس عشرہ میں کیا کیا ہوتا ہے۔ اور وہ کہاں تک احکام شرعی کے مطابق ہے۔ روزہ اگر رکھا جاتا ہے تو خدا جانے کیا کیا عقائد اسکی نسبت وضع کرلیے گئے ہیں۔ توسع علی العیال کے معنی بھی افراط و تفریط سے گزر گئے ہیں۔ پھر اسکے علاوہ خدا معلوم کسقدر امور ہیں جن کا کتاب و سنت میں کہیں پتہ نہیں لیکن جہلا میں وہ مذہبی اسپرٹ کے ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں۔ اور ان پر ثواب کی قربت کے امیدوار ہیں۔ حالانکہ وہ مباح امور جن کے متعلق شریعت خاموش ہو اگر انکو عذاب ثواب سمجھکر کیا جائے تو وہ ناجائز ہوجاتے ہیں چہ جائیکہ ناجائز امور کو ثواب سمجھکر کیا جائے۔ اسکی ہلاکت و خسران کا کیا ٹھکانا ہے بلکہ فقہ میں تو یہاں تک صراحت موجود ہے۔ کہ اگر مباح کو مسنون اور مسنون کو واجب سمجھکر کیا جائے تو اسکا ترک واجب ہوجاتا ہے۔ اسلیئے کہ یہ شریعت پر زیادتی ہے۔ اور جو کچھ اسمیں نہیں ہے اسکو اپنی طرف سے اسمیں داخل کردینا کھلی ہوئی ضلالت و گمراہی ہے۔

عشرہ محرم کا دوسرا جزو سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت ہے۔ اور اسمیں کلام نہیں کہ یہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے کہ اسکی یاد کبھی اسلامی قلوب سے محو نہیں ہو سکتی لیکن اسپر جزع و فزع کرنا۔ سوگ ماتم کی مجالس منعقد کرنا۔ بین و بکا اور نالہ و شیون کا دن اسکو مقرر کر لینا۔ وہ علامات و آثار فراہم کرنا جن سے سوگ ماتم کا اظہار ہو یا مباحات کو شرعًا ممنوع سمجھکر اسکو ترک کر دینا۔ یا ان لوگوں کو قابل ملامت ٹھیرانا جو حزن و ملال اور ماتم و عزا کے آثار و علائم کا اظہار نہیں کرتے۔ یہ تمام امور نہ صرف بدعت بلکہ سخت موجب ضلالت و گمراہی ہیں +

البتہ اگر اس واقعہ فاجعہ کو یاد کیا جائے۔ اور جناب امام کے اخلاق حسنہ اور عادات حمیدہ بیان کئے جائیں اور انکے فضائل و محاسن کا ذکر کیا جائے اور انسے عمدہ سبق لیا جائے تو یہ بہتر ہے۔ مقدس بزرگوں کا ذکر بہرحال موجب خیر و برکت اور باعث رشد و ہدایت ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ اس واقعہ کے ذکر سے فطرتاً جو سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ اور رقت قلب حاصل ہوتی ہے وہ بھی مذموم نہیں بلکہ مصائب امام کو یاد کرتے ہوئے دل کا بے قابو ہونا محبت امام کی دلیل ہے۔ اور محبت اہل بیت یقینًا موجب ثواب اجر عظیم ہے لیکن اسکے سوانگ بنانا۔ اور خواہ مخواہ وہ طریقہ اختیار کرنا جسکی نہ کوئی اصل ہے اور نہ ان سے کوئی فائدہ اس سے قطعًا پرہیز کرنا چاہیے +

حضرت سید الشہداء کے واقعہ پر سب سے زیادہ اس نظر سے غور کرنا چاہیے کہ یہ واقعہ کیوں پیش آیا۔ اور آپ کن اسباب کی وجہ سے اس امر پر مجبور ہو گئے کہ باوجود ہر قسم کی بے سروسامانی کے یزید کی عظیم الشان فوج سے برسر پیکار ہو گئے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ میں سے سوائے عبداللہ بن زبیرؓ کے باقی تمام اصحاب رسول اللہ آپ کو عراق جانے سے روکتے تھے لیکن آپ نہیں رکے۔ آپ کو اصرار کیوں تھا۔ کیا ملک و حکومت کی ہوس دامنگیر تھی؟ اگر ایسا تھا تو اس سے قبل آپنے کوشش کیوں نہیں کی۔ دراں حالیکہ

اگر آپ چاہتے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں وہ سب کچھ کر سکتے تھے جو عہد یزید میں کیا۔ لیکن واقعہ یہ نہیں ہے۔ سیدنا حسینؓ کو ملک و حکومت کی خواہش نہ تھی بلکہ ایک اُسوۂ حسینؓ کا قیام مطلوب تھا۔ اور لوگوں کو یہ دکھانا تھا کہ یزید کا طغیان و فساد خدائے تعالیٰ سے بہت بڑھ گیا ہے آپکا اسکی اطاعت کرنا مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی میں ڈال دینا ہے۔ کیونکہ خلیفہ وقت کی گمراہیاں عوام کے لیے اور زیادہ موجب ضلالت و گمراہی ہوا کرتی ہیں۔ سیدنا حسینؓ نے اس فرض کو ادا کیا جو امر معروف و نہی منکر کا اُنکے ذمہ سب سے زیادہ تھا۔ اُنھوں نے دیکھا کہ اب انسانی اطاعت میں خدا کی بغاوت لازم آتی ہے۔ اُسکے احکام کی علانیہ توہین ہوتی ہے۔ اور اسکے قائم کیے ہوئے دین کی حرمت و عظمت کے ایک سرکش انسان کی وجہ سے ذلت نصیب ہو رہی ہے۔ اسلیے آپنے خدا کی راہ میں اپنی جان پیش کر دی اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کی محبت و اطاعت کے سوا مسلم بندے کے لیے اور کچھ نہیں ہے۔

پھر اس واقعہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس عدیم المثال عزم و استقلال کا ثبوت دیا ہے۔ اور آپکے ایک ایک فعل سے رضائے الٰہی و حرمت دین قیم پر روشنی پڑتی ہے۔ امتِ مرحومہ کے لیے موجب رشد و ہدایت ہے۔

آپکے جوان بیٹے اور بھتیجے آپ کی آنکھوں کے سامنے قتل کیے گئے۔ آپکے اعزہ انتہائی بیکسی و بیچارگی کے عالم میں شہید ہوئے۔ آپکے صغیر سن بچے مقتولِ محبت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیئے گئے۔ غرضکہ وہ تمام انتہائی مظلومیت و بیکسی جو تصور انسانی میں آ سکتی ہے۔ سب کا وقوع و ظہور سید الشہدا پر ہوا۔ مگر آپنے کمال خندہ پیشانی سے سب کو برداشت کیا۔ اور آخر وقت تک قوم پر اتمام حجت کرتے رہے اور سب سے آخر کا منظر تو ایسا تھا کہ دنیائے اسلام اسکو حرز جان بنائے یعنی آخر وقت جبکہ زخموں سے جسم اطہر چور چور ہو چکا تھا۔ سامنے سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی

ہزاروں اعدائے حق و دشمنانِ حسینؑ صف کے صف باندھے سرِ قدس کو جسمِ اطہر سے جدا کرنے کے لیے بڑھ رہے تھے۔ اسوقت جناب امامت مآب نے اُس خداوند عز شانہٗ کے آگے اپنے سر کو جھکا دیا جو اُس کے سوا کسی اور کے سامنے جھکنے کے لیے نہیں بنا تھا یعنی ادائے نماز کے لیے قبلہ رخ ہوکر نیت کرلی اور اس عالم میں ناپاک لشکر نے اُس اپنے عہد کے سب سے بڑے انسان کو شہید کر دیا +

اس سے نتائج اخذ کرو۔ فنا فی اللہ اور ماسوی اللہ کے مراتب پر غور کرو۔ رضائے الٰہی کے اس آخری درجہ کو دیکھو کہ سلوک و تصوف کا اصل اصول یہی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام علیہ السلام کے اُسوہ میں اگرچہ مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لیے رشد و ہدایت کی ایک ایک اقلیم پوشیدہ ہے لیکن اہل تصوف کے لیے اسمیں بے شمار بصائر و حکم مخفی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ غایت اصل کو ترک کر کے جزع و فزع میں منہمک ہو گئے ہیں +

عارف ہسوی

نظربندانِ اسلام

یعنی شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قبلہ محدث دیوبندی، مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی، مولانا حسرت موہانی و مسٹر محمد علی و شوکت علی کے حالات پڑھنا چاہتے ہو تو ۲ کے ٹکٹ بھیجکر خطیب کا نظربند نمبر منگالو۔ اسمیں والدہ محترمہ مسٹر محمد علی و شوکت علی اور بیگم صاحبہ حسرت موہانی کے متعلق بھی مضامین ہیں جو حضرت خواجہ حسن نظامی اور علامہ راشد الخیری نے اپنے دلکش و موثر رنگ میں لکھے ہیں۔ ۲ر تو صرف ان دو بزرگوں کی تحریروں پر ہی صدقے کر دینے چاہئیں +

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

عرضِ حال بہ بارگاہِ رسالت ﷺ

اے محمد نام پاکت مصطفیٰ
دادہ محمود و احمد مجتبیٰ

حمد مر ذات خدا را اے سرور
تو کہ محمودی چہ باشی جز احد

واحدیت از تو آمد در وجود
بودہ ہر موجود اکرامت وجود

رحمتی و رحمۃ للعالمین
بر تو نازد آسمان و ہم زمین

ما میان بحر رحمت آمدیم
چوں شکار نفس امارہ شدیم

نفس امارہ شدہ شیطان ما
وائے بر جان من و ایمان ما

کشتیم در شد بہ گرداب بلا
اے محمد شو مرا تو ناخدا

ناخدایم شو کہ مقہور خودیم
ورنہ ممکن نیست بر ساحل رسیم

دین و دنیا ہر دو شد از ما نفور
کیستم جز تو مرا اے نور نور

یک نظر از تو دو جہانم روا
بنگری سوئے من محمد مصطفیٰ

رو سیہ بختم سیہ قلبم سیاہ
چیزکے از ما نیاید جز گناہ

نور نوری و زاں ظلمت کنی
کیمیائے قلب ماہیت کنی

بس ستمہا بر شد تاب و تواں
این دل ہر دم مرا سوزاں بہا

دستگیر عاجزاں تو آمدی
عاجزیم بیں و ایں درماندگی

چارہ ساز ما کنوں چارہ کنی
یک نظر بر حال بیچارہ کنی

یک نظر از تو و ما را صد کشود
با فزایش نعمت اکرام و جود

مضطرب شیدا شد از تو داد خواہ
در قیامت بر غلامے کن نگاہ

(الراقم)
شیدا کاکوروی

(رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۱۰)

نظام المشائخ

روحانی فیضان و تسکین کا واحد ذریعہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا

ایک منتخب مجموعہ ماہواری

مرتبہ

خادم الفقراء محمد الواحدی

قیمت سالانہ رسالہ نظام المشائخ مع محصول ڈاک قسم اعلیٰ ... قسم اوسط ...

قسم عام ... ششماہی ... نمونہ ...

مقام اشاعت دہلی کوچہ چیلان

درویش پریس دہلی میں تحت ادارہ ملا محمد الواحدی پرنٹر ...

جنگی بخار کے بعد

جنگی بخار سے تندرست ہونے کے بعد اگر آپ اس کمزوری و خرابی کو جو اس بخار کا لازمی نتیجہ ہے اور عرصہ تک باقی رہتی ہے دور کرنا چاہتے ہیں تو

ماء اللحم خاص الخاص

استعمال کیجیے یہ حاذق الملک جناب حکیم محمد اجمل خان صاحب کے خاندانی مجرب نسخہ کے موجب ہندوستانی دواخانہ دہلی میں خالص اجزا سے طیار کیا گیا ہے

مینیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی سے طلب فرمائیے۔

قیمت فی بوتل پانچ روپے محصول و پیکنگ علاوہ (خواہ ڈاکخانہ کے ذریعہ منگائیے یا ریل میں[۵])

نوٹ جنگی بخار سے تندرست ہونے کے مہینہ ڈیڑھ مہینہ بعد اس ماء اللحم کا استعمال لاثانی فوائد رکھتا ہے تندرست ہوتے ہی اسے شروع کر دینا ٹھیک ہوگا۔

ماء اللحم خاص الخاص کیا ہے؟

اعلیٰ درجہ کی مقوی دوا اور نہایت نفیس و زود ہضم غذا ہے دل، دماغ، جگر و معدہ کے لیے تازہ طاقت مہیا کرتا ہے جسم میں نیا اور اچھا خون پیدا کرتا ہے قوت مردانہ کو برانگیختہ کرتی ہیں یہ دنیا کی بہترین چیز ہے اور بے ضرر مسکن ہے قیمتی اجزا اس میں شامل ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اسے خریدنے والے ہمیشہ ہمیشہ کو اس کے قدردان ہو جاتے ہیں انسانی زندگی میں لطف و خوشی کا عنصر کم ہو گیا ہو تو بس پھر آپ اس ماء اللحم کے اثر و کیفیت کو دیکھیے۔ پانچ تولہ سے سات تولہ تک بقدر ضرورت مصری ڈال کر پینا چاہیے اور جنگی بخار کے بعد صرف تین تولہ سے شروع کیجیے

منگاتے وقت یہ پورا پتہ لکھیے **مینیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی**

[۵] لے فرمائش میں کھول دینا مناسب ہوگا۔

نئے سال کی درویش جنتری چھپ گئی

اور ۱۳۵۳ھ بھی شروع ہوگیا آج ہی ایک کارڈ لکھ کر نئے اصلاحی سال کی درویش جنتری منگا لیجئے تاکہ ابتدائے سال ہی سے آپ اس کی مفید ہدایات پر عمل شروع کردیں۔ جن لوگوں نے سالہائے گزشتہ کی درویش جنتری دیکھی ہیں وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی موجودہ حالت اور ان کی موجودہ دینی ضروریات کے لحاظ سے اس وقت فی الحقیقت ہندوستان میں کوئی جنتری درویش جنتری سے بہتر شائع نہیں ہوئی بیہودہ عقائد فضول توہمات مضر رسوم کی اصلاح کرنے والی اور دینی و دنیوی امور میں مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلانے والی یہی ایک جنتری ہے جس کا ہر صفحہ پڑھنے کے قابل اور ہر سطر کارآمد و دلچسپ ہوتی ہے خصوصاً ۱۳۵۳ھ کی درویش جنتری تو بفضلہ تعالیٰ ایسی خوش اسلوبی سے تیار ہوئی ہے کہ انشاء اللہ ہر ایک سمجھدار مسلمان اسے بیحد پسند کرے گا۔ دینی معلومات اور دلچسپ اصلاحی مضامین کا کافی ذخیرہ ہے۔ دوسری قسم کی دلچسپیاں بھی معمول سے زائد ہیں۔ کئی مضمون نہایت قابل قدر ہیں لکھائی چھپائی بھی عمدہ ہے اور پھر قیمت بھی باوجود گرانی کاغذ کے صرف چھ آنہ ہے (۶/)

فہرست مضامین

درویش جنتری ۱۳۵۳ھ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ از مولف	[illegible]	قواعد ڈاکخانہ و تار برقی	۱۹
تاریخ کی ضرورت	۱	ایک دن کی تنخواہ نکالنے کی جدول	۱۹
سن ہجری کی ابتدا کیونکر ہوئی	۹	تاریخہائے سنین ہجری و عیسوی و الہی	۲۰
سن ہجری کے استعمال کی ضرورت	۱۰	قمری و بکرمی مع اوقات نماز پنجگانہ	
سال ہجری کو سال شمسی پر کیوں ترجیح دی گئی	۱۰	سحر و افطار و تواریخ اعراس بزرگان	۲۱
رمضان المبارک کا دورہ ہفتم و ہشتم و نہم	۱۱	دین و مشاہیر اسلام و تقریبات قومی	
غیب کی خبریں	۱۱	و کیفیات وغیرہ و ہدایات بابت محرم الحرام	۲۲
شگون نیک و بد	۱۲	فرزند رسول کی وفات اور سوچ کی بات	۲۳
سعادت اور نحوست	۱۳	ہدایات بابت ماہ صفر المظفر	۲۳
آیات قرآنی کا بیجا استعمال	۱۴	ہدایات بابت ماہ ربیع الاول	۲۴
چھوت چھات	۱۴	مسجد نبوی کی تعمیر	[illegible]

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابن ام مکتوم	۲۵	قربانی کے احکام و مسائل	۴۳
ہدایات بابت ماہ ربیع الثانی	۲۶	اشیاء استعمالی کی قیمت نکالنے کا نقشہ	۴۴
ذیابیطس کی شکر پر تازیانہ	۲۷	بارہ سو برس کی عیسوی جنتری	۴۴
حضرت خالد ابن ولید کی پاکیزہ مثالیں	۲۹	پیسا کے مینار کا نقشہ جو آٹھ سو برس سے	
دنیا کی آسودگی اور خوشحالی	۲۹	جھکا ہوا ہے	۴۶
کن امور میں تعجیل اولیٰ ہے		الیاس ہلاس کی دلچسپ سوانحعمری اور	
سردی کی ورزش	۳۱	اس کے جنگلی کارنامے	۵۱
گرمی کی نماز	۳۱	کتابوں پر غصہ	۵۵
کیا پرندوں کا چھڑانا ثواب ہے	۳۱	نزع کی بیقراری جانکنی کا وقت	۵۶
ہدایات بابت ماہ رجب المرجب	۳۳	حضرت سرمد شہید	۵۷
اوپری خلل	۳۳	ناشتا دیوہ	۵۸
ہدایات بابت ماہ شعبان المعظم	۳۵	سودا بیچنے والی مشینوں کے حیرت انگیز کام	۵۸
شب برات	۳۵	سود در سود کا کرشمہ	۶۱
قرآن مجید کی تلاوت	۳۵	ریل کے سفر کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
ہدایات بابت ماہ رمضان المبارک	۳۷	کپڑے بیچنے کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
روزہ کے آداب و مسائل	۳۷	روزمرہ کی ضرورتیں	۶۱
مسائل تراویح	۳۹	تاریخی لطیفے	۶۲
ہدایات بابت ماہ شوال المکرم	۳۹	دلچسپ باتیں	۶۲
مسائل صدقہ فطر	۳۹	اشتہارات کتب و ادویہ وغیرہ	
مسائل نماز عیدین	۳۹		
ہدایات بابت ماہ ذی الحجہ	۴۳		

قیمت [illegible] علاوہ محصول

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

نمبر ۲ و ۳ | بابت صفر و ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری | جلد ۲

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	شمارہ
۳	جناب سید غلام مصطفےٰ صاحب ذہین حیدرآبادی	مناجات	۱
۵	جناب مولوی نواب علی صاحب ایم اے پرنسپل رسالہ الہیات	حقیقت محمدیہ	۲
۲۵	جناب صاحبزادہ حاجی محمد اللہ صاحب کاکاخیل اویسی	خصوصیات رسول عربی	۳
۳۳	جناب ذہین حیدرآبادی	فضائل رسول	۴
۳۷	خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب ای اے سی	عبدیت اور رسالت	۵
۴۱	جناب مولانا مرزا ظہور الدین صاحب ثاقب بابی	سرور کونین	۶
۴۹	جناب مولوی الف دین صاحب وکیل کیمبل پور	امین الرحمٰن	۷
۷۷	جناب مولانا عارف حسن صاحب عارف ہسوی	فدایان رسول	۸
۸۵	ایک مسلمان خاتون از علی گڑھ	یثرب نگری ہیں	۹
۹۴	سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب	میرے ہتھیار تیرے قدموں میں	۱۰
۹۷	جناب کپتان احمد خاں صاحب تاباں مرار	وہ نور ذات مطلق الخ	۱۱
۹۷	جناب کوثر خیرآبادی	اے زرخشت شمس و قمر ستنیر	۱۲
۹۹	جناب سید غلام مصطفےٰ صاحب ذہین حیدرآبادی	ثنائے مصطفےٰ	۱۳
۱۰۰	جناب محمد ابوالحسن صاحب حسن از فیضپور	ذرہ کوئے محمد الخ	۱۴
۱۰۱	جناب مولانا عزیز مخدومی امرتسر	علمک مالم تکن تعلم	۱۵
۱۰۱	جناب مولانا احمد حسین صاحب مجد حیدرآبادی	زاری فراق	۱۶
۱۰۳	جناب مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب ہمدانی	مدینہ کا سفر	۱۷
۱۰۵	جناب مولوی عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری	محفل میلاد	۱۸

خضاب ترُت پھرُت

خضابوں کے اشتہار پڑھتے پڑھتے خلقت کی عمریں بیت گئیں بال سیاہ سے سفید ہو گئے مگر بے عیب آسان ۔ بے ضرر اور جلدی اثر دکھانے والا آجتک کوئی خضاب میسر آیا کسی میں بدبو کا عیب۔ کسی میں گھنٹوں باندھے رکھنے کا غلجان کسی میں پٹھوں کو کمزور کرنیکا نقصان، کوئی جلد میں دھبے ڈال دیتا ہی جو چہرہ کو عیبدار کر دیتے ہیں کوئی نزلہ پیدا کرتا ہی اور آنکھیں دکھنے آجاتی ہیں۔ اور ایسا خضاب تو ایک بھی نہیں جس میں استرا برہ کا جھگڑا نہ ہو یعنی پہلے خضاب کا استر لگایا جاتا ہو اور پھر کچھہ دیر کے بعد ابرہ کا استعمال ہوتا ہو۔ اور کامی آدمیوں کو تضیع اوقات میں بیحد کوفت ہوتی ہی۔

ترت پھرت خضاب اسم بامسمی خضاب ہی یعنی آناً فاناً میں بال سیاہ کر دیتا ہی اور مذکورہ جھگڑوں اور تکلیفوں و نقصانوں میں کسی ایک کا بھی اس میں دخل نہیں ہی شاہ جہاں بادشاہ کی بیاض خاص کا نسخہ ہی۔ جیسے وہ بادشاہ نفاست پسند تھا ویسا ہی یہ خضاب ہی بدبو نام کو نہیں ایک عرق ہی جو برش سے لگایا جاتا ہے لگانے کے بعد [illegible] بس چند منٹ کی دیر ہوتی ہی اس کے بعد بال سیاہ ہو جاتے ہیں اور ایسے سیاہ کہ کوئی شخص خضاب کا شبہ تک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بالوں میں سختی اور کھرا پن نہیں رہتا۔ ریشم کی سی نرمی اور اصلی شباب کی سی چمک نظر آتی ہی۔

سب خضابوں کا قاعدہ ہی کہ چند روز کے بعد جب خضاب کا اثر کم ہونا شروع ہوتا ہی تو بالوں کی رنگت بھوری اور نہایت بدنما کل آتی ہی اس میں یہ عیب نہیں ہی بلکہ خضاب کا اثر کم ہونے کے بعد بھی خوشنما رنگ دار ہوتا ہی جس کے بعد فوراً دوسری بار استعمال کر لینا چاہئے۔ جلد پر دھبہ نہیں پڑتا جہاں ذرا گیلے کپڑے سے صاف کیا فوراً صاف ہو جاتا ہی۔ سوکھہ جانے جب بھی فوراً دھل جاتا ہی قیمت شیشی کلاں ایک روپیہ بارہ آنے شیشی اوسط ایک روپیہ خورد ۸ ر

ملنے کا پتہ ۔ مینیجر نظام المشائخ دہلی

رسول نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

مناجات

اے خدا تو ایک ہے بے عیب ہے
تو ہی رب العلمین لاریب ہے

تو ہی خالق تو ہی رحمٰن و رحیم
تو ہی باسط تو ہی غفار و کریم

تو ہی دے توفیق ہمکو خیر کی
تیرے ہوتے کیا ہی حاجت غیر کی

تیرے بندے کرتے ہیں جرم و خطا
پھر بھی اُنپر ہے تری مہر و عطا

تو ہے یارب پارساؤں کا حبیب
واہ ری قسمت جو ہو تجھ سا حبیب

کر گنہگاروں پہ تو ہی لطف اب
ہے مسلّم جسکا رب اُسکا ہے سب

ہے ہمارے واسطے تیرا ہی در
چھوڑ کر اس در کو ہم جائیں کدھر

اپنی خدمت سے جو کر دے گا جدا
جائینگے ہم کس کی خدمت میں خدا!

غیر تیرا ہو تو ہم جائیں کہاں
سب زمیں تیری ہے تیرا آسماں

ہم ہیں تیرے گو بُرے ہیں یا بھلے — تو ہے معبود اور ہم بندے ترے
تو نے فرمایا ہے جب لَا تَقْنَطُوْا — اپنی رحمت سے نہ کر ہم دور تو
تو نے اُدْعُوْنِیْ کہا ہے اے خدا — سُن لے جو تجھ سے مانگتے ہیں ہم دعا
کر اعانت تو ہماری اے کریم — تو بتا ہم کو صراطِ مستقیم
رستہ اُن لوگوں کا تو ہم کو دکھا — جن پہ ہے فضل و کرم خالق ترا
جو ہیں گمراہ جن پہ ہے تیرا غضب — اُنکے رستہ سے بچا تو ہم کو اب
بخشدے یارب کئے ہیں جو گناہ — دے ہمیں تو اپنی رحمت میں پناہ
معصیت نے کر دیا ہے رو سیاہ — ہو گئے ہیں نفس کے ہاتھوں تباہ
فضل کر یارب کہ ہم ہوں سُرخرو — رحم کر اب ہم پہ اے اللہ تو
کر ہماری حاجتیں یارب روا — سُننے والا کون ہے تیرے سوا
ہم کو غیروں کا نہ تو محتاج رکھ — تو ہی بس بندوں کی اپنے لاج رکھ
رکھ بلاؤں سے ہمیں محفوظ تو — کر عنایت سے ہمیں محظوظ تو
اے خدا تو مقتدر تو ہی جلیل — شافیٔ مطلق ہے تو ہم ہیں علیل
ہم کو یارب تندرستی کر عطا — تنگدستی دور کر دے اے خدا
ہم نہ ہوں روزِ قیامت شرمسار — خاتمہ بالخیر ہو اے پروردگار

ہے ترا اک بندۂ عاصی ذہین
بخشدے تو اُسکو رب العالمین

ذہین

حقیقت محمدیہ

(علیہا التحیۃ والثناء)

بے احمد یا میم نہ غیبی نہ شہودی   بے احمد یا میم نہ بودی نہ نمودی

نمائش ہستی میں محض آفتاب حدت کا نور۔ دائرۃ الوجود میں صرف نقطۂ احدیت کا ظہور۔ نمود بے بود میں حقیقۃ الحقائق کی کارفرمائی۔ مناظر سیمیائی میں رنگ بیرنگی کی زیبائی۔ مرایائے طلسمی میں جود حقیقی کی تماشاگری۔ سیر بین حدوث میں نیرنگ ساز قدم کی جلوہ پردازی۔ آئینہ تشبیہ میں نور تنزیہ کی چمک۔ عشق شورش پسند میں حسن ناز آفریں کی جھلک۔ الغرض صورت میں بے صورتی۔ نیرنگی میں بیرنگی۔ کثافت میں لطافت۔ تجسم میں تجرد۔ امکان میں وجوب۔ حدوث میں قدم اور عدم میں وجود ہے ؎

تھا وہی عشق میں برنگ نیاز   ناز جو حسن خستہ کار میں تھا

جب کچھ نہ تھا تو سب کچھ تھا۔ اور اب سب کچھ ہے تو کچھ بھی نہیں ؎

نماند درین بحث الا وجود   کہ غیرے وجود است بیشک عدم

بحث کیا۔ مباحثہ کیا۔ غور و خوض کیوں۔ تلاش کس کی ہے؟ اپنی ہستی کی بحث اور خود اپنوں سے ؎

لا و الا ہر دو لفظے ساختند   جملہ را در قید لا انداختند

جو سلاسل سے ہی سے چھوٹے وہی سمجھے کہ کون احد۔ کون احمد۔ کون حامد۔ کون محمود؟ جو سمجھا وہ کھو گیا۔ جو خالی رہا وہ بنکارنے لگا۔ جس نے جانا۔ اُس نے اپنے سوا کسکو جانا جس نے پہچانا۔ اُسنے اپنے علاوہ کسکو پہچانا۔ جاننا پہچاننا بھی کچھ نہیں۔ جو کچھ نہ رہا وہ سب کچھ ہو گیا ؎

شرح عشق پستہ نگار من و تو   من و تو نیست میان من و تو

ذوقیات اور وجدانیات پر الفاظ کا قافیہ تنگ۔ وہاں نہ عبارت نہ اشارہ نہ فصاحت نہ بلاغت۔ نہ فلسفہ نہ خطابت۔ بس حیرت ہی حیرت۔ اور آہ وہ بھی نہیں ع

نیم تیسر خموشی   آفاق ہمہ بہ گفتگو یست

ہم کچھ کہیں یا کوئی پہلے کہہ چکا ہو۔ وہ تعبیر عنوان سے زیادہ نہیں۔ قال ہی علم الحقائق کا ابتدائی اور ادنیٰ جزو ہے۔ ہم سب اسی پہلی منزل کے مکیں ہیں۔ تصوف اور چیز ہے اور فلسفہ تصوف دوسری چیز ہے۔ ذوقیات اور وجدانیات پر جب برہانی رنگ چڑھایا جاتا ہے تو اسکا مقصد اسکے سوا اور کیا ہوگا کہ ارباب نقل و عقل کی بھی کچھ ضیافت ہو جائے۔ ورنہ ؎

اے تو بیروں تر ز قال و قیل   خاک بر فرق من و تمثیل ما

یہ بہت کہنہ اور فرسودہ عنوان ہے جسے اب خانقاہوں سے بھی نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بھلا کالجوں اور اسکولوں۔ مدرسوں اور مسجدوں میں اسکا گزر کہاں؟ خرابات بچے ہوئے تھے۔ لیکن تخریب کی نگاہیں اُن پر بھی پڑنے لگی ہیں۔ اور حلول و اتحاد کے ظنون فاسدہ سے چہرۂ حقیقت پر حجابات ڈالے جاتے ہیں۔ اسلئے ضرورت ہے کہ جس طور سے وہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ اُسی طرح اُنکو سمجھانے کی کوشش کیجائے ؎

ایں جا حلول کفر بود اتحاد ہم   ایں وحدتے است بسکہ بتکرار آمدہ

ہم نعت کو حقیقت حمد سمجھتے ہیں۔ اسلئے رسول نمبر میں مرتبۂ حقیقت محمدیہ ہی ہمارا موضوع ہے۔ منکرین وحدۃ الوجود اگر چاہیں تو کھلے میدان میں آکر ہم سے نبٹ لیں۔ اور اپنے تفلسف یا تقشف کا کوئی ہنر اور حربہ نہ اُٹھا رکھیں۔ دنیا دیکھ لیگی کہ فلسفی عالم میں بغیر وحدۃ الوجود کے مانے ہوئے کوئی چارہ نہیں اور کثرۃ الوجود اگر شرک جلی نہیں تو شرک خفی ضرور ہے +

وہ زمانہ گزر گیا جب کہا جاتا تھا "ھٰذا طورٌ وراء طور العقل" اور صدا اور اس حقیقت کو محض کشفی خیال کیا جاتا تھا۔ اب جسقدر عقلیت میں ترقی ہوئی اسیقدر وحدۃ الوجود کے چہرے سے بھی نقاب سرکتی گئی۔ اگر وحدتِ وجودِ الٰہی کو نہ مانا جائیگا تو وحدتِ وجود مادی کو تسلیم کرنا ہوگا۔

اصحاب عقل کی دعوت

(۱) تم اختلافاتِ مظاہرت کو حقیقی سمجھتے ہو۔ لیکن اگر تم حجابات وہمی سے باہر نکلو تو تم تمام تعینات اعتباری میں ایک جود اور ایک حقیقت کو دائر و سائر پاؤگے اچھا چلو اپنی ہی ہستی سے چلو۔ تم انسان ہو۔ ہاں، انسان حیوان ہے۔ حیوان جسم نامی۔ جسم نامی۔ جسم مطلق۔ جسم مطلق جوہر۔ اور جوہر ایک ہستی یا ایک حقیقت ہی تمہارا یہ منطقی سلسلہ یہاں پر ختم۔ اب بتاؤ کہ تم سب ایک جود یا ایک حقیقت کے سوا اور کیا ہو؟ تم یہ شاید اڑنگا لگاؤ کہ عام ہستی میں ہم سب شریک ہیں۔ لیکن خاص خاص ہستیوں میں جدائی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقۃً تمہاری کوتاہ خیالی ہے۔ جسقدر تمہارے باہمی امتیازات ہیں۔ اُن میں بھی ہستی کے سوا اور کیا ہے۔ اگر ہستی کے سوا کچھ اور ہے تو وہ نیستی ہے۔ کیا نیستی بھی چیز دنیں اختلاف اور امتیاز پیدا کر سکتی ہے۔ تمکو جو کچھ خلجان تعیناتی اختلافات کی وجہ سے ہی اُسکی اصلیت تمہاری منطق سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ اُسکے ازالہ کی یہی صورت ہی کہ تم مان لو کہ عالم بلحاظ ہستی اور حقیقت کے شئے واحد اور یہ حسین شیون اُس حقیقت واحدہ کی صفات اعتباری کے مظاہر ہیں۔ اُن کا وجود اسی علیم و حکیم ہستی کے علم میں ہے۔ اُس سے باہر نہ کوئی علم ہے نہ کوئی عالم نہ کوئی معلوم نہ وجود نہ موجود ؎

ہر آنکس راکہ اندر دل شکے نیست یقیں داند کہ ہستی جز یکے نیست

(۲) اصل کائنات ہستی ہے یا نیستی یا دونوں۔ اگر ہستی ہے تو سب قصہ ہی ختم۔ اگر نیستی ہے تو وہ کسی کو کیا موجود کرے گی۔ جو خود تہیدست ہو وہ کسی کو کیا دے گا۔ اب رہتی تیسری شق کہ ہستی اور نیستی کا مجموعہ یہ عالم امکان ہے۔ جیسا کہ علما متکلمین اور فلاسفۂ قدیم کا خیال ہے تو یہ صورت بھی خلاف عقل سلیم ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ ہستی نیستی پر فعل کر سکتی ہے۔ کیا فعل و تاثیر کے لیے مفعل اور متاثر کے موجود ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیا اسکی مثال تجربات و مشاہدات عام سے دکھا سکتے ہو۔ کیا قوانین قدرت میں اسکی کوئی نظیر موجود ہے؟ اس گتھی کو کھولنے کے لیے عجیب عجیب غریب تک بازیاں کی جاتی ہیں۔ انکو اس وقت چھوڑو جو ہستی الٰہی کے ساتھ دوسری برابر کی انادی ہستیاں مانکر مسلمہ توحید کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ یہ تھیوری بد سے بدتر اور عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ تم جو توحید کے مدعی ہو کیوں اسجگہ بغلیں جھانکتے ہو۔ کبھی کہتے ہو کہ قادر مطلق نیستی پر فعل کر سکتا ہے اور عدم سے کائنات کو نکال سکتا ہے۔ جب تم سے اسکی مثال دستور مستمرۂ عالم کے رو سے طلب کی جاتی ہے تو تمہارا یہ جواب ہوتا ہے کہ شاہد پر غائب اور ممکن پر واجب کا قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ بھی تمہاری روباہ بازی اور حیلہ کاری ہے۔ تم خود اسی جرم کے مرتکب ہو۔ تم کائنات میں آثار علم و حکمت کو دیکھکر ایک بالاتر ہستی کو ثابت کرتے ہو۔ تم انسان کے علم و حیات سے ایک عالم اور حی القیوم ہستی کا سراغ لگاتے ہو۔ پھر اس موقع پر کیوں تم مشاہدات عامہ اور واقعات محسوسہ سے نکلے بھاگتے ہو۔ تم خود مانتے ہو کہ خدا کو محالات پر قدرت نہیں تو کیا فعل و تاثیر بغیر مفعل اور متاثر کے محال نہیں۔ تم کہو گے کہ یہ عقلی محال نہیں لیکن تم پر فرض ہوگا کہ عقلی محال کی بھی حقیقت بتاؤ۔ کیا کوئی محال عقلی محال عادی سے جدا گانہ ہے تمہارا دور و تسلسل وغیرہ کیوں محال ہے؟ صرف اسی لیے کہ تم نے کسی چیز کو اپنے وجود سے مقدم نہیں دیکھا۔ تم نے کوئی سلسلہ غیر متناہی نہیں پایا۔ تم نے ضدین کو مجتمع

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ انیس سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے۔ ان اسباق میں خانہ داری کی وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یوروپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہندو مسلمان عورت صرف یہ ایک کتاب پڑھکر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہیں اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے انکو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہیں چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں۔ دینی تعلیم و تربیت۔ ڈرامہ۔ ناک۔ میاں۔ بیوی۔ بچے۔ اوپری خلل۔ بیاہ۔ شادی غمی نذر و نیاز۔ لباس۔ مکان۔ کھانا پینا۔ کئی بیویاں۔ عورتیں اور قوم پرستی۔ مسلم لیگ۔ کانگرس۔

یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں۔ جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ عورتوں کے لیے یہ اکیلی کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے۔ ہندوستانی گھر میں خواہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے۔ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکواۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کے ساتھ گھر چلانا آجائیگا۔ شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی۔ اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنیکا شوق پیدا ہو جائیگا۔ جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں۔ ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیے اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی قیمت صرف ۱۲؍

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی لائف آجتک اردو زبان میں کوئی اس قابل نہ تھی جس سے مسلمانوں کو سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا۔ خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ کرشن بیتی لکھکر یہ کمی پوری کردی۔ ہر موقع کی عکسی تصویریں صرف کثیر سے حاصل کرکے اس میں شامل ہوئی ہیں۔ اعتبار عبارت آرائی و باعتبار تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے نہایت اعلیٰ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھپی ہے قیمت عہ

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

مصنوعہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

سراب مغرب

یہ مولانا کی وہ تصنیف ہے جس کا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار تھا اور اردو لٹریچر جس کے واسطے بے چین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت راشد کا فیصلہ قابل دید ہے قصہ اس قدر دردانگیز اور دلچسپ ہے کہ ہر ہر لفظ کلیجے کے پار ہوتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کو پڑھ کر ناظر ساکت ہو جاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج۔ پارٹیز کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانائے محترم کی تصنیف کا اعلان کے بعد نام تک نہیں ہٹتا۔ اس لیے اگر درخواست فی الفور نہ بھیجی گئی تو تاخیر کا ذمہ دار پریس نہ ہوگا۔ قیمت ۸ / علاوہ محصول۔

مصنوعہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے جو مولینا راشد الخیری مدظلہ کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر کی ادھر ہچکی بندھ گئی اور ادھر مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے، راز و نیاز کے چوچلے عشق و محبت کے کرشمے خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے محروم ہوں۔ یہ مضمون اخبار خطیب میں مسلسل نکل چکا تھا مگر اس کی طلبی اس قدر زیادہ ہوئی کہ اب اسے کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا۔

اس ہمہ پر جناب مصنف نے ایسے لطیف پیرایہ میں نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویریں آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہیں قیمت ۶ / علاوہ محصول۔

نظام المشائخ کی پچھلی جلدیں

جلد ۱۲ محرم ۳۳ھ لغایۃ جمادی الآخر ۳۳ھ قیمت ۲ علاوہ محصول
〃 ۱۳ رجب ۳۳ھ لغایۃ ذی الحجہ ۳۳ھ قیمت ۲ 〃
〃 ۱۴ محرم ۳۴ھ لغایۃ جمادی الآخر ۳۴ھ قیمت ۲ 〃

جلد ۵ رجب ۲۹ھ لغایۃ ذی الحجہ ۲۹ھ قیمت ۲ علاوہ محصول
〃 ۱۰ محرم ۳۵ھ لغایۃ جمادی الآخر ۳۵ھ قیمت ۲ 〃 〃
جلد ۱۵، ۱۶ کے علاوہ سب میں نہایت چکنا کاغذ لگا ہوا ہے

محسوس نہیں کیا۔ اسی شکل سے گلو خلاصی کے لیے قدیم زمانے میں بعض معتزلہ نے شئی کو بھی موجود مان لیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ وہی صدائے بازگشت ہو جو دسویں صدی کے خاتمہ پر امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفہ میں آئی کہ خاص خاص ہستیاں بہ لحاظ تقابل صفات الٰہی علم الٰہی میں موجود تھیں۔ قدرت کے مقابلہ میں عجز علم کے مقابلہ میں جہل کا مفہوم بھی علم الٰہی سے باہر نہ تھا۔ خداوند پاک نے اپنے اضداد و صفات پر فعل کیا۔ اور کائنات ہستی و نیستی سے ملکر موجود ہو گئی اسمیں شک نہیں کہ یہ انتہائی بلند نظری اور کمال موشگافی ہے۔ لیکن امعانِ نظر سے دیکھیں گے تو ایک پردہ عدم کا ڈال دیا گیا ہے ورنہ بند بند وحدۃ الوجود کا اقرار ہے اضداد و صفات بھی بیشک علم الٰہی میں موجود ہیں۔ ان کا علم بھی اللہ پاک کی صفت ہی ہے یہاں ذات و صفات دونوں متحد ہیں۔ فرق صرف آثار و نتائج کے لحاظ سے ہی اسکی صفات کو نہ عین اور نہ غیر کہنا پہلے بھی بے اصولی تھی اور آج بھی ہے تو اسکے سوا پھر اور کیا نتیجہ نکلا کہ عالم علم الٰہی سے باہر موجود نہیں اور اسکی حقیقت بعینہ خدا کی حقیقت ہی ہے اسکے علم و قدرت نے خود اپنے ہی اوپر فعل کیا۔ یا بموجب اصطلاح اہل شہود عکس فی الاذہان ہو گیا تب کائنات کا ظہور ہوا۔ ناک کو سیدھی طرح پکڑو۔ تب بھی ناک ہے اور گھما کر پکڑو اسوقت بھی ناک ہی ہاتھ آئیگی۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں میں کوئی فرق نہیں کوئی سایہ کو دیکھتا ہے کوئی آفتاب پر نظر کرتا ہے ظل اٹھ جائے تو آفتاب ہی آفتاب ہے پرتو اور عکس بھی آفتاب ہی آفتاب کا ہو تا ہے۔ درمیان میں کہاں سے آگیا ؎

گر تو ظہور نور کی نسبت یاب	تو دریں سایہ ببینی آفتاب

سایہ ہمہ نور شید کرتا ہوں ظلم	ذرہ ہمہ خورشید بینی والسلام

سب دیکھی دو نوں بحث نہیں ہے گئیں شہود بھی صورت تیغ عالم ہو گی کہ وجود مطلق خود ہی فاعل اور خود ہی منفعل خود ہی موثر خود ہی متاثر خود ہی عکس خود ہی معکوس

خود علت خود ہی معلول ہے۔ اس تاثیر و تاثر کا نتیجہ یہ مظاہر صفات ہیں ؎

خویشتن را بہ خویش بنمائی ۔۔۔ خود تماشا و خود تماشائی

فتنہ انگیزی و دامن درکشی ۔۔۔ تیر اندازی کماں پنہاں کنی

(۳) آج جبکہ ترکیب و تحلیل کیمیائی کا زمانہ معراج ہے۔ اور اصل کائنات کی تحقیق و تفتیش میں علمی و عملی جدوجہد شباب کو پہنچ چکا ہے یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عالم اجسام کی اصل ایک قوت ہے۔ اس سے پہلے مادے کو اصل مانا جاتا تھا۔ اور تمام عناصر کی اصل ہیڈروجن گیس خیال کی جاتی تھی۔ مگر انیسویں صدی کے آغاز نے ایک نیا فسخ باب کیا اور کل کائنات کی اصل بجلی کے ذرات تسلیم کیے گئے۔ مگر چونکہ بجلی کے ذرات میں کوئی وزن نہیں۔ اسلیے وہ پرانی تھیوری تبدیل ہو گئی کہ مادہ اصل کائنات ہے۔ اور اسکی جگہ اس نظریہ نے لی کہ تمام محسوسات کی اصلیت ایک مجہول الحقیقت طاقت ہے۔ اچھا یوں ہی سہی۔ خدا کا شکر ہے کہ حقیقت سے قریب آ گئے ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ کوئی اندھی طاقت ہے یا دیدۂ باطن بھی رکھتی ہے۔ اسمیں تم جیسا کچھ شعور ادراک اعقل تدبر بھی ہے یا بالکل کور باطن۔ مادئین تو یہیں سے کٹ جاتے ہیں کہ وہ محض نادان ہے۔ خیر یہ نادانی انکو مبارک ہے کہ اپنی اصلیت کو مشعور مانتے ہیں اور خود ترقی کر کے مرشناس علوم ہستی بن گئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اندھی طاقت سے بصیرت کے کام کسطرح ہونگے۔ غیر منتظم سے انتظام کیونکہ ظہور میں آئیگا۔ یہ حجاب طبیعت ہی جو حقیقت کے قریب پہنچاکر پھر ٹھوکر کھلوا رہا ہے۔ لیکن جہاں طبیعیین منہ کے بل گر رہے ہیں وہیں خلاسفے انھیں یہ بھی اقرار کر رہے ہیں کہ اس قوت میں ایک اعلیٰ عقل بھی ہے جسکی وجہ سے کائنات میں انتظام قائم ہے۔ اسی نقطہ پر پہنچکر وحدۃ الوجود کا راز تمام ہوتا ہے کہ جس عاقل قوت کو تم کائنات کے ہر ہر ذرے میں [illegible] کیا۔ جبکہ اصل حقیقت سمجھتے ہو۔ وہ ہمیں ہی ایک اعلیٰ، بالعقل بہتر اور برتر ہستی ہو [illegible]

ہیولائے دو عالم مادہ ارواح و اشیا ہم　　حریم جسم و جاں راہمچو تار و پود بود ستم

(۴) حیات ممکنات کا سرچشمہ یا کوئی حی القیوم ہستی ہوگی یا کوئی بیجان جسم۔ لیکن جسمیں خود جان نہیں وہ کسیکو جان دار کیونکر بنائے گا۔ اسلیئے یہی صورت ماننا پڑتی ہے کہ سرچشمہ حیات کوئی زندہ ہستی ہے۔ اب رہا اختلاف آثار حیات نباتی و حیوانی و انسانی۔ تو وہ نفس حیات میں نہیں بلکہ ظہور صفات مختلف الاعتبار کی وجہ سے ہے۔ اور اسی لیئے وہ بھی حقیقی نہیں بلکہ نمایشی و اعتباری ہے ؎

ہمچو شبنم آمد از بحر وجود　　خلق عالم از طفیلش در وجود

خطابت عامہ

غیرتش غیر در جہان نگذاشت　　لاجرم عین جملہ اشیا شد

گزشتہ تخاطب اُن قدیم اور جدید فلسفہ کے خوشہ چینوں سے تھا جو بغیر اگر مگر کے روٹی نہیں توڑتے۔ اب عام مخاطبت اُن متوسط عقل سے ہے جو اشباہ و امثال سے کسی شئے کے وجود و عدم اثبات و نفی کا تخمینی اندازہ اور قرین عقل قیاس قائم کر لیتے ہیں + مسئلہ وحدت الوجود کو بہتیری مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔ بیشک وہ ایک ناقابل انکار صداقت ہے اس لیے اس کی مثالیں بھی کائنات کے ہر ہر ذرے میں ملجاتی ہیں مثلاً شکر کے کھلونے۔ موم کی مختلف اشکال بناؤ مختلف صورتیں نظر آئیں گی لیکن ہر صورت میں شکر ہی شکر اور موم ہی موم رہجائے گا۔ نقطے سے ہزار خطوط کو لو خطوط ہر صورت میں نقطہ کے سوا کچھ نہوگا۔ یہی حال اس نقطہ وحدت کا ہے جو تمام اشکال ہی میں جلوہ گر ہے

بسیط آں قدر شد منبسط از حب پیدائی　　کہ با یک نقطگی صد ہا نشاط موجود و

مختلف رنگ کے آئینے آفتاب کے سامنے رکھو۔ ہر آئینہ میں آفتاب علیحدہ رنگ کا نظر آئیگا کہیں سرخ کہیں سبز کہیں زرد۔ لیکن جب آئینوں کو ہٹا لوگے تو پھر آفتاب ہی آفتاب نظر آئیگا

شان میں رہجائیگا - ہر عدد واحد سے مرکب ہے۔ چند اکائیاں ملکر کوئی نہ کوئی عدد بنادیتی ہیں۔ اسی طرح ذات احدیت ہے کہ تمام کائنات کے نظام ترکیبی میں اُسیکی وحدت کا ظہور ہے ؎

در مذہب اہل کشف و ارباب خرد ساری است احد در ہمہ افراد عدد

ایسی ہی سیکڑوں مثالیں وحدۃ الوجود کی موجود ہیں جو تمثیل خواص کا کام کرتی ہیں۔ گو یہ غیر منطقی استدلال کہلاتا ہو۔ کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ مشترک ہونے کی ضرورت ہے۔ تاہم ایک ناواقف کو سمجھانے کے لیے اور مستبعد باتوں کو ذہن نشین کرنے کے لیے تمثیل بعض مرتبہ قیاس اور استقرا سے بھی زیادہ کارآمد ہوتی ہے۔ خصوصاً عوام کے لیے اور یہی خطابت کا راز ہے۔

عقلی شکوک

(۱) اگر خدا ہی خدا عالم میں ہے تو وہ مقید بھی ہے اور محدود بھی۔ مجسم بھی ناپاک بھی۔ ایسے خدا کو دور ہی سے سلام ہے جو مطلق سے مقید غیر محدود سے محدود۔ پاک سے ناپاک ہوجائے۔

(۲) عالم میں چونکہ تغیر و انقلاب ہے اور وحدۃ الوجود تم سے کہتا ہے کہ ان حوادث کو عین خدا سمجھو۔ تو یہ اچھا خدا ہوا جو متغیر بھی ہے اور حادث بھی۔ ایسے خدا سے تو بے خدا ہی رہنا بہتر ہے۔

(۳) خدا کو ایک طرف واجب، قدیم، علیم، حکیم، غرضکہ تمام اوصاف کاملہ کا مجموعہ مانا جاتا ہے۔ دوسری طرف وحدۃ الوجود ماننے سے ممکن، حادث، جاہل، جزو، نادان قرار دیا جاتا ہے۔ اور یہ صریح اجتماع الضدین ہے۔

(۴) اگر ایک ہستی کے سوا عالم میں کچھ نہیں ہے تو خواص اشیا و ظہور محسوسہ

میں کیا علم اختلاف رہے

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود — پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ہم ان شکوک کو جو سادہ لوحی پر مبنی ہیں نمبروار دور کیے دیتے ہیں۔ پہلے شک کا جواب تو خاتم شمس الولایۃ شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فصوص الحکم کے ایک شعر میں صاف دیا ہے اور وہ تقریبًا باقی شبہات کو بھی صاف کر دیتا ہے آپ فرماتے ہیں

فان قلت بالتنزیہ کنت مقیدا — وان قلت بالتشبیہ کنت محددا

اگر تم خدا کی نسبت تنزیہ کے قائل ہوگے تو تم اسے نقائص و صفات سے مقید کر دوگے اور اگر صرف اسکی تشبیہ کو مانوگے تو اسے محدود کر دوگے۔ اسلیئے اسکو جامع تنزیہ و تشبیہ خیال کرنا چاہیے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ جسم و جان۔ زمان و مکان رنگ و صورت وغیرہ سے پاک ہے تو تمہارا یہ بھی عقیدہ ہونا چاہیے کہ وہ جسم و جان۔ زمان و مکان ہر رنگ و صورت میں بھی ہے۔ اگر کہیں نہیں ہے تو سب کہیں ہے وہ نہ ناپاک ہے نہ پاک جیسا کہ آفتاب کا پرتو پاک اور ناپاک جگہ پر پڑنے سے نہ پاک کہا جاتا ہے نہ ناپاک اسی طرح ہستی مطلق کسی شی کی گندگی و نجاست سے ناپاک نہیں ہوتی وہ ایک ایسا کلی امر ہے جسے اہل برہان "لابشرط شی" کہتے ہیں۔ وہ فی ذاتہ نہ پاک ہے نہ ناپاک۔ پاکی اور ناپاکی بھی تعینات وہمیہ کے اندر ہے۔ نہ خداوند جل و علا کے اندر ہے۔ چونکہ عالم کثرت میں وہ اپنی ذات جلوہ گر ہے۔ اس لیے اس نمائش میں پاکی و ناپاکی کا اعتبار کیا جاتا ہے

اے عشق کرشمہ بہ بازار آمدہ — خلقے چنیں طلسم گرفتار آمدہ

دوسرے شک کا جواب بھی پہلی ہی اصل پر مبنی ہے کہ بیشک خدا ایک جامع الصفات ہستی کا نام ہے مگر نقائص سے اسکی نسبت اس عالم شہادی میں جائز نہوگی کہ نقائص

اُسکے اگرچہ مظاہر ہیں مگر ملت کے قوانین اعتباریہ میں وہ اس نسبت کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ اور تعینات مذہبی کے رنگ میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ اسیکا نام شرعی ادب و مذہبی احترام ہے جو اُسیکا ظہور ہے۔ اعتبار کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اسلیئے جب تک یہ اعتبارات قائم ہیں۔ ان متغیرات و حوادث کو ہوش و حواس میں خدا کہنا ہرگز جائز نہوگا۔ حالت سکر و غلبہ حال کی اور بات ہی۔ جیساکہ بعض مشہور عارفین کو پیش آیا۔ مگر وہ بھی شرعی دار و گیر سے نہ بچے۔ شان مذہب میں بھی اُسیکا ظہور ہے۔ اسلیئے مذہبی احکام بغیر ازالہ عقل ساقط نہیں ہوسکتے۔ گو حقیقت یہی ہے کہ آپ منصور آپ ہی حق اور آپ ہی دار ہے

نے گویم دریں گلشن گل و باغ و بہار از من ۔۔۔ بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من

تیسرا شک بھی نتیجہ نافہمی ہے۔ خداوند جل و علا کی ذات و صفات میں نہ اجتماع الضدین نہ ارتفاع الضدین ہے۔ تمام اہل مذاہب کا یہ مسلمہ ہی کہ وہ نہ جسم میں ہے نہ جہت میں نہ مکان میں نہ زمان میں۔ اور پھر سب کہیں اور ہر وقت میں ہے۔ (الآن کما کان) کیا یہ ارتفاع النقیض نہیں ہے۔ ہنود کا گروہ عظیم بھی اسکو نرنکار اور ساکار ایک وقت میں مانتا ہے۔ تقریباً یہی خیال ہے کہ وہ جامع تنزیہ و تشبیہ ہی مگر حلول کی صورت نہ ختیار کر لیجاتی۔ اور اوتاروں کو خصوصیت سے خدا نہ کہا جاتا یا ایجاد عالم کے لیئے اُسے جسم کا چولا اختیار کرنے پر مجبور خیال نہ کیا جاتا تو اُسے جامع شان تنزیہ و تشبیہ ماننے میں کوئی قباحت نہ تھی۔

چوتھا شبہ ضمناً دور کیا جاچکا ہے۔ مگر اب صاف صاف سُن لو کہ خواص و آثار اشیا مسلم ہیں اور بجز سوفسطائیوں کے انسے کوئی انکار نہیں کرسکتا لیکن ان میں امتیازات و اختلافات کا اصل سبب یہ ہی کہ کائنات صفات الٰہیہ کا مظہر ہی صفات گو حقیقۃً عین ذات ہیں اور باہم متحد لیکن بلحاظ نتائج و ثمرات ان میں

اعتباری اختلاف ہو۔ یہی وہ ذات ہے جب اُسکا تعلق مدرکات سے ہوتا ہے
تو اُسے علم کہتے ہیں۔ اور عالم۔ جب مقدورات سے ہوتا ہے تب اُسے قدرت کہتے
ہیں۔ اور قادر۔ اب چونکہ صفات میں باہم اعتباری اختلاف ہے تو جو اُن صفات
کے مظاہر ہیں۔ ان میں بھی اختلاف اعتباری پیدا ہو گیا۔ کہیں جلال کا ظہور ہے
کہیں جمال کا۔ اگر حقیقت ابلیسیہ اور جہنم مظہر جلال ہے تو حقیقت محمدیہ اور
جنت مظہر جمال ہے۔ اور جب تک یہ تعینات قائم ہیں سب کے احکام بھی جداگانہ
قائم رہیں گے ؎

اُسی کی شوخی شرار میں ہے اُسیکی گرمی چنار میں ہے
وہ آب ہر سبزہ زار میں ہے وہ لالہ ہر کوہسار میں ہے

جس طرح تم خواب کے مناظر کو بحالت خواب حقیقی سمجھتے ہو ویسے ہی یہ خواب ہستی
ہے۔ انہیں معنوں میں اُسکو ہستی موہوم کہا جاتا ہے نہ یہ کہ عدم محض یعنی ہمارے
اعتبار اور تخیل کا نتیجہ بلکہ یہ ایک اعلیٰ ہستی کا خیال ہے جو خود اپنے آپ کو مختلف
شانوں میں دیکھ رہی ہے۔ اگر تم کسی طرح ان تعینات ہستی سے اپنی روح کو چھڑا لو۔
اور جسدی تعلقات سے رستگار ہو جاؤ۔ تو تم اس عالم شہادت کو بھی ایک خواب سمجھو گے
اور کہو گے ؎

جو کچھ سنا تھا سو تھا فسانہ جو کچھ کہ دیکھا سو خواب دیکھا

ارباب نقل کی ضیافت

اول و آخر توئی کیست حدوث و قدم ظاہر و باطن توئی چیست وجود و عدم

اگر قرآن حکیم میں متعارض تاویل سے کتر بیونت شرک پیدا نہ ہوتا اور سیدھی سادی تعلیم
جو نبی کریم ؐ نے اپنے سلیم الفطرت صحابہ کو دی تھی۔ اُسی پر نظر کیجائے تو وحدۃ الوجود

ہر ہر قدم اپنا جلوہ دکھاتا ہے ۔

(۱) کیا تماشا ہے کہ ہمیشہ آیہ کریمہ ھو الاول والآخر والظاہر والباطن پڑھی جاتی ہے۔ اور تمام الفاظ کے لغوی معنی جو حقیقی معنی ہیں سمجھے جاتے ہیں مگر جب "ظاہر" پر آتے ہیں تو ظاہر پرستی گلوگیر ہو جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیت متشابہات سے ہے۔ اسکے معنی پر بغیر سمجھے ہوئے ہم ایمان لاتے ہیں یا یہ تاویل کیجاتی ہے کہ اسکے آثار ظاہر ہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ جناب یہ آپنے کیونکر سمجھ لیا کہ یہ آیت متشابہات سے ہے صرف اسلیئے کہ آپنے جو ایک خود ساختہ خاکہ خدا اور اسکے اوصاف کا قائم کر لیا ہے۔ اسکے خلاف لفظ "ظاہر" پڑتی ہے۔ اسلیئے آپنے اسکو متشابہات کہکر اپنی جان بچائی۔ اسیطرح جنہوں نے تاویل کی انکو بھی یہی مجبوری پیش آئی۔ اگر وہ مسئلہ وحدۃ الوجود تسلیم کر لیا جاتا تو نہ اسکو متشابہات سے ماننے کی ضرورت ہوتی۔ نہ تاویل کاٹ چھانٹ کی۔ بیشک وہی ہستی عالم میں ظاہر ہے وہی پوشیدہ وہی مبدء وہی منتہی ہے ۔

(۲) قرآن حکیم کی یہ مشہور آیہ کریمہ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الخ ۔ حقیقت احدیہ اور حقیقت محمدیہ کا ایک تشبیہی نقشہ ہے اس آیت کی تفسیر میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکمل کتاب "مشکوٰۃ الانوار" لکھدی۔ اور کامل طور پر دکھا دیا کہ نور اور وجود بہ اعتبار مقصد کے ایک ہیں۔ نور الانوار یا نور غیب ذات احدیت ہے۔ اور اسی نور کا کامل عکس نور محمدیت یا حقیقت محمدیہ ہے۔ "نور علیٰ نور" میں اسی کی طرف اشارہ ہے ۔

اگر ہو ذات حق جہاں سے منزہ بیٹھا تو کیا
اے عقل کل حقیقت انساں سے پہیلا تو کیا

(۳) کل شیء ھالک الا وجہہ میں ذاکر صوفیہ کرام فانی فی اللہ ہوتا

مصنوفطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

میلاد نامہ

معہ

رسول بیتی

اردو زبان میں آج تک جسقدر مولود کی کتابیں پڑہی جاتی ہیں یہ کتاب ان سب سے نرالی ہی اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہی اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی زیبائش سے گلبند کر کے بچپن جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں، پھر تتمہ الموسوم بہ رسول بیتی میں رسالت سے لیکر وفات تک کے حالات ہیں گویا آنحضرت کی مختصر اور پوری سیرت اور سوانحعمری ہی۔ آخر میں آپ کے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہی

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہی کہ بچے اور عورتیں بلا تکان پڑہتے چلے جاتے ہیں، یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہی، شائع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ پانسو سے زیادہ فروخت ہوگئی اور اب دوبارہ چھپی ہی، اور وہ بھی قریب ختم ہی۔ کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہی قیمت ایکروپیہ علاوہ محصول۔

مصنوفطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محرم نامہ

یہ وہی کتاب ہی جس کا غلغلہ شیعہ سنی دونوں فرقوں میں چڑھا ہوا ہی اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہی کہ اشتہار دیکھکر سینکڑوں درخواستیں جمع ہوگئی تھیں، اور شائع ہوتے ہی چار دن میں ایک ہزار فروخت ہوگئی، محرم نامہ ۱۳۲۸ھ کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز کتاب ہی، اس کی نسبت سنی علماء اور شیعہ مجتہدین کا اتفاق ہی کہ ایسی صلح کل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی۔ جس میں آنحضرت کی وفات سے لیکر چاروں خلافتوں اور اُن کے جھگڑوں کا اتنا صاف صاف اور سیدھا بیان ہو اور پھر کسی فریق کو اختلاف کی گنجائش نہ ہی۔ ملک کے تمام مشہور لوگوں کے خطوط آرہے ہیں کہ محرم نامہ اُردو کی بہترین کتاب ہی اور اس قابل ہی کہ ہر مسلمان کے گھر میں ہی تاکہ وہ اسلام کی ابتدائی سچی تاریخ سے خبردار ہو اور جھگڑوں کی حقیقت جان جائے محرم نامہ میں کربلا کی دردناک لڑائی کا نظارہ ایسا لکھا ہی کہ ہر بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہی، پڑہنے والے اور سننے والے بے تاب بے قرار ہو جاتے ہیں، جنگ جمل، جنگ صفین کا پورا اور ہو بہو سچا حال محرم نامہ کے سوا کسی اردو کتاب میں نہیں ہی، قیمت ۱۲؍ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ النظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں

مدینہ منورہ مکہ معظمہ کی بے ادبیاں، ارض پاک میں یاران رسول کو قتل، قرون اولی کے سیاسی کارنامے، کربلا کے بعد کی سرگذشت، حریفان بنی فاطمہ کی نامعلوم فتنہ کاری، یزید و دیگر شاہان بنی امیہ کی باطل شعاری، یزید کا حشر، شریروں کا انجام، خدا کا فیصلہ،

یزید نامہ

میں ملاحظہ فرمائیے، جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے اور جس کے لوگ سال بھر سے منتظر تھے۔ اس میں اس امام الآمر کا بھی مفصل بیان ہے جو خانۂ اہل بیت میں

شیعہ سنی کو ملاپ کی آواز

دیگا، اور بتایا ہے کہ یہ وقت قریب آن لگا، یزید نامہ محرم سنہ ۱۳۴۶ھ کا یادگار تحفہ ہے، خود پڑھیے، دوسروں کو سنائیے، روئیے، رولائیے، مظلوم کے صبر سے واقف ہو، ظالم کا دم واپسیں دیکھو، ایسے غمناک حالات اور عبرت انگیز تصویریں تاریخ شہادت میں نایاب تھیں، حضرت خواجہ صاحب کا البیلا جھومتا جھامتا طرز تحریر اچھی لکھائی، اچھی چھپائی سفید دبیز عمدہ کاغذ ضخامت پونے دو سو صفحے قیمت سوا روپیہ (عہ) جلدی منگائیے

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اردو دعائیں

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بہت مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات زندگی کے لئے اردو زبان میں دعائیں ہیں، ہر دعا خواجہ صاحب کی مخصوص اثر دار عبارت میں ہے بچوں اور عورتوں کا جی ان دعاؤں میں بہت لگتا ہے۔ چند روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ دوبارہ دگنے اضافے کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ اسکول کے بچوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرنے کے لائق یہی کتاب ہے قیمت چھ آنے علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

ازمنہ گزشتہ، موجودہ و آئندہ پر حاوی ہے۔ جسکی رو سے یہ بھی ہوتا ہے کہ پہلے بھی ہر چیز فانی تھی۔ اور اسوقت بھی فانی ہے اور آئندہ بھی فانی رہے گی۔ پھر مخلوق کا کے خلاف تمام اشیاء کا اثبات کرکے کیوں اس ثبت باقی کہا جاتا ہے۔ اور باعتبار حقیقت کیوں تعینات ہستی کو معدوم نہیں کہا جاتا تاکہ فانی کو باقی جانتے ہو جسکو بقا کیونکر حاصل ہوگی۔

(۴) اب قرآن حکیم سے احادیث پر آؤ تو نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر غور کرو۔ یا ابابکر لم یعرفنی حقیقتی غیر ربی۔ اے ابابکر میری حقیقت کو میرے خدا کے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ اگر آپ ویسے ہی بشر تھے جیسا ہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تو اس سرکاری ارشاد کے کیا معنی ہوسکتے ہیں کہ ہم نہ پہچانتے ہیں ان کی خصوصیت کیا ہے۔ حقیقت کسی چیز کی اصل نہیں جسکو خدا کے سوا کوئی جانتا ہو۔ لیکن اگر اس کے سوا کوئی اور معنی ہیں۔ اور آپ کی حقیقت علاوہ بشریت و رسالت کے کچھ خصائص امتیازی رکھتی ہے تو یہ وہی عرفان ہے جسکی رو سے عارفین حقیقت نے آپ کو مظہر جامع و مظہر اتم بتایا ہے۔ گویا اس حقیقت کو کسی نے خدا کے سوا نہیں سمجھا ہے۔

نہ کچھ [illegible] پایا [illegible] — [illegible] محمد محمد
کہاں [illegible] آن بجائے گاہی — محمد [illegible] الٰہی
[illegible] — [illegible] کیا ہے [illegible] ادراک

(۵) حضرت عائشہ نے سرکار ابد قرار کو نہایت بیدار کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ حضرت عائشہ رض بولیں عائشہ۔ ارشاد ہوا کون عائشہ؟ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا بنت ابی بکر۔ فرمایا کون ابوبکر؟ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا صاحب محمد۔ ارشاد ہوا کون محمد؟ اسوقت حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ یہ دوسری

حالت ہے۔ جب آپؐ نے آنکھ کھولی تو حضرت عائشہ رضؓ نے کل ماجرا عرض کیا۔ حضور انورؐ نے فرمایا۔ "لِی مع اللہ وقتٌ لَا یسعنی فیہ ملکٌ مقربٌ ولا نبی مرسل" ظاہر پرست اس راز و نیاز کو کیا سمجھینگے۔ اول تو وہ روایت ہی کے جھگڑے سے کیوں نکلیں گے اور نکلیں تو بیس اُلٹے سیدھے معنی لگائیں گے ٭

بیشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب تک تعین جسدی میں رہتے تھے محمدؐ ہوتے تھے۔ مگر جب روح اپنی اصل میں ملجاقی تھی تو کون محمدؐ۔ کون جبرئیل۔ کیسی وحی کیسا الہام ؎

جبرئیل میں قرآن بہ پیغامے نمیخواہم ہمہ گفتار معشوق ست قرآنے کہ من دارم

(۶) جب کچھ نہ تھا تو خدا تھا۔ وہ دور احدیت تھا کہ یکتائی اپنا کوس لمن الملک بجا رہی تھی۔ اسی مرتبہ کو مرتبہ غیب الغیب کہا جاتا ہے جس میں تنزیہ محض اپنا پرچم بلند کر رہی تھی۔ چونکہ وہ ذات جامع تنزیہ و تشبیہ ہے اسلیئے وہ دور ختم ہوا اور تشبیہ کا پردہ گرا ؎

چل سُد حُب نظارہ دامن گیر گشت مطلق بہ دام قید اسیر

آئینہ صفات میں ذات نے ظہور کیا۔ اعیان اتم کی شان میں کمالات الوہیت کی نمود ہوئی۔ گنج مخفی پردہ غیب سے باہر نکلا۔ ستر ازل نے نقاب احدیت چہرے سے ہٹائی۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ میں خزانہ مخفی تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے خلق کو پیدا کیا ٭

لیکن اس حُب نے بھی محبوبیت کا پردہ حائل کر دیا۔ اور ایک برزخ کبریٰ عقل کل روح اعظم۔ کنز الکنوز۔ صفت صرف۔ سر الانسان۔ نور الانوار جامع انوار حسی و معنوی یعنی انسان کامل کا ظہور ہوا جسے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں ؎

نور رخ تنزیہ تو آئینہ تشبیہ تو شامل من ہستی ما بھی لے برزخ کبریٰ توئی

وہ اول تعین محبوبیت، وہ اول پرتوِ جمال، وہ اول ظلِ کمال، وہ آئینۂ اخلاقِ الٰہی، وہ تنویرِ اوصافِ نامتناہی وہ آفتابِ حسنِ ازل، وہ عکسِ حسنِ ابد تھا۔ غیب اُس میں تھا اور وہ غیب میں تھا۔ شہود اُسکا تھا۔ اور وہ شہود میں تھا۔ عالمِ امر اُسکا ایک جلوہ، عالمِ خلق اُسکا ادنےٰ کرشمہ، بزمِ روحانیات میں اُسکی روشنی، فضائے ہستی میں اُسکا اُجالا۔ وہ واسطۂ خالق و مخلوقات، وہ رابطۂ صانع و مصنوعات وہ معلولِ اول، وہ مصنوعِ قوی ہے ؎

خرد و جانِ او بہر دو سرا ‏ ‏ ‏ واسطہ درمیان خلق و خدا

عقلی نقطۂ خیال سے بھی دیکھو تو علت کا معلول بھی کامل ہونا چاہیئے۔ اور اُسی کے توسط سے علت العلل کا فیض ہستی منتقل ہونا چاہیئے۔ بیشک وہی حقیقت جامع مرکز دائرۃ الوجود اور محورِ ارتقاء ماکان و مایکون ہے۔ روحانیات، مادیات، جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان میں بقدرِ استعداد و صلاحیت اُسی کی چمک، اُسی کی دمک، اُسی کی رخشانی اُسی کی تابانی ہے ؎

درحقیقت نسبِ عاشق و معشوق یکے است ‏ ‏ ‏ بوالفضولاں صنم و برہمنے ساختہ اند
یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ‏ ‏ ‏ ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند

تعین اول جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ درحقیقت روحِ محمدی کیطرف اشارہ ہے جسے احادیث میں "اول ما خلق اللہ نوری" یا "اول ما خلق اللہ روحی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تشبیہات و استعارات کی زبان سے نکلکر یوں سمجھو کہ حضرت احدیت نے سب سے پہلے اپنے آپ کو روحِ محمدی کی تعین میں ظاہر کیا۔ اور یہی تعین احد اور احمد میں میم کا پردہ بن گیا۔ جسکی رو سے اطلاق احد حقیقت محمدیہ پر بھی جائز نہیں۔ اعتباری امتیاز قائم کیا گیا۔ یہی امتیاز اعتباری عبدیت کاملہ کی شان ہے۔ اور یہی عبدیت کاملہ آئینۂ اوصافِ اتم ہے جس میں تمام اسماء و صفات کا سنگم ہے۔ لیکن یہ آخری

مرحلہ ہنوز طے نہیں ہوا کہ خواہ مخواہ تمام کائنات سے انتخاب کرکے نوع محمدی کے سر پر سہرا کیوں رکھدیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کو گو بعض اگلے مضامین میں جنکی اشاعت نظام المشائخ کو گزشتہ رسول نمبر میں ہوئی تھی۔ ہم عقلاً و نقلاً صاف کرچکے ہیں مگر اس موقع پر بھی بقدر ضرورت کچھ کہنا ضروری ہے۔

تمام کائنات میں صرف انسان ہی ایک حقیقت جامع ہے جس میں اوصاف ملکی، بہیمی، سبعی، روحانی، شیطانی کا اجتماع ہوا ہے۔ اور اسی لیئے نوع انسان مظہر کامل سمجھی جاتی ہے جس میں خدا کی صورت صفاتیہ کا ظہور اتم ہے۔ اور یہی سبب معلوم ہوتا ہے جسکے لئے اسکے سر پر تاج کرامت اور زیر پا تخت خلافت رکھدیا گیا اور عالم امکان اسکے لیئے ہے۔ اور وہ خود اپنے لیئے۔ اسکو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مظہر کامل الصفات انسان کے سوا اور موجودات ہو سکتے ہیں جو انسان کی خدمتگار اور باجگزار ہیں۔

لیکن انسانوں میں بھی یہی صفاتی فرق اور تفاوت عظیم نظر آتا ہے۔ وہ بھی ہیں جنکے نفوس بہیمی حیوانات سے بھی دس درجے بدتر زیادہ ہیں۔ وہ بھی ہیں جنکی ملکیت سے فرشتے پانی بھرتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جنکی عقلی و عملی طاقتیں گویا مسلوب ہیں۔ وہ بھی ہیں جنکے علم و عمل کی سطح شان الوہیت سے ملاتی ہے۔ اور انہیں کو دیکھکر لوگ خدا کو جانتے پہچانتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو ساری عمر پڑھائے جاتے ہیں اور پھر کودن کے کودن رہتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو ایک حرف نہیں پڑھتے اور ساری دنیا کو پڑھا دیتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو بد اخلاقی میں شیطان کے استاد ہیں۔ وہ بھی تھے جو فرشتوں کو محاسن آداب سکھلاتے تھے۔ کیا اسکا یقین تفاوت سے انسانوں کو ایک لاٹھی نہیں ہانک سکتا ناقص و کامل کا فرق قائم کرنا پڑتا ہے۔ اب غور طلب یہ ہے کہ انسان کامل جو انتہائی نقطہ کمال پر ہو کوئی ایک انسان ہوگا۔ ایک معیار

تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور تاریخ عالم نظر کے سامنے۔ دیکھو کہ ایسا انسان کامل کس ملک میں۔ کس قوم میں۔ کس عہد میں تمہارے ذوق تعصب کا چشمہ نہ چڑھا لینا خدا لگتی کہنا اگر تم کو کسی کے صفات میں خدا کا جلوہ نظر آئے۔ اگر تم کو کسی کی زندگی میں خدا ہی خدا دکھائی دے۔ اگر تم کو کسی کے حسن میں خدا کا حسن محسوس ہو۔ اگر تم کسی کے جمال میں کمالات الوہیت کا مطالعہ کرو تو ہم کو بھی خدا کے لیئے بتاؤ ورنہ جو ہم کہتے ہیں اُسکے سامنے جبین نیاز رکھ دو۔ گردن اطاعت خم کردو۔ اور مان لو کہ وہ روحانیت کبریٰ۔ شخصیت عظمیٰ حضور سرور کائنات روح موجودات، مبدء رسالت، خاتم النبوت، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ جو فرماتے تھے۔ "کُنت نبیًا وادم بین الماء والطین" تمام روحانیتیں ایک پلے میں اور حضور انور دوسرے پلے میں۔ پھر بھی آپ ہی سب پر بھاری۔ بارہا مقابلہ ہو چکا۔ اور اوصاف کاملہ کے تفصیلی موازنے کئے جاچکے۔ یہی فیصلہ کرنا پڑا ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی زندہ تصویر قرآن حکیم موجود ہے جو درحقیقت اخلاق محمدی کا پورا عکس ہے اُسکی بہترین اخلاقی تعلیمات ہی کا دوسرا نسخہ پیش کردو تو بھی ہم سمجھ لیں گے کہ یہ کسی ایسے روحانی سرچشمہ سے نکلی ہیں جو کم ازکم رموز فطرت کا اگر خود عامل نہیں تو کم سے کم عالم ضرور تھا۔ لیکن خیر سے بالکل مطلع صاف ہے۔ نہ کوئی علم لدنی میں آپ کی مثال نہ کوئی اعمال اخلاقی میں آپ کا جواب۔ آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے

اَیُّکُم مِثلی کا حل کرو ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں ... بماند تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ارباب نظر کے شبہات

(۱) اسیران الفاظ گرفتاران علم الرسوم اُن آیات سے جن میں آپ کی عبدیت و بشریت کی شان ہویدا ہے۔ بدک کر آپ کے مظہر احدیت ہونیسے انکار کرتے ہیں کہا جاتا ہے کہ نبوت کی ڈانڈی الوہیت سے ملادی گئی۔ ظاہر تعلیمات قرآن سے اعراض کیا گیا کہ نبی کو خدا کہا جاتا ہے۔ ہم جب مفہوم وحدۃ الوجود کو کھول چکے تو اب ہمیں دوبارہ اعادے کی ضرورت نہیں۔ یہی کہنا کافی ہے کہ جبتک تعین متحاری ہے وہ خدا نہیں۔ اور جب تعین اُٹھ گیا تو پھر خدا کے سوا اور کچھ نہیں ؛

(۲) بعض تجارتی پالیسی کے صحاب جو ہوا کے رُخ پر موافقت اور مخالفت کرنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ اخباری آب وتاب بڑھانے اور جدت طرازی سے خریداروں کو خوش کرنے کے لیے خدا کی شان ہے کہ وحدۃ الوجود جیسے عام مسلمات عارفین حقائق پر منہ آنے لگے۔ اور ادہر اُدہر کی آئیں بائیں شائیں لکھکر اپنے نزدیک بڑا میدان مارا۔ بھلا مادی دماغوں میں کہیں وحدۃ الوجود کی نزاکتیں آسکتی ہیں۔ لیکن اسپر بھی گو وہ نہ سمجھیں۔ تاہم بیساختہ وحدۃ الوجود اشعار میں قلم سے ٹپک ہی پڑتا ہے۔ ہمسے کہا جاتا ہے کہ وحدۃ الوجود و الشہود کا قرن اول میں ذکر بھی نہ تھا۔ یہ خیالات ہندو ویدانت یا زرتشتی و یونانی تعلیمات کی آمیزش سے صوفیائے اسلام نے جزو تصوف بنائے۔ اچھا صاحب خوب سمجھے۔ آپکے پاس کوئی وحی آئی ہوگی۔ یا آپ قرن اول میں موجود ہونگے۔ اور دیکھتے ہی ہوں گے کہ کوئی صحابی مقصد وحدۃ الوجود سے باخبر نہیں ہے۔ یہ تنکے بازیاں اپنے یورپین مصنفین سے شاید سیکھی ہیں۔ انکے بھی اکثر اعتراضات اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ ہم سلطان الاولیا حضرت علی مرتضی ہی کے کلام سے آپکو مسئلہ وحدۃ الوجود دکھلائے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ گو وہ چند اشعار ہیں۔ لیکن اُن میں سے ہم خاص اُنہیں شعروں کو لکھتے ہیں جن کا اس

مسئلہ سے صریح تعلق ہے ؎

دواءک فیک وما تشعر — وداءک منک ولا تبصر
وانت الکتاب المبین الذی — باحرفہ یظہر المضمر
وانت الوجود ونفس الوجود — وما فیک موجود لا یحصر

اب رہا یہ کہ عام صحابہ میں وحدۃ الوجود کا ذکر مذکور نہ تھا تو حقیقت یہ ہے کہ اُن کی فنائیت مقصد نبوت یعنی اشاعت و تبلیغ دین احیاء کلمۃ اللہ و جہاد مذہبی میں تھی اسلیئے اُنکو کسی دوسری طرف متوجہ ہونیکا موقع ہی نہ ملا۔ وہ صرف آفتاب نبوت کو دیکھتے تھے اور اُسی میں محو تھے۔ اُن کا یہی وجود اور یہی شہود تھا لیکن جب علمی دور آیا تو مقاصد دین نے علمی و اصولی شکل اختیار کی۔ اور اُس وقت مسئلہ وحدۃ الوجود بھی کشفی اور فلسفی صورت میں ظاہر ہوا۔ اب یہ کہ ویدانت فلسفہ اور ویدانتی و یونانی تھیوریز اُسکے مطابق ہیں تو یہ اُسکی صداقت کی مزید تائید ہے حق و صدق ایک مشترک سرمایہ ہے۔ وہ کچھ نہ کچھ ہر مذہب اور ہر گروہ میں دائر سائر ہے۔ یہاں تک کہ لامذہب بھی اخلاقی اصولوں کی پابندی میں اُس سے بہرہ مند ہیں۔ اسلیئے یہ نتیجہ نکالنا پرلے سرے کی بے اصولی ہوگی کہ چونکہ ویدانتی یا یونانی اور زرتشتی اصولوں سے اسکو جزئی مشابہت ہے۔ اسلیئے وہ صریحاً غلط ہے کیا تم اس وجہ سے کہ وجود باری تمام اگلے مذاہب کا سنگ بنیاد ہے اور حسن اخلاق اصلاح ہر گروہ کا نصب العین ہے۔ ان اہم ارکان ملت کو مذہب اسلام سے خارج کردوگے۔ اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بناؤگے۔ جب یہ جائز نہیں۔ تو وحدۃ الوجود سے انکار کیونکر جائز ہوگا جو نجات کامل کی اصل اعظم ہے۔ اور انسانی کمالات کی حد مختتم۔

نتیجۂ بحث

اسمیں شک نہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود اُن عقائد میں سے نہیں ہے جنکو علماء شرع نے ضروریاتِ دین سے قرار دیا ہو۔ اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے لیئے خدا کی اجمالی توحید کا ان لینا کافی ہے۔ لیکن اس زینہ سے جب دو قدم آگے بڑھائے گے اور تکمیل دین و مذہب کا سوال درپیش ہوگا تو اسوقت اجمالی توحید کی تفصیل لازمی ہوگی۔ اُسدم وحدۃ الوجود کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام موثرات کا مٹانا ہی حقیقی توحید اور ماسوی اللہ کو جلانا ہی اصلی وحدانیت ہے جب یہ مان لیا جائے گا کہ عالم میں حقیقۃً خدا کے سوا کوئی موجود ہی نہیں تو پھر کونسا موثر اور کس کی تاثیر۔ اور جب یہی حقیقت دیدۂ بصیرت پر منکشف ہوگی تو روح تمام تعینات جسدی سے چھوٹ کر حقیقت محمدیہ میں گم ہو جائے گی اور بالآخر اپنی اصل سے ملجائے گی ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش — باز جوید روزگار وصل خویش

صورت از بے صورتی آمد بروں — باز شد انا الیہ راجعوں

بے رنگی و بے صورتی آمد چو اصل رنگہا — رو سوئے بے صورتی لا غیرت سوئے کسے

واللہ اعلم وعلمہ احکم ؎

فقیر برق

چھم چھم بوندیں بادل کی
از مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
ایک چھوٹی سی کتاب
جس میں نظم و نثر کے بہترین ٹکڑے درج ہیں
قیمت صرف ۲؍
منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

"۱۲"

پولیٹیکل گرگٹ کی نسبت

اخبار خطیب کی رائے آج کل جبکہ سنٹرل بیورو تمام نظر بندان اسلام کے حالات کی اشاعت کا انتظام کر رہی ہے اور اس سلسلہ میں تین ٹریکٹ بھی شائع کر چکی ہے کیسی عبرت ہوتی ہے یہ دیکھکر کہ ہمارے سب سے پہلے نظر بند مولوی ظفر علی خانصاحب کی سیرۃ پر روشنی ڈالنے کا کام شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار پیشوا کو اپنے ذمہ لینا پڑا۔ شیخ صاحب کی نسبت مشہور ہے کہ اُن سے کوئی ایسا شخص جو صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہو بچ نہیں سکتا اور خصوصاً سیاسی کجروؤں کے لیے تو وہ سچ مچ نہی عن المنکر کی عملی تفسیر ہیں۔ مولوی ظفر علی خانصاحب نے باؤلے کتے کے کاٹنے کے بعد سے جو رویہ اختیار کیا ہے اور جسطرح وہ آزاد ہو کے شملہ سے لاہور اور لاہور سے حیدرآباد پہنچ گئے ہیں اس پر ملکی و قومی پریس بہت کچھہ لکھہ چکا ہے کم لوگ ہونگے جنہوں نے انکے اس فعل کو پسند کیا ہو لیکن یہ سارا مواد منتشر تھا اور مولوی ظفر علی خاں جیسے ہوشیار اور زمانہ شناس شخص برس دو برس میں کسی وقت چاہتے تو قلم کی ایک گردش اور زبان کی ذرا سی حرکت سے پھر پبلک کو مست و سرشار کر دیتے اور انکی سب بدعنوانیاں بھول جاتیں مگر شیخ ضیاء الحق صاحب نے اسے کتابی صورت میں جمع کر کے بقائے دوام دیدیا ہے اور نسبتاً اسکے اثر کو دیرپا بنا دیا ہے اسکا نام شیخ صاحب نے

پولیٹیکل گرگٹ

رکھا ہے اسکے شروع میں بذیل دیباچہ و تمہید مولوی ظفر علی خانصاحب کی پچھلی زندگی بھی کچھ لکھی ہے اور مولانا عمادی کے بارے میں بھی عجیب و غریب انکشافات ہیں ختم کتاب پر لکھا ہے یہ قومی لیڈر اور قومی خادم کی کہانی ہے جس کا مطمح نظر ایک ساہوکار یا سیٹھ بننا تھا۔ یہ آئینہ ہے اُن سب قومی ڈاکوؤں اور ملکی غارتگروں کے سمجھنے کا اور دیکھنے کا جو قوم مذہب اور ملک کا نام لیکر غریبوں مفلسوں یتیموں و بیواؤں کو لوٹکر اپنی جیبیں بھرتے ہیں اور امیرانہ شان سے قومی شہید کہلا کر مزے اڑاتے ہیں۔ یہ کتاب ظفر علی ہی کی قلعی نہیں کھولیگی بلکہ اُن جیسے تمام فرضی لیڈروں کی حقیقت پبلک کو سمجھا دے گی اور ایک دن سب بناوٹی لیڈر رہی کھاٹ اُتارے جائینگے جس گھاٹ کہ ظفر علی خاں کی بناوٹ اُتر کر چلی گئی" ہم پولیٹیکل گرگٹ کا از اول تا آخر مطالعہ نہیں کر سکے۔ سرسری ورق گردانی سے اتنا ہی معلوم ہوا جتنا اوپر بیان کیا گیا ضخامت قریباً ۶ جزو بڑی تقطیع سفید دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ۱۲ ؍ علاوہ محصول۔

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

اشتہار

ادویات مجربہ قیمتاً عملیات تعویذات مجربہ ہدیتہً

ملنے کا پتہ **درویش** مولوی علی محمد خاں ہاشمی مقام جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں (پنجاب)

۵۸۷

مجموعۂ مضامین خواجہ حسن نظامی

الموسوم بہ

سی پارۂ دل

اس کتاب میں خواجہ صاحب کے وہ تمام مضامین ہیں جو آجتک ہندوستان کے مشہور رسالوں اور اخباروں میں چھپے بعض مضامین تو وہ ہیں جو نایاب ہو گئے تھے اور ایک ایک اشرفی قیمت دینے پر بھی دستیاب نہ ہوتے تھے ۱۹۱۱ء میں ایک مجموعہ مضامین چھپا تھا، مگر وہ ناتمام تھا اس میں یہ نئے مضامین نہ تھے، جو اس تازہ مجموعہ میں ہیں۔ خواجہ صاحب نے اردو زبان میں ایک نئی وضع انشاء پردازی کی ایجاد کی ہے، ہندو اور مسلمان دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی دلپسند اور چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ کی سمجھ میں آنے والی، اور دل پر اثر کرنے والی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اس کا ثبوت آنکھ سے دیکھنا ہو، تو یہ مجموعہ مضامین منگا کر دیکھئے۔ عبارت آرائی تصوف اور سوز و درد کا ایک باغ لگا ہوا نظر آئے گا قیمت علاوہ محصول ڈیڑھ روپیہ۔ (عہ)

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محفل نامہ
گیارہویں شریف

حضور غوث پاک کی گیارہویں میں پڑھنے کی نہایت معتبر موثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب

حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف

لکھائی ولائتی جلد بندھی ہوئی قیمت مجلد ۱۲ ار غیر مجلد ۸ ر علاوہ محصول

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

ستر ہویں نامہ

یہ حضرت امیر خسرو کی مختصر سوانح عمری ہے۔ خواجہ صاحب کی ابتدائی تصانیف میں عمدہ کتاب ہے قیمت ۲ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

خصوصیات رسول عربیؐ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔ اور (اے پیغمبر) ہم نے تو تم کو تمام (دنیا کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے کہ (انکے ایمان لانے پر ہماری خوشنودی کی) خوشخبری سنا دو۔ اور (کفر کرنے پر ہمارے عذاب سے) ڈراؤ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر تمام انبیاء اور رسل اور مصلحین سے کئی باتوں میں مخصوص اور ممتاز ہیں۔

اول یہ کہ دیگر انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور رسول عربیؐ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۔ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰىکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۔ قَالَ یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ بیشک ہم ہی نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا تو انہوں نے (لوگوں کو جا کر) سمجھایا کہ بھائیو اللہ (ہی) کی عبادت کرو (کیونکہ اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں لہٰذا اور اگر تم میرا کہا نہ مانو تو (مجھکو تمہاری نسبت (قیامت کے) بڑے (ہولناک) دن کے عذاب کا (سخت) خوف ہے لہٰذا اس پر وہ لوگ جو ان کی قوم میں رودار تھے۔ لگے کہنے کہ ہمارے نزدیک تو تم صریح

گمراہی میں (پڑے) ہو (اس پر نوحؑ نے) کہا بھائیو! مجھ میں تو گمراہی (کی کوئی بات) ہے نہیں بلکہ میں تو پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں +

اسیطرح ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور جو گفتگو اور سوال و جواب نوح علیہ السلام اور انکی قوم کے سرداروں کے درمیان ہوئی تھی۔ اسیکے لگ بھگ گفتگو اور سوال و جواب مندرجہ بالا پیغمبروں اور انکی قوم کے سرداروں کے درمیان ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو سورۂ اعراف ۷ رکوع ۱۰ پارہ ۸ + اسیطرح ابراہیم علیہ السلام کا حال تھا بنی اسرائیل کے انبیاء نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم سے کچھ غرض نہ رکھی زرتشت اور کنفیوشش اور بدھ خواہ انبیا ہوں خواہ مصلح اپنی اپنی قوم یا اپنے اپنے ملک تک انکی تعلیم محدود رہی۔ زرتشت کا ایران سے اور کنفیوشش کا چین سے اور بدھ کا ہندوستان سے باہر کوئی پیرو نہ تھا یہ رسول عربی تھے کہ عرب اور عجم یا عربستان اور ایران اور چین اور ہندوستان اور روم غرضکہ ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور جزائر جاوہ و سماٹرہ وغیرہ میں انکی تعلیم یکساں کارگر رہی۔ انہوں نے کالے اور گورے اور پیلے اور آزاد اور غلام کی تمیز بالکل معدوم فرمائی۔ اور سب کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیا جیسا کہ اعلان فرمایا کہ رب العالمین سے یہ فرمان آیا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہ ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا مہربان ہے +

قرآن مجید نے کسی خاص قوم یا ملک کو مخاطب نہیں کیا۔ تمام لوگوں کو مخاطب رکھا ہے۔ یہ بات بھی اس امر کی دلیل ہے کہ رسول عربی ہر ایک انسان کے لیئے رہنما ہیں۔ ورنہ اسے لوگو! نہ کہتا یا قوم محمدؐ اور یا قریش اور یا عرب کہا جاتا رسول اللہ اپنی زندگی میں وہ خود ہر ایک قوم کے آدمی کو مسلمان بناتے تھے بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ سلمان رضی اللہ عنہ پارسی صہیبؓ رومی تھے نیز رسول اللہؐ کے نائبوں یعنی علماء اور صوفیائے عظام نے بھی روئے زمین کے تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ خود رسول اللہؐ نے شہنشاہ روم اور دیگر بادشاہوں کو دعوت نامے ارسال فرمائے ❊

دوم ۔ رسول اللہؐ کی خصوصیت یہ تھی کہ دیگر انبیاء اپنی اپنی قوم کو صرف وعظ اور نصیحت فرماتے۔ اور رسول عربی تعلیم بھی دیتے تھے۔ لوگوں کا تزکیہ نفس بھی فرماتے وعظ بھی کرتے تھے۔ گویا واعظ اور معلم اور مرشد سب کچھ تھے خالی وعظ اور تعلیم اور ہدایت اور رشد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خالی وعظ کا چنداں اثر نہیں ہوتا جتنا کہ تعلیم کا اثر ہوتا ہے۔ بنابریں سابقہ انبیاء پر بجز معدودے چند کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور رسول عربی کی تعلیم اور ہدایت نے وہ اثر کیا کہ تھوڑی مدت میں تمام جزیرۂ عرب راہ راست پر آیا۔ اور دور دور تک اسلام کی خوشبو پہنچ گئی۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ وہ خدا تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا (کہ وہ) ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو (اخلاق رذیلہ کی گندگی سے) پاک صاف کرتے اور

اُن کو کتاب (الٰہی) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے) پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی ہیں (مبتلا) تھے ہی۔ اور (نیز خدا نے ان پیغمبر کو) اور لوگوں کی طرف (بھی بھیجا ہے) جو ابھی تک ان (عرب کے مسلمانوں) میں شامل نہیں ہوئے (مگر آخر کار ان میں آملیں گے) اور خدا زبردست (اور) حکمت والا ہے (پیغمبری) اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت کرے اور اللہ کا فضل (بہت) بڑا ہے۔

ان آیات میں تعلیم اور ہدایت کی طرف اشارہ ہے۔ اور نیز یہ کہ رسول عربی تمام جہان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو برس میں صرف اپنی قوم کو راہ راست پر نہ لاسکے۔ اور رسول عربی نے ساڑھے نو برس میں جزیرہ عرب کو نور ایمان سے منور فرمایا۔ غرضکہ رسول عربی کا طریقہ تبلیغ و تعلیم دیگر انبیا سے جدا اور نرالا تھا۔

سوم خصوصیت رسول عربی کی یہ تھی کہ جو کوئی رسول عربی پر ایمان لاتا تھا۔ وہ اُن کا عاشق ہو جاتا تھا۔ اور اُنپر جان دینے کو تیار ہو جاتا تھا بلکہ اب بھی جسکے دلمیں ذرہ بھر ایمان ہو وہ رسول عربی کو اپنے مال و اولاد سے زیادہ پیارا جانتا ہے۔ اور تمام عمر انکے روضۂ اقدس کی زیارت کا مشتاق رہتا ہے۔ دوسرے انبیاء کا یہ حال نہ تھا۔ عیسےٰ علیہ السلام کو اُنکے حواریوں نے عین ہلاکت کے وقت تن تنہا چھوڑ دیا بلکہ ایک نے یہاں تک غداری کی کہ تیس روپیہ رشوت لیکر اُنکو پکڑوا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ بنی اسرائیل سے شاکی رہتے تھے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (اے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب موسیٰ نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ بھائیو مجھے کیوں ستاتے ہو۔ اور (دل میں تو) تم کو (بھی)

یقین ہوگیا ہے کہ میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں۔ تو جب یہ لوگ ٹیڑھی چال چلے۔ خدا نے اُنکی سمجھ بھی ٹیڑھی کر دی۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ۔

برخلاف اسکے حضرت علی رضؓ نے نابالغی کی حالت میں ہجرت کی رات اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر رسول اللہ کی جگہ اُنکے بستر پر لیٹے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی واقعہ میں تین رات دن رسول اکرمؐ کی نگہبانی فرماتے رہے۔ اور تمام صحابہ رسول اکرمؐ پر عمر بھر اپنی جانیں فدا کرنے کو تیار تھے۔ اب بھی ہر مسلمان رسول اکرمؐ کا اسقدر گرویدہ ہے کہ وہ تمام عمر متمنی رہتا ہے کہ کاش خواب میں ہی رسول اکرمؐ کا دیدار ہو جائے (خادم نے مدینہ منورہ دیکھا ہے۔ کمال اشتیاق دیدار مزار سے میرے آنسو ٹپک پڑتے تھے) اور ہر ایک مسلمان کی یہ خواہش رہتی ہے کہ میں رسول اکرمؐ کے زمانہ میں ہوتا۔ اور اُنکی جگہ اپنی جان قربان کرتا (صلے اللہ علیہ وسلم) خدا جانے حضورؐ کی روح اطہر میں کس شان کی کشش مقناطیسی ہے کہ ہر متبع کی روح کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مبارک وہ ہے جو حضورؐ کا پیرو ہے ۔

چہارم خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ۝ ہم نے بعض پیغمبروں پر بعض کو برتری دی ہم ہی نے داؤدؑ کو زبور (کتاب) عطا فرمائی"۔

انبیاء میں بعضوں کی بعضوں پر فضیلت یہ ہے کہ بعض انبیاء صرف نبی تھے رسول نہیں تھے۔ جیسے سموئیل علیہ السلام وغیرہ۔ اور بعض نبی اور رسول دونوں تھے۔ مگر اُنکو کتاب نہیں دیگئی۔ جیسے زکریا اور یحییٰ اور ادریس وغیرہم علیہم السلام بعض وہ تھے کہ اُنکو کتاب دی گئی یا کوئی صحیفہ دیا گیا۔ مگر وہ خلیفہ نہ تھے جیسے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اور عیسٰے علیہ السلام۔ بعض وہ تھے کہ وہ نبی

اور رسول اور خلیفہ تھے مگر وہ الوالعزم نہ تھے۔ جیسے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام۔ یہ رسول اکرم ہی تھے کہ نبی بھی تھے مرسل بھی تھے۔ الوالعزم بھی تھے۔ اور صاحب کتاب بھی تھے۔ اور خلیفہ بھی تھے۔ غرض سب کچھ تھے +

نبوت اخلاق آلہی میں سے بہت سے اخلاق پر شامل ہے۔ جیسے جود، کرم قدرت، قوت، علم، مغفرت، عفو، پردہ پوشی، فساد کی اصلاح، حق کی طرف مائل ہونا، باطل سے روگردانی کرنی، ظلمت کو دفع کرنا، حق کو قائم کرنا دین کی مدد کرنی، لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنی۔ اور سعادت حاصل کرنے کے لیے اُنکے واسطے قواعد مقرر کرنا۔ اور رسالت کے یہ اخلاق ہیں، نرمی، خوش کلامی، لوگوں سے محبت کے ساتھ ملنا، حق کی جانبداری کرنی، عدل کو قائم کرنا، قواعد اسلامی کو شائع کرنا، مسلمانوں کو راحت پہنچانی، اور انکی تکلیف دور کرنی، اور اُنکی مدد کرنی +

اور خلیفہ کے یہ اخلاق ہیں۔ حکمت، شجاعت، عفت، عدالت، دشمنوں کو دفع کرنا، دوستوں کے ساتھ عنایت کرنی، خدا کے بندوں کو راہ راست تبلانی خدا کی طرف اُنکو حکمت اور نصیحت اور مجادلہ کے ساتھ بلانا۔ اور اُنکے واسطے رفیقوں اور مددگاروں اور کارکنوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جن کے ذریعہ سے تنزیل کی اشاعت کیجائے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ "اے پیغمبر! اللہ اور مسلمان جو تمہارے زیر فرمان ہیں تم کو بس کرتے ہیں"۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ رسول عربی ہی تھے کہ تمام اخلاق آلہی سے متصف تھے۔ گویا مجمع کمالات اور ذات وصفات واسماء کے مظہر اتم تھے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

حُسن یوسف دمِ عیسےٰ ید بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پنجم۔ خصوصیت رسول عربی کی یہ ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء اور فلاسفر اور حکماء ہو گزرے ہیں۔ مگر سب کے نام صرف کتابوں میں مذکور ہیں۔ روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہوار یا سالانہ انکو کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ بڑے بڑے تاجدار اور سپہ سالاروں نے اس ارمان اور آرزو میں جان دی کہ بعد از موت اُن کی کوئی یادگار رہے حتی کہ عظیم الشان مکان بنوائے۔ اپنے لئے مجسمے تیار کرا کر عام گزرگاہوں اور بازاروں میں کھڑے کرائے۔ مگر ان کی یہ کوشش بیکار گئی۔ کوئی ان کا نام نہیں لیتا۔ صرف رسول عربی کی روح مبارک ہو کہ جب تک دنیا میں رہے تب بھی مشہور رہے اور بعد رحلت بھی ایک گھنٹہ ایک سکنڈ بلکہ ایک سانس بھی اُنکے ذکر سے خالی نہیں جاتا۔ دنیا میں تقریباً چالیس کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ہر ملک میں موجود ہیں۔ دن میں پانچ دفعہ تو صرف اذان میں لاکھوں آدمی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بڑے ورد اور جوش الحانی سے پکارتے ہیں۔ اور کروڑوں آدمی اذان میں اسی کلمہ کا جواب دیتے ہیں سبحان اللہ کیا شان ہے۔ دن میں نمازیں ہیں۔ فجر، اشراق، ظہر، عصر اور رات میں نمازیں ہیں۔ مغرب و عشاء اور تمام رات۔ اگر کہیں رات ہے تو کہیں دن ہوگا۔ اگر ایک ملک میں رات کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں تو دوسری جگہ دن کی نمازیں پڑھی جاتی ہونگی۔ اور ہر نماز میں حضورؐ پر درود بھیجا جاتا ہے۔ نماز شروع کرنے سے پہلے اور نماز کے اندر التحیات۔ گویا ہر نماز میں کروڑوں درود حضورؐ پر بھیجے جاتے ہیں۔ اور جتنے نفوس انسانی درود بھیجتے ہیں۔ اتنے ہی بلکہ اُنسے زیادہ فرشتے بھی آدمیوں کے ہمنوا ہو کر حضورؐ کی ترقی درجات کی دعا مانگتے ہیں۔ اور اسیطرح ہر سال ہر ملک میں ربیع الاول کے مہینے میں مولود شریف کی مجالس قائم ہو جاتی ہیں اور لاکھوں آدمی حضورؐ کے ذکر و اذکار میں مصروف رہتے ہیں۔ اور نیز تمام سال اور

خصوصاً حج کے زمانے میں لاکھوں آدمی مدینہ منورہ جاتے ہیں اور وہاں مسجد نبویؐ میں روضہ شریف کے سامنے آہ و بکا کرتے ہیں۔ اور طالب شفاعت رہتے ہیں۔ علاوہ اسکے وہ ضعیف لوگ جن کا علم دینی کم ہوتا ہے۔ اور اُنکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہونے کی طاقت نہیں ہوتی۔ یعنی کلام اللہ نہیں پڑھ سکتے ہیں اُن کا پنجگانہ ورد ہی درود شریف ہوتا ہے۔ کوئی درود اکبر کا ورد رکھتا ہے۔ کوئی دلائل الخیرات کا۔ کوئی کسی دیگر درود کا۔ غرض کہ ہر دم کروڑوں جن و انس اور ملائکہ حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اور نیز خدا ہر وقت خود اُن کی روح مبارک پر رحمت نازل فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اللہ اور اُسکے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود و سلام بھیجتے رہو۔ بلکہ ساتھ ساتھ درود خواں اور رسول اکرمؐ کی آلؑ اور اصحابؓ پر بھی خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور آل سے مراد پارسا مومن ہے۔ پس کیا آدم کی اولاد میں کوئی ایسا عظیم الشان دوسرا شخص ہے؟ کہ وہ نبی بھی ہو۔ مرسل بھی ہو۔ خلیفہ بھی ہو۔ اولوالعزم بھی ہو تمام اوصاف فاضلہ یعنی عفت اور حکمت اور شجاعت اور عدالت میں یکتا ہو اور ہر وقت اور ہر آن کروڑوں آدمی اُسکی وصف و توصیف میں رطب اللسان ہوں۔ کوئی آدمی رسول عربیؐ کی نظیر پیش نہیں کر سکتا نہ خود آدم علیہ السلام اُنکی مانند تھے۔ اور نہ آدمؑ کی اولاد سے کوئی اُنکے درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔

حاجی محمد عبداللہ[سلہ] کاکاخیل اویسی

سلہ التماس ضروری۔ تمام علاقہ میں وار فیور بڑے زور سے شروع ہوا ہے۔ میرے گھر کے تمام چھوٹے بڑے بیمار پڑے ہیں۔ میں جلدی جلدی مضمون کو ختم کر رہا ہوں کہ کہیں بخار نہ چڑھ آئے۔ مضمون ختم کرتے ہی بخار نے حملہ کیا۔ اور چپاتی میں گرانی پیدا ہوئی اور پلنگ پر لیٹ گیا۔ اگر یہ میرا آخری مضمون ہے تو ناظرین نظام المشائخ دعائے مغفرت کریں ۱۲

گرو صاحب کا سیاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھکر لے گیا

ہم نے اس کے سفرنامے میں سے جس قدر حصہ ہندوستان کے متعلق ملا، اپنی زبان میں لے لیا، اور چھاپ دیا، ایسی مزیدار اور پرلطف کتاب آپ نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ قیمت صرف چھ آنے۔

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

قبروں کے کتبے

جناب سید حسن مولانی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی نظر حال نے پڑھ کر لکھا ہے۔ اس میں حسب ذیل الواح مزارات ہیں۔ لوح مبارک مزار پرانوار سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و لوح مزار ام المومنین حضرت بی بی خدیجہؓ و لوح مزار حضرت سیدنا علیؓ و لوح مزار حضرت امام حسینؓ و لوح مزار حضرت بی بی زینبؓ و لوح مزار حضرت علی اکبرؓ و لوح مزار حضرت علی اصغرؓ و لوح مزار حضرت بی بی شہر بانو، و لوح مزار حضرت بلالؓ۔ ان کے علاوہ لوح قبر یزید، ابولہب، ابوجہل، ابن زیاد، شمر، عمر سعد کی بھی لکھی ہیں سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مزار کے لیے پیشگی لوح رقم فرمادی ہے قیمت ۸؍

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

سنہ ۱۹ء کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب کے گجرات، بمبئی، کاٹھیاواڑ وغیرہ کے دلچسپ حالات سفر لکھے ہیں۔ مشہور زیارتوں اور مقامات تاریخی کا بیان ہے اور سومنات کے مندر کی کیفیت تو ایسی ہے کہ اسی ایک کی خاطر ہزاروں آدمی روزنامچہ کو خریدتے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول۔

درویش پریس کی دیگر مطبوعات

خون نہا ڈبک دو حصے ۱۲؍ — شکوہ ۲ — حالات خضر ۱۰؍ — ایڈیٹر کا حشر ۱؍

اخلاق سلطانی ۸؍ — اصنام العرب ۱۲ — کہانیوں کی پہلی کتاب ۱؍ — دلی کی عید ۶؍

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اتالیق خطوط نویسی

خط و کتابت آج کل ہر آدمی کی زندگی کا ضروری حصہ ہے عورتوں اور مردوں کو یکساں ضرورت ہے کہ مختصر الفاظ میں زیادہ اور طویل مطلب ادا کرنا سیکھیں خواجہ صاحب نے اس ضرورت کو مدنظر رکھکر یہ کتاب لکھی ہے اس کے دو حصہ ہیں۔ پہلے حصہ میں خود خواجہ صاحب کے خطوط ہیں اور خط لکھنے کا ڈھنگ سیڑھی بسیڑھی بتایا گیا ہے دوسرا حصہ ہندوستان کے نامور مسلمانوں کے خطوط کا مجموعہ ہے مثلاً نواب محسن الملک مولانا شبلی مولانا ابو الکلام، ڈاکٹر اقبال، حضرت اکبر، مولانا ذکاء اللہ، میرزا قادیانی وغیرہ حضرات غرض دونوں حصے حقیقتاً خط و کتابت کا طریقہ جاننے کے لیے بیحد مفید ہیں قیمت ہر دو حصہ صرف ۱۰

مجموعہ خطوط خواجہ حسن نظامی

حضرت خواجہ صاحب کے نہایت دلچسپ ادبی پُر معانی خطوط کا یہ مجموعہ اُردو زبان میں بے مثل چیز ہے۔ بیٹی کے نام، بیوی کے نام۔ دوستوں کے نام، مریدوں کے نام، رنگارنگ خطوط اس مجموعہ میں ہیں، جن سے مختلف جذبات کی انشا پردازی ظاہر ہوتی ہے قیمت ۱۲ر علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

تسخیر مہر و اعمال حزب البحر

عملیات کی ہزاروں کتابیں اور حزب البحر شریف کے بیسیوں ترجمے بازاروں میں چھپے ہوئے بکتے ہیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے جس مدلل اور موثر طریقے سے یہ کتاب لکھی ہے اس کی مثال کہیں نہ ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ چند دنوں میں پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا، دوبارہ چھپی وہ بھی ختم ہوگئی اب تیسرا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے ہندوستان کے شہرۂ آفاق بزرگ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اس کتاب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ میں خواجہ صاحب کی تمام تصنیف میں اسکو اول درجہ کا سمجھتا ہوں قیمت ۸ر آٹھ آنے

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

فضائل رسول ﷺ

سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ساری کائنات عالم وجود میں آئی۔

لولاک لما خلقت الافلاک ۔

سرور کائنات حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے نبی تھے۔ کنت نبیا وکان

آدم بین الماء والطین ۔

سرور کائنات کا نور مبارک خدائے عزوجل نے سب سے پہلے پیدا کیا اول ما خلق اللہ

نوری ۔

سرور کائنات کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ اخلاق اور بہترین اعمال میں کامل و اکمل بنا کر بھیجا

ان اللہ بعثنی لاتمم مکارم الاخلاق وکمال محاسن الاعمال ۔

سرور کائنات کے حوالے خدائے تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں کر دیں۔

اعطیت مفاتیح خزائن الارض ۔

سرور کائنات کو پروردگار عالم نے صبا ہوائے شرقی سے مدد عطا کی اور قوم عاد کو

دبور ہوائے غربی سے ہلاک فرمایا۔ نصرت بالصبا واھلکت

عاد بالدبور ۔

سرور کائنات کو تمام ارض و سماء سے دو باتوں میں حضرت آدمؑ پر فضیلت دی۔ ایک

آپ کا شیطان کافر تھا خدا کی مدد سے مسلمان ہو گیا۔ دوسری یہ کہ

آپ کی ازواج مطہرات امور دین میں آپ کی معین و مددگار ہوئیں

اور حضرت آدمؑ کا شیطان کافر تھا اور انکی بیوی نے انکو خطا پر آمادہ

کرنے کے لئے اعانت کی۔ فضلت علی آدم بخصلتین کان شیطانی

کافرا فاعانی اللہ حتی اسلم وکنا ازواجی عونا لی وکان شیطان آدم کافرا وکانت زوجتہ عونا علی خطیئتہ ۔

سرورِ کائنات کو خود اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا ۔ اور اچھا ادب سکھایا ۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی ۔

سرورِ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں پر چھ امور سے فضیلت عطا کی (۱) آپ جوامع الکلم تھے (۲) آپ کو رعب سے مدد دیگئی ۔ (۳) مال غنیمت آپ کے لیئے حلال کیا گیا ۔ (دوسرے نبیوں کو حکم تھا کہ مال غنیمت جلا دیا جائے) (۴) آپ کے لیئے ساری زمین پاک اور مسجد (خدا کی عبادت کی جگہ) قرار دیگئی (دوسرے نبیوں کو مسجد ہی میں نماز ادا کرنے کا حکم تھا) (۵) آپ ساری مخلوق پر نبی بنا کر بھیجے گئے (دوسرے نبی اپنی اپنی قوم ہی کے نبی تھے) (۶) آپ پر نبوت ختم کی گئی ۔ فضلت علی الانبیاء بستۃ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طہورا ومسجدا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون ۔

حضور اللہ کے حبیب ہیں ۔ حضور ہی کے دست مبارک میں قیامت کے دن لواء الحمد ہوگا ۔ جسکے سایہ میں تمام انبیاء و اولیا ہونگے ۔ حضور پہلے شخص ہونگے جو خدا سے شفاعت فرمائینگے ۔ حضور ہی پہلے شخص ہونگے ۔ جن کی شفاعت قیامت کے دن مقبول ہوگی ۔ حضور ہی پہلے شخص ہونگے کہ جنت کے دروازے کی زنجیر کو ہلائیں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ حضور ہی کی خاطر جنت کا دروازہ کھولدینے کا حکم دیگا ۔ جس میں صالحین و متقین داخل ہونگے ۔ اور حضور ہی

اگلے پچھلے سب لوگوں میں بزرگ ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے یہ سب واقعی باتیں کوئی فخر کی بات نہیں۔ انا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع یوم القیامۃ ولا فخر وانا اول من یحرک حلق باب الجنۃ ولا فخر وانا اول اکرم الاولین والاخرین +

حضور کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار بنائے گا۔ انا سید ولد آدم یوم القیٰمۃ +

حضور کو اللہ تعالیٰ حوض کوثر پر میر سامان مقرر کرے گا۔ انا فرطکم علی الحوض +

حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دنیوی معاملات میں تمہاری طرح بشر ہوں یعنی مجھ سے سہو بھی ہوتا ہے اور صواب بھی۔ اور جب میں تم کو کسی امر دین کے متعلق حکم دوں تو اسکو تم مانو۔ اذا امرتکم بشیء من امر دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم بشیء من رأیی فانما انا بشر +

حضور سب سے بڑھکر اللہ کو پہچاننے والے اور اس سے ڈرنے والے تھے۔ ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا +

حضور کو سوتے تھے مگر حضور کا دل بیدار رہتا تھا۔ تنام عینی ولا ینام قلبی +

حضور کے پیرو قیامت کے دن تمام نبیوں کے پیروؤں سے بڑھکر ہوں گے۔ انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامۃ +

حضور سب سے پہلے اپنے مزار مبارک سے جلوہ افروز ہونگے۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا +

حضور امی تھے۔ نہ حضور نے علم و عمل کی باتیں کسی سے سیکھیں نہ حضور علماء کی صحبتوں میں بیٹھے۔ نہ حضور نے اہل علم کے ساتھ سفر کیا۔ غرض کسی سے اکتساب علم و فضل نہیں فرمایا۔ باانہمہ حضور نے جو احادیث بیان فرائیں اور جن حالات کی بابت آخر زمانے میں ہونے کی خبر دی۔ اگر کوئی غور کرے تو معلوم ہوگا کہ حضور کو وہ علم جو ورائے عقل ہے بدرجہ کمال حاصل تھا۔ اور حضور پر وہ سب باتیں منکشف تھیں جیسے وہ امور غیب اور خواص عبادات دریافت ہو سکتے ہیں جن کو عقل دریافت نہیں کر سکتی۔ اور بھی امور ہیں جیسے حضور کے نبی ہونے کی صداقت ہو سکتی ہے۔ باوجود امی ہونیکے حضور کی زبان مبارک سے جو احادیث نکلیں وہ ایسی تھیں کہ روئے زمین کے علماء و فضلاء و حکماء نے حضور کے علم و عقل کو تسلیم کیا۔ حضور کو بڑا فلاسفر جانا اور بہت سے اہل علم و حکمت نے حضور کی پیروی کی۔ کئی لوگوں نے حضور سے مشکل سوالات اور مغلق اعتراضات کئے اور مسکت جوابات سنکر حیران ہوگئے۔ حضور میں علم و عقل و اخلاق و آداب کے سارے کمالات مجتمع تھے۔ حضور کے صفات حمیدہ و فضائل جلیلہ حضور کے نبی حق ہونیکے شاہد ہیں۔ سبحان اللہ آپ سے امی کو ادیب ملا بھی تو کیسا ملا حضور نے دبستان ادبنی ربی فاحسن تادیبی میں تعلیم پائی اور انا افصح العرب والعجم کا تمغہ پایا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

کمترین ذہین

خط و کتابت کرتے وقت اسکا خیال رکھیئے کہ نام و پتہ کے ساتھ نمبر خریداری بھی لکھا جائے۔ ورنہ آپ کے حکم کی تعمیل نہو سکے گی ۔

منیجر

۱۹۲۶ء

عبدیت اور رسالت

ہر نبی اور ہر نبی کی نبوت کا گو توحیدی رنگ میں ایک ہی مدعا ہوتا ہے لیکن تبلیغی رنگ میں کچھ نہ کچھ امتیاز ہوتا ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے۔ شروع میں تبلیغ جو رنگ رکھتی تھیں۔ رفتہ رفتہ وہ بدلتا گیا۔ کیونکہ انسانی تشریحات اور ضروریات یا اغلاط اور اصلاحات کے تحت اُن امور کی ضرورت پڑتی گئی جو اوقاتی اعتبارات سے لاحق تھے۔ تمام کتب سماوی کو دیکھ جاؤ تو جو توحیدی رنگ قرآن لیے ہوئے ہے وہ کوئی دوسری کتاب نہیں رکھتی ہے جس رنگ میں رسول عربیؐ نے یہ فرض پورا کیا ہے وہ رنگ کوئی دوسرا نبی نہیں رکھتا۔ اور یہ اختلاف ضروری بھی تھا کیونکہ اعلان توحید کے بعد زمزمۂ توحید میں جو فرق آچکا تھا۔ اور جو کمزوریاں اس رنگ میں پیدا ہو چکی تھیں۔ اُن کا ازالہ خصوصی رنگ میں ہی ہو سکتا تھا۔ رسول کریمؐ کی نبوت میں جو کلمہ سکھایا گیا۔ وہ گویا ایک نیا طرزِ تبلیغ تھا۔ کلمہ کیا ہے۔ تمام اسلام کا خلاصہ یا تمام اسلام کا نچوڑ۔ غور کرو گے تو اس کلمہ میں سارا اسلام اصولی حیثیت سے آجاتا ہے۔ یہ جامعیت کسی اور نبی کے خلاصۂ احکام دینی میں نہیں پائی جاتی ہے۔ یہ کلمہ ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ ایسا جامع واقعہ ہوا ہے۔

کلمہ شہادت یوں ہے:-

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

اس کلمہ شہادت کے اور اجزاء کی تفصیل تو ہم کسی اور وقت کریں گے۔ بالفعل عبدہ و رسولہ کی مختصر تفصیل کرتے ہیں۔

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ لفظ عبد رسالت یا رسول کے پہلے کیوں لایا گیا

کیوں یوں نہیں کہا گیا۔ رسولہٗ وعبدہٗ ۔ کیوں کہ اگر رسالت کا اعتبار بمقابلہ عبد کے زیادہ تر ہے ۔ اسلیے کہ رسالت ایک فخر اور احترام لگتی ہے ۔ میری رائے میں یہ بحث یا یہ سوال درست نہیں ۔ عبدیت رسالت کا مظہر ہے ۔ اس واسطے عبدیت مقدم ہے اور رسالت مؤخر ۔ رسالت اگرچہ ایک احترام اور اکرام ہے لیکن اُسکا مظہر عبدیت ہے یا یوں کہو کہ رسالت ایک مواد ہے اور عبدیت ایک ظرف ہے ۔ اگرچہ مواد کیسا ہی محترم ہو ۔ پھر بھی اُسکے واسطے ایک ظرف کی ضرورت ہے ۔

اگر رسول کا لفظ عبدیت سے پہلے لایا جاتا تو یہ نسبت اور یہ موزونیت قائم نہ رہتی ۔ ایک صورت تو یہ ہوئی ۔ دوسری یہ کہ رسالت ایک عطیہ اور احترام ہے جسکا تعلق معطی کے ساتھ ہے یا معطی کے ساتھ ہونا چاہیئے ۔ عبدیت ایک ہستی ہے جسکا تعلق دوسرے رنگ میں معطی کے ساتھ ازلاً وابستہ ہیں ۔ پہلے عبد ہونا لازم ہے اور اُن فرائض کو پورا کرنا جو عبدیت سے وابستہ ہیں ۔ اُسکے بعد احترام رسالت ایک ملکہ ہے اور عبدیت ایک ظرف ملکہ ۔ بایں حالات چونکہ عبدیت مقدم ہے اِسی واسطے عبد کا لفظ رسول سے پہلے لایا گیا ۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں :-

میں عبد ہوں اور اُسکا رسول بھی ۔

بالفاظ دیگر یہ کہ میں ایک عبد کامل ہوں ۔ اور میں نے فرائض عبدیت کو پورا اور مکمل کر لیا ہے ۔ اس واسطے میں رسول ہوں ۔ یعنی یہ کہ مجھے رسالت کا شرف بخشا گیا ہے ۔ ہم مسلمان اِسی بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے رسول کریمؐ اول عبد تھے اور بعد ازاں رسول ۔ اس سے یہ ثابت کرنا منظور تھا کہ عبدیت ہی مظہر رسالت ہو سکتی ۔ اور عبد ہی فیوض پا سکتا ہے اور درست ہے ۔ یہ کہ حضور صمدی میں عبد ہوکر ہی شرف حاصل ہو سکتا ہے ۔ اگر کوئی شخص عبدیت کے دائرے سے نکلکر خدا سے تعلق رکھنا چاہے تو وہ رکھ نہیں سکتا ۔ اگر کوئی رسول

چاہتا ہے کہ صاف عبدیہ میں اپنے شرف کی سند حاصل کرے تو اسکا یہ فرض اولین ہے کہ وہ عبدیت کے جامہ سے ملبس ہو کر پیش ہو۔ صوفیانہ رنگ میں یہ کہ اپنی ہستی کو عبدیت کے رنگ میں روحانی پہلو سے باوجود اسقدر احترامات اور اکرامات کے بعدود ثابت کرے کہ ہر رنگ میں اور ہر پہلو سے توحید کا اعلان ہوتا رہے۔ دیکھو وہ رسول جس کی ذات کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ من یطع الله فقد اطاع الله اُس کا یہ کہنا کہ میں اول ایک عبد ہوں۔ اور پھر رسول ہوں کسقدر یقین دلانے والی بات ہے اور اس سے توحید کی تبلیغ کیسی جامع معلوم اور ثابت ہوتی ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہ :-

انسانیت اور عبدیت کی قیمت کیسی لعلیٰ نکلتی ہے۔ ایک ذات اقدس رسول ہوکر بھی جب عبدیت کو اول رکھتی ہے تو اس سے سمجھنے والے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بارگاہ ربانی میں عبدیت کا احترام کیا کچھ ہے اور ایک عبد تحت افضال الٰہی کے کیا کچھ احترامات پا سکتا ہے:۔

ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء

ناظرین سوچ سکتے ہیں کہ اس فقرہ عبدہ ورسولہ میں کسقدر زور ہے اور رسالت کے احترام کو عبدیت کے ساتھ کیسا وابستہ کر رکھا ہے۔ اور عبد یا عبدیت کے ذاتی احترام کو ایک افتخار بخش کر کیسا ثابت کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ :-

تم اس بات پر شہادت دو کہ :-

(محمد) صلے اللہ علیہ وسلم (عبد ہیں اور رسول بھی۔ عبدیت کا اعتراف رسالت سے پہلے کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر ہم عبد کی عبدیت چھوڑ کر صرف رسالت کا اعتراف کریں تو اسمیں رسالت کی تکریم ہی باقی نہیں رہتی۔ رسالت کی تکریم ہی اُسی صورت میں

مقصود ہے کہ جب اُسکے ساتھ عبدیت کا اعتراف بھی ہو۔

ایک عبد جو رسول بھی ہے خلعت رسالت سے مفتخر ہوکر اپنی عبدیت کی اعلیٰ قیمت کا اعتراف کراتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو اس رنگ میں عبدیت کا اعتراف کرسکتے ہیں۔ اُنکے دل و دماغ میں کبھی بھی شرک و کفر کا خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ یا اس صورت میں وہ سچے مسلمان ہوسکتے ہیں۔ جو رسول یہ کہتا ہے کہ میں اول عبد ہوں۔ بعدازاں رسول۔ اُسکی اُمت کبھی مشرک بھی ہوسکتی ہے۔

ایک صاحب کا قول ہے کہ ”مسلمان کبھی مشرک ہو ہی نہیں سکتا“ اللہ اکبر رسول اکبر کی امت میں ہوکر ہم اُس بلائے عظیم سے محفوظ رہتے ہیں جو کبائر میں سے ہے۔ اور جس کی نسبت خود اللہ کریم فرماتے ہیں:۔

”سوائے شرک کے اور سب گناہ بخش دیئے جاوینگے“

جب ہم مشرک ہو ہی نہیں سکتے۔ یا بہت کم لوگ اس بلا میں گرفتار ہوتے ہیں تو کیا ہم اپنے رسول کے احترام اور اکرام سے غافل و بیخبر رہ سکتے ہیں اور کیا ہم ایسے رسول کریم کے نام لیوا ہوکر اپنی موجودہ حالت کا محاسبہ نہیں کرسکتے۔ خدا نے ہمیں اُس نبی کی امت بنایا۔ جو ہمیں خدا اور عبدیت کے حلقہ سے اس رنگ میں آگاہ کرتا ہے اور ہمیں عبدیت کی اُن حدود سے واقف کرتا ہے جن تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ اور اُن فضائل اور اُن اکرام سے ہم آگاہ کرتا ہے جو ایک عبد عبد ہوکر روحانی اور جسمانی رنگ میں حاصل کرسکتا ہے۔ ملائکہ سے جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا گیا تھا۔ اُسکی فلسفی یہی تھی۔ وہ سجدہ تعظیمی تھا۔ بار بار عبدہٗ و رسولہٗ کے فلسفہ پہ غور کرو۔

سلطان احمد۔ گوجرانوالہ

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں۔ واسطے خیال تھا کہ ایک کتاب کی شکل میں انہیں جمع کر دیا جائے۔ کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ بدل جائے اور مسلمانوں کا خانگی نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈھے بھی نہ ملے۔ یہ کہانیاں بچوں کی اور عقل کے موافق ہوتی ہیں اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اس واسطے لیلیٰ خواجہ بانو یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے جن میں پہلے تو وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ ہیں جنکو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۶ ر علاوہ محصول۔

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

شیخ سنوسی

خواجہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں ظہور حضرت امام مہدی کا حال ہے یہ کتاب چھ سات دفعہ تو حلقۃ المشائخ نے شائع کی اور بمبئی وغیرہ میں چور کتاب فروشوں نے پوشیدہ پوشیدہ ہزارہا کئی دفعہ چھاپی اور دونوں جگہ فوراً بک گئی گجراتی، مرہٹی بنگالی زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہوئے غرض آج تک ایک لاکھ کے قریب اس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت پہلے ۴ آنہ تھی مگر اب بڑھ گئی ہے اور ۵ ہے کیونکہ جب تک جنگ ہے دوبارہ نہ چھپے گی۔

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

یورپ اگزین

چھوٹے چھوٹے رسالوں کا دلچسپ مجموعہ ہے جس کو خواجہ صاحب نے جنگ یورپ کے شروعات کے وقت لکھا تھا اسمیں حسب ذیل سات رسالے ہیں۔

توپ خانہ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ بم گچھر کا اعلان جنگ۔ مکھی کا میدان جنگ۔ جرمن شہزادہ کی لاش ان رسالوں میں دلچسپی کے ساتھ تصوف کے نکتے لکھے گئے ہیں اور امن کی خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

۶۸۷

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز و غم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا گیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھدی اسمیں ایسی ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ جائیں گے اور پھر خوبی یہ کہ ہر ظرافت میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی ہے اور نصیحت بھی۔

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جس کا تعلق مذہبی باتوں سے ہے یعنی جس مذاق سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے غیرت آتی ہے۔

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے اس میں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی خود بخود شرما کر اپنی حالت درست کر لیں۔ تیسرے عنوان میں صرف انشا پردازی کی ظرافت ہے۔

در اصل یہ مجموعہ اُن مضامین کا ہے جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے۔ غرض ہر اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی قیمت صرف آٹھ آنے علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رہنمائے سیر دہلی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے الفاظ میں نئی اور پرانی دہلی کا پورا نقشہ اتار کر رکھدیا ہے گھر بیٹھے دہلی کی سیر کرنی ہو تو اسے منگائیے الفاظ کی تصویروں کے علاوہ عمارات و مقامات مشہورہ کے عکسی فوٹو بارہ کے قریب لگے ہیں۔ اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ بہت چکنے بہت سفید قیمتی کاغذ پر چھپی ہے۔ بہت خوبصورت جلد بندھی ہے قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

جگ بیتی

اسکا دوسرا نام خواجہ حسن نظامی کی کہانیاں ہے یہ چھوٹے چھوٹے قصوں کی کتاب ہے ہر قصہ غم و الم کی داستان ہے جس میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اور دلچسپی بھی بیہودہ جھوٹے قصوں کے مقابلہ میں یہ مفید اور مزیدار کہانیاں ہر شخص کو پڑھنی چاہئیں قیمت صرف ۶ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

سرورِ کونین

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جس طرح خدائے تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام کے علاوہ ہر ایک ملکی زبان میں دو چار اور نام بھی مشہور اور زبان زدِ صغیر و کبیر ہیں۔ اسیطرح جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک بھی سوائے اُن ناموں کے جو صاحب دلائل الخیرات نے جمع کیے ہیں۔ ہر ایک زبان میں روزمرہ استعمال کے لیے اہل زبان نے مقرر کیے ہوئے ہیں مثلاً حبیب پاک رسول پاک، سرور عالم، آنحضرت، سرور انبیاء، سرور کونین، وغیرہ وغیرہ لیکن یہ سب نام صفاتی ہیں۔ ذاتی اسماء خدا و رسول کے ہر ایک زبان میں ایک ہی ہیں اللہ اور محمدؐ گاڈ اور محمڈ کہنے والے بھی جب تیغ لا کے سایہ میں آجاتے ہیں۔ اسوقت ان کی زبان بھی اللہ اور محمدؐ بخوبی ادا کرنے لگتی ہے۔ پرمیشور اور اکال پرکھ کے گیت اور شبد گانے والے جب ہمارے بے نقط گا یتری منتر اور مختصر شلوک کو ایک بار تسلیم جب لیتے ہیں تو انکی زبان سے بھی بے ساختہ اللہ اور محمدؐ سنائی دینے لگتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسقدر صفاتی نام ہیں وہ کئی قسم کے معلوم ہوتے ہیں کچھ تو بطور خطاب بارگاہ صمدیت سے عطا ہوتے ہیں (جن میں کچھ تو بحیثیت [illegible] ہیں۔ اور کچھ بحیثیت محبوبیت اور کچھ بمنصب وزارت) اور بعض بعہدہ فیلڈ مارشل اور کئی ایک بصلہ حسن خدمات عنبر ہیں۔ انکے علاوہ آپکے اسمائے مبارک میں بعض [illegible] امت مرحومہ کے پیش کردہ ہیں۔ اور بعض اسمائے گرامی آپکے خانہ برانداز عملہ و دلیان زبان بے زبان سے بحالت بیخودی و اضطراب صادر ہوتے ہیں +

اس وقت آپکے سب اسمائے گرامی و خطابات نام [illegible]

کہ باریک ہیں اور نکتہ فہم نظر کے سوا ان کے منصب وحیثیت کا پہچاننا ذرا مشکل ہے
مجھ کم سواد اور ہیچمدان سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ فرداً فرداً ہر ایک اسم گرامی کی تحقیق
اور تنقید لکھ سکوں۔ البتہ جس نام نامی کو خاکسار نے زینت مضمون کے لیے پرتو افروز
ناصیہ قرطاس بنایا ہے۔ اُسکے بارہ میں چند خیالات کا اظہار کرونگا۔ شاید رسول اکرم کا
کوئی ورق نشر احوال کے وقت اگر میرے داہنے ہاتھ میں آجائے اور پیارے واحدی
کی کوشش واحد القہار کی بارگاہ سطوت وجبروت میں میری نجات کا باعث ہوجائے
ورنہ میری کم استعدادی تو فقط یہی داد لینے کی مستحق ہے کہ ع

کانوں پہ آفتاب گھسیٹا غضب کیا

اوپر عرض کرچکا ہوں کہ حضور پرنور کے اسمائے گرامی میں بعض نام نامی ایسے بھی ہیں جو امت
مرحومہ نے آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کیے ہیں (جیسا کہ اسوقت قوم نواب صاحب لیڈر
کی خدمت میں نام و خطاب پیش کررہی ہے) منجملہ ان اسمائے گرامی کے ایک نام سرور
کونین بھی ہے جسکے معنی ہیں دو جہان کے سردار! جبکہ قوم بلا سبب کوئی خطاب
تجویز نہیں کرتی تو ہمارے اسلاف نے بھی بلا سبب یہ خطاب اس سرکار میں پیش نہیں
کیا ہوگا۔ ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ آج کل کی طرح مشورے، صلاحیں نہ لی گئی ہوں۔ پرچے
نہ تقسیم ہوئے ہوں۔ رزولیوشن نہ پاس ہوئے ہوں۔ لغتوں کا مطالعہ نہ کیا گیا ہو
بلکہ ایک دم زبان امت پر نقارۂ خدائی کی چوٹ گونج اٹھی کہ سرور کائنات ہمیں تو آپ ہی
ہیں۔ مگر یوں ہی نہیں ضرور اسکی کوئی خاص وجہ ہوگی۔ اس خطاب کے جوڑ بند اور عنصر
ترکیب بتا رہی ہے کہ یہ ہندوستانی امت کا پیشکردہ ہے۔ کیونکہ اسمیں دونوں لفظ
عربی اور فارسی سے مرکب معلوم ہوتے ہیں جو خاص ہندوستانی تراش ہے۔ لفظ
سرور کے معنی سردار کے ہیں اور سردار ہندوستان میں عموماً حاکم اور افسر کو کہتے ہیں
کونین عربی لفظ ہے۔ کون بمعنی ہستی (جو عدم سے وجود میں آئی ہو) کا تثنیہ ہے۔

اِس لحاظ سے سرورِ کونین کے معنی یہ ہوئے کہ دو ہستیوں کے حاکم یا افسر ان دو ہستیوں سے مراد دنیا و آخرت ہے ٭

ہندوستانی امت کا یہ خطاب حضور سراپا نور کے لیے تجویز کرنا ہر پہلو سے مناسب اور انسب ہے۔ بخلاف اسکے۔ سراج الملت، یا نصیر الاسلام یا خلیفۃ المسلمین وغیرہ میں سے اگر کوئی ہوتا تو جیسا کہ یہ خطابات اپنے موجودہ مخاطبوں کے بانسوں بلند ہیں۔ ایسا ہی آپ کی شان ان خطابوں سے آسمانوں بلند تھی۔ مثلاً سراج الملۃ۔ ملت مقدم سراج مؤخر۔ حالانکہ آپ مقدم ملت مؤخر۔ نصیر الاسلام اسلام پہلے ہو تو نصیر کی ضرورت ہو۔ حالانکہ آپ پہلے ہوئے۔ اسلام آپکے فیض قدم سے مرحمت ہوا۔ علی ہذا القیاس ٭

مشیت ایزدی نے خود بخود القا کر دیا کہ سرورِ کونین کہو! ۔ سراج، نصیر خلیفہ وغیرہ وہیں رہنے دو۔ سراج جامع مسجد میں جلتا ہے تو کلیسا و فریمسن لاج میں بھی ہنڈا روشن ہے۔ نصیر اگر اسلام کی مدد کرتا ہے تو اسکو اپنی ذریات کا علاقہ بھی افراط تفریط پر مجبور کرتا ہے خلیفہ چادر کے اندر ہے۔ چادر چھن گئی تو خلیفہ جی بھی غائب!

خدائے تعالیٰ نے عدم کی دو ہستیاں بنائیں۔ جیسے کہ کوئی انجنیر (مہندس) پہلے خاکہ بناتا ہے۔ پھر اسکو مکمل کرکے پکا نقشہ تیار کرتا ہے۔ اسیطرح باریتعالیٰ نے پہلی ہستی جو عدم ہی کے اندر ہے بطور خاکہ کے بنائی۔ اور اُسکے مکمل ہونے پر دوسری ہستی جو پختہ نقشہ کی طرح ہمیشہ، ابد الآباد، رہیگی۔ موقوف رکھدی پہلے نقشہ میں ہر ایک قسم کے خاکے موجود کیئے۔ مالی، ملکی، فوجداری، دیوانی، سرحدی جنگی محالی، جرنیلی، حدبست، چک بست، نہری، دیہی، مال شماری، مردم شماری وغیرہ۔ اور ان سب کا افیسر آنحضرتؐ کو قرار دیا۔ آپکے سوانح میں ہر ایک انتظام کی مثال ملیگی۔ ایسا مکمل محکمہ کسی افسر کی ماتحتی میں نہیں دیکھہ سکتے۔ آپکے ماتحت عملہ میں

ہر ایک محکمہ کا منتظم اور مصرم ایسا ایسا کامل و اکمل نظر آتے ہیں گا کہ اگر تمام عالم کے عقلمند اور حکیم اور فلاسفر باکمال اپنی طبیعتوں کو ایک جگہ فراہم کر کے آنحضرتؐ کے کسی مشیر کار سے مقابلہ کریں تو ایسی ہوگی جیسے سورج اور کالے توے کا مقابلہ! یا تمام دنیا کے بہادر، سورما، کشورکشا، نبرد آزما، قلعہ شکن جمع ہو کر آنحضرتؐ کے فوجی لشکر فیدرآ کو پکاریں کہ ھل من مبارز ۔ تو وہ مثل ہوگی کہ باد آمد شپہ برفت ۔ یہ مبالغہ کی باتیں نہیں ہیں تاریخ شاہد حال ہے ۔ آپکے فرائض لاتعد ولاتحصی ہیں اسلیئے آپ نے چوتھائی صدی تک اس ہستی ناپائدار کا انتظام کر کے چارج اپنے مشیروں کو دیا ۔ اور خود بنفس نفیس آئندہ ہستی پائدار و پختہ روغنی نقشہ کی طرح ہے اسکے انتظام میں مشغول ہوئے ۔ کیونکہ وہ بہت بڑا معرکہ ہے ۔ رنگروٹ بھرتی کرنے آسان اور تھوڑا کام ہے پاس کرانے اور ٹھکانے لگانے بڑا کام ہے ۔ آپکے اس ہستی کی زمام سروری اسی وجہ سے تھوڑے عرصہ تک دست مبارک میں تھامی کہ یہ ہستی خاکی خاکہ ہے اور وہ ہستی مکمل ایک معرکۃ الآرا ہنگامہ ہے ۔ میدان حشر میں جب رنگروٹ پاس کرانیکا وقت ہوگا ۔ اُسوقت آپ کا سرورد کو نین ہونا بچشم تعین نظر آئیگا ۔ یہاں تو صرف ایک صدی آپکو بھرتی کرنے میں صرف ہوئی ۔ وہاں پچاس ہزار برس کی بات چیت ہے ۔ ایک بیرسٹر جیسے تمام قوا جسمانی ڈاکٹری سرٹیفکیٹ رکھتے ہیں ۔ ہٹا کٹا فٹن میں سوار کچہری سے آتا ہے تو مارے پسینے کے شرابور ہوتا ہے ۔ اور دم پھولا ہوا سوڈا، برف اینچھا تلی پکارتا ہے ۔ اس امت کے بیرسٹر کی ہمت دیکھو ۔ گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں ۔ دن نہیں مہینہ نہیں سال نہیں پورے پچاس ہزار برس! جہاں نہ دن کو دن اور نہ رات کو رات کہہ سکتے ہیں ۔ اس امت مرحومہ کے لیئے کتنی بحث اور پیروی کرنی پڑے گی، عدالت میں بحث کرنے کے علاوہ شاہی پولیس کی جو روک تھام کرنی ہوگی وہ الگ!

آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح مارے مارے پھرنے لگے۔ آفتاب اپنے مستقر سے ڈھلکر سوا نیزے پر آ رہا۔ سمندر تمازت سے بھاپ بنکر جوّ ہوا میں مل گیا۔ عناصر تتر بتر ہیں۔ اجرام مضطرب ہیں۔ گڑبڑ مچ گئی ہلچل پڑ گئی۔ زمین خالی کانپ رہی ہے۔ درخت گر گئے۔ ٹیلے ڈھے پڑے۔ اونچ نیچ برابر ہو گئی۔ ربڑ کی گیند کی طرح اِدھر سے اُدھر ماری ماری پھر رہی ہے۔ نہ محور کا پتہ ہے نہ مرکز کا آخر۔ مدتوں اس قیامت خیز ہڑبڑاہٹ کے بعد بارش شروع ہوئی اور پانی نے زمین کو ڈھانپ لیا۔ بھیگ کر بھاری ہو گئی۔ اب ہلا نہیں جاتا۔ سکون ہوا۔ سناٹا چھا گیا۔ خاموشی کا عالم طاری ہے۔ پتا نہیں کہ ہلے۔ روڑا نہیں کہ بجے۔ مختلف ایک باریک سریلی آواز سے کچھ سنائی دیتا ہے لمن الملک الیوم! کوئی نہیں جو سنے ان سنتوں کو سنائی جا رہی ہے۔ صدیوں قرنوں یہ زمزمہ سرائی رہی اسکے بعد بگل بجا اور ترلوکی سٹ پٹائی۔ سب سے اول وزیراعظم نے وردی پہنی۔ پھر تو چل میں چل۔ آن کی آن میں خدائی بھر گئی۔ عدالتیں قائم ہو گئیں۔ محکمے اتر پڑے۔ مسلیں نکالی جا رہی ہیں۔ محاسب بیٹھ گئے۔ پروانے جاری ہونے لگے۔ وارنٹ کٹ گئے۔ کالی وردی والے غول کے غول زنجیریں۔ بیڑیاں ہتکڑیاں لیے ہوئے پلے جاتے کھڑے ہیں۔ دیکھنے والے سہمے جا رہے ہیں۔ پیشی ہو رہا ہے۔ بگل بند ہوا۔ گھنٹی بجی۔ تخت اترا۔ دربار لگ گیا۔ نقیب پکارا۔ اب بنی سب کی جان پہ۔ پیادے چھوٹے اور آن کی آن میں پکڑ پکڑ کر لانے لگے۔ مجرم چیختے ہیں اور چلاتے ہیں۔ کوئی نہیں سنتا۔ روتے ہیں منتیں کرتے ہیں کوئی ترس کھانے والا نہیں ہے۔ کہرام مچ رہا ہے۔ دہائی پڑی ہوئی ہے بیڑیاں جھنکاریں۔ ہتکڑیاں بجیں۔ زنجیریں ہلیں۔ وہ جکڑا۔ اسے پکڑا۔ اسکی مشکیں بندھیں۔ وہ مارا وہ پٹا۔ یہ حال دیکھکر لوگ اپنے اپنے رہنما سرداروں کو ڈھونڈھنے لگے۔ یہاں دیکھ وہاں دیکھ کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بڑی تگ و دو کے بعد اگر کسی کا پتہ لگ بھی

گیا تو دیکھا عالم غشی طاری ہے۔ مارے خوف کے حواس قائم نہیں۔ اپنی اپنی بنی ہوئی ہے۔ نفسی نفسی پکار رہے ہیں۔ عجیب کہہ رہے ہیں کہ حضور چلئے تشریف لے چلئے۔ ہمارے لئے ٹھنڈا دم مار دیجئے۔ وہاں سے جواب ملتا ہے۔ جاؤ مت ستاؤ اپنی اپنی بنی نبیڑو۔ یہاں خود لالے پڑ رہے ہیں۔ اتنے میں پولیس کے پیادے نام بنام پکار رہے ہیں۔ چلو فلاں، چلو فلاں، مقدمہ پیش ہے۔ یہ منتیں کرتے ہیں کہ ذرا ٹھیرو۔ ہم وکیل کرلیں۔ سفارش لے آئیں! اچھا جلدی کرو۔ دھمکیاں ملتی ہیں ڈانٹ پڑ رہی ہے اب بھاگا بھاگ دوسرے کسی کے پاس گئے۔ وہاں بھی کورا جواب ملا۔ اسی طرح نہیں ٹھنڈی چھاؤں نہ ملی۔ ناچار سب نے صلاح کی کہ آؤ اُس جھنڈے کے نیچے دیکھیں۔ کون لوگ پڑے ہوئے ہیں۔ جنکو اطمینان اور سکون حاصل ہے۔ اس جانکاہ سانحہ میں مزے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آکر دیکھتے ہیں کہ دربار لگا ہوا ہے۔ جانباز سرفروش دست بستہ حاضر ہیں۔ عاشقان جمال محمدی محو تماشا ہیں۔ کسکی قیامت کسکا حشر۔ کہاں کی عدالت۔ کسکی دادرسی۔ اپنے دوجتک کی خبر نہیں۔ لواء الحمد کے سایہ کے نیچے پڑے جھوم رہے ہیں۔ بیکسوں غریبوں کا جمگھٹ ہوگیا۔ الغیاث الغیاث پکار رہے ہیں۔ زبان کانٹا ہوگئی۔ حرف نہیں سمجھ میں آتے۔ آنجناب پاتفتی فرماتے ہیں کہ کیا ہے۔ کون ہیں۔ کیا چاہتے ہیں۔ سب رو رو کر عرض حال کرتے ہیں کہ حضور آج کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ پکڑ دھکڑ ہو رہی ہے۔ کسی کی پوچھ گچھ کام نہیں دیتی۔ جہاں گئے۔ کورا ٹکا سا جواب ملگیا۔ ہر طرف سے مایوسی ہوگئی۔ اب سوائے حضور کے کوئی ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ آپ ہمارے حال زار پر توجہ فرمائیے۔ ورنہ پکڑے گئے تو پھر کہیں کے نہ رہیں گے *

آپ توجہ سے حال سنکر فرماتے ہیں کہ اچھا چلو ہم آتے ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں کہ حضور آپ بغیر ہم کیونکر جائیں۔ وہاں پر جو گیا۔ پکڑا گیا۔ پھر اُسکا پتہ نہیں لگتا حکم

ہوتا ہے کہ اچھا ہمارا یہ کارڈ لے جاؤ۔ اور پیش کر دو:۔

تعزیر گناہوں کا ابھی حکم نہ دینا
اے داور محشر! ذرا آجائے محمدؐ

کارڈ پیش کر دیا گیا۔ اُسیوقت بارگاہ صمدیت سے ارشاد ہو۔ ٹھیرو!!! ہمارے حبیبؐ کی آمد ہے۔ شور و غوغا بند کرو۔ قرینے سے لگ جاؤ۔ جسکا جہاں ہاتھ تھا وہیں رُک گیا۔ اور نظریں اُسطرف جم گئیں۔ درباری سنبھل گئے۔ جلو دار چوکس ہو گئے۔ نقیب ہوشیار ہو گئے۔ اب حضورؐ کی سواری کا انتظار ہے۔ جھنڈا لہرایا۔ اور سرورِ عالم نے جنبش فرمائی۔ اور احکم الحاکمین کی بارگاہ عالی کا رُخ کیا۔ لاکھوں پروانے شمع محمدی کے جلودار ہیں۔ ہزاروں جان نثار تماشبین ہمراہ ہیں۔ کروڑوں۔ اربوں اولیا پیچھے پیچھے نظر بر قدم آرہے ہیں۔ تماشائی ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں۔ اور ہر شخص کی آپ کی تشریف آوری سے ڈھارس بندھ گئی۔ استقبال کیلئے آئی۔ اور آپ کو آنکھوں پہ بٹھا کر داخل دربار ہوئے۔ نہیں معلوم اندر کیا راز و نیاز ہوئے کہ آپ مسکراتے ہوئے باہر تشریف لاتے۔ اور آواز بلند فرمایا کہ میرے پیارے بھائی علیؑ کیا دیکھتے ہو۔ دنیا العطش پکار رہی ہے۔ تمکو تو اس العطش کا درد ہونا چاہیے۔ جاؤ کوثر پر سبیل لگا دو۔ ہم پیچھے ہماری گمشدہ بھیڑیں۔ جسکے پاس یہ چہرہ ہے اُسکو سیراب کرا دو۔ اور آگے جا کر راستہ کھلوا دو۔

میرے جان بازو۔ میرے شیرو۔ میرے دم کے شریکو۔ جاؤ تو ذرا۔ کیا کھڑے دیکھ رہے ہو۔ ذرا اس بے رحم پولیس کو توڑ دو۔ کس بے رحمی سے غریبوں کو جکڑ باندھ رہی ہے۔ ہم ابھی آتے ہیں۔ خبردار ہماری اجازت بغیر کوئی ادھر سے اُدھر نہ ہونے پائے۔ آپکے خدام حکم سنتے ہی ٹوٹ پڑے۔ اور سب کو جانے میں لیکر

چار گروہوں میں تقسیم کر کے چوکیاں بٹھا دیں سا ب طمینان سے بیانات ہونے لگے۔ خاندان کا خاندان آتا ہے۔ اور اپنے رہبر کی وساطت سے بیانات دیتا ہے حضور اکرم بحث کرتے ہیں۔ سب سے اول۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا سوال ہوتا ہے۔ اور بال کی کھال اُتاری جا رہی ہے۔ اس سوال میں سرکاری وکیل کرید کرید کر جرحیں اور نکتہ چینیاں کرتا ہے۔ پھر حقوق کا سوال ہوتا ہے۔ پھر امر المعروف اور نہی عن المنکر کی مسل پیش ہوتی ہے۔ غرض جب سب نامۂ اعمال حرفاً حرفاً بھگتا یا جاتا ہے۔ تب جا کر ایک اسامی الگ بٹھائی جاتی ہے۔ اب نقشہ کمی بیشی پیش ہوتا ہے اور فرد نمبروار شامل مسل کی جاتی ہے۔ جس کی کمی ناقابل معافی ثابت ہوئی۔ اُسکی طرف سے آپ سوال ناداری پیش کرتے ہیں اور بحث مباحثہ کے بعد مُہر شفاعت سے مزین کر کے پروانہ راہداری دلا کر خوش و خرم سبیل کوثر کیطرف روانہ فرما دیتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی بدقسمت بے نصیب ہر ایک سوال میں ناکارہ رہا۔ اور جس نے عمر بھر آپ کی دل آزاری میں کمی نہ کی ہو وہ اگر آپ کی نعمت شفاعت سے محروم رہیگا تو عجب نہیں۔ مگر آپ اِسیطرح پورے پچاس ہزار برس تک جبتک ایک ایک کا ساب اپنے مواجہ میں نہ کرا لیں گے اور کام نہ کرینگے ؞

میرا مطلب آپ کے نام نامی سرورکونینؐ کی علت غائی بتانیکا تھا سو اسکا نمونہ عرض کر دیا۔ ورنہ آپ کا منصب شفاعت اگر بالتفصیل لکھنے کا ارادہ کروں تو میں کیا اور میرا منہ کیا۔ع میں کون ہوں کیا بساط میری ؞ غور کرنیوالوں کو خود اندازہ ہو جائیگا کہ آپ نے کیا کیا کام کیئے اور کیا کچھ کرنا ابھی باقی ہے۔ اور وہ باقی کام کسقدر اہم اور معرکۃ الآرا ہے۔ اور جو کام ابھی تک ہو چکا ہے وہ کس قدر مہتم بالشان ہے ؞

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰلہ و صحبہ و احبابہٖ و ذریاتہٖ و اولیائہٖ و سلم و بارک فیہ ابدًا ابدًا برحمتک یا ارحم الراحمین ؕ

مراقب ربانی از بریلی

۱۳۸۶ھ

امین الرحمٰن مہبط القرآن

(۱)

محمد موصلی

کالزھر فی ترف والبدر فی شرف والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

مولانا جامی

چوں بہار از تازگی مانند بدر اندر شرف ہمچو بحر اندر کرم چوں روزگار اندر ہمم

+

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر آخر محمدؐ ہی محمدؐ ہیں نذیر انس و جاں باقی
نہ کاہن کو نہ موسیٰ کو نہ گوتم کو نہ عیسےٰ کو میسر تھی یہ تعدیل قوائے جسم و جاں باقی
رہا دنیا میں گہ افراط و گہ تفریط کا دورہ فضائل میں تو ہے کیا شبہ کون مکاں باقی

+

ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات اور انسانوں میں اشرف انبیاء اور انبیاء میں اشرف سرور کائنات محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ وہ عبد اتم اور رسول خاتم ہیں کہ کمال عبدیت و رسالت ان کی ذات با برکات پر ختم ہو گیا +

ہم تو ہیں ہی حلقہ بگوش شان محمدؐ۔ مگر غیر مسلم محققین بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں اور انکو بھی ماننا پڑا ہے کہ مذہبی، اخلاقی، تمدنی اور ملکی اصلاح اسی ذات والا سے وابستہ تھی +

وہ خود ہی سپہ سالار تھے، خود ہی قافلہ سالار۔ اور خود ہی مدبر و منتظم۔ انسانیت جو تہذیب و شائستگی کی نہایت ہے، اُسی ذات اقدس کی ممنون ہے اور جب تک

انصاف پسندی اور راست بازی صفحہ ہستی سے معدوم نہ ہوگی ہمیشہ ممنون رہیگی۔
اس مضمون میں ہم عقیدتمندانہ لحاظ سے نہیں بلکہ محققانہ انداز سے غیر مسلم دنیا کو بتانا چاہتے ہیں کہ قبل از بعثت رسول عربیؐ دنیا باعتبار اخلاق و تمدن سیاست و معاشرت کیا تھی۔ اور بعد از بعثت کیا ہوگئی۔ ہم مورخانہ حیثیت سے اس عظیم الاثر انقلاب کا ذکر کرینگے جو اصولی طور پر انسانیت کو معراج کمال پر لے گیا +

مگر قبل اسکے کہ ہم آپ کی مقدس مبارک زندگی سے چند واقعات کا ذکر خیر کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اصلاحی کارناموں کی اہمیت کا اندازہ کرنیکے لیے واقعات کی روشنی میں مختصر طور پر بتائیں کہ قبل از بعثت دنیا کی باعتبار مذہب اخلاق سیاست و تمدن کیا حالت تھی +

مذہبی اور اخلاقی حالت

تمام روئے زمین پر شرک کا تسلط تھا۔ اور شرک ہی وہ ظلم عظیم ہے جسے تمام سیہ کاریوں اور انواع واقسام کی بدکرداریوں کا سرچشمہ کہنا چاہیئے +

دنیا اشیاپرست، نیچر پرست، مخلوق پرست اور بت پرست تھی۔ باطل پرستیاں اپنے انتہائی کمال پر پہنچگئی تھیں۔ خدائے بلند و برتر معاذ اللہ تخت قدوسیت اور مسند الوہیت سے اتار دیا گیا تھا۔ اور اسکی جگہ وہم پرستیوں نے جھوٹے معبودوں کو دے رکھی تھی +

بلحاظ عقائد تثلیث کا دور دورہ تھا۔ ہندوؤں میں برہما، وشنو اور شیو کی تثلیث، عیسائیوں میں باپ، بیٹا اور روح القدس کی تثلیث۔ بعض مورخ بیان کرتے ہیں کہ پالس نے مصریوں کی اتباع میں جو اوزیسیس، اسیس اور ہورس یعنی دیوتا، دیوی اور رب ہورس کی تثلیث کو مانتے تھے عیسائیوں میں عقیدہ تثلیث جاری کیا یونانی پیٹر، منروا، اور بکمش کی تثلیث کو مانتے تھے۔ ایرانیوں میں ثنویت، رائج تھی۔

یعنی یزدان اور اہرمن کا تثنیہ۔ یزدان نیکی اور اہرمن بدی کا خالق سمجھا جاتا تھا +

مختصر یہ کہ چھٹی صدی میں دنیا کی تمام قومیں مذہبًا مشرک اور بت پرست تھیں ہر ایک قوم اپنے قومی بتوں کی پرستش اور اُن کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ آمیز بے سر و پا کہانیاں بیان کرتی تھی +

بتوں پر انسانی قربانیوں کا دستور عالمگیر تھا۔ بادشاہ وقت بھی کبھی کبھی اپنی پرستش کراتے اور اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد کہتے تھے ۔ چندر بنسی اور سورج بنسی ہندوستان میں، فراعنہ مصر میں، جمشید و کیکاؤس ایران میں۔ نمرود بابل اور نینوا میں۔ اور سکندر اعظم یونان میں اپنا انتساب سورج یا کسی دوسرے دیوتا سے کیا کرتے یا معاذاللہ خود ہی خدائی کے دعوے دار بن جاتے تھے +

اس قسم کی جھوٹی شیخی اور بیجا تکبر سے غرور نسبی کی بنیاد پڑی۔ جس نے وحدت انسان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ انسان کو انسان سے جدا کر دیا۔ اور ذات پات کی پابندیوں سے انسان کی عزت و عظمت کو بلحاظ انسانی خاک میں ملا دیا +

ہندوؤں کے برہمن۔ مجوسیوں کے موبد، تورانیوں کے ماگی، یہودیوں کے احبار، اور عیسائیوں کے پوپ۔ اس کلیہ کے چند نظائر ہیں۔ انہی پوجاریوں نے مخلوق خدا کو بہشت اور دوزخ میں بھیجنے کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنی نوع انسان کا کثیر حصہ شودر اور غلام بنا یا گیا +

جب مساوات انسانی مفقود ہو گئی۔ تو ایک طرف عیاشی و تمرد۔ اور دوسری طرف مسکنت و ذلت نے سوسائٹی میں توازن اور میانہ روی کو نیست و نابود کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلاموں کی کثرت اور اُمراء کی عیاشی نے یونانیوں، رومانیوں، اور ایرانیوں کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا۔ اخلاق اور معاشرت کے لحاظ سے یہ زمانہ بد ترین زمانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ شراب خواری، زناکاری اور قماربازی عالمگیر

اور طغرائے امتیاز تھی۔ قریباً تمام دنیا میں دختر کشی اور اولاد کشی مستحسن خیال کی جاتی تھی۔ یونانیوں اور ایرانیوں میں خواجہ سراؤں لونڈیوں اور بے تعداد عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا۔ عورتیں نیلام اور قمار بازی میں ہاری یا جیتی جاتی تھیں ہندوؤں میں شکتی اور شولنگ کی، یونانیوں میں ایفروڈائٹ کی، رومانیوں میں وینس کی۔ بابیوں کلدانیوں اور اسوریوں میں اسشارتی امرائی لتاکی، حیاسوز اور مخرب اخلاق پرستش جاری تھی +

اگر کالدیہ اور اسیریا میں زنا کے مندر تھے تو ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی ان کی کمی نہ تھی +

میگو زرتشت یعنی پارسیوں کے ہاں بخلاف دیگر اقوام در بارہ زنا۔ ماں بہن اور دختر کا بھی امتیاز نہ دیا گیا تھا +

اخلاقی حالت یہاں تک ردی ہوگئی تھی کہ کرشن جی مہاراج جیسے بزرگ کو گوپیوں کے ساتھ ناچتا کھیلتا اور بنسری بجاتا دکھایا گیا ہے +

مختصر یہ کہ تینوں ام الخبائث یعنی شراب، زنا، اور قمار۔ سوسائٹی کے لیے موجب فخر و مباہات تھے +

رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ یہ عہد نوشیروان ساسانی کا تھا۔ اور قیصر جسٹی نی ان ۵۶۵ء میں وفات پا چکا تھا۔ بلحاظ سیاست اُسوقت دنیا میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ دنیا میں صرف دو سلطنتیں یعنی ساسانیوں، اور رومانیوں کی تھیں۔ جو باہم برسرپیکار تھیں۔ ایرانی میگو زرتشت یعنی مجوسی تھے۔ اور یونانی مذہباً عیسائی تھے +

مجوسی اپنی مسیحی رعایا پر اور رومانی مجوسیوں پر سخت گیری کیا کرتے تھے۔ دونوں سلطنتوں میں رعایا کی نہایت ردی حالت تھی۔ شاہی ٹیکس۔ اُمرائی ٹیکس۔ فوجی ٹیکس

جاری تھے۔ اور انواع و اقسام سے جبر و قہر سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا جس سے رعایا غریب اور مفلوک الحال ہو گئی تھی۔

ساسانیوں میں وراثت سلطنت کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ جب بادشاہ مرتا تو خانہ جنگی ہوتی تھی جس سے جانشینی کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ نوشیرواں کیقباد کا سب سے چھوٹا لڑکا ہے جو تخت پر بٹھایا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے عدل و انصاف کے ساتھ سلطنت کی۔ مگر حالات کے لحاظ سے اسپر یہ مثل صادق آتی ہے کہ:-

"اندھوں میں کانا راجہ"

ایک شخص مزدک نے جو ایران کا اپیکورس یونانی حکیم تھا جسکا اصول مذہب عیاشی تھا۔ نوشیرواں کے باپ کو اپنا پیرو بنا لیا تھا۔ یہ شخص اپنے آپکو زرتشت کا جانشین کہتا تھا۔ عورت اور جائداد میں سب آدمیوں کو حصہ دار بناتا تھا۔ اور کہتا کہ جب سب انسان آگ پانی اور ہوا سے یکساں مستفید ہوتے ہیں تو کیوں جائداد اور عورات سے بھی مساوی حظ نہ اٹھائیں۔ نوشیرواں نے اسکو اور اسکے اسی ہزار پیروؤں کو قتل کرا دیا۔

نوشیرواں با اقتدار بادشاہ گزرا ہے۔ اُس نے جسٹی نی ان قیصر روم سے خراج لیا اور عرب میں یمن کے حصہ پر اپنی فضیلت قائم کی۔ مگر ذاتوں کی درجہ بندی کے اثر سے جو جمشید کے وقت سے ایران میں رائج تھی۔ یہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ فردوسی شاہنامہ میں لکھتے ہیں کہ ایک موچی نے درخواست دی کہ اُسکے بیٹے کو پڑھنے کی اجازت دی جائے کیونکہ ہندو شودروں کی طرح ادنے قوم کے لڑکے لکھ پڑھ نہ سکتے تھے۔ نوشیرواں نے اسکی درخواست نامنظور کی اور لکھا ؎

ہنر یابد از مرد موزہ فروش | سپارد بدو چشم بینا و گوش
بدست خرد مند مرد نژاد | چہ ماند بجز حسرت و سرد باد

نوشیرواں کے ہمعصر جسٹی نی ان ۵۲۷ء تا ۵۶۸ء نے ایک مجموعہ قوانین بنایا

جس میں یہ دفعات تھیں کہ تھیٹ عیسائیوں کے سوا کوئی شخص فوجی یا جوڈیشل عہدے حاصل نہ کرے۔ یہودیوں کو حقوق نہ دیئے جائیں۔ ان کا کوئی مجمع نہ ہو اور ان کی کتابیں جلائی جائیں + (گرینیوڈ ہسٹری)

گویا تنگ دلی اور تنگ خیالی کا دور دورہ تھا۔ ہندو اپنے سوا ساری دنیا کو پلید، اور یونانی سب دنیا کو باربرس (وحشی) اور ان کی اتباع میں رومانی بھی سب دنیا کو وحشی کہتے تھے۔ یہودی مرمٹے مگر اپنے آپ کو برگزیدگان خدا ہی کہتے رہے +

موبد کاروبار سلطنت میں دخیل تھے ایک ہزار سپاہی پر ایک موبد تعینات ہوتا تھا۔ جو لڑائیوں میں حسن کارگزاری کی رپورٹ کیا کرتا تھا +

نوشیروان متوفی ۵۷۹ء کے بعد ہرمزد اُسکا لڑکا تخت سے اتار کر قتل کیا گیا۔ ہرمزد کے بعد اسکا بیٹا خسرو پرویز کے لقب سے ۵۹۰ء میں تخت نشیں ہوا۔ ہرمزد کی وفات پر حسب معمول خانہ جنگی ہوئی۔ خسرو پرویز۔ مارس قیصر روم کی مدد سے غالب آیا + مارس کو فوکس نے فریب سے قتل کر دیا۔ فوکس غاصب تھا۔ خسرو پرویز نے انتقام لینے کیلئے رومیوں سے جنگ شروع کی ۶۰۶ء میں ملک شام پر حملہ کیا اور ۶۱۴ء میں دمشق اور یروشلم کو فتح کر لیا۔ یروشلم کی مقدس تصویروں اور مذہبی تبرکات کی سخت توہین کی۔ لوگوں کو آفتاب پرستی پر مجبور کیا۔ ۶۱۶ء میں اسکندریہ پر فوجکشی کر کے اُسے لیلیا ۶۱۸ء میں ایرانیوں کا قبضہ چالسڈال اور ایشیا کوچک پر ہو گیا +

قیصر ہرقل روم نے ۶۲۲ء میں اُسے شکست دی اور ۶۲۷ء میں فارسیوں کی دارالسلطنت پر جو مدائن کے قریب تھا قبضہ کر لیا۔ خسرو پرویز نے ایک عالیشان محل عیش و عشرت کے لیئے بنایا۔ اور "طاق بستان" نام رکھا۔ پندرہ ہزار مغنیہ کنیزیں ہمیشہ اُسکے ساتھ رہتی تھیں +

علم ادب میں اس بادشاہ کے متعلق تین نادرِ روزگار چیزیں مشہور ہیں:-
شبدیز گھوڑا - شیریں معشوقہ اور باربد مطرب +
شکارگاہوں اور کشتیوں کی سیر کے وقت - ارباب نشاط، رباب و بنسری اور پندرہ ہزار مغنیہ عورتیں اُسکے ہمراہ رہتی تھیں +
حضرت نظامیؒ کی مثنوی شیریں خسرو اسی بادشاہ کے حالات میں ہے۔ ناصر الدین قاچار شاہ ایران اپنے سفرنامہ میں رقمطراز ہیں کہ اگر بغداد فرغانہ اور سیاسیانہ کی سیاحت صرف طاق بستان کے کھنڈر اور شبدیز کی تصویر دیکھنے کے لیئے کیجائے تو یہ تکالیف سفر کا کافی سے زیادہ معاوضہ ہے +
یہاں یہ لکھدینا مناسب ہوگا کہ خسرو پرویز اور قیصر ہرقل کی طرف ہمارے نبی کریم صلعم نے دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تھے +
شیرویہ نے اپنے باپ خسرو کو سنہ ۶۲۸ء میں قتل کردیا اور کیقباد دوم کے لقب سے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا - حسب معمول خانہ جنگیاں شروع ہوئیں جو سنہ ۶۳۲ء میں یزدجرد کی تخت نشینی پر ختم ہوئیں +
قادسیہ کے میدان میں یزدجرد کے سپہ سالار رستم ساسانی کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سعد بن وقاص نے سنہ ۶۳۵ء میں شکست دی - اسکے بعد نہاوند کے میدان میں مسلمانوں نے سلطنت ساسانیہ کا خاتمہ کردیا - یزدجرد سنہ ۶۵۱ء میں کہیں بھاگ کر گمنامی کی حالت میں مرگیا ؎

یاد ہیں وہ کارنامے سعد بن قاصؓ کے — گوش آفاق میں سنائی جب موذن نے اذاں
یاد ہے تاریخ والوں کو فرار یزدجرد — مرگیا آوارگی میں بیکس و بے خانماں

یہاں یہ بیان کردینا بھی مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۵۲۵ء میں نوشیرواں کے عہد میں ابرہہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے یمن پر قبضہ کرلیا تھا اور بنو حمیر کو نکالدیا

کعبہ پر بھی حملہ آور ہوا۔ سورۂ اصحاب فیل میں اس حملہ کیطرف اشارہ ہے +

معدی کرب ایک بہادر عرب نے نوشیرواں سے مدد لیکر سنہ ۵۷۳ء میں نہ جمیر کو یمن سے لے دیا۔ سنہ ۵۹۷ء میں عیسائیوں نے معدی کرب کو مار ڈالا۔ اسپر یمن فارس کے ماتحت ہوگیا۔ اور اسکا نائب السلطنت جسکو "مرزبان" کہتے تھے۔ مدائن سے مقرر ہوکر آتا تھا۔ آخیر مرزبانات بازان نام کو خسرو پرویز نے سنہ ۶۰۶ء میں مقرر کیا تھا۔ بازان کے عہد میں یمن مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اور خود بازان نے بھی اسلام قبول کیا +

جب ساسانیوں اور رومانیوں میں یہ لڑائیاں ہورہی تھیں۔ اور قوم غسان اور حیرہ والی ان دونوں سلطنتوں کے حلیف تھے۔ غسانی رومیوں کے اور حیرہ والے ایرانیوں کے معاون اور عراق عرب میں رہتے تھے۔ بعض مورخ خصوصًا عیسائی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ سنہ ۵۸۲ء میں سفر شام کیا۔ اور یہ تباہ کن اور خانہ برانداز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے۔ دوسرا سفر حضور انور نے بحیثیت تاجر نمائندہ سنہ ۵۹۴ء میں کیا جبکہ خسرو پرویز اور قیصر ان روم کے مابین سخت لڑائیاں ہورہی تھیں۔ یہ عرب جہالت میں سب کے سب گروہ تھے۔ باہم قبائل میں کشت و خون فساد و خونریزی کا بازار گرم تھا۔ اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ عراق عرب کی قومیں بامداد ساسانیاں یا رومانیاں جیسی کہ صورت ہو۔ عرب پر حملہ آور ہوں +

اسپر آپ نے ایک کونسل بنائی جو تاریخ میں حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے مقصد یہ تھا کہ امن اندرونی و بیرونی قائم کیا جائے۔ حجاج کی حفاظت اور انکے مال و جان کی صیانت کیجائے۔ جنکو شورہ پشت عرب لوٹ لیا کرتے تھے۔ یہاں ترتیب واقعات قائم رکھنے کے لیے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اُس زمانے میں عورتوں کی کیا حالت اور حیثیت تھی +

ہندوؤں میں عورتوں کی کوئی حیثیت تسلیم نہیں کیگئی۔ وہ بعد شادی اپنے خاوند کی

گوترمیں مستغرق ہوجاتی ہے۔ اور یہی حال رومانیوں میں تھا کہ عورت کی کوئی علیحدہ حیثیت قانون رومامیں تسلیم نہیں کیگئی۔ اسی قانون کی اتباع میں عیسائیوں نے بھی عورت کی علیحدہ شخصیت سے انکارکیا۔ وہ بعد شادی اپنے نام سے بھی محروم ہوجاتی ہے۔ اورمسز فلاں اور فلاں کہلاتی ہے جس کی تقلید کرکے ہمارے نوجوان انگریزی خواں "بیگم حمید" و "بیگم مجید" وغیرہ لکھتے ہیں +

ہندوؤں میں عورت وراثت سے محروم۔ اور اگر خاندان مشترک ہو تو صرف حیات گزارہ کی مستحق ہے۔ دختر پسر کے ہوتے محروم ہے۔ دوامی بیوگی اور ستی کی رسوم سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا وجود محض خاوند کے آرام و آسایش کے لیئے بنایا گیا ہے۔ لڑکیاں مندروں پر نذر چڑھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ مدراس کے مندروں میں عموماً یہ لڑکیاں ناچتی گاتی اور زناکاری میں مبتلا رہتی ہیں +

چینی سیاحوں نے جن میں بڑا مشہور ہیونگ سانگ ہے جو ۶۳۰ء میں ہندستان آیا وہ ان رسومات ستی اور دیگر امور پر مبسوط روشنی ڈالتا ہے۔ شاعر بھوبھوتی اور اس کا ڈراما متعلق کالی دیوی اسی زمانہ میں بنایا گیا تھا۔ مندروں میں عورتوں اور انکے تعلقات میں مردوں کی فحش تصاویر کے متعلق مذہبی احساسات کو قائم رکھنے کے لیئے واضعان قانون کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۲ میں ایک استثناء قائم کرنا پڑا +

ایک عورت کئی ایک خاوند کرسکتی تھی۔ اور نیوگ کا بھی جواز بڑی شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے +

ایرانیوں کے خیالات فردوسی رحمہ کے دو شعروں سے جو انھوں نے دقیقی ایک متقدم شاعر کی سند پر لکھے ہیں ظاہر ہوتے ہیں ؎

کسے کو بود مہتر انجمن — کفن بہتر او را ز فرمان زن
نکو گفت دانا کہ دختر مباد — چو باشد بجز خاک اش افسر مباد

یہودی بھی عورات کی کچھ قدر نہیں کرتے۔ اور اپنی مذہبی روایات کی بنا پر بڑی تعداد میں عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے ہیں ؛

عورتوں کی حالت کا اندازہ کرنیکے لیے ہم قارئین کرام کی توجہ لفظ "وومین" کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ جو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں درج ہے۔

اُسمیں لکھا ہے کہ ۵۸۶ء میں عیسائیوں نے ایک کونسل منعقد کی اور بحث یہ تھی کہ آیا عورتوں میں روح ہے یا نہیں۔ بڑے سرگرم مباحثوں کے بعد کثرت رائے سے یہ قرار پایا کہ عورت میں روح ہے۔ ورنہ یہ بیچاری اس سے پہلے روح سے محروم تھی ؛

مختصر یہ کہ دنیا پر بلحاظ مذہب اخلاق سیاست و تمدن تیرہ و تاریکی فسق و فجور کا بازار گرم تھا۔ غلامی کا رواج ہر ایک ملک میں پایا جاتا تھا ؛

پیغمبر خدا کا نکاح جب حضرت خدیجہ رضہ سے ہوا تو انہوں نے ایک غلام زید نام آپکو دیا۔ آپنے اُسے ۵۹۵ء میں آزاد کر دیا۔ مگر یہ غلام آپکے حسن سیرت اور حسن سلوک کا گرویدہ تھا کبھی آپ سے جدا نہوا۔ اور اسی کا بیٹا مشہور محدث اسامہ رضؓ ہے جو ۱۱ھ میں سپہ سالار عساکر اسلامیہ بنایا گیا۔ اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ جیسے جلیل القدر بزرگ اسکے ماتحت کیے گئے۔ یہ سب واقعات جو زید حلف الفضول اور کعبہ میں حجر اسود نصب کرنے پر باہم قبائل کے تنازعہ کے متعلق ہیں۔ قبل از نبوت ہیں ؛

قوم نے عرب قوم نے جو کسی کی فضیلت تسلیم نہ کرتے تھے۔ آپ کو صداقت اور راست بازی کی وجہ سے لقب "امین" دیا تھا جس سے اُن "مجسمۂ انسانیت کبریٰ" کی سیرت کا پتہ چلتا ہے ؛

جب آپ کی صداقت اور راستبازی کا شہرہ حضرت خدیجہ نے سُنا تو آپکو اپنے مال کی تجارت کرنیکے لیے مقرر کیا۔ اور آپنے وہ تعداد منافع کثیر اپنی دیانت و امانت کی وجہ سے بڑھائی کہ اسکا عشر عشیر بھی کبھی پہلے وصول نہ ہوا تھا ؛

اسپر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نکاح کی درخواست کی جو منظور ہوئی

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۔

وہ یتیمی اور یہ لقب جو اُس صادق و مصدوق کو ملا۔ دنیا و جہان کے لیے اِس میں ایک بہترین نمونہ ہے ۔

صداقت سے اعتبار بڑھتا ہے اعتبار سے مال ملتا ہے۔ اور مال سے فراغ حاصل ہوتا ہے۔ اور فراغ خاطر سے حضور قلب اور حضور قلب سے خاصان خدا کو نبوت حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر وہ دنیا و مافیہا کو بقعۂ نور بنا دیتے ہیں ۔

مگر یاد رہے کہ یہ سب مراحل معاملات میں صداقت اور راست بازی پر مبنی ہیں۔ پس تزکیہ نفس اور صفائی قلب کا پہلا زینہ صداقت ہے ۔

(۲)

نشیں در چشم و جا در دل کن و منزل درون جا — کہ از بہر تو داریم این ہمہ جا ہا و منزل ہا
کنوں کز عبدیت آباد کردی مزرع وحدت — صلا میزن بمشتاقاں کہ بازار ند حاصلہا

مختصر یہ کہ چھٹی صدی عیسوی کے اخیر میں مجوسیوں کے آتشکدے۔ ہندوؤں کے بتکدے۔ یہودیوں کے مندر (سناگاگ) اور صابئین کے معابد اور عیسائیوں کے گرجے شرک و بت پرستی کے مرکز تھے ۔

اِدھر تو ساسانی ایران میں کفر و ضلالت میں مبتلا اور عیش و عشرت کے شیدا تھے دوسری طرف عیسائی برسر حکومت اور تصویروں اور بتوں اور آثار کی پرستش میں منہمک تھے۔ پال مقدس عیسائیت کو تبلیغی مذہب بنا گیا تھا۔ جب یونانیوں، یہودیوں، مصریوں اور مختلف اقوام نے دین مسیحی اختیار کیا تو وہ اپنے اپنے خیالات اور پرانی رسومات جو اُنکی مائی تھالوجی میں پائی جاتی تھیں ساتھ لائے ۔

[illegible]

(۳) امون۔ Ammun قابل احترام و پرستش سمجھے جاتے تھے۔ جیساکہ ہندوؤں میں برہما۔ شو۔ اور وشنو +

ان تینوں دیوتاؤں میں مصری لوگ۔ خالقیت، مالکیت اور قادریت کی صفات کے قایل تھے۔ اسلیئے عیسائیوں کا خیال تثلیث مصری روایات کے مطابق مستحکم ہوگیا اور دوسری طرف مصریوں نے بھی باپ، بیٹا، اور روح القدس یعنی عیسائیوں کی تثلیث کو اپنی روایات کا مؤید پایا۔ اس طرح پر یہ دونوں قسم کے لوگ خیالات اور تصورات میں مِل جُل گئے +

دور مشرکانہ میں قریبًا ہر ایک ملک کے علم الاساطیر (مائی تھالوجی) کے مطابق ہر ایک دیوتا کی بیوی بھی ہوتی تھی۔ جسکو دیوی کہتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کی مائی تھالوجی میں ہر ایک دیوتا کے ساتھ اسکی بیوی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ جو اسکی ہمدم اور غمخوار تھی۔ ایسا ہی مصریوں کے علم الاساطیر میں اوسی رِس دیوتا کی بیوی ایسس تھی جس طرح ہندوؤں کے ہاں شیو اور پاربتی سے گنیش جی پیدا ہوئے۔ اسیطرح اوسی رس اور ایسس کے ملاپ سے ہورس پیدا ہوا +

مصریوں کے ہاں ہورس ایسس کی گود میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ عیسائی ہوگئے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جناب عیسیٰؑ اپنے بچپن کی تصویر میں حضرت مریمؑ کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں وہی پُرانے خیالات مصریوں کے عیسائیوں میں رائج ہوگئے۔ عیسائیت اور بت پرستی میں کوئی تمیز نہ رہی +

چھٹی صدی عیسوی میں اخیر عیسائیت کے پانچ مرکز حسب ذیل تھے

(۱) یروشلم (بیت المقدس) (۲) اسکندریہ (۳) کارتھج (۴) قسطنطنیہ اور (۵) روم۔ اور ان سے ماتحت اور بھی چھوٹے چھوٹے گرجے تمام سلطنت روما میں جابجا واقع تھے +

مدت سے ان پانچوں مرکزوں میں دربارہ فضیلت اسقف بحث چھڑی ہوئی تھی
آخرکار ۶۰۵ء میں جبکہ جناب والا کی عمر مبارک پینتیس ۳۵ سال کی تھی۔ گریگوری اسقف
روم۔ گریگوری اعظم کے لقب سے پوپ بن گیا۔ یہ پہلا پوپ ہے جس سے سلسلہ پاپائی مسیحی دنیا
میں قائم ہوا۔ پوپوں کی مبسوط تاریخ میں کہیں آزادی اور آزادخیالی کا نام نہیں۔ پادریوں
کے سوا کوئی لکھ پڑھ نہ سکتا تھا۔ کلرجی کے سوا کوئی انجیل کا مطالعہ نہ کرسکتا تھا۔ دینی اور
دنیوی اقتدار پوپ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بہشت و دوزخ کا ٹھیکہ دار اور انواع و اقسام کے
حیلوں سے دولت جمع کرتا تھا۔ جسکو چاہے تخت سلطنت پر بٹھائے اور جسکو چاہے
معزول کرے۔ تمام فرنگستان اُسکے زیرنگیں تھا مذہب مادیات سے تبدیل ہوگیا۔ بت
پرستی پھیل گئی۔ فرقہ مریمیہ جو مریم کی عبادت کرتا تھا۔ پیدا ہوا۔ مورت پرستی کو رواج
ہوا۔ معجزوں اور تبرکات پر اعتبار بڑھا۔ بجائے دوا کے دعا کی طرف رجوع کیا جاتا
تھا۔ خدا کو بھلا دیا گیا۔ علم و حکمت کا امتناع ہوا۔ علاج بھی معجزوں کے ذریعہ کیا جاتا
تھا۔ بزرگوں کی ہڈیاں اور آثار فروخت کیے جاتے تھے۔ اور جسقدر کوئی زیادہ قیمت دے
بہشت خرید لیتا تھا ؎

قوتِ تمیز موقوفِ اقتدائے پوپ تھی معنی "استفت قلبک" آج سمجھاتے کو ہیں
اسفل السافلین تھا انسان پال کی تعلیم میں احسن التقویم کی مسند پہ بٹھلانے کو ہیں

قبل اسکے کہ ہم سیرت محمدیہ کے مبارک تذکار سے بہرہ اندوز ہوں۔ "رہبانیت"
پر جو اس زمانہ میں عالمگیر تھی ایک اجمالی نظر ڈالی جاتی ہے۔ ہندوؤں میں مجرد رہنے کی عادت
زمانۂ قدیم سے چلی آتی ہے۔ بدھ نے تو مردوں اور عورتوں کو باضابطہ طور پر گداگری اور نجات
حاصل کرنیکے لیے ریاضات شاقہ میں لگایا۔

یہ عادت تجرد یونانیوں مصریوں اور یہودیوں میں بھی تھی۔ "منک" یونانی لفظ ہے
اور "نن" لاطینی یہ الفاظ مصریوں اور یہودیوں سے عیسائیوں نے سیکھے، جا حکر عیسائیت

میں جب تیسری صدی کے آغاز میں فرقہ مانویہ پیدا ہوا۔ بعینہٖ اسی قسم کے تارک الدنیا عیسائیوں میں پیدا ہوئے جو ہندوؤں اور بدھوں میں ترک دنیا کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل گئے تھے۔

عیسائیوں میں پہلا منک یا راہب ایک شخص انتھانی نام ۳۵۶ء میں اسکندریہ چھوڑ کر جنگل میں چلا گیا۔ دوسرا پالس ہے۔ یہ دونوں اپنے زہد و ریاضت کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔ تھوڑے دنوں میں ان کے پیرو جنہیں تن آسانی یا بعض کو واقعی نجات کے لیے یہ شوق دامنگیر ہوا تھا۔ تمام عیسائی دنیا میں پھیل گئے۔ مرد "منک" اور عورتیں "نن" بن گئیں۔ ضروریات زندگی میں خشک پھل اور تھوڑا پانی اور کبھی کبھار سوکھی روٹی کا ٹکڑا کافی سمجھا جاتا تھا۔ گرم پانی کا استعمال عشرت میں داخل تھا۔ جسمانی تکلیفات کی کوئی حد نہ تھی۔ سردیوں میں پانی میں رہنا اور گرمیوں میں دھوپ میں۔ ہاتھ آسمان کی طرف اٹھانا اور ہمیشہ اسی حالت میں رہنا۔ نہ آرام کرنا نہ سونا۔ اور لوہے کی زنجیر کے ساتھ لٹکا رہنا۔ جس تناسب سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائی جائیں اسی نسبت سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ سالہا سال تک آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہنا بیان کیا جاتا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں سی می ان نام ایک راہب ساٹھ فٹ بلند ایک ستون بنا کر اس پر ایک مربع فٹ آسن پر تیس سال لگاتار بیٹھا رہا۔ اپنے آپ کو زنجیروں سے بند ہوا اور دعا اور شکر گزاری کے لیے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔ سینٹ آمن ہمیشہ ننگا رہا۔ انتھانی اور پالس نے نوے سال تک کسی سے گفتگو نہ کی۔

بعد میں ان منکوں نے مذہبی مباحث اور ملکی معاملات میں بھی حصہ لیا۔ عموماً عیسائی کونسلوں میں جو عقائد نسبت "ابنیت"، "الوہیت"، اور "تثنیت" جناب عیسٰی کے قائم ہوئے۔ ان میں ان راہبوں کا معتدبہ حصہ ہے۔

پوپ جان بست ودوم المتوفی ۱۳۳۴ء ..... یوں رقمطراز ہے کہ راہبوں میں آجتک چوبیس پوپ دو سو کارڈنل، سات ہزار آرچ بشپ، پندرہ ہزار بشپ اور پندرہ ہزار ایبٹ۔ چار ہزار ولی۔ ستائیس ہزار منسٹر۔ بیس قیصر۔ دس قیصرہ۔ ستائیس بادشاہ اور پچاس ملکہ اور ۲۰ پسران قیصر۔ اور اٹھائیس شہزادے۔ ۱۰۰ شہزادیاں راہب بنی ہیں۔ ڈیوک اور ارل اسکے علاوہ ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عامہ خلائق کس تعداد تک اس گروہ میں شامل ہوئی ہوگی۔

مختصر یہ کہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں مسیحی دنیا میں راہبوں کے غول در غول (جن کی نسبت قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ رہبانیت ایک بدعت ہے) اور تثلیث کا ایک پیچیدہ عقیدہ اور پھر ابنیت، الوہیت، تبنیت اور نوعیت حضرت عیسیٰ کے بے معنی حاشیے اور پھر مریم ورشپ اور بت پرستی کا اضافہ۔ عقائد بنانے کے لیے کونسلوں پر کونسلیں۔ اور انکے تشویش افزا فیصلے۔ بلوے اور خونریزیاں۔ فتنہ و فساد جن کی قرآن حکیم ان لفظوں میں خبر دیتا ہے کہ: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تمرد و طغیان۔ ضلالت و گمراہی۔ ظلمت کفر و عصیاں۔ تمام دنیا میں شرک کا دور دورہ اور اسکے ماتحت انواع و اقسام کی باطل پرستیاں کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ بت۔ گویا عرب میں اور قبائل عرب میں باضابطہ بت پرستی ایک منتظمہ صورت میں یہ سب ضلالتیں اور گمراہیاں اس امر کی مقتضی نہیں کہ خدائے ذوالجلال والاکرام کا زبردست ہاتھ ان بے راہیوں اور گمراہیوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کردے۔ اور اصلی طور پر شرک کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں حق و صداقت کا بول بالا ہو اور باطل و کذب کو شکست فاش ہو۔

یہ سارا سلسلہ باطل پرستیوں کا جو روئے زمین پر پھیلا ہوا تھا ایک لفظ "امید و بیم" سے پیدا ہوا۔ گرد و پیش کی جس چیز سے انسان کو امید منفعت یا خوف مضرت ہوتا تھا اسکی پرستش کیجاتی تھی۔ گویا "غیر اللہ سے امید و بیم" یہ تمام ضلالتیں اور رسکاریاں

مبنی تھیں۔ اگر ہم "دورِ مشرکانہ" کی ذمائم و قبائح کو ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ یہ ہے کہ انسان ابتدائی حالت میں بیرونی اشیاء یا بیرونی موثرات کی جنہیں "بیرونی طاقت" سے نامزد کیا جاسکتا ہے۔ اطاعت کرتا تھا۔ اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اُن کا ماتحت ہے۔ پس دنیا کافر تھی اور غیر اللہ سے ڈرتی اور شرک میں مبتلا تھی۔ شرک ضلالت ہے "وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا" الآیہ۔ شرک افترا ہے:۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ الآیہ۔

(۳)

عُبّاد کو تُو نے محوِ تمجید کیا
عُشاق کو مست لذتِ دید کیا
طاعت میں ہا نہ حق کے ساجھی کوئی
"توحید" کو آکے تُو نے توحید کیا

عیسائیوں میں کفارہ کے عقیدہ نے اخلاقی بنیادیں متزلزل کردیں۔ انسان شرافت طبعی سے محروم کیا گیا۔ وہ فطرتاً بدطینت اور بدسرشت قرار دیا گیا۔ روحانیت میں سعی جہد ایک لاحاصل چیز ٹھیری۔ وہ موروثی گنہگار بن گیا۔ حضرت آدمؑ کے ارتکاب گناہ میں حضرت حواء نے اعانت کی تھی۔ اس لیے عیسائی دنیا میں عورتیں نہایت ہی ذلیل اور بے وقار سمجھی گئیں۔ یہ عام خیال تھا کہ اُن میں روح نہیں۔ ہم ذکر کرآئے ہیں کہ ۵۸۶ء کی کونسل میں وہ پہلا موقع ہے۔ جس میں کثرتِ رائے سے یہ قرار پایا کہ ان میں روح ہے ورنہ اس سے پہلے وہ بیچاری روح سے بھی محروم تھی۔ نجات کی صرف ایک صورت تھی "بپتسمہ"۔ سوائے اسکے انسان کبھی نجات حاصل نہیں کرسکتا تھا۔

ہندوؤں میں عقیدہ تناسخ نے بھی انسانیت اور وحدت انسان پر مضر اثر کیا کرم جنم سے مقدم تھا۔ کوئی پیدائشی برہمن تھا۔ اور کوئی پیدائشی شودر۔ برہمنوں اور شودروں کے گھر میں پیدا ہونا۔ پہلے جنم کے اعمال و کردار پر موقوف تھا عفو و رحم کی صفات خدا میں تسلیم نہ کی گئیں۔ اور خدائے قادر و قدیر کو رحمانیت اور رحیمیت سے

سے معاذاللہ محروم کر دیا گیا۔ اسکی قادریت اور مالکیت کی نفی کی۔ اور روح اور مادہ کی قدامت تسلیم کرنے سے اُسے وحدہٗ لا شریک نہ رہنے دیا۔

ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس عقیدہ کے بہت لوگ ایران میں موجود تھے جن کا اثر کم و بیش عراق و عجم تک پھیلا ہوا تھا۔ "دورِ مشرکانہ" کی اجمالی تاریخ نامکمل رہے گی اگر ہم اُس فلسفیانہ مسئلہ کا ذکر نہ کریں جس کا نام ہندو فلاسفی میں "ادویت" ہے۔

قارئین کرام نے اس بات پر غور کیا ہوگا کہ دورِ مشرکانہ کی ابتدار اشیار پرستی (فیٹش ازم) سے ہوئی۔ اس حالت میں انسان کنکروں، پتھروں، پہاڑوں، اور دریاؤں اور دیگر اشیار کی پرستش کرتا تھا۔ جب اس سے آگے بڑھا تو "عناصر پرستی" اختیار کی اس حالت میں اسنے آگ، پانی، ہوا، اور مٹی کی پرستش شروع کی۔ ان عناصر کو اس نے دیوتا۔ اور قاضی الحاجات سمجھا۔

جب اس حالت سے ترقی کی۔ اور نجوم میں کسی حد تک دستگاہ حاصل کی تو اُس حالت میں "ستارہ پرستی" کی نوبت آئی۔ سورج، چاند، زہرہ، مشتری اور انکے اسمار پر مندر بنائے۔ مختصر یہ کہ جب مختلف اقوام کو اپنے مختلف معبودوں کے ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنے اور انکی پوجا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو سنگ تراشی کی صنعت نے ترقی پا کر بت بنائے۔ اور پھر اُن بتوں کی پرستش دنیا میں عالمگیر ہوگئی۔ "بُت پرستی" پر مصوری نے نہایت دلکش اور نفیس حاشیے چڑھائے۔ جسکے نظائر ہندوستان، یونان، بابل، نینوا، اور بالآخر اطالیہ میں بڑی کثرت سے ملتے ہیں۔

اسلام کی نیاضانہ اور عالمگیر تعلیم ہمیں سکھاتی ہے کہ اس دورِ مشرکانہ میں بفحوائے "لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" اور "وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ" وقتاً فوقتاً

انبیائے کرام مختص القوم، مختص المقام، مختص الامر۔ شریعتیں لیکر آئے۔ اور اپنے اپنے ممالک یا حلقہ اثر میں توحید کا وعظ کہا۔ اور خدائے وحدہٗ لا شریک کی عظمت وجبروت کو قائم کرنا چاہا۔ مگر دنیا راہ راست پر نہ آئی۔ اگر کچھ اثر ہوا بھی تو بمرور زمانہ زائل ہوگیا۔

جہاں یہ جماعتِ انبیاء توحید کیطرف توجہ دلاتی تھی۔ وہاں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں حکماء اور فلاسفر بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے میلانات ورجحانات کی وجہ سے دلائل فلسفیانہ سے شرک کو مٹانا چاہا۔

ہندوؤں کا فلسفہ ویدک زمانہ سے ہی "ادویت" کے رنگ میں رنگین ہوگیا۔ اور حکماء کی فلسفیانہ تعلیم میں "ایکو برھم دنیا ناستی" کے نعرے بلند ہوئے یعنی کائنات میں ایک ہی خدا دائرہ سائر ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ ہمارا وجود اور نیز دیگر اشیاء کا وجود محض "مایا" ہے۔ یہ صرف دھوکا ہے حقیقت میں ہر ایک جگہ اور ہر چیز میں خدا ہے بلکہ ہر ایک چیز خدا ہے۔

اِسی "ادویت" کو فارسی میں "ہمہ اوست" اور عربی زبان کی عجمی اصطلاح میں "وحدت الوجود" کہتے ہیں۔ خاص عربی میں اس کیفیت کے اظہار کے لئے کوئی ایک لفظ موجود نہیں۔

یاد رہے کہ یہ فلسفیانہ تخیل کسی شخص یا اشخاص یا کسی قوم یا اقوام کے متعلق انکے اپنے اپنے رجحان ومیلان کی وجہ سے مختلف اثرات پیدا کرتا ہے۔ اور انہیں اثرات کے زیر اثر دیکھا جائے گا کہ کہاں تک کوئی قوم یا اقوام یا کوئی شخص یا اشخاص معقولات کو مادیات سے اور طبیعیات کو الٰہیات سے جدا اور علیحدہ رکھ سکتی ہیں۔

خدا کی غیر محدودیت کا مفہوم انکے لیئے یہ امر مشکل بنا دیتا ہے کہ وہ عبد اور معبود یا خالق ومخلوق میں کوئی تمیز کر سکیں۔ وہ اپنے آپ اور خدا میں کوئی فرق نہیں کر سکتے۔

آخر کار وہ خدا اور اشکال کائنات کو ایک واحد وجود سمجھتے ہیں +

یہ سلسلۂ خیالات انہیں رفتہ رفتہ اس منزل پر لیجاتا ہے۔ جو "بھگوت گیتا" میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ عبد و معبود اور خالق و مخلوق ایک ہی ہیں۔ اور ان میں باہمی کوئی تمیز نہیں۔ اس طرح پر ہم دیکھتے ہیں کہ حکما اور فلاسفر جن کی سعی شرک کو مٹانے کی تھی۔ کیسے عجیب غریب طرز سے اپنے انتہائی اظہار میں "اشیا پرستی" یعنی فیٹش ازم میں پھنس گئے +

یہ وہ اشیا پرستی تھی جو خدا کی ہستی ماننے سے پہلے سوسائٹی کی ابتدائی اور غیر مہذب حالت میں موجود تھی جسکو ہم اب عقلی دنیا میں "وحدت وجود" یا "ہمہ اوست" کی شکل میں محیط عالم دیکھتے ہیں۔ یہ عقیدہ دو مشرکانہ کی فلسفیانہ خصوصیت ہے جسے ہم کسی فرصت کے وقت شرح و بسط سے بیان کرینگے +

"اشیا پرستی" میں خوف کی وجہ سے اشیا کی پرستش جاری ہوتی ہے۔ اور بتدریج ترقی کرتی ہوئی بت پرستی تک پہنچتی ہے۔ مگر اس عقیدے یا مسئلہ کی رو سے معاذ اللہ ہر ایک چیز خدا بن جاتی ہے۔ پھر کہاں عبد اور کہاں معبود۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق۔ کون حاکم اور کون محکوم۔ کہاں ضابطہ اور کہاں پابندی۔ ہر ایک بات کی اجازت عام ہے +

ساتویں صدی عیسوی سے پہلے اس عقیدہ کے ہندو لوگ مشرقی فارس کے صوبجات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اور ماگی زرتشتی بھی توران سے بھاگ کر ایران میں آ گئے تھے۔ ناسٹک فرقہ کے عیسائی یعنی وہ فرقہ عیسائیوں کا جنہوں نے مسیحیت میں افلاطون کا اشراق اور مختلف مشرقی خیالات داخل کر دیئے تھے۔ یہاں مقیم ہو چکے تھے ہندو وشنو اور کرشن جی مہاراج کو اوتار سمجھتے تھے۔ اور کرشن اور گوپیوں کے تعلقات سے واقف۔ اور کرشن کا آسمان سے آنا۔ ان کے عقیدے میں داخل تھا +

گویا ایران مختلف النسل اور متضاد عقیدہ لوگوں کا مسکن بنا ہوا تھا۔
فتوحات اسلام کے بعد جب ایرانی مسلمان ہوئے تو یہ مختلف نسل کے لوگ اپنے عادات اور رجحانات ساتھ لائے۔ اور اسلام کی تعلیم میں مختلف رنگ آمیزیاں ہوئیں جن کا ذکر کبھی پھر کرینگے۔

یہاں صرف اس قدر کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس عقیدے کی وجہ سے اکثر حصہ دنیا میں خداوند کریم کی "قہاریت" متنزلزل ہوگئی تھی۔ لوگ بھول گئے تھے کہ وہ ذات واحد جو بدیع السموات والارض، خالق السموات والارض، مدبر السموات والارض ہے اپنے بندوں پر قاہر اور ضابطہ ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کو کوئی نہ جانتا تھا۔ "خالق کل شئ وہو الواحد القہار"، طاق نسیان پر رکھا ہوا تھا۔ اس عقیدے کی وجہ سے انسان کی شخصیت اور خدا کی قدوسیت اور جلال بھلا دیا گیا تھا کہ غیرت حقہ جوش میں آکر "فادخلی فی عبادی" کا اعلان کرتی ہے اور "فادخلی فی ذاتی" کا امتناع۔ وصلے اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا۔

(۴)

محمد است امام و چراغ ہر دو جہان　　محمد است فروزندہ زمین و زمان
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا　　خدا نماست وجودش برائے عالمیان

ہم دیکھتے ہیں کہ وحشیوں کی وحشیانہ "اشیاء پرستی" اور داناؤں کی دانایانہ "خدا پرستی" کے ڈانڈے یہاں آکر ایک دوسرے کے ساتھ ملگئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہو کہ پہلی حالت میں خوف محرک ہوا۔ اور دوسری حالت میں عقل کا گھمنڈ۔ مسئلہ "ادویت" ایک مشغلہ ہی فرصت کا۔ اور اسنے انہیں ملکوں میں جنم لیا اور فروغ پایا۔ جنکے ذرائع پیداوار ضروریات زندگی کے لیے کافی سے زیادہ تھے۔
متخیلہ فلاسفی نے اسمیں جدت طرازیاں پیدا کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان

میں اس نے مذہب کی شکل اختیار کی جسکا نام "ویدانت" رکھا گیا۔ اس مذہب کے مدعیان نے ویدوں کی مقدس شرتیوں کی شرحیں اپنے مفید مطلب کیں۔ اور اس مذہب کو "ویدانت" کے نام سے عامتہ الناس میں پھیلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی پولیٹیکل اہمیت اور عملی قوت ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگئی۔ وہ ایک قالب بیجان رہ گیا۔ اور بیرونی حملہ آوروں نے اپنی عملی قوت سے کام لیکر اسپر قبضہ کرلیا۔

ایران کے "ہمہ اوستیوں" کا بھی یونانیوں کے مقابلے میں یہی حال ہوا اور یونانیوں کو بھی جو "پانتھی ازم" میں مستغرق ہوگئے تھے۔ اپنی نوبت میں رومانیوں کے مقابلے میں ذلیل ہونا پڑا۔

اس "اودویت" کی وجہ سے کوئی قومی مرکز قائم نہوا۔ اگر ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی راجدھانیاں تھیں تو یونان میں بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں۔ ایک دوسرے سے جدا۔ اور اشتراک فی العمل سے بے بہرہ تھیں۔ اب آریہ سماج نے اس مذہب کی مخالفت میں جدوجہد شروع کی ہے اور انکی جماعت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

وہ کہتے ہیں اور یہ کہنے میں حق بجانب بھی ہیں کہ مشت خاک کو ذات پاک سے کیا نسبت۔ اور ایک انسان بدکردار کیسے خدا ہوسکتا ہے۔

"اودویت" کے لطائف اور نکات کو بیان کرنیکے لیئے علم موسیقی اور ملک کے شاعران عالی خیال سے کام لیا گیا۔ کیونکہ بغیر موسیقی کی نزاکتوں اور شاعروں کی نکتہ سنجیوں کے ان کا بیان کرنا مشکل تھا۔

"ویدانت" ہیجان خیالات کی مقتضی ہے۔ اور یہ خاصہ "راگ" میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

مصوری اور موسیقی ان فنون لطیفہ میں شامل ہیں۔ جنھوں نے عموماً عیاشی کے زمانہ میں ترقی کی ہمیشہ ان فنوں نے ملکوں اور قوموں کی پولیٹیکل حالت پر مضر اثرات

پیدا کیے گئے ہیں +

جو قومیں "ویدانت" یا "ادویت" کی دلدادہ ہیں وہ ہمیشہ راگ کی بھی شیدا ہیں۔ راگ کے ساتھ زیادہ تر ہیجان خیالات پیدا کرنے کیلئے ناچ اور مزامیر کی بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ راگ اور ناچ میں ہندوستان زمانہ قدیم میں سب قوموں کا پیشرو تھا۔ اور اسکی یہی وجہ ہے کہ وہ "ویدانت" ہی سب سے آگے تھا۔ ان نزاکتوں اور نازکخیالیوں نے "آہنسا پرم دہرم" جیسی ضرب المثال کو پیدا کرکے قوت غضبی اور طاقت مدافعت کو ہمیشہ کے لیے رخصت کر دیا جسکا نتیجہ لازمی طور پر غلامی ہے۔ جو صدیوں سے ہندوستان اور ہندوستانیوں کے حصے میں آئی۔ اور ہندوستان میں آنیوالوں اور مستقل اقامت کرنے والوں کو بھی لے ڈوبی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار +

مصوری اور جنگجوئی دو متضاد چیزیں ہیں۔ رومانیوں نے جب مصوری میں ترقی کی تو پھر جنگجو نہ رہے۔ ان کی پولیٹیکل عظمت اور ملکی جلال مٹ گیا۔ مدتوں تک وہ اپنا بے نظیر اقتدار ضائع کرکے آسٹریا کے ماتحت رہے۔ تا آنکہ مرفی اور گری بالڈ نے ان میں قومیت کی روح پھر از سر نو پھونکی۔ اور وہ آسٹریا کی غلامی سے آزاد ہوئے +

ڈاکٹر سموئل سمائلس اپنی کتاب "سیرت" نام میں یوں رقمطراز ہیں کہ جوں جوں روم میں فن مصوری ترقی کرتا گیا۔ قوم قعر تنزل میں گرتی گئی۔ پوپ لیو دہم کا زمانہ ترقی

---

۵۱ ہندوستان میں فن موسیقی کو وید ودیا، گندھرب ودیا، راگ ودیا اور شام ودیا۔ یعنی ان مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ شام وید جو چوتھا وید ہے۔ راگ اور بھجنوں میں ہے۔ یونان قدیم میں اس موزیکی اور فرانس میں موزیک اور لاطینی میں موزیکا۔ فرنچ اور لاطینی لفظ کا ماخذ یونانی لفظ موزیکی ہے۔ عربوں نے یہ لفظ یونان سے لیا اور بجنسہ وہی نام موسیقی رکھا۔

شام بمعنی بھجن یونانی ہے۔ اور اس سے کسی قدر تغیر کے ساتھ یہ لفظ فرنچ اور لاطینی میں بھی مستعمل ہے اور انگریزی میں بھی سام کہتے ہیں یعنی مذہبی گیت۔ غالباً یہ لفظ "شام" ہندی ہے جو شام وید کے ساتھ منسوب ہے شام وید راگ اور مذہبی بھجنوں کا مجموعہ ہے۔ ایران میں ایجاد موسیقی اور مزامیر جمشید کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور یونان میں حکیم فیثا غورث سے جو ہمعصر جمشید تھا ۳

فنون کا زمانہ ہے۔ مگر اسی زمانہ میں عیاشی، بدکاری اور شہوت پرستی کا زور تھا۔ ادنے اعلیٰ امیر غریب۔ عوام و خواص۔ پوپ و پادری سب عیاش اور لہو ولعب میں وقت گزارتے تھے ٭

اللہ اکبر! کیا عجیب تعلیم ہے کہ مصوری کے امتناع نے اسلام میں ولید شجاع اور خالدؓ جیسے جاں باز پیدا کئے ٭

ہم ابھی بیان کر آئے ہیں کہ فن موسیقی خیالات میں تہیج پیدا کرتا ہے۔ اور یہ ہیجان مختلف طبیعتوں پر مختلف اثرات پیدا کرتا ہے نیک طینت انسان کا میلان نیکی کیطرف اور بد سرشت کا بدی کیطرف ہو جاتا ہے۔ برائیوں کو انسان آسانی اور جلدی سے قبول کرتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نیکی کی طرف رجحان بہت تھوڑے انسانوں کا ہوتا ہے اس لیئے ثابت ہوا کہ موسیقی کا عام اثر اچھا نہیں۔ قانون ساز قانون بنانے والا۔ اور شارع تشریعی احکام جاری کرنے میں عام حالات اور عام موثرات کو دیکھتا ہے کہ استثنائیہ صورتوں کو استثنائیہ صورتوں کے لیئے عام قانون معطل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں موسیقی کو بحیثیت فن حاصل کرنے کی ممانعت ہے ٭

راگ، مصوری اور ناچ راحت و سرور کے سرچشمے ہیں اور وہ فی حد ذاتہ شہوت انگیز بھی نہیں۔ تاہم بسا اوقات شہوت انگیزی پر ان کا انجام ہوتا ہے ٭

راگ اور بہر خرابی کے ساتھ لڑنا ولی طاقتوں کو نہیں بڑھاتا۔ اور عام طور پر سیرت عالیہ پیدا کرتا ہے ٭

یہ بہت ہی مشتبہ امر ہے کہ مصوری اور موسیقی کی ترقی نے جو معمولی طور پر عیاشی کی طرف منجر ہے کبھی بنی نوع انسان کی ترقی میں وہ حصہ لیا ہے جو مغربی اقوام ان کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ راگ اور مصوری کا مذاق سیرت کو ترقی دینے کی بجائے الٹا اسے معدوم کر دے۔ کیونکہ انکے حلقۂ اثر میں

اکثر حظوظ نفسانی سامنے آجاتے ہیں یا جو تخیل کی بلند پروازیوں کے ساتھ دلی امنگ ابھاری
اور اکثر عیاشی میں منہمک کر دیتے ہیں۔ پھر ان سے جرأت اور دلیری کم اور سیرت تو ضعف
ضعیف ہو کر انسان مطیع جذبات ہو جاتا ہے۔ اسی کا نام مجذوب ہے۔ اور اسی کو دیوانہ
اور مجنون بھی کہتے ہیں۔ اقوام کی تنزل پذیر حالت میں "شخصی دولت" جو قومی دولت سے
الگ چیز ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ دولت مصوری، راگ۔ راگ مع مزامیر، اور ناچ کی سرپرست
بنتی ہے۔ چنانچہ مصوری اور راگ و رنگ اور بدکاریاں اکثر دوش بدوش اور ایک دوسرے
کے ہمعصر رہی ہیں۔ وامارگی ہندوستان کے مزدکی ایران کے ایپیکورین یونان کے ایسے ہی
عہد کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ پومپی کے کھنڈرات سے جو فحش تصاویر نکلیں وہ اٹلی کی
تہذیب پر شاہد ہیں۔

ڈاکٹر سموئل کہتے ہیں کہ فنون لطیفہ کے کرشمے اور کارسازیاں بلاشبہ مذاق
انسانی کو بڑھاتی ہیں۔ مگر ایک واحد اور اکیلا نیک نمونہ اعمال صالح جو لوگوں کو عملی طور پر دکھایا
جائے۔ انسانی قلوب اور سیرت پر ایک فاعلہ اور مستقل اثر پیدا کرے گا جو بدرجہا اور بمراتب
ان اثرات سے بڑھ چڑھ کر ہوگا جو ایک وسیع احاطہ میں مجسموں اور تصویروں کے دیکھنے
سے پیدا ہوگا۔ کیونکہ وہ چیز جو انسان کو عظیم اور جلیل بناتی ہے وہ اس کا دل و دماغ
ہے نہ کہ محض مذاق فنون لطیفہ۔

وہ کہتے ہیں اور بڑے زور سے کہتے ہیں کہ اگر مصوری اور راگ انسان کو نیک
بنا سکتے تو روم کی شجاعت اور قدیم نیک نامی معدوم نہ ہوتی۔ اور فیڈیئس اور اکٹینوس
دو مشہور یونانی مصور اپنی عیاشی کی وجہ سے قید خانے میں نہ مرتے۔ اور نہ جلال ایتھنز
معدوم ہوتا۔ جنہیں سپارٹا والوں نے شکست دیکر نسیاً منسیاً کرکے اپنی فتح کی
یادگار بڑے پیمانے پر قائم کی تھی۔ ڈاکٹر موصوف ان تمام واقعات سے نتیجہ نکالتے ہوئے
یوں رقمطراز ہیں کہ ان کی رائے میں تقدس اور صفائی دل و دماغ فنون لطیفہ سے بدرجہا

اچھی ہیں۔ کیونکہ مصوری اور راگ سے بسا اوقات سیرت کمزور اور اخلاق ذمیم ہو جاتے ہیں۔ اور تزکیۂ نفس سے اخلاق حسنہ سیرت فاضلہ اور ہمت بلند پیدا ہوتی ہے۔

جب ہم حضرت نبویؐ میں حاضر ہونگے۔ "وہ مشرکانہ" کی ہر ایک سیئات کے مقابل "وہ موحدانہ" کی ہر ایک حسنات کو لائینگے۔ مگر یہاں اس قدر کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ اسلام نے مصوری کی قطعاً ممانعت کی ہے۔ ہاں موسیقی اور مزامیر کے ساتھ موسیقی کے متعلق فقہاء اور بعض صوفیاء میں اختلاف ہے۔ میری رائے ناقص میں اسلام نے موسیقی کو بطور فن کے حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ اس کی مضرتیں نسبت فوائد کے زیادہ ہیں۔

مگر یہ بھی یاد رہے کہ یہ بھی ایک فطری مادہ ہے۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے لہجہ میں گنگناتا اور کچھ نہ کچھ موزوں طریق پر خلوت و جلوت میں خوش آوازی کے ساتھ گاتا ہے۔ اور اسلام فطری مذہب ہے۔ اور وہ تو انسانیہ کی نشوونما اور ربوبیت کا متکفل ہے۔ پس قربان جائیے نبی کریمؐ کی تعلیم پر کہ جتنا زیادہ غور کریں اتنی ہی زیادہ عقیدت ذات والا سے بڑھتی ہے۔ آپ نے غنا کو معدوم نہیں کیا۔ ہاں نظام موسیقی کو مردود قرار دیا۔ غنا کا زیادہ مزا ترتیل قرآن کریم میں ہے۔ اور راگ کا مزہ "زینوا اصواتکم بالقرآن" میں ہے (بخاری)۔

صبح شام اور عشاء کی نمازوں میں غنا کا مزہ ہے۔ اور یہی اوقات غنا کے لیے موزوں ہیں کہ انسان روزمرہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر اطمینان سے قرآن کریم سنتا اور محظوظ ہوتا ہے۔ ایسا ہی بلند ہمتی پیدا کرنے والے قومی اشعار آپؐ نے کعب بن زبیر اور حسان بن ثابت سے سُنے۔ ہمیں بھی اُنکی اتباع میں اس سنت حسنہ پر کاربند ہونا چاہیئے۔ مگر خرافات کے سننے سے اجتناب لازم ہے۔ قاری لشکر اسلام کے آگے قرآن کریم کی آیات تلاوت کرتے اور اپنی خوش الحانی سے جوش پیدا کر دیتے تھے۔ مگر اسے فن کے طور حاصل نہ کرنا چاہیئے۔

(۵)

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ از راہ دور آمدہ

ہم نے اجمالی طور پر بیان کیا ہے کہ بیرونی طاقتوں کے تعبد یعنی "شرک" نے انواع اقسام کے ذمائم اخلاق پیدا کیئے۔ اب ہم بتائیں گے کہ اندرونی طاقت کی اطاعت یعنی "ایمان باللہ" ہی مکارم اخلاق کا سرچشمہ ہے +

ہم نے ثابت کیا ہے کہ "شرک" کذب و افترا ہے اور منبع سیئات۔ اب ہم دکھائینگے کہ "توحید" صدق و صفا ہے اور سرچشمہ حسنات پیشتر اسکے کہ ہم ذکر خیر خیر الانام ﷺ سے بہرہ اندوز سعادت ہوں جناب والا کے ابتدائی حالات سے چند نتائج کا ذکر کرتے ہیں جو ہر ایک انسان کو اسکی زندگی میں رہنمائی اور نور ہدایت کا کام دیں +

(۱) کسب معاش کے واسطے تجارت کو پسند فرمایا۔ جسکے اتباع میں مسلمانوں میں یہ ضرب المثل مشہور تھی کہ اسلام اور تجارت لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اعلیٰ یا ادنےٰ درجہ کی تجارت نہیں کیا کرتا تھا تو لوگ تعجب سے کہا کرتے تھے کہ کیا فلاں شخص مسلمان ہے اور تجارت نہیں کرتا؟

(۲) اندرونی امن قائم کرنے اور بیرونی حملوں سے حفاظت کے لیئے ایک انجمن حلف الفضول نامی بنائی۔ جسکا مدعا یہ تھا کہ قوم اتفاق و یکجہتی سے کام لیکر اپنی جان و مال کی حفاظت اور امن و امان سے بسر کرے۔ اس انجمن نے نہایت ہی مفید کام کیا کہ عرب بیرونی حملوں سے محفوظ ہو گیا۔ دیکھو سپرٹ آف اسلام مصنفہ سید امیر علی +

یہ جماعت اشتراک فی العمل کا ایک عملی نمونہ تھا جس پر آیندہ "امت وسطی" کی بنیادیں قائم کی گئیں۔ اور جماعت اسلامیہ کارگزار اور کارروان بنائی گئی۔ چنانچہ ہم مناسب موقع پر نماز باجماعت، حج اور روزہ کی نسبت ثابت کرینگے کہ ان کا مقصد اصلی یہی تھا۔

کہ موحدین جہاں روحانیت میں پیش پیش ہوں۔ وہاں اُنکی جسمانیت بھی سب قوموں سے ارفع واعلیٰ ہو +

اگر اُنکے ایک طرف "اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی" کا منظر ہے تو دوسری طرف "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کی حقیقت بھی پیش نظر ہے +

(۳) زیدؓ بن حارث ایک غلام تہا جسے سیدۃ النسا حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے نے انہیں بخش دیا تہا۔ اور حضرت خدیجہؓ نے جناب والا کو بروقت نکاح ۵۹۵ء میں دیدیا تہا۔ آپؐ نے اُسے آزاد کردیا۔ جسمیں یہ بصیرت موجود ہی کہ انسان انسان کا غلام بنکر نہیں رہ سکتا۔ وہ آزاد ہے۔ اور اپنے قوٰی فطری سے کام لیکر آزادی کے ساتھ ترقی دینی و دنیوی کرسکتا ہے۔ اس غلام نے مرتے دم تک آستانۂ عالیہ نہیں چھوڑا۔ جنگ موتہ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں شہید ہوا۔ اُسکا بیٹا اُسامہؓ بڑے پایہ کا محدث اور صحابہ میں خاص امتیاز رکھتا تہا۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہیں جناب رسالت مآبؐ نے ۱۱ھ ہجری میں سپہ سالار منتخب کیا کہ اُنکے ماتحت ایک لشکر عراق عرب میں غسانیوں کے ساتھ لڑنے کو جائے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسے جلیل القدر صحابہ اُسکے ماتحت کردیئے۔ اسلام میں ایسے تھے غلام۔ اور ایسے تھے غلام زادے جنپر امیر اور امیرزادے رشک کرسکتے ہیں مختصر یہ کہ اس واقعہ سے جناب والا کی رائے نسبت غلامی معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ انہوں نے کچھہ مدت تک غلامی کے عالمگیر رواج کو منسوخ نہیں فرمایا۔ مگر وہ بہ نفس نفیس اُسکو مستحسن نہیں سمجھتے تھے +

(۴) جب عمر مبارک پینتیس سال کی تہی۔ قبائل عرب میں حجر اسود نصب کرنیکے متعلق ایک جھگڑا برپا ہوا۔ غالب تہا کہ جنگ چھڑجائے اور عرب خانہ جنگی میں تباہ ہوجائے کیونکہ ہر ایک قبیلہ حجر اسود کو اُٹھانے اور نصب کرنیکے لیئے اپنا حق دوسرے قبائل سے فائق بتاتا تہا۔ اتفاق حسنہ سے جناب والا کا گزر اُن پر ہوا سب پکار اُٹھے کہ وہ "امین"

آگئے۔ جو کچھ وہ فیصلہ فرمائیں سب منظور کریں ۔

آپنے چادر مبارک فرش زمین پر بچھائی۔ اور حجر اسود کو اٹھا کر چادر کے درمیان رکھکر ہر ایک قبیلۂ متخاصم کو کہا کہ چادر کے چاروں کونے پکڑ کر اٹھائیں اور حجر اسود کو کعبہ کی طرف لے چلیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پاس پہنچکر خود دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر کعبہ میں موقع مناسب پر نصب کر دیا ۔

اللہ اکبر کیسی تھی بالغ نظر اور کیسی تھی ذکاوت۔ اور کیا تھی قوت فیصلہ کہ عرب ایک خونریز اور وحشیانہ جنگ سے بچ گیا ۔

(۵) سب سے اخیر مگر سب سے مقدم آپکو صدق و صداقت کی وجہ سے قوم نے امین کا معزز لقب دیا۔ جو آج تک عرب میں کسی کو نصیب نہوا تھا۔ وہ عرب میں "محمد امین" کے خطاب سے پکارے جاتے تھے ۔

اگر متبعین رسول انام صادق اور راستباز نہیں تو وہ ہرگز مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں صداقت سیرت کا سنگ بنیاد ہے۔ جسپر دینی اور دنیاوی خوبیاں متفرع ہوتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جناب رسالتماب ہر ایک خطبہ میں فرمایا کرتے تھے لا ایمان لمن لا صدق لہ "توحید" صداقت ہے اور شرک کذب۔ توحید حق ہے اور "شرک" باطل۔ باطل کو نیست و نابود کرنا چاہیئے تاکہ حق کا بول بالا ہو ۔

صداقت سے اعتبار بڑھا۔ اعتبار سے مال ملا۔ مال سے فراغ خاطر اور فراغ خاطر سے حضور قلب۔ حضور قلب سے نور نبوت۔ نور نبوت سے بقعۂ عالم بقعۂ نور ہو گیا اور جہالت

(الف دین) (اسوۂ حسنہ)

فدائیانِ رسولؐ

پیغامبروں اور اللہ کے رسولوں کے فضائل و مراتب اور ایک دوسرے پر ترجیح اور شان میں فضیلت و برتری کی آیات و علامات جہاں اور بہت سی باتیں ہیں جو صحائف سماوی و کتب آسمانی میں بیان کیگئی ہیں اور بتلائی گئی ہیں۔ انہیں میں سے ایک نشان صدق انکے اصحاب و حواریین کے حالات و کیفیات بھی ہیں۔ ان اصحاب و حواریین کی حالتوں سے اس امر کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس نبی یا رسول کی تعلیم و طریق تعلیم اور اُس کی قوت رسالت و نبوت کسقدر موثر ہے اور دوسرے نبیوں اور رسولوں میں اور ان میں کیا فرق ہے۔

ہم آج اس معیار سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم القدر و جلیل الشان حیات رسالت پر کچھ روشنی ڈالنی چاہتے ہیں۔ ہمارا دعوے ہے اور واقعات کے دلائل اسکے مؤید ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس وسیع زمین کے اوپر کوئی نبی یا رسول ایسا مبعوث نہیں ہوا جسکو خداوند قدوس نے ایسی اتم و اکمل قوت نبوت عطا فرمائی ہو جیسی کہ ہمارے ہادی اعظم رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ اسکا ثبوت رسول اللہ اور دیگر انبیائے کرام کے وہ اصحاب و حواریین ہیں جو انبیاء و رسل کی زندگی میں خود انہیں کے ذریعہ سے ہدایت یاب ہوئے اور بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے فیضیاب ہوئے۔ ان کا باہم موازنہ و مقابلہ کیجیے تو یہ حقیقت منکشف اور عیاں ہو جائے گی کہ رسول عربی کی صحبت اور تعلیم انبیائے سابقین سے کسقدر زیادہ موثر و دل پسند تھی۔

حضرت موسیٰؑ جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون جیسے ظالم و مستبد بادشاہ کی

غلامی سے نجات دلائی تھی۔ اور غلامی بھی وہ بدترین غلامی جس کی مثال اور کوئی موجود نہیں۔ اور وہ بنی اسرائیل جنپر بے شمار نعمتیں اتاری گئی تھیں۔ جن کے ذکر سے قرآن پاک کے خدا معلوم کتنے صفحات پر ہیں۔ اور وہ بنی اسرائیل جو فرعون کی حکومت میں بھیڑ بکریوں سے زیادہ ذلیل سمجھے۔ اور حضرت موسیٰؑ نے انکو تعبد و غلامی کی ذلت سے نکالکر اوج حکومت پر پہنچا دیا تھا۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم و انی فضلتکم علی العلمین۔ وہی بنی اسرائیل تعلیم موسوی سے صرف اسقدر متاثر ہوئے تھے کہ جب حضرت موسیٰؑ چالیس دن کے لیے اُن سے جدا ہوئے تو وہ گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے اور نہ صرف یہ بلکہ ایک موقع پر حضرت موسیٰؑ نے جب اُنکو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے صاف کہدیا۔ اذھب انت و ربک۔ ہم سے کوئی واسطہ نہیں۔ تم جاؤ اور تمہارا خدا۔ اسیطرح بنی اسرائیل کی بیوفائیوں کی بیسیوں مثالیں کتب تاریخ میں ملسکتی ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے خصوصیت کے ساتھ بارہ حواری بہت مشہور ہیں جن کو آپ عیسائی دنیا نبوت کے عہدہ اشرف سے سرفراز کر رہی ہے۔ لیکن ان میں سے جناب پطرس نے اس خاص نازک وقت پر اپنے ہادی کا ساتھ چھوڑ دیا جبکہ مسیح کو صلیب دی جا رہی تھی اور نہ صرف یہ کہ ساتھ چھوڑ دیا بلکہ اپنی جان عزیز بچانیکے لیے مسیح سے انکار کر دیا۔ اور انپر تبرّے کیا اور ان کا پتہ بھی بتلا دیا۔ گویا خود ہی جناب حواری صاحب نے مسیح کو دشمنوں کے حوالہ کرکے انکو علی الرغم اسلام مصلوب کرا دیا۔

اب اس کے مقابلہ میں اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ کیسے جاں نثار و وفادار تھے۔ انکو اپنے رسول سے کیسی محبت و شیفتگی تھی۔ اور وہ ادنے اشارہ پر کس طرح اپنی جانیں قربان کر دیتے تھے۔ سب سے پہلے تم ایک غیر مسلم کی زبانی اصحاب محمدی کی کیفیت ملاحظہ کرو۔ صلح حدیبیہ کے وقت قریش کی طرف سے یکے بعد دیگرے وکیل آتے تھے انہیں میں سے

ایک شخص عروہ بن مسعود بھی ہے ۔ یہ سب سے آخر آیا تھا۔ اور ساری کیفیت دیکھکر قریش سے جاکر بیان کی تھی۔ اور اُسکے سمجھانے پر صلح حدیبیہ کا معاملہ طے پایا تھا۔ عروہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے مکہ واپس گیا تو اُسنے قریش سے کہا۔ اے لوگو! مجکو بارہا نجاشی بادشاہ اور قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر مجکو کوئی بادشاہ ایسا نظر نہ آیا۔ جکی عزت و عظمت اسکے درباریوں کے دلمیں ایسی ہو جیسی کہ محمدؐ کی اصحاب محمدؐ کے دلمیں ہے ۔ محمدؐ تھوکتا ہے تو اُس کا آب دہن زمین پر نہیں گرنے پاتا۔ جب محمدؐ کوئی حکم دیتا ہے تو اُسکی تعمیل کیلئے ہر شخص پیشقدمی کرتا ہے۔ جب وہ وضو کرتا ہے تو وضو کے پانی پر ایسے گرتے ہیں گویا لڑائی ہوجائے گی۔ جب وہ بات کرتا ہے تو سب کے سب خاموش ہوجاتے اور ہمہ تن گوش بن جاتے ہیں۔ اُنکے دل میں محمدؐ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اُسکے سامنے نظر اٹھاکر نہیں دیکھتے۔ میری رائے ہو کہ اُسنے صلح کرلو۔

عروہ بن مسعود نے یہ تقریر بحالت کفر کی تھی جبکہ دوسرے کفار کیطرح یہ بھی مسلمانوں کا دشمن تھا۔ اس سے بحیثیت مجموعی اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری و ادب و احترام پر روشنی پڑتی ہے۔ لیکن انفرادی واقعات بھی اس کثرت سے ہیں کہ ایک ضخیم کتاب اس موضوع پر تیار ہوسکتی ہے۔

کفار قریش کو اسلام، مسلمانوں اور رسول خدا سے جیسی سخت و شدید عداوت تھی وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور جیسی تکلیفیں ان سنگدل ظالموں نے رسول اللہ اور اصحاب رسول اللہ کو پہنچائی ہیں وہ صفحات تاریخ پر ثبت ہیں جنکو پڑھکر اور سن کر انسانیت کی روح لرز جاتی ہے مگر استثناء کے لیئے ایک مثال بھی ایسی نہیں پیش کیجاسکی کہ ان مصائب و آلام سے اکتاکر کسی صحابی نے اپنے رسول کا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ یا اُن کی معیت و اعانت سے منہ موڑ لیا ہو۔ بخلاف اسکے سیکڑوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ الفت رسول و محبت نبی کی وجہ سے اپنی جانیں نذر کردیں۔ اور رسول خدا کی خاطر سخت سے

سخت خطرات و مہالک میں اپنے تئیں ڈالدیا۔ جنمیں سے بعض مصائب و صعوبات برداشت کرکے بچگئے۔ اور بعض واصل بحق ہوگئے۔

حضرت بلال۔ سمیہ۔ عمار۔ یاسر اور کعب۔ یہ وہ کوہ عزم و ثبات تھے۔ جن کی خدا و رسول کے ساتھ محبت و شیفتگی کے استحکام و استقلال نے قریش کے سنگدل اور فرعون صفت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا۔ مگر کبھی ایک لمحہ کے لیے ان بزرگوں کے پاؤں صراط مستقیم سے نہیں ڈگمگائے اور نہ محبت رسول میں انکے ذرہ برابر فرق آیا۔ حضرت بلال کو لوہے کی زنجیروں سے پیٹا گیا۔ یہاں تک کہ ان کا مقدس جسم لہولہان ہوگیا اور گرم ریت پر انکو لٹا دیا جاتا تھا۔ اوپر سے گرم اور بھاری پتھر کی سلیں رکھدی جاتی تھیں۔ اور خدا معلوم کن کن طریقوں سے انکو اذیت دیجاتی تھی کہ وہ رسول خدا کی محبت و عقیدت کو ترک کردیں۔ مگر اس حالت میں بھی کہ آپ پٹتے پٹتے بیہوش ہوجاتے تھے آپ کی زبان مبارک سے وہی کلمے نکلا کرتے تھے جو رسول نے آپکو تعلیم کردیئے تھے۔

ہجرت نبوی کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کی جان نثاری و فداکاری کے واقعات کو دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ جبکہ تمام قریش نے آنحضرتؐ کو شہید کردینے کی سازش کی تھی۔ اور ہر ایک قبیلہ کے ایک ایک شخص کو اس کام کے لیے منتخب کیا گیا تھا تاکہ تمام قبائل قریش کی شرکت کیوجہ سے اصحاب محمدؐ بدلہ نہ لے سکیں اور یہ طے ہوا تھا کہ سب لوگ رسول اللہؐ کے گھر کو گھیر لیں اور آپ کی بوٹی بوٹی اڑادیں۔ اس نازک موقع پر حضرت ابوبکرؓ تو آنحضرتؐ کی حفاظت کے لیے آپکے ہمراہ ہوئے اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالدیا۔ کیونکہ اگر رسول خدا اس موقع پر گرفتار ہوجاتے تو حضرت ابوبکرؓ کی جان کی بھی خیر نہ تھی۔ اور حضرت علیؓ رسول خدا کی بجائے ان کے حکم سے آپکے بستر پر لیٹ رہے۔ اور اپنے تئیں اس خطرے میں ڈالدیا۔ اور اس علم کے ساتھ کہ باہر قریش گھر کو گھیرے ہوئے کھڑے ہیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ ایکبارگی

ٹوٹ پڑیں۔ اور آپ کی زندگی کا خاتمہ کردیں۔ مگر ان خطرات دہالک کے باوجود اپنے رسول محبوب کے حکم کو سُن کر بغیر خوف وخطر بستر پر لیٹ گئے۔ اور جب قریش کو معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ ان کی آنکھوں میں خاک ڈالکر انکے قبضہ سے نکل گئے تو مارے غصہ کے حضرت علی کو زدوکوب کرنا شروع کردیا اور راستے ہوئے خانہ کعبہ تک پکڑ لائے۔ آخر مجبور ہوکر چھوڑ دیا۔ اُدھر حضرت ابوبکرؓ کی یہ حالت کہ گھر میں جسقدر روپیہ تھا سب رسول اللہؐ کے آرام وآسایش اور راستہ میں انکو امداد دینے کے لیئے اٹھا لیگئے۔ اسمار بنت ابوبکرؓ کا قول ہے کہ گھر میں ایک پیسہ بھی نہ چھوڑا۔ یعنی پانچہزار درم یا دینار تھے۔ وہ سب کے سب لیگئے حالانکہ یہاں مکہ میں آپکے تمام متعلقین موجود تھے۔ لیکن رسول خداؐ کی محبت وشیفتگی نے کسی کی پرواہ نہ کی +

عمارۃ بن زیاد جسوقت شہید کیئے گئے تو آپنے اپنے رخسارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے۔ کیا یہ انتہائے محبت وشیفتگی کی دلیل نہیں ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنگ اُحد میں اپنے ہاتھ کو رسول خداؐ کے روئے اقدس کا سپر بنالیا۔ اور حملہ آوروں کی ضربوں اور دشمنوں کے تیروں کو اپنے ہاتھ پر روک لیا چنانچہ وہ ہاتھ ہمیشہ کے لیئے شل ہوگیا +

حضرت انس بن نضر نے جنگ اُحد میں دیکھا کہ چند مسلمان مغموم بیٹھے ہوئے ہیں اور ہتیار پھینکدیئے ہیں۔ دریافت کیا کہ کیوں خاموش اور اداس بیٹھے ہو تو اُنھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ کا انتقال[1] ہوگیا۔ اِس جواب کو سُنکر انس بن نضر پر گویا بجلی سی کوندگئی۔ اور نہایت جوش میں آکر پکار اُٹھے۔ موتوا علی مامات رسول اللہ آؤ۔ جہاں رسول اللہؐ نے جان دی ہے ہم بھی اس کام میں ہم بھی جان قربان کردیں کیونکہ زندہ رہکر کیا کرینگے۔ چنانچہ یہ فدائی رسولؐ اِس جوش فداکاری میں حملہ آور ہوا۔ اور ستر

[1] جنگ احد میں رسول اللہؐ پیہم صدمات اور زخموں کی وجہ سے بیہوش ہوکر ایک غار میں گر پڑے تھے اور دشمنوں نے آپکے انتقال کی خبر اڑادی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمان سراسیمہ ہوگئے اور ان کا بہت نقصان ہوا تھا۔

جنگ اُحد کے بعد ۳ھ ہجری میں کفار قریش نے مسلمانوں کو دھوکا دیکر قتل کرنے کی ایک یہ ترکیب کی تھی کہ کچھ لوگوں کو رسول اللہ کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے پر تیار ہیں آپ ہمارے ساتھ مبلغ و معلم کر دیجئے تاکہ وہ قوم کو دعوت دیں اور احکام بتلائیں۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے اصحاب میں سے دس آدمیوں کو ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جب یہ داعیان حق کفار کی حد میں پہنچگئے۔ تو کمینگاہ سے دو سو جوان قریش کے ان پر ٹوٹ پڑے اور چاہا کہ زندہ گرفتار کر لیں تاکہ پھر خوب اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاکر قتل کر ڈالیں۔ لیکن انہیں سے آٹھ صحابی تو مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے لیکن دو گرفتار ہوگئے ان گرفتار ہونے والے بزرگوں کے نام حبیب بن عدیؓ اور زید بن دثنہ تھے۔ قریش انکو پکڑلے گئے اور ایک مکان میں جاکر قید کر دیا۔ اور چند روز تک کھانے پینے کو کچھ نہ دیا۔ اسکے بعد ان دونوں کو صلیب کے نیچے لیجاکر کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ ان فدائیان اسلام نے جواب دیا کہ جب اسلام ہی باقی نہ رہا تو ہم آیندہ رہکر کیا کرینگے۔ چنانچہ اس جواب کے بعد ان دونوں جاں نثاران رسولؐ کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اور سنگدل ظالموں نے اُنکے مقدس جسموں کو تیروں کی انی سے گود گود کر لہو لہان کر دیا۔ اور تمام جسم کو چرکوں اور زخموں سے چور چور کر ڈالا یہاں تک کہ ایک بدبخت وحشی مزاج و فرعون صفت سنگدل نے نیزے کی انی جگر کے اندر چبھو کر پار کردی اور کہا اب تو تمہارا بھی یہی جی چاہتا ہوگا کہ محمدؐ تمہاری جگہ پھنس جائے اور تم بچ جاؤ۔ حضرت حبیبؓ نے یہ سُن کر نہایت جوش فدا کاری و ولولہ محبت و شیفتگی کے ساتھ فرمایا کہ میں تو اسکو بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ میری جان بچانیکے لیئے رسول اللہؐ کے پائے مبارک میں کانٹا بھی چبھے۔

حضرت حبیبؓ نے اس عالم میں اپنی حالت کا فی البدیہہ اشعار میں نقشہ کھینچا ہے۔ جس سے آپ کے صبر و استقلال، خدا اور رسولؐ سے آپ کی محبت و شیفتگی کا پتہ

چلتا ہے۔ اشعار بخوف طوالت حذف کر کے ان میں سے بعض کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔
بہت سے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے
یہ تمام لوگ میرے دشمن ہیں اور میں اس قتل گاہ میں بندھا ہوا کھڑا ہوں۔ لوگوں نے اپنی عورتوں
بچوں کو جمع کر لیا ہے۔ اور مجکو ایک مستحکم اور بلند ستون کے پاس لے آئے ہیں۔ وہ کفر اختیار
کرنے پر مجکو آزاد کر دینے کو تیار ہیں مگر اس سے تو موت میرے لیئے بہت آسان ہے
کہ کفر اختیار کروں۔ میری آنکھوں کے آنسو جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں۔ میں دشمن
کے سامنے آہ و زاری اور عجز و الحاح نہ کرونگا۔ کیونکہ مجکو علم ہے کہ میں خدا کی طرف جا رہا
ہوں۔ صاحب عرش عظیم نے مجھ سے کوئی خدمت نہیں چاہی اور مجکو صبر کے لیئے
فرمایا ہے۔ اُن لوگوں نے مار مار کر میرے تمام گوشت کو قیمہ کر دیا ہے۔ اور میں زندگی
سے مایوس ہو چکا ہوں۔ میں اپنی غریب الوطنی اور بیکسی اور درماندگی کی فریاد
اور ان آرزوؤں کی فریاد جو میرے قتل کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں۔ خدا سے کرتا ہوں
بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو تو مجکو یہ پرواہ نہیں کہ راہ خدا میں کس کروٹ گرتا
اور کیونکر جان دیتا ہوں۔ خداوند قدوس سے یہ امید ہے کہ وہ پارہائے گوشت کے
ایک ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے ۔

اسکے بعد آپ نے دعا فرمائی اللھم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یصنع بنا
اے خدا میں نے تیرے رسول کے احکام پہنچا دیئے۔ اب تو ہمارے حال کی خبر اور ان
ظالموں کے ظلموں کی اطلاع اپنے رسول کو فرما دے ۔

کیا کوئی مذہب اپنے متبعین میں ایسے فداکارانہ کوشش اور جان نثارانہ ایثار و قربانی
کی مثال پیش کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ کیا تھا کہ چند روز کی صحبت میں اسقدر فدائیت
جان نثاری کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے۔ کیا یہ اس ہادی اعظم و رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم کی بے مثل قوت ہدایت و ملکہ نبوت پر دال نہیں ؟

لیکن دوسری اقوام کے سامنے اسکو بطور معارضہ پیش کرنے کی بجائے خود مسلمانوں کو اسپر غور کرنا چاہیئے۔ اور اس معیار سے اپنی قوت ایمانی کو جانچنا چاہیئے۔ کیا فی الحقیقت ہم میں بھی کوئی محبت رسول کی تڑپ موجود ہے؟ اور کیا ہم بھی کسی درجہ میں رسول خدا سے محبت و شیفتگی کا دعوے کرسکتے ہیں؟

آہ! اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں کیونکہ ہم میں کوئی علامت و آثار الفت و محبت رسول کے نہیں پائے جاتے۔ فیا حسرتا علی العباد۔

عارف ہسوی

اسلام اور آریہ سماج کے روز روز کے مباحثوں کا قطعی فیصلہ

یعنی

مجموعہ رسائل حدوث مادہ (ہر چہار حصہ)

مصنفہ از نبیل خواجہ مولوی خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے ایل ایل بی۔ مرحوم و مغفور جسمیں دلائل عالیہ و حجج عقلیہ و براہین قطعیہ سے قدامت مادہ کا ابطال کرکے یہ بات دکھائی گئی ہے کہ یہ اعتقاد دہریت کی شاخ ہے۔ عیسائی قدامت مادہ کے دلائل اور بالخصوص آریہ سماج کے اعتراضات کے فلسفیانہ جوابات دیکر حدوث مادہ کا اثبات کیا گیا ہے

یہ لاجواب رسائل اس قابل ہیں کہ (۱) ہر عالم ہر متکلم ہر مناظر ہر واعظ ہر مقرر ہر لکچرار کے پاس بلکہ ہر مسلمان کے گھر میں محفوظ رہیں۔ (۲) اسلامی مدارس عربی کے نصاب میں داخل ہوں (۳) کسی انگریزی تعلیم یافتہ مدرسہ انگریزی کے طالب علم کی میز ان رسائل سے خالی نہیں رہنی چاہیئے (۴) اسلامی انجمنوں کو انکی کاپیاں خرید کر علما اور طلبہ میں مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔ مصنف کا نام کتاب کی خوبی کی کافی ضمانت ہے۔ مگر ہم اپنے ناظرین کو آگاہ کیے دیتے ہیں کہ یہ رسائل بہت کم تعداد میں چھپے ہیں اور اسوقت ہمارے بکڈپو میں صرف چند نسخے بچے ہیں۔ لہذا شائقین کو انکی خریداری میں دیر نہیں کرنی چاہئیے ورنہ افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئیگا۔ قیمت چاروں حصوں کی ۶ر

منیجر نظام المشائخ دہلی

یثرب نگری میں

میں اور بارگاہ رسالت پناہ کی اے دل! کہیں نہ ہو غلطی نگاہ کی

دنیا والوں کے ڈھنگ دیکھکر جب نہ رہا گیا۔ دنیا کا رنگ دیکھکر جب غم نہ سہا گیا تو طائر خیال نے صنمخانۂ ہند کے کنگرہ کو خیر باد کہا۔ ملّا کی دوڑ مسجد تک! بیچارہ حجاز کا رخ نہ کرتا تو کدھر جاتا۔ اس ریگستانی قطعہ ارض میں پہنچکر وہ ذرا کی ذرا رکا اور منزل مقصود کی تلاش میں ادہر ادہر دیکھنے لگا۔ حرم کعبہ کے مقدس کبوتروں نے حجازی مسافر نوازی کی شان دکھائی۔ سر ہلا ہلاکر اپنے پاس بلایا مگر دل شیدا نے جو مرغ تخیل کے قدم بقدم چل رہا تھا سختی سے روک کر کہا۔

حاجی بره کعبه رواں کیں ره دین است خوش میرود اما ره مقصود نه این است

یہ نیت باہ سفر شوق کے لیے تازیانہ تھا۔ خیال تیزی سے ایک اور سمت روانہ ہوا۔ جذب محبت نے رہنمائی کی۔ اور مردان راہ کے سامنے اس طرح گڑگڑانے کی نوبت آئی ع

اے ترک سوار نواح عرب! یثرب نگری بتلا دینا

یثرب نگری! ہاں ہاں وہی یثرب نگری۔ جسے ہم سب کے دل اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ اب آنکھوں کے سامنے تھی۔ مگر وہاں سو لئے اسکے دہرا ہی کیا تھا کہ ایک حجرہ کے سینہ پر، جو فن انجنیری کا نادر الوجود نمونہ کہلائے جانیکا مستحق ہی ہرا ہرا سبز، پیلا پیلا کلس ہے، شامیانے کی طرح تنا ہوا کھڑا تھا مگر ہیبا دم بخود۔ اس قدر سناٹے کے عالم میں گویا کوئی سنتری کسی بہت ہی بڑے بادشاہ یا کوئی اسیر محبت کسی نہایت ہی عزیز دوست کی خوابگاہ کا پہرہ دے رہا ہے

دل نے کان لگائے تو اُسے زبان بے زبانی سے یہ شعر گنگناتے ہوئے سُنا ۔

اے حشر! مدینہ میں نہ کر شور

چُپ چُپ ۔ سرکار سو رہے ہیں

سرکار ؟ اُف !!! اُف !! ع خامہ از دست بگرید کہ من از کار شدم ۔

زعالم قبلہ گاہ جانِ من اوست فدایش جان من ۔ جانانِ من اوست

بہ تن ودتب بدل و تاب از تو ہم زدیدہ غرق خونِ ناب از تو ہم

طولانی بہت طولانی وقفہ کے بعد، جوشش خروش کی جسارت انگیزی نے بیخودیٔ شوق کا قفل زور لگا کر توڑ دیا ۔ اور وہ داستان درد جو چھڑتے ہی "سرکار" کے مشارٌ الیہ کا تصور بندھ جانے سے رک گئی تھی اس طرح اتمام پذیر ہوئی ۔

"سرکار سو رہے ہیں"! کیا یہ سچ ہے ؟ کیا فی الواقع رسول العرب والعجم سید الملل والامم ۔ بأبی ھو وامی ۔ محو استراحت ہیں ؟ ہاں بیشک سنتی تو ہوں یہی ۔ پر کیا کروں کمبخت دل نہیں مانتا ۔ کہتا ہے ۔ بھلا کہیں یوں بھی کوئی سو یا کرتا ہے کہ اُمت کے اعمال خدمت میں پیش ہوتے جائیں ۔ نیکیوں سے خوشی برائیوں سے غم کا اثر محسوس ہوتا رہے ۔ اور پھر نیند کی نیند برقرار! آرام کا آرام قائم !! ۔ اچھا ذرا اِنکے بھائی قثم ابن عباسؓ سے تو قسم لیکر پوچھنا ۔ صاف بتادیں گے کہ میں نے انہیں خواب گاہ میں آرام فرماتے وقت آنکھیں بند کر لینے کے بعد اُمتی !!! اُمتی !! کہتے سنا مگر آہستہ آہستہ زیر لب ۔

واہ! میرے اچھے نبیؐ! تم پر خدا کا درود وسلام ۔ اچھا سونا قربان ایسی نیند کے ۔

اے لو! میری طرف سے اُن کی خدمت میں تحیۃ الصلوٰۃ پیش کر دیا گیا ۔

لو اور سنو!! ۔ انہوں نے سن کر قبول بھی فرمالیا ۔

آہ! اب یہ بھید کھلا۔ کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ صرف ایک ادائے ناز! ایک شان محبوبیت!! ؎

چشم بد دور اس ادا پر دیکھنے والے نثار
بن کے یوں لیٹے ہیں گویا آنکھ کو نیند آ ہی گئی

یا نبی اللہ! السلام علیک
انما الفوز والفلاح لدیک

بسلام آدم۔ جوابم دہ
مرہے برد لِ خرابم نہ

بس بود جاہ و احترام مرا
یک علیک از دو صد سلام مرا

اے لمبی تان کر سونے والے آقا! اے نیند کے ماتے پیغمبر!! حاشا وکلا آپکے آرام میں خلل اندازی ہمارا مقصود نہیں۔ آپ تو سوتے میں بھی سن سکتے ہیں۔ ہم "من فی القبور" سے مخاطب نہیں ہیں۔ بلکہ "من فی القلوب" کو اپنا درد دل سناتے ہیں۔ پھر کیوں خواہ مخواہ "لا تسمع" کے اندیشہ سے ہمت پست کریں۔ شاہا! اپنا دکھ درد ہم آپ سے نہ کہیں تو خود ہی فرمائیے کہ اور کس سے کہیں رب العزت کی بارگاہ رعب و جلال میں ناصیہ فرسائی کی جرأت تو اس وقت کریں جب "وابتغوا الیہ الوسیلۃ" پر نظر نہ ہو۔

آج ہمیں قسمت کی رسائی اس در دولت پر لے آئی ہے۔ جس کی حسرت میں سلاطین عالم کے بال سفید ہو گئے۔ مگر اس آستان سربر آسمان کی خاک بوسی انہیں نصیب نہ ہوئی۔ ہم سے بڑھکر کون حرمان نصیب ہو گا اگر اس وقت بلائیں بخشیں اپنا دل کھول کر تیرے سامنے نہ رکھدیں۔ ہاں ہم ایسا ہی کرینگے۔

سب سے پہلے ہم ایک خلوص سے بھری محبت میں ڈوبی، شکایت زبان پر لاتے ہیں کہ ارباب عشق کے مشرب میں اخفائے شکایت سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ کیوں حضرت ذرا خدا لگتی کہنا۔ تم نے ہمیشہ خدا لگتی ہی کہی ہے۔ کیا یہی شرط مروت ہے؟ کیا غریب پروری اسیکا نام ہے کہ رعیت پر آفات ارضی و سماوی کا نزول دشمنان

داخلی وخارجی کا ہجوم ہو۔ اور بادشاہ سیتھی نیند سویا کرے۔ بھیڑیوں کا غول سبزہ زاروں میں بے زبان بکریوں کا صفایا کر رہا ہو۔ اور گلہ بان درخت کے سایہ میں لیٹ کر آرام کا لطف اٹھاتا رہے ÷

یا العجمی لقب! شوریدہ عشق جامیؒ نے انہیں بے نیازیوں پر جرأت سے کام لیکر ع

"آشوب ترک، شورعجم فتنۂ عرب"

کے لقب سے یاد کیا تھا ÷

مگر میں ایک کم ہمت۔ کم طاقت فرقہ سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرا دل ایسا قوی نہیں ہے کہ یہ الفاظ شان عالی میں استعمال کرسکوں۔ مگر ہاں گستاخی معاف اتنا کہے بغیر رہ بھی نہیں سکتی سے

یہ تمہاری خواب رحمت نے اٹھا ہی فتنۂ حضرت نہ تم اپنا منہ چھپاتے نہ یہ آشکار ہوتا

مانا کہ ظلمت شتن کا دور ہونا۔ نور محمدی کا ظہور ہونا۔ قیام قیامت پر موقوف ہی۔ مگر سوال یہ ہے کہ حیات بشری کی ہنگامہ آفرینیاں۔ کفر و باطل کا عروج و کمال، حق و صدق کا زوال اگر قیامت نہیں تو اور کیا ہے ؟ سے

یا محمدؐ! گر بحشر ی برآری سر زخاک سر برآر و ایں قیامت درمیان خلق بیں

ہاں اگر ہم بدنام کنندہ نکو نامے چند مسلمانوں کی متجاوز عن الحد سیاہ کاریوں نے تجھے ہم سے متنفر کر دیا ہے تو بیشک تیرا غصہ بالکل حق بجانب ہے۔ اور تیری خفگی نہایت برمحل ہم نہایت ندامت کے ساتھ معترف ہیں کہ ہم نے خدا کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں سے اُتار پھینکا۔ اور تیری پند و نصیحت کا اثر اپنے دلوں سے محو کر دیا۔ تو نے جو جو حکم تاکید کے ساتھ صادر فرمائے۔ ہم نے سوچ سوچ کر انہیں کی خلاف ورزی کی۔ تو نے جن جن عادات کی مذمت پر زور دیا۔ ہم نے چن چن کر انہیں کو اپنی طبیعت ثانیہ بنایا ÷

یہ ظلم، یہ غضب، یہ اندھیر کسی فرقے، کسی طبقے، کسی صنف سے مختص نہیں۔ بلکہ رونا تو یہی ہے کہ ہمارا آوے کا آوا بگڑ گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک مچھلی تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ مگر یہاں تو تالاب کی سبھی مچھلیاں گل سڑ گئیں مرد ہوں یا عورتیں۔ جوان ہوں یا بوڑھے۔ امیر ہوں یا فقیر۔ ایک سرے سے سب کے سب شجرِ اسلام کی بیخ کنی میں ہمہ تن منہمک نظر آتے ہیں۔ مگر اس مہم کا سر کرنا بچوں کا کھیل یا منہ کا نوالا نہ تھا۔ وہ کبھی کامیاب نہ ہوتے۔ اگر واعظان دین متین اور عالمان شرع مبین خدا فراموشی و دین فروشی کے تیشے و تبر ہاتھ میں لیکر اُنکی امداد پر کمربستہ نہ ہو جاتے ؎

واعظ ما بوئے حق نشنید بشنو ایں سخن   در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم

اے مخبر صادقؐ! آج سے تیرہ سو برس پہلے تیرے قلب نقیؐ کو جس بات کا اندیشہ تھا وہ آخر کار ظہور پذیر ہو گئی۔ وہ دردانگیز و عبرت خیز وقت جو تمام امم سابقہ پیش آچکا تھا۔ ہم پر بھی گزر گیا۔ گزر رہا ہے۔ یا کم از کم گھڑی ساعت میں گزرا چاہتا ہے ہم اس مشیت ایزدی پر صابر و قانع ہیں۔ لکل امۃ اجل۔ اِذا جآءَ اجلھُم لا یستاخرُونَ ساعۃً وّلا یستقدِمُونَ +

لیکن ہمیں ندامت ہے تو یہ ہے اور سر بگریباں ہیں تو اسلیئے کہ ہم ہی وہ ننگ اسلام گروہ ثابت ہوئے۔ جن کی پیشانیوں پر "مِن سوی انفسہم" کا داغ کلنک کا ٹیکا بنکر لگا ہوا ہے اور جن کی بابت ارشاد ربانی ہوا تھا۔ یا محمدؐ! انی اذا قضیت قضاءً فانہ لا یرد۔ و انی اعطیتک لامتک ان لا اھلکھم بسنۃ عامۃ۔ و ان لا اسلط علیہم عدوا من سوی انفسہم فیستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیہم من باقطارھا۔ حتی یکون بعضھم یھلک بعضا و یسبی بعضھم بعضا +

(مسلم)

۵۱ یہ الفاظ ایک حدیث کا جزو آخر ہیں۔ جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضور رسالتمآب

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب ‌‌‌ خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

حضور! سرکار!! میرے اچھے سرکار!!! ذرا دیکھنا۔ آپ کو اسی ادا کی قسم ہے جسے خفتگان غفلت "خواب اجل" اور ہوش والے "آنکھیں بند کرکے" خواب ناز کہتے ہیں۔ ہاں اپنی اسی مرغوب ادا کی قسم۔ بس ایک ذرا کی ذرا بردیمانی کا گوشہ رخ پرنور سے ہٹاکر معراج کی دیدوالی تپلیوں سے مژگاں کی چلمن اٹھاکر دیکھنا کہ بالین مبارک پر یہ کون سر جھکائے پشت پاکی طرف نظریں گرائے کھڑا ہوا ہے؟ ہائیں حضور! کیا آپ اسے نہیں پہچانتے۔ کیا اسکی حالت اتنی متغیر ہوگئی ہے کہ خاص اپنا مربی۔ اپنا سرپرست شناخت نہ کرسکے؟ اے نبی آخر الزمانؐ! میری جان آپ پر قربان۔ یہ آپ کی نصیبوں جلی امت ہی ہے +

ہاں ہاں یہ وہی ہے۔ جسے فاطمہ سے زیادہ ناز و نعم کے ساتھ پالا گیا تھا۔ یہ وہی ہے جو کبھی حسینؓ کی طرح کسی کی آغوش محبت میں اُچھلا کودا کرتی تھی۔ یہ وہی ہے جو طفلانہ شوخیوں پر اسی شفقت سے ڈانٹی جاتی تھی۔ جیسے حسنؓ کو صدقہ کی کھجور منہ میں رکھ لینے پر۔ بیشک اب دست رسالت کی مشاطہ گری کا بناؤ چناؤ اسکے جسم سے

بقیہ حاشیہ کے سامنے مشرق و مغرب کا منظر پیش کیا۔ اور بتایا کہ امت محمدیہ ان کی مالک ہوگی یہاں تک کہ بعض ہمنے گی پیر آپکو سرخ و سفید دونوں خزانے عطا فرمائے۔ حضورؐ نے اپنے پروردگار سے عرض کیا کہ میری امت کو عام خشک سالی سے ہلاک نہ کیجیو اور خود انکے نفس کے علاوہ کسی اور دشمن کو انپر ایسا غلبہ نہ دیجیو جو انکی بیخ و بن کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ اللہ تعالی نے اس التماس کو منظور فرمایا کہ میں مسلمانوں کو عام خشک سالی سے ہلاک نہ کرونگا۔ اور اگر انکے دشمن تمام اطراف زمین سے جمع ہوکر بھی آمادہ مخالفت ہوں گے تو بھی میں انہیں غالب ہونے دونگا۔ جب تک خود مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو قتل و اسیر نہ کرے"۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ زوال اسلام کا سب سے بڑا سبب فرقہ بندی اور اختلافات باہمی ہے۔ مگر ہم واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کے فرمان عالی کو پس پشت ڈال دیتے تو تسبیح کا ایک ایک دانہ اس طرح زمین پر بکھر نظر نہ آتا۔ سچ تو یہ ہے اسلام کیا کہہ رہا ہے۔ "مسلمانوں کے ہاتھ سے لٹ گیا ہوں" +

جدا ہو چکا ہے۔ آج حکومت کی کلاہ تنفاخ نسل کے سر پر نہیں ہے۔ آج علم و حکمت کی قبا اسکے بدن پر نظر نہیں آتی۔ آج امارت کی کفش زریں سے پاؤں معرّے ہیں+ چہرے سے شگفتگی کا حسن افزا غازہ۔ آنکھوں سے نورِ الٰہی کا مجلی بصر سرمہ بُن مو سے شرم عصیاں کا تیل۔ لباس سے باطنی طہر و لطافت کی خوشبو نابود ہے اور غضب یہ ہے کہ دربار خداوندی کی بخشی ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ کی سند بھی ہاتھ سے غائب ہے+

اس بنی سنوری تمثال خوبی و رعنائی کی جگہ آج چشم تحیر کو ایک ایسی تصویر عبرت نظر آرہی ہے جو لباس تقوٰے کے اتر جانے سے ننگ وجود کہلانے کی مستحق ہے۔ فرقہ بندی اور اختلافات نے بیک روگ نے اسکی ہڈی سے چمڑا لگا دیا ہے۔ دنیا کے فرعونی جاہ و جلال نے مرعوب کر کے اسکے رخساروں کو ہلدی میں رنگ دیا ہے۔ غذائے دولت کو ترسنے کے سبب ہونٹوں پر خشکی آور آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ اخوت اسلامیہ کا زور گھٹ جانے بلکہ ٹوٹ جانے سے دل میں دماغ میں ہمت کا نام نشان باقی نہیں رہا سب کچھ کھو بیٹھنے کے بعد ہر نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے بعد ملے دیکر اندھے کی لکڑی۔ بڈھے کا عصا اکیلے کی تلوار یعنی تیری محبت ضرور بچ رہی ہے۔ اگرچہ اسکا نام لیتے ہوئے بھی جی ڈرتا ہے کہ کوئی یہ کہہ بیٹھے ؎

لو کان حبک صادقا لاطعته ان المحب لمن یحب مطیع

خیر تیری محبت نہ سہی۔ تیرے نام ہی کی سہی۔ جو کچھ بھی ہو بہر حال اس کے بل بوتے پر آج یہ بے چاری آفت کی ماری گرتی پڑتی۔ تیری درگاہ میں حاضر ہوئی ہے ؎

ز ضعف دست بدیوار داده آمده ام بهر دو گام ز ماندے ستاده آمده ام

عاجز و درماندہ ہے مگر کوئی دستگیر نہیں بے پناہ ہے مگر کوئی پناہ دینے والا نہیں

---

۱ حدیث اتقوا من فراسۃ المؤمن۔ فانہ ینظر بنور اللہ کیطرف اشارہ ہے ۱۲

مظلوم ہے۔ مگر کوئی فریاد نہیں سنتا۔ بلکہ ستم ظریف اور الٹا ستاتے ہیں پھبتے ہیں۔ ہنس ہنس کر قہقہے لگا لگا کر کہتے ہیں کہ تم تو خیر الامم ہو۔ تمہارا پیشہ توتامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ہے۔ تمہارے آقا سے زنا مدار تو دارین کے بادشاہ اور کافۃ للناس کے مصلح ہیں۔ بھلا تمہیں ہم گمراہوں کی مدد کیوں مطلوب ہونے لگی؟ یا حبیب المؤمنین! سب کچھ سہہ لیا۔ سب کچھ سن لیا۔ مگر تیرا طعنہ تو ہم سے آج سنا جاتا ہے نہ کل +

ہم اچھے ہیں یا برے۔ لائق ہیں یا نالائق جیسے کچھ بھی ہیں تیرے ہیں اور صرف تیرے۔ چنانچہ۔ کل شئ یرجع الی اصلہ کے مطابق۔ . . . . آج ٹوٹا برتن ٹھٹھیرے کے سر پڑتا ہے۔ آج گھٹنے پیٹ کی طرف جھکتے ہیں۔ آج بیٹا اپنے پیر سے چمٹتا ہے۔ آج جسکا نیزہ ہے اسکے دوار جاتا ہے۔ یعنی آج "ان الدین لیاذ الی المدینۃ" کی پیشین گوئی پوری ہوتی ہے +

چھوٹوں کا ناز بڑوں پر۔ بچوں کا ماں باپ پر۔ خادم کا آقا پر۔ رعیت کا بادشاہ پر۔ محمدیوں کا ناز نخرہ یا محمد! تجھپر علوٰۃ لعبید تکون مولاہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا تو بھی اوروں کی طرح ہمیں اپنے آستانہ سے دھکے دیکر نکال باہر کرے گا۔ نہیں نہیں۔ یارحمۃ للعالمین! تیرا یہ شیوہ نہیں۔ دشمنوں کے ساتھ جسکے حسن سلوک کی تعریف "لِعنتَ لهم" کے ساوی الفاظ میں کی گئی ہو . . . .

. . . . اسکی ذات سے یہ امر بالکل بعید ہے ع برمن منگر بر کرم خویش نگر +

جس باغ کے سینچے میں تونے اپنا خون پانی ایک کر ڈالا تھا۔ کیا گلچیں کے ہاتھوں اسکی تاراجی تجھے گوارا ہوسکتی ہے؟ +

جس مقصد اعلیٰ کی خاطر تونے راتیں آنکھوں میں کاٹ کر اور دن کو پیٹ پر پتھر باندھکر بسر کیئے۔ کیا وہ اس آسانی سے فوت ہو جائے گا؟ +

کیا اسی نتیجے کے لیے سرِ مطہر خون آلودہ و دندان مبارک شہید پائے اقدس متورم ہوئے تھے؟ کیا نفرین و دشنام کی تلواروں استہزا کی برچھیوں ملامت کے نشتروں کے سامنے تو نے اپنے مقدس و محترم وجود کو اسی لیے سینہ سپر فرمایا تھا؟

خواجہ ملت!! آیۂ رحمت!! صدقہ صحابہ کبار کا۔ طفیل عترت طاہرہ کا۔ بلکہ واسطہ اس احکم الحاکمین کا۔ جسنے تیری ذات کو محبوب۔ تیری دعا کو مسموع اور شفاعت کو مقبول بنایا۔ ایک بار، ہاں بس ایک بار۔ امتحاناً آزمائش کے طور پر اپنی گنہگار مگر شرمسار امت کی خطا معاف کر۔ اور اگر اولاد کی طرح پیار کیے جانیکے قابل اسکا منہ نہیں تو ایک دست پرورد سمجھکر شفقت کا ہاتھ اسکے سر پر پھیر محبت کے دامن سے اسکے آنسو پونچھ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ قادر مطلق جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہ عالم پناہ میں سفارش فرما کہ امام آخر الزمان کو پردۂ خفا سے نکلنے کا حکم دے ؎

زہر گوشہ رو جاں بر لبے نجات جہاں گشت پُر شور مہدی کجاست

ایک مسلمان خاتون از علی گڈھ

یہ مضمون ہمیں سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی کی معرفت ملا ہے۔ اسکے آخر میں صرف "ایک مسلمان خاتون از علی گڈھ" تھا اور خواجہ صاحب نے بھی لکھنے والی کا نام نہیں بتایا۔ ہم اس تعلیم کو جو آجکل ہندوستان کی مسلمان عورتوں میں عام طور سے رائج ہے قطعی اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ اور اسکی مذمت کرتے رہنا اپنا انسانی اور اسلامی فرض سمجھتے ہیں جس کا ثبوت وہ بیسیوں مضامین ہیں جو خطیب میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے ہیں ہم نے موجودہ طریقہ تعلیم نسواں کی نسبت ہمیشہ یہی کہا کہ اس سے لاکھ درجہ بیبیوں کا جاہل رکھنا اچھا۔ مگر مسلمان خاتون علی گڈھ کی تحریر کو پڑھکر بے اختیار زبان سے نکل گیا کہ اس تعلیم یافتہ پر بیشک جاہلیں قربان۔ کیونکہ اسکی طبیعت میں پرانی مستورات کی شان پائی جاتی ہے جن کے دامن پر فرشتے نماز پڑھتے تھے۔ یہ جذبات جدید تعلیم و تربیت سے پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ اس کی تعلیم و تربیت یقیناً قدیم طریقہ سے کی گئی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ باپ جسکی وہ بیٹی ہے اور وہ بہن بہاگ اس گھر کے جہاں کی یہ بہو ہے۔ میں اس مضمون کو کتابت کرانے کے لیے دیکھ رہا تھا کہ میری چار سالہ بچی زاہدہ خاتون آگئی میں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھدیا اور دعا کی کہ بطفیل آنحضرت صلعم خدا اسکو بھی ایسا ہی قابل بنائے اور یہ بھی دین و ملت کی اسیطرح والہ و شیدا ہو۔ عبد الواحدی

﴿۸﴾

میرے ہتھیار تیرے قدموں میں

میں ہار گیا۔ شکست کو مان گیا۔ یہ ہتھیار ڈالتا ہوں۔ قدموں میں سر جھکاتا ہوں۔ اور اے سب سے بڑے فاتح تیرے امن کے دامن میں پناہ چاہتا ہوں +

تیری شمشیر کی آب و تاب سلامت رہے۔ تیرے تیروں کی نوکیں اس سے زیادہ تیز اور سینہ شکن ہوں۔ تیرا برچھا چمکے۔ اور دلوں کو پارہ پارہ کرنے میں آگے بڑھتا رہے۔ تیرے جہاز سمندروں میں تیریں اور دہوئیں اُڑاتے ہوئے دوڑیں۔ تیرے گھوڑے ہنہنائیں۔ اور ٹاپیں مارتے گرد و غبار اڑاتے میدانوں میں فتحیاب ہوں +

اے مجھ سرکش کو جیتنے والے۔ اے میرے غرور کو نیچا دکھانیوالے۔ تیرا ہمیشہ بول بالا ہو۔ اپنے جھنڈے کو بلند کر۔ اور اس جگہ اسکو گاڑ۔ جہاں تیری مخالفت کے پھریرے لہرائے تھے۔ اب وہ سب جھنڈے سرنگوں ہو گئے اب ان تمام پھریروں نے سر جھکا دیئے۔ اب ان نشانوں کی سب شانیں ملیامیٹ اور نابود ہو گئیں +

جب تیرا جھنڈا بلند ہوگا۔ میں تھکے ہوئے اور ہارے ہوئے دشمن کی طرح اسپر دانت نہیں پیسوں گا۔ اور دل نہیں جلاؤں گا بلکہ میرے دل میں ایسی خوشی کی لہر پیدا ہو گی جیسی ایک اطاعت گزار دوست کے دل میں ہونی چاہیئے +

اے سب سے بڑے تاجدار۔ میری خطاؤں کو معاف کر کہ تو مجرم خطاکاروں کا خطا بخش ہے۔ میں نفس و شیطان کے اغواسے تیرے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا تھا

مجھے اپنی نفسانی قوتوں اور عقلی طاقتوں پر ایک گھمنڈ تھا۔ اور اسی کبر و رعونت نے تجھ جیسی عظیم الشان طاقت سے میرا سامنا کرا دیا تھا۔

میں بلا شرط ہتیار ڈالتا ہوں۔ میں ذلت کے ساتھ التوائے جنگ کی درخواست کرتا ہوں۔ تو جو شرائط التوائے جنگ کی پیش کرے گا میں انکو عاجزوں، ذلیلوں اور تباہ شدہ لوگوں کی طرح قبول کریگا۔ میں سب ہتیار تیرے قدموں میں ڈال دونگا۔ میں سارا سامان جنگ تجکو دیدونگا میں اپنے کھانے اور پینے کو بھی تجھ سے کچھ طلب نہ کرونگا۔

محمد عیب پوش، در گزر شعار، تیرا نام ہے۔ احمد رؤف و مہربان تیرا خطاب ہے۔ اپنے خلق عظیم کی شان دیکھ۔ میری خطاکاریوں کو شمار نہ کر میرے جرائم کو نہ گن ورنہ میرا کہیں ٹھکانہ نہ لگیگا۔

دنیا میں تیرے قدموں کے سوا اب کہیں میرے لیئے پناہ نہیں ہے میری بداعمالیاں درحقیقت ایک باغیانہ اور سرکشانہ جنگ تھی جو نفس و شیطان کے کہنے سے میں نے تیرے خلاف قائم کی تہی۔ مگر میں ہار گیا۔ مجکو شکست ہو گئی میری ذلت کی اب کوئی حد باقی نہیں ہے۔ میں تیرا ہی تھا تیرا ہی ہوں تیرا ہی ہونگا۔ اس عارضی زمانہ خطا کو فراموش کر دے۔ اور پہر اپنا کہکر، اپنا سمجھکر، ہاتھ پکڑ لے اور اس خوف و مایوسی سے بچا کر دامن میں چھپالے۔ دامن میں چھپالے۔

میرے غرور کے سب تاجدار تخت سے اتر گئے۔ تیری جمہوریت و مساوات کے قانون دنیا کے سربراہ شدہ نے تسلیم کر لیئے۔ اب سب نے تیری بتائی ہوئی طرز زندگی اور دستور حکومت اختیار کرنی شروع کر دی۔ اب وہی زمانہ آگیا جس میں تیری انسانی اور جمہوری شہریاری کا ڈنکہ بجے گا۔ اور تیرے قرآن کا لایا ہوا قانون مساوات جاری کیا جائے گا۔ انسانوں کی خدائی سوئے گی انسانوں کی

غلامی اور بندگی نابود ہوگی۔ دولت دنیا کا اقتدار فنا ہوگا۔ آدمیت بحیثیت آدمیت کے اپنے حقوق پائے گی۔ اپنے اختیارات حاصل کرے گی۔ اور دولت کی فرعونیت کا قبضہ آدمی کی دماغی۔ قلبی اور ایمانی قوتوں سے اٹھ جائیگا۔ تیری سلطنت کا نام کچھ بھی رکھا جائے۔ اسکو عرب کہیں۔ انگریز نام رکھیں۔ امریکہ کے نام سے پکاریں۔ یا کسی اور اسم سے مسمی کریں مگر عمل قرآن ہی پر ہوگا۔ اور اسکے بتلائے ہوئے قانون پر حکومت کی جائے گی۔ نہیں زندگیاں بغیر حکومت کے حکمران بسر ہونگی۔

اسی واسطے تمام دنیا کے منکرین و مفسدین و غافلین کے قائم مقام کی حیثیت سے میں اپنی تمام دنیا کی طرف سے اپنے ان سب ہتیاروں کو تیرے قدموں میں ڈالتا ہوں اور تیرے پاک نام کا نعرہ لگاتا ہوں جسکے حرف حرف میں امن۔ حریت۔ مساوات کے سمندر جوش مارتے ہیں۔ اور کہتا ہوں۔ محمد فاتح۔ محمد فتحیاب۔ محمد کی آخری جیت۔ محمد ہی کا نام آخر جہان تک سلامت ہے۔

حسن نظامی

نپولین اعظم

مسٹر ایف سی ایبٹ کی مشہور عالم تصنیف کا ترجمہ۔ اس اولوالعزم سپہ سالار فاتح اعظم اور بیدار مغز کے رزم و بزم، سیاست و تدبر، علم و فضل، قہاری و جباری، رحم و کرم کا ایک دلکش اور دل آویز مرقع ہے اور لطف یہ کہ کورانہ طرفداری اور بیجا مدح سے پاک صاف ہے۔ اسکے پڑھنے سے طبیعت میں جوش، دل میں امنگ پیدا ہوتی ہے اور بے انتہا سبق آموز ہے۔ ترجمہ پانچ جلدوں میں ہے ضخامت سوا دو ہزار صفحے لکھائی چھپائی اچھی۔ قیمت جلد اول عہ جلد دوم ؎ جلد سوم ؎ جلد چہارم ؎ جلد پنجم ؎ کل ؎ جلد طلب کیجئے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

[illegible]

وہ نورِ ذاتِ مطلق کس کس ادا میں آیا

وہ نورِ ذاتِ مطلق کس کس ادا میں آیا
تھی ابتدا اُسی سے جو انتہا میں آیا

تصویرِ حسن بنکر شیدا کیا جہاں کو
تاثیرِ عشق ہوکر آہ رسا میں آیا

پیرِ مغاں بنا وہ میخانۂ ازل میں
مستِ الست ہوکر قالوا بلے میں آیا

آدمؑ اُسی کی صورت حوّاؑ اُسی کا جلوہ
اپنی بقا جتانے وارِ فنا میں آیا

کشتی کی شکل میں تھا خود نا خدائے کشتی
طوفانِ نوحؑ بنکر آب ہوا میں آیا

کیا کیا ستم کیئے ہیں آری کی شکل ہوکر
ایوبؑ ہو کے شانِ صبر و رضا میں آیا

اک بت پہ رکھ کے چُھتا خود بتکدے کو توڑا
پھر بیچ بلغ آتش ٹھنڈی ہوا میں آیا

اپنا ذبیح تھا وہ تیغ ادا سے اپنی
خود اپنے بسملوں کی وہ خوں بہا میں آیا

خود عشق میں زلیخا خود حسن میں تھا یوسفؑ
یعقوبؑ بن کے خود ہی آہ و بکا میں آیا

سینا میں جا کے چمکا موسیٰؑ کا روپ دھارا
عیسیٰؑ نفس بنا اور قم کی صدا میں آیا

تھا ایک نور جس کی پھیلی تھیں شعاعیں
جو آفتاب بنکر غارِ حرا میں آیا

جو میم احمدی کے پردے میں چھپ رہا ہے
اب غور کرکے دیکھو وہ کون ہے وہ کیا ہے

تاباں ازمرار چھاؤنی

[illegible]

اے زرخت شمس و قمر مستنیر

اے زرخت شمس و قمر مستنیر
جن و ملک در خمِ زلفت اسیر

روئے تو آئینۂ قدرت نما
موئے تو بر سمن مشک خطا

مرہم زخم جگر خستگان | ناخن تدبیر گرہ بستگان
والہ و شیدائے تو رب جلیل | سرمہ کش خاک درت جبرئیل
باعث صد ناز جہان آفرین | تابع فرمان تو چرخ برین
گوہر تاج سر پیغمبران | قبلۂ جان کعبۂ دین پروران
سرور کونین گدایان پناہ | دلق بہ بر خسرو زرین کلاہ
گوہر اکلیل شریعت توئی | طرۂ دستار حقیقت توئی
موسیٰ و داؤد ہمیں چاکرت | معجز عیسیٰ لب جان پرورت
شمع ز شمع دگر آرد ضیا | نور تو از نور خدا شد جدا
زندہ کنی مردۂ صد سالہ را | درد تو ہر رنج و الم را دوا
صورت آئینۂ نور خدا | عکس جمال تو ہمہ ما سوا
نور تو پیش از ہمہ بعد از خدا | علت نمائی ہمہ ما سوا
احمد بے میم محمد لقب | فخر رسل سرور کل خاص رب
کوئے تو منزل گہ قدوسیان | روئے تو سجدہ گہ کروبیان
در شب معراج تو بشتافتی | کون و مکان زیر قدم یافتی
عرش ز پایت شرف اندوختہ | چہرۂ عیش و طرب افروختہ
شد ز ازل محو جمالت خدا | دور شد اسباب دوئی بر ملا
سرمۂ مازاغ بہ چشمت کشید | چشم چنین کحل چنین کس ندید
رحم بہ فرمائے بحال حزین | چند بود خاطرم اندوہگین
در پے جور و ستم این چرخ دون | خوار و ذلیلم ز بخت نگون
گوہر مقصود بخاک اوفتاد | اختر بختم بزمین رو نہاد
رفعتم آمد بہ سر افگندگی | خواجگیم شد بدر بندگی

خذ بیدی اے شہ ہر دو سرا
دور مپسند از در درگہ مرا
سینہ فگار است و دلم داغدار
بشگفد از فضل تو چوں نوبہار
گشت ز صد جرم و معاصی فزوں
چوں نہ شوم غرق بدریائے خوں
سوئے گدا او دیدہ رحمت کشا
عفو بکن ایں ہمہ جرم و خطا
اے کہ فدایت دل و جاں ہائے پاک
خاک رہت کوثر اندوہناک

کوثر از خیرآباد

ثنائے مصطفیٰ

وہ زباں شیریں ہے جس پر ہو ثنائے مصطفیٰ
وہ دل آئینہ ہے جس میں ہو ولائے مصطفیٰ
کوشش بے سود ہے حاصل بجز رحمت میں
چارہ گر ہے دل میں مرے درد لادوائے مصطفیٰ
دید کی حسرت نکل جائے یہاں بھی یا خدا
مجکو رویا میں نظر آئے لقائے مصطفیٰ
دیدۂ تر فرش ہو اُسکا جو پہنچا عرش تک
منفعل ہوں۔ ہو دل صد چاک جائے مصطفیٰ
میں رہوں پابوس سے محروم یوں ہی یا نصیب
اور چومے آسماں نعلین پائے مصطفیٰ
اُسکا کیا کہنا ہو جس میں نور خورشید ازل
جان و دل قربان چشم سرمہ سائے مصطفیٰ
عرش تک پہنچی بڑھی یہ عزت و توقیر شاں
خاک لیکن خاکِ پاک کفش پائے مصطفیٰ
ایسی شان اللہ اکبر دیکھئے قرآن کو
کی ہے کیسی حق تعالےٰ نے ثنائے مصطفیٰ
اپنا دین ایسا ہی جس سے دلکو اطمینان ہے
مصطفیٰ اپنے نبی ہیں دل فدائے مصطفیٰ
سر اسی کو کہئے جس سر میں ہو سودا آپ کا
دل اُسی کو کہئے جس دل میں ہو جائے مصطفیٰ
اللہ اللہ آپ کا حلم آپ کا صبر و رضا
مرضی حق کے موافق تھی رضائے مصطفیٰ
طور پر موسیٰ نے دیکھا جلوۂ نور خدا
آرزو ہے دل میں ہم دیکھیں لقائے مصطفیٰ

خلعت الفقر فخری سے طبیعت ہی غیور — مالِ دنیا سے ہی مستغنی گدائے مصطفیٰ
میں غلامِ مصطفیٰ ہوں کیا مجھے دہر کا غم ذہینؔ — بس ہے بخشش کیلیے مجھکو ولائے مصطفیٰ

غلام مصطفیٰ ذہینؔ از حیدرآباد دکن

ذرہ کوئے محمدؐ سے ہی کمتر آفتاب

اے فلک نازاں عبث ہی اپنی ضو پر آفتاب — ذرہ کوئے محمدؐ سے ہی کمتر آفتاب
دیکھ لے گر آپکا روئے منور آفتاب — صورتِ آئینہ ہو حیران و ششدر آفتاب
روبروئے روئے محمدؐ کے ہی دن بھر آفتاب — ورد قرآں میں رہا کرتا ہے اکثر آفتاب
ذرہ نورِ حبیبِ حق سے بنکر آفتاب — ہی ضیا بخش مہ و انجم فلک پر آفتاب
دامنِ حضرت کے سایہ کے تلے ہو جاؤنگا — حشر کے دن آئیگا جو وقت سر پر آفتاب
عارضِ شمس الضحیٰ کا وصف کہنا ہی مجھے — دے کوئی مجھکو فلک سے کاغذِ زر آفتاب
ہیں لبِ دندانِ حضرت سے خجل لعل و گہر — ہی رخِ حضرت سے شرمندہ فلک پر آفتاب
رعبِ فخرِ عارضِ شمس الضحیٰ سے دیکھنا — کانپتا ہی مرتعش کی طرح تھر تھر آفتاب
شائقِ دیدار عشاقِ رسول اللہ ہے — روز میری قبر پہ کیونکر نہ آئے آفتاب
سر کو سنگِ آستانِ شاہ پر رگڑا کرے — اس سے بڑھکر گر ہوا چاہے منور آفتاب
دیکھ لوں گر جلوۂ مہرِ رخِ شمس الضحیٰ — میری قسمت کا ستارہ ہو چمک کر آفتاب
کوچۂ حضرت کا ذرہ آفتابِ عرش ہے — کیوں عبث نازاں ہی تو چرخِ فلک پر آفتاب
ذرۂ خاکِ درِ اقدس سے پانے کو فروغ — روز اُنکے در پہ جاتا ہے کھلے سر آفتاب
چمکے گر آئینہ نقشِ کفِ پائے نبیؐ — اے فلک ہو شرم سے تیرا مکدر آفتاب
دل میں رکھتا ہوں جو داغِ ہجرِ احمدؐ ای حسنؔ — ظلمتِ مرقد میں چمکے گا یہ بن کر آفتاب

محمد وجیہ الحسن حسن از فیض پور

۱۳۸۶ء

علمک مالم تکن تعلم

نبیؐ کا علم کیا ہے؟ علمک مالم تکن تعلم
خدا نے خود کہا ہے "علمک مالم تکن تعلم"
ملا اُمّی کو حصّہ مکتب علم لدنی سے
کہ شانِ مصطفےٰ ہے "علمک مالم تکن تعلم"
رسول ہاشمی تلمیذِ استادِ ازل ہے تو
سبق تو نے پڑھا ہے "علمک مالم تکن تعلم"
کسی کو بحث کیا ہوگی محمدؐ کی نبوت میں
کہ ناطق فیصلہ ہے "علمک مالم تکن تعلم"
نہ ڈالے تاکہ شک میں مسئلہ تعلیم سرور کا
اشاب کر دیا ہے "علمک مالم تکن تعلم"
وہ فخرِ کائنات آگاہ تھا ہر رازِ قدرت سے
یہ ثابت کر رہا ہے "علمک مالم تکن تعلم"
نہیں پوشیدہ حضرت عزیز اسرار حق اعلیٰ
کہ فرمانِ خدا ہے "علمک مالم تکن تعلم"

عزیز۔ مخدومی ازامرت سر

۱۳۸۶ء

زاری فراق

اے رسولِ عربی۔ ہاشمی و مطلبی
لقبت امی و قربان تو اُمی و ابی
نظرِ لطف تو بر ہر عربی و عجمی
گاہ باشد کہ مرا ہم بہ درخود طلبی

بره ہجر تو خونے کہ فشاند دلِ من
دلِ من واند و من دانم و داند دلِ من

دیکھ لے آکے ذرا صورت بیمارِ فراق
جلد چل ہو نہ کہیں رخصت بیمار فراق
کیا کہوں تجھ سے میں کیفیت بیمار فراق
قابلِ شرح نہیں حالت بیمار فراق

آتش از سوزِ فراق تو کہ دارد دلِ من

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

کسی بیکس کی دعا میں بھی اثر ہی کہ نہیں؟ دور افتادہ پہ بھی تیری نظر ہی کہ نہیں؟
دیکھ تو حال مرا نوع دگر ہے کہ نہیں؟ کچھ تجھے بھی مری آہوں کی خبر ہی کہ نہیں؟

آہ جاں کاہ کہ از درد برآرد دلِ من

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

رنگ کی طرح نگاہوں سے اُڑا جاتا ہوں میں مزار سر رہ ہوں کہ مٹا جاتا ہوں
ٹیس وہ ہوتی ہی دلمیں کہ مرا جاتا ہوں صورتِ شمع تپ غم سے جلا جاتا ہوں

چہ و ہم شرح بہ سوزے کہ بسازد دلِ من

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

نہ رُکوں گرچہ ادب لاکھ کہی "دیکھ سنبھل" سامنے روضۂ اقدس کے گروں سر کے بل
درد سر کیلئے ہو خاکِ مدینہ صندل یہ تمنائے مفصل کا مرے ہے مجمل

آہ یک یک چہ بگویم کہ چہ خواہد دلِ من

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

دونوں عالم میں کیا حق نے سرافراز مجھے اپنی رحمت سے دیا خلعت اعزاز مجھے
بس ہے اِک تیری نگاہ غلط انداز مجھے امتی ہوں ترا۔ تقدیر پہ ہے ناز مجھے

بغلامی تو ز انسان کہ بنازد دلِ من

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

تیرا عاشق کبھی بدنام ہو۔ رسوا ہو کبھی مرض عشق کا یارب نہ مداوا ہو کبھی
ہاں مرادرد نہ منت کش عیسےٰ ہو کبھی اے مسیحا ترا بیمار نہ اچھا ہو کبھی

لذتِ درد محبت کہ بیابد دلِ من

دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

کرتی ہیں میری تمناؤں کا اظہار آنکھیں — حسرت دید میں ہیں نقش بدیوار آنکھیں
بند ہوتی ہی نہیں آہ طلبگار آنکھیں — بعد مُردن بھی کھلی ہیں بے دیدار آنکھیں

اشتیاقے کہ بہ دیدار تو دارد دل من
دل من داند و من دانم و داند دل من

امجد از حیدرآباد دکن

مدینہ کا سفر

اللہ اللہ مری قسمت کہاں لائی دیکھو — بعد مدت مری امید بر آئی دیکھو
ناخن بخت نے کی عقدہ کشائی دیکھو — در جاناں پہ ہوئی آج رسائی دیکھو

سامنے گلشن طیبہ جو نظر آتا ہے
غنچۂ خاطر پژمردہ کھلا جاتا ہے

آج ہے سامنے آنکھوں کے وہ دلکش منظر — فرط شادی سے مرے بس میں نہ دل ہے نہ جگر
الحمد للہ مٹے دل سے سب آلام سفر — بن گئے خار و خس راہ گل تازہ و تر

روح بے چین ہے سینے سے نکلنے کیلئے
شوق کہتا ہے مجھے سر کے بل چلنے کیلئے

پیشوائی کو مری آئی ہوائے جنت — تاکہ آغوش محبت میں سُلائے جنت
اب نہیں جچتی نگاہوں میں فضائے جنت — گرچہ رضواں مجھے سو بار دکھائے جنت

کُھب گئی ہے مری آنکھوں میں بہار طیبہ
باغ فردوس سے بڑھکر ہے دیار طیبہ

دیکھو ہے یہی مرقوم سر عرش بریں — دل سے اللہ کو مرغوب ہے طیبہ کی زمیں

حسن میں حوروں سے بڑھکر ہیں مدینے کے حسیں نور اللہ کا دن رات برستا ہے یہیں
بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک روضۂ شاہنشاہ ست

شمع ساں جب غمِ دوری سے پگھلتا تھا میں سر سے چلتا تھا کبھی آنکھوں سے چلتا تھا میں
یا نبیؐ کہہ کے جو گرتا تھا سنبھلتا تھا میں پیچھے رہتی تھی صبا آگے نکلتا تھا میں
شکر ہے ختم ہوئی آج مصیبت میری
صبحِ عیش سے بدلی شبِ غربت میری

کھولے کیا چرخ پہ حورانِ جناں نے گیسو دفعتہً چھا گئیں صحرا میں گھٹائیں ہر سو
ہر طرف پھیل گئی پیرہنِ حور کی بو مست و بے خود ہوئے خوشبو سے حرم کے آہو
آئی آواز کہ لو منزلِ مقصود ہے یہ
جستجو جس کی تھی دن رات وہ موجود ہے یہ

شکر کی جا ہے سفر میرا ہوا آج تمام سر کے بل چلتا ہوں اینجا کہ ادب کا ہے مقام
گنبدِ سبز میں آرام میں ہیں شاہِ انام حاضر اس در پہ ملائک ہیں بشکلِ خدام
مدح حضرت کی خدائے دو جہاں کرتا ہے
عظمت و شان کو قرآں میں بیاں کرتا ہے

اپنا محبوب خدا نے انہیں فرمایا ہے شبِ معراج میں کس شوق سے بلوایا ہے
آپ کی شان میں لولاک لما آیا ہے شافعِ عرصۂ محشر کا لقب پایا ہے
خلق سے افضل و اعلیٰ ہے وہ ذاتِ حضرت
کس کا منہ ہے جو کرے مدحِ صفاتِ حضرت

اے مرے شاہ، مدینے کے بسانے والے گمرہوں کو رہِ فردوس بتانے والے
اپنی امت کے لیے رنج اٹھانے والے اور گنہگاروں کو دوزخ سے بچانے والے

رخ انور سے نقاب آج اٹھا دو آقا

اپنا جلوہ مجھے للہ دکھا دو آقا

ہوں مصیبت میں مدد کو مری آؤ شاہا ۔ درد کی تم ہو دوا بگڑی بناؤ شاہا

تشنہ ہوں شربت دیدار پلاؤ شاہا ۔ راہ بھولا ہوں مجھے راہ بتاؤ شاہا

چھوڑ کر آپ کی چوکھٹ کو رسا جائے کہاں

در اقدس کے سوا سر کو یہ ٹکرائے کہاں

یا نبی آپ پہ قربان ہوں سو جان سے ہی ۔ دشت طیبہ میں ہو مسکن مرا سودا ہے یہی

در پہ حاضر رہوں تا زیست ارادہ ہے یہی ۔ ہو مرا خاتمہ بالخیر تمنا ہے یہی

چشم رحمت سے تمہارا جو اشارا ہو جائے

بحر عصیاں سے مرا پار سفینا ہو جائے

سید محمد اسمعیل رسا ہمدانی از گیا

محفل میلاد

شعار اہل شریعت ہے محفل میلاد ۔ طریق اہل طریقت ہے محفل میلاد

ہے جنکو علم حقائق یہ معرفت ہے انہیں ۔ کہ شرح سر حقیقت ہے محفل میلاد

کیا نبی نے صحابہ میں ذکر مولد پاک ۔ کہاں مخالف سنت ہے محفل میلاد

عموم آیۂ فلیفرحو میں ہے داخل ۔ ظہور پاک کی فرحت ہے محفل میلاد

نبی سے ملتے ہیں جو کشف میں وہ کہتے ہیں ۔ پسند خاطر حضرت ہے محفل میلاد

یہ تجربہ ہے بہت اولیائے کامل کا ۔ کہ ہر بلا سے حمایت ہے محفل میلاد

[illegible] ۔ [illegible] ہے محفل میلاد

اب اُن کی کون سُنے جو مخالف جمہور کہیں کہ سیئہ بدعت ہے محفل میلاد
عقیدہ اپنا تو رکہیں گے ہم سلف کا سا کہیں گے عین ہدایت ہے محفل میلاد
جو ایک ہو تو کہوں فیض بے نہایت ہر شفا ہی خیر ہے برکت ہے محفل میلاد
الگ جو اس سے ہو اس کا گلہ نکر بیدل
کہ کرتا صاحب قسمت ہی محفل میلاد

محمد عبدالسمیع بیدل رامپوری

موسم کا بہترین تحفہ

ارمغان سرما

یہ ایک بے مثل کتاب ہی۔ جس میں مشاہیر اطبائے کرام کے وہ تجربات جو خاص موسم سرما کے متعلق ہیں اور جنہیں آپ سینکڑوں روپے اور کافی وقت صرف کرنے پر بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے جمع کئے گئے ہیں۔ اگر آپ تقویت باہ، جریان سوزاک، آتشک اور نامردی وغیرہ کے صحیح نسخوں کے خواہشمند ہیں تو اسے منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

قیمت چار آنے علاوہ محصول

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کم ٹو موت

جیسا نام ہے ویسی ہی کتاب ہے، حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور مصور غم علامہ راشد الخیری و مولانا عارف حسن صاحب کے مضامین کا وہ دردناک مجموعہ ہے جس میں موت کے ہیبت ناک واقعات کی تصویریں کھینچی گئی ہیں ممتاز نور جہاں کا مرنا، تو اس قدر دردناک پیرایہ میں خواجہ صاحب نے قلمبند کیا ہے کہ شاید اس سے پہلے کبھی ایسا اثر خیز مضمون خواجہ صاحب کے قلم سے نہیں نکلا۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسلام کا انجام

مصر کے شیخ المشائخ حضرت علامہ توفیق بکری کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے صوفی اسلام کے انجام کی نسبت کیسی فلسفیانہ مدبرانہ رائے رکھتے ہیں اور ان کے دماغ کا پایہ ہندوستانی مشائخ سے کتنا بلند ہے۔ یہ کتاب بھی شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ اب دوبارہ چھپی ہے قیمت ۶/

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

غدر دہلی کے افسانے باتصویر

یہ کتاب غم اور عبرت کی داستان ہے دہلی کے غدر ۵۷ء میں بیگمات اور شاہی خاندان پر جو مصیبتیں پڑیں ان کا سچا حال خود ان لوگوں کی زبانی سنکر حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مشہور طرز تحریر میں لکھا ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں قیمت حصہ اول ۱۲/ حصہ دوم ۶/

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رسول عیدی

یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے جس میں مزیدار نظم و نثر بچوں کے خوش ہونے اور دینی محبت کے پیدا ہونے کی درج ہوئی ہے کئی دفعہ چھپ چکی ہے عیدین اور عید میلاد کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرتے ہیں قیمت ۲/

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مرادآباد میں مردہ زندہ ہوگیا

میں سالگرام ساکن مرادآباد پانچ سال سے سستی نامردی جریان احتلام کجی وغیرہ میں مبتلا ہو کر بظاہر زندہ مگر بہ باطن مردہ تھا صدہا علاج کیے مگر فائدہ نہ ہوا آخر حکیم دوست محمد خاں کا بکس اکسیر باہ مردہ زندہ کر بل شیشی مشمولہ چالیس گولیاں و شیشی طلا استعمال کی حلف سے لکھتا ہوں کہ تین یوم میں مجکو سب امراض سے فائدہ ہو گیا لہذا جو لوگ مندرجہ بالا امراض میں مبتلا ہیں بہت جلد حکیم صاحب سے بکس اکسیر باہ منگوا کر استعمال کریں حکماً آرام ہوگا بکس اکسیر باہ سستی و نامردی جریان احتلام کجی وغیرہ کی ایک نہایت مجرب المجرب بے نظیر دوا ہے۔ انگریزی ڈاکٹروں مہاراجوں و حکیموں نے منگوائی ہے اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہوگی قیمت بکس اکسیر باہ مبلغ پانچ روپیہ ہے مگر تھوڑے دنوں تک ۲ روپے جلدی کریں تاکید ہے یہ دوا ہر موسم میں یکساں مفید ہے **اکسیر خنازیر** کنٹھ مالا گل کنٹھ کی مجرب دوا ایک ہفتہ میں کلیۃً آرام قیمت پانچ روپیہ **خوبصورت بنانے والا بکس** اس کے استعمال سے چہرہ کے کیل مہاسے۔ چھائیں مسہ وغیرہ وغیرہ سب دور ہو کر چہرہ مثل گلاب کے پھول کے سرخ و سفید ہو جاتا ہے قیمت فی بکس عہ **اکسیر مرگی** مرگی کی نہایت مجرب دوا قیمت فی بکس عہ **اکسیر دمہ** کھانسی پرانا دمہ ضیق النفس زکام نزلہ ضعف دماغ کی شرطیہ دوا قیمت ۲؎ **اکسیر سوزاک و قرحہ** سوزاک پیپ جلن بول قرحہ کی مجرب المجرب دوا۔ دو گھنٹہ میں آرام قیمت ۲؎

پتہ حکیم مولوی دوست محمد خاں (خاندانی) ڈاکخانہ ارم ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور (پنجاب)

فیشن میں داخل ہو گیا معزز جنٹلمینوں نے جہاں کوٹ پتلون اچکن شیروانی مفلر ٹائی کالر وغیرہ فیشن میں داخل کر رکھا ہے

پری جمال صابن

کا استعمال کرنا بھی فیشن میں داخل ہو گیا اور خاص طور سے مانا جاتا ہے سبب یہ ہے کہ پری جمال صابن حسن و خوبصورتی پیدا کرنے اور چہرے کو گلرنگ بنانے اور رنگت نکھارنے میں خاص کامیابی حاصل کر چکا ہے چہرہ کے تمام مہاسے چھائیاں چند روز میں کھو دیتا ہے تازہ پھولوں اور نفیس خوشبوؤں سے طیار کیا جاتا ہے قیمت فی بکس مع تین ٹکیہ صابن دانی عہ (ایک روپیہ) **پتہ مہتمم دواخانہ نور رتن دہلی**

چاندی کے زیورات

بٹن چاندی کے کرتے کے زنجیریں اور چاندی کے چار بٹن مع ایک بار یا زنجیر کے ملنوں میں ڈائمنڈ کٹ قیمت عہ بٹن قمیص یا کرتے کے چار بٹن پھولدار پاکیزہ نہایت عمدہ فی سٹ ایک روپیہ **سونے کی ناک کی کیلیں** بخالص سونے کی ہیں نزاکت اور خوبصورتی میں لاجواب ہیں خاص حسن کا سنگھار ہیں قیمت درجہ اول ہیرا کٹ اول درجہ کی قیمت ۲؎ دوم درجہ کی ۱؎ محصول ڈاک الگ **ایچ محمد یوسف خاں منیجر شہرت ایجنسی دہلی** -

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

حیات بعد الموت

جس کا
انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میریٹ کی
کتاب

دیر از نو ڈیتھ

سے
مسٹر اختر محمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے
ضخامت قریباً چھہ سو صفحے اصل قیمت چار روپے (للعہ)

۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ تک درخواست کرنے والونکو صرف عہ میں
دیجائے گی بشرطیکہ وہ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں یا اس اعلان کا حوالہ دیکر وی پی
منگوائیں۔ محصول بہر صورت بذمہ خریدار۔

المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

الجمعیۃ تبرۃ اللمع

خطیب

مدیر۔ ملا محمد الواحدی

اردو کا تنہا ہفتہ وار رسالہ

جس میں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی مضامین کی اشاعت کے علاوہ واقعات پر بڑے وزنی اور شاندار طریقے سے رائے زنی بھی کی جاتی ہے۔ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی و مصور غم علامہ راشد الخیری خطیب سے زیادہ کہیں نہیں لکھتے ان کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے تمام مشہور انشاپردازوں کی قلمی اعانت اسے حاصل ہے۔

چندہ بہت کم یعنی سالانہ ۲ سے ششماہی عہ نمونہ مفت

ملنے

منیجر خطیب دہلی

نظام المشائخ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء **محمد الواحدی** دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی

مقام اشاعت دفتر سلطنت دہلی کوچہ چیلان
مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

جنگی بخار کے بعد

جنگی بخار سے تندرست ہونے کے بعد اگر آپ اس کمزوری اور خرابی کو جو اس بخار کا لازمی نتیجہ ہے اور عرصہ تک [illegible] رہتی ہے دور کرنا چاہتے ہیں تو

ماء اللحم خاص الخاص

استعمال کیجئے یہ حاذق الملک جناب حکیم محمد اجمل خانصاحب کے خاندانی مجرب نسخہ کے بموجب ہندوستانی دواخانہ دہلی میں خالص اجزا سے طیار کیا گیا ہے

منیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی سے طلب فرمائیے

قیمت فی بوتل پانچروپے محصول و پیکنگ علاوہ (خواہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے منگائیے یا ریل میں)

نوٹ جنگی بخار سے تندرست ہونیکے مہینہ ڈیڑہ مہینے بعد اس ماء اللحم کا استعمال زیادہ فوائد رکھتا ہے تندرست ہوتے ہی اسے شروع کردینا ٹھیک نہوگا۔

ماء اللحم خاص الخاص کیا ہے؟

اعلی درجہ کی مقوی دوا اور نہایت نفیس و زود ہضم غذا ہے دل، دماغ، جگر و معدہ کے لیے تازہ طاقت مہیا کرتا ہے جسم میں نیا اور اچھا خون پیدا کرتا ہے قوت مردانہ کو برانگیختہ کرنے میں یہ دنیا کی بہترین چیز ہے اور بے ضرر مسالے کے قیمتی اجزا اس میں شامل ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اسے خریدنے والے ہمیشہ ہمیشہ کو اسکے قدردان ہوجاتے ہیں انسانی زندگی میں لطف و خوشی کا عنصر کم ہوگیا ہو تو بس پھر اس ماء اللحم کے اثر اور کیفیت کو دیکھئے، پانچ تولہ سے سات تولہ تک بقدر ضرورت مصری ڈالکر پینا چاہئے اور جنگی بخار کے بعد تو صرف تین تولہ سے شروع کیجئے۔

منگاتے وقت یہ پورا پتہ لکھئے: **منیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی**

سلہ اسے فرمائش میں کھول دینا مناسب ہوگا۔

نئے سال کی درویش جنتری چھپ گئی

اور ۱۳۴۳ھ بھی چل رہا ہے آج ہی ایک کارڈ لکھکر نئے اسلامی سال کی درویش جنتری منگا لیجئے تاکہ ابتدائے سال ہی سے آپ اس کی مفید ہدایات پر عمل شروع کردیں جن لوگوں نے سالہائے گزشتہ کی درویش جنتری دیکھی ہے وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی موجودہ حالت اور انکی موجودہ دینی ضروریات کے لحاظ سے اس وقت فی الحقیقت ہندوستان میں کوئی جنتری **درویش جنتری** سے بہتر شائع نہیں ہوئی بیہودہ عقاید فضول توہمات مضر رسوم کی اصلاح کرنے والی اور دینی و دنیوی امور میں مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلانیوالی یہی ایک جنتری ہے جس کا ہر صفحہ پڑھنے کے قابل اور ہر سطر کارآمد و دلچسپ ہوتی ہے خصوصاً ۱۳۴۳ھ کی درویش جنتری تو بفضلہ تعالیٰ ایسی خوش اسلوبی سے تیار ہوئی ہے کہ انشاءاللہ ہر ایک سمجھدار مسلمان اسے بیحد پسند کریگا۔ دینی معلومات اور دلچسپ اصلاحی مضامین کا کافی ذخیرہ ہے دوسری قسم کی دلچسپیاں بھی معمول سے زائد ہیں۔ کئی مضمون نہایت قابل قدر ہیں لکھائی چھپائی بھی عمدہ ہے اور پھر قیمت بھی باوجود گرانی کاغذ کے صرف چھ آنہ ہے ([illegible])

فہرست مضامین

درویش جنتری ۱۳۴۳ھ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ از مولف	۸	چھوت چھات	۱۴
تاریخ کی ضرورت	۹	قواعد ڈاکخانہ و تار برقی	۱۹
سن ہجری کی ابتدا کیونکر ہوئی	۹	ایک ان کی تنخواہ نکالنے کی جدول	۱۹
سن ہجری کے استعمال کی ضرورت	۱۰	تاریخہائے سنین ہجری و عیسوی و الہی و	۲۰
سال قمری کو سال شمسی پر کیوں ترجیح دیگئی	۱۰	فصلی و بکرمی مع اوقات نماز پنجگانہ و سحر	
رمضان المبارک کا دورہ مختلف موسموں میں	۱۱	و افطار و تواریخ اعراس بزرگان دین	تا
غیب کی خبریں	۱۱	و مشاہیر اسلام و تقریبات قومی و کیفیات	
شگون نیک و بد	۱۲	وغیرہ ہدایات بابت محرم الحرام	۲۲
سعادت اور نحوست	۱۳	فرزند رسول کی وفات اور سورج گرہن	۲۳
آیات قرآنی کا بیجا استعمال	۱۴	ہدایات بابت ماہ صفر المظفر	۲۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہدایت بابت ماہ ربیع الاول	۲۵	مسائل نماز عیدین	۳۹
مسجد نبوی کی تعمیر	۲۵	ہدایات بابتہ ماہ ذی الحجہ	۴۳
ابن ام مکتوم	۲۵	قربانی کے احکام و مسائل	۴۳
ہدایات بابت ماہ ربیع الثانی	۲۶	اشیاء استعمالی کی قیمت نکالنے کا نقشہ	۴۴
ڈھائی آنہ کی شکر پر نیاز	۲۷	بارہ سو برس کی عیسوی جنتری	۴۴
حضرت خالد ابن ولید کی پاکیزہ مثال	۲۹	پیسا کے مینار کا نقشہ جو آٹھ سو برس سے	
دنیا کی آسودگی و خوشحالی	۲۹	جھکا ہوا ہے	۴۶
کن امور میں تعجیل اولیٰ ہے	۳۰	الپ ارسلان کی دلچسپ سوانحعمری اور	
سردی کی وداع	۳۱	اس کے جنگی کارنامے	۵۱
گرمی کی نماز	۳۱	کتا بو نیز غصہ	۵۵
کیا پرندوں کا چھڑانا ثواب ہے	۳۱	نزع کی بیقراری جانکنی کا وقت	۵۶
ہدایات بابت ماہ رجب المرجب	۳۳	حضرت سرمد شہید	۵۷
اوپری خلل	۳۳	تماشا دیوہ	۵۸
ہدایات بابتہ ماہ شعبان المعظم	۳۵	سودا بیچنے والی مشینوں کے حیرت انگیز کام	۵۸
شب برات	۳۵	سود در سود کا کرشمہ	۶۱
قرآن مجید کی تلاوت	۳۵	ریل کے سفر کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
ہدایات بابت ماہ رمضان المبارک	۳۷	کھانے پینے کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
روزہ کے آداب و مسائل	۳۷	روزمرہ کی ضرورتیں	۶۱
مسائل تراویح	۳۹	تاریخی لطیفے	۶۲
ہدایات بابتہ ماہ شوال المکرم	۳۹	دلچسپ باتیں	۶۲
مسائل صدقہ فطر	۳۹	اشتہارات کتب و ادویہ وغیرہ	

قیمت صرف چھ آنے

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

۹۸۶ء

نظام المشائخ

جلد ۲ | بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۷ہجری مقدس | نمبر ۴

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فریاد	جناب مولانا عزیز مخدومی امرت سری	۳
۲	جوشِ رحمت	جناب مولانا احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۴
۳	رباعیات	ایضاً	۵
۴	توبہ	جناب مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی	۶
۵	غزل و رباعی	جناب قاضی بدرالحسن صاحب بدر جلالی بی اے مرادآبادی	۱۲
۶	تقلید	جناب مولانا حاجی محمد اسد صاحب کاکاخیل اویسی	۱۳
۷	تضمین	جناب مولوی محمد شفیع الدین خانصاحب مرادآبادی	۲۴
۸	کلمات حضرت شیخ اکبر	ایضاً	۲۵
۹	مساوات اسلامی	جناب مولانا عزیز لکھنوی۔ "لسان الہند"	۲۸
۱۰	رویائے صالحین	جناب مولوی عارف حسن صاحب عارف ہسوی	۲۹
۱۱	ثمرہ نافرمانی	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب آوچ گیاوی	۳۵
۱۲	سیدنا ابراہیمؑ	جناب مولوی محمد یوسف صاحب کاتب عظیم آبادی	۳۷
۱۳	نعت	جناب مولانا کوثر خیرآبادی	۴۹
۱۴	شیخ المشائخ رحمکارح	جناب حاجی محمد اللہ صاحب کاکاخیل اویسی	۵۰
۱۵	سیر بغداد	جناب سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب رسا ہمدانی	۶۱
۱۶	دل کا مطلب	منیجر	۶۳

خضاب ثرت پھرت

خضابوں کے اشتہار پڑھتے پڑھتے خلقت کی عمریں بیت گئیں بال سیاہ سے سفید ہوگئے مگر بے عیب، آسان بے ضرر اور جلدی اثر کرنے والا آجتک کوئی خضاب میسر نہ آیا۔ کسی میں بدبو کا عیب کسی میں گھنٹوں باندھے رکھنے کا جھنجھٹ کسی میں ٹھوڑی کو کمزور کرنیکا نقصان، کوئی جلد میں دھبا ڈال دیتا ہے جو چہرہ کو عیبدار کر دیتے ہیں۔ کوئی نزلہ پیدا کرتا ہے اور آنکھیں دکھنے آجاتی ہیں۔ اور ایسا خضاب تو ایک بھی نہیں جسمیں استرا برہ کا جھگڑا نہ رہے۔ یعنی پہلے خضاب کا استر لگایا جاتا ہو۔ اور پھر کچھ دیر بعد ابرہ کا استعمال ہوتا ہو جس سے کامی آدمیوں کو تضییع اوقات میں کوفت ہوتی ہے۔

ثرت پھرت خضاب اسم بامسمیٰ خضاب ہے۔ یعنی آناً فاناً میں بال سیاہ کر دیتا ہے۔ اور مذکورہ جھگڑوں اور تکلیفوں اور نقصانوں میں سے کسی ایک کا بھی اسمیں دخل نہیں ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کی بیاض خاص کا یہ نسخہ ہے جیسا وہ بادشاہ نفاست پسند تھا ویسا ہی یہ خضاب ہے کہ بدبو نام کو نہیں ایک عرق ہے جو برش سے لگایا جاتا ہے۔ لگانیکے بعد سوکھنے تک بس چند منٹ کی دیر ہوتی ہے۔ اسکے بعد بال سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے سیاہ کہ کوئی شخص خضاب کا شبہ تک نہیں کر سکتا کیونکہ بالوں میں سختی اور کھرا پن نہیں رہتا ریشم کی سی نرمی اور اصلی شباب کی سی چمک نظر آتی ہے۔

خضابوں کا قاعدہ ہے کہ چند روز کے بعد جب خضاب کا اثر کم ہونا شروع ہوتا ہے تو بالوں کی رنگت بھوری اور نہایت بدنما نکل آتی ہے اسمیں یہ عیب نہیں ہے بلکہ خضاب کا اثر کم ہونیکے بعد بھی خوشنما رنگ نمودار ہوتا ہے۔ جس کے بعد فوراً دوسری بار استعمال کر لینا چاہیے جلد پر دھبا نہیں پڑتا جہاں ذرا گیلے کپڑے سے صاف کیا فوراً صاف ہو جاتا ہے۔ سوکھنے تک جب بھی فوراً دھل جاتا ہے۔

قیمت فی شیشی کلاں ایک روپیہ چار آنہ۔ شیشی وسط عہ خورد ۸ ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

فریاد

ہند میں تنگ ہوں اب یا شہِ بطحا فریاد — میرے والی مرے آقا مرے داتا فریاد

سر ہو جائیگا دوزخ بخدا میں جسدم — حشر میں شافعِ محشر سے کرونگا فریاد

لے چلو ساتھ تم اے قافلہ والو مجکو — رہِ یثرب میں کرونگا جرس آسا فریاد

ہجر میں سرورِ عالم کے دلِ محزوں کا — شغل ہے صبح و مسا آہ و فغاں یا فریاد

اے نسیمِ سحری! قاصدِ عشاق ہے تو — روضۂ پاک کی جانب مری لیجا فریاد

عمر ہوتی ہے عزیزؔ آہ بسر شیون میں — دور افتادہ کی سن لیجیے شاہا فریاد

عزیز مخدومی از امرتسر

جوشِ رحمت

یا ملاذی کنتی قد استحییت من عبادی ولیس لہا غیری

سنا ہے کہ اک شخص تھا خوش خصال | خدا ترس و فرماں بر ذوالجلال
نہ بھاتا تھا اُسے کوئی دنیا کا کام | عبادت میں مصروف تھا صبح و شام
نکلتا نہ خلوت سے باہر کبھی | اُٹھاتا نہ سجدہ سے وہ سر کبھی
دعا کر رہا تھا یوں ہی ایک رات | اُٹھا کر سوئے آسماں دونوں ہات
سراپا تھا مصروف آہ و فغاں | صدا آئی اک غیب سے ناگہاں

برو در دعائے تو مقبول نیست | بخواری برو ـ یا بزاری بایست

مگر دُھن کے پکے نے چھوڑا نہ کام | رہا یوں ہی محوِ دعا صبح و شام
مرید ایک اُسکا تھا سادہ خیال | ہوا اُسکو اس سانحہ سے ملال
کہا پیر سے اپنے با صد ادب | کرو عمر کیوں رائیگاں بے سبب
عبادت کا سب حال معلوم ہے | کہ فیضِ اجابت سے محروم ہے
ابھی ہوش تم نے سنبھالا نہیں | نہ مانگو ـ جہاں دینے والا نہیں

چو پیر از مریدین سخنہا شنید | بسوز از جگر نعرہ برکشید

کہا آہ یاں سے کہاں جاؤں گا | کریم اس سے بڑھکر کہاں پاؤنگا
نصیحت بصد شوق تو کر مجھے | دکھا اس سے بہتر کوئی در مجھے
کہا اتنا ـ اور پھر بسوز و گداز | پکارا کہ اے خالق کارساز
نظر ہے مری تیری رحمت پہ بس | سوا تیرے ہے کون فریاد رس
تجھے کہتے ہیں سب غفور الرحیم | تو ہے رحم فرمائے حالِ سقیم

چو عاجز زبانم ندانم ترا | دریں بے کسی چوں نخوانم ترا

جگر غم سے جب تھام لیتا ہوں میں | تڑپ کر ترا نام لیتا ہوں میں
تسلی ہے میری ترے نام سے | نہ محروم کر رحمت عام سے
نہ دیکھوں گا حرماں کی شکل مہیب | نہ جاؤنگا اس در سے اے بے نصیب
یہ مانا کہ بے حد گنہگار ہوں | سزا تو جو دے میں سزاوار ہوں
مگر کر نہ دور اپنی درگاہ سے | نہ منہ پھیر اس معذرت خواہ سے

ترا بندہ از من بہ افتد بسے | مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے

سوا حد سے جب آہ و زاری ہوئی | غشی اس پہ اکبار طاری ہوئی
ہوا ہم بغل بخت بیدار سے | کسی نے کہا کان میں پیار سے
بیاں کر جو ہو آرزو یا امید | مرے بندے مجھ سے نہ ہو نا امید
دعا کوئی بیکار جاتی نہیں | یہاں نا امیدی سماتی نہیں
بلاتی ہے آ تجھکو رحمت مری | نہ جائے گی خالی عبادت تری

قبول است گرچہ ہنر نیستش | کہ جز ما پناہے دگر نیستش

امجد از حیدرآباد

رباعیات

ہوں خالق بحر و بر کا ہر اک کا نہیں | وابستہ ہوں ایک در کا ہر اک کا نہیں
کیوں غیر خدا سے اپنی حاجت چاہوں | بندہ ہوں میں ایک ہر کا ہر اک کا نہیں

—+—

وادم بہ تلاش تو صدا بر ہر در | در شوق وصال او دویدم در در
جائیش درچشم و چشم سویش نگراں | او در بر و من بانتظارش بر در

امجد از حیدرآباد

توبہ

قرآن مجید میں خداوند کریم فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی جناب میں خالص توبہ کرنی چاہیے تاکہ وہ جملہ گناہوں کو معاف فرماکر بہشت میں داخل کرے اور عیب پوشی تمام خطاؤں کی فرمائے۔

آیت میں لفظ آمنوا آیا ہے۔ اور اس سے مراد وہ تمام اشخاص ہیں جو خدائے تعالیٰ۔ جملہ انبیائے کرام اور خصوصاً حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ہی لوگ مسلمان ہیں۔ اور انہیں کے واسطے یہ حکم ہے۔

یہاں کل انسانوں سے بحث نہیں کیجاتی صرف مسلمانوں سے تعلق ہے ہمارا کیا واسطہ ہے۔ جناب رسالت مآب صلعم اور خدا سے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ دنیا میں ہمارے واسطے تمام سامان آسائش مہیا فرمادیا۔ ہم کون ہیں؟ عبد۔ جسکے معنی ہیں غلام۔ غلام اُس شخص کو کہتے ہیں۔ جسے کسی نے دام دیکر خرید لیا ہو۔ عقل چاہتی ہے کہ جب ہم کسی کو دام دیکر خرید لینگے خواہ وہ چیز جاندار ہو یا بے جان۔ تو اُسکے مالک کلی طور پر ہو جائینگے۔ چنانچہ بازار سے مرغی بکری یا گائے خریدتے ہیں۔ اور جب کوئی وجہ پیدا ہو جاتی ہے تو فروخت کرڈالتے ہیں۔ یا ذبح کرلیتے ہیں۔ دنیا میں ہم انسانوں کا جانداروں کے ساتھ یہ سلوک ہے کیوں؟ محض اس واسطے کہ ہم نے اپنے روپے خرچ کرکے ان کی حیات وخدمات کو خرید لیا۔ اور مالک بن گئے۔ اسی طرح خداوند کریم ہمارا مالک ہے۔ اُسکا حق ملکیت

سلہ نظام المشائخ بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ میں یہ ایک مضمون "توبہ" پر لکھا تھا (بقیہ صفحہ ۷)

اس وجہ سے اور زیادہ ہے کہ وہ روزانہ احتیاجات ہماری کل ضرورتوں کو نہایت آسانی سے مہیا فرماتا رہیگا۔ اور حیثیتی اور دریا دلی سے کبھی کسی معاوضہ کا طالب نہیں ہوگا +

عقل سلیم تبلاتی ہے کہ اگر ایسا شفیق آقا ملجائے تو اس کی اطاعت سچے دل سے کرنی چاہیئے۔ جو شخص اطاعت میں کوتاہی کرے گا تو وہ ضرور سزا کا مستوجب ہوگا۔ دنیا میں کوئی خدمتگار اگر ذرا بھی کام کرنے میں تساہل کرتا ہے تو آقا کا فوراً معتوب ہوتا ہے۔ اور جب اسکی کاہلی زیادہ ہوتی جاتی ہے تو آخر میں نتیجہ ملازمت سے موقوفی ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے خدا کا معاملہ یہاں بھی نرمی کا ہے۔ وہ باوجود نافرمانی کے مسلمانوں کو موقع بر موقع توبہ کا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے حبیب پاک صلعم کے ہاتھوں پیام بھجواتا ہے کہ میرے بندو! توبہ کرو۔ تا کہ ؎

ہر چند کہ بے حساب زلّات شوند | بیرون ز شمار گرچہ سیئات شوند
یک ذرہ ندامتے چو در دل آرند | سیئات مبدّل شدہ حسنات شوند

کسقدر مہربان وہ آقا ہے کہ اپنے غلاموں کو ہادی برحق حضرت رسول کریم صلعم کے ہاتھوں ہشیار کرتا ہے۔ الحمد للہ +

حضرت ابن ماجہ رضؓ (بروایت حضرت ابوہریرہ رضؓ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اپنے لحاظ سے وہ کلیتہً حاوی مضمون تھا۔ لیکن حال میں ایک صاحب نے اصرار فرمایا کہ اسی بحث پر کچھ اور لکھوں۔ اور اتفاق سے "توبہ و استغفار" کے متعلق چند بزرگان دین کی کتابیں بھی پیش نظر تھیں۔ چنانچہ اللہ کا نام لیکر یہ چند سطریں لکھدیں۔ دیکھنے والے غور سے دیکھیں اس مضمون کا رنگ ذرا دوسرا ہے ۱۲ محمد شفیع الدین خان

لو علمتم الخطایا حتی تبلغ السماء ثم ندمتم فتاب اللہ علیکم

تو جانتے ہو۔ اگر گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں اور تم نادم ہو جاؤ تو حق تعالی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے

ہمارا اور خدا کا تعلق عبد اور معبود کا ہے اور بے شک کریم آقا کا یہی منصب

ہے کہ وہ نافرمان بندوں کی خطاؤں کو معاف فرمائے ؎

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا — پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا

ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر — لیکن تری رحمت نے گوارا نہ کیا

موالید ثلاثہ۔ اجرام ارضی و سماوی وغیرہ لقد خلقنا الانسان

فی احسن تقویم کی بہترین تفسیر ہیں لیکن تمام صوری اور معنوی برکات میں سب سے

افضل اور ہر ایک سے برتر ذات والا صفات جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ

وسلم کی ہے ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

باوجود اس قربت و شرف کے ہمیشہ حضور انور استغفار فرماتے رہے تو پھر کیا

وجہ نہیں کہ محمدی توبہ نہ کریں ۔

ایک شخص شباب کے ہاتھوں اسقدر وارفتہ رہا ہو کہ اسکی زندگی کے دونوں

رخ کیسے دل و دماغ پر تاریکی کا بھی اثر نہ پیدا کرسکیں۔ خواہشات نفسانی کا مطلع

شبانہ روز شباب کی بے خودی میں مبتلا ہے۔ مستی میں سر تا پا گرفتار عاقبت

اندیشی سے بے خبر۔ شاعروں کی صحبتیں۔ ہر دم شاہدانِ مجازی کے تذکرے

حسن پرستی کے چسکے ؎

وہ رند ہیں کہ زہد میں بھی تھا خیالِ مے — چسکا کچھ اس بلا کا پڑا تھا شراب کا

۷۸۶

کرۂ مریخ کا سیّاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھکر لے گیا

ہمنے اس کے سفرنامے میں سے جس قدر حصّہ ہندوستان کے متعلق ملا، اپنی زبان میں لے لیا، اور چھاپ دیا، ایسی مزیدار اور پُرلطف کتاب ڈھونڈیئے گا تو نہ پائیگا۔ قیمت صرف چھہ آنے،

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

قبروں کے غیبی نوشتے

جس کو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی نظر حال نے پڑھ کر لکھا ہے اسمیں حسب ذیل الواح مزارات ہیں، لوح مبارک مزار پُرانوار سرورِ کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ولوح مزار ام المومنین حضرت بی بی خدیجہؓ ولوح مزار حضرت سیدنا علی ولوح مزار حضرت امام حسینؓ ولوح مزار حضرت بی بی زینبؓ لوح مزار حضرت علی اکبر ولوح مزار حضرت علی اصغر ولوح مزار حضرت بی بی شہر بانوؓ لوح مزار حضرت بلال، ان کے علاوہ لوح قبر یزید، ابولہب، ابوجہل، ابن زیاد، شمر، عمر سعد کی بھی لکھی ہے سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مزار کے لیے پیشگی لوح رقم فرمادی ہے قیمت ۸ر

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

سنہ ۱۹ء کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب کے گجرات، بمبئی، کاٹھیاوار وغیرہ کے دلچسپ حالات سفر لکھے ہیں، مشہور زیارتوں اور مقامات تاریخی کا بیان ہے اور سومنات کے مندر کی کیفیت تو ایسی ہے کہ اسی ایک کی خاطر ہزاروں آدمی روزنامچہ کو خریدتے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول۔

درویش پریس کی دیگر مطبوعات

خون شہادت کے دو قطرے ۲ر	مشکوٰۃ ۲ر	حالات خضر ار	ایڈیٹر کا حشر ار
اخلاق سلطانی ۸ر	اصنام العرب ۳ر	کہانیوں کی پہلی کتاب ار	دلی کی عید ۶ر

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

شامِ زندگی

زندگی کی بہار ہندوستان میں صدیوں سے خزاں رسیدہ سمجھی جاتی ہے خلقت جی رہی ہے مگر مرنے سے بدتر ہے جینے کی بنیاد گھر داری پر ہے اور گھر داری عورت کا دوسرا نام ہے۔ عورت کی حالت یہ ہے کہ نہ وہ اپنی اہمیت کا حس رکھتی ہے نہ مرد کی طلب زیست کو سمجھتی ہے، مرد روتے ہیں عورت حیران ہے۔ عورت کہتی ہے مرد نادان ہیں نہ اُن کو صبح زندگی کی خبر اور نہ اُن کو شام حیات سے سروکار مولانا راشد الخیری دہلوی نے قلم اُٹھایا اور صبح زندگی کا خاکہ کھینچکر دکھا دیا کہ ناحق زندگی کرکری کرتے ہو جینے کی ابتدائی بہاریوں ہوتی ہے عورتوں نے مردوں نے جو اس خاکہ کو جس کا نام صبح زندگی تھا دیکھا پڑھا تو جانا کہ زندگی شروع کرنے کا ہم سب کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو کتاب صبح زندگی میں ہے۔ مولانا راشد زندگی کو دوپہر کی دھوپ میں چھوڑ کر چپ ہو گئے تو ہند کے چاروں کھونٹ سے آوازیں آئیں کہ زندگی کو شام تک پہنچاؤ ادھر میں نہ چھوڑو۔ انہوں نے قلم برق رقم پر انگلی رکھدی اور شام زندگی چمک کر نمودار ہو گئی۔ شام زندگی کتاب ہے صبح زندگی سے زیادہ لاجواب ہے۔ عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں تو اُن کو اپنی زندگی کا مزا بھی آجائے اور مردوں کی زندگی بھی بہشت بنجائے۔ شام زندگی ایک دلچسپ قصہ ہے درد و غم کا افسانہ ہے بےنظیر اردو کا سمندر ہے۔ جو پڑھے ہنسے روئے مزے لے اور پھر پڑھے پھر سوچے اور بے اختیار ہو کر پھر پڑھے، کسی طرح جی نہ بھرے یہ عجیب جادو اس کتاب میں ہے اور تاثیر کی یہ حالت ہے کہ پڑھنے والا اسے خود بیتی تصور کرتا ہے زندگی کے نقص محسوس کرتا جاتا ہے اس کی اصلاح کی تدبیریں ذہن میں جمانی شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ داستان تو مکاشفہ خیری نے مجھپر لکھی ہے وجہ یہ ہے کہ عقل شعار مصنف نے ضرورتوں کو پڑھ کر یہ کتاب لکھی ہے۔

شام زندگی ہر گھر میں زندگی پیدا کر دیگی اسکو پڑھ کر عورتیں اپنے بھولے ہوئے فرائض جان جائیں گی اور ان کو شریفوں کی طرح نیک بیویوں کی مانند اور سلیقہ مند گھر والی کی مثل خاوند کا دل موہنا اور سارے کنبے اور سارے شہر ساری قوم اور سارے ملک کی واہ واہ حاصل کرنا آجائے گا کتاب شام زندگی عورتوں سے زیادہ مردوں کو مفید ہو گی۔ کیونکہ مرد اگر عورتوں کے طریق حیات اور جذبات سے آگاہ ہونگے تو اُنکے گھروں میں بہشت اُترآئے گی اور وہ دیکھیں گے کہ زندگی اس کا نام ہے

شام زندگی مولانا راشد الخیری کی بہترین تصنیف ہے۔ شام زندگی اردو ادب کی لاجواب فشانی ہے۔

شام زندگی اصلاح معاشرت کی اثردار داستان ہے۔ شام زندگی دہلی کی آواز ہے جس میں دہلی کی حیات کا ثبوت ملتا ہے آپ خرید یئے گھر کے لیے منگا یئے نمونہ لیکر دیکھئے دوستوں میں تقسیم فرمایئے زندگی کو زندگی کیجئے دیکھئے اس کتاب کا جینا جلانا جاگنا جگانا بسلانا اور باتوں باتوں میں دل کے اندر اترجانا دیکھئے۔ اس کتاب کے پانچ ایڈیشن قریب قریب ختم ہو چکے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ تمدن و عصمت دہلی

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپا

جب سیہ کاری کے ہاتھوں تباہ ہو کر نادمانہ توبہ کرتا ہے تو خداوند جل و علا قبول کر لیتا ہے۔ سچ ہے دامن پکڑے کی بڑی لاج ہوتی ہے۔ رحمت خاص ہے خدا کی مسلمانوں پر کہ باوجود شدید نافرمانی کے وہ اپنے غلاموں کو معاف فرما دیتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدا تعالے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ خوشی کا مرتبہ قبول کرنے سے بہت زیادہ ہے۔ جب مالک اپنے غلاموں سے خوش ہو تو اس سے بڑھکر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

ایک بزرگ شراب فروش تھے۔ مدت تک یہ معمول رہا کہ جمعہ کے دن دوستوں کو ساتھ لیکر کسی باغ میں یا پہاڑ پر چلے جاتے۔ اور محفل نشاط گرم کرتے۔ یہانتک کہ دوسری صبح ہو جاتی۔ اتفاق سے ایک جمعہ کو بارش ہو گئی۔ گویا سونے میں سہاگہ ملگیا۔ بادہ خواران سیہ مست کیواسطے بارش بڑی مزے کی چیز ہے۔ وہ شور لاؤ۔ لاؤ کا بلند ہوا کہ ساری شراب ختم ہو گئی۔ آخر یہ بزرگ اسی مینہ میں بھیگتے دکان پر آئے اور ایک خم شراب گدھے پر لادکے چلے۔ چونکہ مینہ برس رہا تھا اور جا بجا کیچڑ ہو رہی تھی۔ یہ بزرگ گدھے کو مارتے ہوئے لیجا رہے تھے۔ آخر منزل مقصود آگئی اور گدھا پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن پھسلن تھی۔ بیچارہ گر پڑا۔ ان بزرگ کو بےحد غصہ آیا اور مارنا شروع کیا۔ گدھا بزبان انسانی گویا ہوا کہ تم مجھے کیوں مارتے ہو۔ جواب دیا کہ تو میرا کہنا نہیں مانتا۔ اور جلد نہیں چلتا۔ گدھے نے کہا۔ غافل انسان! صرف اتنی سی بات پر کہ تمہاری شراب لیکر بارش اور کیچڑ کیوجہ سے میں گر پڑا۔ اتنا زدوکوب تم تو عمر بھر اپنے مالک کی نافرمانی کرتے رہے۔ جب وہ سزا دے گا تو کیا کرو گے؟ یہ کہکر گدھا مر گیا۔

ان بزرگ پر بہت اثر ہوا۔ اور خوف الٰہی سے لرزاں ہوکر بیں غار میں معتکف ہو گئے۔ سیلان چشم نے ظاہر و باطن صاف کر دیا۔ اور مقام ولایت پر فائز ہوئے الحمدللہ۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماگئے ہیں کہ توبہ کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) گناہوں پر پشیمان ہونا:-

(۲) گناہوں کو ترک کر دینا اور اُنکی طرف دوبارہ توجہ نہ کرنا۔

(۳) مخلوق کے ستم ادا کرنے میں سعی کرنا یعنی جس شخص پر کوئی ظلم ہو چکا ہے اُسکا معاوضہ اُسے دینا یا معافی چاہنا۔

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ توبہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ توبہ۔ یہ ابتدائی مرحلہ ہے؛

۲۔ انابت۔ یہ درمیانی درجہ ہے؛

۳۔ اوبت۔ یہ آخری درجہ ہے؛

جو شخص اپنے آقا (خدائے بزرگ و برتر) کے خوف سے توبہ کرے، وہ تائب ہے (درجہ اول)، بطمع ثواب توبہ کرنے والا منیب (درمیانی) کہلاتا ہے لیکن سب میں بڑا درجہ اس شخص کا ہے جس نے بغیر کسی لالچ کے محض خداوند تعالیٰ کے واسطے توبہ کی ہو۔ ایسے شخص آواب (آخری درجہ) کہلاتے ہیں۔ اور یہ ہی مومنین ہیں۔ ارشاد پاک ہے۔ توبوا الی اللہ جمیعاً ایھا المومنین لعلکم تفلحون +

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ توبہ دراصل وہ ہی جو ہر شئے

ماسوی اللہ سے توبہ کیجائے۔ یعنی بندہ ہر شے کو حق تعالیٰ کا غیر اور ماسوی نہ دیکھے اگر اسکو کوئی بات اللہ کے سوا نظر آئے تو توبہ کرے۔ جو کچھ دیکھے۔ حق دیکھے۔ یہ درجہ کاملین کا ہے۔ مشکل تو ہے۔ لیکن ناممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص تابع سنت اپنے راز ہستی پر غور کر لیا کرے تو سب کچھ حاصل ہو جائے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اُس تائب کے درمیان جو گناہوں اور غفلت سے توبہ کرے بہت فرق ہے

عاصیاں از گناہ توبہ کنند　　　عارفاں از عبادت استغفار

اختتام

ایمان کی دو قسمیں ہیں:- (۱) تقلیدی - یہ عوام الناس کا ایمان ہے۔ جو کچھ سنتے ہیں اُسکو سچ جانتے ہیں اور ہمیشہ اسی پر قائم رہتے ہیں۔ (۲) کشفی - یہ مقربین کا ایمان ہے انوار الٰہی سے اُنکے سینے کشادہ ہو جاتے ہیں اور وہ دیکھ لیتے ہیں کہ سب موجودات کا مرجع خدائے تعالیٰ کیطرف ہے۔ اسلیئے موجود خدا کے سوا اور کوئی نہیں یہ لوگ علی مراتب قربت قریبہ رکھتے ہیں۔ اُنکے مقامات مختلف ہیں اور وہ معرفت کے حساب سے ہیں جس قدر تفاوت معرفت میں ہوگا اُتنا ہی قرب میں بھی فرق ہوگا۔ اِسی لحاظ سے توبہ بھی ہوگی خداوند کریم ہر مسلمان کو توبہ کی توفیق عنایت فرماسکے۔ آمین ثم آمین۔

محمد شفیع الدین خان مرادآبادی

غزل

پرتوِ رخ تیرا اگر ذرہ برابر دیکھتے
دیکھنے والے تجھی کو زندگی بھر دیکھتے

سنتے میری ہی زباں سے داستانِ عندلیب
میری آنکھوں سے تماشائے گلِ تر دیکھتے

بار خاطر گر نہوا اے باغباں دو چار دن
سیر گل ہم بھی ترے گلشن میں آکر دیکھتے

دیکھتے ہی دیکھتے عمرِ رواں رخصت ہوئی
رہ گئے ہم صورت آئینہ ششدر دیکھتے

تو حریم غیب میں کب تک رہیگا جلوہ ریز
ہم بھی تو بے پردہ تیرا روئے انور دیکھتے

سامنے آ کے ہمارے بھی نقاب الٹی ہوئے
طور کیونکر جل گیا اے شعلہ پیکر دیکھتے

چل بسے بدرِ حزیں اچھا ہوا موت آگئی
اور جیتے آسماں کے اور چکر دیکھتے

بدر جلالی از مراد آباد

رباعی

ہر حسن کی خواہش ہے طلب گار ہو کوئی
ہر مال یہ چاہتا ہے خریدار ہو کوئی
یوں ہی تری رحمت بھی خداوند جہاں کے
اس فکر میں رہتی ہے گنہ گار ہو کوئی

بدر جلالی از مراد آباد

تقلید

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ ۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۰ وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا ۰ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۰ اللہ چاہتا ہے کہ (انبیاء و صلحاء) جو تم سے پہلے (ہو) گزرے ہیں ان کے طریقے تم سے کھول کھول کر بیان کرے اور تم کو انہیں طریقوں پر چلائے اور تم پر (مہر کی نظر) رکھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر ایک کام (حکمت سے) کرتا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر (مہر کی نظر) رکھے۔ اور جو لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ تم (راہ راست سے بھٹک کر) بہت دور ہٹ جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم (پر سے (بوجھ) ہلکا کرے۔ کیونکہ انسان طبیعت کا کمزور پیدا کیا گیا ہے (اور احکام سخت کے بار کا متحمل نہیں ہو سکتا) ۰

لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک روحانی دوسرے نفسانی۔ یا ایک آخری دوسرے دنیاوی۔ یا ایک فرماں بردار دوسرے نافرمان۔ یا ایک مسلم۔ دوسرے کافر۔ روحانی جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لیے اور آخرت کے لیے کرتے ہیں ؎

نشانِ آں دلے کز فیضِ اسلام است نورانی توجہ باشد اول سوئے دار الملک روحانی
ز دنیا روئے گردانیدن و فکرِ اجل کردن کہ چوں مرگ اندر آید خوش تواں مردن بآسانی

نفسانیوں کی توجہ تمامتر خواہشات نفسانی کیطرف مبذول ہوتی ہے ۔ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۰ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ o

کافروں (کے حال) پر افسوس ہے کہ یہ لوگ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کے رستے (پر چلنے) سے (لوگوں کو) روکتے اور اس میں کجی (پیدا کرنی) چاہتے ہیں۔ یہی لوگ (ہیں جو) پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔

اس آیت میں انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ روحانیوں کو انبیاء اور صدیق اور شہداء اور صلحاء کہتے ہیں اور نفسانیوں کو مجرمین اور فجار اور فساق کہتے ہیں۔ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور صلحاء کے افعال اور اقوال اور اداب کو سنت یا سنن کہتے ہیں۔ اور فساق کے افعال اور اقوال اور اعمال کو بدعت کہتے ہیں۔ سنت تمام تر ہدایت اور بدعت ضلالت (گمراہی) ہے۔ آدم علیہ السلام سے اس دم تک ایک ہی دین اور ایک ہی شریعت رہی ہے۔ اور اسکو اسلام یا دین فطرت کہتے ہیں۔ دین اور شریعت میں کبھی فرق نہیں آیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ط اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ o وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيْنَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ o (لوگو!) اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ ٹھیرایا ہے۔ جس (پر چلنے) کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور (اے پیغمبر!) تمہاری طرف (بھی) ہم نے اسی رستہ کی وحی کی ہے اور اسیکا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (بھی) حکم دیا تھا کہ (اسی) دین کو قائم رکھنا۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (اے پیغمبر!) تم جس دین کی طرف مشرکین کو بلاتے ہو وہ ان (پر بہت ہی)

شاق گزرتا ہے۔ اللہ جسکو چاہتا ہے انتخاب کرکے اپنی طرف کھینچ بلاتا ہے اور جو اسکی طرف) رجوع لاتے ہیں انہیں کو اپنے تک (پہنچنے کا) رستہ دکھا دیتا ہے اور اہل کتاب کے (جو) جدا جدا فرقے ہوئے تو سمجھ آئے پیچھے اپنی باہمی ضد سے ہوئے اور (اے پیغمبر!) اگر تمہارے پروردگار کیطرف سے ایک وقت مقرر کا وعدہ پہلے نہ ہوا ہوتا (کہ لوگوں کو قیامت تک کی مہلت ہے) تو (ان کے اختلافات کا) فیصلہ (کبھی کا) کردیا گیا ہوتا اور جو لوگ اگلوں کے بعد کتاب (الٰہی) کے وارث ہوئے دین اصلی کیطرف سے شک ورشک میں پڑے ہیں۔

غرض کہ جب تک انبیا وصلحا قائم رہے، تو لوگ سنت پر قائم رہے مگر جب انبیا اور صلحا دنیا سے اٹھے اور مدت مدید تک کوئی مصلح نہ آیا تو پیچھے ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ انہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور قسم قسم کی بدعتیں پیدا کیں سنن کی جگہ بدعات کا رواج ہوگیا۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف (پیدا ہوئے) جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ سو ان کی گمراہی انکے آگے آئے گی۔ پس انبیا اور صلحا کے طریقے کو سنت اور اہل ہوا کے طریقہ کو بدعت کہتے ہیں۔ اور ہم آئندہ صلحا کی پیروی کرنے والوں کو اہل سنت اور اہل ہوا کے پیروی کرنے والوں کو اہل بدعت کہیں گے۔ اہل سنت کی تقلید ماموربہ ہے اور اہل بدعت کی تقلید حرام قطعی ہے۔ اہل سنت کی تقلید کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور اسکی فرضیت اور وجوب نص سے ثابت ہے۔ خدا تعالیٰ نے کلام مجید میں ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق اور یعقوب اور نوح علیہم السلام اور انکی اولاد داؤد اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس اور اسمٰعیل اور یوشع اور یونس اور لوط علیہم السلام اور انکی اولاد اور بھائیوں کے

ہدایت یافتہ ہونے کا ذکر فرما کر اخیر پر حکم دیا کہ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ؕ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہ راست دکھائی تو (اے پیغمبر!) ان ہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو (اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہدو کہ میں قرآن پر تم سے کچھ مزدوری (تو) نہیں مانگتا یہ قرآن تو دنیا جہان کے لوگوں کے لیئے نصیحت ہی +

اہل سنت کی تقلید محمود ہے ۔ اور اہل بدعت کی تقلید مذموم ہے اہل بدعت کے پاس اپنے باپ دادوں کی تقلید کی کوئی دلیل یا حجت نہیں ہوتی ہے۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو سہی کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارتے ہو (ایک نظر) مجکو تو دکھاؤ کہ انہوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا آسمانوں (کے بنانے) میں اُن کا ساجھا ہے اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علمی روایت میرے سامنے پیش کرو۔

تمام بدعات عقلاً بھی بُری معلوم ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ ان میں نفس و ہوا کا حصہ ہوتا ہے۔ اہل ہوا اور اہل بدعت۔ بدعت کو ترک نہیں کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ سنت میں نفس کا کچھ چسکہ نہیں ہوتا۔ اہل ہوا پر سنت کا اختیار کرنا نہایت شاق گزرتا ہے۔ خدا پناہ دے۔ بدعت کو اعتقادات اور عبادات اور معاملات سب میں دخل ہے۔ اہل ہوا کا کوئی حال یا عمل بدعت سے خالی نہیں۔ بدعت لغت میں نئی چیز کو کہتے ہیں۔ مگر دین میں اس فعل کو کہتے ہیں جو سنت کے برخلاف ہو۔ مثلاً۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا خالق اور خبر گیر ایک ذات

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ اُن سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے ان اسباق میں خانہ داری کی
وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا
ہے کہ ہندو مسلمان عورتیں صرف یہ ایک کتاب پڑھکر تمام قابلِ اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہیں
اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے اُنکو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہیں چند
سبقوں کے عنوان یہ ہیں۔ دین، تعلیم و تربیت، ڈمڑی، ناک۔ میاں۔ بیوی۔ بچے۔ اوپری خلل
بیاہ۔ شادی غمی۔ نذر و نیاز۔ لباس۔ مکان۔ کھانا۔ پینا۔ کئی بیویاں۔ عرس محرم۔ مسلم لیگ، کانگرس

یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے
لکھے ہیں۔ جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ عورتوں کے لیے یہ اکیلی
کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے۔ ہندوستانی گھر میں خواہ ہندو کا ہو یا مسلمان کا اس کتاب کا
رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکواۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہیئے
کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کے ساتھ گھر چلانا آجائیگا۔ شوہروں سے برتاؤ کرنا
سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنے کا شوق پیدا ہو جائیگا۔ جو لوگ
اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیئے اردو
زبان میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ قیمت صرف ۱۲ ؎ علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی لائف آجتک اردو زبان میں کوئی اس قابل نہ تھی جس سے مسلمانوں کو
سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا۔ خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ کرشن بیتی
لکھکر یہ کمی پوری کر دی۔ ہر موقع کی عکسی تصویریں صرف کشمیر سے حاصل کر کے اسمیں شامل ہوئی ہیں اعتبار
عبارت آرائی اور اعتبار تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے نہایت اعلیٰ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھپی
قیمت (عہ) دو روپے علاوہ محصول المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصنفہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

سراب مغرب

یہ مولینا کی وہ تصنیف ہے جس کا دنیائے نسواں کو مدتوں سے انتظار رہا اور اردو لٹریچر جس کے واسطے بیچین تھا تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے۔ حضرت راشد کا فیصلہ قابل دید ہے قصہ بقدر درد انگیز اور دلچسپ ہے کہ ہر ہر لفظ کلیجے کے پار ہوتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سراب مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کو پڑھکر ہر ناظر ساکت ہو جاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج۔ باربرہ کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانائے محترم کی تصنیف کا اعلان کے بعد نام تک نہیں رہتا۔ اسلیے اگر درخواست فی الفور نہ بھیجی گئی تو تاخیر کا ذمہ دار پریس نہوگا۔ قیمت ۸ ؍ علاوہ محصول۔

مصنفہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

ساتؤں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو ساتؤں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمائیے جو مولینا راشد الخیری مدظلہ کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر کی آنکھ کھلی نیند گئی اور ہر تار ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے راز و نیاز کے چوچلے عشق و محبت کے کرشمے خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے ساتؤں کے اعمالنامے محروم ہوں۔ یہ مضمون اخبار خطیب میں مسلسل نکل چکا تھا مگر اس کی طلبی اس قدر زیادہ ہوئی کہ اب اسے کتابی صورت میں شائع کرنا پڑا۔

اس مبحث پر جناب مصنف نے ایسے لطیف و پر مغز نظارے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات دونوں کی سچی تصویر آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہے قیمت ۱ ؍ علاوہ محصول۔

نظام المشائخ کی پچھلی جلدیں

جلد [illegible] محرم [illegible] لغایۃ جمادی الآخر [illegible] قیمت [illegible] علاوہ محصول
〃 [illegible] رجب [illegible] لغایۃ ذی الحجہ [illegible] قیمت [illegible] 〃
〃 [illegible] محرم [illegible] لغایۃ جمادی الآخر [illegible] قیمت [illegible] 〃

جلد ۱۵ رجب [illegible] لغایت ذی الحجہ [illegible] قیمت [illegible] علاوہ محصول
〃 ۱۶ محرم [illegible] لغایۃ جمادی الآخر [illegible] قیمت [illegible] 〃
جلد ۱۵ و ۱۶ کے علاوہ سب میں نہایت عمدہ کاغذ لگا ہوا ہے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس

والاصفات ہی جسکو اللہ کہتے ہیں اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ
وَّکِیْلٌ ۝ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا خبر گیراں ہے ۔

بعض اہل بدعت کہتے ہیں کہ کائنات کا خالق کوئی نہیں۔ یہ تمام اشیا خود بخود پیدا ہوکر فنا ہو جاتی ہیں۔ یہ زمانہ کا تغیر و تبدل ہے۔ نہ اسکا آغاز ہے نہ انجام ہے وَقَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ ج وَمَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ ج اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝ اور کہتے ہیں ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس کہ (یہیں) مرتے ہیں اور (یہیں) جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو (ایک وقت خاص تک زندہ رکھکر) مارتا ہے اور انکو اسکی کچھ تحقیق تو ہے نہیں یہ تو نرے اٹکل کے تکے چلاتے ہیں ۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ بعض اہل بدعت کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں شر کا خالق اہرمن اور خیر کا خالق یزدان کہلاتا ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ والد و ولد سے پاک ہے۔ اہل بدعت خدا کی اولاد اور والد ثابت کرتے ہیں اہل سنت کہتے ہیں کہ ملائکہ خدا کی مخلوق ہیں۔ اہل بدعت کہتے ہیں کہ ملائکہ جدا مخلوق کوئی نہیں قوت فرشتگی کو قوت طبعی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا نے بعض انبیاء پر کتابیں بھیجی ہیں۔ اہل بدعت کہتے ہیں کہ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (خدا نے کسی بشر پر کوئی شے نازل نہیں کی) اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر وقتاً فوقتاً ارسال کیے ہیں۔ اہل بدعت کہتے ہیں کہ خدا نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ اور نہ رسول کی ضرورت ہے اور نہ الہام اور وحی کی حاجت ہے سب باتوں کے سمجھنے کے لیے عقل کافی ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ ایک دن ایسا آئیگا کہ اس دن تمام مخلوق کا حساب کتاب ہوگا جسکو یوم الآخر کہتے ہیں۔ اہل بدعت کہتے ہیں [illegible] کوئی نہیں ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ خیر و شر کا خالق خدا ہے اور انسان اسکا

کاٹتا ہے۔ مگر اہل بدعت کہتے ہیں کہ خیر و شر انسان ہی پیدا کرتا ہے۔ اہل سنت
کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تمام لوگ پھر اٹھائے جائینگے۔ اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہ غلط
ہے کہ ہم مرے پیچھے جلا اٹھائے جائینگے۔ وَقَالُوْا اِنْ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جو ہماری دنیا کی زندگی ہے اسکے علاوہ اور کسی طرح
کی زندگی نہیں اور یہ غلط ہے کہ ہم مرے پیچھے جلا اٹھائے جائینگے۔ اہل سنت
کہتے ہیں کہ نماز و روزہ اور زکوٰۃ اور حج انسان پر فرض ہیں اور موجب سعادت ہیں
اہل بدعت کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور روزہ ناحق کی
سزا ہے۔ اور زکوٰۃ آمدنی کا ایک وسیلہ ہے۔ اور حج عرب کے زمانہ جاہلیت کا ایک
دستور ہے۔ اہل سنت نے ایک قاعدہ مقرر کیا ہے کہ بعض مناکح اور ماکول اور
مشروب اور لباس کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔ اور بعض کو حلال اور مباح
جیسے والدہ اور خالہ اور بیٹیاں وغیرہ محرمات سے ہیں۔ اور انکے ساتھ نکاح کرنا
حرام ہے۔ اہل بدعت سب سے نکاح کرنا جائز جانتے ہیں۔ اہل سنت بعض جانور
مثلاً مُردار، خون، [illegible] یا خبیث حیوان جیسے چمگادڑ یا چوہا کو حرام جانتے
ہیں۔ اہل بدعت تمام اشیا کو حلال اور مباح جانتے ہیں۔ اور شراب وغیرہ پینے
سے دریغ نہیں کرتے۔ اہل سنت کا لباس سفید اور سادہ نہ زیادہ کشادہ نہ زیادہ
تنگ ہوا کرتا ہے اور نہ ریشمی کپڑا استعمال کرتے ہیں۔ اہل بدعت کا لباس یا تو
زیادہ کشادہ یا زیادہ تنگ ہوا کرتا ہے۔ بعض اہل بدعت زنانہ لباس پہنتے ہیں
بعض ریشمی لباس استعمال کرتے ہیں۔ بعض عورتوں کی طرح زیور پہنتے ہیں۔ اہل سنت
نہ ڈاڑھی کو مونڈتے ہیں نہ گھوڑے کی دُم کی طرح بہت لمبی کرتے ہیں نہ اُس کو
گھونگروار بناتے ہیں اور مونچھوں کو لبوں کے پاس تراشتے ہیں۔ اہل بدعت
یا تو ڈاڑھی کو بہت لمبی چھوڑتے ہیں یا بالکل منڈواتے ہیں اور مونچھوں کو لمبی لمبی

چھوڑتے ہیں۔ اہل سنت کی رفتار اور گفتار میں وقار ہوتا ہے۔ اور اہل بدعت کا سارا معاملہ بے قاعدہ ہوتا ہے۔ اہل سنت خواہ نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا بڑا عالم یا فاضل ہو سید یا سادہ ہوا کرتا ہے۔ بازار میں پھرتا ہے۔ سودا سلف خود لاتا ہے۔ اپنے کپڑے خود سیتا ہے۔ جوتیوں کو خود ٹانکے لگا لیتا ہے کچھ فخر فریب نہیں کرتا۔ وہ عام لوگوں میں ملا جلا رہتا ہے۔ مگر اہل بدعت اگر تھوڑی سی ریاضت بھی کرے بڑے کر و فر سے رہتا ہے۔ اکثر پالکیوں میں پھرتا ہے۔ یا پلنگ میں، لوگوں کی گردنوں پر سوار رہتا ہے۔ کسی سے مصافحہ نہیں کرتا۔ آنکھیں بند رکھتا ہے۔

مجھے ایک دفعہ کسی جنازے میں شریک ہونا پڑا۔ وہاں اتفاق سے ایک مبتدع بھی آیا۔ جب جنازے سے فراغت ہوئی اور میت دفنائی گئی اور لوگ گاؤں کی طرف لوٹے تو اس بدعتی کو لوگ اس طرح ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے جیسے کہ مکڑی کو چیونٹیاں اٹھا لیتی ہیں۔ اور وہ اس حال میں بڑا خوش تھا۔ ایک شخص نے فقیر راقم کو مخاطب کیا کہ یہ کیسا بڑا ولی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ولی نہیں ورنہ اس حالت سے خوش نہ ہوتا۔ اور نیز یہ جاہل ہے۔ لَا يَتَّخِذُ اللّٰهُ جَاهِلًا وَلِيًّا خدا تعالیٰ جاہل کو دوست نہیں بناتا۔ وہ بدعتی بے علم بھی تھا۔ نوشت و خواند نہیں جانتا تھا۔ دستخط کی جگہ انگوٹھا لگاتا تھا۔ اور علم شرائع سے بالکل ناآشنا تھا غرض کہ سنت کا طریقہ ایک ہی ہے اور وہی صراط مستقیم ہے اور اسکی پیروی کرنی چاہیے۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اور فرمایا کہ یہی ہمارا سیدھا رستہ ہے تو اسی پر چلے جاؤ اور (دوسرے) رستوں پر نہ لینا کہ وہ تم کو خدا کے رستے سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دینگے۔ (غرض) یہ رستہ بانی ...

جن کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ +

بدعتیں بے شمار ہیں۔ اگر کسی کو زیادہ جستجو مطلوب ہو تو کتاب غنیتہ الطالبین کو مطالعہ کرے وہاں اہل بدعت کے تمام فرقوں کی تفصیل موجود ہے۔ میں یہاں تمام کو نقل نہیں کر سکتا کہ موجب طوالت ہو۔ نتیجہ اس تمام تحریر کا یہ ہے کہ اہل بدعت کی تقلید حرام ہے۔ اور اہل سنت کی تقلید واجب ہے۔ بلکہ نظام عالم ہی تقلید سے وابستہ ہے۔ بلکہ عدم تقلید میں سراسر گمراہی ہے۔ اگر عزازیل دیگر فرشتوں کی تقلید کر کے آدم کو سجدہ کر لیتا تو اُسکا نام ابلیس اور شیطان الرجیم نہ پڑتا۔ اور نہ ملعون ہوتا۔ کسی کے قول یا فعل کی پیروی بغیر دلیل اور حجت کے حق سمجھکر کرنا تقلید ہے اور جو لوگ بڑے مدارج اور منازل پر پہنچے ہیں۔ تقلید سے پہنچے ہیں۔ بزرگوں کی باتوں میں چھیڑ چھاڑ کرنا شقاوت کی نشانی ہے۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ہ تم تو بس اُسی کو ڈرا سکتے ہو جو سمجھانے پر چلے اور بے دیکھے (خدائے) رحمن سے ڈرے تو اسکو گناہوں کی معافی اور (اعمال نیک کے بدلے میں) عزت کے اجر کی خوشخبری سنا دو +

اگر فرعون بادشاہ مصر موسیٰ علیہ السلام کی تقلید کرتا تو ہلاک نہوتا۔ جو قومیں مثل قوم نوح و عاد و ثمود تباہ ہوئیں۔ عدم تقلید اور معجزہ طلب کرنے سے ہوئیں +

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ہ وہ لگے کہنے کہ تم بھی تو بس ہماری (ہی) طرح کے آدمی ہو چاہتے ہو کہ جن (معبودوں) کو ہمارے بڑے پوجتے آئے ہیں اُن (کی) پرستش سے ہمکو روک دو (اچھا تو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو) تو ہم کو (ہماری خواہش کے مطابق) کوئی (صاف) صریح معجزہ لا دکھاؤ +

فرزند کو اپنے والد اور شاگرد کو اپنے اُستاد خواہ کسی پیشہ کا اُستاد ہو چاہئے

تعلیم و تعلم کا۔ اور نوکر کو اپنے آقا اور مرید کو اپنے مرشد کی تقلید و پیروی لازم اور لابدی ہے۔ اگر جرمن افواج جنرل ہیڈنبرگ اور میکینسن اور دیگر سپہ سالاروں کی تقلید اور پیروی نہ کرتی تو روس جیسی عظیم الشان سلطنت کو برباد نہ کرتی۔ اور رومانیہ کو شکست فاش نہ دیتی۔ ہر کام میں نیکوں کی تقلید ضرورتی ہے۔ اگر سلوک میں تقلید کی اشد ضرورت ہے۔ مرید کے دل میں پیر کی طرف سے اگر ذرا سا شک بھی آجاتا ہے تو پیر فوراً اسکو نکال لیتا ہے۔ اور وہ مرید ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ الٰہی ہو جاتا ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی تقلید کرتے اور تحقیق نہ کرتے تو خضر علیہ السلام هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ کہنے پر مجبور نہ ہوتے۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر بڑے بڑے اسرار کا انکشاف ہو جاتا۔ جو کوئی سنت کی تقلید و پیروی کرتا ہے اسکو مومن اور جو بدعت کی پیروی کرتا ہے اسکو فاسق کہتے ہیں۔ مومن اور فاسق برابر نہیں۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا، لَا يَسْتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ، كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا، اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ تو کیا ایمان لانے والا اسکے برابر ہو جائیگا جو نافرمانی کرتا ہے (دونوں فریق ہرگز) برابر نہیں ہو سکتے تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کیے ان کے لیے رہنے کو باغ ہونگے (یہ) مہمانداری انکے (نیک) عملوں کا بدلہ (ہے) جو (دنیا میں) کرتے رہے اور جو لوگ نافرمانی کرتے رہے ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جب جب اس سے نکلنا چاہینگے اسی میں لوٹا دیے جائینگے۔ اور ان سے کہا جائیگا کہ جس عذاب دوزخ کو تم جھٹلاتے رہے

اب اسی کے مزے چکھو۔ بڑے عذاب سے پہلے ہم ان کو ایک عذاب کا مزہ بھی چکھائینگے جو عنقریب ہوگا تاکہ یہ لوگ ہماری طرف رجوع کریں۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ اسکو اُسکے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے اور وہ ان سے مُنہ پھیرے۔ بیشک ہم گنہگاروں سے بدلہ لیکر رہیں گے۔

جو قول یا فعل خلاف سنت ہو اور مرتکب اس کا جانتا ہو کہ یہ عمل خلاف سنت ہی تو اسکو خطا یا اثم اور گناہ کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص غیر کا مال کھاتا ہے یا غیر کی عورت سے مباشرت کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ شریعت میں اس کی اجازت نہیں تو گناہ ہے اور جو کوئی حرام حلال میں تمیز نہیں کرتا جیسے زندیق اور اباحتی تو یہ بدعت اور فسق ہے۔ اللہ العالمین ہر کسی کو بدعت سے پناہ دے یا ایک شخص ریشمی کپڑا پہنتا ہے اور اسکو حرام جانتا ہے تو یہ گناہ ہے مگر جو شخص ریشمی کپڑے کو مباح جانتا ہے تو یہ بدعت ہی۔ یا ایک نوجوان آدمی اپنی ڈاڑھی کو جوانی کی مستی میں منڈواتا ہے اور اسکو برا جانتا ہے تو یہ گناہ ہے مگر جو عمر رسیدہ شخص ڈاڑھی منڈواتا ہی اور اسکو مباح جانتا ہے تو یہ بدعت ہی جو کام ذرہ بھی خلاف سنت ہو وہ بدعت ہی اور برا ہے مگر بعض بدعت دوسری بدعت سے زیادہ قبیح اور غلیظ ہوتی ہے۔ مثلاً حرام مال میں اباحت۔ لباس کی اباحت سے زیادہ قبیح ہوتی ہے۔ یعنی حرام کھانا رنگ دار یا ریشمی کپڑے پہننے سے اور غلیظ ہے۔ مگر جہاں تک ہوسکے بدعت سے بچنا چاہیے۔ انبیاؑ اور انکے حواریوں اور حکماء الٰہی اور انبیاؑ کے ورثا یعنی علمائے دین کی تقلید کو سنت کہتے ہیں اور حکماء بے دین اور زنادیق کی پیروی بدعت ہی۔ جہاں تک ہوسکے نیکوں کی تقلید کرنی چاہیے کہ ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ

الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَا ۝ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے۔ اور (یہی) زمین اپنے دفینے نکالدے اور انسان بول اٹھے کہ اسے کیا ہو گیا۔ اسی دن یہ اپنی خبریں بیان کر دے گی۔ اس لیے کہ تمہارا پروردگار اسکو حکم دے گا۔ اس دن لوگ (میدان حشر میں جمع ہو کر وہاں سے مختلف حالتوں میں (حساب کتاب کے لیے) لوٹیں گے تاکہ انکے عمل اُن کو دکھائے جائیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی (ہوگی) وہ اس (نیکی) کو (بچشم خود) دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی (ہوگی) اس (برائی) کو (بچشم خود) دیکھ لے گا۔ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۔

(حاجی) مہتا اسمر کا کاخیل ویسی

اللہ شافی الکل

مجبوبی سرمہ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رح کی بارگاہ کا ایک اکسیری تبرک۔

آنکھ کے ہر مرض کو مفید ہے۔ اسمیں اصلی ممیرہ ڈالا جاتا ہے۔ رات کو سوتے وقت دو سلائیاں روزانہ لگائی جائیں تو آنکھ کا نور چند روز میں اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ آشوب چشم کے زور میں نہ لگایا جائے۔ باقی ہر حال میں استعمال کر سکتے ہیں۔ قوت بینائی کو بڑھاتا ہے۔ تندرست آدمی بھی لگائے تو فائدہ دیگا۔

قیمت ایک ماشہ کی شیشی کی ایک روپیہ۔ ایک تولہ کی قیمت ۱۲ روپیہ۔ ایک ماشہ سے کم روانہ نہ ہوگا صبح شام۔ دن کو رات کو ہر وقت اور ہر حال میں لگانے کی اجازت ہے۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر نظام المشائخ دہلی

تضمین بر غزل خان بہادر پیر مظفر احمد صاحب فضلی

اب تو آئے زندگی کے دن بھلے — نام محرومی قسمت کا ندلے
ساقیا ہاں دورِ ساغر کا چلے — ہستم از جام تو مستم بیلے
سرخوش از نام تو ہستم بیلے

تخت و تاج لے ساقیا کس کام کے — زندگی کے ساتھ سو جھگڑے لگے
رند ہوں میں۔ ہے یہی کافی مجھے — مستم از جام تو مستم بیلے
سرخوش از نامِ تو ہستم بیلے

دل گرفتار خیالِ نرگساں — روح مصروفِ نشاطِ جاوداں
قید تسبیح و مصلّے اب کہاں — بیلے یاراں کہ در دیرِ مغاں
عہد با پیمانہ بستم بیلے

ایک رندِ مست صہبائے کہن — سرخوش شرب سرورِ روح و تن
میکدے میں اس طرح تھا نعرہ زن — محتسب پیمانہ ام بشکست من
محتسب را سر شکستم بیلے

پیر مینخانہ سے کہنا اے صبا! — بارِ ہجراں سے ترے لاغر دبا
چاک کر دی میں نے دستار و قبا — خرقۂ سالوس را کردم قبا
بر میاں زنّار بستم بیلے

کیوں اٹھاؤں غیر کے جور و ستم — کیوں سہوں میں تشنہ کامی کے الم
منت ساقی کروں کیوں دمبدم — کام دل از فضل "رحمٰن" یافتم
جام جم آمد بدستم بیلے

ہو گئے پابندِ خیالِ ہوشیاں — توڑ ڈالی قیدِ آئینِ جہاں

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز غم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھدی ہے ایسی ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائیں گے اور پھر خوبی یہ کہ ظرافت میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی ہے اور نصیحت بھی۔

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جس کا تعلق مذہبی باتوں سے ہے۔ یعنی جس مذاق سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے عبرت آتی ہے۔

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے اس میں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی خود بخود شرماکر اپنی حالت درست کریں۔ تیسرے عنوان میں صرف انشا پردازی کی ظرافت ہے۔

دراصل یہ مجموعہ اُن مضامین کا ہے جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے غرض ہر اعتبار سے یہ کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی قیمت صرف دس آنے علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزیدار کہانیاں کہا کرتی ہیں وہ اس قابل تھیں کہ ایک کتاب کی شکل میں انہیں جمع کردیا جائے۔ کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ مٹ جائے اور مسلمانوں کا خانگی نصاب تعلیم طفلی ڈھونڈے بھی نہ ملے۔ یہ کہانیاں بچوں کی عقل کے موافق ہوتی ہیں اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اسواسطے لیلیٰ خواجہ بانو یعنی اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے۔ جن میں پہلے تو وہ کہانیاں ہیں جو بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ ہیں جنکو ذرا بڑے اور سمجھدار بچے سنتے ہیں اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول،

المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اتالیق خطوط نویسی

خط و کتابت آج ہر آدمی کی زندگی کا ضروری حصہ ہے عورتوں اور مردوں کو یکساں ضرورت ہے کہ مختصر الفاظ میں زیادہ اور طویل مطلب ادا کر سکیں خواجہ صاحب نے اس ضرورت کو مد نظر رکھ کر یہ کتاب لکھی ہے اس کے دو حصہ ہیں پہلے حصہ میں خود خواجہ صاحب کے خطوط ہیں اور خط لکھنے کا ڈھنگ بہتر سے بہتر ہی بتایا گیا ہے دوسرا حصہ ہندوستان کے نامور مسلمانوں کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ مثلاً نواب محسن الملک، مولانا شبلی، مولانا ابوالکلام ڈاکٹر اقبال، حضرت اکبر، مولانا ذکاء اللہ میرزا آغا دیا قی وغیرہ حضرات غرض دونوں حصے حقیقتاً خط و کتابت کا طریقہ جاننے کے لیے اسم با مسمّٰی ہیں قیمت ہر دو حصہ صرف ۱۰ ؍

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

تسخیر مہر و قہر اعمال حزب البحر

عملیات کی ہزاروں کتابیں اور حزب البحر شریف کے بیسیوں طریقے بازاروں میں چھپے ہوئے بکتے ہیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے جس مدلل اور موثر طریقے سے یہ کتاب لکھی ہے اس کی مثال کہیں نہ ملے گی یہی وجہ ہے کہ چند روز میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا۔ دوبارہ چھپی وہ بھی ختم ہو گئی اب تیسرا اڈیشن بھی قریب الاختتام ہے۔ ہندوستان کے شہرۂ آفاق بزرگ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اس کتاب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ میں خواجہ صاحب کی تمام تصانیف میں اس کو اول درجہ کا سمجھتا ہوں'' قیمت آٹھ آنے (۸ ؍)

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

شیخ سنوسی

خواجہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں ظہور حضرت امام مہدی کا حال ہے یہ کتاب چھ سات دفعہ حلقہ المشائخ نے شائع کی اور بمبئی وغیرہ میں چور کتاب فروشوں نے پوشیدہ پوشیدہ ہزار ہا کئی دفعہ چھاپی اور دونوں جگہ فوراً بک گئی گجراتی مرہٹی بنگالی زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہوئے غرض آج تک ایک لاکھ کے قریب اس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت پہلے ۴ ؍ آنہ تھی مگر اب بڑھ گئی ہے اور ۵ ؍ ہے کیونکہ جب تک جنگ ہے دوبارہ نہ چھپے گی۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دہلی پرنٹنگ پریس دہلی

کلماتِ حضرت شیخ اکبرؒ

جو علم اہل اللہ کے واسطے مخصوص ہے۔ اسکی حسب ذیل سات اقسام ہیں جسکا واقف حقیقی واقف ہے اور اُس پر علم الحقائق کا کوئی مسئلہ خواہ کیسا ہی مشکل ہو بغیر منکشف ہوئے نہیں رہتا ۔

۱۔ معرفت اسمائے الٰہی
۲۔ معرفت تجلیات الٰہی۔
۳۔ معرفت لسان اللہ بزبانِ شریعت
۴۔ معرفت کمال و نقص وجود
۵۔ معرفت انسان بحیثیت حقائق
۶۔ معرفت کشف خیالی
۷۔ معرفت امراض و ادویہ

اصحاب کمال ان علوم کو سکھلاتے ہیں جن کا نام صوفیائے کرام اور فقرائے عظام ہے ۔

پابند شریعت اور صحیح العقل عوام کے عقیدے سالم اور درست ہوتے ہیں وہ صحیح الفطرت اور سچے مسلمان اس جہ سے ہیں کہ اُنکے والدین یا مربیوں نے خدائے تعالیٰ، قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت نصائح مفیدہ کی ہیں۔ اللہ پاک کا فضل ہے کہ عوام اہل اسلام عقائد سلیمہ رکھتے ہیں۔ الحمدللہ

دلائل دو قسم کی ہیں (۱) سمعی ۔ (۲) عقلی ۔

جب ان دونوں دلیلوں سے کوئی امر ثابت ہو جائے۔ اور اُسکا یہ عمدہ طرح اُن کے معیار پر صحیح اترے تو بلا شک و شبہ ٹھیک ہے۔ طالب حق کا عقیدہ قرآن مجید کے موافق ہونا چاہیے ۔

ف۱ شیخ اکبر سے مراد حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودو نے فرمایش کی کہ اللہ پاک کی کوئی تعریف بیان فرمائیں۔ چنانچہ وحدہ لاشریک لہٗ نے سورۂ اخلاص نازل فرمائی اور اُنکے واسطے کوئی دلیل نظری قائم نہ فرمائی۔ اگر ارشاد ہوا تو اتنا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (کہدو خدا ایک ہی) اس میں ایک کا وجود ثابت کیا اور عدد کی نفی فرمائی۔ خدائے پاک کا یگانہ و یکتا ہونا ثابت ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) اسمیں خدائے پاک کی نفی جسمانیت ہی۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ میں والد اور ولد دونوں کی نفی ہی وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اسمیں بیوی کی نفی ہے ؛

خدائے پاک ارشاد فرماتا ہے۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۝ (زمین و آسمان میں اگر کئی خدا ہوتے تو کائنات تباہ ہوجاتی) یہ کلام کس قدر غور کے قابل ہے اور ہر ذی ہوش خیال کرسکتا ہے کہ معبود صرف ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔ دنیا میں اور بھی مذاہب ہیں۔ جن میں متعدد خداؤں کا وجود ہے۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ تعدد نے کتنی خرابیاں پیدا کر رکھی ہیں سب سے بڑی خرابی تو یہی ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی میں روحانیت باقی نہیں ؛

خدائے پاک بےمثل ہے۔ وہ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (خدا کی مثل کوئی چیز نہیں وہ دیکھنے اور سُننے والا ہے) ؛

مومنوں کو آخرت میں خدا کا دیدار ہوگا۔ قرآن مجید وعدہ کرتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (قیامت کے دن بہت سے تر و تازہ مُنہ اپنے رب کو دیکھنے والے ہونگے) وَكَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (قیامت کے دن کافر اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے) ؛

خدائے پاک قادر مطلق ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (خدائے پاک ہر چیز پر قادر ہے) ؛

خدائے پاک ہر شئے پر علم رکھتا ہے وَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (خدا کے علم میں ہر شئے کا احاطہ ہے) +

خدائے پاک اپنے ارادے کا مالک ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے) +

خدائے پاک سُننے اور دیکھنے والا ہے۔ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (خدا سمیع اور بصیر ہے) +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن مجید ہے۔ یہ ایسا محکم اعجاز ہے جسکے واسطے منکرین کو حکم دیا گیا تھا کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ (کوئی سورۃ مثل اسکے بناکر لاؤ) لیکن وہ لوگ عاجز رہے۔ اسکے بعد اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک ہمارا کلام ہے۔ اس لیئے اسکا مقابلہ کبھی کوئی بھی نہ کر سکے گا +

خدائے پاک نے قرآن مجید میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جنھوں نے قرآن مجید سے مقابلہ کا ارادہ کیا اور عاجز ہوئے +

خالق اکبر نے اپنے کلام متبرک میں عقلمند کے واسطے خیر و برکت اور مریضان شک و جہل کے لیئے شفا رکھی ہے۔ وہ وعدہ فرماتا ہے کہ قرآن مجید میں سینہ کی تمام بیماریوں کی دوا موجود ہے۔ الحمد للہ +

علم کلام کی بزرگی میں کسکو کلام ہو سکتا ہے لیکن یہ ضرورت نہیں ہے کہ ہر شخص اس سے مستفیض ہونا فرض ہو بلکہ طبیب کی طرح ایک شہر میں اگر ایک عالم علم کلام موجود ہو تو وہی کافی ہے۔ البتہ ضرورت تو علمائے شریعت کی ہے کہ ہر شخص انکا محتاج ہے +

مرنیکے بعد خدائے پاک کسی شخص سے علم کلام کی اصطلاحات کو نہیں دریافت فرمائیگا بلکہ سوال ہوگا تو امور شریعت کے علم یا جہل کا + لہذا طالب حق کو لازم ہے کہ جو عقیدہ عام اہل اسلام کا مسلّم ہے اُسے بغیر دلیل و برہان مضبوط پکڑے۔ اللہ تعالے توفیق نیک نصیب کرے۔ آمین +

مساواتِ اسلامی

گئے دولتسرائے سیدہ پر ایکدن سلماںؓ
نظر آیا تجلی زار وہ کاشانۂ عرفاں

تجلی نورِ حق کی چھن رہی تھی گوشہ گوشہ سے
در و دیوار پر چھائی ہوئی تھی ہیبتِ یزداں

عملی مصحف تھے بچے مصحفِ ناطق کے پارے تھے
زمیں بارِ امانت سے بنی تھی حاملِ قرآں

جبینوں نے یہاں تک خاک کی عزت بڑھائی تھی
شبستاں کا یہاں ہر اک ذرہ بنا تھا کوکبِ ایماں

وہ گھر گو پست تر تھا شہر کے اکثر مکانوں سے
مگر تھا کم سے کم ہمسر بنی ستونِ گنبدِ گرداں

نہ اسکی چار دیواری نہ تھی کچھ ایسی مستحکم
مگر ہاں آج تک روکے ہے نقشہ عالمِ امکاں

متاعِ دنیوی سے پاک مانندِ دلِ عارف
قناعت اور توکل کا مگر سامان باساماں

نگاہِ زہد پرور سے یہ صورت اسطرح دیکھی
ابل آیا دلِ سلماں سے اور اک چشمۂ ایماں

امینِ وحی کا شہزادہ اک جب تڑپتا تھا
نبی کی لاڈلی بیٹی مگر تھی آسیا گرداں

بکھر جائے لڑی موتی کی جیسے لوحِ مصحف پر
ریاضت سے جبینِ سیدہ تھی یوں عرق افشاں

لہو امڈ کلائے دستِ فاطمہؓ سے بہتا جاتا تھا
محیطِ آسیا تھا اور خونِ پنجۂ مرجاں

یہ حالت دیکھکر سلماںؓ نے کی عرض "شہزادی"!
مشقت اسقدر اس ناتوانی پر نہیں شایاں

کہاں ہے وہ کنیزِ خاص فضہ نام ہے جسکا
اُسے تو بہرِ خدمت دیچکے ہیں سیدِ دوراں

یہ سن کر سیدۂ خاتونؓ نے ارشاد فرمایا
ملا ہے بارگاہِ احمدیؐ سے ہمکو یہ فرماں

کروں اک روز گھر کا کام میں اور ایکدن فضہ
یہی ہے مرضیِ مولیٰ یہی ہے مرضیِ یزداں

مساوات اسکو کہتے ہیں یہ ہیں اخلاقِ اسلامی
یہ باتیں ہیں کہ جن پر مظہرِ اسلام ہے نازاں

عزیز لکھنوی

رؤیائے صالحین

رؤیائے صالحین کے درجہ اور عظمت کا اندازہ اس ایک امر سے ہو سکتا ہی کہ وحی کا پہلا زینہ اسکو کہا گیا ہے۔ انبیا علیہم السلام کو اول اول عمدہ اور پاکیزہ خوابوں کے ذریعہ بشارت دیجاتی تھی۔ اسکے بعد الہام و وحی کا نمبر آتا تھا۔ اسلیئے اچھے خواب بھی گویا ایک طرح کا خداوند عز و جل کا لطف و اکرام ہے۔

اور بزرگان دین رحمہم اللہ علیہم کے تو بہت سے ایسے حالات کتابوں میں مذکور ہیں کہ خواب ہی انکے بلندی مرتبہ کے باعث ہوئے۔ اور رؤیائے صالحہ کے ذریعہ انہوں نے رشد و ہدایت حاصل کی بعض اوقات غلطی پر خواب کے ذریعہ تنبیہ ہوا کبھی حسن اعمال کی ترغیب اور کبھی قبیح افعال کی توبیخ۔ غرضکہ صالحین کے رؤیا امسد دریا بھی صالح موجب خیر و برکت اور باعث رشد و ہدایت ہوتے ہیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کو تم اسپچ اور حقیر و ذلیل سمجھتے ہو اور انکی طرف کبھی تمکو اعتنا نہیں ہوتا۔ مگر بزرگوں کو اسی خواب کے ذریعہ اس حقیر عمل کی عظمت منکشف ہوتی ہی اور بہت سے لوگ اس عمل حقیر کی وجہ سے خداوند تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کر چکے ہیں۔ اسی طرح بہت سے افعال ہیں جنکو معمولی سمجھکر تم انسے بچنے اور باز رہنے کی کوشش نہیں کرتے ہو حالانکہ بزرگان کرام کے خوابوں کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں سے معمولی فروگذاشت پر سخت مواخذہ کیا گیا ہی۔

چونکہ خواب اور رؤیا کے ذریعہ انسان اپنی سعادت و شقاوت کا حال معلوم کر سکتا ہی۔ یعنی اگر اسکو عمدہ اور صالح خواب نظر آتے ہوں تو اس سے اسکی حالت حسنہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور اسکے برخلاف اسکی برعکس حالت پر روشنی پڑتی ہے

اِس لیئے ہم آج اِس عنوان سے بعض بزرگانِ دین کے خواب لکھتے ہیں جو علاوہ دلچسپ ہونیکے مفید بھی ہیں۔ اور اُنسے عمدہ سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مومن کو خواب سے مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ مغالطے میں نہیں پڑتا۔ یعنی مومن کامل کی گویا پہچان یہ ہوئی کہ اُسکو اچھے خواب نظر آئیں۔ کیونکہ مسرت تو اچھے ہی خواب سے حاصل ہو سکتی ہے +

سب سے پہلے اُن خوش نصیب اور خوش قسمت بزرگوں کے خواب لکھے جاتے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے دیدار کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

مکارم الاخلاق میں لکھا ہے کہ احمد بن حضرویہ نے حضرت رب العزۃ کو خواب میں دیکھا۔ اللہ عزوجل نے ان سے کلام کیا۔ اور فرمایا سب لوگ مجھ سے جنت مانگتے ہیں مگر ابو یزید کہ وہ صرف میرا طالب ہے۔ خود حضرت ابو یزید نے جناب باری کو خواب میں دیکھا اور عرض کی کہ اے رب! "کیف الطریق الیک" یعنی تیری طرف آنے کا کونسا راستہ ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا "اترک نفسک و تعال الی" یعنی اپنے نفس کو چھوڑ دے اور میری طرف چلا آ۔ سچ ہے ؎

حجابِ پردہ ندارد نگارِ دلکش ما تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

خیرۃ الخیرہ میں مذکور ہے کہ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ نے رب العزۃ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ "یا رب ما افضل ما تقرب بہ المتقربون الیک" فرمایا "بکلامی یا احمد" یعنی میرے کلام کے ذریعہ تقرب ڈھونڈھنا سب سے زیادہ افضل ہے۔ اسکے بعد حضرت احمد حنبل رض نے عرض کیا "بفہم و بغیر فہم" یعنی سمجھکر یا بے سمجھے۔ ارشاد ہوا "فہم او بغیر فہم" یعنی سمجھکر بھی اور بغیر سمجھے بھی +

ان لوگوں کے بعد جن کو جمال رب پاک کا دیدار نصیب ہوا۔ پھر وہ لوگ خوش بخت و خوش قسمت ہیں۔ جن کی آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے منور ہوئی ہیں

حضرت ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجکو معذور رکھیں۔ اللہ کی محبت نے مجکو آپ کی محبت سے مشغول کر دیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا! اے مبارک جس نے اللہ کو دوست رکھا اُسنے مجکو دوست رکھا۔

حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور ختمی مآب کو خواب میں دیکھا۔ اور آپ پر قرآن پڑھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "یا صالح ہذہ القرأۃ فاین البکاء" یعنی اے صالح! یہ تو قرأۃ ہوئی رونا کہاں ہے؟ اس سے رقت و خشوع قلب کی محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حیوۃ الخیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت محمد بن خفیف نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ من عرف طریقًا الی اللہ فسلکه ثم رجع عنه عذبه الله عذابًا لم یعذب به احدًا من العالمین۔ یعنی جس نے اللہ کے رستہ کو دریافت کرلیا۔ اور چلا اُسپر پھر لوٹ پڑا اُس رستے سے اللہ تعالی اُسکو ایسے سخت عذاب میں مبتلا کرتا ہے کہ کسی کو دنیا والوں میں سے اسقدر سخت عذاب نہیں دیتا۔ اس ارشاد سے ہدایت کے بعد ضلالت اختیار کرنے کی شقاوت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب الدار والدرر میں لکھا ہے کہ ایک شخص کا باپ کہیں مر گیا تو اُس کا منہ اور بدن سیاہ ہو گیا۔ اور پیٹ پھول گیا اُس کے بیٹے نے کہا لاحول ولا قوۃ ایک تو غربت کی موت پھر اس حالت میں! استنے میں وہ سو گیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک خوب صورت شخص نے جسکے جسم سے خوشبو آرہی تھی اُس کے باپ کے جسم پر ہاتھ پھیرا اُس کی سیاہی دور ہو گئی۔ اُسکے بیٹے نے پوچھا تم کون ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد رسول خدا ہوں۔ تیرا باپ مسرف تھا۔ لیکن مجھ پر

بہت ورد پڑہتا تہا۔ میں اسکی اس حالت کو دور کرنیکے لیئے آیا تہا۔ اسکے بعد اسکی آنکھ کھل گئی۔ دیکہا تو باپکے بدن پر نور ہی نور تہا۔ اسنے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر اچھی طرح تجہیز و تکفین کی ÷ اس خوابسے اسراف کی مذمت اور درود خوانی کی فضیلت کا اثبات ہوتاہے ÷

بعض بزرگوں نے اپنے سے پہلے بزرگوں کو خواب میں دیکہاہے اور اُنکی موجود حالت پر وہ مُطلع ہوتے ہیں۔ یہ خواب بہی نتیجہ خیز ہیں بشرطیکہ چشم بینا اور قلب آگاہ ہو۔ حضرت شبلی رح کو کسی نے خواب میں دیکہا۔ اور اُن کا حال پوچہا۔ آپنے فرمایا۔ مجہسے ایسا مطالبہ کیا گیا کہ میں ناامید ہوگیا۔ جب میری ناامیدی دیکھی تو مجھے اپنی رحمت میں ڈہانپ لیا۔ سچ ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء ÷

ایک اور بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکہکر حال پوچہا تو انہوں نے جواب دیا حاسبونا فدققوا۔ ثم منوا فاعتقوا۔ یعنی حساب میں بہت سختی کی۔ پہر احسان کرکے آزاد کردیا ÷

اسی طرح ابوبکر بن مسلم نے ورقار بن بشر حضرمی کو خواب میں دیکہا اور کہا تمہارا کیا حال ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹکارا ملا ہے اسکے بعد دریافت کیا۔ آپنے کس عمل کو سبسے افضل پایا۔ آپنے کہا۔ اللہ کے خوف سے رونے کو ÷

یزید بن نقامہ کہتے ہیں کہ وبائے عام میں ایک عورت مرگئی تھی۔ اُسکو اُسکے باپ نے خواب میں دیکہا اور پوچہا کہ اے جان پدر! مجہسے آخرت کا حال بیان کر۔ اُسنے کہا۔ ابا جان! ہم ایک بہاری کام پر پہنچے ہیں یعنی آخرت ایک مشکل مقام ہے۔ ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کرسکتے۔ اور آپ کرسکتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ واللہ ایک بار یا دو بار

معصوم فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

میلاد نامہ

معہ

رسول بیتی

اردو زبان میں آجتک جسقدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں یہ کتاب اُن سب سے نرالی ہے اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی زیبائش سے قلمبند کر کے بچپن جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں پھر تتمہ الموسوم بہ رسول بیتی میں رسالت سے لیکر وفات تک کے حالات ہیں گویا آنحضرت کی مختصر اور پوری سیرت اور سوانحعمری ہے۔ آخر میں آپکے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے۔

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بلا تکان پڑھتے چلے جاتے ہیں

یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہے شائع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ پانسو سے زیادہ فروخت ہوگئی اور اب دوبارہ چھپی ہے اور وہ بھی قریب ختم ہے کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے قیمت ایک روپیہ

معصوم فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محرم نامہ

یہ وہی کتاب ہے جسکا علماء شیعہ سنی دونوں فرقوں میں چرچا ہوا ہے اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اشتہار دیکھکر سینکڑوں درخواستیں جمع ہوگئی تھیں اور شائع ہوتے ہی چار دن میں ایک ہزار فروخت ہوگئی محرم نامہ ۱۳۳۰ھ کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز کتاب ہے اس کی نسبت سنی علماء اور شیعہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ ایسی صلح کل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی جسمیں آنحضرت کی وفات سے لیکر چاروں خلافتوں اور انکے جھگڑوں کا اتنا صاف صاف اور پورا پورا بیان ہوا اور پھر کسی فریق کو اختلاف کی گنجائش نہ ہو۔ ملک کے تمام مشہور لوگوں کے خطوط آرہے ہیں کہ محرم نامہ اردو کی بہترین کتاب ہے اور ایسی کتاب ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں ہو تاکہ وہ اسلام کی ابتدائی سچی تاریخ سے خبردار ہو اور جھگڑوں کی حقیقت جان جائے۔ محرم نامہ میں کربلا کی دردناک لڑائی کا نقشہ ایسا لکھا ہے کہ ہر بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ پڑھنے والے اور سننے والے بیتاب بیقرار ہو جاتے ہیں جنگ جمل جنگ صفین کا پورا اور سچا حال محرم نامہ کے سوا کسی اردو کتاب میں نہیں ہے قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصنفۂ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں

مدینہ منورہ مکہ معظمہ کی بے ادبیاں، ارض پاک میں یاران رسول کا قتل، قرون اولیٰ کے سیاسی کارنامے کربلا کے بعد کی سرگزشت، حریفان بنی فاطمہ کی نامعلوم فتنہ کاری، یزید و دیگر شاہان بنی امیہ کی باطل شعاری، یزید کا حشر شریروں کا انجام، خدا کا فیصلہ،

یزید نامہ

میں ملاحظہ فرمایئے، جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے اور جس کے لوگ سال بھر سے منتظر تھے۔ اس میں اس تمام امر کا بھی مفصل بیان ہے جو خانہ اہل بیت میں

شیعہ سُنی کو ملاپ کی آواز دے گا

اور بتایا ہے کہ یہ وقت قریب آن لگا، یزید نامہ محرم سنہ ۱۳۳۳ھ کا یادگار تحفہ ہے، خود پڑھیئے، دوسروں کو سنایئے روئیے، رولایئے، مظلوم کے صبر سے واقف ہو ظالم کا دم واپسیں دیکھ لو ایسے غمناک حالات اور عبرت انگیز تصویریں، تاریخ شہادت میں ناپید تھیں، حضرت خواجہ صاحب کا البیلا جھومتا جھامتا طرز تحریر، اچھی لکھائی، اچھی چھپائی، سفید دبیز عمدہ کاغذ ضخامت پونے دو سو صفحے قیمت سوا روپیہ (۱؎ ۴ر)

مصنفۂ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اردو دعائیں

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بہت مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات زندگی کے لیے اردو زبان میں دعائیں ہیں، ہر دعا خواجہ صاحب کی مخصوص شیریں عبارت میں ہے بچوں اور عورتوں کا جی ان دعاؤں میں بہت لگتا ہے چند روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ دوبارہ دگنے اضافہ کے ساتھ طبع ہوئیں اسکول کے بچوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرنے کے لائق یہی کتاب ہے۔ قیمت صرف چھ آنے (۶ر) علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپا

سبحان اللہ کتنا مجکو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب و عزیز ہے +

ابراہیم حرفی نے حضرت زبیدہ خاتونؓ کو خواب میں دیکھا اور کہا اللہ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ آپنے جواب دیا۔ مجکو بخشدیا۔ اُنھوں نے پھر پوچھا کہ کیا خیرات و صدقات کے عوض میں ؟ جو آپ نے مکہ معظمہ کے راستہ میں کیا تھا۔ آپنے فرمایا۔ اُنکا ثواب تو مالکوں کے پاس چلا گیا مجکو تو صرف نیت کے باعث بخش دیا +

کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید رح کو خواب میں دیکھکر پوچھا۔ آپ سے کیا معاملہ کیا گیا ؟ آپنے فرمایا وہ تمام اشارات تباہ ہوگئے اور وہ تمام عبادتیں کچھ کام نہ آئیں۔ صرف دو رکعتیں جو ہم رات کو پڑہا کرتے تھے بس وہی ہمکو ملیں +

امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے خواب میں کسی نے دریافت کیا ایسا کونسا عمل تھا جس نے اللہ کا تقرب حاصل کرادیا ؟ آپنے فرمایا میں نے علماء کے رتبے سے کسیکا رتبہ بڑھکر نہیں پایا۔ پھر غمگین لوگوں کا ؎

غم دیں خور کہ غم غم دین است ہمہ غمہا فروتر ازین است

علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں جنت میں گیا ہوں۔ وہاں میں نے ایک شخص کو دسترخوان پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ دو فرشتے اسکے دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔ اور تمام اقسام کی بہترین غذائیں اسکو کہلا رہے ہیں۔ اور وہ شخص کہا رہا ہے۔ ایک دوسرے شخص کو باب جنت پر کھڑا ہوا دیکھا کہ وہ لوگوں کے چہروں کو غور سے دیکھ دیکھ کر جنت میں داخل کرتا ہے اور بعض کو پھیر دیتا ہے۔ میں انکو چھوڑکر حظیرۃ القدس میں آیا۔ یہاں آکر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نظر جمائے ہوئے اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ میں نے رضوان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں اُنھوں نے کہا کہ یہ معروف کرخی ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالی کی عبادت تو کی مگر نہ جنت کے

شوق سے اور نہ دوزخ کے خوف سے بلکہ محض اللہ کی محبت اور عشق میں کی اسلیئے خدا نے ہمیشہ کے لیئے اپنی طرف نظر کرنا انکے لیئے مباح کر دیا ہے۔ اور کہا وہ شخص بشر ابن حارث اور احمد بن حنبل رحؒ تھے +

بندار بن حسین نے مجنون بنی عامر کو خواب میں دیکھا اور کہا۔ "ما فعل اللہ بک" انہوں کہا۔ غفر لی وجعلنی حجۃؓ علی المحبین +

اِن صلحائے اُمت کے رؤیائے صادقہ پر غور کرو اور دیکھو کہ ان میں تمہارے لیئے بھی کچھ سامان عبرت ونصیحت اور اسباب رشد وہدایت ہیں کہ نہیں اگر تم غور سے کام لوگے تو اِن میں ایک خواب بھی تم کو ایسا نظر نہ آئے گا جس میں تمہارے روحانی امراض کا معالجہ موجود نہو۔ سعادتمند وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے نصیحت حاصل کرے + والسلام علی من اتبع الہدےٰ +

عارف ہسوی

خضاب ترت پھرت

سفید بالوں کو آن کی آن میں کامل سیاہ کر دیتا ہے

جتنے عیب اور نقص دوسرے خضابوں میں آپ کو ملے ہونگے۔ یہ ان سب سے پاک ہی۔ آجتک جتنے خضاب ایجاد ہوئے ہیں اُن میں اِسے آخری اور بہترین کہنا چاہیئے۔ پیالی اور برش خضاب کی شیشی کے ساتھ ملتے ہیں۔ پیالی میں تھوڑا الحرق نکالکر برش سے لگا لیجئے۔ صرف پانچ منٹ کا کام ہے۔ پھر پندرہ دن تک تو یہ معلوم ہو گا کہ بال دراصل سیاہ ہی ہیں۔ ہاں پندرہ دن بعد خضاب کا شبہ ہو سکے گا۔ سو اُسے دور کرنا مشکل نہیں۔ بس ایک ہاتھ اور پھیر لیا جائے۔

قیمت فی شیشی کلاں ۱۲؍ شیشی متوسط عہ شیشی خورد ۸؍

(نوٹ) شیشی خورد بغیر برش اور پیالی کے حاضر ہوگی +

المشتہر۔ منیجر نظام المشائخ دہلی

ثمرۂ نافرمانی

ایک دن گورِ غریباں کی طرف — لے گئے تشریف محبوبِ خدا
آہ ۔ عبرت خیز منظر تھا وہاں — ناگہاں ۔ اِک قبر سے آئی صدا
ہر طرف سے آگ نے گھیرا مجھے — ہوں عذابِ قبر میں میں مبتلا
یہ زمیں بھی سخت مجھ پر ہو گئی — پیستی ہے مجکو مثلِ آسیا
سن کے حضرتؐ یہ صدائے دلخراش — آ کے یوں اہلِ مدینہ سے کہا
کر دو تم اس واقعہ کو مشتہر — تا کہ آئیں اِسکے جو ہیں اقربا
حکم حضرتؐ سے سبھی حاضر ہوئے — اور دیا قبرِ اعزا کا پتا
لیکن اس کا تھا نہ کوئی سوگوار — اس کی تربت پر نہ تھا کوئی کھڑا
پھر دیا حکمِ منادی آپ نے — اک ضعیفہ ٹیکتی آئی عصا
ہو گئی آ کر کھڑی اُس قبر پر — اور لگی یہ کہنے با آہ و بکا
یا رسول اللہؐ! یا خیر البشرؐ — آپ پر ماں باپ ہوں میرے فدا
میرے بد قسمت پسر کی ہے یہ قبر — جس نے ناخوش عمر بھر مجکو رکھا

ہوگئے اس قبر کو چالیس سال | کوئی بھی اس کا عمل اچھا نہ تھا
سنکے حضرت نے کہا ازراہِ لطف | ہو رہا ہے یہ گرفتارِ بلا
عفو کردے اسکے سب جرم و قصور | بخشدے تو اسکی تقصیر و خطا
سن لیا جب اسنے ارشادِ نبیؐ | دست بستہ آپکے اس نے کہا
مجھکو ہے انکار اس سے اے حضورؐ | نارضامندی کا پھل اسکو ملا
سنکے اس سے یہ جوابِ دلخراش | آپ نے کی حق تعالیٰ سے دعا
اسکو تو دکھلا دے اب اسکا عذاب | اے خدا! اے مالکِ ارض و سما
قدرتِ حق کا تماشا دیکھئے | اٹھ گیا جو کچھ حجابِ قبر تھا
دیکھتی ہے! قبر ہے آتش فشاں | معصیت کی مل رہی ہے یہ سزا
ہوگئی مضطر یہ منظر دیکھکر | اور لگی کرنے خدا سے التجا
بخشدے تو! اس سے میں راضی ہوئی | رحم کر اب رحم اے ربِّ علا

ہوگئے موقوف پھر اسکے عذاب
ہوگئی بند آہ و نالہ کی صدا

محمد یعقوب آوج گیاوی

۲۸۶

سیدنا ابراہیمؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر[1] تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے حضرت نوحؑ سے ملتا ہے۔ آپ ولادت مسیح سے تقریباً دو ہزار سال قبل قصبہ کوثا مضافات شہر بابل میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بابل کی سلطنت بہ لحاظ تمدن کمال عروج پر پہنچ چکی تھی۔ خزانے معمور تھے۔ اور ملک کی سرحدیں دور تک پھیل چکی تھیں کسی ہمعصر حکومت کو اس سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ تھی۔ بے شمار فوج وسیع مملکت اور اسباب تمدن نے حاکم بابل (نمرود بن کنعان) کے سر کو تکبر و نخوت سے پر کر دیا تھا۔ حتی کہ وہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ اُسنے دار السلطنت کی سب سے بڑی عبادت گاہ میں اپنا سونے کا بت رکھوا کر رعایا کو اُس کی پرستش کا حکم دیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ قوم توحید پرستی کو چھوڑ کر بت پرست بن گئی۔ پس اِس قوم کے کفر کے استیصال کے لیئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے منصبِ نبوت عطا فرمایا۔ چنانچہ آپنے سن بلوغ میں قدم رکھتے ہی بت پرستی کے خلاف صدائے توحید بلند کی۔

کتب احادیث میں مروی ہے کہ ایک روز خدائی کے دعوےدار نمرود نے ایک پریشان خواب دیکھا جس سے وہ بہت متردد ہوا۔ نجومیوں کو بلا کر اسکی تعبیر پوچھی سبھوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ "ستاروں کی رفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ امسال اس شہر میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو ایک دن آپ کی سلطنت اور دین کو برباد کرے گا"۔ نمرود یہ سنکر سخت گھبرا گیا۔ اور اسکو اسیوقت سے خوف و تشویش ہونے لگی۔ بالآخر بہت کچھ غور و خوض کے بعد اُسنے یہ احکام جاری کیئے

[1] آذر کے معنی مدد کرنیوالے کے ہیں۔ توریت شریف میں آذر کا نام تارخ لکھا ہے اور اکثر مورخین بھی یہی کہتے ہیں۔ تو شاید تارخ نام ہوگا اور آذر لقب ۱۲

کہ امسال جسقدر بچے پیدا ہوں انکو فوراً تہ تیغ بے دریغ کیا جاے - اس حکم کی تعمیل نہایت شدت و احتیاط سے ہوتی رہی - خدا ہی جانتا ہے کہ کسقدر معصوم بچے دنیا میں قدم رکھتے ہی ملک عدم کو روانہ کیے گئے - لیکن مشیت ایزدی کے مقابلے میں بے چارے انسان کی کیا حقیقت *

آزر کی بیوی جو ایک نیک دل خاتون تہیں ان دنوں حمل سے تہیں انکے وضع حمل کا زمانہ قریب تہا سو اپنے معصوم بچے کی جان کے خوف سے اپنے مکان سے نکلکر آبادی سے بہت دور جنگل میں چلی گئیں - اور ایک غار میں وضع حمل ہوا غرض اس طرح حضرت ابراہیم ع دنیا میں تشریف لاے - اور نمرود کی کل تدبیریں ناکام اور تمام پیش بندیاں بے نتیجہ رہیں - حضرت ابراہیم ع کی والدہ انکو شہر میں نہیں لائیں بلکہ اسی غار میں رکہکر انکی پرورش کا سامان کرنے لگیں *

حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم ع ایک روز میں اسقدر بڑہتے تھے جسقدر اور بچے ہفتہ میں - اور اسی طرح ایک ہفتہ میں آپ اس قدر نشو و نما پاتے تھے - جسقدر دیگر اطفال ایک ماہ میں - غرض آپ اسی تیرہ و تار غار میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتے رہے - یہاں تک کہ آپ کئی سال کے ہوگئے لیکن اسوقت تک آپنے دنیا یا دنیا کی اور کوئی چیز نہیں دیکہی تہی اور اسوقت تک انکا کوئی اوپر یا اُستاد نہ تہا - ایک رات کو آپنے اپنی والدہ سے سوال کیا کہ اس غار کے سوا کوئی اور دنیا بھی ہی ؟ ماں نے تمام و سیع دنیا کا انسے ذکر کیا اور یہاں انکے پوشیدہ رکھنے کا راز بھی سمجھایا آپنے فرمایا کہ اں اب تو مجہہ سے اس غار میں نہیں رہا جاتا - اسکے بعد آپ باہر تشریف لاے - مفسرو کا قول ہی کہ جسوقت آپ باہر تشریف لاے اسوقت آپکی عمر سات یا تیرہ یا ستر سال کی تہی سب سے پہلے جو خیال انکے معصوم دل اور نازک دماغ میں آیا وہ خدا کا تہا - کیونکہ یہ انسانی فطرت ہی - اور معرفت الٰہی انسانی ہستی کا ایک راز ہے

چنانچہ آپنے اپنی ماں سے سب سے اول اسی بارہ میں گفتگو کی۔

ابراہیمؑ۔ میرا رب کون ہے؟

ماں۔ میں!

ابراہیم۔ اور تمہارا؟

ماں۔ تمہارا باپ!

جب آذر سے ملاقات ہوئی تو سب سے پہلے آپنے اُس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُس نے کہا۔ میرا رب نمرود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ اُسکا رب کون ہے؟ اِسکا جواب آپکو کچھ نہ ملا۔ بلکہ آپ کو خاموشی کی ہدایت کی گئی۔ غرض ان مکالموں سے حضرت ابراہیم کو ایک قسم کی تشویش ہو گئی۔ اور معرفت الٰہی کی آگ اور زیادہ بڑھ گئی۔ آپ ہاں سے کچھ اور آگے بڑھے تو مختلف شکل کی اشیاء گھوڑے گدھے حیوانات وغیرہ نظر سے گزرے۔ آپنے خیال فرمایا کہ ان کا کوئی بنانے والا اور مالک ضرور ہوگا۔ اور یہ یقینی طور پر کسی زبردست طاقت کے ماتحت ہونگے۔

رات ہوئی تو آپ کی نظر زہرہ ستارے پر پڑی۔ اسکی روشنی نے آپ کی توجہ کو اپنی جانب کھینچا۔ خیال کیا یہی میرا رب ہے۔ مگر جب وہ افق میں پوشیدہ ہو گیا تو فرمایا۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔ یعنی میں زائل ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا پھر چاند نکلا تو اُسکی عالمگیر روشنی کو دیکھکر آپنے فرمایا۔ هٰذَا رَبِّيْ کیا یہ میرا رب ہے؟ مگر جب کچھ دیر کے بعد وہ غروب ہو گیا تو دلمیں کہنے لگے۔ رب کو تو ہمیشہ ایک ہی شان سے جلوہ افروز ہونا چاہیئے۔ تغیر و تبدل اور زوال تو شان ربوبیت سے بالکل بعید ہے۔ پھر گھبرا کر آپنے فرمایا کہ اگر میرا رب میری رہنمائی نہ کرے گا تو میں بھی گمراہ لوگوں میں ہو جاؤں گا۔ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔ پھر صبح نمودار ہوئی تو آفتاب عالمتاب نے دنیا کو بقعہ نور بنا کر آسمان

پر اپنے آپ کو چمکایا۔ آپ اُسکی جانب متوجہ ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ بس یہی میرا رب ہے۔ کیونکہ یہ سب سے بڑا ہے۔ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ۔ لیکن جب شام کو اُسے بھی زہرہ و مشتری کی مانند اُفق مغرب میں روپوش ہوتے دیکھا تو فرمایا کہ رب العالمین اور معبود حقیقی کو کسی جرم میں محدود و مقید کرنا ہی کج فہمی ہے۔ لوگو! میں ان مصنوعی معبودوں سے بیزار ہوں جن کو تم معبود حقیقی کا شریک کرتے ہو يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ شرک و کفر اور بت پرستی کے خلاف جد و جہد کرتے اور توحید کی اشاعت کرتے پائے گئے۔ سب سے پہلے آپنے اپنے باپ آذر سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ۔ اے باپ! کیا تو ان لکڑی، پتھر کی بے جان اور عاجز مورتوں کو معبود مانتا ہے جنہیں خود اپنے ہاتھ سے تو نے گھڑ کر بنایا ہے میں تو تجھے اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں پاتا ہوں۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ آذر یہ سنکر غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا۔ اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آئیگا تو میں تجھکو سخت سزا دونگا۔ اب تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تو یہاں سے کہیں دوسری جگہ چلا جا۔ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۝ آپنے اسکے جواب میں نہایت نرمی کے ساتھ فرمایا۔ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ۝

ایک مرتبہ نمرود نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور خدا کے متعلق چند سوال کیے جنکے جواب میں آپنے فرمایا۔ میرا خدا وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اسلام کا انجام

مصر کے شیخ المشائخ حضرت علامہ توفیق بکری کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے صوفی اسلام کے انجام کی نسبت کیسی فلسفیانہ مدبرانہ رائے رکھتے ہیں اور ان کے دماغ کا پایہ ہندوستانی مشائخ سے کتنا بلند ہے۔ یہ کتاب بھی شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی تھی اب دوبارہ چھپی ہے قیمت ۶ر

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

غدر دہلی کے افسانے باتصویر

یہ کتاب غم اور عبرت کی داستان ہے دہلی کے غدر ۵۷ء میں بیگمات اور شاہی خاندان پر جو مصیبتیں پڑی ہیں ان کا سچا حال خود اُن لوگوں کی زبانی سنکر حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مشہور طرز تحریر میں لکھا ہے۔ اس کتاب کے دو حصہ ہیں قیمت حصہ اول ۱۲ر حصہ دوم ۶ر

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رہنمائے سیر دہلی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف ہے الفاظ میں نئی اور پرانی دہلی کا پورا نقشہ اُتار کر رکھدیا ہے گھر بیٹھے دہلی کی سیر کرنی ہو تو اسے منگائیے۔ الفاظ کی تصویروں کے علاوہ عمارات و مقامات مشہورہ کے عکسی فوٹو بارہ کے قریب لگے ہیں اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ بہت چکنے بہت سفید کاغذ پر چھپی ہے۔ بہت خوبصورت جلد بندھی ہے قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول۔

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

رسول کی عیدی

یہ چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے جس میں مزیدار نظم و نثر بچوں کے خوش ہونے اور دینی محبت کے پیدا ہونے کی درج ہوئی ہے۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے عید بقرعید اور عید میلاد کے موقعہ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ خرید کر بچوں کو تقسیم کرنے ہیں قیمت ۲ر

المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

حیات بعد الموت

جس کا
انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میریٹ کی
کتاب

دیر از نو ڈیتھ

سے

مسٹر اختر محمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے

ضخامت قریباً چھہ سو صفحے اصل قیمت چار روپے (للعہ)

۲۰ ربیع الثانی سنہ ۳۳ھ تک درخواست کرنیوالونکو صرف عہ میں دیجائیگی

بشرطیکہ عہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں یا اس اعلان کا حوالہ دیکر وی پی منگوائیں محصول بہر صورت بذمہ خریدار۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی

وہ کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ اسکے جواب میں آپنے فرمایا کہ اچھا میرا خدا تو سورج کو پورب سے نکالتا ہے۔ اگر تو واقعی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو اسکو پچھم سے نکال۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ۔ پس یہ سنکر وہ کافر ہکا بکا خاموش جواب سے عاجز و حیران رہ گیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ نمرود کی قوم شہر سے باہر عید منانے کے لیے گئی ہوئی تھی آپنے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور انکے سب سے بڑے بتخانے کے کل بتوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک بڑے بت کے سوا آپنے تمام بتوں کو توڑ ڈالا جب وہ لوگ واپس آئے تو اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھکر حیران رہگئے آخر رفتہ رفتہ یہ خبر انکو معلوم ہوئی کہ یہ کام ابراہیم کا ہے۔ چنانچہ وہ سب آپکے پاس آئے اور پوچھنا شروع کیا کہ اے ابراہیم تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا کیا؟ آپنے فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے معبودوں کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ یعنی اس کام کو اس بڑے بت نے کیا ہے۔ اگر وہ بولتے ہوں تو تم ان سے پوچھ دیکھو۔ یہ سن کر وہ لوگ کچھ ششدر سے ہوگئے۔ آخر کہنے لگے کہ یہ بت تو بولتے ہی نہیں ہیں۔ ہم ان سے کیا پوچھیں؟ غرض سبھوں نے جب اپنی زبان سے اپنے معبودوں کی بے بت پائی کا اقرار کیا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ تُف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جنکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

غرض جب ابراہیم علیہ السلام نے انکو ہر طرح سے لاجواب اور شرمندہ کر دیا تو وہ لوگ آپ کی ایذا رسانی پر آمادہ ہوگئے سبھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک میدان میں خوب آگ روشن کیا ہے اور جب وہ بالکل دہک جائے تو

ابراہیمؑ کو اُسمیں ڈال دیا جائے۔ رائے پاس ہونے کی دیر تھی فوراً سب سامان مہیا ہوگیا۔ اور آپکو دہکتی آگ میں ڈالدیا گیا۔ آپ اُسمیں باختلاف روایات سات دن یا چالیس دن یا پچاس دن رہے +

کہتے ہیں کہ نمرود والوں نے ایک چاردیواری اُٹھائی جسکا طول تیس گز اور عرض بیس گز تھا اور اُسمیں خوب لکڑیاں بھریں۔ اور آگ لگادی۔ جب آگ روشن ہوگئی تو ابراہیم علیہ السلام کا اُسمیں ڈالنا مشکل ہوگیا۔ آخر ایک جھولے میں بٹھاکر آپ کو اسمیں پھینک دیا +

جب وہ لوگ آپ کو آگ میں ڈال رہے تھے۔ اُسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے ابراہیمؑ! تم مجھ سے کچھ کام لینا چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں۔ آپنے فرمایا کہ مجکو تم سے کوئی کام نہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر ایسے وقت میں اپنے پروردگار سے دعا کیوں نہیں کرتے۔ آپنے فرمایا میرا خدا میرے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ خود میری مدد کرے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یہی کیا۔ یعنی آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیمؑ کے لیئے ٹھنڈی اور راحت ہوجا۔ یَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔ آپ کا اُس آگ سے ایک بال بھی بیکا نہ ہوا۔ صرف وہ مُشکیں جن سے وہ کسے ہوئے تھے جل گئیں۔ اور آپ ایسے آرام کیساتھ اُسمیں رہے کہ ہمیشہ فرمایا کرتے۔ وہ دن کیا آرام کے تھے۔ جب میں آگ میں تھا +

مذکورہ بالا واقعات ایسے تھے جن سے حضرت ابراہیمؑ کا دل بالکل مکدر ہوگیا تھا۔ آپ بارہا نمرود کی قوم کو شرک وکفر سے متنبہ کرتے رہے مگر وہ بجائے نصیحت سُننے کے آپ کو ستانے پر تل گئے۔ اس صورت میں آپ کو مجبوری اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہکر ہجرت کرنی پڑی۔ اس سفر میں آپ کی بیوی سارہؓ اور آپکے بھتیجے لوط بن ناران نے آپ کی رفاقت کا حق ادا کیا +

کہتے ہیں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام ہی نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اُسوقت آپ کی عمر پچہتر سال کی تہی۔ آپ بابل سے حرّان کی طرف روانہ ہوئے اور پہر وہاں سے فلسطین کی طرف مراجعت فرمائی۔ یہاں آپنے ایک سرسبز قطعۂ زمین کو پسند فرمایا۔ اور چندے سکونت اختیار کی۔ آپنے وہاں کچہ بہیڑ بکریاں بہی پال رکہی تہیں خدائے تعالیٰ نے اُنہیں برکت دی۔ اور اُنکے کئی گلّے ہو گئے۔ جن کے دودھ پر یہ لوگ بسر اوقات کرنے لگے۔ اِدہر حضرت لوطؑ کو سدوم اور دیگر شہروں کیطرف رسول بناکر بہیجا گیا۔ پہر حضرت ابراہیمؑ کچہ دنوں تک وہیں رہے لیکن جب عرصہ تک بارش نہ ہونیسے وہاں کا صحرا بے آب و گیاہ اور سبزہ سے خالی ہو گیا تو آپ آگے بڑہے حتی کہ مصر میں جا پہنچے +

مصر میں اسوقت رقیون نامی بادشاہ حکمرانی کرتا تہا جو بابل کا باشندہ تہا اُس نے بی بی سارہ کے حسن و جمال کو دیکہکر خواہش ازدواج ظاہر کی لیکن جب اُسکو یہ معلوم ہوا کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبیؑ کی پاک نفس بی بی ہیں تو اُس نے نہایت قدر و منزلت کی۔ اور جب وہاں سے حضرت ابراہیمؑ آنے لگے تو اپنی بیٹی ہاجرہ کو بہی آپکے ساتہہ کر دیا تاکہ وہ انکو بہی اپنے سلسلہ ازدواج میں منسلک کریں۔ چنانچہ آپنے ہاجرہ سے نکاح کر لیا +

چند روز کے بعد حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام اسمٰعیلؑ رکہا گیا۔ آپ حضرت اسمٰعیلؑ سے بہ مقتضائے طبیعت بشری بہت الفت و محبت کرنے لگے۔ بی بی سارہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو رشک سے آگ بگولہ ہو گئیں۔ کہنے لگیں۔ اس لڑکے اور اسکی ماں کو ابہی یہاں سے لیجاؤ اور ایک ایسے لق و دق میدان میں جہاں پانی اور سایہ کا نام نہو چہوڑ آؤ۔ آپ یہ سنکر سکتہ میں آ گئے۔ اور عجب پس و پیش میں ہوئے۔ آخر درگاہ باریتعالیٰ میں

التجا کی۔ حکم ہوا کہ سارہ کے کہنے کے موافق عمل کرو۔ چنانچہ آپ حضرت ہاجرہ اور اس شیر خوار بچے کو سوار کرکے روانہ ہوئے اور منزل بمنزل طے کرتے ہوئے اس کنکریلی زمین میں آپہنچے۔ جہاں اب خانہ کعبہ موجود ہے۔ اُسوقت آپکے پاس تھوڑی سی کھجوریں اور ایک پانی کا مشکیزہ موجود تھا۔ آپنے انکو حضرت ہاجرہ کے حوالہ کیا۔ اور وہاں سے رخصت ہوئے۔ واپسی کے وقت جو کلمات آپ کی زبان مبارک پر آئے وہ یہ تھے۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ترجمہ۔ مالک ہمارے! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک ایسے میدان میں لاکر بسایا۔ جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ تیرے آداب والے گھر کے پاس۔ مالک ہمارے! یہاں میں نے انکو اسلیئے بسایا کہ وہ نماز کو درستی سے ادا کریں تو انکی گزر کے لیئے ایسا کر۔ کہ لوگوں کے دل اُنکی طرف جھک جائیں۔ اور انکو (طرح طرح کے) میوے کھلا۔ تاکہ وہ شکر کریں *

یہاں حضرت ہاجرہ کے پاس جب تک مشکیزہ میں پانی اور کھجوریں باقی رہیں۔ تب تک آپ کو اطمینان رہا۔ لیکن جب یہ دونوں چیزیں ختم ہوگئیں تو بھوک و پیاس آپ پر غالب ہوئی۔ آپ پانی کی تلاش میں نکلیں۔ اور کوہ صفا کی جانب جو وہاں سے قریب تر تھا تشریف لے گئیں۔ لیکن وہاں کوئی آدمی یا جانور آپ کی نظر سے نہ گزرا۔ جس سے پانی کا کچھ نشان ملتا۔ بمجبوری مروہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ مروہ چونکہ کچھ نشیب میں واقع ہے۔ اسلیئے حضرت اسمٰعیل آپکی نظر سے چھپ گئے۔ اُسوقت آپ کی طبیعت کا عجیب حال تھا آپ بیتاب ہوکر اُن کی طرف دوڑیں۔ لیکن جب انکو صحیح و سالم دیکھا تو مطمئن ہوئیں۔ اور پھر

دوسری جانب پانی کی تلاش میں لپکیں۔ غرض اس پانی کی تلاش میں صفا کو
مروہ اور مروہ سے صفا تک آپکو سات مرتبہ آمدورفت کا اتفاق پڑا۔ آخر مرتبہ جو آپ
مروہ پر تشریف لے گئیں تو وہاں ایک آواز سنائی دی۔ اپنے جی میں کہنے لگیں
سنیں توسہی یہ آواز کیسی ہے۔ دوسری دفعہ پھر وہی آواز آئی۔ آپ اپنے بچہ کیطرف
متوجہ ہوئیں۔ دیکھتی کیا ہیں کہ ایک فرشتہ اُس جگہ کو جہاں اب "زمزم" ہے اپنے
پَر یا ایڑی سے کرید تا ہے جس سے پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ آپ یہ دیکھکر بہت خوش
ہوئیں۔ اور جلدی جلدی اپنے دونوں ہاتھوں سے اُس پانی کو سمیٹ سمیٹ کر
بطور حوض کے جمع کرنے لگیں تاکہ پانی تلف نہ ہوجائے۔ وہ چشمہ فوارے کی طرح
جوش مارتا ا نجاری رہا +

حدیث میں آیا ہے کہ اگر ہاجرہؓ اس پانی کو جلدی سے باندھ نہ دیتیں تو
وہ چشمہ کی صورت سے ہمیشہ جاری رہتا۔ غرض حضرت ہاجرہؓ نے اُس پانی سے
خود بھی سیر ہو کر پیا اور اپنے پیارے فرزند کو بھی پلایا۔ اسکے بعد اُس فرشتہ نے
آپکو بہت تسلی اور دلاسا دیکر کہا کہ تم ہرگز خوف نہ کرو۔ یہاں ایک خدا کا گھر ہے
جسکو یہ بچہ جوان ہو کر اپنے باپکے ساتھ بنائے گا۔ خدائے تعالیٰ اس گھر میں بسنے
والوں کو کبھی ضائع نہ کرے گا +

القصہ حضرت ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ دونوں اُس چشمہ کے نزدیک رہنے لگے
اسی اثنا میں قبیلہ جرہم کی ایک جماعت اس طرف سے گزری۔ چونکہ وہ لوگ پانی
کی تلاش میں زمانہ سے سرگردان تھے۔ اس چشمہ کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت
ہاجرہؓ سے اجازت لیکر اُتر پڑے۔ اور چند روز کے بعد اپنے متعلقین کو بھی یہیں بلاکر
آباد ہوگئے۔ ادہر حضرت اسمٰعیلؑ بھی بفضل ایزدی جوان۔ اور قبیلہ جرہم سے عربی زبان
سیکھکر نہایت زکی، قابل۔ تیز فہم ہوگئے تھے۔ حتی کہ قبیلہ جرہم کے سردار نے اپنی بیٹی کا

نہایت آرزو اور چاہت سے اُنکے ساتھ نکاح کردیا۔ اسی اثنار میں حضرت ہاجرہؓ نے انتقال فرمایا چنانچہ آپ کی قبر بھی اسی جگہ بنوائی گئی۔ جس کا نام اب حطیم ہے

ادہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بی بی سارہؓ کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ جس سے فی الجملہ حضرت سارہؓ کا رشک و حسد کچھ کم ہوگیا۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پہلے فرزند اسمٰعیلؑ کے پاس جانے کی اجازت چاہی حضرت سارہؓ نے باین شرط اجازت دیدی کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے گھر شب باشی نہ کریں اور نہ وہاں زیادہ توقف کریں۔ حضرت ابراہیمؑ تمام شرائط قبول فرماکر روانہ ہوئے اور جب اُس مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ اسمٰعیلؑ اب جوان ہوکر خانہ دار ہوگئے اور اُن کی ماں انتقال کرگئی ہیں۔ آپ حضرت اسمٰعیلؑ کے گھر پر تشریف لیگئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ اسمٰعیلؑ شکار کے لیئے باہر گئے ہوئے ہیں۔ چونکہ آپ بی بی سارہؓ سے وعدہ کرآئے تھے۔ اسلیئے زیادہ توقف کرنا مناسب نہ سمجھکر واپس ہوگئے۔

چند روز کے بعد پھر حضرت ابراہیمؑ کو اسمٰعیلؑ کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ بی بی سارہؓ سے اجازت لیکر اُنکے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن اس بار بھی حضرت اسمٰعیلؑ سے ملاقات نہ ہوئی۔ اور آپ اسیطرح ناکام واپس ہوئے۔

اب آپنے پھر تیسری مرتبہ پھر حضرت سارہؓ سے اس امر کی اجازت لی کہ ابکی مرتبہ اسمٰعیلؑ سے بغیر ملاقات کئے نہ آؤنگا۔ بی بی سارہؓ نے اجازت دی۔ چنانچہ آپ اُنکے پاس جاپہنچے۔ اسمٰعیلؑ اُسوقت زمزم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی اُن کی نظر حضرت ابراہیمؑ پر پڑی۔ بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ اور جیسے دو شخص مدت کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں۔ اسطرح معانقہ کیا گیا۔ جب باہمی ملاقات سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بیٹا! مجھے حکم ہوا ہے کہ اس جگہ ایک گھر بناؤں جسمیں خاص خدا کی پرستش و عبادت کیجاتے۔ اگر تم بھی اس کام میں

میری شرکت کرو تو بہت بہتر ہو۔ حضرت اسمٰعیل نے فرمایا کہ خدا کا حکم اور آپ کا فرمان مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ بسم اللہ کیجئے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ ابراہیم نے غرہ ذیقعدہ کو خانہ کعبہ کی بنا شروع کی +

حضرت اسمٰعیل کوہ ابو قبیس و حرا اور ثقان سے پتھر ڈھو ڈھو کر لاتے اور حضرت ابراہیم معماروں کی طرح انہیں لگاتے جاتے۔ اور یہ دعا زبان مبارک سے فرماتے جاتے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ جب عمارت بقدر قد آدم اونچی ہوگئی۔ اور پاڑ وغیرہ باندھنے کی ضرورت ہوئی تو حضرت ابراہیم نے اپنے پیارے فرزند حضرت اسمٰعیل سے فرمایا کہ تم میرے لیئے ایک ایسا پتھر لاؤ جسپر کھڑے ہو کر آگے کی عمارت بناؤں۔ حضرت اسمٰعیل اس قسم کے پتھر کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت جبرئیل نے ملکر کہا کہ آؤ میں تم کو ایسے دو بڑے پتھر بتلاؤں جو حضرت آدم کے ساتھ بہشت سے زمین پر اُتارے گئے تھے۔ آپ انکے ساتھ ہو لیئے۔ حضرت جبرئیل انکو کوہ ابو قبیس کے ایک غار میں لے گئے۔ اور فرمایا کہ حضرت ادریس نے یہاں دو پتھر دفن کیئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کیلئے لیجاؤ۔ اور دوسرے کو کعبہ کے دروازے کے بائیں طرف نصب کردو۔ تاکہ جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے وہ اول اسی پتھر کو چوم لے[1] آپ حضرت جبرئیل کے فرمانے کے بموجب ان دونوں پتھروں کو اٹھا لائے۔ جب حضرت ابراہیم اُس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کعبہ میں مشغول ہوئے تو وہ بقدر بلندی عمارت خود بخود بلند ہونے لگا[2] حتیٰ کہ اُس عمارت کے پورے ہونے تک آپ کو کسی سیڑھی وغیرہ کی ضرورت نہوئی +

---

[1] یہ وہی پتھر تھا جسکو حجر اسود کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ حجر اسود کا رنگ ابتدا میں نہایت ہی سفید اور نورانی تھا گنہگاران بنی آدم کے ہاتھ لگا لگا کے یہاں تک سیاہ ہوگیا کہ لوگ اسکو حجر اسود کہنے لگے ۔ [2] یہ پتھر بعد کو مقام ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا۔ اسپر آپکے قدموں کے نشان بھی تھے۔ لیکن کچھ زمانے بعد وہ سب مٹ گئے ۔

جس وقت خانہ کعبہ بنکر تیار ہوا۔ اُسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۳۰ سال کی تہی۔ اور حضرت اسمٰعیل ؑ کی عمر ۳۰ سال کی ۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم ؑ خانہ کعبہ بنا چکے تو عرض کیا "پروردگار! ہم نے اپنا کام تمام کردیا۔ اب ہمکو حج کا طریقہ سکہا دے" حضرت جبرئیل ؑ کو حکم ہوا کہ ابراہیم کو تمام مناسک حج بتادو۔ چنانچہ اُنہوں نے آپ کو احرام سے لیکر حلق سر تک سارے حج کے ارکان آداب و مستحبات ترتیب سکہادیئے[ف۱]۔ جب آپنے حج سے فراغت پائی تو جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ تمام روئے زمین کے آدمیوں کو حج کی اطلاع دیدو۔ حضرت ابراہیم نے عرض کی۔ الٰہی! میری آواز تمام عالم میں کس طرح پہنچے گی۔ حکم ہوا کہ آواز دینا تمہارا کام ہے اور اسکا پہنچانا میرا ذمہ۔ حضرت ابراہیم نے اُسی پتھر پر چڑھکر تین دفعہ یوں آواز دی کہ "اے تمام جہان کے آدمیو! تمہارے خدا نے خاص اپنے لیئے زمین پر ایک گھر بنایا ہے جسکی زیارت کے واسطے تمہیں بُلاتا ہے۔ پس تم بشوق و ذوق خواہ پیادہ ہو یا سوار اس مبارک مکان کی زیارت کو آؤ" حق تعالٰی نے اس آواز کو تمام موجودہ اہل جہان کے کانوں ہی میں نہیں بلکہ جو روحیں ماؤں کے پیٹ میں اور باپوں کی پشت میں تہیں سبہوں کو پہنچا دیا پس جس نے اس آواز کو سن کر لبیک کہا وہ ایک نہ ایک دن اسکی زیارت کو ضرور جائے گا۔ اور جس نے اس آواز کی اجابت ہی نہ کی وہ حج سے محروم رہیگا ۰

الغرض جب حضرت ابراہیم ؑ کو احکام خداوندی پہنچانیسے فرصت ہو گئی تو آپکی نسل میں وہ شائستہ لوگ پیدا ہوے جن[ف۲] سے آسمانی دین کے پہیلنے اور رائج ہونیکا اطمینان ہو گیا تو پیغام اجل آپہنچا اور آپ ۱۷۵[ف۳] سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرما کے عالم جاودانی ہوگئے ۰

ف۱ واضح ہو کہ جو مناسک حج آج ملت محمدی میں رائج ہیں وہ سب حضرت جبرئیل کی معرفت حضرت ابراہیم کو تعلیم کیے گئے۔ اور پھر اُنسے اس امت میں بذریعہ رسول خدا صلعم آئے ۱۲ ف۲ حضرت ابراہیم کے چند صاحبزادے اور تھے جن کے نام یہ ہیں۔ مدین۔ مدان۔ یقشان۔ زمران۔ اسبق۔ شوخ۔ یہ چہوں حقیقی بہائی تہے۔ ان کی ماں کا نام قنطورا بنت یقطن تہا جو کنعان کی رہنے والی تہیں۔ ان چہوں حضرات میں سے کوئی پیغمبر نہ ہوا اور نہ انکی زندگی میں کوئی قابل ذکر اہم واقعات پیش آئے جو لکھے جاتے ۱۲ ف۳ بعضوں نے ۱۹۵ برس کی عمر پاکر آپ کا انتقال فرمانا لکھا ہے ۱۲

مصنفہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

صبح زندگی

یہ شام زندگی کا پہلا حصہ ہے شام زندگی میں نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات پڑھنے سے پہلے ذرا ان کا کوارا پنہ بھی دیکھ لو اس سے تمہیں پتہ چلے گا کہ ایک لڑکی کی پیدایش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہیے علامہ راشد الخیری اس قسم کے مضامین کو دلچسپ اور موثر بنا دینے میں جو ملکہ رکھتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمہاری بیٹیوں کی اتالیق ہے۔ تمہاری بیویوں کی مشیر ہے اور خود تمہاری ذات کے لیے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ انمول قصہ ہے اس سے کام لو نصیحت پکڑو۔ اور لطف اٹھاؤ۔ صبح زندگی میں طرز بیان۔ کیفیت زبان اور زندگی کا سامان سب کچھ موجود ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ علاوہ محصول۔

مصنفہ علامہ راشت الخیری کی کتاب

بنت الوقت

یہ وہ معرکتہ الآرا کتاب ہے جس کے صرف ایک اعلان پر میرے پاس سینکڑوں درخواستیں آ گئی تھیں

بنت الوقت

ہماری مستورات کی موجودہ تعلیم و تربیت کا اصلی مرقع

اور آج کل کی مہذب بیبیوں کی لاثانی تصویر ہے

کتاب نہیں کتاب کی ہر ہر سطر سفارش سے مستغنی اور تعریف سے بالا ہے۔ علامہ راشد الخیری کا قلم جن جواہرات سے ادب اردو کو مالا مال کر رہا ہے وہ اب محتاج بیان نہیں، صبح زندگی، شام زندگی طوفان حیات اور سراب مغرب کے مصنف کا نام بنت الوقت کی ضمانت کو کافی ہے۔ منگا کر دیکھیے کہ بنت الوقت لکھنے کی اس زمانہ میں کتنی ضرورت تھی اور یہ ضرورت کیسی پوری ہوئی قیمت ۸ر

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

جگ بیتی

اس کا دوسرا نام خواجہ حسن نظامی کی کہانیاں ہے یہ چھوٹے چھوٹے قصوں کی کتاب ہے ہر قصہ غم و الم کی داستان ہے جس میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے اور دلچسپی کیا پوچھو دیگر چھوٹے قصوں کے مقابلہ میں یہ مفید اور مزیدار کہانیاں ہر شخص کو پڑھنی چاہئیں قیمت صرف ۲

اشتہار رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصنفہ علامہ راشد الخیری کی کتاب

طوفانِ حیات

جس نے دنیا میں دہوم مچادی اور جس کی تعریف میں اخبارات رطب اللسان ہیں اور جس کا استقبال اردو علم ادب نے نہایت شاندار کیا۔ اس کتاب کی ہیرو مشرکہ کی زندگی اسقدر پر لطف اور پیچیدہ ہے کہ پڑہنے والا حیران ہوجاتا ہے۔ رسوم قبیحہ جنہوں نے مسلمانوں کا خاکہ اڑادیا اس فصاحت اور خوبی سے بیان کی گئی ہیں کہ اسکے پڑہنے کے بعد پھر گہر میں ایسی رسموں کا نشان باقی نہیں رہتا غرض جو عام طور سے دنیا نے فسلوں پر پالیعض ہے۔ طوفانِ حیات کے مطالعہ سے ہزاروں کوس دور بھاگ جاتا ہے۔ اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جہکا دیتا ہے۔ کتاب اسقدر دلچسپ ہے کہ بغیر ختم کئے چہوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ واقعات اسقدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ پہلا ایڈیشن قریب ختم ہے اور درخواستوں کی کثرت اسقدر زیادہ ہے کہ اگر فوراً فرمائش نہ کی گئی تو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

پورا میگزین

چہوٹے چہوٹے رسالوں کا دلچسپ مجموعہ ہے جسکو خواجہ صاحب نے جنگ یورپ کے شروعات کے وقت لکہا تہا اسمیں حسب ذیل سات رسالے ہیں۔

توپ خانہ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ بم گولہ کا اعلان جنگ۔ بلجیم کا میدان جنگ۔ جرمن شہزادہ کی لاش

ان رسالوں میں دلچسپی کے ساتھ تصویریں کہنچے لکہے گئے ہیں اور امن کی خوبیاں بیان ہوئی ہیں مجموعی قیمت ۱۰

مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

ذکرِ خسرو

اس کتاب میں حضرت امیر خسرو کی زندگی کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے اور بزم خسروی کے مشاعرہ کی نہایت مزیدار غزلیں اور نظمیں ہیں قیمت صرف ۶ آنے علاوہ محصول۔

المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

۴۶ء

نعت

ہے عرش بریں حق مقام احمدؐ — ہے مرجع خاص و عام نام احمدؐ

سب دفترِ کائنات برہم ہوتا — ہوتا جو نہ زیر اہتمام احمدؐ

آئینۂ حق نما ہے روئے احمدؐ — ہے سنبلِ باغِ خلد موئے احمدؐ

گلیوں سے مدینے کی ہوا آتی اب تک — وہ نکہتِ زلف مشکبوئے احمدؐ

فردوس بریں ہے نام کوئے احمدؐ — ہے مظہر اسم ذات روئے احمدؐ

رانڈوں کے یتیموں کے ہیں والی وارث — ملتی جلتی ہے حق سے خوئے احمدؐ

عالم میں کھلا ہے لالہ زارِ احمدؐ — رنگِ گل قدرت ہے عذارِ احمدؐ

اے موج نسیم صبحگاہی پھر لا — وہ نکہتِ زلف مشکبار احمدؐ

ہے نقش نگین عرش نام احمدؐ — تفسیر کلام حق کلام احمدؐ

ہے خُلق عظیم اسم اعظم کوثر

کیوں خلق خدا نہ ہو غلام احمدؐ

کوثر حیدرآبادی

شیخ المشائخ شیخ رحمکار رحمۃ اللہ علیہ

(۱) شیخ رحمکار رح تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور ملک خٹک (کوہستان) میں ایک کامل ولی گزرے ہیں جس گاؤں میں وہ مدفون ہیں وہ گاؤں بھی انکے نامی (زیارت کاکا صاحب) سے مشہور ہے۔ شیخ رحمکار رح کو لوگ شیخ امین خراسانی بھی کہتے ہیں اور عرف آپ کا کاکا صاحب ہے۔ شیخ رحمکار نسباً ہاشمی حسینی سید ہیں۔ اسطرح کہ ہاشم سے عبد المطلب پیدا ہوئے۔ اور عبد المطلب سے جناب عبد اللہ اور جناب عبد اللہ سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت محمد صلعم سے بی بی فاطمہ رض اور بی بی فاطمہ رض سے حضرت امام حسین ؓ اور امام حسین ؓ سے امام زین العابدین ؓ اور امام زین العابدین سے امام محمد باقر رح اور امام محمد باقر رض سے امام جعفر صادق رض اور امام جعفر صادق سے حضرت اسمٰعیل رح اور حضرت اسمٰعیل رح سے سید خاتم معروف بہ سید کاظم رض حضرت سید خاتم سے حضرت سید فاتح معروف بہ سید الرجال۔ سید فاتح سے حضرت سید قاف معروف بہ سید خان بابا۔ سید قاف سے حضرت سید رجال معروف بہ گلی بابا۔ سید رجال سے حضرت سید گل معروف بہ لقمان بابا۔ حضرت سید گل سے حضرت علی اکبر معروف بہ تورخان بابا۔ حضرت علی اکبر سے حضرت سید سعد الدین معروف بہ تورے بابا۔ حضرت سید سعد الدین سے حضرت سید سیف الدین حضرت سید سیف الدین سے حضرت سید احمد معروف بہ انوس صاحب حضرت سید احمد سے حضرت سید محمود معروف بہ یونس صاحب حضرت سید محمود سے حضرت سید باقر معروف بہ قطب العالم یعنی قبلۂ عالم حضرت

سے حضرت [illegible]

حضرت سید یسین حضرت سید یسین سے حضرت سید آدم بابا حضرت سید
آدم بابا سے سخی سرور اویسی چشتی۔ حضرت سخی سرور سے حضرت اویسی سید نادر
معروف بہ مست بابا۔ حضرت سید نادر سے حضرت اویسی سید بہادر معروف
ایک بابا۔ حضرت سید بہادر سے شیخ المشائخ قطب حقیقی شیخ رحمکارؒ۔ ہاشم اور
عبدالمطلب مکہ معظمہ قبرستان حجر میں مدفون ہیں۔ اور جناب عبداللہ نے ایام
سفر یثرب (مدینہ) میں وفات پائی تھی۔ اور وہ مدینہ میں بنی نجار کے دار نابغہ
میں دفن ہوئے۔ (بحوالہ خطبات احمدیہ تالیف سر سید احمد خان صاحب) حضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک مدینہ منورہ مسجد نبوی میں واقع ہے۔ اور
حضرت بی بی فاطمہؓ کا مرقد شریف مدینہ منورہ جنت البقیع میں ہے اور حضرت امام
حسینؓ شہید کربلا کا مزار شریف کربلائے معلے واقع عراق عرب میں ہے حضرت زین العابدین
اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضرت اسمٰعیل مدینہ منورہ جنت البقیع میں
مدفون ہیں۔ اور سید حاتم اور سید فاتح کا مقبرہ شہر مشہد ملک ایران میں ہے
سید قاف و سید رجال و سید گل بخارا شریف میں آرام فرما رہے ہیں۔ سید علی اکبر
اور سید سعد الدین اور سید سیف الدین اور سید احمد اور سید محمود پشین میں مدفون
ہیں۔ سید باقر شہر غزنی میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر دفن کیے گئے ہیں۔ سید محبت
ملک خوست اور دوڑ کے درمیان مدفون ہیں۔ اور حضرت یسین خاص ملک خوست
میں مدفون ہیں۔ حضرت سید آدم بابا موضع کربوغہ سرحد ملک خٹک و بنگش میں
میں مدفون ہیں۔ سخی سرور معروف بہ غالب بابا یا غائب بابا کی قبر علاقہ ڈیرہ جات
اور مزار شریف موضع مروبہ کے نزدیک علاقہ خورد تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں
واقع ہے۔ سید بہادر معروف بہ ایک صاحب کی زیارت شریف موضع کنڈرہ خیل
تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کے نزدیک ایک پہاڑی جنگل میں واقع ہے۔ مزار مبارک

شیخ المشائخ شیخ رحمکار صاحب موضع زیارت کاکا صاحب تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور
میں جو مرجع خلائق ہے واقع ہے۔ اب بھی تمام اطراف واکناف سے لوگ واسطے
طلب حاجات دینی و دنیوی خصوصاً صفائی حافظہ وذہن کے آتے ہیں ہر روز
لوگوں کا ایسا انبوہ ہوتا ہے گویا عید کا میلہ لگا ہوا ہے (ماخوذ از مقامات قطبیہ و
مقالات قدسیہ تصنیف شیخ عبدالحلیم صاحب فرزند چہارم کاکا صاحب مرتبہ حاجی
محمد اسد نبیرہ شیخ عبدالحلیم صاحب بحوالہ تذکرہ شیخ یحییٰ صاحب معروف بہ حضرت جی
صاحب اٹک مرید المرید شیخ رحمکار صاحب)+

ولادت و مجاہدہ اخوند سہیل صاحب مریدکاکا صاحب اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں کہ انکو معتبر ذریعہ
سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ سید بہادر معروف بہ ایک صاحب والد بزرگوار شیخ
رحمکار صاحب کے زمانے میں ایک شخص کشمیر نام کا بیٹا سخت بیمار ہوا۔ کشمیر اپنے بیٹے کو
ایک صاحب کے پاس لایا۔ اور ایک صاحب سے اسکی صحت کی دعا کی التجا کی۔ شیخ صاحب نے
بحکم حدیث قدسی۔ من لم یذق فناء الولد بمحبتی وفناء الوالد بمودتی
لم یجد لذة الوحدانیة الفردانیة۔ جو کوئی میری محبت میں اپنے بیٹے
کے مرنے کا اور میری دوستی میں اپنے باپ کے فنا ہونے کا مزہ نہ چکھے وہ وحدانیت
اور فردانیت کا مزہ نہیں چکھتا+ اسلیئے انہوں نے بی بی صاحبہ کو حکم دیا کہ اپنے فرزند کی
آنکھوں میں سرمہ لگا کر پنگھورہ میں سلادو۔ بی بی صاحبہ نے ویسا ہی کیا۔ جب کچھ
ساعت گزر گئی۔ اور بی بی صاحبہ نے اپنے لڑکے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مر گیا ہے وہ
سخت غمگین ہوئیں۔ اور نزدیک تھا کہ کچھ جزع فزع کریں کہ شیخ صاحب نے انکو تسلی دی
اور کہا کہ خدا اسکے بدلے تمکو ایسا بیٹا دیگا کہ سورج کی طرح تمام جہان میں چمکیگا۔ بی بی
صاحبہ نے صبر کیا۔ اور کشمیر کا لڑکا اچھا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے بی بی صاحبہ کو فرزند
متوفی کی جگہ شیخ رحمکار صاحب عطا کیئے جو آفتاب کی مانند تمام جہان پر چمکے

اور قطب حقیقی کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ اولیاء اللہ میں قطب حقیقی سے زیادہ مرتبہ اور کوئی نہیں ہے۔ تمام ابدال و اوتاد۔ نجبا و قطب مدار و افراد قطب حقیقی سے نیچے ہیں +

شیخ عبدالحلیم صاحب فرزند چہارم شیخ رحمکار اپنی کتاب قطب کا کا صاحب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے ایام طفولیت میں مجاہدہ شروع کیا تھا ہمیشہ تھوڑا کھانا کھاتے تھے اور راتوں کو جاگتے تھے۔ لوگوں سے کنارہ رکھتے اور خاموش بسر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بچپن ہی میں ذکر و فکر میں ایسے مستغرق تھے کہ ایک روز اُن کی والدہ کو کسی متاع خانگی کی ضرورت تھی۔ اور وہ اسکو تلاش کر رہی تھیں مگر نہ پا سکتی تھیں۔ شیخ صاحب نے اس چیز کو دیکھ لیا اور اُٹھکر لانے لگے مگر دو تین ہی قدم اٹھا کر چلنے تھے کہ ضعف سے بیہوشی طاری ہوئی اور گر پڑے والدہ صاحبہ نے شور مچایا اور وہ ڈریں کہ شاید کسی بھوت پریت کا اثر ہوا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں تندرست ہوں مگر چیز مطلوبہ کے لانیکے لیے اٹھا اور بسبب ضعف کے گر پڑا۔ بعد ازاں انھوں نے وہ چیز والدہ صاحبہ کو دکھلائی۔ اُنھوں نے اچھا کھانا کبھی نہیں کھایا۔ کبھی جَو کی روٹی اور کبھی مکی کی روٹی کھاتے تھے۔ روٹی میں نمک بہت ڈلواتے تھے۔ اور بہت سوکھی اور خشک روٹی کھاتے تھے۔ چنانچہ ان کی اولاد میں بھی زیادہ نمک اور خشک روٹی کھانے کی عادت ابھی تک موجود ہے دن رات پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے۔ اور چونکہ اُس زمانہ میں چوروں اور رہزنوں کا زیادہ خطرہ رہتا تھا۔ اُنکی والدہ کو تشویش رہتی تھی۔ اور ہمیشہ گاؤں کے لوگ بھی شیخ صاحب کی تلاش رکھتے تھے اور سرِ شام گھر لے آتے تھے۔ جب جوان ہوئے تو اُنھوں نے اپنی والدہ اور بھائیوں سے کہا کہ یا تو گھر کا اختیار مجکو دو کہ جس طرح چاہوں خرچ کیا کروں۔ ورنہ میں تم سے جدا ہوتا ہوں۔ والدہ اور بھائیوں

سے نے تمام گھر کا اختیار انہیں دے دیا۔ اور شیخ صاحب نے جود و سخا شروع کیا اور ایک ہی روز میں ستر بھیڑیں اور تین گائیں ذبح کرائیں اور اپنی سواری کا گھوڑا مستحقوں کے لیے ذبح کرایا۔ اور کچھ حصہ گھوڑے کا جنگل میں چھوڑ آئے کہ دیگر درندے کھالیں ؎

جہد ست و جہد مایہ اقبال آدمی — تا از حضیض خاک باوج سما رسد
مردان ز جہد و جہد بجائے رسیدہ اند — آنرا کہ جد و جہد نباشد کجا رسد

اسی طرح بدنی ریاضت کے ساتھ ساتھ علم ظاہری یعنی کلام اللہ اور تفسیر اور حدیث و فقہ میں درجہ کمال کو پہنچے۔ اور علم باطنی میں بھی سر آمد زمانہ ہوئے غرضکہ شریعت اور طریقت اور حقیقت میں عالم متبحر بن گئے۔ گویا اپنے وقت کے بایزید بسطامی و شیخ عبد القادر جیلانی اور جنید بغدادی ہو گئے۔ جب شیخ صاحب کا آوازہ بہت بلند ہوا تو دور دور سے لوگ زیارت کرنے اور فیض پانیکے لیے آنے لگے۔ چونکہ حضرت کا طریقہ اویسیہ تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ انکی شہرت ہو اسلیے انہوں نے گاؤں والوں کو منع کیا کہ زائرین کو نہ اپنے پاس سے کھانا دیا کرو اور نہ ان کا اپنا کھانا پکایا کرو۔ لیکن یہ سلسلہ نہ رکا۔ اور مشتاقان دیدار اپنا سامان ساتھ لاتے تھے اور اپنے لیے اپنا کھانا آپ پکاتے تھے۔ بعد اسکے شیخ صاحب نے زائرین کے برتن اور دیگ توڑوا دیئے۔ اسپر بھی لوگ باز نہ آئے۔ اور بھوکے جب کسی طرح پر بھی لوگوں کا آنا بند نہوا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ چونکہ یہ لوگ خدا نے میرے پیچھے لگائے ہیں۔ انسے خلاصی ناممکن ہے۔ تب انہوں نے لوگوں کو اجازت دی کہ جس کا دل چاہے زائرین کی خدمت کیا کرے۔ جب فتوح کا آنا شروع ہوا تو خود کھانا دینا شروع کیا۔ بلکہ قرض لیکے بھی مسافروں اور مہمانوں کو کھانا اور کپڑا دیا کرتے تھے۔ اور ماہوار خرچ ہزاروں روپیہ پہنچ جاتا تھا۔ علاوہ دیگر نقد جود و سخا کے

انہوں نے تین ہزار غلام خرید خرید کیا آزاد کیئے۔ سعد اللہ خان وزیر حضرت کا آزاد کردہ غلام تھا۔ چند عرصہ کے بعد لوگوں کو ہدایت دینا بھی شروع کیا ۔
ارشاد کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت کیمیا نظر تھے۔ صرف اونکی توجہ سے مرید کے قلب کو منقلب فرماتے تھے۔ کسی کو خواب و رویا میں فیض پہنچاتے تھے کسیکو وضو کا پانی پلاتے تھے۔ کسیکو اپنے وضو کے پسماندہ پانی سے وضو کراتے تھے کسی شخص کے کبر و غرور توڑنے کے لیئے اس سے کوئی ذلیل خدمت کراتے تھے جیساکہ نقل ہے کہ ایک بڑے امیر و منصب دار شخص کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیوں کا پشتارہ لاکر بازار میں بیچو۔ اس نے ویسا ہی کیا اور اسی خدمت سے وہ کمال کو پہنچے۔ غرضکہ ان کا طریقہ ارشاد دیگر مرشدوں سے نرالا ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ہزاروں آدمی انکے کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کی کرامتیں حد و عد سے متجاوز ہیں۔ کرامت کے معنی وہ نہیں ہیں جو عام لوگوں نے سمجھے ہیں کہ ہوا میں اڑنا یا پانی پر چلنا۔ یا ایک لمبی منزل کو قلیل عرصہ میں قطع کرنا۔ یا بے موسم میوہ بہم پہنچانا۔ یا اسی طرح اور مشکلات کے کھلانا اس طرح کے اعمال کو خرق عادت یا شعبدہ کہتے ہیں۔ اسطرح کے کام غیر نبی اور مداری اور جوگی اور بے دین بھی کیا کرتے ہیں یہ روح انسانی کی ایک طاقت ہے جو بعد نفس کشی انسان کو حاصل ہوجاتی ہے۔ یا کسب و ہنر ہے جیسا مسمریزم وغیرہ۔ یہ کام اولیاء اور انبیاء کا نہیں انبیاء اور اولیاء کا کام کرامت اور فراست ہی۔ کرامت کے تین شعبے ہیں۔ (اول) معاملات صادقہ مثل الہام و تعلیم و تعلم و تفہیم غیبی و علم حکمت۔ (دوم) مقامات کاملہ مثل محبت و خشیت و توکل و رضا و تسلیم و صبر و استقامت و زہد و قناعت و تفرید و تجرید۔ (سوم) اخلاق فاضلہ مثل علو ہمت و دو فور شفقت و حلم و حیا و وفا و صدق و صفا و شجاعت و سخاوت ۔

اولیاء اللہ ہمیشہ بندگی اور عبودیت کے رستے پر چلتے ہیں اور علی الدوام زار و نزار رہتے ہیں اور تصرفات الوہیت کے مدعی نہیں بنتے۔ خاک کی طرح خاموش رہتے ہیں۔ آگ کی طرح جوش میں نہیں آتے۔ مقام تجرید اور تفرید میں بندگان الٰہی سے متنفر نہیں ہوتے۔ اور نہ حقداروں کا حق تلف کرتے ہیں مقام توکل میں محض بے عقلوں کی طرح بے کار نہیں ہوتے۔ اور ادب کے طریقے یعنی رعایت اسباب کو ہاتھ سے نہیں دیتے ہیں اور مناجات کی لذت کے لیے عام لوگوں سے کنارہ کش نہیں ہوتے ہیں بلکہ مناجات کے لیے خالی وقت کی تلاش میں رہتے ہیں۔ سخاوت میں اسراف کو روا نہیں رکھتے ہیں اور شجاعت میں جوش غضب کو دخل نہیں دیتے ہیں۔ گویا اُن کے افعال و اقوال اقتضاء طبعی سے صادر نہیں ہوتے ہیں بلکہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کی اطاعت سے کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی چیز کو بخشتے ہیں تو مولا کی رضا کے لیے بخشتے ہیں۔ رب العالمین اُن کے اقوال و افعال و عبادات و عادات و معاملات و مقامات و اخلاق و احوال کو نفس اور شیطان کی مداخلت اور سہو و خطا سے اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور فرشتے اُن پر مقرر کرتا ہے۔ تاکہ بشریت کا غبار اُنکے دامن کو آلودہ نہ کرے۔ اور نفس بھی اپنا مطلب اُن سے نہ نکالے۔ اور بعض اُن میں سے کیمیا نظر ہوتے ہیں۔ جو شقی کو سعید کرتے ہیں۔ ان تمام امورات کو کرامت معنوی کہتے ہیں باقی رہی خرق عادت جسکو کرامت حسی بھی کہتے ہیں وہ بالذات ہدایت کے اسباب میں سے نہیں۔ شاید کہ بعض سعداء کے لیے اتفاقاً ہدایت کا سبب ہو جائے اس نور سے جو رحمت الٰہی سے کسی سعید ازلی کے قلب میں مینہ کی طرح برستا رہتا ہے اور اسکو محبوب حقیقی کی محبت پر ابھارتا رہتا ہے۔ علاوہ اسکے اکثر اولیاء اللہ خرق عادت یا کرامت حسی کو مکروہ جانتے ہیں۔ الکرامۃ حیض الرجال مشہور مقولہ ہے

پولیٹیکل گرگٹ کی نسبت

اخبار خطیب کی رائے آج کل جبکہ سنٹرل بیورو تمام نظربندان اسلام کے حالات کی اشاعت کا انتظام کر رہی ہے اور اس سلسلہ میں کئی ٹریکٹ بھی شائع کر چکی ہے کیسی عبرت ہوتی ہے یہ دیکھکر کہ ہمارے سب سے پہلے لیڈر مولوی ظفر علی خانصاحب کی سیرت پر روشنی ڈالنے کا کام شیخ ضیاء الحق صاحب سابق ایڈیٹر اخبار مشیر کو اپنے ذمہ لینا پڑا۔ شیخ صاحب کی نسبت مشہور ہے کہ ان سے کوئی ایسا شخص جو صراط مستقیم سے ہٹ گیا ہو بچ نہیں سکتا اور خصوصاً سیاسی کجرووں کے لیے تو وہ سچ مچ نہیون عن المنکر کی عملی تفسیر ہے۔ مولوی ظفر علی خانصاحب نے باؤلے کتے کے کاٹنے کے بعد سے جو رویہ اختیار کیا ہے اور جس طرح وہ آزاد ہو کے شملہ سے لاہور اور لاہور سے حیدرآباد پہنچ گئے تھے۔ اس پر ملکی و قومی پریس بہت کچھ لکھ چکا ہے۔ کم لوگ ہونگے جنہوں نے انکے اس فعل کو پسند کیا ہو۔ لیکن یہ سارا مواد منتشر تھا اور مولوی ظفر علی خاں جیسے ہشیار اور زمانہ ساز شخص برس دو برس میں کسی وقت چاہتے تو قلم کی ایک گردش اور زبان کی ذرا سی حرکت سے پھر پبلک کو مست و سرشار کر دیتے اور انکی سب بدعنوانیاں بھول جاتیں۔ مگر شیخ ضیاء الحق صاحب نے اسے کتابی صورت میں جمع کر کے بقائے دوام دیدیا ہے اور نسبتاً اس کے اثر کو دیرپا بنا دیا ہے اس کا نام شیخ صاحب نے

پولیٹیکل گرگٹ

رکھا ہے اسکے شروع میں بہ ذیل دیباچہ تمہید مولوی ظفر علی خانصاحب کی پہلی زندگی بھی دکھائی ہے اور مولانا عمادی کے بارے میں بھی عجیب غریب انکشافات ہیں۔ ختم کتاب پر لکھا ہے "یہ قومی لیڈر اور خادم کی کہانی ہے جس کا مطمح نظر ایک سیاہ کار یا سیٹھ بنا تھا۔ یہ آئینہ ہے ان سب قومی ڈاکوؤں اور ملکی غارتگروں کے سمجھنے کا اور دیکھنے کا جو قوم، مذہب اور ملک کا نام لیکر غریبوں مفلسوں یتیموں اور بیواؤں کو لوٹکر اپنی جیبیں بھرتے ہیں اور امیرانہ شان سے قومی شہید کہلا کر مزے اڑاتے ہیں۔ یہ کتاب ظفر علی ہی کی قلعی نہیں کھولے گی بلکہ ان جیسے تمام وطنی لیڈروں کی حقیقت پبلک کو سمجھادے گی اور ایکدن سب بناوٹی لیڈر اسی گھاٹ اترتے جائیں گے جس گھاٹ کہ ظفر علی خاں کی بناوٹ اتر کر چلی گئی" ہم پولیٹیکل گرگٹ کا از اول تا آخر مطالعہ نہیں کر سکے سرسری ورق گردانی ہے اتنا ہی معلوم ہوا جتنا اوپر بیان کیا گیا ضخامت قریباً، جزو بڑی تقطیع سفید دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ۱۲/ علاوہ محصول۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

اشتہار

ادویات مجربہ قیمتاً عملیات تعویذات مجربہ ہدیتہً

ملنے کا پتہ درویش

مولوی گل محمد خاں ہاشمی مقام جامپور
ضلع ڈیرہ غازی خاں (پنجاب)

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی

الموسوم

سی پارۂ دل

اس کتاب میں خواجہ صاحب کے وہ تمام مضامین ہیں جو آجتک ہندوستان کے مشہور رسالوں اور اخباروں میں چھپے بعض مضامین تو وہ ہیں جو ناپید ہوگئے تھے اور ایک ایک اشرفی قیمت دینے پر بھی دستیاب نہ ہوتے تھے سنہ ۱۹۱۰ء میں ایک مجموعہ مضامین چھپا تھا، مگر وہ نا تمام تھا۔ اس میں یہ نثر مضامین نہ تھے، جو اس تازہ مجموعہ میں ہیں خواجہ صاحب نے اردو زبان میں ایک نئی وضع انشا پردازی کی ایجاد کی ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی دلپسند چھوٹے بڑے ادنیٰ اعلیٰ کی سمجھ میں آنے والی، اور دل پر اثر کرنے والی عبارت کوئی نہیں لکھ سکتا۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اس کا ثبوت آنکھ سے دیکھنا ہو تو یہ مجموعہ مضامین منگا کر دیکھیے۔ عبارت آرائی تصوف اور سوز و درد کا ایک باغ لگا ہوا نظر آئیگا۔ قیمت علاوہ محصول ڈیڑھ روپیہ

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محفل نامہ

گیارہویں شریف

حضرت غوث پاک کی گیارہویں میں پڑھنے کی نہایت معتبر موثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب

حضرت خواجہ حسن نظامی کی بالکل تازہ تصنیف

نقرئی ولائتی جلد بندھی ہوئی قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۸ علاوہ محصول

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

ستر ہویں نامہ

یہ حضرت امیر خسرو کی مختصر سوانح عمری ہے۔ خواجہ صاحب کی ابتدائی تصانیف میں عمدہ کتاب ہے قیمت ۴ر

المشتہر مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

صوفیائے عظام جو کچھہ فرماتے ہیں وہ مکاشفہ یعنی فراست اور الہام اور تفہیم غیبی سے فرماتے ہیں میں نے شیخ صاحب کی کرامات میں از حد زیادہ غور کیا ہے وہ تمام اقوال و افعال معاملات صادقہ کی قسم سے ہیں جیساکہ روایت ہی کہ ایک شخص حضرت سے ملنے کے لیئے آیا تھا اور وہ مسجد میں رات گزارنے کیلئے سویا ہوا تھا۔ جب کچھہ رات گزر گئی۔ شیخ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور اس شخص کو جگا کر اپنے گھر بھیجدیا۔ جب وہ شخص گھر پہنچا۔ بادل اٹھا اور سخت بارش شروع ہوئی۔ اس شخص کی مال مویشی ایک وادی میں تھیں۔ وہ جلدی انکو گھر لایا۔ گویا یہ معاملہ تفہیم غیبی کا تھا کہ شیخصاحب کو الہام ہوا یا اور کسی طرح انکو بارش کا آنا معلوم ہوا ۔

اسی طرح روایت ہی کہ شیخصاحب اپنے دادا سید نادر صاحب کے مزار شریف پر تشریف لیگئے تھے۔ واپسی کے وقت ایک شخص نے ایک گائے پیش کی حضرت نے اسکو قبول فرمایا۔ وہ شخص رخصت ہوا اور رستہ میں اسکے دل میں خیال آیا کہ یہ گائے اپنے گاؤں کے فقرا اور مساکین کو کھلائی جاتی تو اچھا ہوتا۔ حضرت نے اسکے خطرہ کو سمجھا اور ایک آدمی کو اسکے پیچھے روانہ کرکے اسکو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ گائے لیجاؤ اور کل اسکو اپنے گاؤں کے محتاجوں کے ساتھ لاؤ تاکہ تیرا صدقہ میرے ہاتھ سے دیا جائے۔ اور وہ اس سے بہتر ہوگا کہ تم اپنے ہاتھ سے صدقہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب سے فرماتے تھے کہ آپ لوگوں کا صدقہ اگر میرے ہاتھ سے دیا جاوے تو وہ تمہارے لیئے زیادہ مفید ہی۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا ۔

نیز روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک ثقہ عالم شخص شیخصاحب کی ملاقات کے لیئے آئے تھے۔ ایک روز خود شیخصاحب امام ہوکر نماز جماعت پڑھا رہے تھے اور شیخصاحب کے پاؤں سردی سے پھٹے ہوئے تھے اور شیخصاحب پاؤں کے درد کے مارے قرأت

اچھی طرح سے ادا نہ کر سکتے تھے۔ اس عالم کے دلمیں گذرا کہ یہ قرات اچھی طرح ادا نہیں کر سکتے
تو ان کی بزرگی کیا ہوگی۔ یہ نیک شہرت شاید غلط ہے۔ جب نماز ختم ہوئی اور سلام
پھیر دیا گیا تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ پاؤں کے درد کے مارے اچھی طرح قرات نہ کر سکا
وہ عالم پشیمان ہوئے۔ اور انکی بدگمانی جاتی رہی +

یہ اور اسیطرح بزرگوں کے دیگر افعال کشف اور فراست سے تعلق رکھتے ہیں
کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ
مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے +

غرض کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پورے
متبع اور پیرو تھے۔ جیسا کہ اس آفتاب توحید و الوہیت اور سرچشمہ رسالت و
نبوت کی نظر فیض اثر کا کسی مسلمان پر پڑ جانا منٹوں میں مدارج علیہ طے کرا دیتا
تھا۔ ویسا ہی شیخ رحمۃ اللہ صاحب ایک توجہ خاص سے مرید کو شیب زمین سے
بلندی عرش تک پہنچاتے تھے۔ اپنی حیات میں ہزارہا لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ اور
جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے لوگوں کو آج تک برابر فائدہ
پہنچتا ہے ویسا ہی شیخصاحب کی روح سے بعد وفات ہزارہا لوگ مستفید ہوتے
ہیں۔ بعض لوگوں کو خواب میں اور بعضوں کو حضرت کے مزار سے فیض حاصل
ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحلیم صاحب مصنف مقامات فرماتے ہیں کہ انکو بھی روضہ
مبارک سے فیض پہنچا ہے کہ جوں جوں میں مزار شریف پر حاضر ہوتا رہا دوں دونی
اپنے دلمیں انوار پاتا رہا۔ جو کچھ میں نے دیکھا دل کی آنکھوں سے دیکھا اور جو کچھ
میں نے سنا دل کے کانوں سے سنا۔ اشارہ کافی ہے۔ ایسے انکشافات میں
زیادہ کلام کرنا بے ادبی ہے۔ اختصاراً عرض کیا گیا۔ خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ۔
(انتہاے کلام شیخ عبدالحلیم صاحب) شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اسی سال کی تھی اور ۲۴ رجب

سنہ ۱۰۶۱ ہجری کو انہوں نے وفات پائی تھی۔ گویا انکی پیدائش سنہ ۹۸۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ شیخ صاحب کی رحلت کو سنہ ۱۰۶۳ھ سے سنہ ۱۳۳۹ھ تک دو سو چھہتر سال ہو گئے اور بدستور انکی برکت و یمن میں روز افزوں ترقی ہے۔ شیخصاحب کا مزار شریف گاؤں کے متصل گاؤں سے شمال مشرق کی طرف ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ مزار کے مغرب کیطرف اور مشرق کیطرف تین چار پختہ مسجدیں ہیں۔ وہ مساجد نمازیوں اور زائرین سے ہر وقت بھری رہتی ہیں۔ مزار کے گنبد کے اندر بیسیوں مصاحف بڑے حروف والے الماریوں میں رکھے رہتے ہیں۔ اور تلاوت قرآن کا شور بپا رہتا ہے اور انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ جو شخص شیخ صاحب کے مزار کو ایک دفعہ دیکھتا ہے وہ مزار شریف کا دل چھوڑ جاتا ہے۔ رجب میں حضرت کا عرس شریف ہوتا ہے۔ اور لاکھوں آدمی دور دور سے آتے ہیں۔ ۱۶۔ رجب سے ۲۴۔ رجب تک بڑا زور رہتا ہے اور ہر ایک کو کچھ نہ کچھ فیض حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ رباعی ان کا مصداق حال ہے ؎

رو گرد جہاں بگرد پا آبلہ کن　　　گر بہ زمین یابی انگہ گلہ کن
یک روز بہ اخلاص بیا بر زمین　　　گر شاہ جہان نگردی مارا گلہ کن

شیخ صاحب کی ایسی بڑی برکت اور کرامت ہے کہ جہاں کہیں ان کی اولاد ہے صاحب دولت اور معزز جواد اور سخی ہے۔ اور ہر ایک باخبر اور ذی علم ہے۔ شیخ صاحب سے زیادہ کثیر الاولاد کوئی بزرگ نہیں گزرے ہیں۔ تمام ملکوں میں انکی اولاد کی آمد و رفت بے روک ٹوک رہتی ہے۔ وہ سوات، بنیر، دیر، باجوڑ، چترال، بلخ، بخارا، ترکستان، بدخشاں، آفریدستان، وزیرستان، کوہستان وغیرہ میں سورج کی طرح ظاہر و باہر ہیں۔ قوم اور حکومت دونوں کے خیرخواہ ہیں۔ حکومت بھی ان سے راضی اور قوم بھی ان سے خوش۔ مذہباً سنی حنفی المذہب ہیں۔ کوئی حدیث یا بدعتی فرقہ ان کو

ور غلا نہیں سکتا۔ ہر ملت و مذہب والوں سے صلح و آشتی سے پیش آتے ہیں گویا صوفی مشرب یہ لوگ ہیں۔ راقم الحروف کو بھی شیخ صاحب کی فرزندی کا شرف حاصل ہے۔ آخر میں میری یہ دعا ہے:۔

رَبِّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ؁

ترجمہ اے میرے پروردگار اور اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت (دونوں) میں تو ہی میرا کارساز ہے۔ تو (اب) مجھکو اپنی فرمانبرداری کی حالت میں (دنیا سے) اٹھا اور مجھکو اپنے نیک بندوں میں سے جا داخل کر۔

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل اویسی

موسم کا بہترین تحفہ

ارمغانِ سرما

یہ ایک بے مثل کتاب ہے جسمیں مشاہیر اطبائے کرام کے وہ مجربات جو خاص موسم سرما کے متعلق ہیں اور جنہیں آپ سینکڑوں روپے اور کافی وقت صرف کرنے پر بھی حاصل نہیں کرسکتے جمع کئے گئے ہیں۔

اگر آپ تقویت باہ۔ جریان۔ سوزاک۔ آتشک اور نامردی وغیرہ کے صحیح نسخوں کے خواہشمند ہیں تو اسے منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت چار آنے علاوہ محصول

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی

مہ بغداد

ساقیا بھر کے مجھے جام پلایا کیسا — کہ کھنچا پیش نظر آج یہ نقشا کیسا
نظر آیا یہ مجھے خواب میں جلوا کیسا — مردم چشم نے دیکھا یہ تماشا کیسا
طرف باغ چلی فصل بہاری دیکھو
شہ ذیجاہ کی آئی ہے سواری دیکھو

وہ شہنشاہ لقب جنکا ہے غوث اعظم — نام سے انکے مٹیں سب غم و اندوہ و الم
جان زہرا ہیں تو نور نظر فخر امم — دوش اقدس پہ عیاں شافع محشر کے قدم
یہ شرف اور کسی شخص نے کب پایا ہے
آپ ہی نے محی الدین کا لقب پایا ہے

ذرہ خاک ہوں خورشید بناؤ آقا — مہ بغداد ہو شکل اپنی دکھاؤ آقا
ایک بیکس کی خبر لینے کو آؤ آقا — ڈوبتی ناؤ ہے طوفاں سے بچاؤ آقا

بے حجابانہ مجھے آج حضوری ہو جائے

جو تمنا دلِ محزوں میں ہے پوری ہو جائے

میرے مولیٰ مری بگڑی کے بنانے والے
قیدِ اندوہ و مصیبت سے چھڑانے والے

کلفتِ رنج و غم و درد مٹانے والے
دستگیر آپ کو کہتے ہیں ز ملنے والے

میں گرفتارِ مصیبت ہوں اغثنی یا غوث

کشتۂ صدمۂ و کلفت ہوں اغثنی یا غوث

میری جانب نظرِ لطف و عنایت ہو جائے
روضۂ پاک کی اب مجھکو زیارت ہو جائے

جلوۂ دید کی حاصل مجھے لذت ہو جائے
روبروئے چشم کے پھر چاند سی صورت ہو جائے

اے رسا کیا کہوں جو لطف اٹھایا تھا کبھی

قدمِ پاک جب آنکھوں سے لگایا تھا کبھی

رسا ہمدانی۔ گیاوی

ہوئے

دل کا مطلب ادا نہوا

خبر نہیں کیا کیا ارمان تھے۔ کن کن تمناؤں کا ہجوم دل پر تھا اور خط لکھتے وقت کیسی کیسی آرزوئیں پیدا ہوتی تھیں مگر لکھنے کی عادت نہ تھی۔ ہر چند کوشش کی اور گھنٹوں غور کیا مگر دل کا مطلب ادا نہوسکا۔

خط لکھنا بھی ایک فن ہے جسکو پوری طرح اپنا مطلب ادا کرنا اور خط میں اسکی تصویر کھینچ دینے کا سلیقہ نہ ہو وہ اس آدمی ملاقات سے محروم ہے جو خط کے ذریعہ حاصل ہو جایا کرتی ہے۔

خط محبت ہو۔ کاروبار کا ہو۔ خانہ داری کا ہو یا کسی اور قسم کا۔ سب میں اسکی بہت بڑی ضرورت ہے کہ خط لکھنے والے کو کم الفاظ میں زیادہ اور پورا مطلب ادا کرنا آتا ہو ورنہ خط لکھنا بیکار ہے۔ جب آدمی دل کی بات ہی ادا نہ کر سکے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی کے مجموعہ خطوط نے ہندوستان کی اس عالمگیر ضرورت کو پورا کر دیا۔ انکے مجموعہ خطوط میں ایسے موثر اور رنگارنگ خطوط ہیں جنکو دو دفعہ پڑھنے کے بعد ہر آدمی اچھا خط لکھنے لگتا ہے اور اسکو ہر بات اپنے دل کا مطلب ادا کرنا آجاتا ہے۔

آجتک کسی اردو انشا پرداز کا ایسا مجموعہ خطوط نہیں چھپا جس میں خطوط نویسی کی آسان تعلیم کا التزام رکھا گیا ہو۔

حضرت خواجہ صاحب کے مجموعہ خطوط میں یہ خوبی سب سے بڑی ہے کہ اس میں فرضی خط نہیں ہیں۔ کیونکہ فرضی خطوط پڑھنے سے سچی اور فطری قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ اور مجموعہ خطوط میں بیوی کے نام خط ہیں۔ انکے پڑھنے سے مرد آدمی سمجھ جاتا ہے کہ اپنے اہل وعیال کو کس طریقہ سے خطوط لکھنے چاہئیں اور وہ کیا طریقے ہیں جنسے بال بچوں کے ساتھ دلی موانست کا اظہار ہوتا ہے۔ اور بھی اس موانست سے متاثر ہوکر اپنے مرد کے ساتھ اور زیادہ وابستہ ہوں۔

بیوی اور بیٹی کے نام جو خطوط حضرت خواجہ صاحب نے لکھے ہیں اور انکے مجموعہ خطوط میں شائع ہوئے ہیں انکو پڑھکر یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بہشتی زندگی جو خوش باش گھروں میں ہونی چاہیے زیادہ تر اظہار پر منحصر ہے اور خطوط کے ذریعہ سب سے اچھا یہ اظہار کیا جا سکتا ہے۔ اگر آدمی اسپر قدرت رکھتا ہو۔ اردو کے کسی مجموعہ مکتوبات میں خانگی زندگی کی وہ اصلی مسرت اور خوش باش تصویر نہ ملے گی جو حضرت خواجہ صاحب کے مجموعہ خطوط میں ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی اندرونی خانہ داری بہت ہی شاد و کامران اور باہمی اعتماد و ارتباط سے لبریز ہے۔ کیونکہ ہر وہ خط جو اس مجموعہ خطوط میں ہے اور جس میں بیوی یا بیٹی کو مخاطب کیا گیا ہے جیتی جاگتی تصویر خوش نصیب خانہ داری کی ہے جو شخص ان خطوط پر غور کرے گا۔ اسکو اپنی بیوی بچوں سے شرعی اور حقیقی محبت کرنی آجائے گی۔ اور یہ کتنا بڑا مرحلہ ہے

جیسے صرف ایک کتاب کے پڑھنے مگر بغور پڑھنے سے حل ہو سکتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کے مجموعہ خطوط میں۔ مریدوں۔ دوستوں وغیرہ کے نام بھی بکثرت ایسے مکتوبات ہیں جو مذہبی تعلقات اور دوستانہ میل جول کی بہترین ہدایت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دنیا میں اب دوست کا میسر آنا محال ہوگیا ہے مگر یہ مجموعہ خطوط بتاتا ہے کہ خط و کتابت کے ذریعہ دلی محبت اور دوستی کے جذبات کو کیسی عمدگی کے ساتھ تربیت دیا جا سکتا ہے۔ اور ایسے دوستوں کی نیچرل موانست میں کس درجہ تک تقویت حاصل ہوتی ہے۔

اصل میں دوستوں کو خطوط لکھنے بہت مشکل ہیں۔ اور انکے باہمی فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا تو بعض اوقات محال ہو جاتا ہے مگر حضرت خواجہ صاحب نے اسمیں خاص کمال دکھایا ہے اور ہر دوست کو نرالے انداز سے مخاطب کرکے اپنے تعلقات کے درجے ظاہر کر دیئے ہیں۔

پیر لوگ اپنے مریدوں کو جس روکھے پھیکے طریقہ سے خط لکھتے ہیں اسکا اثر ہر دل کو معلوم ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض پیروں کو خط لکھنا نہیں آتا۔ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے مریدوں کو جس مزیدار طریقے سے مخاطب کیا ہے وہ بس دیکھنے کے قابل ہے اور حسن تربیت اور جذبات کا ایک بولتا ہوا نمونہ ہے۔

الغرض اردو زبان میں حضرت خواجہ حسن نظامی کا مجموعہ خطوط ایک ایسی نعمت ہے جس کی نظیر نہ پہلے گزری نہ آجکل موجود ہے نہ آیندہ توقع ہے۔

ہر خط کی عبارت مختصر ظرافت و تمثیلات بلیغ سے آراستہ نئی بندشوں اور پھڑکا دینے والی ترکیبوں سے مرصع۔ اور پیرایہ زبان اور طرز ادا کی وہ شیرینی ان خطوط میں ہے کہ انسان گھنٹوں مزا لیتا رہتا ہے۔ اگر درسگاہوں میں یہ مجموعہ خطوط نوآموز بچوں کو پڑھایا جائے تو وہ ایک مہینہ کے اندر نہایت موثر خط لکھنے لگیں گے۔ کیونکہ حضرت خواجہ حسن نظامی کے اس مجموعہ خطوط کی یہ ایک خاص کرامت ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شاید حضرت خواجہ صاحب خطوط لکھنے میں مقصد تربیت کو پیش نظر رکھتے ہوں گے جبھی تو انکی زبان ایسی صاف سلیس اور ستھری ہے کہ بچے بغیر کسی تاکید کے ذوق شوق سے پڑھنے لگتے ہیں۔ اس مجموعہ میں ایکسوتیس ۱۳۰ صفحے ہیں اور کاغذ لکھائی چھپائی اعلےٰ ہے اور باوجود ان خوبیوں کے

قیمت صرف ۱۲؍

ملنے کا پتہ

مینیجر نظام المشائخ دہلی

مرادآباد میں مردہ زندہ ہوگیا ۴ر

میں سالگرام ساکن مرادآباد پانچ سال سے سستی نامردی جریان احتلام کجی وغیرہ میں مبتلا ہوکر بظاہر زندہ مگر باطن مردہ تھا صدہا علاج کیے مگر فائدہ ندارد آخر حکیم دوست محمد خاں کا بکس اکسیرباہ مردہ زندہ کرنے کی مشین مشمولہ چالیس گولیاں وشیشی طلا استعمال کی حلفیہ لکھتا ہوں کہ تین یوم میں مجکو سب امراض سے فائدہ ہوگیا۔ لہذا جو لوگ مندرجہ بالا امراض میں مبتلا ہوں وہ بہت جلد حکیم صاحب سے بکس اکسیرباہ منگوا کر استعمال کریں حکماً آرام ہوگا بکس اکسیرباہ سستی و نامردی جریان احتلام کجی وغیرہ میں ایک نہایت مجرب المجرب و بینظیر دوا ہے۔ انگریزی ڈاکٹروں مہاراجوں اور حکیموں نے منگوائی ہے۔ اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہو تو قیمت واپس ہوگی قیمت بکس اکسیرباہ مبلغ پانچروپیہ ہے مگر تھوڑے دنوں تک ۴ر جلدی کریں تاکیہ ہے یہ دوا ہر موسم میں یکساں مفید ہے اکسیر خنازیر کنٹھ مالا گل گنٹھ کی مجرب دوا ایک ہفتہ میں کلی آرام قیمت پانچروپیہ خوبصورت بنانے والا بکس اس کے استعمال سے چہرے کے کیل مہاسے۔ جھائیں مسہ وغیرہ سب دور ہوکر چہرہ مثل گلاب کے پھول کے سرخ و سفید ہوجاتا ہے قیمت فی بکس عہ اکسیر مرگی مرگی کی نہایت مجرب دوا قیمت فی بکس عہ اکسیر سرمہ کہانسی پرانا دمہ ضیق النفس زکام نزلہ ضعف دماغ کی شرطیہ دوا قیمت ۱۲ر اکسیر سوزاک و قرحہ سوزاک سیلان الرحم قرحہ کی مجرب المجرب دوا۔ دو گھنٹہ میں آرام قیمت عہ

پتہ حکیم مولوی دوست محمد خاں (خاندانی) ڈاکخانہ اڑمڑ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور (پنجاب)

فیشن میں داخل ہوگیا

معزز جنٹلمینوں نے جہاں کوٹ پتلون اچکن شیروانی مفلر ٹائی کا زیب تن فیشن میں داخل کر دیا وہاں

پری جمال صابن ۱۲/۱۱

کا استعمال کرنا بھی فیشن میں داخل ہوگیا اور خاص طور سے ملا جاتا ہے سبب یہ ہے کہ پری جمال صابن حسن خوبصورتی پیدا کرنے اور چہرے کو گلزار بنانے اور رنگت نکھارنے میں خاص کامیابی حاصل کرچکا ہے۔ چہرے کے تمام مہاسے جھائیاں چند روز میں کھو دیتا ہے۔ تازہ پھولوں اور نفیس خوشبو ودوا سے طیار کیا جاتا ہے فی بکس تین ٹکیہ مع صابن دانی ایک روپیہ (عہ)

پتہ مہتمم دواخانہ نورتن دہلی

چاندی کے زیورات ۱۲/۱۱

بٹن چاندی کے کرتے کی زنجیریں اور چاندی کے چار بٹن مع ایک باریک زنجیر کے بٹنوں میں ڈائمنڈ کٹ قیمت عصہ ۸ر بٹن قمیص یا کرتے کے چار بٹن پھولدار پاکیزہ سبز ہوئے فی سٹ ایک روپیہ ۱ر سونے کی ناک کی کیلیں یہ خالص سونے کی ہیں نزاکت اور خوبصورتی میں لاجواب ہیں خاص حسن کا سنگہار ہیں فیروزہ جڑاؤ ہیرا کٹ اول درجہ کی قیمت ۸ر دوم درجہ کی عہ محصولڈاک الگ

ایچ محمد یوسف خاں منیجر شہرت ایجنسی دہلی

خطیب

مدیر۔ ملا محمد الواحدی

اردو کا تنہا ہفتہ وار رسالہ

جس میں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی مضامین کی اشاعت کے علاوہ واقعات پر بڑے وزنی اور شاندار طریقے سے رائے زنی بھی کی جاتی ہے۔ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی اور مصور غم علامہ راشد الخیری خطیب سے زیادہ کہیں نہیں لکھتے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے تمام مشہور انشا پردازوں کی قلمی اعانت اسے حاصل ہے۔

چندہ بہت کم یعنی سالانہ ے ششماہی عہ نمونہ مفت

ملنے کا پتہ

مینیجر خطیب دہلی

جلد ۵ نمبر ۴ — جمادی الاول ۱۳۳۲

نظام المشائخ

قسم سوم — قسم سوم

روحانی سالکوں و ناسکین کا ماہوار پیام

مذہب، اخلاق، اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲/

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

۷۸۶

خطیب

مدیر۔ ملا محمد الواحدی

اردو کا تنہا ہفتہ وار رسالہ

جسمیں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی مضامین کی اشاعت کے علاوہ
واقعات پر بڑے وزنی اور شاندار طریقہ سے رائے زنی بھی کیجاتی ہے
مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی اور مصور غم علامہ راشد الخیری خطیب کے سوا
سے زیادہ کہیں نہیں لکھتے۔ انکے علاوہ ہندوستان کے دوسرے تمام
مشہور انشاپردازوں کی قلمی اعانت اسے حاصل ہے چندہ بہت کم یعنی
سالانہ ے ششماہی عہ؍ نمونہ مفت

ملنے کا پتا: منیجر خطیب دہلی

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہدایت بابت ماہ ربیع الاول	۲۵	مسائل نماز عیدین	۳۹
مسجد نبوی کی تعمیر	۲۵	ہدایت بابت ماہ ذی الحجہ	۴۲
ابن ام مکتوم	۲۵	قربانی کے احکام و مسائل	۴۳
ہدایت بابت ماہ ربیع الثانی	۲۶	اشیاء استعمالی کی قیمت نکالنے کا نقشہ	۴۴
[illegible]	۲۷	بارہ سو برس کی عیسوی جنتری	۴۴
حضرت خالد بن ولید کی پاکیزہ مثال	۲۹	پیسا کے مینار کا نقشہ جو آٹھ سو برس سے	۴۶
دنیا کی آسودگی و خوشحالی	۲۹	جھکا ہوا ہے	
کن امور میں تعجیل اولیٰ ہے	۳۰	الپ ارسلان کی دلچسپ سوانح عمری اور اس کے	۵۱
[illegible]	۳۱	جنگی کارنامے	
[illegible]	۳۱	کتاب و نیز قصہ	۵۵
[illegible] کا چھوڑنا ثواب ہے	۳۱	نزع کی بیقراری جانکنی کا وقت	۵۶
ہدایات بابت ماہ رجب المرجب	۳۳	حضرت سرمد شہید	۵۷
[illegible]	۳۴	تماشا [illegible]	۵۸
ہدایات بابت ماہ شعبان المعظم	۳۵	سود لینے والے مشہور کے حیرت انگیز کام	۵۸
شب برات	۳۵	[illegible]	۶۱
قرآن مجید کی تلاوت	۳۵	ریل کے سفر کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
ہدایات بابت ماہ رمضان المبارک	۳۶	[illegible] کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
رمضان کے [illegible]	۳۷	روزمرہ کی ضرورتیں	۶۱
مسائل تراویح	۳۹	تاریخی لطیفے	۶۳
ہدایات بابت ماہ شوال المکرم	۳۹	دلچسپ باتیں	۶۴
مسائل صدقہ فطر	۳۹	اشتہارات کتب و ادویہ وغیرہ	

قیمت صرف چھ آنہ ۶/

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ہدایت بابت ماہ ربیع الاول	۲۵	مسائل نماز عیدین	۳۹
مسجد نبوی کی تعمیر	۲۵	ہدایت بابت ماہ ذی الحجہ	۴۲
ابن ام مکتوم	۲۵	قربانی کے احکام و مسائل	۴۳
ہدایت بابت ماہ ربیع الثانی	۲۶	اشیاء استعمالی کی قیمت نکالنے کا نقشہ	۴۴
ذرا سی آنہ کی شکر پر نیاز	۲۷	بارہ سو برس کی عیسوی جنتری	۴۴
حضرت خالد ابن ولید کی پاکیزہ مثال	۲۹	پیسا کے مینار کا نقشہ جو آٹھ سو برس سے	۴۶
دنیا کی آسودگی و خوشحالی	۲۹	جھکا ہوا ہے	
کن امور میں تعجیل اولی ہے	۳۰	الپ ارسلان کی دلچسپ سوانحعمری اور اس کے	۵۱
سردی کی دوا	۳۱	جنگی کارنامے	
[illegible]	۳۱	کتاب و نیز قصہ	۵۵
کن پھلوں کا چھوڑنا ثواب ہے	۳۱	نزع کی بیقراری یا جانکنی کا وقت	۵۶
ہدایات بابت ماہ رجب المرجب	۳۳	حضرت سرمد شہید	۵۷
[illegible]	۳۴	تماشا وغیرہ	۵۸
ہدایات بابت ماہ شعبان المعظم	۳۵	سودا بیچنے والے شہروں کا حیرت انگیز کام	۵۸
شب برات	۳۵	[illegible]	۶۱
قرآن مجید کی تلاوت	۳۵	ریل کے سفر کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
ہدایات بابت ماہ رمضان المبارک	۳۶	کھانے پینے کے متعلق ضروری ہدایات	۶۱
روزہ کے آداب و مسائل	۳۷	روزمرہ کی ضرورتیں	۶۱
مسائل تراویح	۳۹	تاریخی لطیفے	۶۳
ہدایت بابت ماہ شوال المکرم	۳۹	دلچسپ باتیں	۶۳
مسائل صدقہ فطر	۳۹	اشتہارات کتب و ادویہ وغیرہ	

قیمت صرف چھ آنہ ۶ر

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

صبح زندگی

تصنیف مصور غم علامہ راشد الخیری (یادگار شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم)

بہترین شادی تحفہ کی لڑکیوں میں جن جن خوبیوں کے پیدا کر دینے کی ضرورت ہوتی ہے صبح زندگی اُن کا راستہ اور طریقہ بتاتی ہے، کوار ہنے کے کسی شبہ اور شائبہ کو بحث کیے بغیر نہیں چھوڑا گیا۔ آپ اگر اپنے دل میں اولاد کی تربیت کا شوق اور ولولہ رکھتے ہیں تو صبح زندگی منگا کر پڑھیے اور گھر کے لوگوں سے پڑھوائیے۔

قصہ کا پیرایہ ہے، اور موثر انداز بیان، نمونتہً یہاں صبح زندگی کا ایک چھوٹا سا باب درج کیا جاتا ہے۔ دیکھیے کوئی لفظ ہے جسے بے اختیار چوم لینے کو جی نہ چاہتا ہو۔ ساری کتاب اسی طرح درد اور کیفیت میں ڈوبی ہوئی ہے۔

صبح زندگی کے آج تک تین ایڈیشن نکل چکے ہیں، ضخامت ۶۰ صفحے قیمت ایک روپیہ بارہ آنے (علاوہ محصول) اسکے ملنے کا پتا:- منیجر مطلب و نظام المشائخ دہلی

اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے کہ نسیمہ بی بی ایسی ماں کے دودھ سے جو مذہب کی زیادہ پابند تو کیا سب سے نماز ہی گنڈے دار تھی، مگر بڑی ایسی پھوپی کی گود میں جو بھلا کچھ نہیں تو رات دن میں ایک پچاس دفعہ تو خدا کے خوف سے کانپ کر استغفار پڑھتی ہوگی، پانچویں برس سے لیکر اور آج تک کون سا دن گیا کہ اس نے بھتیجی کے سامنے خدا کی عظمت نہ بیان کی ہوگی، اور کون سی ایسی رات گذری کہ ساتھ لیٹی اور مسئلہ جزا و سزا کے متعلق گفتگو نہ کی ہو، وہاں کا حال تو خدا ہی جانے، مگر اتنا ہم بھی کہیں گے کہ اگر قیاس کوئی چیز ہے۔ تو نسیمہ اس دنیائے ناپائدار سے ایسا اسباب اور سامان ساتھ لیگئی جو اس اُلٹے وقت میں جہاں کوئی رفیق و مددگار نہیں، اس پر کوئی مصیبت نہ آنے دیگا۔

اگلے زمانہ کی کوئی بچی کھچی بڑی بوڑھی رہ گئی ہو۔ تو ہو، ورنہ اب ایسی بیویاں بہت کم نظر آئیں گی یہی خوف قیامت جس کو اوائل عمر سے سنتے چلے آئے ہیں، اس کے دل میں کچھ ایسا سرایت کر گیا تھا۔ کہ بسا اوقات بیٹھے ہی بیٹھے خیال آیا اور تھرا اٹھی، کچھ ہزاروں لاکھوں کی آدمی نہیں، پچاس ساٹھ روپیہ کا کرایہ شہر کا خرچ، بھاری پتھر آگے کو بارہ مہینے، دو ایک یتیم بچے، ایک آدھ بڑھیا بڈھیا، غرض کوئی نہ کوئی امرائے دستر خوان پر ضرور ہوتا ہے، بیماروں کی عیادت، اپاہجوں کی خدمت محتاجوں کی مدد تو بیوں کی نماز عورت کیا فرشتہ تھی، کھلا کر کھایا، پہنا کر پہنا

گرمی کے پہاڑ سے دن اور جمعرات کا جمعہ کا روزہ جاڑوں کی کٹھن راتیں اور تہجد کی نماز نعمت پر شکر، مصیبت پر صبر، سوتے اوپر عمر پائی، مگر اماں نے کسی کا دل نہ دکھایا، جی تو پھول جھڑے اور مری تو پھول جھڑ رہی۔ ایسی نیک بیوی جس کی ہوا لگنے سے آدمی انسانیت پکڑے، نسیمہ کو جتنا اچھا اٹھاتی کم تھا۔

یوں تو عذاب الٰہی کا خوف شروع ہی سے اس نے بھتیجی کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ مگر پانچ برس کی بچی خدا کو کیا جانتی اور کیا پہچانتی۔ ہاں اتنا ضرور ہوا، کہ خدا کی ہستی کا یقین کچھ ایسا راسخ ہوتا چلا کہ ذرا ذرا سا نکو دیر ہوئی اور گھبرائی، کوئی بھوکا آنکلا تو ننگے پاؤں کھانا چھوڑ چھاڑ روٹی دینے گئی مصیبت زدہ دکھیا، بیاہی، ودھوے نسیمہ کا نام سنکر آتیں، وہ ان کا دکھ سنتی اور ہاتھ سے پاؤں سے روپیہ سے پیسے سے جو کچھ ہو سکتا مدد دیتی، اور خدمت کرتی، امیر کی بچی لاڈلی پلی، گوارپتہ کا زمانہ پہننے اوڑھنے کے دن، روپیہ گز کا پہنتی اور اشرفی تولہ کا کھاتی تو بجا تھا، مگر اسکو تو پیسہ فضول اٹھانا قسم تھا جو پھوپھی نے بتا دیا اور کہلا دیا سر آنکھوں پر۔

خدا معلوم قدرت کی اس حکمت میں کیا بھید چھپا ہوا تھا، کہ کال دو سال گزر گئے اور ایک بوند پانی کی نہ پڑی۔ دونوں برساتیں نکل گئیں، ساون بھادوں کے مہینے جھڑیاں اور موسلا دھار تو در کنار ابر کا ٹکڑا تک نظر نہ آیا کہ کچھ امید ہی بندھتی۔ پہلے سال تو کسان غریبوں نے جوں توں کھینچ کھانچ کسی نہ کسی طرح کھیتوں میں پانی پہنچا دیا۔ دوسرے سال ندی نالے، جوہڑ تالاب کوئی بھی اس قابل نہ تھا کہ ان غریبوں کی محنت برباد ہونے پر دو آنسو گرا دیتا۔ کال پڑا اور ایسا پڑا کہ خاصے کھاتے پیتے آدمی دو دو دانوں کو محتاج ہو گئے۔ شہر پر تو یہ آفت اور شہر والوں پر یہ مصیبت مگر سنجیدہ کی ہمسائی بی نکا شر کے ہاں کال دیکھکر عید آگئی۔ آنکھوں پر رکھی ٹھیکری، دل کیا پتھر، مرنے کو بھول چار دن کی زندگی پر پھول کر بھرنا شروع کیا، باپ کے ترکہ کا تین ساڑھے تین ہزار روپیہ نقد موجود تھا۔ روپوں کی چیزیں کوڑیوں کے مول خریدنی شروع کیں، اپنی غرض باؤلی، اس ظلم و ستم پر بھی مصیبت ماریاں کوسوں سے آتیں منتیں کرتیں اور اونے پونے آدھی چوتھائی جو دام مل جاتے غنیمت سمجھتیں اور صبر کرتیں خدا کسی پر وقت نہ ڈالے اور غرض نہ اٹکائے چار چار پانچ پانچ سیر تانبے کے برتن تین تین چار چار سیر کے مول میں دینے پڑتے غرض یہ تھا کہ کمبخت دگنے اور تگنوں کے وعدہ پر رکھتی اور چند ہی روز میں لئے گئے کر دیتی، کمال یہ تھا کہ حقیقی رشتہ دار ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے والے بھوکے مر جائیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے، سگے بھانجے بھتیجے بلوں بلوں کرتے پھریں، اور اس ناگن کا دل نہ پسیجے، کچھ ایسا خدا کا غضب دل سے اٹھا کہ مزے سے دونوں وقت ڈٹ ڈٹ کر اور دکھا دکھا کر کھاتی۔

زمانہ کا انقلاب جان کے ساتھ ہے۔ ساون تو یوں ہی البتہ کورا ہی گیا، بھادوں کا تیسرا

یا چوتھا روز تھا کہ دوپہر کے وقت دھواں دھار گھٹا پورب سے اُٹھی، ابھی پانی کا پتہ بھی نہ تھا کہ لوگ خوشی کے مارے اُچھل پڑے جو جہاں تھا گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگا۔ بھوکوں کی زاری خالی نہ گئی۔ مینہ برسنا شروع ہوا دو برس کا رکا ہوا ابر دو چار گھنٹے کیا برستا وہ دھونتال پانی پڑا کہ جی چھڑوا دیئے صبح ہوتے ہی ندا تھا، ایک گھنٹہ ہی بھر بعد ابر سیاہ نے پھر اندھیر اگھپ کر دیا بھوئیاں پھوئیاں پھوار پڑ رہی تھی اور کالے کالے بادل جھوم جھوم کر آ رہے تھے، آخر برسا اور کچھ ایسا لے دیکر کہ دن گزرا، رات گزری اور دوسرا دن بھی مگر پانی کی رفتار میں کمی نہ ہوئی اونچی اونچی حویلیاں اور پکی پکی محلسرائیں آخر تھیں تو مٹی گارے ہی کی تیسرے دن جا کر ٹپک اُٹھیں، رات کو اکا دکا مارے جھلانے لگے تھے، امید تھی کہ اب نہ برسے گا، مگر ادھر چھ گھڑی کی توپ چھوٹی، اُدھر پھر برسنا شروع ہوا، اب پانی نہ تھا طوفان تھا، موسلا دھار مینہ اور ہوا کا جھکڑ ایسے ویسے کچے ڈھابے تو کبھی کے رخصت ہوئے سنگین عمارتیں کچھ ٹھہریں مگر آدھی رات تک وہ بھی چھلنی تھیں، چھتیں اور کوٹھے چھجے اور ممٹیاں چاروں طرف سے دھواں دھوں آوازیں آ رہی تھیں۔

ٹکاٹر سے دیوار بیچ ایک یتیم خانہ تھا، جس میں استانی جی نے بیس تیس بے ماں باپ کی لڑکیاں جمع کر لی تھیں، جو کچھ ادھر اُدھر سے آ جاتا پکا پکو اُن کے آگے رکھ دیتی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کسی کو اپنے پیٹ کے بچوں کی بھی مامتا ہوگی تو اتنی ہی جتنی استانی جی کو ان بے وارثوں کی۔ ہزار بارہ سو کا مکان، ڈھائی تین سو کا زیور، چالیس پچاس کے برتن غرض جو کچھ اپنی جمع پونجی تھی وہ سب ان بچیوں کے نذر کر دی۔

ٹکاٹر استانی جی کو راگ دے فرزندی کے بہانے ایک لڑکی قبضہ میں لے مٹی پلید کر چکی تھی اور اب ایک اور لینے کی فکر میں تھی۔ استانی غریب ایک ہی کو دیکر ایسی پچھتائی تھیں کہ جب اس پر چار چوٹ کی مار پڑتی تو دھاڑیں مار کر روتیں، گو کان نے اوسان بگاڑ دیئے اور ٹکاٹر نے ستم میں کوئی کمی نہ کی۔ مگر صد آفریں استانی جی کو دو دو وقت تین تین وقت بعد اچھی یا بُری جو میسر ہوئی پہلے اُن کے پیٹ میں ڈالدی پھر آپ منہ میں رکھی ایڑیاں لگائیں اور بستر لے پھٹے چیکیاں پہنیں اور چیتھڑے اوڑھے لیکن ان معصوموں کو کلیجہ سے جدا نہ کیا، اسوقت آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی پانی برابر اسی طرح پڑ رہا تھا اور استانی جی بچیوں کو لیے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں، ٹپکے نے اور بھی دم ناک میں کر دیا۔ بالشت بھر جگہ ایسی نہ تھی جو محفوظ ہو اوڑھنے کو گھس لینے چراغ لیے کوٹھری میں آئیں دیکھتیں کیا ہیں تو بڑی دیوار چھپر گڑیال میں پھولی کھڑی ہے۔ جلدی جلدی چیز بست اٹھا لڑکیوں کو لے باہر آئیں۔ پانی دھونتا اوپر سے آیا، بھونچال، دالان اتار کر نیچے آیا۔ ایک بچی چھجے کے نیچے بیٹھی تھی۔ برابر کی

وہ کڑیاں اوپر آئیں مغز پاش پاش ہوگیا۔ ۷ برس کی لڑکی کی بساط ہی کیا جب تک استانی جی پہنچیں آنکھیں پھیر بیچاری رخصت ہوگئی۔

کیسا نازک وقت تھا مینہ کی وہی کیفیت ہوا کی وہی حالت، خدا کسی پر وقت نہ ڈالے استانی جی اس شان کی عورت کہ کبھی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دے بھیگتی بھاگتی کھڑکی میں آئیں اور بکاتر کو آواز دیکر منت سے کہا، اتنی اجازت دو کہ ان معصوموں کو لیکر رات تمہارے ہاں پڑ رہوں اندھیرے منہ اٹھکر نواب صاحب کے ہاں چلی جاؤں گی۔

بکاتر کس سنگدل کیا موم ہونے والی تھی۔ ہنسی اور ہنسکر کہا، بیٹھنے کو گھر نہیں، کھانے کو ٹکرا نہیں پھر یہ لڑکیوں کی حمائل کیوں ڈال رکھی ہے، میں نے کتنی منت سے کہا تھا۔ استانی جی ایک لڑکی ہمیں اور دیدو، ناک بھوں سکیڑ سیدھی ہولیں، میں تو وہی ظالم بے رحم ہوں، ایک لڑکی میرے حوالے کرو، شوق سے آجاؤ، ایک رات کی جگہ دو رات پڑ رہو۔

استانی جی اسوقت لاکھ حاجتمند ہوں، مگر ایسی گئی گذری بھی نہ تھیں کہ حاجت سے دبکر اور ضرورت سے مجبور ہوکر لڑکی دینے کی حامی بھر لیتیں، بکاتر ان کو ملانی بھیک منگنی، مردہ شو فقیرنی کچھ ہی سمجھے مگر ناداری میں بھی اتنی عزت رکھتی تھیں کہ سردار آباد تک کی رئیس زادیاں ان کی تعظیم کو سروقد کھڑی ہوتیں، خدا کی شان تھی کہ اس آن بان کی عورت جس نے لکھ پتی پھوپی کے آگے آجتک ہاتھ نہ پھیلایا۔ ایک ایسی ناہنجار و کم بخت کی خوشامدیں کر رہی تھی۔

رات اپنی منزل کا بڑا حصہ طے کر چکی تھی، بادل زور شور سے گرج رہا تھا۔ اور بجلی کی چمک آنکھوں میں گھسی جاتی تھی۔ ایک ایسی مسلمان بچی کا مردہ جس کا والی وارث سوائے خدا کی ذات کے کوئی نہ تھا۔ کڑیوں میں دبا پڑا تھا۔ اور چند معصوم لڑکیاں مع استانی جی کے صحن میں کھڑی بھیگ رہی تھیں اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی،

زندہ اور مردہ دونوں کی مٹی پلید تھی۔ گرانی کے موسم اور ایسے نازک وقت میں سنجیدہ اور نسیمہ دونوں پھوپی بھتیجیوں کی ہمدردی پر بے اختیار دل سے آفرین نکلتی ہے، یوں تو جس دن سے کال پڑا اور خلق خدا پر مصیبت کی گھڑی آئی ایک دن بھی ایسا نہ گزرا کہ پھوپی بھتیجیوں کے دسترخوان سے دو چار بھوکوں کا پیٹ نہ بھرا ہو، سیر بھر آٹا اسوقت اور سیر بھر اسوقت تو یتیم خانہ کا مقرر ہی تھا۔ اس کے علاوہ جب ضرورت ہوئی اور جو موجود ہوا ہنسی خوشی دیا اور ہنست دیا۔

غرض عام لین دین دنیا میں چلا ہی آتا ہے، نسیمہ نے اس کال میں یہ کمال کیا کہ جس کو دیا اور جو کچھ دیا، یہ سمجھکر دیا اور یہ کہکر دیا کہ واپسی کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا اور ہونا چاہئے تھا کہ نہ صرف محلہ ہی محلہ میں بلکہ دور دور جہاں صبح اٹھکر بکاتر کا نام لینا لوگ منحوس سمجھتے تھے وہاں

ننھے ننھے دلوں تک سے نسیمہ کو دعائیں ملتی تھیں، گو نکاترنے ڈیڑھ دو سال میں کئی ہزار کی جائداد
کرلی اور نسیمہ پورے چار سو روپیہ کی پھوپی کی قرضدار ہوگئی مگر پانچ سیر چاندی اٹھا کر وہ خزانہ جمع کرلیا
کہ ریاستیں قربان اور سلطنتیں نثار۔ وہ دو وقت نہیں تین وقت کے فاقہ زدہ جب اس کے دروازے سے
پیٹ بھر کر جاتے اور پینا سے پڑ کر سوتے تو اگر رات کو بھی آنکھ کھل جاتی تو کہتے کہ الٰہی اس گھر والی
کو دنیا جہاں کی خوبیاں انہی دعاؤں کا اثر تھا کہ نسیمہ پھلی پھولی کہ خدا سب بیٹیوں کو نصیب کرے
مینہ برسنے کی خوشی میں پہلے پہلے تو اور سب کیطرح وہ بھی شریک تھی مگر جب بارش نے
قیامت برپا کردی اور ادھر ادھر سے ہولناک آوازیں اور وحشت انگیز خبریں آنے لگیں تو پڑوسیوں
کو دیکھا کہ سب ہی ست پر جان ہے تو گو اپنا مکان پختہ اور سنگین سب ہی کچھ تھا۔ مگر حق ہمسایہ
ماں کا جایا۔ ذرا کہیں سے دھماکے کی آواز آئی اور اس کا کلیجہ دھک سے ہوا۔ کوٹھے پر کھڑی
ایک ایک کی خیر صلاح پوچھ رہی تھی، رحمن منشی کا گھر پرانا تھا اور الگ کھڑا تھا۔ اس کو بال بچوں
سمیت شام ہی سے اپنے ہاں بلا لیا تھا۔ خرابی یہ تھی کہ استانی جی گھر پر تھیں اور گھر بھی
کچھ ایسا پرانا نہ تھا نہ ظاہر گرنے کے کوئی آثار تھے۔ اتفاق کی بات اور ہونی شدنی کہ خاصا
اچھا مکان تباہ ہے کیطرح بیٹھ گیا استانی جی کی پریشانی یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں
اس گھر سے اس گھر، اور اس گھر سے اس گھر ہوتی ہوئی نسیمہ تک بھی پہنچی۔ سنتے ہی بے چین
ہوگئی دیوار پر چڑھ کر آوازیں دیں اور گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخی۔ مگر یہ محلہ اور پھر مینہ کا شور استانی
جی تو رہیں اس پار، برابر کے گھر میں سے بھی کسی نے کروٹ نہ لی، مایوس ہو کر چپکی ہوئی نا امید ہو کر
نیچے آئی۔ لالٹین ہاتھ میں لی اور نواسی کو ساتھ لیا اور پھوپی کو اطلاع دے چلی استانی کے ہاں
ماں لیا سنجیدہ فرشتہ صفت انسان تھی۔ مگر تھی تو انسان ہی، نسیمہ کو اس وقت
جاتے دیکھ کر طرح طرح کے وہم اس کے دل میں آنے لگے، سوچا۔ اور سوچ کر بولی۔ بیٹی! اس وقت
تو جانا ٹھیک نہیں، چاروں طرف دیواریں اور کوٹھے پھولے کھڑے ہیں ذرا مینہ تھم جانے دو۔
نسیمہ! لے ہے پھوپی اماں آپ نے سنا نہیں مکان گر پڑا عائشہ دب گئی استانی جی ایک
ایک کی منتیں کر رہی ہیں، اور کوئی اتنا نہیں کہ اس مصیبت میں انکا ساتھ دے۔ ہمدردی کا
وقت تو یہی ہے بیس بائیس دم اس وقت آسمان کے نیچے کھڑے بھیگ رہے ہیں، جب تک یہ ہاتھ
پاؤں چلتے ہیں، ان سے کام لینا چاہئے، پھر تو شاید ان کو کیڑے بھی نہ کھائیں، عائشہ نگوڑی
شاموں شام تو پیالہ لیئے آئی ہے۔ پھوپی اماں مسلمان کا مردہ ہے اجازت دیجئے برقع اوڑھ کر ہوئے
ہوں گئی اور آئی۔ پہنچی اور لائی۔
اب یہ خدا جانے ہنسی خوشی یا مجبوری لاچاری سنجیدہ خود بھی ساتھ ہولی مگر بڑھاپے

کی عمر گھٹنوں گھٹنوں پانی، ٹخنوں ٹخنوں کیچڑ دو ہی قدم چلی تھی کہ آم کے چھلکے پر سے پاؤں پھسلا وہ تو خدا نے خیر ہی کی کہ گھڑونچی ہاتھ میں آگئی نہیں تو بیٹھے بٹھائے مفت کی پڑت پڑتی تھی غرض سنجیدہ کو چھوڑ، نواسی کو ساتھ لے اُستانی کے ہاں پہنچی اُستانی اور شاگرد سب کے سب کھنڈر میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے۔ نسیمہ کی صورت دیکھتے ہی اُستانی جی کی آنکھ میں آنسو بھر آئے جوشِ محبت میں کھڑی ہوگئیں اور صرف یہ الفاظ منہ سے نکلے "میری بچی تیرے قربان، مرد یاں ہٹا ملباسر کا یا۔ عائشہ کو نکال اُستانی اور لڑکیوں کو ساتھ لے اپنے ہاں آئی، اپنے ہاتھ سے کمرہ میں تین پلنگ دو چار پائیاں بچھا بستر بچھونے کیے، اور لاوارث لڑکیوں کو لٹا کر سلا دیا صبح ہوتے ہی پانی تھما تو عائشہ کو اول منزل پہنچا یا۔

ناممکن ہے کہ یہ سطریں اس کیفیت کو ظاہر کرسکیں جو اسوقت استانی جی کے دل کی تھی جس دل سے اُنھوں نے دعائیں دیں، اور وہ بڑی لڑکیوں کی آنکھ نے یہ سکھ پا کر جو کچھ کہا وہ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ مختصر یہ کہ زندگی ہو، تو ایسی، دنیا ہے تو یہ، اور دین ہے تو یہ!

صبح زندگی ۰۰۰ صفحے کی کتاب ہے۔ قیمت سوا روپیہ (عہ)

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

شام زندگی

تصنیف مصورِ غم علامہ راشد الخیری (یادگار شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم)

یہ صبح زندگی کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں بی نسیمہ کی شادی کے بعد سے موت تک کی کیفیت دکھائی ہے۔ صبح زندگی میں جینے کی ابتدائی بہار کا آپ جب نظارہ کر چکیں تو شام زندگی میں جینے کی کشمکش اور جینے کا خاتمہ بھی ضرور پڑھیں عورتیں اس کتاب کی شاگردی اختیار کرلیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کے موافق اپنی طبیعت بنالیں تو اُن کی بھی زندگی سنور جائے اور مرد بھی گھر کو بہشت سمجھنے لگیں۔ اثر کے لحاظ سے اسے از سرتا پا افسانہ غم کہنا چاہیے۔

دو سال میں اس کے پانچ ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

طوفانِ حیات

جس نے ایک دنیا میں دھوم مچا دی اور جس کی تعریف میں اخبارات رطب اللسان ہیں اور جس کا استقبال ارود علم ادب نے نہایت شاندار کیا۔ اس کتاب کی ہیرو مشرکہ کی زندگی اسقدر پر لطف و پیچیدہ ہے کہ پڑھنے والا حیران ہو جاتا ہے رسوم قبیحہ جنھوں نے مسلمانوں کا خاکہ اڑا دیا اس فصاحت و خوبی سے بیان کی گئی ہیں کہ اس کے پڑھنے کے بعد پھر گھر میں ایسی رسوم کا نشان باقی نہیں رہتا۔ غرض جو عام طور سے دنیائے نسواں پر مظالم ہیں طوفانِ حیات کے مطالعہ سے ہزاروں کوس دور بھاگ جاتا ہے اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ کتاب اسقدر دلچسپ ہے کہ بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ واقعات اس قدر دردانگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے پہلا ایڈیشن قریب ختم ہے اور درخواستوں کی کثرت اس قدر زیادہ ہے کہ اگر فوراً فرمائش نہ کی گئی تو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول۔

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

سرابِ مغرب

تعلیم نسواں کے مسئلہ میں اس فیصلہ کی اشد ضرورت تھی کہ غیر مسلم ذرائع سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے حضرت مصنف کا فیصلہ قابلِ دید ہے قصہ اس قدر دلچسپ اور درد انگیز ہے کہ ہر لفظ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے اور آنکھیں روتے روتے طوفان بپا کر دیتی ہیں۔ سرابِ مغرب کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کو پڑھ کر ہر ناظر ساکت ہو جاتا ہے۔ اکرم کے ہاتھوں آبروئے سادات کا انجام فیشن جدید کے نتائج پارٹیز کا حشر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے مولانائے محترم کی تصنیف کا اعلان کے بعد نام تک نہیں رہتا اس لیے اگر درخواست فی الفور نہ بھیجی گئی تو تاخیر کا ذمہ دار پریس نہ ہوگا قیمت ۸؍ علاوہ محصول۔

مصورِ غم علامہ راشد الخیری کی کتاب

بنت الوقت

یہ وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس کے صرف ایک اعلان پر میرے پاس سینکڑوں درخواستیں آ گئی تھیں بنت الوقت ہماری مستورات کی موجودہ تعلیم و تربیت کا مکمل مرقع اور آج کل کی مہذب بیبیوں کی لاثانی تصویر ہے کتاب نہیں کتاب کی ہر سطر سفارش سے مستغنی اور تعریف سے بالا ہے۔ علامہ راشد الخیری کا قلم جن جواہراتِ ادب سے اردو کو مالا مال کر رہا ہے وہ اب محتاجِ بیان نہیں صبحِ زندگی شامِ زندگی طوفانِ حیات اور سیّدہ کا لعل

معرکۃ الآرا علامہ راشد الخیری کی کتاب

الزہراؓ

تعلیم نسواں کی آڑ میں جس سنگدلی سے مغربی طوفان چمنستان مشرق کو پامال کر رہا ہے وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں جن خوبیوں پر مسلمانوں کو ہمیشہ ناز رہا اور جن باتوں پر وہ سدا فخر کرتے رہے آج اُنکا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ نماز۔ روزہ صلاح محبت۔ خلوص۔ ہمدردی۔ سلیقہ کفایت شعاری کی بجائے اس وقت وہ لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جو اسلام سے کوسوں دور اور مغربی رنگ میں چلتا پھرتا کھلونا دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے نازک موقع پر کہ یہ مشرقی مہمان دم توڑ رہا ہو اور اُنکی خوبیاں حالت نزع میں ہیں۔ اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نظر سے وہ کتابیں نکلیں جو اُنکو سعادتمند اولاد سلیقہ شعار بیوی سچی مسلمان اور کامل انسان بنا سکیں۔ کتابیں زمانہ کی رفتار کو ہاتھ سے نہ دے اور نہایت خاموشی سے اپنی دلچسپی میں ان جواہرات سے لبریز ہو۔ جن کی چمک آنکھوں کے ساتھ دلکو بھی منور کر دے۔

لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل جو کتابیں اس وقت موجود ہیں ان میں یہ دیکھکر کسقدر صدمہ ہوتا تھا کہ بنت رسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کارناموں سے زنانہ لٹریچر قطعاً محروم ہے کتاب کی تکمیل چنداں مشکل کام نہ تھا۔ مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ یہ واقعات اس بلبل خوش الحان کے نغموں میں ادا ہوں۔ جس کا قلم تمام ہندوستان کو مسخر کر چکا ہے یعنی علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی۔ مولانا کا قلم بنت رسول کی داستان کہہ نہیں سکتا کہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتائے گی کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر ہو سکتا ہے۔ باپ بیٹیوں کے تعلقات کیا ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے۔ الزہرا افسانہ نہیں بنت رسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے درد انگیز ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے با وجود مورخانہ حیثیت کے اسقدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی۔ خاتمہ پر ایک مفصل بحث شہادت اہل بیت پر ہے اور میدان کربلا کے واقعات جس طرح ادا کیے گئے ہیں اُنکی بابت صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ محرم کا بیان اور مولانا کی زبان اسکا پہلا اور دوسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور تیسرا چھپکر حال میں طیار ہوا ہے ضخامت قریباً ، جزو قیمت ۱۲ ار

سات روحوں کے اعمالنامے

عالم ارواح کی سیر کرنی ہو یا پردۂ موت کو ہٹا کر کچھ دیکھنا ہو تو سات روحوں کے اعمالنامے ملاحظہ فرمایئے جو مولینا راشد الخیری کا وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے جسکو پڑھ کر ہر ناظر کی دہری ہچکی بندھ گئی اور ہزاروں ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے ناز و نیاز کے چوچلے عشق و محبت کے کرشمے خانہ داری کے مناظر غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے سات روحوں کے اعمالنامے خالی ہوں یہ مضمون اخبار خطیب میں مسلسل نکل چکا تھا مگر اس کی طلب اسقدر زیادہ ہوئی کہ اسے کتابی صورت میں پیش کرنا پڑا اس بحث پر جناب مصنف نے اپنے لطیف و پر مغز نوٹ سے دکھائے ہیں کہ حیات و ممات کی سچی تصویریں آنکھ کے سامنے پھر جاتی ہیں قیمت ۸ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ [illegible] دہلی

نظام المشائخ

جلد ۲ | بابت ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۷ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	ممتاز ترین صحیفہ	خطیب	۳
۲	بغداد	جناب ڈاکٹر بھولا ناتھ صاحب لفٹنٹ کرنل آئی ایم ایس (از میسو پوٹیمیا)	۱۵
۳	کفر و شرک	جناب مولوی فاضل محمد عبد التواب صاحب رہتک	۲۸
۴	بیعت فقر	جناب مولانا سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۳۸
۵	مجازی عشق	مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۴۵
۶	جنگی بخار	جناب مولانا حاجی محمد اللہ صاحب کاکاخیل اویسی	۴۸
۷	دنیا	جناب مولوی سید غلام مصطفٰے صاحب ذہن حیدرآبادی	۵۴
۸	تجارت	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب آوج گیاوی	۵۶

انقلاب آگیا

انقلاب کا خیر مقدم کرو!

آسمان پر خدا اور زمین پر اُسکے خاص بندے (رہنمایان ہند) انقلاب کی سرپرستی و رہبری فرمائینگے۔ تم بھی اے لوگو! انقلاب کو لبیک کہو۔ کیونکہ خدا اور اُسکے خاص بندے سب اُنہی کی مدد کرتے ہیں جو خود اپنی مدد کے لیئے تیار ہوں +

انقلاب کی طرف بڑھو انقلاب تمہیں بڑھائیگا

انقلاب کی فروخت کا انتظام قریب ہر شہر اور قصبہ میں کیا جا چکا ہے۔ آپ اپنے شہر یا قصبہ کی ایجنسی سے **ایک آنہ** دیکر خریدیئے

انقلاب فی الحال ہفتہ وار ہے لیکن بہت جلد روزانہ ہو جائیگا

براہ راست منگوانے والے حضرات تین روپے سالانہ یا ایک روپیہ دس آنہ ششماہی بذریعہ منی آرڈر نیچے لکھے ہوئے پتہ سے بھیجیں +

نظام المشائخ کے خریدار اگر نمونہ طلب کریں تو اپنا **نمبر خریداری** نام اور پتے کے ساتھ ضرور دیں اور ایک آنہ کے ٹکٹ ارسال فرمائیں ورنہ تعمیل نہ ہوگی علی ہذا انقلاب کو ششماہی یا سالانہ کے لیئے جاری کراتے وقت بھی نظام المشائخ کا نمبر خریداری دیا جائے +

منیجر اخبار انقلاب دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

صحف آسمانی میں ایک ممتاز ترین صحیفہ

جس طرح میدان عمل میں عربوں کے دست و بازو کو شجاعت و بسالت کا ممتاز فخر حاصل تھا، اسی طرح جولانگاہ علم میں ان کی زبان و بیان کو فصاحت و بلاغت کی امتیازی خصوصیت عطا ہوئی تھی، اگر ایک طرف کوئی قبیلہ یہ اظہار تفاخر کرتا ہوا نظر آتا تھا کہ:-

"ہم نے آج بڑے بڑے بہادروں کو اپنی تیز تلواروں اور نکیلے خنجروں سے شدید تمازت آفتاب میں تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا، ہم نے آج اتنے مسافروں کو اپنے ہاتھوں کی قوت سے لوٹ لیا، ہم نے آج اتنے بچوں کو یتیم اور اتنی عورتوں کو بیوہ کر ڈالا"

تو دوسری طرف بازار عکاظ میں یہ منظر بھی کچھ کم دلفریب نہیں تھا کہ نغز گو شاعر اپنے اشعار کے ہر ہر لفظ پر قبائل کو گرویدہ بنالیتا تھا ۔ اور میدان چھوڑنے سے پہلے اُس کے منہ سے نکلے ہوئے فقرے برق کی طرح سارے ملک میں دوڑ جاتے تھے پھر بدنصیب ہوتا تھا وہ شخص جس کی ہجو ایک شاعر کردے ۔ کیونکہ اسکے بعد عرب کا ذرہ ذرہ اس سے متنفر ہو جاتا ۔ اور وہاں کے زمین و آسمان اُس سے کنارہ کش نظر آتے ۔ یہ زمانہ وہ تھا جب وہاں قلم سے صرف تلوار اور "فساد و سفک دماء" کا کام لیا جاتا تھا ۔ اور یہ قوت نقطۂ اعتدال سے منحرف ہو کر ملک و قوم کے لیے ایک مستقل مصیبت اور تہذیب و مدنیت کے لیے ایک شدید خسران و ہلاکت بن گئی تھی ۔ قبائل میں باہم جنگ کرادینا ، آتش حرب کو برسوں تک مشتعل رکھنا ، جلب منفعت کے لیے ذلیل کو شریف اور ناجائز جذبۂ انتقام کی بنا پر اشرف کو ادنےٰ بنادینا ، یہ تھے وہ برکات اُن کی فصاحت و بلاغت کے ۔ جن سے تہذیب شائستگی کی طمانیت مضمحل اور امن و سکون کی دیوی سوگوار نظر آتی تھی +

ہمیشہ سے سنت الٰہیہ جاری ہے کہ جب اُس نے کسی قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنا چاہا تو سب سے پہلے اُس قوم کے غرور و اسباب تفاخر کو سرنگوں کر دیا ۔ کیونکہ ایک مغرور دل و دماغ کو راہ راست پر لانے کے لیئے بجز اسکے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ اس کا سامان تکبر و نخوت درہم برہم کر دیا جائے ۔ اور اسکو یہ یقین دلا دیا جائے کہ جس چیز پر تمھیں ناز و افتخار ہے وہ بھی خدا ہی کا ایک ادنےٰ انعام تھا ۔ جس سے تم نے بہتر کام نہیں لیا ۔ اور اس لیئے وہی خدا تمھاری نخوت و پندار کو خاک میں ملا کر تمھیں ذلیل بھی کر سکتا ہے +

جس وقت دنیا میں فن موسیقی اپنے انتہائی عروج پر تھا ، اسقدر عروج ۔ کہ ایک ایک شخص اپنی اپنی جگہ خدا سے نغمہ بنا ہوا ، خدا اور خدا کی شریعت کو بھلا چکا تھا ،

جس وقت لحن و نغمہ کی اعجاز نمائیاں حد کمال پر پہنچ گئی تھیں، یہاں تک کہ اس فن کے جاننے والوں میں ایک پندار خدائی پیدا ہو چلا تھا۔ خدا نے اپنا ایک رسول داؤدؑ بھیجا، جو ایک غریب گھر سے، غریب برگ و ساز کے ساتھ نمودار ہوا، اور اُس نے اپنی آہنگ سے عالم کو متحیر بنا دیا۔ کیونکہ اُس کی صدائے پُرلحن ایک نغمۂ الوہیت تھی جس کے سامنے جن و انس و وحوش و طیور، نباتات و جمادات یکسر رقت و گداز ہو کر رہ گئے۔ اور اس طرح خدا نے اپنا پیغام بھٹکے ہوئے دلوں تک پہنچایا۔

جس وقت عالم صرف قوت و سلطنت، جاہ و حشم، سطوت و جبروت کے نشے میں خدائے قدوس کو بھلا بیٹھا، جب سلاطین عظام اپنے زعم دولت و حکومت میں انسانیت سے منحرف ہو گئے تو خدا نے اُس شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کی دولت و حکومت، جس کے جاہ و حشم کے سامنے دنیا کی آنکھیں پھٹ کر رہ گئیں اور آخر کار سبا کی زبردست ملکہ بلقیس کو بھی گھسٹ کر اُس کے دربار تک جانا پڑا۔

پس سلیمانؑ نے بتایا کہ کس طرح حکومت و سلطنت کے ساتھ ساتھ خدا کی یاد قائم رکھنا چاہیے کیونکہ خدا کی حکومت و سلطنت لازوال ہے جس کے سامنے سب سے پہلے بادشاہوں کو جھک جانا چاہیے کہ وہ اُس کی سب سے بڑی دولت و نعمت کے امین ہیں۔

جب دریائے نیل سے سیراب ہونے والی وادیاں سحر و ساحری یا علم نیرنجات کی کرشمہ سازیوں سے لبریز تھیں، جب اخلاق و تہذیب کی دولت بے بہا شعبدہ آرائیوں کے ہجوم میں گم ہو گئی تھی۔ جس وقت نظر بندی کی جھوٹی قوتوں سے بادشاہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگے تھے تو خدا نے اپنا ایلچی بھیجا، اس حال میں کہ اُس کے پاس صرف ایک عصا تھا کہ وہ سحر و ساحری کے سارے نظام کو درہم برہم کر دے۔

پس موسیٰؑ نے جس وقت اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ ایک اژدہا تھا

جس نے تمام ساحروں کی شعبدہ کاریوں کو ذلیل کرکے فراعنۂ مصر کے غرور کو خاک میں ملادیا"۔

جب عالم میں فن طب کی ترقی اس درجہ پر پہنچ گئی کہ ایک ایک طبیب اپنی اپنی جگہ مستقل دیوتا بننے کی کوشش کرنے لگا، جب خدا کی مخلوق اس قوت کے سامنے سرنگوں ہوکر اپنے خالق کو بھول گئی۔ جس وقت علم کا یہ اعتماد عدوان و بغاوت کی حد تک پہنچ گیا۔ تو خدا نے ایک بندہ پیدا کیا۔ خود جس کی ولادت ایک حیرتناک واقعہ تھا۔ جسکو بڑے بڑے حکما نہ سمجھ سکے۔ اور اُسکو اپنا رسول بنایا۔ اس حال میں کہ نہ اُس نے کسی درسگاہ میں زانوے ادب تہ کیا تھا۔ اور نہ شفائے امراض کا کوئی نسخہ اُسے یاد تھا۔ مگر باینہمہ بے سروسامانی خدا نے اسی کو شکست غرور کا ذریعہ بنایا۔

"پس عیسیٰؑ نے نہ صرف ابرص و اکمہ کو اچھا کیا بلکہ اُس نے مردہ جسموں میں بھی جان ڈالی۔ کہ اس سے بڑھ کر نا قابل الفہم معمہ علم طب و حکمت کے لیے اور کوئی نہیں ہوسکتا"۔

اسی طرح جب سرزمین عرب میں فصاحت و بلاغت کا بحر مواج جوش زن تھا اور وہاں کے شعرا سوائے اپنے اور ساری دنیا کو عجم کہتے تھے، جس وقت وہ اپنے اس زعم میں خدا کی پرستش کو بھولکر معاصی میں مبتلا نظر آنے لگے، جب ان کا یہ غرور حد سے متجاوز ہوکر امن عالم کے لیئے ایک سخت تباہی ہوتا جاتا تھا تو خدا نے اپنا ایک رسول بھیجا جسکے پاس نہ داؤد کا نغمہ تھا، نہ سلیمان کی حکومت، جو اپنے پاس نہ موسیٰؑ کا عصائے سحر شکن رکھتا تھا نہ عیسیٰؑ کا لب جاں بخش، بلکہ وہ لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتا تھا، لیکن جس وقت اسکی یہ صدائے حق پرست عرب کی وادیوں میں گونجی کہ:-

"تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا الله"

تو عرب کی فصاحت و بلاغت دفعتاً گنگ اور شعراء کی ساری طلاقت لسانی و عذب البیانی گم ہونے لگی، یہاں تک کہ پایان کاران کے منہ سے بے اختیار نکل گیا "اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ"۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب ریگزار عرب کی خشک وادیوں نے اپنی آغوش میں آفتاب اسلام کے طلوع کا نظارہ کیا اور اسکی ضیا پاشیوں کے لیے دنیا کی چھائی ہوئی تاریکی جگہ خالی کرنے لگی تو اسوقت اہل عرب نے سب سے پہلے جس حیرت کی پذیرائی کیلئے اپنا پہلا قدم اُٹھایا۔ وہ صرف اس نور کی روز افزوں ہمہ گیری تھی۔ بلکہ وہ قرآن پاک کا غرور شکن معجزۂ فصاحت و بلاغت تھا، جس کی نظیر نہ دنیا کبھی پیش کر سکی ہے اور نہ مستقبل کوئی مثال اس معجزہ کی اپنے اندر رکھتا ہے جب اہل عرب نے آیاتِ یزدانی و کلام ربانی کو ایک رسول امیؐ کی زبان سے سُنا تو انہیں معلوم ہوا کہ جس چیز کو وہ صرف اپنی مملوک سمجھتے تھے، جسکے متعلق انہیں یقین تھا کہ دوسری جگہ نہیں پائی جا سکتی تو اُن کا غرور، جس کا ماخذ صرف اُن کی فصاحت و بلاغت تھی منکسر ہو گیا اور پایان کار اُنہیں قرآن پاک کے اعجازِ کلام کے سامنے سرنگوں ہو جانا پڑا۔

جس وقت نزول قرآن شروع ہوا، زمانہ لبید بن ربیعہ کی فصاحت و بلاغت کعب بن مالک کی شیریں زبانی و طلاقت، حسان بن ثابت کی بذلہ سنجی و ذکاوت عبداللہ بن قیس کی رمز شناسی و ذہانت، ابو ذویب الہذلی کی نکتہ فہمی و مہارت میمون الو بصیر بن قیس کی مضمون آفرینی و رفعت۔ ولید بن مغیرہ کی بے نظیر شہرت و لیاقت، نابغہ جعدی، کعب بن زہیر، نعمائے بہشتی کے بیان کی لطافت و نزاکت ان کے علاوہ اور بہت سے شعراء و مقررین کی لسانی و سحر آفرینی کا غلام ہو رہا تھا۔ اور یہی لوگ اس آسمان کے آفتاب و مہتاب اور درخشاں نجوم و کواکب سمجھے

جاتے تھے۔ لیکن جس وقت کلام الٰہی نے اُن کی فصاحت و بلاغت سے معارضہ کرتے ہوئے اس دعوے کو پیش کیا کہ :-

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ

تو عرب کے فصحاء شعراء کا یہ عالم ہو گیا گویا اُن کے سازِ ہستی سے آوازیں جدا۔ اور ان کے کلام سے اثر و دلکشی سلب ہو گیا۔ ولید بن مغیرہ اسلام کا سخت دشمن تھا اور اُسے اپنے کلام کی پاکیزگی و لطافت اور اپنے فصیح و بلیغ ہونے کا اسقدر یقین تھا کہ کہتا تھا: مجھ سے زیادہ زیرک، مجھ سے زیادہ دانا؛ میرے برابر واقف کار اور اشعار کے تمام محاسن سے خبردار انسان خدا نے پیدا نہیں کیا۔ لیکن جس نے سب سے پہلے قرآن کو سحر کہا وہ یہی ولید تھا۔

ولید بن مغیرہ کا آیات قرآن شریف کو سحر کہنا گویا اس امر کا اعتراف تھا کہ ایسا لٹریچر پیش کرنا۔ ایک مافوق الفطرۃ بات ہے جو انسانی طاقت سے ممکن نہیں بیشک اُنکے دماغوں نے ایسے دلکش الفاظ، ایسا دلچسپ اسلوب بیان، اتنا دلنواز طریق ادا کبھی وضع نہیں کیا تھا۔ اور وہ کبھی الفاظ کو ثقل سے، معنی کو تعقید سے اور اشعار کو حشو و زوائد سے جدا کر کے اس طرح حسن کے ساتھ کبھی نہیں پیش کر سکے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ کلام مجید کی لفظی و معنوی خوبیوں کے یقین کے ساتھ انہیں اپنی تخیل آرائیاں بے صرفہ سرائی اور ہرزہ درائی نظر آنے لگیں اور انہیں قرآن کے معجزۂ فصاحت و بلاغت کے سامنے سرنگوں ہو جانا پڑا۔

یمامہ کا مغرور شاعر مدینے آتا ہے یہ دیکھنے کے لیے۔ کیا کلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے کلام سے زیادہ فصیح ہے؟ اور صرف ایک آیت سُن کر مسلمان ہو جاتا ہے؛ نابغہ جعدی اپنے عہد کا مشہور ماہر فن اور کہنہ مشق شاعر جبتک کلام الٰہی کو نہیں سنتا۔ اپنے پندار کو ناقابلِ شکست سمجھتا ہے۔ لیکن ایک بار سُننے کے بعد

رسول ؐ کا اونے غلام ہو جاتا ہے۔ کعب بن زہیر کو جیسی مناسبت شعر و شاعری سے تہی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہی تہا۔ جس نے مسلمانوں کے خلاف اور اُن کی ہجو میں بہت سے شعر لکہے۔ اور مخالفت کے وہ شعلے پیدا کیئے۔ جس کی جسمانی و روحانی اذیت رسانی نے مسلمانوں کے بہت خون کیئے۔ مگر اپنے بہائی کے مسلمان ہو جانے کے بعد، اسلام کے خیر و برکات اور آنحضرتؐ کے رحم و کرم سے مطلع ہونے پر اپنے قلب میں اسی درخشاں نور کا انعکاس پایا جو اسے دولت دین سے مالا مال کرنیکے لیئے منور ہو رہی تہی۔ وہ نادیدہ آنحضرتؐ کا عاشق صادق ہوگیا۔ اور بیتابانہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ آنحضرتؐ کی شان میں اس کا ایک قصیدہ بہی ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ان الرسول لنور یستضاء به — وصادم من سیوف الاسلول

رسولؐ وہ نور ہے جس نے دنیا کو روشن کیا۔ اور وہ تلوار ہے جس نے بے دینی کا ستیاناس کر دیا۔

سواد بن قارب شاعر نہ تہا۔ کاہن تہا، لیکن صرف قرآن شریف کی فصاحت سے متاثر ہوکر اسلام کا فدا کار بن گیا۔ لبید بن ربیعہ معلقہ رابعہ کا مصنف بہی اسی طرح مسلمان ہوا۔ اور حسان بن ثابت بہی اسی جاذبہ سے مغلوب ہوکر اسلام لائے۔

یہ تہی فصاحت اسی کلام پاک کی کہ قرآن شریف کے مقابلہ کے لیئے ان لوگوں کے ذہنوں اور دماغوں نے جواب دیدیا جن کے یہاں ہر وقت ایک سیلاب فصاحت رواں رہتا تہا۔ اور جن کو یقین، بلکہ اس یقین پر بیدار مسرت حاصل تہا کہ آج دنیا ان کے کلام کی نظیر نہیں پیش کر سکتی +

قرآن شریف کے معجزہ فصاحت و بلاغت سے اگر صرف مسلمان متاثر ہوتے تو کہا جا سکتا تہا کہ یہ چونکہ اُن کے مذہب کی کتاب تہی۔ اس لیئے اسکے مقابلہ میں اعتراف

شکست ہی ایک فخر تھا! لیکن زمانہ جانتا ہے اور دنیا کبھی نہیں فراموش کر سکتی کہ اس کے اثر کو جس طرح ایک مسلمان نے قبول کیا ہے۔ اُسی طرح دنیا کا ہر انصاف پسند دماغ اور قابل و فاضل انسان عام اس سے کہ وہ ملک کے کسی گوشہ کا رہنے والا ہو۔ دنیا کے کسی خطہ کا باشندہ ہو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا +

رینا ش، تاریخ الادیان کا مصنف قرآن شریف کو فصاحت و بلاغت سے خالی بتاتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر موریس اسکو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

قرآن کے متعلق وہ (یعنی رینا ش) کہتے ہیں "اسکی عبارت رکیک ہے اور فصاحت و بلاغت سے بالکل معرّا ہے"۔ انہوں نے اسی بڑے بول پر اکتفا نہیں کی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نفرت خیز الزام لگائے ہیں۔ جن کے بیان کرنے میں خاموش رہنا بہتر سمجھتا ہوں، مجھے یہ دیکھکر سخت قلق ہوا اور میرے حواس مضطرب ہو گئے۔ اس لئے کہ اگر کسی نامسلمان کو قرآن کی صداقت میں شبہہ کرنا جائز ہے اور اسکی صحت و درستی میں اُسکو شک ہو سکتا ہے۔ تو کم از کم یہ تو کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ اُسکے لٹریچر کی نسبت جو فصاحت و بلاغت کے انتہائی درجہ میں ہے شک کر سکے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت جسکو نہ تسلیم ہو وہ غلطی پر ہے۔ اُسکی راستی و خلوص میں شبہہ ہے۔ اور اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ اُسکی عقل میں خلل ہے +

قرآن کی اگر کوئی منقبت ہو سکتی ہے۔ جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اسکی فصاحت و بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین سو ملین (تیس کروڑ) انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں تیار کی ہیں۔ اُن سب میں یہ بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں

اسمیں آسمان وزمین کے بنانے والے کی حمد و ثنا بھری پڑی ہے۔ خدا کی عظمت سے اس کا
حرف حرف لبریز ہے۔ جس نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں، اور ہر ایک چیز کی اسکی استعداد کے
مطابق راہ نمائی کی ہے، علماء کے لیئے یہ ایک علمی اکاڈمی ہے، اہل لغت کے لیئے
جامع ڈکشنری ہے، لٹریری مذاق والوں کے لیئے جن کو زبان کی اصلاح مطلوب ہے علم
نحو کی ایک گرامر ہے، شاعری کو پسند کرنے والے۔ اور جذبات کی تہذیب و شائستگی پر
نظر رکھنے والوں کے لیئے عروض کی کتاب ہے۔ دنیا بھر کے قوانین و شرائع کی انسائکلو
پیڈیا ہے، جتنی آسمانی کتابیں کہ داؤد کے زمانہ سے لیکر بائموس کے عہد تک نازل
ہو دی ہیں۔ محاسن لفظی و معنوی کے اعتبار سے وہ سب کی سب قرآن کی ایک
چھوٹی سی سورۃ کے برابر بھی نہیں ہوسکتیں ۔

یہی سبب ہے کہ مسلمانوں کے اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں جسقدر علم بڑھتا جاتا ہے
حقائق پر عبور ہوتا ہے، اُسی قدر اس کتاب کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے۔ اسکی
تعظیم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اسکے عجائبات کے ساتھ ان کی دلچسپی ترقی کر جاتی ہے
آیات کا اقتباس کرتے ہیں، کلام کی آرائش ان آیتوں سے بڑھاتے ہیں جسقدر اُن کا
پایہ رفیع ہوتا ہے اور خیالات میں شستگی و شیفتگی ہوتی ہے۔ اُسقدر اپنی رائے و خیال کا
مدار آیات قرآنی کے ٹھیرانے میں کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت
سے معمور ہیں۔ دل سے اسکو مقدس مانتے ہیں۔ دوسری قوموں کو جو کتابیں یا شعر اچھے معلوم
ہیں۔ اُن کی نسبت نہ انہیں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے اور نہ رشک آتا ہے اسلیئے کہ وہ دیکھ
چکے ہیں کہ اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت
و بلاغت سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔ یہ دوسری بات
ہے اور اسکی واقعیت کی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں کے سر
کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اسکے عجائبات جو روز بروز نکلتے آتے ہیں اور

اسکے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے مسلمان شعرا روشنا ان کو دیکھکر سجدہ کرنے لگتے ہیں قیامت تک کے لیے اسی کو سرمایۂ ناز جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ فصیح کلام اور دقیق معنی کا یہ ایک مواج دریا ہے" ۔

باوجود اختلاف مذہب ڈاکٹر موریس کا ان الفاظ میں اپنی رائے کلام مجید کی نسبت ظاہر کرنا ان کی انصاف پسندی کا ثبوت ہی ۔

اس میں شک نہیں کہ وہ شخص جو اسکے کمال بلاغت اور اعلیٰ مطالب کو سمجھتا اور جو اسکی سلاست زبان اور جدت بیان کو جانتا ہے وہ بے چین ہو جاتا ہے۔ اور یہی اسکی فصاحت و بلاغت کا وہ معجزہ ہے۔ جس نے زبان دان اشخاص کو اپنی زندگی میں سمندر کی طرح ایک انقلاب عظیم پیدا کر دینے کے لیے مجبور کیا ۔

یہ اعجاز اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مذہب کے استحکام و مضبوطی میں بھی اس کا بڑا حصہ پایا جاتا ہے۔ وہ لوگ جن کے دل میں اسلام کی جانب سے ایک سخت کینہ پرورش پا رہا تھا۔ اسی معجزے کے والہ و شیدا ہو کر اسلام لا ئے تھے۔ اور خود اپنے ہی جذبۂ پسندیدگی سے مغلوب ہو کر انہیں ماننا پڑا تھا کہ یہ کلام انسان نہیں بلکہ کلام الٰہی ہے اسکے علاوہ اگر یہ خوبی اس میں موجود نہ ہوتی تو یہ خطرہ بھی ہو سکتا تھا کہ اور دوسری کتابوں کی طرح اسمیں بھی تحریف ہو جاتی۔ لیکن چونکہ خدائے پاک نے اسے اپنے ایک حیرت نما معجزے کا حامل بنایا تھا اسلیے ناممکن تھا کہ دوسری کتابوں کی طرح کوئی شخص اپنے منشا و مقصد کے موافق اس میں تحریف کر سکتا۔ یا کسی حذف و اضافہ کی گنجایش پائی جاتی یہ فخر آج صرف اسی کتاب کو حاصل ہے کہ باوجود مخالفین اسلام کی ہزار کوشش کے اس نے اب تک اپنے کو بالکل محفوظ رکھا۔ اور لوگوں کی وہ تمام دسیسہ کاریاں جو قرآن پاک میں تحریف کرنے کے لیے قریب قریب ہر زمانہ میں آمادہ نظر آئیں شکست فاش دی ۔

اس لحاظ سے صرف قرآن کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں کسی انسانی کوشش سے

کسی ایک لفظ کا بھی اضافہ ایسا نہیں ہو سکتا جو ایک نکتہ شناس نگاہ کو فوراً معلوم نہ ہو جائے۔ برخلاف دیگر کتب ساوی کے کہ آج ان میں سے ایک بھی اپنی اصالت پر نہیں کہ انکے کسی جزو کو صحیح سمجھا جاسکے۔ یہی باعث ہے کہ ان اقوام نے جن کی کتابوں کا یہ حشر ہوا ہے۔ روابط الٰہی کو اپنے تمرد و سرکشی سے تار تار کر دیا۔ اور دنیا نہیں بتلا سکتی کہ انہوں نے ناموس الٰہیہ کی عزت و وقعت کو اس طرح برقرار رکھا ہو جس طرح چاہیے تھا۔ اور آخر کار ان میں اسقدر تناقض پیدا ہو گیا کہ عقلمند اس سے منحرف ہو کر اسکے الہامی ہونے سے انکار کرنے لگے ڈارون کہتا ہے:۔

"اناجیل کی باہمی متناقض روایات پڑھکر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتابیں
الہامی نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ بد اعتقادی کا اثر آہستہ آہستہ مجھے
محسوس ہونے لگا۔ اور بڑھتے بڑھتے بالکل سرایت کر گیا"۔

لیکن قرآن شریف چونکہ خدا کی آخری کتاب اور آخری پیغمبر پر نازل ہونے والی تھی اسلیے اللہ تعالیٰ نے اس حیثیت سے بھی اسکو فائق ترین بنا دیا۔ تاکہ شیرازۂ قوم اور اجزائے مذہب پراگندہ و پریشان ہو کہ وہ بگڑی ہوئی صورت اختیار نہ کرے جو دیگر صحف آسمانی کی ہو گئی ہے +

ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اسلام کی کامیابیوں کا راز اس میں پوشیدہ نہ سمجھتا ہو۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جہاں اس نے اعلیٰ درجہ کی روحانی تعلیمات دیکر معرفت نفس کا طریقہ بتلایا۔ جہاں اُس نے خالق و مخلوق کی حیثیات کو مختلف طریقوں سے دکھا کر انسانوں میں جذبۂ عبودیت پیدا کیا۔ جہاں اسکی تعلیمات نے تمدن انسانی کو برترین مدارج پر پہنچانے کی ایک زبردست کوشش کی۔ وہیں اسکی معجز بیانی نے دلوں میں رقت و گداز بھی پیدا کر دیا +

اگر تھوڑی دیر کے لیے قرآن پاک کو ایک مسلمان کے نقطہ نظر سے نہ دیکھا جائے

بلکہ اسے ایسی کتاب سمجھا جائے جس پر تنقید کی جسارت لوگوں کو ہو سکتی ہے، تو یقیناً اسکے مطالب کی بلند پروازی، فکر کے علو اور خیالات کی رفعت کے مقابلہ میں انگلستان شکسپیر اور ملٹن پر فخر کرنا چھوڑ دیگا۔ ہندوستان کالیداس اور کبیر داس کو بھول جائے گا اور ایران کو سعدی و نظامی کے کارنامے فراموش کردینے پڑینگے۔ یہی خصوصیت امتیازی ہے۔ جس نے ہر طبقہ، ہر مذہب، ہر فرقہ، اور ہر انجمن و سوسائٹی میں اگر وہاں انصاف کی قدر ہے اسے مقبول کیا۔ اسکے عجائب غرائب، حقائق و معارف اب تک ختم نہیں ہوسکے باوجود اسکے کہ تیرہ سو سال گزر چکے اور اسوقت تک برابر نکات و رموز کا انکشاف ہوتا چلا جارہا ہے۔ ہزاروں تفسیریں لکھی جا چکیں۔ اور معلوم نہیں مستقبل ابھی کتنی تفسیریں اور پیش کرے۔ مگر کوئی مفسر یہ دعوے نہیں کرسکتا کہ اب اسکے راز دریافت کرنیکے باقی نہیں رہ گئے، اور ان کی تحقیق و تدقیق تلاش و تفتیش ایک کامیاب نتیجہ پر پہنچ گئی ہے +

پھر کیا یہ ایک ایسی فضیلت نہیں ہے جو صرف ہمارے رسول آخر الزماں کو حاصل ہوئی۔ اور کیا یہ وہ امتیاز نہیں جسپر صرف اسلام ہی فخر کرسکتا ہی؟ +

خطیب

اردو کا تنہا ہفتہ وار رسالہ

مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی، تمدنی، اصلاحی مضامین کا بے مثل مجموعہ

مدیر۔ ملا محمد الواحدی

چندہ سالانہ تین روپے، ششماہی ایک روپیہ دس آنے۔ نمونہ مفت +

ملنے کا پتہ: منیجر خطیب۔ دہلی

۱۲۴ھ

بغداد

وجہ تسمیہ بغداد کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بہت کچھ قیل وقال اور اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اور متعدد مبصرین نے اس مسئلے پر روشنی ڈالنے کے لیے خامہ فرسائی کی ہے۔

بعض اصحاب کی رائے میں بغداد ایک پہلوی لفظ ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ قدیم زمانے میں اس مقام پر بغداد نام ایک ایرانی شہر آباد تھا۔ ایک دوسرے اور قابل تعظیم مستشرق بھی ہیں۔ جن کے خیال میں ایرانی بغداد سے بھی پہلے بابلی اور کلدانی ریاستوں کے زمانے میں بغداد موجود تھا۔ چنانچہ سرہنری رالنسن ایک معتبر محقق کی رائے ہے کہ یہ شہر بخت نصر بابلی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جسکے ثبوت میں آپ فرماتے ہیں کہ آپ کو تفتیش اور تحقیق کرتے کرتے بغداد کے اندر ایک ایسا پشتہ ملا جس کی اینٹوں پر بخت نصر کا نام ثبت تھا۔

یہ سب کچھ سچ ہوگا اور ہمیں ایرانی یا کلدانی بغداد کے ماننے سے کچھ انکار نہیں مگر اس بارے میں احتیاط ضروری ہے۔ اس لیے کہ اوّل تو اتنی صدیوں کے ماننے یا منوانے کے لیے کافی یا کافی سے بھی کچھ بڑھکر ثبوت موجود ہونا چاہیے دوم ایک بات یہ بھی ہے کہ مبصرین عموماً چھوٹی چھوٹی چیزوں کو دیکھنے کے ایسے عادی ہوجاتے ہیں کہ موٹی اور معمولی چیزیں انکو سوجھائی نہیں دیتیں۔ اس قسم کی مثالیں مستشرقین کی تصانیف میں بہت پائی جاتی ہیں۔

البتہ اتنا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بغداد عربی لفظ نہیں مگر اس نام کا شہر پہلے موجود تھا یا نہ تھا یہ فقط ایک قیاسی بات ہے۔ اس کا ذکر اسلامی تاریخ میں نہیں ملتا۔

قادسیہ کی لڑائی ۱۴ھ ہجری میں ہوئی۔ اور مدائن کسریٰ ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ مگر فتوحات عجم میں بغداد کا نام نہیں پایا جاتا +

تاریخ اسلام ارتقائے تمدن پر نظر ڈالنے سے یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ اکثر بادشاہوں اور حکمران خاندانوں کا تعلق خاص خاص شہروں کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ یعنی جب ان خاندانوں کو عروج ہوتا ہے تو یہ شہر آباد اور انکے سکان مرفہ الحال ہوجاتے ہیں۔ اور جب ان خاندانوں کو زوال ہوتا ہے تو یہ شہر بھی ویران اور خستہ حال ہو جاتے ہیں +

اسلام کی پیدائش مکہ میں ہوئی اور کعبہ کے متعلق جتنے مناصب تھے مثلاً شرافت قیادۃ اور سفارۃ وغیرہ وہ سب قریش اور بطون قریش کے ہاتھ میں تھے۔ اسلام کے پیدا ہوتے ہی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور انہوں نے اہل مکہ سے تنگ آکر مدینہ میں جاکر پناہ لی +

اس کے بعد مدینہ اسلام کا مامن اور دار الحکومت قرار پایا اور خلفائے راشدین یعنی ابوبکر صدیق رضؓ، عمر بن الخطابؓ اور عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں اس شہر کو مصر خلافت ہونے کا امتیاز رہا +

ابوبکر صدیقؓ پیغمبر اسلامؐ کی وفات ۱۱ھ ہجری میں ہوئی۔ نومسلموں کا پیغمبر کے بارے میں ایسا گہرا عقیدہ تھا کہ انکو انکے مرنے کا یقین نہیں آتا تھا۔ اور کہتے تھے کہ رسول خدا ہو کر وہ کیونکر مر سکتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبرؐ کے مکان کے سامنے بہت بھاری بھیڑ جمع ہوگئی۔ ابوبکر رضؓ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے آکر لوگوں کو یوں سمجھایا "ایہا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت" (فتوحات اسلامیہ صفحہ ۲۴۷)

خلیفہ ابوبکر رضؓ پہلے السنح میں رہا کرتے تھے جو مدینے سے کچھ فاصلے پر واقع ہے

اور وہاں سے ہر روز سپے جاکر لیں دہی گھر دیتے جس سے انکی اور اہل و عیال کی گزران ہوتی تھی خلیفہ ہو سکے پر انہیں معلوم ہوا کہ تجارت اور خلافت دونوں کام نہیں ہو سکتے ۔ اسلیئے انہوں نے تجارت چھوڑ دی ۔ اور بیت المال میں سے ایک قلیل رقم صرف احتیاج کے لیئے مقرر کر لی اور انتقال سے پہلے اپنی جائداد کل جائداد بیچکر اس رقم کے بدلے بیت المال میں داخل کر دی ۔

انکو پبلک ڈیوٹی اور پبلک ذمہ داری کا بڑا بھاری خیال تھا ۔ یہانتک کہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا وہ دینی فرض سمجھتے تھے ۔ روایت ہو کہ ان کی زوجہ اشتهت حلوا ، فقال ليس لنا ما نشتري به ، فقالت استفضل من نفقتنا في عدة ايام ما نشتري به ، قال افعلي ، ففعلت ذلك ، فاجتمع في ايام كثيرة شيء يسير . فلما عرفته ذلك ليشتري به حلوا ، اخذه فرده في بيت المال ، فقال هذا يفضل عن قوتنا ، واسقط من نفقته ۔

اسلام کے پانچ دینی رکن ہیں جن کا ادا کرنا ہر مسلم پر واجب ہے ۔ کلمہ شہادت ۔ نماز ۔ زکوٰۃ ۔ صوم رمضان ۔ حج بیت الحرام ۔

صحرائے عرب میں جب اسلام شروع ہوا تو اُسے قبول کر لینے میں انہیں کوئی دقت معلوم نہ ہوئی ۔ لا اله الا الله محمد رسول الله کے کہنے میں اور نماز پڑھنے میں ان کا کچھ خرچ نہیں ہوتا تھا ۔ حج بیت الحرام انکے قریب ہی تھا جہاں سے تجارت اور لین دین کے لیئے انکو سال میں کئی دفعہ جانا پڑتا تھا ۔ صوم رمضان کا رکھنا بھی انکے لیئے چنداں دشوار نہ تھا ۔ لیکن زکوٰۃ یعنی بیت المال کی ادائگی میں انکے بہت سے لوگ اور قبائل کی طرف سے جب لوٹ جانے کی ... تو وہ اٹھے اور مرتد ہو جانے کی دھمکی دی ... ۔

ا‌ه تاریخ الخلفاء ... [illegible]

ابو بکرؓ ایک متقی اور راسخ الاعتقاد مسلمان تھے۔ انہوں نے خلیفہ ہوتے ہی ہر ایک نومسلم سے سخت گیری اور تشدد کے ساتھ دینی فرائض اداکرانے شروع کردیئے فان اللہ لم یرض من عبادہ بالقول دون الفعل۔ نومسلم عرب اور توب کچھ کرنیکو تیار تھے۔ فقط زکوۃ دینے سے انکو انکار تھا۔ انکا خیال تھا کہ ہم لینے کے لیئے مسلمان بنے تھے نہ کہ دینے کے لیئے۔ چنانچہ بنی اسد، بنی تمیم، بنی یمام، وغیرہ اسلام سے منحرف ہوگئے۔ اور ان مرتدوں کو اسلامی حلقہ میں واپس لانیکے لیئے بہت سی لڑائیاں کرنی پڑیں ۔

عمر بن الخطابؓ ابوبکر صدیق رضؓ نے ۱۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور مرتے وقت انہوں نے عمر بن الخطابؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ ابو بکرؓ کے زمانہ میں کوئی خزانہ نہ تھا۔ بلکہ زکوۃ اور غزوات کا جو مال آتا تھا اسکو فوراً بانٹ دیا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ کے مرنے کیوقت فقط ایک درم بیت المال میں موجود تھا۔ اور ابو بکر صدیقؓ کے اپنے پاس صرف دو جوڑے کپڑے کے تھے۔ جن کے متعلق انہوں نے وصیت کی کہ:۔ ”انظروا ثوبی ھذین واغسلوھما، وکفنونی فیھما، فان الحی احوج الی الجدید من المیت“ ۔

عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں سلطنت کے وسیع ہو جانے سے زکوۃ اور غزوات اور اسکے بعد خراج اور جزیہ کی آمد اس قدر بڑھ گئی کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی بہت سا مال بچ رہتا تھا جسکو ذخیرہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اسکا نام بیت المال تھا۔ جس میں ہر مسلمان کا حق اور حصہ تھا ۔

خلیفہ عمرؓ کی سخت دیانتداری اور اپنے عہدہ کی ذمہ داری کی ایک عجیب مثال مشہور ہے:۔ ”قال بعث عمر رضی اللہ عنہ رسولا الی ملك الروم، فاستقرضت ام کلثوم (بنت علی رضی اللہ عنہا) امراۃ عمر دیناراً فاشترت بہ عطراً وجعلتہ

فی قارورۃ وبعثت بہ مع الرسول الی امرأۃ ملک الروم، فلما اتاھا بعثت لھا شیئاً من الجواھر، وقالت للرسول اذھب بہ الی امرأۃ عمر، فلما اتاھا فرغتہ علی البساط، فدخل عمر، فقال ما ھذا، فاخبرتہ، فاخذ الجواھر وخرج الی المسجد ونادی الصلوٰۃ جامعۃ، فلما اجتمع الناس اخبرھم الخبر واراھم الجواھر وقال ما ترون فی ذٰلک، فقالوا انا نراھا تستحق ذلک لانہ ھدیۃ جاءتہا من امرأۃ لاجنبیۃ ولاخراج علیہا ولا یتعلق بہا حکم من احکام الرجال فقال لکن الزوجۃ زوجۃ امیر المؤمنین والرسول رسول امیر المؤمنین و الراحلۃ رکبہا للمؤمنین وملجأہ ذلک کلہ لولا امیر المؤمنین) فاری ان ذٰلک لبیت المال المسلمین ویعطیہا راس مالہا، فباع الجواھر ودفع لزوجتہ دیناراً وجعل ما بقی فی بیت المال المسلمین"۔

دینی اور دنیوی اشتراک نے مسلمانوں کو مساوی اور ایک دوسرے کا بھائی بنادیا تھا۔ اس مساوات الجمہور میں خلیفہ بحیثیت مسلمان دوسرے مسلمانوں کے برابر تھے اور بحیثیت نبی اسلام کے سجادہ نشین ہونیکے نماز پڑھتے وقت انکے امام، آپس کے جھگڑوں میں اُنکے قاضی، بیرونی لڑائیوں میں انکے جنرل، اور بیت المال کی تقسیم اور محافظت کے لیے متولی تھے۔

اُجڈ اور وحشی قوموں میں انصاف کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اُنکے آپس کے جھگڑے فیصل کرنے میں اور مساوات کی ترازو کو ہموار رکھنے میں خلیفہ اسلام کو نہایت احتیاط اور سخت گیری سے کام لینا پڑتا تھا۔ اس سخت گیر انصاف کی ایک روایت یوں بیان کی جاتی ہے:۔ "القبطی الذی ضربتہ ابن عمرو بن العاص، وذھب الی عمر بن الخطابؓ فی المدینۃ فاستعاذ بہ، فبعث عمرؓ الی عمرؓ، فاستقدمہ وابنہ، فلما جاء اعطے

سلہ فتوحات الاسلامیہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ سلہ ایضاً صفحہ ۳۵۹ سلہ تاریخ تمدن اسلام جلد ۱ صفحہ ۴۸

الخلیفۃ الی القبطی سوطًا، وامرہ ان یضرب ابن عمرو فضربہ واراد ان یضرب اباہ عمرًا، فقال عمر انما ابنی الذی ضربہ فقال لہ یا عمرو منذ کم تعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارًا" +

عمرو بن العاصؓ مصر کے فاتح اور مسلمانوں کے ایک بڑے جنرل گزرے ہیں جو لوگ رعب اور سیاست کو ہوا بنا کر رعایا کو ڈراتے ہیں۔ اور اسکو قیام ریاست اور دبدبۂ حکومت کے لیئے ضروری بتاتے ہیں۔ انکو اس مثال سے سبق لینا چاہیئے۔ مگر باوجود اس سخت گیر انصاف اور دیانتداری کے عمرؓ بے چارے ۲۳ ہجری میں فیروز ابن لولو کے ہاتھ سے شہید ہوئے +

عثمان بن عفانؓ

خلیفہ عمرؓ نے اپنا جانشین کسی کو نامزد نہیں کیا۔ مگر رحلت سے پہلے عثمان بن عفانؓ۔ علی بن ابی طالبؓ۔ طلحہ بن عبیداللہؓ۔ زبیر بن العوامؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ۔ چھ کو وصیت کی کہ مشورہ کرکے آپس میں سے ایک کو خلیفہ چن لیں۔ اس انتخاب کی نسبت مسلمان مؤرخوں نے مختلف اور متضاد روایات بیان کی ہیں +

ماسوا اس کے ۱۳ صدیوں کے بعد بغض و عناد اس مسئلہ کے گرد ایسے حائل ہیں کہ کسی غیر مسلم کے لیئے اس کی نسبت رائے زنی کرنا۔ اور حق کو ناحق اور راستی کو ناراستی سے جدا کرنے کی کوشش کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ مگر اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ بعض مورخوں نے جو یہ لکھا ہے کہ "ان کلا من علی وعثمان و بقیۃ اصحاب الشوریٰ کان لکل واحد منھم رغبتہ فی ان تکون الخلافۃ لہ" اسمیں حقیقت ضرور ہے۔ گو اس خواہش کو انہوں نے علانیہ طور پر نہیں کیا۔ ورنہ عثمان بن عفانؓ کی متابعت کے بعد اتنی علیحدہ علیحدہ فریق اور پارٹیوں کے پیدا ہو جانے کی بنا پر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ بعض مورخوں نے ان مناقشات کو

اس بات سے منسوب کیا ہے کہ عثمان رضؓ نے اپنے اقربا اور رشتہ داروں کی جانبداری کرکے پرانے والیوں اور عمال کی جگہ پر انہیں مقرر کردیا۔ جس سے لوگوں کے دل اُن سے متنفر ہوگئے +

المسعودی ایک معتبر مورخ ان خانہ جنگیوں کا ایک اور سبب بیان کرتا ہے:۔

فی ایام عثمان اقتنی الصحابۃ الضیاع و المال، فکانت لعثمان یوم قتلہ عند خازنہ خمسون و مائۃ الف دینارًا والف الف درہما و قیمۃ ضیاعہ بوادی القریٰ وحنین وغیرہما مائتہ الف دینارًا و خلف ابلًا وخیلًا کثیرۃ، وبلغ الثمن الواحد من متروک الزبیر بعد وفاتہ خمسین الف دینارًا وخلف الف فرس والف امۃ، وکانت غلتہ طلحۃ من العراق الف دینارًا کل یوم و من ناحیۃ السراۃ اکثر من ذالک، وکان علی مربط عبدالرحمٰن بن عوف الف فرس ولہ الف بعیرۃ و عشرۃ الاف من الغنم، و بلغ الربع من متروکہ بعد وفاتہ اربعۃ و ثمانین الفًا۔ الخ" +

الغرض ان جھگڑوں کے اسباب خواہ کچھ ہی ہوں مصر، کوفہ، اور اہل بصرہ نے آخر عثمان رضؓ کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لیئے مجبور کیا۔ اور جب انہوں نے انکار کیا تو ۳۵ھ میں اُنکو شہید کرڈالا +

خلیفہ ابو بکر رضؓ، عمر رضؓ اور عثمان رضؓ کے زمانے میں فتوحات کا دائرہ بہت جلد پھیل گیا۔ اس سرعت اور وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ نبی اسلام کی وفات ۱۱ھ ہجری میں ہوئی۔ اور اسکے دو سال کے اندر اندر مسلمانوں نے یرموک پر ۱۳ھ میں رومن فوجوں کو شکست فاش دے کر فاتح عالم بننے کا دعوٰے پیش کیا۔ اور نیز یہ ثابت کردکھایا کہ جو لوگ نیک نیتی اور راسخ اعتقاد کے ساتھ مرنے مارنے پر تیار ہوجاتے ہیں وہ اگر تھوڑے بھی ہوں تو کثرت تعداد پر غالب آسکتے ہیں +

اسکے بعد سنہ ۱۶ ہجری میں مغیرہ بن شیبہ نے مقام قادسیہ پر سلطنت ساسانیہ کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اُدہر عمرو بن العاص رضؓ نے مصر فتح کرکے شمال افریقہ اور ہسپانیہ کا راستہ صاف کردیا۔ چنانچہ اسلام کی پیدایش کے چند سال کے اندر اندر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی صدائیں حجاز سے اُٹھکر عراق، عجم، وادی نیل اور صحارائے افریقہ میں گونجنے لگیں۔ سلطنت کا دائرہ پھیلنے کے ساتھ خلافت کا مرکز محیط مقبوضات سے دور پڑگیا۔ اور جنگی اور سیاسی معاملوں کے حل و عقد کے لیئے مقامی مرکزوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اِس ضرورت نے کوفہ اور بصرہ کی بنیاد عراق میں اور فسطاط کی بنیاد مصر میں ڈالی۔ شروع شروع میں یہ مقامات معسکر یا چھاونیاں تھیں۔ جہاں پر اسلامی فوجیں خیموں اور جھونپڑوں میں رہا کرتی تھیں۔ اور فسطاط کے معنی خیمہ یا جھونپڑا ہے ✦

کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے پہلے اسکندریہ میں چھاونی ڈالی تھی۔ اور سعد بن ابی وقاص رضؓ نے مدائن کسرے یعنی دریائے دجلہ کے اِس پار ڈیرے ڈالے تھے۔ جب خلیفہ عمر رضؓ کو اِس بات کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے حکم بھیجا۔ "لا تجعلوا بینی و بینکم ماء، متی اردت ان ارکب الیکم راحلتی حتی اقدم علیکم قدمت" اِس حکم کے مطابق وہاں سے ہٹ کر فسطاط اور کوفہ کی بنیاد ڈالی گئی ✦

علی بن ابی طالب رضؓ عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد خلافت کی خواہش جو اصحاب الشوریٰ کے دلوں میں چھپی ہوئی تھی۔ اب علانیہ طور پر نکل پڑی۔ اور خلافت کے کئی دعویدار کھڑے ہوگئے۔ مدینہ اور مصر کے لوگ علی بن ابی طالب کو چاہتے تھے۔ اہل البصرہ طلحہ بن عبید اللہ کے طرفدار تھے۔ اور کوفہ کے باشندے زبیر بن العوام کے حامی تھے۔ چنانچہ بصرہ کے گرد نواح میں جانبین میں لڑائی ہوئی۔ اِس لڑائی کا نام واقعہ الجمل ہے۔ اِس لڑائی میں علی بن ابی طالب رضؓ ایک طرف تھے۔ اور طلحہ و زبیر رضؓ ایک طرف تھے۔ طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ مارے

گئے۔ اور علیؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ اور اسکے ساتھ ہی اُنھوں نے مدینہ چھوڑکر کوفہ میں رہایش اختیار کی۔ اسلامی ریاستوں میں سے مصر، حجاز، خراسان اور عراق عرب نے علیؓ کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ مگر دمشق اور شام کے لوگوں نے اسے منظور نہیں کیا۔

شام کے والی معاویہ بن ابی سفیان تھے جو دمشق میں بیٹھے دور سے خلافت کی تاک میں لگے ہوتے تھے۔ عثمانؓ کی شہادت نے اب انھیں موقع دیا۔ اور اُنھوں نے عثمانؓ کی خون آلود قمیص جامع دمشق میں لٹکاکر اپنے حریف علی بن ابی طالب پر قتل کا الزام لگایا۔ اور عمرو بن العاصؓ، ولید بن عقبہؓ، عتبہ بن ابی سفیانؓ، المغیرۃ بن شعبہؓ اور دیگر اعیان اسلام کو اپنا ہم آہنگ بناکر خلافت کے دعویدار ہوئے۔ مقام صفین میں جانبین میں لڑائی ہوئی۔ اور اثنائے جنگ میں یہ قرار پایا کہ خلافت کا فیصلہ تحکیم[۱] سے کیا جائے۔ اس تحکیم سے بجائے فرو ہونے کے فساد اور بھی بڑھ گیا۔ یعنی ایک فرقہ خارجیہ پیدا ہوگیا جو اس تحکیم سے برخلاف تھا۔ ان خانہ جنگیوں کو دیکھکر بہی خواہان قوم انکے فرو کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

خارجیہ فرقہ کے خیال میں یہ فساد علی بن ابی طالبؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ اور عمرو بن العاصؓ کی زندگی سے وابستہ تھا۔ اسلیئے اُنکو اگر کسی طریق سے صفحۂ ہستی سے دور کردیا جائے تو اسلام کو امن چین ہوگا۔ چنانچہ تین شخصوں نے ان تینوں کے قتل کا بیڑا اُٹھایا۔ جمعہ کا دن قتل کا مقرر کیا گیا۔ ان میں سے علیؓ بیچارے تو شہید ہوگئے اور معاویہؓ زخم کھاکر جان سے بچ گئے۔ عمرو بن العاصؓ اُس دن خوش قسمتی سے نماز کو نہیں گئے۔ خارجیہ[۲] فرقہ معتزلہ مذہب کی ایک شاخ ہے جسکا آغاز نبی اسلامؐ کے زمانہ سے بتایا جاتا ہے مگر اس فرقہ کا اصل بانی واصل بن عطار، ہشام کے زمانے میں گزرا ہے۔

علیؓ نے گو چار سال حکومت کی۔ مگر خانہ جنگیوں کے سبب سے خلافت ایسی مخدوش

[۱] پنچایت [۲] گلبن۔ دی سیراسنز صفحہ ۲۸۲۔

اور متزلزل حالت میں رہی کہ کوفہ کو پایۂ خلافت کی شان و شوکت نصیب نہیں ہوئی۔ پہلا زمانے تک اسلام ایک دینی ریاست تھی جس کی اساس زہد، تقویٰ، عدل و انصاف پر رکھی گئی تھی۔

جب اسلامی فوجیں شام پر حملہ آور ہوئی ہیں تو خلیفہ ابوبکرؓ نے اسامہ کو مخاطب کرکے یوں نصیحت کی ہے "لا تخونوا، لا تغدروا، لا تغلوا، لا تمثلوا، لا تقتلوا طفلاً ولا شیخاً کبیراً، لا تعقروا نخلاً، لا تحرقوا ولا تقطعوا شجرة مثمرة، لا تذبحوا شاة ولا بعیرة ولا ابلة، وسوف تمرون باقوام قد فرغوا انفسہم فی الصوامع فدعوہم وما فرغوا انفسہم له"۔ مسلمانوں کی زندگی اور طرز معاشرت سادہ اور آزادانہ تھی۔ اور انکی دنیوی ضرورتیں بہت تھوڑی تھیں۔ یہاں تک کہ امیر المومنین کان یلبس الثوب من الکرباس الغلیظ وفی رجلیہ نعلان من لیف وحمائل سیفه لیف ویمشی فی الاسواق کبعض الرعیة اذا حکم ادنی الناس منه فی کلامه وکان طعامهم ادنی اطعمة فقراءهم وهم لم تقللوا منه لفقراء عجزه کانوا یفعلون ذالک مواساة للفقراء"۔

بنی امیہ | علیؓ کے شہید ہونیکے بعد معاویہؓ نے میدان صاف دیکھکر پے کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ جسکے ساتھ خلافت کا محور بھی کوفہ سے نکلکر دمشق میں تحویل ہو گیا اور ۴۱ھ سے لیکر ۱۳۲ھ ہجری تک فرامین امیر المومنین ہسپانیہ سے لیکر سندھ و ملتان اور ترکستان تک دمشق سے جاری ہوتے رہے۔

بنی امیہ کے عہد حکومت میں دینی رعب و حقوق تو برقرار رہے مگر دنیوی علائق یعنی ملک و مال کے بڑھ جانیسے اس میں شاہی شان و شوکت بھی بکثرت پیدا ہوگئی اب تک تو خلافت شورائے تھی یعنی امیر المومنین کو اتفاق رائے پر انتخاب کیا جاتا تھا۔ معاویہؓ نے خلافت کو موروثی بنا لیا۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

چٹکیاں اور گدگدیاں

سوز وغم کے مضمون پڑھتے پڑھتے جی اکتا گیا تھا حضرت خواجہ صاحب نے دل لگی کی کتاب بھی لکھدی اس میں ایسے ہنسی کے مضامین ہیں کہ پڑھنے اور سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جائیں گے اور پھر خوبی یہ کہ ظرافت میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا ہے گویا مذاق بھی اور نصیحت بھی۔

یہ کتاب تین عنوانوں میں تقسیم ہے پہلے عنوان میں تو وہ ہنسی ہے جس کا تعلق مذہبی باتوں سے ہے یعنی ہنسی مذاق سے مذہب کا شوق پیدا ہوتا ہے اور مذہبی خرابی سے غیرت آتی ہے!

دوسرا عنوان معاشرت اور رہنے سہنے کی باتوں کا ہے اس میں وہ مذاق ہے کہ ہندوستانی خود بخود شرما کر اپنی حالت درست کرلیں۔ تیسرے عنوان میں صرف انشاپردازی کی ظرافت ہے۔

دراصل یہ مجموعہ ان مضامین کا ہے جو مختلف اخباروں میں اور رسالوں میں خواجہ صاحب نے لکھے تھے غرض ہر اعتبار سے کتاب اردو زبان میں اپنا ثانی نہیں رکھتی قیمت صرف دس آنہ علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بچوں کی کہانیاں

ہندوستانی گھروں میں عورتیں بچوں کے سامنے جی بہلانے کو جو مزے دار کہانیاں کہا کرتی ہیں وہ ضرور تھا کہ [illegible] ایک کتاب کی شکل میں انہیں جمع کر دیا جائے کیونکہ نئی روشنی کے اثر سے اب ہمارے پرانے دستور بدلتے جاتے ہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ان کہانیوں کا رواج بھی نہ مٹ جائے اور مسلمانوں کا قاعدہ نصاب تعلیم طفلی بھی [illegible] کے لیے یہ کہانیاں بچوں کی عقل کے موافق ہوتی ہیں اور ان سے بچوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اس [illegible] اہلیہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ان کہانیوں کو قلمبند کیا ہے [illegible] پہلے تو وہ [illegible] چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں اور اس کے بعد وہ [illegible] اردو زبان میں آج تک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ یہ کتاب حضرت خواجہ حسن نظامی کی نظر اصلاح سے گزر کر شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۶ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دھلی

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اتالیق خطوط نویسی

خط و کتابت آج ہر آدمی کی زندگی کا ضروری حصہ ہے عورتوں اور مردوں کو یکساں ضرورت ہے کہ مختصر الفاظ میں زیادہ اور طویل مطلب ادا کرنا سیکھیں خواجہ صاحب نے اس ضرورت کو مدنظر رکھکر یہ کتاب لکھی ہے اس کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں خود خواجہ صاحب کے خطوط ہیں اور خط لکھنے کا ڈھنگ سیدھی بسیدھی بتایا گیا ہے۔ دوسرا حصہ ہندوستان کے نامور مسلمانوں کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ مثلاً نواب محسن الملک۔ مولانا شبلی۔ مولانا ابوالکلام۔ ڈاکٹر اقبال۔ حضرت اکبر مولانا ذکاء اللہ۔ مرزا قادیانی وغیرہ حضرات۔ غرض دونوں حصے حقیقتاً خط و کتابت کا طریقہ جاننے کے لئے اسم بامسمی ہیں۔ قیمت ہر دو حصہ صرف ۱۰؍

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

تسخیر مہر و قہر اعمال حزب البحر

عملیات کی ہزاروں کتابیں اور حزب البحر شریف کے بیسوں طریقے بازاروں میں چھپے ہوئے بکتے ہیں مگر حضرت خواجہ صاحب نے جس مدلل اور موثر طریقے سے یہ کتاب لکھی ہے اس کی مثال کہیں نہ ملے گی یہی وجہ ہے کہ چند روز میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا دوبارہ چھپی وہ بھی ختم ہو گئی اب تیسرا ایڈیشن بھی قریب الاختتام ہے۔ ہندوستان کے شہرہ آفاق بزرگ حضرت مولانا سید شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اس کتاب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "میں خواجہ صاحب کی تمام تصانیف میں اس کو اول درجہ کا سمجھتا ہوں" قیمت آٹھ آنے ۸؍

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

شیخ سنوسی

خواجہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں حضرت امام مہدی کا حال ہے یہ کتاب چھ سات دفعہ تو حلقہ نظام المشائخ نے شائع کی اور بمبئی وغیرہ میں چور کتاب فروشوں نے پوشیدہ پوشیدہ معلوم نہیں کتنی دفعہ چھاپی اور دو دو جگہ خود اکٹھی گئی۔ گجراتی مرہٹی بنگالی زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ غرض آج تک ایک لاکھ کے قریب اس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں قیمت پہلے ۸؍ تھی مگر اب بڑھ گئی ہے اور ۱۰؍ ہے کیونکہ جب تک جنگ ہے دوبارہ نہ چھپے گی۔

مشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

اس خاندان میں سے عبد الملک بن مروان، اور ولید بن عبد الملک صاحب تدبیر خلفاء گزرے ہیں۔ انکے زمانے میں قلمرو نے نظم ونسق حاصل کیا مصلحت ملک کے لیے ڈیپارٹمنٹ (دیوان) مقرر ہوئے۔ سرکاری دفتروں میں عربی زبان برتی جانے لگی۔ نقود اور سکے مضروب ہوئے۔ اور اسلامی فتوحات نے کوہ پیرنیز سے عبور کرکے وہاں فرنگستان کے ساتھ جا ٹکر کھائی۔ اور ہند، سندھ اور ترکستان ممالک محروسہ میں شامل ہوئے۔ دور دراز مقبوضات میں والی اور عمال، عالیشان سلاطین اور ذوی الاقتدار حکمراں بن گئے۔ اور جہاں جہاں اسلامی جھنڈا لہرایا۔ وہاں وہاں خوبصورت اور عالیشان شہر آباد ہوگئے۔ اندلس میں قرطبہ، غرناطہ، سرقسطہ، مالقہ، شمال افریقہ میں قیروان مشہور شہر تھے۔

ریاست کا تجمل بڑھجانیکے ساتھ خلفاء کے اندر تن آسانی اور عیاشی آگئی۔ آخری خلفاء شراب اور غناء کی رنگ رلیوں میں منہمک ہوکر ایسے بادہ مست ہوئے کہ ملک داری کے فرائض بھلاکر دن رات رنڈیوں اور ہیجڑوں کی صحبت میں گزارنے لگے یزید بن عبد الملک کے پاس دو مغنیہ تھیں۔ سلامہ اور حبابہ۔ ان دونوں کو سرکاری کاروبار میں اس قدر دخل تھا کہ امراء ووزراء میں سے جسے چاہتیں بگاڑ دیتیں۔ یہ حالت دیکھکر سلامہ نے یزید کو ست کی اور بہت سمجھایا۔ ان پند ونصائح کا اتنا اثر ہوا کہ چند روز تک یزید نے شراب پینا اور حبابہ سے ملنا جلنا چھوڑدیا۔ ایک دن یزید کی سواری صلوٰۃ جمعہ کے لیئے جارہی تھی۔ راستہ میں حبابہ بن ٹھن کر کھڑی تھی۔ یزید کو دیکھکر اُسنے عود پر چوٹ لگائی۔ اور یہ راگ گایا:۔

الا لا تلمہ الیوم ان یتبلدا   فقد غلب المحزون ان یتجلدا

یہ سُن کر یزید نے منہ ڈھانپ لیا۔ حبابہ نے پھر گایا:۔

فما العیش الا ما تلذ و تشتہی   وان لام فیہ ذوالشنان و فندا

اسکے بعد یزید سے نہ رہا گیا۔ اور اُسکے ساتھ ہولیا کہتے ہیں کہ حبابہ کے مرجانیکے بعد یزید نے کئی دن تک اُسے گلے لگائے رکھا۔ اور لاش کے ساتھ بوس و کنار کرتا رہا۔ حتی کہ لاش سڑ اُٹھی۔ آخر کھانا دانہ چھوڑکر اسی غم میں مرگیا۔ یہ شعر اُسی کا ہے ؎

انا الملیسوم ما عندی من الترياق والراقی ادر کاسا و ناولہا الا یا ایہا الساقی

بنی عباسؓ اگو علی بن ابی طالبؓ کے بعد بنی امیہ نے خلافت لے لی تھی۔ مگر علیؓ کی اولاد ابھی باقی تھی۔ اور وہ اپنے آپ کو خلافت کا دعوے دار برابر سمجھتے رہے شہادۂ حسینؓ کے بعد علویوں کے دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق تو کہتا تھا کہ حسنؓ اور حسینؓ کے بعد خلافت فاطمہؓ بنت النبیؐ کی اولاد کو ملنی چاہیئے۔ یعنی علی المعروف زین العابدینؒ، محمد باقرؒ، جعفر الصادقؒ، موسی الکاظمؒ، علی الرضاؒ۔ محمد التقیؒ علی النقیؒ، حسن العسکریؒ، محمد مہدیؒ، یہ فریق ائمہ اثنا عشری کہلاتا ہے۔ دوسرا فریق کیسانیہ ہے۔ جس کا دعوٰی ہے کہ حسنؓ و حسینؓ کے بعد خلافت محمد بن الحنفیہ کا حق ہے۔ گو وہ فاطمہؓ کے بطن سے نہ تھے۔ اسی طور پر بنی عباسؓ میں سے بھی چند پسماندہ ایسے تھے جن کے دل میں خلافت کی خواہش موجود تھی ۔

بنی امیہ نے اپنے ایام عروج میں ان دونوں دعویدار فریقوں یعنی علویوں اور عباسیوں کو تتر بتر کرکے پریشان حال رکھا۔ لیکن جب بنی امیہ کے عروج کے دن پورے ہوئے تو ان دونوں فریقوں نے پھر سر اٹھایا۔ بنی عباس کی قسمت نے یاوری کی اور خلافت بنی امیہ کے ہاتھ سے نکلکر ان کی طرف منتقل ہوگئی۔ بنی عباس کے اب دو دشمن ہو گئے۔ یعنی ایک تو بنی اُمیہ کی پس ماندہ اولاد و احفاد، دوسرے علوی۔ عباسی خاندان میں ابو العباس پہلا خلیفہ گزرا ہے۔ جس نے ان دونوں دشمنوں کو چُن چُن کر اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرنا شروع کیا۔ بنی امیہ میں سے عبد الرحمن بن معاویہ

ابن ہشام نے بھاگ کر ہسپانیہ میں جا پناہ لی ۔

اس خونریزی کے سبب سے مورخوں نے ابو العباس کو السفاح کا لقب دیا ہے السفاح کا مکان انبار میں تھا ۔ یہ مقام فرات کے کنارے پر بغداد سے چند میل مغرب کی جانب واقع ہے ۔ السفاح نے انبار سے کچھ دور کوفہ کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا جسکا نام اس نے ہاشمیہ رکھا ۔ اس کا خیال تھا کہ اس تدبیر سے عباسیوں اور علویوں کے درمیان جھگڑا مٹ جائیگا ۔

ابو العباس چار سال حکومت کر کے مرگیا ۔ اسکے بعد اسکا بھائی ابو جعفر المنصور ۱۳۶ ہجری میں مسند خلافت پر بیٹھا ۔ مگر اسکے چند سال کے اندر ایک فرقہ راوندیہ اس علاقہ میں ایسا پیدا ہو گیا جسکے ڈر کے مارے منصور کو ہاشمیہ چھوڑنا پڑا ۔ اور ۱۴۵ ہجری میں بغداد کی بنیاد ڈالی ۔ (باقی دارد)

زندگی کا راز

نئی حالت ہی دنیا کی، نرالا رنگ ہستی ہے
نئے گل کھل رہے ہیں گلشنوں میں لالہ زاروں میں

جہاں کل خار و خس تھے وہ جگہ اب صحن بستاں ہے
مبدل ہو گیا ہی صحن بستاں خارزاروں میں

جہاں میں جشن برپا ہیں قدوم عصر حاضر کے
مگر تو ہے ابھی عہد کہن کے سوگواروں میں

ہر اک کشت امل شاداب ہی فیض تمدن سے
چمن تیرا ہی کملایا ہوا ہے ان بہاروں میں

نہ سمجھے اب بھی جو کوئی وہ سمجھے اپنی خوش فہمی
زمانہ کہہ چکا سب کچھ کنایوں میں اشاروں میں

تری ہستی کو آنکھیں بلاتی ہیں تمدن کی
گئے وہ دن کہ دنیا چھوڑ دی اور جا بیٹھے غاروں میں

نئے حالات کو دیکھ اور سنبھل گر زندہ رہنا ہے
نہیں تو خود کو زندہ گاڑنا ہوگا مزاروں میں

(ہالہ)

کفر و شرک

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ ٭ (محمد ع ۴ پ ۲۶)

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسرے لوگوں کو خدا کے راستے سے باز رکھا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے تو اللہ تعالیٰ انکو کبھی نہیں بخشیگا ٭

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ٥ (النساء ع ۱۸ پ ۵)

بیشک اللہ تعالیٰ یہ گناہ تو کبھی نہیں معاف فرمائیگا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک ٹہیرایا جاوے اور اس کم جس گناہ کو چاہے معاف کرے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹہیرایا وہ راہ راست سے دور بہٹک گیا ٭

واقعات عالم اور احکامات الٰہیہ پر نظر ڈالیئے اور صفحات تاریخ کو بنگاہ عبرت مطالعہ کرنیسے معلوم ہو تا ہے کہ ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر آجتک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور ایک سو چار صحائف مقدسہ آسمانی کتابوں کا لب لباب یہی ہے کہ صرف خدائے واحد کی پرستش و عبادت کی جائے۔ اور اسی مقدس ذات بابرکات کے احکام کی اتباع و پیروی کرنا۔ اور اسی مالک حقیقی کا شکریہ بجالانا۔ اور اسی کی جناب میں جبین نیاز کو فرش خاک پر ٹیکنا ہر فرد بشر پر لازمی و ضروری ہے۔ ارشاد باری ہے :-

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا ٥ (النساء ع ۶ پ ۵)

اللہ کی عبادت کرو۔ اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹہیراؤ ٭

باوجود مسلمان ہونے اور خود کو پابند صوم و صلوٰۃ پاتے ہوئے بھی لاعلمی اور شامت

اعمال سے ہمارے بعض اقوال و افعال کفر و شرک کی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اسی کی بابت کلام الٰہی میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۔ (یوسف ع ۱۱ پ ۱۳)

اکثر لوگوں کا یہ حال ہو کہ خدا کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

دعوئے ایمان و اسلام رکھتے ہوئے پھر کفر و شرک میں مبتلا ہونے کے یہی معنی ہیں کہ غیر اللہ کی منتیں مانی جاتی ہیں۔ حاجت برآنے کے لیے پیپل، مہادیو یا بھوانی کے استھان پر متھا ٹیکا جاتا ہے۔ یا کسی ولی، پیر، شہید یا کسی بزرگ کے مزار پر یا خود کسی بزرگ صاحب کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ چادر چڑھائی جاتی ہے چار دیواری کا طواف کیا جاتا ہے۔

اہل اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کفر و شرک نہایت ہی بڑی نافرمانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ایک زبردست بغاوت ہو۔ پس جیسے کہ دنیا میں نافرمان، سرکش، اور باغی لوگوں کو بادشاہ وقت سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے۔ اور باغیوں کے حق میں کسی کی سعی و سفارش نہیں سنی جاتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کفار و مشرکین کو سخت سے سخت عذاب دیگا۔ وہ یہی ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ وماوٰہ جھنم و بئس المصیر۔

کفر کے معنی

کفر کے لغوی معنی چھپانا ہے۔ اور شرع میں ایمان کی ضد کا نام کفر ہے۔ مجملاً[1] یا مفصلاً[2] جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ٹھیرایا گیا ہے۔ ان کے انکار یا

---

[1] ایمان مجمل۔ اٰمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ (میں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات سے متصف ہے۔ اور میں نے اسکے تمام حکموں کو قبول کیا۔ [2] ایمان مفصل اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ (میں اللہ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں اور قیامت کے دن اور اس امر پر کہ اندازہ بھلائی برائی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لایا۔)

شک کرنے سے کفر ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً یہود و نصاریٰ وغیرہ کی طرح دین اسلام ہی کا انکار ہو۔ یا بظاہر مسلمان ہو کر کسی ایسی بات کا انکار کرے جو کلام الٰہی کی ظاہر عبارت یا آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے بطور یقین ثابت ہو چکی ہو۔ مثلاً نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ۔ جس شخص کو ان کے ثبوت میں شک یا انکار ہو، وہ کافر ہے +

اسی طرح زنا، سود، شراب، سؤر وغیرہ کا حرام ہونا قرآن شریف کی عبارت سے ثابت ہے۔ ان میں سے کسی چیز کو حلال کہنا کفر ہے +

شرک کے معنی

شرک کے لغوی معنی شریک کرنا، ساجھی ٹھیرانا۔ اور اصطلاح شرع میں اللہ تعالیٰ کی برابر کسی مخلوق کو سمجھنا۔ یا خدا کی مخصوص تعظیم و عبادت یا صفات میں شریک گرداننا یا اُسکے مقابلہ میں تابعداری اور حکم ماننے میں کسی اور کو برابر سمجھنا۔ شرک ہے۔ وَاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ +

شرک کی قسمیں

اوّل شرک فی الذات۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک و ساجھی ٹھیرایا جاوے۔ اور دوسرا خالق مانا جاوے۔ جیساکہ بعض غیر مسلم قوموں کا طریقہ ہے ارشاد باری ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ہ (توبہ ع ۱۰ پ ۱)

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے مولویوں عالموں اور اپنے مشائخ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو خدا بنا رکھا ہے حالانکہ انکو یہی حکم ہوا ہے کہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرو۔ کیونکہ اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ انکے شرک سے پاک ہے +

دوسرے شرک فی الصفات۔ وہ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کو ان صفات سے متصف مانا جاتا ہے جو خدا کے ساتھ خاص ہیں۔ اسکی کئی قسمیں ہیں :-

شرک فی الصفات کی قسمیں

شرک فی العلم۔ یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر سمجھنا۔ اور ہر چیز کی ہر وقت خبر رکھنا۔ خواہ غائب ہو یا حاضر۔ قریب ہو یا بعید۔ اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں آسمان پر ہو یا زمین میں۔ پہاڑوں کی چوٹی پر ہو یا سمندر کی تہ میں۔ الغرض اس قسم کا عقیدہ کسی مخلوق کی نسبت رکھنا۔ اشراک فی العلم کہلاتا ہے۔ خود حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیہ والتسلیمات کو اس بارے میں مخاطب فرما کر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ؒ

اعراف ع ۱۳ پ ۹

(اے حبیب) ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ میں اپنے ذاتی نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا۔ اور مجکو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچتا میں تو فقط ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں ڈرانے والا اور خوش خبری سنانیوالا ہوں +

اس قسم کی آیات اور احادیث صحیحہ سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام باتوں کا کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ اگر وحی و الہام کے ذریعہ مقبول رسولوں اور نیک بندوں کو کسی بات کا علم ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اسکا فضل ہے۔ اور یہ امر قابل بحث نہیں۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا — مجکو خدا کی قسم ہے۔ میں باوجودیکہ اللہ کا رسول

يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؁ ہوں مگر میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے
(بخاری شریف) کیا معاملہ ہوگا ؁

شرک فی التصرف - (اسی کو شرک فی القدرۃ بھی کہتے ہیں) - وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مانند نفع ونقصان دینے کی قدرت - یا کسی چیز کی موت وزندگی - تندرستی وبیماری فتح وشکست، اقبال وادبار - نیز مرادیں برلانے اور بلائیں ٹالنے کی قدرت وطاقت کسی اور میں سمجھے - جیسا کہ کفار ومشرکین کا اسلام سے پیشتر عقیدہ تھا کہ یہ معبود باطلہ (بت) ہمارے بزرگ ہیں - اللہ کے پیارے ہیں - ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے اپنے حاجت مانگنی - بس اللہ ہی سے مرادیں مانگنی ہیں - جو کچھ ہم ان کے وسیلہ سے مانگتے ہیں - اسکی بابت یہ وکالت وسفارش کرکے اللہ تعالیٰ سے ہم کو دلا دیتے ہیں ارشاد باری ہے :-

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
(یونس ع، پ ۱۱)

اور مشرکین خدا کے سوائے ایسی چیزوں کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں جو نہ اُن کو کچھ نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں نہ فائدہ - اور کہتے ہیں کہ یہ چیزیں اللہ کے ہاں ہماری سفارشی ہیں؁

شرک فی العبادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی کی تعظیم بجالانا - پرستش وعبادت کرنا - سجدہ ورکوع بجالانا - ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا - وغیرہ وغیرہ جیسا کہ بعض قومیں اپنے بزرگوں کی تعظیم اور چاند سورج کی پرستش وپوجا کرتی ہیں - ارشاد باری ہے :-

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ
(الآیۃ)

تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ تم اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا ہے اگر تم خاص اُسی کی عبادت کیا چاہتے ہو؁

پس کسی بزرگ، غوث، قطب، مولوی، مشائخ، درویش، عالم کو یہ حق حاصل نہیں

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

بیوی کی تعلیم

یہ انیس سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے ان اسباق میں خانہ داری کی وہ سب باتیں لکھی گئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہندو مسلمان عورتیں صرف یہ ایک کتاب پڑھکر تمام قابل اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہیں اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے انکو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہیں چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں دین تعلیم و تربیت۔ دنیا کی سنگت۔ میاں بیوی۔ بچے۔ اوپری عمل۔ بیاہ۔ شادی غمی۔ نذر و نیاز۔ لباس مکان۔ کھانا پینا۔ کئی بیویاں۔ عرس۔ محرم۔ مسلم لیگ۔ کانگرس۔

یہی وہ کتاب ہے جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور مردوں اور عورتوں نے دیباچے لکھے ہیں جو اس کتاب کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ عورتوں کے لئے یہ اکیلی کتاب سو کتابوں سے زیادہ مفید ہے ہندوستانی گھر میں خواہ ہندو کا ہو یا مسلمان۔ اس کتاب کا رکھنا ضروری ہے۔ یہ ایسی کام کی کتاب ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے غریب عورتوں میں تقسیم کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے عورتوں کو بہت آسانی کیساتھ گھر چلانا آ جائیگا۔ شوہروں سے برتاؤ کرنا سیکھ جائیں گی اور اپنے خانگی بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنیکا شوق پیدا ہو جائیگا۔ جو لوگ اپنی بیویوں کو تعلیم دینا اور اپنے کام کا بنانا چاہتے ہیں ان کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہئے اردو زبان میں آجتک ایسی کوئی کتاب نہ تھی۔ قیمت صرف ۱۲؍ علاوہ محصول۔

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

کرشن بیتی

ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی حالات آجتک اردو زبان میں کوئی اس قابل نہ تھی جس سے مسلمانوں کو سری کرشن کا اصلی اور پورا حال معلوم ہوتا۔ خواجہ صاحب نے نہایت محنت اور تحقیق کیساتھ کرشن بیتی لکھکر یہ کمی پوری کر دی ہر موقع کی عکسی تصویریں صرف کثیر سے حاصل کر کے اسمیں شامل ہوئی ہیں۔ بہ اعتبار عبارت آرائی و بہ اعتبار تحقیق حالات خواجہ صاحب کا یہ ایک شاندار کارنامہ ہے نہایت اعلیٰ کاغذ پر بہت اہتمام سے چھپی ہے۔ قیمت دو روپیہ علاوہ محصول۔

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی۔

کرہ مریخ کا سیاح

ہماری دنیا میں آیا تھا اور یہاں کا سب حال لکھ کر لے گیا

ہم نے اس کے سفر نامے میں سے جس قدر حصہ ہندوستان کے متعلق ملا۔ اپنی زبان میں لے لیا۔ اور چھاپ دیا۔ ایسی مزیدار اور پر لطف کتاب ڈھونڈیگا تو نہ پائیگا قیمت صرف چھ آنہ (۶ر)

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

قبروں کے غیبی نوشتے

جس کو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی نظر عالی نے پڑھ کر لکھا ہے۔ اس میں سب ذیل الواح مزارات ہیں۔ لوح مبارک مزار پر انوار سرور کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لوح مزار ام المومنین حضرت بی بی خدیجہ رضہ و لوح مزار حضرت سیدنا علی رضہ و لوح مزار حضرت امام حسین رضہ و لوح مزار حضرت بی بی زینب رضہ و لوح مزار حضرت علی اکبر و لوح مزار حضرت علی اصغر و لوح مزار حضرت بی بی شہربانو رضہ و لوح مزار حضرت بلال۔ ان کے علاوہ لوح قبر یزید۔ ابولہب۔ ابوجہل۔ ابن زیاد۔ شمر۔ عمر سعد کی بھی لکھی ہیں۔ سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے مزار کے لئے بھی لوح رقم فرمادی ہے۔ قیمت ۸ر

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

سنہ ۱۹۱۹ کا روزنامچہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب نے گجرات و بمبئی۔ کاٹھیاواڑ وغیرہ کے عجیب حالات سفر لکھے ہیں مشہور زیارتوں اور مقامات تاریخی کا بیان ہے اور سومنات کے مندر کی کیفیت تو ایسی ہے کہ اسی ایک کی خاطر ہزاروں آدمی روزنامچہ کو خریدتے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے علاوہ محصول۔

درویش پریس کی دیگر مطبوعات

خون شہادت کے دو قطرے ۲ر شکوہ ۲ر حالات خضر ۱ر ایڈیٹر کا حشر ۱ر

اخلاق سلطانی ۸ر اصنام العرب ۳ر کہانیوں کی پہلی کتاب ۱ر

المشتہر مہتمم رسالہ نظام المشائخ دہلی

کہ وہ اپنی اس طرح تعظیم کرائے۔ کہ جس میں شائبہ شرک پایا جاتا ہو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار (ترمذی شریف)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی معلوم دیتی ہو کہ لوگ اسکے سامنے ازراہ تعظیم تصویر کی طرح کھڑے رہیں سو ایسے شخص کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے۔

شرک فی العادت یہ ہے کہ انسان اپنے دنیا کے کاموں میں جس طرح اللہ تعالیٰ سے معاملہ رکھتا ہے۔ اسکی تعظیم و تکریم بجا لاتا ہے۔ اسی طرح کسی غیر سے بھی یہی معاملہ رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (انعام ع پ)

اور یہ لوگ خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور چارپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ ٹھیراتے ہیں تو اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ اتنا تو خدا کا اور اتنا ہمارے شریکوں کا۔ پھر جو حصہ انکے شریکوں کا ہوتا ہی وہ تو اللہ کی طرف پہنچتا ہی نہیں اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ انکے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ کیا ہی برا حکم ہی جو یہ لوگ لگاتے ہیں۔

مشرکین عرب جو نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔ اسمیں ایک حصہ اپنے بتوں کے نام کا مقرر کرتے تھے اور ایک حصہ خدا کے نام کا۔ پھر اگر خدا کے نام کی نذر اچھی معلوم ہوتی یا خدا کے نام کا جانور موٹا تازہ معلوم ہوتا تو اسکو بدل کر بتوں کے نام کر دیتے تھے۔ لیکن بتوں کے حصے کی اچھی نیاز کو خدا کی طرف نہ بدلتے تھے۔ کیونکہ انکو بتوں کی خوشی و خوشنودگی کا زیادہ لحاظ ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے زعم باطل میں بتوں کو خدا سے بڑھکر سمجھتے تھے۔ اور اسطرح

کفر و شرک میں مبتلا تھے +

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے مختصر طور پر کفر و شرک کی برائیاں اور اُسکی قسمیں معلوم ہو گئیں۔ اور یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اس قسم کے کفر و شرک میں عام طور پر کم علم ناواقف جہلاء مبتلا پائے جاتے ہیں۔ مگر ابھی

شرک خفی

کی جو اقسام باقی ہیں۔ اُن میں اکثر اہل علم اور اہل کمال حضرات یعنی علماء، مشائخ کرام اور صوفیائے عظام مبتلا پائے جاتے ہیں +

ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو مخاطب فرما کر وعظ فرمایا کہ میں سب سے زیادہ تم لوگوں کے بارے میں شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ریاء، دکھاوا ہے:۔

یقول اللہ تعالیٰ لھم یوم یجازی العباد باعمالھم اذھبوا الی الذین کنتم تراؤن لھم فی الدنیا فانظروا ھل تجدون عندھم خیرا + (تنبیہ الغافلین)	جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اُنکے اعمال کا بدلہ دیگا۔ اُس دن ریاکاروں سے فرمائے گا کہ تم دنیا میں جن لوگوں کو دکھاوا دکھاتے تھے اُن کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ اُن کے پاس تم کو کوئی بھلائی ملتی ہے؟ +

مطلب یہ ہے کہ الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی۔ تمام کاموں کا دارمدار نیت پر ہے۔ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، سب چیزیں خلوص دل کے ساتھ مقبول ہیں +

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم کم من صائم لیس لہ حظ من صومہ الا الجوع ورب قائم لیس لہ حظ من قیامہ الا	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ جنکے روزے سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا

السهر والنصب یعنی اذا لم یکن الصوم والصلاۃ لوجہ اللہ تعالیٰ فلا ثواب لہ۔

(تنبیہ الغافلین)

اور اسی طرح بہت سے نماز کے لیئے کھڑے ہو نیوالے ہیں جن کے قیام سے بجز بیداری اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہیں۔ مطلب یہ کہ جب نماز و روزہ لوجہ اللہ خاص اللہ تعالیٰ کیلئے نہو تو پھر کچھ ثواب نہیں ۔

حدیث شریف

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب حساب کتاب کیلئے اپنے بندوں کو جمع فرمائیگا تو سب سے پہلے تین آدمیوں کو اپنے حضور میں بلائے گا۔ اوّل حافظ قرآن کو۔ پھر مقتول فی سبیل اللہ شہید کو۔ پھر مالدار سخی کو ۔

حافظ قرآن قاری سے سوال کیا جائے گا کہ ہم نے جو اپنی مقدس کتاب اپنے حبیب پاک احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی۔ کیا وہ تم کو نہیں پڑھائی گئی؟ قاری عرض کرے گا۔ بیشک آپنے مجھکو کلام الٰہی سکھایا۔ میں نے رات دن اٹھتے بیٹھتے حتی کہ نماز تہجد میں بھی خوب خوش الحانی کے ساتھ اسپر قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی یہی کہیں گے کہ بیشک یہ جھوٹا ہے۔ بلکہ اسنے قرآن شریف اس لیئے پڑھا تھا کہ لوگ اسکو یوں کہیں کہ فلاں شخص بہت اچھا قاری ہے۔ سو دنیا میں اسکو قاری کہا گیا۔ اب بارگاہ ایزدی میں اسکے لیئے کچھ ثواب و بدلہ نہیں ۔

اسی طرح صاحب مال سے سوال کیا جائے گا۔ کہ جو مال ہم نے تم کو دیا تھا تم نے اس مال سے کون کون سے نیک کام کیئے؟ وہ جواب دیگا کہ میں نے اپنے مال کے ذریعہ صلہ رحمی کی۔ اور تیرے خوف سے تیری راہ میں بھوکوں غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ محتاجوں کی خبر گیری کی۔ پھر خرچ کیا۔ یہ سنکر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو بھی جھوٹا ہے

اور فرشتے بہی یہی کہیں گے کہ یہ جہوٹا ہے بلکہ اُس نے یہ چاہا تہا کہ لوگ مجکو بہت مالدار بڑا سخی کہیں۔ سو دنیا میں اسکو جواد اور سخی مشہور کیا گیا۔ اسلیئے اسکے لیئے بہی آخرت میں کچہہ ثواب نہیں +

اسی طرح شہید سے سوال ہوگا کہ ہم نے جو قوت وطاقت تمکو عطا کی تہی۔ اس سے تم نے دنیا میں کیا کام لیا؟ وہ جواب دیگا۔ کہ میں نے ناتواں بیماروں کی حمایت کی دکھیا غریب بیوہ عورتوں کے بوجہہ اٹہائے۔ دین اسلام کی حفاظت کے لیئے۔ اعداء اللہ کو قتل کیا۔ اور پہر محض مذہب کی حمایت میں دشمنوں کے ہاتہوں قتل ہوگیا۔ اسکو اللہ تعالیٰ کہیگا کہ تو جہوٹا ہے۔ فرشتے بہی اسکی تکذیب کرینگے۔ اور کہیں گے۔ اس نے محض اسلیئے جہاد کیا تہا کہ دنیا کے لوگ اسکو بہادر کہیں۔ سو اسکو بہی بہادر کہا گیا۔ آنحضور صلعم نے حضرت ابوہریرہ رضہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ تین شخص وہ ہیں جو سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے۔ سچ ہے۔ ارشاد باری ہے:

من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون ○ اولٰئک الذین لیس لہم فی الآخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیہا وباطل ما کانوا یعملون ○

(ہود ع ۱ پ ۱۲)

جو لوگ صرف دنیا کی زندگی اور دنیا ہی کی رونق چاہتے ہیں ہم انکے عملوں کا بدلہ دنیا ہی میں انکو پورا پورا بہر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں کسی طرح گہاٹے میں نہیں رہتے لیکن ان لوگوں کے لیئے آخرۃ میں بجز دوزخ کے اور کچہہ نہیں اور جو عمل اُن لوگوں نے دنیا میں کیئے وہ سب گئے گزرے ہوئے۔ اور جو کچہہ نہوں نے کیا وہ سب لغو رہا +

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے واضح ہوگیا کہ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کہنے کے بعد ایمان واسلام رکہتے ہوئے ہر حالت میں صرف ذات واحد کی پرستش وعبادت کی جائے۔ اور کسی کو اُسکی ذات وصفات میں شریک نہ بنایا

جاوے۔ تمام امور کا سنوارنے والا۔ روزی و عزت دینے والا صرف وہی ایک خدا ہے
جب تک مسلمانوں نے اپنے تمام کاموں میں صرف خدائے واحد پر بھروسہ رکھا
تو ترقی اُن کا قدم چومتی تھی۔ یہ ایک قدم بڑھتے تو ترقی دو قدم آگے اُن کی طرف پیش قدمی
کرتی تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ جب تک یہ اللہ والے تھے تو اللہ بھی ہر وقت ان کی
حمایت و حفاظت کرتا تھا۔ واللہ معکم اینما کنتم + لیکن جب انہوں نے اپنے معبود
حقیقی سے روگردانی کی اور معبود باطلہ سے اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی ٹھیرائی
تو پھر اللہ میاں کو کیا ضرورت تھی کہ اُن کا ساتھ دے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین منافقین
پر ذلت و رسوائی لیس دی گئی ہے۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ +

الغرض شرک سے بڑھکر دنیا میں کوئی ظلم نہیں۔ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو
نصیحت فرماتے ہیں +

واذ قال لقمان لابنہ وھو یعظہ یبنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم ○ (لقمٰن ع ۱۰ پ ۲۱)	اور ایک وقت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ پیارے بیٹے! کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھیرانا۔ کیونکہ شرک بڑے ہی ظلم کی بات ہے +

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و کفر سے بچاکر توحید اور دین اسلام کے سیدھے
راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین +

محمد عبد التواب از روہتک

نمبر خریداری۔ خریداروں کو چاہیئے کہ جب دفتر نظام المشائخ کے نام کسی قسم کا
خط لکھیں تو نام و مفصل پتہ کے ساتھ اپنا نمبر خریداری بھی ضرور دیدیں۔ اسکے بغیر اُنکے احکام
کی تعمیل نہیں ہوسکتی اور اُسکے معلوم ہو جانیسے بہت سی غلطیوں کا سدباب ممکن ہے۔ منیجر۔

ہدیہ

بیعت فقر

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

کندن اور کھرے سونے کے ساتھ مس پیتل، سچے نگینوں کے مقابلے میں جھوٹے موتی۔ جھوٹے ہیرے۔ جھوٹے پتے بھی لگے چلے آتے ہیں۔ شریفوں کا لباس بہروپیے بھی پہنے پھرتے ہیں۔ اسی طرح مردان خدا اولیاء اللہ کی شکل صورت میں مکار و دغاباز بھی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ کھرے سے کھوٹے کا پرکھنا۔ جھوٹے اور سچے کا پہچاننا معمولی آدمی کا کام نہیں اسلیئے ان مکاروں کے ہاتھ سے بھولے بھالے گھرانے کے گھرانے تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت صاحب اور خلیفہ صاحب کی سارے عالم میں دھوم ہے۔ اور حضرت صاحب اور خلیفہ صاحب محض لفافہ ہی لفافہ ہیں ضعیف القلب۔ بودی ہمتوں کے لوگ انکے مرید ہوتے ہیں اور فائدے کے بدلے دین دنیا میں تباہی مول لے لیتے ہیں۔ اگر ان خدا کے بندوں سے پوچھا جائے کہ تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ خلافت کی کتنی قسمیں ہیں۔ اور بیعت فرض ہے واجب ہے سنت ہے تو بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ کوئی قانون کوئی قاعدہ کوئی آئین وہ جانتے ہی نہیں۔ فراق کا یہ دعوے نہیں ہے کہ میں بالکل صحیح کہتا ہوں۔ مگر میں نے مشائخ سے ایسا ہی سنا ہی۔ میں نے کتابوں میں ایسا ہی پڑھا ہی کہ بیعت کو بعض فرض جانتے ہیں۔ اسکی فرضیت اس آیت سے استدلال کرتے ہیں یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ + بعض حضرات بیعت کو واجب جانتے ہیں۔ اور اسی آیت سے یہ دقیقہ اور نکتہ نکالتے ہیں۔ بیعت واجب

کیونکہ بیعت اگر فرض ہوتی تو اسکا منکر کافر ہوتا ۔ مگر بیعت فقر کو سنت وجماعت کی کسی شاخ نے کفر نہیں کہا ۔ جو لوگ بیعت کو سنت کہتے ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں ۔ کہ اولی الامر میں اسکے استحباب کا اشارہ ہی ۔ مگر حضرات صوفیہ رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک بیعت فقر ضروریات دین میں سے ہی ۔ خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت اُسکے چھوڑدینے والے کے لیے آخرت کا عذاب اور وعید ہے ۔ بقول صلعم ومن مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ ۔ وہ فرماتے ہیں کہ سلسلہ بیعت کا شجرہ پاک لکھوا کر مرید کی قبر میں طاق بناکر رکھدیا جائے ۔ بیعت کی شرح کے ساتھ ہی خلافت کے معنی بھی صوفیہ کی اصطلاح کے موافق معلوم کیجیے خلافت کی قسمیں ہیں ۔

پہلی خلافت اصالتاً ہے ۔
دوسری خلافت اجازتاً ہے
تیسری خلافت اجماعاً ہے ۔
چوتھی خلافت وراثتاً ہے ۔
پانچویں خلافت حکماً ہے ۔
چھٹی خلافت تکلیفاً ہے ۔
ساتویں خلافت اویسیاً ہے ۔

خلافت اصالتاً کے معنی یہ ہیں کہ کوئی عارف کامل خدا کے حکم سے کسی شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنائے ۔ چنانچہ اسکی مثال ہمارے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں یہ موجود ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس سرہٗ العزیز نے اپنے قصد سے چاہا کہ ہندوستان کا خلیفہ اپنے ایک مرید کو کردیں ۔ جو حضور کی خدمت میں موجود تھا ۔ مگر آپنے اپنے قلب کے اندر غیبی آواز سنی کہ فرید الدین ٹھیر جاؤ ۔ جو خلافت تم کسی اور کو دینا چاہتے ہو وہ

ہمارے محبوب نظام الدین اولیا کا حق ہے۔ عنقریب نظام الدینؒ تمہارے پاس پہنچتے ہیں۔ اُنہیں سونپ دینا۔ چنانچہ اس اثنا میں حضرت محبوب الٰہی پاک پٹن شریف پہنچگئے۔ بابا صاحبؒ نے کئی میل انکی پیشوائی کی۔ اور اپنی خانقاہ میں لاکر انہیں فوراً مرید بھی کیا۔ اور اُسیوقت آپکو خلیفہ اور جانشین بھی کردیا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ بابا صاحب قدس سرہ العزیز نے اُسوقت بھی فرمایا اور ہمیشہ سب کے سامنے بھی فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر میں میں نے بابا نظام الدین بدایونی کو اپنا خلیفہ کیا ہے ورنہ حقیقت میں وہ خدا کے خلیفہ ہیں۔ اس خلافت کا دوسرا نام خلافت الٰہی بھی ہے۔

اجازتاً وہ خلافت ہے کہ شیخ اپنی وارث یا اپنے مرید کو (جس سے عزیزداری ہو) اہل اور قابل دیکھکر خلافت عطا فرمائے۔ یہ جمہور مشائخ کی رسم ہے۔ اور یہ خلافت سبکو تسلیم ہے اور ہر طور سے اچھی ہے۔ اس خلافت کا نام خلافت رضائی بھی ہے۔ اجماعاً اُس خلافت کو کہتے ہیں کہ شیخ کا انتقال ہوگیا۔ اُسنے اپنی زندگی میں کسی مرید یا کسی عزیز یا وارث کو خلیفہ نہیں کیا۔ اسکے بعد قوم یا خاندان نے کسی وارث یا مرید کو اُس کی جگہ بٹھادیا۔ یہ خلافت صوفیہ کے نزدیک بالکل ناجائز ہے۔ اس خلافت کا دوسرا نام خلافت افتراے ہے۔

وراثتاً اُس خلافت کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ شیخ نے رحلت فرمائی۔ اور اُسنے اپنی حیات میں اپنے صلبی فرزند یا اور کسی وارث شرعی کو اپنا جانشین نہ کیا۔ مگر اُس کی وفات کے بعد وارث سجادہ بچھاکر خود بخود اجلاس کرنے لگے۔ یہ خلافت بھی صوفیہ کے نزدیک ناجائز اور بیکار ہے۔

حکماً خلافت کی یہ شرح ہے کہ شیخ نے اپنے جیتے جی کسی کو خلیفہ نہیں کیا۔ نہ سند خلافت دی۔ شیخ کی آنکھ بند ہوتے ہی اولاد اور مریدوں میں ہشت مُشت ہونے لگی۔ بڑے بولے۔ میں باوا جان کا وارث حقیقی ہوں۔ منجھلے نے کہا یہ حق میرا ہے

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں

مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کی بے ادبیاں، ارض پاک میں یاران رسول کا قتل۔ قرون اولیٰ کے سیاسی کارنامے کربلا کے بعد کی سرگزشت۔ حریفان بنی فاطمہ کی نامعلوم فتنہ کاری۔ یزید و دیگر بانیان بنی امیہ کی باطل شعاری۔ یزید کا حشر۔ شریروں کا انجام۔ خدا کا فیصلہ۔

یزید نامہ

میں ملاحظہ فرمائیے، جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے اور جس کے لوگ سال بھر سے منتظر تھے۔ اس میں اس امام الامر کا بھی مفصل بیان ہے جو خفائے اہل بیت میں

شیعہ سنی کو ملاپ کی آواز دیگا

اور بتایا ہے کہ یہ وقت قریب آن لگا ہے۔ یزید نامہ محرم ۱۳۵۲ھ کا یادگار تحفہ ہے۔ خود پڑھئے دوسروں کو سنائیے روئیے اور رلائیے۔ مظلوموں سے محبت و واقفیت پیدا کیجئے ہم نے اس میں بکثرت ایسے غمناک حالات اور عبرت انگیز تصویریں۔ تاریخ شہادت سے ایسی پیش کیں حضرت خواجہ صاحب کا ایسا ہی حصہ سمجھا جاتا تھا۔ نفیس تحریر اچھی لکھائی اچھی چھپائی۔ سفید دبیز عمدہ کاغذ ضخامت پونے دو سو صفحے۔ قیمت سوا روپیہ (عہ)

مصورِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

اردو دعائیں

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بہت مشہور و مقبول کتاب ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات زندگی کے لئے اردو زبان میں دعائیں ہیں۔ ہر دعا خواجہ صاحب کی مخصوص اثر دار عبارت میں ہے بچوں اور عورتوں کو بھی ان دعاؤں میں بہت لگاؤ ہے۔ چند روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گئی دوبارہ و نئے اضافہ کیساتھ طبع ہوئیں اسکو بچوں اور عورتوں میں مفت تقسیم کرنیکے لائق یہی کتاب ہے۔ قیمت صرف چھ آنہ (۶) علاوہ محصول۔

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

میلاد نامہ

معہ

رسول بستی

اردو زبان میں آجتک جس قدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ کتاب اُن سب سے نرالی ہے اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی بیاض سے تحقیق کرکے تعین ہوا فق سلسلے کل واقعات لکھے ہیں۔ پھر تتمہ موسوم بہ رسول بستی میں رسالت سے لیکر وفات تک کے حالات ہیں گویا آنحضرتؐ کی مختصر اور پوری سیرت اور سوانحعمری ہے۔ آخر میں آپ کے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے۔

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بلا تکلف پڑھتے چلے جاتے ہیں یہ کتاب چند مہینے کے اندر [illegible] زیادہ فروخت ہوگئی اور اب پانچواں ایڈیشن چھپا ہے اور وہ بھی قریب ختم ہے کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے قیمت ایک روپیہ عہ

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب

محرم نامہ

یہ وہی کتاب ہے جس کا غلغلہ شیعہ سنی دونوں فرقوں میں پڑا ہوا ہے اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اشتہار دیکھکر سینکڑوں درخواستیں جمع ہوگئی تھیں۔ اور شائع ہوتے ہی چار دن میں ایک ہزار فروخت ہوگئی۔ محرم نامہ سنہ ۳۵ء کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز کتاب ہے اسکی نسبت سنی علما اور شیعہ مجتہدین کا اتفاق ہے ایسی صلح کل کتاب آجتک نہیں لکھی گئی۔ جس میں آنحضرت کی وفات سے لیکر چاروں خلافتوں اور ان کے جھگڑوں کو اتنا صاف صاف اور پورا پورا بیان ہوا ہے پھر کسی فریق کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے ملک کے تمام مشہور لوگوں کے خطوط آرہے ہیں کہ محرم نامہ اردو کی بہترین کتاب ہے اور اس قابل ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں رہے تاکہ وہ اسلام کی ابتدائی سچی تاریخ سے خبردار ہو اور جھگڑوں کی حقیقت جان جائے۔ محرم نامہ میں کربلا کی دردناک لڑائی کا نقشہ ایسا لکھا ہے کہ ہر بات آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے پڑھنے والے اور سننے والے بیتاب و بیقرار ہو جاتے ہیں۔ جنگ جمل جنگ صفین کا پورا اور ہو بہو سچا حال محرم نامے کے سوا کسی دوسری اردو کتاب میں نہیں ہے قیمت ایکروپیہ علاوہ محصول

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

چھوٹے بولے واہ واہ۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ تم دونوں جاہل ہو۔ میں ہی اُن کا جانشین ہو سکتا ہوں۔ مرید بولے۔ من سلک علی طریقتی فھو الیّ۔ تم سب نا اہل ہو خلافت مجھے ملنی چاہیئے۔ گو غیر ہوں مگر حضرت نے سب کمالات میرے سینے میں بھر دیئے تھے۔ آخر نوبت بہ جان اور کارد با ستخوان پہنچی۔ سب نے اپنے اپنے دعوے عدالت میں دائر کیئے۔ وکیل اور بیرسٹروں کی جیب میں ہزاروں کے نوٹ پہنچ گئے تو حاکم نے ایک کو خلافت کی ڈگری دیدی۔ خود غور کر لیجئے کہ اس قسم کی خلافت کو باطن سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور حشر کے دن وہ کیا کام آسکتی ہے؟ تکلیفاً وہ خلافت کہ کسی زبردست دباؤ یا لحاظ سے شیخ نے کسی کو خلافت دے دی حالانکہ وہ بالکل نا اہل اور بے تمیز ہے۔ اس خلافت کی بے اعتباری عیاں ہے اور عیاں راچہ بیاں +

خلافت اویسیا کے یہ معنی ہیں کہ درویش کسی زندہ بزرگ کی روحانیت سے بغیر ملاقات ظاہری کے یا کسی بزرگ فوت شدہ کی روح طیبہ سے تربیت حاصل کر کے خلافت معہ اجازت حاصل کرے۔ چنانچہ حضرت اویس قرنی اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ مسلمانوں میں آفتاب عالمتاب کی طرح روشن ہے +

فقیر فراق کے خاندان میں حضرت خواجہ محمد ناصر رحمۃ اللہ علیہ نے پُرانی دلی میں اپنی مسجد کے حجرے کے اندر تین رات دن تک اپنے جدِّ اعلیٰ سیدنا امام حسن علیہ السلام کی روح مبارک سے فیض اویسیت حاصل کیا۔ اور اس اویسیہ طریقہ کا نام بھی حضور نے طریقہ محمدیہ بتایا۔ اسی سبب سے خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فخریہ طور پر جا بجا اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں۔ ما محمدیان خالص ہستیم۔ شائقین اسکا مفصل حال علم الکتاب۔ اور نالۂ عندلیب وغیرہ میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں خلافت اکثر غیرہ جعلی خلافتیں ہیں عنقا امد کا حکم رکھتی ہیں۔ البتہ واقعی خلافت جا بجا دیکھنے میں

اس فقیر فراق نے ۵۲ برس کی عمر میں ہندوستان کے اکثر مشہور مشائخ کو شرقاً وغرباً پھر چلکر دیکھا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اب وہ اپنے مرقدوں میں دُلہن کیطرح پڑے سوتے ہیں۔ اُن کا خدا سے وصال ہوگیا۔ منجملہ اُنکے حضرت سید حاجی وارث علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کو دیوہ شریف میں فقر کا ایک گوہر آبدار اور درویشی کا لعل بے بہا پایا۔ میرے سامنے اور ہزاروں آدمیوں کے سامنے حاجی صاحب قبلہ سے جب پوچھا گیا کہ آپکے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا تو آپنے بے دھڑک کہدیا کہ مذہب عشق میں خلافت نہیں ہوتی۔ قیس عامری کا خلیفہ کون تھا فرہاد کا خلیفہ کون ہوا۔ جو ہمارا جانشین ہوگا۔ اسی زمانے کے ایک شیخ المشائخ سے جو فلک ولایت کے نیر تاباں تھے جب سوال ہوا کہ حضرت آپکے خلیفہ تو ماشاء اللہ تعداد میں بہت ہوگئے ہیں تو آپنے فرمایا میرے تو یہ خلیفہ نہیں ہیں شیطان کے خلیفہ ہیں۔ یا روٹیوں کے خلیفہ ہیں۔ اب تو اسی کی گرم بازاری ہے کہ شاہ صاحب کسی بزرگ نام آور کی اولاد باپ دادا سے وراثتاً سجادہ نشینی پہنچگئی ہے۔ اس گھرانے میں جتنے بھائی بھتیجے۔ ماموں بھانجے ہیں سب کے سب درویش اور پیر کامل ہیں۔ علاقے کے علاقے اور گاؤں کے گاؤں اپنی فرضی حکومت میں بانٹ لیئے ہیں۔ کسی کے حصہ میں صرف جولاہے اور سنار آگئے تو کسی کے حصہ میں صرف شیشہ گر اور قصاب ہیں۔ شاہ صاحب کی لیاقت یہ ہے کہ تعطیل کو خط میں دتاتیل لکھتے ہیں۔ بڑا کمال یہ ہے کہ بھیک مانگتے ہوئے مکہ شریف تک پہنچگئے ہیں اور حج کر آئے ہیں۔ باوے گاؤں میں اونٹ آیا میں جانوں پرمیشر آیا۔ اس لیئے چھوٹے بڑے سبنے ملکر اُن کا حاجی میاں خطاب مقرر کردیا ہے۔ اگر کوئی مرید حاجی میاں نہ کہے تو گویا کافر ہوگیا۔ یہ حضرات بزرگوں کو بدنام کرنے والے مریدوں کے حلقہ میں سالانہ دورہ کرتے ہیں۔ کال پڑے۔ وبا آئے۔ غریبوں کو کچھ نقصان پہنچے

مگر انہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔ یہ مریدوں کے گھر جاکر دھنی دیدیتے ہیں آٹھ دن اس گانوں میں ہیں تو دس دن اُس قصبہ میں ہیں۔ تعویذ گنڈوں سے ان جاہلوں کو خوب بھکاتے ہیں۔ اُگاہی میں نقد روپیہ۔ کپڑا لتہ۔ بتاشہ وغیرہ بہت سی جنسیں لیکر گھر کو پلٹ دیتے ہیں۔ اگر ایک بھائی دوسرے بھائی کے حلقہ میں چلا جاتا ہے اور کچھ اُگاہ لاتا ہے تو آپس میں بڑی ناچاقی ہوتی ہے۔ مرید نہیں چاہتے کہ یہ حضرات اُنکے ہاں جاکر انہیں ستائیں۔ مگر اپنے باپ دادا کی رسم سے مجبور ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے اُن کے باپ دادا کو مہمان بنایا تھا۔ اب حق موروثی ہو گیا۔ اب کوئی قانون، کوئی ایکٹ اس موروثیت کو نہیں توڑ سکتا۔ مگر انکی وقعت مریدوں کے دلمیں اصلا نہیں ہوتی ہے۔ وہ بیچارے سنگ آمد و سخت آمد کہکر چپ ہو جاتے ہیں۔ مخبر صادق علیہ السلام نے انہیں کی نسبت تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے۔ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ دوسری معراج انکی یہ ہے کہ بزرگان دین کے عرس اُن کے لیے بہت ہی مبارک ہوتے ہیں۔ فدا آنکھیں کھولکر عرس کے منظر کو دیکھئے۔ ایک صاحب طاؤسی جوڑا پہنے ہوئے ہیں تو ایک صاحب پکھراج پری بنے ہوئے ہیں۔ تیسرے لال پری ہیں۔ چوتھے زمرد پری۔ کاش یہ سب میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے مگر ان کے قلوب صبغۃ اللہ کے رنگ سے آراستہ ہوتے۔ ایک صاحب نے ڈاڑھی اسقدر بڑھائی ہے کہ اسکی حدود اربعہ تک نظر پہنچنی مشکل ہے۔ دوسرے صاحب نے ڈاڑھی ایسی منڈائی ہے کہ کھونٹی تک نہیں ہے۔ ایک صاحب کی زلفوں پر لیلائے عرب رشک کرتی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ چائے کا ساوار، پاندان، اُگالدان بھی ساتھ ہے۔ ایک قوال مع ہارمونیم یا ستار کے ہمرکاب لاتے ہیں۔ اُس سے سماع و مزامیر سنتے ہیں۔ اور اپنا سر دھنتے ہیں۔ اس رنگ ڈھنگ کو دیکھکر دو چار جاہل جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یہ حضرات اس شان ترک

کبھی اجمیر شریف کبھی پیران کلیر شریف۔ کبھی حضرت محبوب الٰہیؒ کی سترہویں شریف کے بہانہ سے دہلی شریف۔ کبھی پاک پٹن شریف کبھی کچھوچھہ شریف۔ کبھی پیلی بھیت شریف۔ کبھی بریلی شریف وغیرہ وغیرہ مقاموں میں جاتے ہیں۔ عرس سے پہلے مریدوں کو خطوط کے ذریعہ بھی تاریخ کی اطلاع دیتے ہیں۔ اور حاضر ہونے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ جب مرید عرس میں آتے ہیں تو خواہ مخواہ اُنہیں نذرانہ دینے پڑتے ہیں اور اُن کی جیب گرم ہو جاتی ہے۔ میں شد رحال کو جائز جانتا ہوں۔ میں نے اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لیے سیکڑوں میل کے سفر کیے۔ اور اُنکی خاک پر اپنی ناک رگڑی ہے۔ اور اب بھی عرسوں میں حتی الوسع پہنچتا ہوں۔ مگر چونکہ خود پیرزادہ کہلاتا ہوں اور خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے یہ سلسلہ میرے ہاں چلا آتا ہے۔ اس لیئے بیعت اور خلافت کے ڈھونگ سے بھی ماہر ہوں۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے۔ میں حق کو چھپانا نہیں چاہتا۔ اس لیے صاف صاف لکھتا ہوں ؎

این ناکساں کہ فخر بہ اجداد مے کنند

چوں سگ باستخواں دل خود شاد میکنند

فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

محبوبی سرمہ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کی بارگاہ کا ایک اکسیری تبرک آنکھ کے ہر مرض کو مفید ہے۔ اسمیں اصلی ممیرہ ڈالا جاتا ہے۔ رات کو سوتے وقت دو دو سلائیاں روزانہ لگائی جائیں تو آنکھ کا نور چند روز میں اصلی حالت پر آجائیگا آشوب چشم کے زور میں لگایا جائے۔ باقی ہر حال میں استعمال کر سکتے ہیں قوت بینائی کو بڑھاتا ہے۔ تندرست آدمی بھی لگائے تو فائدہ دیگا۔ قیمت ایک ماشہ کی شیشی عہ ایک تولہ کی قیمت عے ایک ماشہ سے کم روانہ نہیگا۔ صبح شام۔ دنکو۔ رات کو ہر وقت اور ہر حال میں لگانے کی اجازت ہے۔

ملنے کا پتہ۔ مینجر نظام المشائخ دہلی

۴۵۶

مجازی عشق تندرستی سے پیدا ہوتا ہے

یہ قلم مجازی ہے اور اسکی گوناگوں تحریریں حقیقی ہیں۔ جو قلم کا عاشق ہوا مجازی عشق باز کہلایا۔ جس نے نوشت کی ہمہ گیر شانوں کو دل دیا۔ وہ حقیقی عشق کا متوالا مشہور ہُوا ؎

مجازی اور حقیقی عشق کا فرق سمجھنے اور سمجھانے میں سارا جہان سرگردان ہے مجھ سے فطرۃ کے القائے ذہنی نے کہا۔ مجازی ایک محدود تعلق کا نام ہے اور حقیقی کی کچھ حد اور کوئی سمت مقرر نہیں۔ قلم ایک وجود محدود ہے۔ اور اسی سے نکلی ہوئی تحریریں لا محدود سمندر ہیں۔ قلم کا عشق مجازی تحریر کے عشق حقیقی کی سیڑھی بنتا ہے مگر رہتا ہے وہی مجاز ؎

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لوگوں کا عشق خمار گندم سے ہوتا ہے اور ٹھیک فرمایا تھا کہ عوام کا عشق مجاز کے محدود دائرہ اں میں ختم ہو کر رہجاتا ہے حقیقت تک نہیں پہنچتا۔ یعنی اسکو لا محدود اشیاء کی محبت میسر نہیں آتی۔ خدا چونکہ لا محدود ہے۔ اسواسطے اُسکے عشق کو حقیقی کہنے لگے ورنہ ہر وسیع اور غیر محدود وسعت والی چیز کی اُلفت حقیقی عشق کا خطاب پا سکتی ہے۔ مثلاً علم ایک غیر محدود چیز ہے اسکے عاشق کو حقیقی عشق باز کہہ سکتے ہیں ؎

مجازی عشق جسم کی اعتدالی حالت اور اعصاب خون کی عمدگی کا ایک فطرتی اُبال ہے۔ ایام شباب میں جب خون کی زیادتی پٹھوں کی توانائی اعلیٰ پیمانے پر عروج کرنا چاہتی ہے تو مجازی عشق اُن میں اُبلتا ہے۔ اور ہر جوان آدمی مرد ہو یا عورت عشق بازی کا دم بھرنے لگتا ہے۔ جسکے چہرے پر خون کی سرخی ہو۔ جسکے سینے پر زیادہ

گوشت ہو۔ جسکے بازو مضبوط پٹھوں سے گول گول بھرے بھرے نظر آئیں جسکی آنکھوں میں تندرستی کی چمک اور خوشی پائی جاے۔ تم صاف صاف اور بلا تامل فتوے دیدو کہ یہ شخص عشق بازی کا دم بھرتا ہے۔ عاشقانہ غزلیں اسکو پسند ہیں۔ عاشقانہ تذکرے اس کا جی خوش کرتے ہیں +

اگر تم پیر یا فقیر ہو اور اپنی غیب دانی اور مکاشفہ کا سکہ کسی پر بٹھانے کا ارادہ رکھتے ہو تو کہدو۔ " تم کو جس سے محبت ہو وہ بھی تم پر مرتا ہے۔ تم جسکے لیے راتوں کو جاگتے اور کروٹیں بدلتے ہو وہ بھی تمہارے خیال میں بے قرار ہے " +

وہ شخص تمہاری ان باتوں سے خوش ہوگا اور تم کو ولی کامل جاننے لگے گا کیونکہ تمہارا یہ تیر کبھی خطا نہیں کرسکتا۔ تندرست اور جوان آدمی کے لیے مجازی عشق میں مبتلا ہونا۔ ایسا ہی ضروری اور لازمی ہے جیسے سورج کو مشرق سے نکلنا +

چودہ سال سے چوبیس سال تک تندرست انسان کا عشق احمق عشق ہوتا ہے اور اسکو اسکا اصلی لطف نہیں آتا۔ چوبیس سال سے چونتیس سال تک عشق نیم عقل اور نیم حمق کے اندر قید رہتا ہے۔ مگر بہترین جذبات عشق اسکو لطف اٹھانے کا موقع دیتے ہیں۔ چونتیس سے چالیس سال تک عشق عقلمندی کے مزے اور حفظ آبرو کے ساتھ اپنی خاطر داری کے لطف آدمی کو دکھاتا ہے۔ اسکے بعد عمر طبعی تک اگر صحت اچھی رہی تو عشق کی دانشمندی باقی رہتی ہے +

مگر ہر زمانہ میں خواہ شباب کے دور اول کا وقت ہو اگر تندرستی خراب ہوجاے۔ خون میں کمی ہو۔ اعصاب بودے ہوجائیں تو مجازی عشق انسان کے جسم میں آنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ اسوقت اسکو نہ حسن اچھا معلوم ہوتا ہے نہ عشق کا خیال اسکو آتا ہے +

کوئی کمزور و بیمار مجاز کا سچا عاشق نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی قوی و تندرست

عشق مجازی سے خالی نہیں رہ سکتا۔ بیماروں اور کمزوری کے عشقیہ دعوے محض ایک فیشن ہوتے ہیں۔ اُنکے جذبات میں صداقت نہیں ہوتی۔ وہ خفت مٹانے کو عاشق بناکرتے ہیں۔ اور محض ظاہرداری کے لیئے آہ۔ اُف کے نعرے لگایا کرتے ہیں ٭

حقیقی عشق تندرستی کا محتاج نہیں ہے۔ تاہم وہ تندرستی کے زمانے میں شروع ضرور ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص ہمیشہ مریض رہتا ہے۔ اور کوئی ساعت تندرستی کی اُسپر نہیں آتی۔ تو وہ کبھی حقیقی عشق تک نہیں جا سکتا۔ حقیقی عشق کے لیئے ابتدائی زمانہ تندرستی کا ملنا ضروری ہے۔ جس میں اُسکی بنیاد رکھی جا سکے ٭

جتنے مجازی معشوق ہیں وہ تندرست عشق بازکے قدردان ہوتے ہیں کیونکہ فطرت اُنکو مجبور کرتی ہے کہ قدرتی منشا کی برقی رو کو اپنی برقی رو میں جگہ دیں جس میں تندرستی کی برقی رو نہوگی معشوق کی برقی رو اُسکو کبھی بھی قبول نہ کرے گی اس واسطے میں تو کبھی کبھی لوگوں سے صاف کہدیا کرتا ہوں کہ عمل حب کی تلاش ہے تو اپنی تندرستی کے درست کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے اعصاب و خون کی اصلاح کراؤ کہ اسی میں عمل تسخیر کا ایک لازمی اور قدرتی جذبہ ہے۔ اگر تم میں پوری اور نیچرل تندرستی موجود ہے تو ضرور تمہاری برقی رو محبوب کو مسخر کرلے گی ٭

اے آدمی! تندرستی تیری مجازی اور حقیقی زندگی کا بنیادی پتھر ہے۔ اگر تو اصلی زندگی چاہتا ہے تو اپنی صحت کی حفاظت کر ٭

مجازی عشق عموماً اُن قوانین کو توڑنا چاہتا ہے جو مذہب اور سوسائٹی نے شیرازۂ اخلاق کی حفاظت کے لیئے قائم کیئے ہیں۔ اسلیئے تندرست دماغ اور تندرست جسم ہی اُن قاعدوں کی حفاظت کیلئے مقرر کیئے گئے ہیں جو عشق بازوں کو غلطیوں سے بچاتے ہیں پس جو لوگ کمزور و بیمار ہیں وہ اخلاقی اصلاح کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور جس میں یہ قدرت نہیں اُسکا زندہ رہنا فضول و بیکار ہے ٭

جنگی بخار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ وہی (خدا) اس پر قادر ہے کہ تمہارے اوپر (کی طرف) سے یا تمہارے پیروں کے تلے سے کوئی عذاب تمہارے لیئے نکال کھڑا کرے یا تم کو گروہ گروہ کرکے (ایک دوسرے سے) بھڑا مارے۔ اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ (اے پیغمبر!) دیکھو تو سہی ہم (اپنی) آیتوں کو کس (کس) طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں ؞

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیئے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا کی معرفت حاصل کرے۔ اور وہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ (۱) روح علوی (۲) جسد عنصری جسد عنصری روح علوی کا مرکب اور آلہ ہے۔ اور روح علوی کے لیئے حصول عرفان اور حقیقت اشیاء کے انکشاف کا ذریعہ صرف جسد عنصری ہے۔ انسان دوسرے حیوانات سے صرف روح علوی کے سبب سے ممتاز ہے۔ ورنہ بلحاظ شہوات اور دیگر خواہشات کے مطلق حیوان اور انسان میں کچھ فرق نہیں۔ حیوان مطلق بھی کھاتا پیتا ہے اور انسان بھی کھاتا پیتا ہے۔ حیوان مطلق بھی جفتی کی خواہش کرتا ہے اور انسان بھی مباشرت کا متقاضی ہے۔ اور یہی کھانا پینا اور خواہش مباشرت حیوان اور انسان کے بقا اور ترقی نسل کے اسباب ہیں۔ انسان اور حیوان میں فرق یہ ہے کہ حیوان مطلق العنان ہے جو کچھ کرے اس سے باز پرس نہیں۔ اور نیز

زیادتی حیوان کے حق میں مضر ہے۔ کیونکہ حیوان کی روح سفلی ہے اور ابدی نہیں ہے۔ وہ صرف چند روز زندہ رہکر فانی ہوجاتا ہے۔ اسلیئے وہ مکلف نہیں ہوتا اور نہ شرع کا پابند ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے مخلوقات میں انسان کی ایک خاص حالت ہے کہ اُسکو عقل دیگئی ہے۔ اور اُسکی طبیعت میں مختلف تقاضے ہیں جیسے حُب جاہ۔ حُب ریاست۔ حُب دنیا۔ حُب مال۔ نیز دیگر مخلوق اکیلی اکیلی رہ کر زندگی بسر کرسکتی ہے۔ انسان دنیا میں اکیلا زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ ناچار اسکو ابنائے جنس میں رہنا پڑتا ہے۔ اور وہ بھی اسی کی سی طبیعتیں رکھتے ہیں اور خواہی نخواہی لوگوں کے اغراض میں کشمکش واقع ہوتی ہے۔ جس کثرت سے انسان کے تعلقات ہیں۔ اُسی کثرت سے اسکی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ انسان کے سوا جتنی مخلوقات ہے۔ ان کی دوسری حالت ہے۔ اُن کی طبیعتوں میں مختلف تقاضے نہیں اور نہ وہ فاعل مختار ہیں۔ اور اسیوجہ سے اُن پر کسی طرح کی ذمہ داری نہیں۔ انسان کو نیکی اور بدی دونوں کے کرنے کی قدرت ہے۔ دوسری مخلوق کو یہ قدرت نہیں۔ ادہر دنیا کا جنجال اور بکھیڑا۔ اُدہر آخرت کا خیال۔ اِدہر مال اور اولاد کا غم۔ اُدہر خدا کا منشا کہ دنیا میں رہکر دنیا سے دل نہ لگاؤ۔ اور جلدی جلدی اپنی روح اور نفس کی تکمیل کرکے ہم سے اس طرح ملو کہ دنیا کی کدورات کا تمہارے قلب پر ذرا سا داغ بھی نہو ؎

درمیان قعر دریا تختہ بند م کردہ   بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

"کج دار و مریز" کا معاملہ ہے۔ ادہر یہ مشکل کہ ابتدا میں انسان علم سے ہی بے بہرہ ہوتا ہے مگر خدا کا یہ لطف کہ چونکہ خدا کو نفس انسانی کی تکمیل منظور ہے اور وہ ایک دم بھی انسان کی تربیت سے غافل نہیں۔ وہ خاص خاص اشخاص کو عوام کی تربیت تعلیم کے لیے مقرر اور مبعوث فرماتا ہے ؎

حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں   خاص کند بندۂ مصلحتِ عام را

اور ساتھ ہی ان خواص کو کتابیں بھی عطا کرتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد اور تائید کرتا رہتا ہے۔ وہ خاص بندے انبیاء یا انکے وارث حکما اور علما اور صوفیا کہلاتے ہیں۔ وہ خاص بندے اپنے اپنے متبعین سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ اور رات دن انکی تربیت اور تکمیل نفس میں مصروف رہتے ہیں۔ کبھی انکو خدا کے انعام یاد دلاتے ہیں۔ یَاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ لوگو! اللہ کے احسان جو تم پر ہیں۔ انکو یاد کرو۔ بھلا اللہ کے سوا کوئی (اور بھی) پیدا کرنے والا ہے جو آسمان وزمین سے تم کو روزی دے (تو) اسکے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم (لوگ) کدہر بہکے چلے جارہے ہو +

کبھی دنیا کی مذمت اور خدا کے وعدے کی سچائی بیان کرتے ہیں۔ یَاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○ لوگو! اللہ کا وعدہ (قیامت) برحق ہے تو ایسا نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تم کو دہوکے میں ڈالے رہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ (شیطان) دغاباز تم کو دہوکا دے (کہ نافرمانیاں کرو اور مغفرت کے امیدوار رہو) +

بعض لوگ پیغمبروں کی تکذیب بھی کرتے ہیں اور شاید پیغمبر کسی عذاب کے نازل ہونے کے لیے دعا مانگتے ہونگے۔ مگر خدا اپنے بندوں کو بہت جلدی دنیاوی عذاب نہیں دیتا کہ شاید توبہ و استغفار کریں۔ اور رسولوں کو تسلی دیجاتی ہے وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اے پیغمبر) اگر یہ (لوگ) تم کو جھٹلائیں تو تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاچکے ہیں۔ اور (آخرکار) ساری باتیں اللہ کے حضور میں پیش کی جائیں گی +

نیز خاصان خدا اپنی اپنی امت کی تکمیل نفوس کے لیئے بعض قواعد منضبط
فرماتے ہیں۔ جن کو شرائع کہتے ہیں۔ شرائع میں بعض امور کے کرنے اور بعض امور
سے باز رہنے کا حکم ہوتا ہے۔ جو کرنے کے لائق ہوتے ہیں۔ اُنکو اوامر کہتے ہیں۔
مثلاً نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا۔ زکوٰۃ و خیرات دینا۔ صلہ رحمی کرنا۔ وغیرہ جن سے
باز رہنا ہوتا ہے اُنکو نواہی کہتے ہیں۔ جیسے چوری کرنا۔ قتل کرنا وغیرہ۔ جو لوگ
خاصان خدا کا حکم مانتے ہیں اُنکو مومن و صالح اور اُنکے عمل کو عمل صالح کہتے ہیں
جو خاصان خدا کا حکم نہیں مانتے انکو فاسق و فاجر اور اُنکے عمل کو عمل سیئہ کہتے ہیں
کتب الٰہی مومنوں اور اُنکے اعمال کی مدح اور فاسقوں اور اُن کے اعمال کی مذمت کرتی
ہیں۔ اور نیک عمل کے نیک نتیجے اور بد عمل کے برے ثمرہ سے اطلاع دیتی ہیں۔ اَفَمَنْ
كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ
النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ
النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ ترجمہ تو کیا ایمان لانے والا اسکے برابر
ہو جائے گا جو نافرمانی کرتا ہے دونوں فریق ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ ایمان
لائے اور اُنھوں نے نیک عمل بھی کیے۔ اُن کے لیے رہنے کو باغ ہونگے (یہ) مہمان
داری اُنکے (نیک) عملوں کا بدلہ ہے) جو (دنیا میں) کرتے رہے اور جو لوگ نافرمانی
کرتے رہے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جب جب اُس سے نکلنا چاہیں گے اُسی میں
لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ جس عذاب دوزخ کو تم جھٹلاتے
رہے اب اسی کا مزہ چکھو۔

کتاب اللہ عذاب دنیا کی تنبیہ و تخویف بھی دیا کرتی ہے۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ
مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ اور

(قیامت کے) بڑے عذاب سے ہم انکو (دنیاوی) عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے
تاکہ یہ لوگ (ہماری طرف) رجوع کریں ۔

نافرمانی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک خاص اور ایک عام۔ خاص نافرمانی یہ ہے
کہ خال خال آدمی شریعت کی پابندی نہیں کرتے ۔ وہ رنج و بیماری اور افلاس یا
کسی عزیز کے مرنے کی مصیبت سے عذاب دیے جاتے ہیں۔ اور اگر نافرمانی عام ہے
یعنی قوم کی قوم یا اکثر لوگ نافرمان ہوجائیں تب عام وبا یا قحط یا ژالہ باری یا باد و
باراں کے طوفان سے عذاب نازل ہوتا ہے۔ جیسے کہ قرآن حکیم یا تواریخ یا روزانہ
مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے۔ اور آیت محولہ میں اوپر کی طرف اور پیروں کے تلے
سے ان عذابوں کی طرف اشارہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ سخت عذاب جنگ کا
عذاب ہے۔ جب ہندوستان میں شور و فساد کا غلبہ ہوا تو کورو پانڈو کی جنگ
سے کل ہندوستان معذب ہوا اور وہ ایسی سخت جنگ تھی کہ اسکے بعد اب تک
ہندوستان نہ ابھر سکا۔ اگرچہ اس جنگ کے بعد بھی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی
رہیں مگر کوئی لڑائی اس جنگ کی برابری نہ کر سکی۔ اسی طرح فلسطین میں جب قوم بنی
اسرائیل سرکش ہوئی تو دو دفعہ جنگ سے زیر و زبر ہوئی۔ جسکے بعد روئے زمین پر
بنی اسرائیل کی ایک چپہ زمین پر حکومت نہیں رہی۔ جب بنی امیہ نافرمانی کرنے لگے
تو وہ بھی بنی عباس کے ہاتھوں تباہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بنی امیہ کے بادشاہوں
کی لاشیں اکھیڑی گئیں۔ نیز جب عباسیہ مادہ پرست ہوئے تو تاتاریوں نے
انکو ایسا برباد کیا کہ ایشیا سے عربوں کی سلطنت مفقود ہوئی۔ نپولین سے پہلے
پہلے یورپ حد اعتدال سے نکلا ہوا تھا۔ اور نپولین کی جنگوں نے یورپ کو حد
اعتدال پر قائم کیا۔ پچاس سال سے یورپ بلکہ تمام دنیا مادیت میں مستغرق تھی
یہاں تک کہ نیک ہندوستان جو روحانیت کے لیئے ضرب المثل ہے۔ اسکو دیکھ دیکھکر

بگڑا ہوا تھا۔ اور ہر گوشہ میں مغرب کی تقلید ہونے لگی تھی۔ گفتگو اور روزمرہ کی رہائش سب مغربی رنگ میں رنگے ہوئے۔ دو مسلمان ریل میں سفر کر رہے ہیں۔ مغرب کی تقلید سے جبتک کہ شخص ثالث ان کا تعارف نہیں کراتا ایک دوسرے کو سلام علیکم تک نہیں کرتے۔ غرض کہ ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ اس جنگ دنیا نے سب کچھ تہ و بالا کر دیا۔ اور اب امید ہے کہ مدت دراز تک امن و امان رہیگا۔ اور غالباً تمام دنیا اور خصوصاً ہندوستان روحانیت کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔

جنگی بخار جو میرے مضمون کا موضوع اصلی ہے اس جنگ مہیب کا تتمہ ہے وہ ایک لاعلاج بیماری ہے بعض ملکوں کو جنگ نے درست کیا۔ اور جو جنگ سے بچ گئے تھے۔ انکو جنگی بخار راہ راست پر لایا۔ تمام سرحد پر سخت فساد پھیلا ہوا تھا اور ہر جگہ کشت و خون جاری تھی۔ جنگی بخار نے ایک ہفتہ میں تمام علاقہ کو صاف کر دیا قوم قوم سے دست و گریباں تھی۔ مگر جنگی بخار نے ہر ایک قوم کو اپنے اپنے ملک میں پہنچا دیا۔ اور اب سب چپ چاپ اپنا اپنا گزارہ کر رہے ہیں۔ غرضکہ دنیا دی عذاب انسان کے لیئے بہت اچھا ہے۔ اس سے نفس کی درستی اور اصلاح ہوتی ہے اور یہ خدا کا لطف ہے۔ دنیاوی عذاب بمنزلہ مسہل اور استفراغ کے ہے کہ روح اور قلب کو خراب مادہ سے صاف کرتا ہے۔ اگر خدا دنیاوی عذاب نازل کرے تو پھر جہنم کی آگ سے علاج اور وہ بہت سخت ہے خدا پناہ دے۔

عذاب اور ابتلا میں کچھ فرق نہیں۔ عذاب عوام کے لیئے ہوتا ہے اور ابتلا خواص کے لیئے۔ بلا اور ابتلا سے مدارج انسانی میں ترقی ہوتی ہے۔ اور عذاب سے صرف روح کی محبت عود کرتی ہے۔ میرے خیال میں جنگی بخار عوام کے لیئے تھا۔ ذٰلِکَ مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ هو اعلم بالصواب علیہ توکلت والیہ انیب۔

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل اویسی

۷۸۶

دنیا

دنیا گلزارِ جاں فزا ہے ‎ ‎ دنیا اک قصرِ دلکشا ہے
ہے گل ہیں یہاں کے رنگ بہت ‎ ‎ سامان ہیں ہے یہاں کے راحت
اسمیں ہے مرض تو ہے دوا بھی ‎ ‎ بھوکے ہیں تو انکی ہے غذا بھی
ہے غم تو خوشی بھی جانفزا ہے ‎ ‎ دکھ غم ہیں تو عیش میں مزا ہے
ہے اسمیں اداے بیوفائی ‎ ‎ ساتھ اسکے ہے ناز دلربائی
ہے اسمیں زیادہ گرچہ آفت ‎ ‎ پھر بھی نہیں ہوتی اس سے نفرت
کیوں ہو نہ سعی یہ عاقبت کی ‎ ‎ جب ٹھیری یہ کھیتی آخرت کی
دو رستے ہیں اسمیں خیر و شر کے ‎ ‎ جو ملتے ہیں ہر اک بشر کے
ہے خیر کی راہ سوئے جنت ‎ ‎ شر کی طرف سقر ہے حضرت
ہے آپ کے اختیار میں اب ‎ ‎ جس راہ سے چاہیں کریں مطلب
دنیا میں ولی ہوئے ہیں پیدا ‎ ‎ دنیا میں نبیؐ ہوئے ہویدا
جنت کا نمونہ ہے یہ عالم ‎ ‎ جنت سے اسی میں آئے آدمؑ
لیجائے جو نیکیاں یہاں سے ‎ ‎ کام اسکو رہیگا بس جناں سے
جو شخص ہے فخر دین احمدؐ ‎ ‎ دنیا میں بھی نیک ہے وہ بیحد
ہے نیک کا اک جہاں ہواخواہ ‎ ‎ ہے نیک کی اک جہان کو چاہ
لیکن جو یہاں بدی کرے گا ‎ ‎ الزام وہ اپنے سر دھرے گا
دنیا میں بھی خوار وہ رہے گا ‎ ‎ عقبےٰ میں بھی خوار وہ رہے گا
ہے کیا ہی یہ خوشگوار دنیا ‎ ‎ نیکوں کی ہے غمگسار دنیا

ہے معبد خالق دو عالم — ہے مولدِ احمد مکرم
مفسد کو ذلیل کرنے والی — دم متقیوں کا بھرنے والی
نیکوں کی معین بد کی دشمن — احساں کی محب حسد کی دشمن
بد کو نیچا دکھانے والی — حُر کو سر پہ بٹھانے والی
حق کی یاور معین باطل — یارِ عاقل مُذلِ کاہل
دنیا! تجھ میں ہے جھوٹ اور سچ — ہے تجھ میں قناعت اور لالچ
چسکا جسے ہو گیا ہوس کا — دے ہی دیا تو نے اُسکو دھوکا
تو زال سے بن گئی جو مہوش — دیکھا تجھے آگیا اُسے غش
جو تجھ پہ ہو یہ سمجھ کے شیدا — تو اُس کے لیئے ہوئی ہے پیدا
لے گا وہی تجھ سے کام اچھا — کہلائے گا نیک نام اچھا
لیکن جو یہ سمجھا وہ ہے تیرا — ڈالا وہیں تو نے اسپہ گھیرا
یوں دام میں جسکو اپنے پھانسا — کا ہے کو وہ ہوگا کوئی دانا
عقبےٰ کے لیئے بنا ہے انساں — واجب ہے کہ اُسکا ہو وہ خواہاں
جس جائے مدام عافیت ہے — بے شک وہ مقام آخرت ہے

دنیا میں ذہین! وہ ہے اچھا
اچھا کہے جس کو ایک دنیا

ذہین حیدرآبادی

۹۵ء

تجارت

حضرت ابراہیم ادہم مرد حق — پیر مرد و طالب اکلِ حلال
لکڑیوں کا سر پہ گٹھا اک لیئے — جا رہے تھے اک طرف شاد و نہال
اس تجارت اور کسب کو دیکھکر — کر دیا اک دن کسی نے یہ سوال
آپ کے مسلم برادر کیا عجب — زخم کلفت کا کریں کچھ اندمال
آپ نے فرمایا بس خاموش رہ — میں نہیں ہوں طالب جاہ و جلال
قول نبویؐ سے نہیں واقف ہو تو — اسمیں بیجا ہے کسی سے قیل و قال
سن لے یہ ہے ارشاد ختم المرسلینؐ — جو کہ تھے محبوب ربِ ذوالجلال
پاک روزی کی طلب کے واسطے — گر کھڑا ہو طالب اکل حلال
اس جگہ پر جسکو سب سمجھیں ذلیل — وہ جگہ جس سے ہو حاصل انفعال

اُس پہ ہو جاتا ہے واجب باغ خلد
نعمتیں ملتی ہیں اسکو لازوال

آوج گیاوی

مراد آباد میں مردہ زندہ ہو گیا

میں عالمگرام ساکن مراد آباد پانچ سال سے سستی نامردی جریان احتلام کمی وغیرہ میں مبتلا ہو کر بظاہر زندہ مگر بباطن مردہ تھا۔ صدہا علاج کیے مگر فائدہ ندارد۔ آخر حکیم دوست محمد خاں کا بکس اکسیر باہ مردہ زندہ کرنیکی مشین مشمولہ ۴۴ گولیاں و شیشی طلا استعمال کی حلفیہ کہتا ہوں کہ تین یوم میں مجھکو سب امراض سے فائدہ ہو گیا۔ لہٰذا جو لوگ مندرجہ بالا امراض میں مبتلا ہیں وہ بہت جلد حکیم صاحب سے بکس اکسیر باہ منگوا کر استعمال کریں ضرور آرام ہوگا۔ بکس اکسیر باہ سستی و نامردی جریان احتلام کمی وغیرہ میں ایک نہایت مجرب المجرب بے نظیر دوا ہے۔ انگریزی ڈاکٹروں مہاراجوں اور حکیموں نے منگوائی ہے اگر با قاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہوگی قیمت بکس اکسیر باہ پانچ روپیہ [illegible] جلدی کریں [illegible] یہ دوا ہر موسم میں یکساں مفید ہے اکسیر خشنائی کنندہ بالا بکس کنندہ کی مجرب دوا ایک ہفتہ میں کلی آرام قیمت پانچ روپیہ خوب صورت بنانیوالا بکس اسکے استعمال سے چہرے کے [illegible] چھائیاں وغیرہ وغیرہ سب دور ہو کر چہرہ مثل گلاب کے پھول کے سرخ و سفید ہو جاتا ہے قیمت فی بکس عہ اکسیر مرگی نہایت مجرب دوا قیمت فی بکس عہ اکسیر دمہ کھانسی [illegible] اکسیر سوزاک و قرصہ سوزاک پیپ جلن بول قرحہ کی مجرب دوا۔ دو گھنٹہ میں آرام قیمت [illegible]

پتہ:- حکیم مولوی دوست محمد خاں (نقاد فن) ڈاکخانہ [illegible] ضلع ہوشیارپور (پنجاب)

فیشن میں داخل ہو گیا [illegible] فیشن میں داخل ہو گیا ہے

پری جمال صابن

کا استعمال بھی فیشن میں داخل ہو گیا۔ اور خاص طور سے [illegible] خوبصورتی پیدا کرنیوالا اور چہرہ کو گلاب [illegible] چہرے سے تمام داغ چھائیاں چند روز میں کھو دیتا ہے [illegible] خوشبو [illegible]

(عہ) ایک روپیہ

پتہ:- مہتمم دواخانہ نور تن دہلی

چاندی کے زیورات

بٹن چاندی کے کرتے کی زنجیر [illegible] قیمت [illegible] بٹن مقیش [illegible] کرتے کے چار بٹن [illegible] کی ہیں نزاکت و خوبصورتی میں [illegible] قیمت [illegible] محصولڈاک الگ۔

پتہ:- [illegible] خاں [illegible] شہرت [illegible] دہلی

جنگی بخار کے بعد

جنگی بخار سے تندرست ہونیکے بعد اگر آپ اس کمزوری اور خرابی کو جو اس بخار کا لازمی نتیجہ ہے اور عرصہ تک باقی رہتی ہے دور کرنا چاہتے ہیں تو

ماء اللحم خاص الخاص

استعمال کیجئے یہ **حاذق الملک جناب حکیم محمد اجمل خانصاحب** کے خاندانی مجرب نسخہ کے بموجب ہندوستانی دواخانہ دہلی میں خالص اجزا سے تیار کیا گیا ہے

مینیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی سے طلب فرمائیے

قیمت فی بوتل پانچ روپیہ محصول و پیکنگ علاوہ (خواہ ڈاک خانہ کے ذریعہ سے منگائیے یا ریل میں)

نوٹ جنگی بخار سے تندرست ہونیکے مہینہ ڈیڑھ مہینے بعد اس ماء اللحم کا استعمال لاثانی فائدہ رکھتا ہے۔ تندرست ہوتے ہی اسے شروع کردینا ٹھیک نہوگا۔

ماء اللحم خاص الخاص کیا ہے؟

اعلیٰ درجہ کی مقوی غذا اور نہایت نفیس و زود ہضم غذا ہے، دل، دماغ، جگر، و معدہ کے لیئے تازہ طاقت مہیا کرتا ہے جسم میں نیا اور اچھا خون پیدا کرتا ہے قوت مردانہ کو برانگیختہ کرنے میں یہ دنیا کی بہترین چیز ہے اور بہتر ممسک ہے۔ قیمتی اجزا اسمیں شامل ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اسے خریدنے والے ہمیشہ ہمیشہ کو اسکے قدردان ہوجاتے ہیں۔ انسانی زندگی میں لطف و خوشی کا عنصر کم ہوگیا ہو تو بس پھر اس ماء اللحم کے اثر اور کیفیت کو دیکھئے۔ پانچ تولہ سے سات تولہ تک بقدر ضرورت مصری ڈالکر پینا چاہیئے اور جنگی بخار کے بعد تو صرف تین تولہ سے شروع کیجئے۔ منگاتے وقت یہ پورا پتہ لکھئے۔ **مینیجر نظام المشائخ۔ کوچہ چیلان۔ دھلی**

؎ فرمایش میں لکھدینا مناسب ہوگا۔

نظام المشائخ

روحانی سالکوں کا ماہوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک لاثانی مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان

نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی

وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

مقام اشاعت دارالسلطنت دھلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر پبلشر محمد الواحدی

جنگی بخار کے بعد

جنگی بخار سے تندرست ہونے کے بعد اگر آپ اس کمزوری اور خرابی کو جو اس بخار کا
لازمی نتیجہ ہی اور [illegible] ہی دور کرنا چاہتے ہیں تو

ماء اللحم خاص الخاص

حاذق الملک جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب کے خاندانی مجرب نسخہ

کے بموجب ہندوستانی دواخانہ دہلی میں خالص اجزا سے طیار کیا گیا ہے

منیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی سے طلب فرمایئے

قیمت فی بوتل پانچ روپے محصول و پیکنگ علاوہ (خواہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے منگایئے یا ریل سے)

نوٹ جنگی بخار سے تندرست ہونیکے ایک ڈیڑھ مہینے بعد اس ماء اللحم کا استعمال لاثانی فوائد رکھتا ہے تندرست ہوتے ہی اسے شروع کر دینا ٹھیک نہ ہوگا۔

ماء اللحم خاص الخاص کیا ہے؟

اعلیٰ درجہ کی مقوی دوا اور نہایت نفیس و زود ہضم غذا ہے دل، دماغ، جگر و معدہ کے لیے تازہ طاقت مہیا کرتا ہے جسم میں نیا اور اچھا خون پیدا کرتا ہے قوت مردانہ کو برانگیختہ کرنے میں یہ دنیا کی بہترین چیز ہے اور بے ضرر مسکن کے قیمتی اجزا اس میں شامل ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اسے خریدنے والے ہمیشہ ہمیشہ کو اسکے قدردان ہو جاتے ہیں انسانی زندگی میں لطف و خوشی کا عنصر کم ہو گیا ہو تو بس پھر اس ماء اللحم کے اثر اور کیفیت کو دیکھئے، پانچ تولہ سے سات تولہ تک بقدر ضرورت عرق ڈال کر پینا چاہیے اور جنگی بخار کے بعد تو صرف تین تولہ سے شروع کیجئے۔

منگاتے وقت یہ پورا پتہ لکھیے: **منیجر نظام المشائخ کوچہ چیلان دہلی**

نظام المشائخ

جلد ۲	بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۲۹ ہجری	نمبر ۶

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شریعت و طریقت	جناب مولینا حاجی مہتد اللہ صاحب کابلی اویسی	۳
۲	تعبیرات	جناب مولوی میرزا سلطان احمد صاحب۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس	۱۵
۳	دنیا کی ابتدا و انتہا	جناب ڈاکٹر محمد اسمعیل صاحب دہلوی	۲۳
۴	ستائش	نقیب	۳۱
۵	بیعت فقر	جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۳۵
۶	بغداد	جناب ڈاکٹر بھولا ناتھ صاحب لفٹنٹ کرنل	۔۔
		آئی۔ ایم۔ ایس انسپکٹر جنرل پٹیالہ	۴۳
۷	عذر تاخیر	ایڈیٹر	۔۔

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

حیات بعد الموت

جس کا

انگلستان کی مشہور مصنفہ فلارنس میریٹ کی

کتاب

دیر از نو ڈیتھ

سے

مسٹر اختر محمد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر نے ترجمہ کیا ہے

ضخامت قریب چھ سو صفحے ہیں قیمت چار روپے للعہ

۳۰ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ تک درخواست کرنیوالوں کو صرف عہ میں دیجائے گی بشرطیکہ عہ بذریعہ منی آرڈر پیشگی بھیجدیں یا اس اعلان کا حوالہ دیکر وی پی منگوائیں محصول بہر صورت بذمہ خریدار

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ

(ترجمہ) الٓرٰ (اے پیغمبر قرآن ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے) اسکو ہم نے تم پر اس غرض سے اتارا ہے کہ تم لوگوں کو انکے پروردگار کے حکم سے (جہل کے) اندھیروں سے نکالکر (علم کی) روشنی میں لاؤ۔ (یعنی) اس (ذات پاک) کے رستے پر (لاؤ) جو (سب سے) زبردست

(اور ہمہ وقت اور ہر حال میں) تعریف کے لائق ہے (یعنی) اللہ کہ اُسیکا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور عذاب سخت (کے اعتبار سے (جو آخرت میں ہونیوالا ہے) کافروں (کے حال) پر (بڑا سخت) افسوس ہے کہ یہ لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے اور اللہ کے رستے (پر چلنے) سے (لوگوں کو) روکتے اور اُسمیں کجی (پیدا کرنی) چاہتے ہیں۔ یہی لوگ (ہیں جو پرلے درجہ کی) گمراہی میں ہیں +

روح انسانی اس عالم طبیعت میں ایک مسافر ہے کیونکہ یہ جناب امر سے مستفاد ہے اس سفر میں حواسوں کی کدورت سے اس کی صفائی جاتی رہی۔ اور اسکی رفعت منقطع ہو گئی اسی سبب سے اس کا علم بھی کم ہو گیا۔ یہ لامکانی تھے۔ اور رحم طبیعت میں جنین کی طرح محبوس ہو گئی۔ اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین کیطرف لوٹائی گئی۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا پھر ہم نے اسکو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجہ میں لوٹا لایا۔ اسی طرف اشارہ ہے پھر خدا نے پیغمبروں کے ذریعہ سے انسان کو ہدایت کی جس نے پیغمبروں کے قول کو مانا۔ اس نے ہدایت پائی۔ اور جس نے نہ مانا وہ گمراہ ہو گیا۔ جیساکہ مذکور ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْهِمْ مِنْ نُّوْرِهٖ ۝ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَ ضَلَّ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا تھا پھر اُن پر اپنا نور ڈالا۔ پس جسکو اس نور میں سے کچھ حصہ پہنچا اُسنے ہدایت پائی اور جسکو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہو گیا +

پیغمبروں نے لوگوں کو خدا تک پہنچنے اور رحم طبیعت سے صحیح و سالم پیدا ہونیکے دو رستے بتلائے ہیں۔ جو آسان اور وسیع رستہ ہے اُسکو شریعت کہتے ہیں اور جو دقت طلب ہے اسکو طریقت بولتے ہیں۔ اور معرفت اور حقیقت، شریعت اور طریقت پر چلنے کا ثمرہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلشَّرِیْعَةُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَةُ اَفْعَالِیْ

وَالْحَقِیْقَةُ حَالِیْ وَالْمَعْرِفَةُ عِرْفَانِیْ ۔ شریعت میرا کلام ہے ۔ اور میرا کام طریقت ہے اور میرا حال حقیقت ہے اور میرا پہچاننا معرفت ہے ۔

اَلشَّرِیْعَةُ کَالسَّفِیْنَةِ وَالطَّرِیْقَةُ کَالْبَحْرِ وَالْحَقِیْقَةُ کَالصَّدَفِ وَالْمَعْرِفَةُ فِیْهِمَا کَالدُّرِّ فَمَنْ اَرَادَ الدُّرَّ رَکِبَ فِی السَّفِیْنَةِ ثُمَّ شَرَعَ فِی الْبَحْرِ ثُمَّ یَصِلُ اِلَی الدُّرِّ یَعْنِیْ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ تَرَکَ هٰذِهِ الطَّرِیْقَةِ لَمْ یَصِلْ اِلَی الدُّرِّ یَعْنِیْ اِلَی اللّٰهِ ۔

(ترجمہ) شریعت کشتی کی مانند ہے اور طریقت دریا کی مانند اور حقیقت سیپ کی مانند اور معرفت مثل موتی کے ہے ۔ جو کوئی موتی پانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ کشتی میں سوار ہو کر دریا میں چلنے لگتا ہے ۔ تب موتی یعنی خدا تک پہنچتا ہے ۔ اور جو کوئی یہ طریقہ چھوڑ دیتا ہے ۔ موتی یعنی خدا تک نہیں پہنچ سکتا ۔

کسے کو در شریعت راست آمد ۔ حقیقت را بروے خود کشاید
ز راہ تربیت پیراں بشارت ۔ بکرد چار منزلہا عبادت

شریعت را مقدم دار و اکنوں ۔ طریقت از شریعت نیست بیروں

شریعت عام لوگوں کا رستہ ہے اور طریقت خاص لوگوں کا ۔ شریعت میں بعض اعتقادی باتیں ہیں جیسے اللہ اور فرشتوں کا ماننا اور کتب الٰہی پر ایمان لانا ۔ اور خدا کے رسول اور انبیاء کو ماننا اور آخرت کا یقین کرنا ۔ اور یہ ماننا کہ خیر اور شر کی تقدیر خدا کی طرف سے ہے ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۔ ترجمہ مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ ۔ اور اسکے رسول (محمد) پر اور اُسکی کتاب (قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول (محمد) پر اتاری ہے اور اُن کتابوں پر جو (قرآن سے) پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اتاریں ۔ اور جو شخص اللہ کا

منکر ہو اور اسکے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اور اسکے رسولوں کا اور روز آخرت کا تو وہ (راہ راست سے) بڑی دور بھٹک گیا +

بعض باتیں ایسی ہیں جن کو اوامر کہتے ہیں۔ کرنی پڑتی ہیں۔ ایک ان میں کلمہ شہادتین پڑھنا ہوتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا دوسرا معبود نہیں۔ اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور پیغمبر ہیں +

منجملہ انکے نماز کا پڑھنا اور زکوۃ کا دینا ہوتا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۔ نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو۔ اور جو لوگ رکوع کرتے ہیں انکے ساتھ تم بھی رکوع کیا کرو +

منجملہ ان کے ایک ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہوتے ہیں۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ +

اوامر سے بیت اللہ شریف کا حج کرنا بھی شروع ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا ۔ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ۔ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لوگوں (کی عبادت) کے لیے جو پہلا گھر ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لیے (موجب) ہدایت اس میں (فضیلت کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (ازانجملہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس گھر میں داخل ہوا امن میں آگیا۔ اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لیے خانہ کعبہ کا حج کریں جسکو اس تک پہنچنے کا مقدور ہو اور جو (مقدور رکھتے ہوئے)

نعمت کی) ناشکری کرے اور حج کو نہ جائے) تو اللہ دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

از انجملہ جہاد ہے وہ یہ ہے کہ اپنی ملکیت اور ملک کی حفاظت کے لیے حملہ آور دشمن سے لڑے مگر زیادتی نہ کرے۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔ جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا اللہ (کسی طرح) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

از انجملہ شریعت میں کسب حلال اور حلال نکاح اور ستھرا کھانے کی سخت تاکید ہے

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔

(اے پیغمبر! لوگ) تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کون چیزیں ان کے لیے حلال کی گئی ہے سو تم ان کو سمجھا دو کہ (کھانے کی ستھری چیزیں (سب) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور شکاری جانور جو تم نے شکار کے لیے سدھا رکھے ہوں (اور شکار کا طریقہ) جیسا تم کو خدا نے سکھا رکھا ہے ویسا ہی تم نے ان کو سکھا دیا ہو تو (یہ شکاری جانور) جو (شکار) تمہارے لیے پکڑ رکھیں (اور وہ ذبح کرنے سے پہلے مر جائے) تو (بے تامل) کھا لو (مگر اتنی احتیاط رکھو) کہ جس طرح ذبح کرتے وقت خدا کا نام لیا کرتے ہو۔ اسی طرح شکاری جانور کے چھوڑتے وقت خدا کا نام لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ (اس کے حکم کے خلاف کوئی حرام چیز نہ کھا لینا) کیونکہ خدا لمحہ بھر میں حساب

لے لیگا (تو وہاں کی جواب دہی کا خیال رکھو) آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمہارے لیئے
حلال کردی گئیں۔ اور اہل کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمہارے ہاں بھی رواہو) تمہارے لیئے
حلال ہے اور تمہارا کھانا انکے لیئے حلال ہے۔ اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو
تم سے پہلے کتاب دیجا چکی ہے۔ ان میں کی (بھی) بیاہتا بیبیاں (تمہارے لیئے) حلال
ہیں بشرطیکہ انکے مہر ان کے حوالے کرو (اور تم تمہارا ارادہ (انکو) قید (نکاح) میں
لانے کا ہو نہ کہ علم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا۔ اور جو
ایمان (کی ان باتوں) کو نہ مانے تو اس کا کیا اکارت اور آخرت میں (بھی) وہ
نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا ٭

جن جن باتوں کا کرنا لازم ہے اُن کو فرائض کہتے ہیں اور معروف بھی کہتے
ہیں۔ اور جن باتوں کے کرنے کی ممانعت ہے۔ انکو کبائر اور منکر کہتے ہیں۔ کبائر
میں سے خدا کا شریک پیدا کرنا اور خدا کے سوا غیر کی عبادت یا غیر خدا کسی اور کو
سجدہ کرنا۔ اور والدین کو ناراض کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا
بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُسکے ساتھ کسی چیز کو
شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو ٭ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ خدا کے ساتھ دوسرا معبود نہ بنانا ورنہ تم ایسے
بیٹھے رہجاؤ گے کہ (خدا اور فرشتے اور ایمان والے سب) تمکو نفرین کریں گے
اور تم کو تنہا بے پناہ چھوڑ بیٹھیں گے ٭

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا
لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝
اور (جہاں اور بہت سی نشانیاں ہیں) خدا کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے
رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں تو نہ سورج کو سجدہ کرنا اور نہ چاند کو اور

اگر تم خدا کی عبادت کرتے ہو تو اسی ہی کو سجدہ کرنا۔ اسی طرح اولاد کو قتل کرنا اور زنا اور ناحق خون کرنا۔ اور یتیم کا مال ظلم سے کھانا اور بد عہدی اور کم تولنا حرام ہیں۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ (ترجمہ) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ اولاد کو جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے اور زنا کے پاس نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور بُرا چلن ہے اور جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے والی (وارث) کو (قاتل سے قصاص لینے کا) اختیار دیا ہے تو اسکو چاہیے کہ خون (کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے۔ کیونکہ (واجبی بدلہ لینے میں بھی) اس کی جیت ہے اور جبتک کہ یتیم اپنی جوانی کو نہ پہنچے اسکے مال کے پاس بھی نہ جانا۔ مگر ایسی طرح پر کہ (یتیم کے حق میں) بہتر ہو اور عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ (قیامت میں) عہد کی بازپرس ہوگی۔ اور جب ماپ کر دو تو پیمانے کو پورا بھر دیا کرو اور (تول کر دینا ہو تو) ڈنڈی سیدھی رکھکر تولا کرو (معاملے کا) یہ بہتر (طریق) ہے۔ اور (اس کا) انجام بھی اچھا ہے۔ اسی طرح شراب اور جوا اور بتوں کے چڑھاوے اور پاسوں سے مال بانٹنا حرام قطعی ہے +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (ترجمہ) مسلمانو! شراب اور جوا اور بُت اور پاسے

را ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔
منجملہ منکرات کے سود خوری (ربا) بھی منع ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جسکو شیطان نے (اپنی) چپیٹ سے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

اسی طرح ناحق یا بے جا ایک دوسرے کا مال خورد برد کرنا اور خودکشی حرام ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا۔ مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اسمیں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں) اور (آپ اپنے تئیں ہلاک نہ کرو۔ اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے۔

حق کا ناحق کرنے کے لیے حاکموں کو رشوت دینا حرام ہے۔ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ آپس میں ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں کے پاس (رسائی پیدا کرنے کا) ذریعہ گردانو کہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو) کچھ (ہاتھ لگے اسکو جان بوجھکر ناحق ہضم کر جاؤ۔

وعدہ شکنی اور جھوٹی قسم کی بھی سخت وعید ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ جو لوگ عہد خدا اور قسموں کے بے حقیقت معاوضہ لے لیتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو آخرت میں کچھ بہرہ نہ

اور قیامت کے دن خدا ان سے بات بھی تو نہیں کرے گا اور نہ انکی طرف دیکھیگا
اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے لیے عذاب دردناک ہے ۔

اسیطرح بعض رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام ہے جیسے ماں، بیٹی، بہن
پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، رضاعی ماں، رضاعی بہن، ساس، گیلڑ لڑکی، بہو اور
دو بہنوں کا جمع کرنا۔ اور دوسرے شخص کی منکوحہ۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ
سے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ تک ملاحظہ طلب ہے۔ سورۃ
النساء پارہ ۴ +

اسی طرح بعض اشیاء کا کھانا بھی شرعاً حرام ہے۔ جیسا مردار جانور اور لہو اور
سور کا گوشت اور جو جانور خدا کے سوا کسی اور کے نام نامزد کیا گیا ہو۔ اور جو گلا گھٹنے سے
مر گیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو یا جو سینگ لگ کر مرا ہو۔ یا درندوں
نے پھاڑ کھایا ہو یا جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہو۔ یا جوئے کے طور پر تیروں سے تقسیم کیا
گیا ہو۔ دیکھو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ سے بِالْأَزْلَامِ تک (سورہ مائدہ پارہ ۶)+

جو باتیں ایمان اور احکام اور مناہی کی بیان کی گئیں انکو شریعت کہتے ہیں
اللہ تعالی فرماتا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کی تین قسمیں ہونگی۔ اصحاب الیمین اور
اصحاب الشمال اور سابقون جنکو مقربون بھی کہتے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ
النَّاسُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ قِسْمٌ يَتَشَبَّهُونَ الْبَهَائِمَ وَقِسْمٌ يَتَشَبَّهُونَ الْمَلَائِكَةَ
وَقِسْمٌ يَتَشَبَّهُونَ الْأَنْبِيَاءَ۔ أَمَّا قِسْمٌ يَتَشَبَّهُونَ الْبَهَائِمَ فَهِمَّتُهُمُ الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ
وَالنَّوْمُ وَالْمُبَاشَرَةُ۔ أَمَّا قِسْمٌ يَتَشَبَّهُونَ الْمَلَائِكَةَ فَهِمَّتُهُمُ التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ
وَالصَّوْمُ وَالطَّوَافُ وَالْخَيْرَاتُ۔ أَمَّا قِسْمٌ يَتَشَبَّهُونَ الْأَنْبِيَاءَ فَهِمَّتُهُمُ
الْمَحَبَّةُ وَالشَّوْقُ وَالْعِشْقُ وَالْمَعْرِفَةُ بِاللّٰهِ تَعَالَى۔ لوگ تین قسم کے ہیں
ایک قسم چوپایوں کی مانند اور ایک قسم فرشتوں کی مانند اور ایک قسم انبیاء کے

مانند ہے۔ جو قسم کہ چوپایوں کی مثل ہے اُن کی ہمت کھانا اور پینا اور سونا اور جماع کرنا ہے۔ اور جو قسم کہ فرشتوں کی طرح ہے۔ اُنکی ہمت تسبیح اور تہلیل اور روزہ رکھنا اور طواف کعبہ اور صدقہ دینا ہوتا ہے۔ اور جو قسم انبیاء کے مشابہ ہے۔ اُنکی ہمت محبت اور شوق اور عشق اور خدا کی معرفت ہوتی ہے +

پس جو شخص خدا پر اور خدا کے فرشتوں پر اور کتب الٰہی اور خدا کے رسل اور روز آخرت پر ایمان لایا۔ اور اِس بات پر ایمان لایا کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہے۔ اور موت کے بعد جینا ہے اور خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ کی رسالت کی شہادت دی اور نماز پڑھتا رہا۔ اور زکوٰۃ دیتا رہا اور رمضان کے روزے رکھتا رہا اور اُسنے بشرط استطاعت بیت اللہ کا حج کیا۔ اور مناہی سے بچتا رہا تو اُس نے شریعت کی تکمیل کی اور بہائم سے نکل گیا۔ اور اصحاب الیمین سے ہو گیا۔ مگر سابقین اور مقربین سے شمار نہیں ہوتا سبقت اور قرب کیلیے مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجاہدہ کیا ہے تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا اور تھوڑا بولنا۔ اور لوگوں کی ایذا کا برداشت کرنا اور کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خدا کا بہت بہت ذکر کرنا۔ اور ہمہ وقت خدا کی مخلوقات اور مصنوعات میں فکر کرنا۔ اور نوافل مثل اشراق اور تہجد کی نماز پڑھنا اور تلاوت قرآن اور بزرگان اور ائمہ دین کی سیرت پڑھنا۔ غرض کہ ہمہ تن نیک کام میں مصروف ہونا۔ اسطرح جو آدمی چندے مداومت کرے گا۔ اسکو شرح صدر حاصل ہوگا۔ اور اس کا قلب ارادت غیبی کا مورد بننے لگا۔ کبھی تو اللہ تعالیٰ صفت جلالی سے اسکے قلب پر متجلی ہوگا۔ اور کبھی صفت جمالی سے سالک کا دل قبض اور تنگ ہوجاتا ہے۔ اور سخت خوف اور ہیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اور اسکا تمام بدن پسینہ پسینہ ہوجاتا ہے۔ کبھی روتا ہے کبھی چیختا ہے اور صفت جمالی سے سالک کی طبیعت خوش ہوجاتی ہے اُسکے سینے میں بسط آجاتا ہے کبھی اسکو وجد آجاتا ہے اور کبھی قشعریرہ اور حالت وجد میں ایسے ایسے اشعار پڑھنے لگ

جاتا ہے کہ اس سے غیر سالک کو تعجب معلوم ہوتا ہے۔ سالک دنیاوی چیزوں سے
متنفر ہوتا ہے اور اُس کا قلب محبت مال اور عیال سے سرد و یخ ہو جاتا ہے۔ اور اخلاق
رذیلہ مثل طمع و حرص و حقد و حسد و کبر و بخل و اسراف و طول امل وغیرہ چھوڑتا ہے
اور اخلاق فاضلہ جن کو مقامات کہتے ہیں۔ اول اُن کی توبہ اور آخر میں رضا ہے
مثل زہد و توکل و صبر و قناعت و شکر و خوف و رجا وغیرہ حاصل کرتا ہے واردات
قلبی کو معرفت کہتے ہیں۔ اور اسی محبت و شوق اور عشق کو علم باطنی کہتے ہیں
پہلے جو بات تھی تقلیدی یا استدلالی تھی۔ اگر ایمان تھا تو تقلیدی یا استدلالی
ایمان تھا۔ اگر نماز تھی تو صرف عادتی نماز تھی۔ اسیطرح زکوٰۃ ننگ و ناموس کے لئے
دیا کرتا تھا۔ روزہ لوگوں کے طعنہ کی عار سے رکھتا تھا۔ غرضکہ ہر ایک نیک کام
کسی غرض سے وابستہ تھا۔ اسکے ہر فعل میں اخلاص مفقود تھا پہلے دل میں خدا کا
خوف کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اب خدا کا نام لیا گیا اور یہ کانپ اٹھا۔ اگر قرآن مجید اسکے سامنے
پڑھا گیا تو یہ ہشاش بشاش ہوا اور ہر ایک کام میں خدا پر بھروسا رکھتا ہے۔
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ
آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۔ غرضکہ سالک خدا کو قلب کی
آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور خدا کے کلام کو قلب کے کان سے سنتا ہے۔ اور قلب کے
نطق سے خدا کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے اور انس کی لذت لیتا ہے۔ اور اسکو عرفان
کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنِي
وَأَوْجَدَنِي وَهَدَانِي وَعَرَّفَنِي نَفْسَهُ فِي قَلْبِي حَتَّىٰ عَرَفْتُهُ وَعَايَنْتُهُ۔ شکر ہے اس
خدا کا جس نے مجھکو قید عدم سے خلاصی دی اور سیر سے وجود کو ظاہر کیا اور مجھکو ہدایت کی
اور اپنی ذات کا عرفان میرے دل میں نصیب کیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسکو پہچان لیا اور دیکھ لیا ۔

باقی رہی حقیقت وہ اس طرح ہے کہ جب نور الٰہی طبیعت کی ظلمت پر غالب آجاتا ہے اور نور شریعت کے ساتھ اسنے طبیعت میں اثر کیا تو سالک سوء فہم کے مرض سے نجات پاتا ہے اور حق کو باطل کے ساتھ ملبوس نہیں کرتا اور نہ حق کو چھپاتا ہے۔ اور فہم سلیم سے ہر چیز کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور اسکے قلب سے شک اور بدگمانی اور شرک اور نفاق دور ہو جاتا ہے۔ اور حقائق اشیا قلب سے حاصل کرلیتا ہے۔ گویا انکو اس حالت پر دیکھتا ہے جس پر خداوند تعالیٰ نے انکو پیدا کیا۔ رسول اکرم ؐ نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ۔ اے بار خدایا! اشیاء جیسی کہ وہ ہیں (یعنی انکی حقیقت) مجکو دکھا۔ پس اے طالب اگر تم تھوڑا بہت نوشت و خواند سے واقف ہو تو پہلے شریعت سے شروع کرو۔ کم از کم دو سال میں شریعت پر عمل کرو گے۔ بعد اسکے طریقت پر چلو۔ زیادہ سے زیادہ چار سال یا پانچ سال میں سلوک ختم کرو گے اور امید ہو کہ کل سات سال میں تم کمال کو پہنچو گے اور تمام عمر مجاہدہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس زمانہ میں جو علم کا زمانہ ہی مرشد کی ضرورت ہو۔ اگر طالب پہلے سے شرعی اور ظاہری علم رکھتا ہو تو وہ تھوڑی عمر میں ورنہ مبتدی زیادہ سے زیادہ سات سال میں معرفت اور حقیقت کو پہنچ جاتا ہے بعد ازاں مجاہدہ کی ضرورت نہیں بلکہ حفظ صحت کے لیے فرائض اور واجب کا بجالانا کافی ہے۔ دنیاوی کام بھی کرو اور خدا کے ساتھ بھی رہو ؎

دست بکار باش و بجان دل بیار باش ‏ ‏ ور غم تراش غریب مخور ہوشیار باش

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ الآخ۔ سورۃ نور پارہ ۱۸ رکوع ۵ آیت
وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔

(حاجی) محمد اعظم کاکاخیل انیسی

(نوٹ) حقیقت کے بارے میں ایک بیان لکھنا تھا مگر بلکہ لکھائی قلم اینجا رسید و سر بشکست۔ حاجی محمد اعظم

تعبیرات

انسان اور انسان کی تعبیرات میں شروع ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔ اور دوسرے الفاظ میں مجھے یہ کہنا چاہیے کہ انسان بجائے خود ایک اختلافی زنبیل ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ہمیں پتہ لگ جائے گا کہ ہم خود اپنی ہی ذات کے اندر کس قدر اختلاف رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ کہ بغیر اختلاف کے ہمارا گزارہ بھی نہیں۔ قیاس کرو کہ ایک چھوٹی سی گڑھی یا بستی کے انسان یا انسانوں کی ایک جماعت ایک ہی نوعیت اور ایک ہی قسم کے خیالات رکھتی ہے۔ اور ان کے معمولات زندگی میں کوئی فرق اور تمیز نہیں تو کیا آپ یہ قیاس کرنے کے واسطے تیار ہیں کہ ان کا تمدن اور ان کی تہذیب اپنی حدود میں کامران اور کامیاب ثابت ہوگی؟

اختلاف کا ہونا ضروری ہے اور اسی پر انسانی ترقیات اور کامرانیوں کا بہت کچھ مدار ہے۔ اختلاف وہ برا اور مذموم ہے جو اپنی تہہ میں ایک قسم کی ہٹ دھرمی اور ضدیت رکھتا ہو۔ اختلاف کی کئی ایک صورتیں اور وجوہ ہیں بعض دفعہ اختلاف محض تعبیرات کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ موٹے طور پر یوں سمجھو کہ بعض دفعہ صرف سطحی اختلاف ہو جاتا ہے کہ ہم ایک واقعہ ایک امر اور ایک حقیقت یا ایک کیفیت کی تعبیر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ آپ بہت سی عبارات اور بہت سے اشعار اور مضامین یا فقرات اس قسم کے پائیں گے کہ جن کے تشخص معانی اور مفاہیم میں گونہ فرق ہے۔

عموماً تشخص معانی اور تعبیرات میں مذاق۔ معلومات اور اغراض ذہنی کا بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایک پہلی رائے یا پہلا خیال ہی تعبیر

کی نوعیت کو اختلاف میں ڈال دیتا ہے۔

بعض دفعہ ایک فلاسفر مزاج انسان جس امر کی تعبیر اپنے رنگ میں اپنے مذاق کے تحت کرتا ہے۔ ایک دوسرا شخص یا کوئی مذہبی یا کوئی صوفی مزاج ایک دوسرے رنگ میں کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مختلف تعبیرات کا مفہوم اور مطلب بھی بجز لفظی تباین کے عموماً ایک ہی نوعیت یا ایک ہی نتیجہ رکھتا ہے چونکہ انسان کی طبیعت میں جدل کا جذبہ بھی موجود ہے۔ اس واسطے کبھی کبھی مختلف تعبیرات کی وجہ سے بھی ایک قسم کی منافرت اور بیزاری پیدا ہو کر رہتی ہے۔

مذہبی فلاسفروں اور دیگر فلاسفروں کی اکثر تعبیرات میں صرف اسی وجہ سے فرق اور تباین پایا جاتا ہے۔ اور یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں میں ایک واقعی اور حقیقی تباین ہے۔

میں چند اور مختلف تعبیرات پیش کرتا ہوں اور دکھاتا ہوں کہ ان سب کی نوعیت میں کیا کچھ فرق ہے۔

(۱) مذہبی بزرگوں کا قول ہے کہ:-

"عزیزوں کے ساتھ نیکی کرنے سے اعمال قبول ہوتے ہیں"۔

اسکے مقابلہ میں ایک حکیم اور ایک فلاسفر یہ کہتا ہے کہ:-

"اپنوں اور عزیزوں کے ساتھ سلوک اور مروت و احسان کرنا موجب فلاحت اور باعث خوش حالی ہے"۔

دیکھو دونوں کا نتیجہ تو ایک ہی ہے۔ ایک کو مذہبی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے اور دوسرے کو فلسفی رنگ میں۔ تعبیرات کا رنگ جدا جدا۔ اور نتیجہ ایک ہے۔

(۲) ایک ممتاز اور مقدس دیندار کا یہ قول ہے کہ:-

تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کا مرتکب مرنے سے پہلے پہلے ان کی سزا پالیتا ہے۔
ظلم، قطع رحم، جھوٹی قسم۔

اُسکے مقابلہ میں ایک دوسرا شخص کہتا ہے۔ جو شخص اِن باتوں کا مرتکب ہوتا ہے وہ سوسائٹی اور سیاسی قوانین کی رو سے سزا پاتا ہے۔

دیکھو تعبیرات کا رنگ جدا جدا ہے اور دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔

(۳) ایک مذہبی قول ہے کہ:-

"جو شخص تنہا سفر کرتا ہو اور جو قدرت کے عملیات سے لوگوں کو محروم کرتا ہے جو اپنے غلام کو مارتا ہے۔ یہ سب سے بدتر ہیں"۔ یہ مذہبی رنگ میں تعبیر ہے۔

اسکے مقابلہ میں یوں کہا جاتا ہے کہ:-

"سفر کے واسطے رفاقت اور امن کی ضرورت مقدم ہے۔ جو شخص دوسروں کے حق آسایش روکتا ہے وہ ایک مجرم ہے۔ اپنے ماتحتوں اور دست نگروں کی امداد لازمی ہے"۔

دیکھ لو۔ دونوں کی غرض ایک ہی ہے اور رنگ دو۔

(۴) ایک محترم مقدس مذہبی ہستی کا قول ہے کہ:-

"جو شخص خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیئے، کسی برادر مومن کی رضا جوئی کے لیئے جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس پر فرشتے مقرر فرما دیتا ہے کہ وہ سلامتی سے اپنے گھر پہنچ جاوے"۔

ایک فلاسفر اسے یوں ادا کرتا ہے:-

"ہر انسان پر دوسرے انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اُسکی خوشی اور رضا کا تہیہ کرے"

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند،

ایک مذہبی محترم نے اپنے رنگ میں اسکی تعبیر کی۔ اور دوسرے نے اپنی رنگت میں

نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔

(۵) "مسلمانوں کی مذمت اور عیب جوئی مت کرو۔"

یہ ایک مذہبی مقولہ ہے۔

دوسرا یہ کہتا ہے کہ:۔

"تم عیب جوئی نہ کرو"۔

پہلے فقرے میں ایک خصوصیت رکھ دی گئی ہے تاکہ اس کا اثر اور تصرف اس خصوصیت سے بڑھتا جاوے جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ:۔

"اول خویش بعدہ درویش"

یہ بالکل درست ہے۔ سب سے اول اپنوں کا حق ہے جو شخص اپنوں کا حق ادا نہیں کرتا وہ دوسروں کا کب کرے گا۔ خصوصیت ہمیشہ عمومیت کی طرف لے جاتی ہے۔

دوسرا قول بھی جاندار ہے۔ اور ان دونوں اقوال کی نوعیت الگ ہی ہے۔ مگر دوسرے میں چنداں زور نہیں ہے۔ ہمیشہ مخصوص حکومتیں اپنی رعایا پر رعایا کا حق اور دعاوی ہمیشہ رعایا سے زیادہ ملحوظ رکھتی ہیں۔ فتدبّر۔

(۶) ایک محترم بزرگ مذہب کا ارشاد ہے کہ:۔

"اگر کسی نے رشوت لی تو سمجھا جائے گا کہ وہ شرک کا مرتکب ہوا جس کی معافی ہی نہیں"۔

ایک سیاسی قانون اس کے مقابلہ میں مرتشی کو مجرم ٹھیرا کر ثبوت پر قید اور جرمانے کا مستوجب بتاتا ہے۔

نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔ مگر جو قول مذہبی مقدس کا ہے اس میں زیادہ تر زور ہے وہ رشوت لینے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ناقابل معافی بھی۔ واقعی رشوت لینا یا رشوت کھانا شرک ہے۔

(الف) شرک اللہ کے ساتھ،

(ب) شرک حکومت کے ساتھ،

(ج) شرک سوسائٹی کے ساتھ،

شرک کیا ہے؟ دوسرے کے اختیارات کا خود بلاوجہ لے لینا اور برتنا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تم رشوت نہ لو۔ اسپر بھی لے لینا اسکے احکام اور اختیارات کی گونہ تحقیر ہے۔ دوسری دو صورتوں کو بھی ایسا ہی سمجھو۔ اور یہ شرک ہے +

(۷) ایک حدیث میں ہے کہ:-

خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اُس شخص کی دعا کبھی قبول نہیں کی جاتی جس کے ذمہ کسی کا مظلمہ ہو +

دوسری دنیا یہ کہتی ہے کہ:-

ظالم کی زندگی بہت سی صورتوں میں ناکام اور دھندلی ہوتی ہے۔ پہلی رائے میں دعا کی عدم قبولیت کی شرط بطور ایک وعید کے لگا دی گئی ہے۔ اس میں ایک حسن بیان اور حسن تبلیغ ہے جو دوسرے قول میں نہیں ہے۔ مگر باایں ہمہ اثر اور نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے +

(۸) ایک حدیث میں ہے کہ:-

جس گھر میں بھیڑ، دنبی، بکری یا گائے دودھ دیتی ہو وہ اس گھر کی برکت کا باعث ہوتی ہے +

دوسری دنیا میں یہ ضرب المثل ہے کہ:-

خدا تم کو دودھ اور پوت دیوے +

پہلے قول میں ان چیزوں کو برکت کا موجب ٹھیرایا گیا ہے۔ اور دوسرے میں بھی ایک قسم خوش حالی کہا گیا ہے۔ دونوں کا نتیجہ ایک ہے +

(۹) ایک مثل ہی کتاب میں نظر سے گزرا کہ :۔

جو شخص پیسہ پیدا کرنے کی غرض سے ساری رات جاگتا رہے۔ اور ضروری نیند نہ لے وہ کمائی اُسکے لیے حرام ہے +

دوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب ہوا کہ :۔

"ساری رات محنت میں گزارنا اور قدرتی عطیۂ نیند کو رائگاں دینا مضر صحت ہے" +

پہلا فقرہ ایک مذہبی ریفارمر نے اپنے رنگ میں کہا ہے۔ اور دوسرا فقرہ ایک جسمانی طبیب کا ہے۔ دونوں کا قریبًا ایک ہی مطلب ہے۔ پہلے فقرہ میں مذہبی پہلو لفظ حرام کالا یا گیا ہے +

لفظ حرام کا مفہوم ہی ایک صورت میں مضرت ہی ہے۔ یعنی بے خوابی کی وجہ سے ایسا شخص بیمار ہو کر صحت کھو بیٹھے گا تو اُسکی کمائی حرام ہی جاوے گی +

(۱۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ :۔

"خُدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے لیے زمین کا جوتنا بونا پسند کیا"۔

دوسری طرف سے ایک پُرانی ہندی ضرب المثل ہے :۔

"اُتم کھیتی" +

پہلے قول میں پیغمبروں کا ذکر کر کے کھیتی کی عظمت اور برکت کو اور بھی دوبالا کر دیا گیا ہے +

اور دوسرے قول میں لفظ اُتم اسکی وضاحت کر رہا ہے۔ نتیجہ دونوں تعبیرات کا ایک ہی ہے +

(۱۱) حدیث میں ہے کہ :۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشیب میں چلتے تھے تو سبحان اللہ فرمایا کرتے تھے

اور جب بلندی کیطرف چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہا کرتے تھے +

ان دونوں کلمات رسول کے مطلب اور مفہوم میں مقابلتاً فرق ہے جب انسان نشیب کی طرف اترتا ہے تو اسوقت وہ ایک نئے ہلوان میں چلتا ہے۔ اور ایک قسم کا خوف بھی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کا کلمہ ایک استمدادی کلمہ ہے۔ اور اس میں خدائے کریم کی پاکیزگی اور تقدس سے مدد مانگی جاتی ہے۔ اور جب انسان اوپر چڑھتا ہے تو ایک زور ہمت اور جذبہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک ایسے کلمہ کے بولنے کی جس میں نسبتہً زور ہو جس سے انسانی ہمت اور انسانی عزم گرنہ جائے اسکے واسطے کلمہ یا فقرہ (اللہ اکبر) سے اور کوئی کلمہ زیادہ ترجذاب اور زور آور نہیں ہوسکتا +

بجائے اسکے کہ یہ کہو۔

"اترو، اترو"

"چڑھو، چڑھو"

ہمت کرو۔ مت خوف کرو۔

یہ دونوں کلمات پہلے کے کلمات سے زیادہ تر ہمت افزا اور حوصلہ نما ہیں +

(۱۲) مذہبی کتابوں میں آیا ہے کہ:۔

جنابت کی حالت میں غسل نہ کرنا موجب افلاس ہے۔ یہ تعبیر جب بعض لوگ سنتے ہیں تو معترض ہوتے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں جب ایک طبیب یہ کہتا ہے کہ بعد از قربت اور فراغت کے اگر غسل نہ کیا جائے تو مسامات ماؤف ہونے کا اندیشہ ہے تو معترض خاموش ہوجاتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جب انسان کے سامات بوجہ عدم غسل ماؤف یا بند رہیں گے تو انسان کی صحت میں فرق آئیگا۔ اور اس وجہ سے محنت اور کاروبار سے رہجائے گا تو اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ وہی علالت یا افلاس۔ مذہب میں اِس غفلت کا نتیجہ بیان کردیا گیا ہے۔ اور ایک طبیب صرف اِسکے اسباب

بیان کرنے پر کفایت کرتا ہے +

یہ بارہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ تعبیرات کا رنگ کہاں تک ملتا ہے۔ اور اُن میں کس قسم کا الحاق اور تعلق ہوتا ہے +

دراصل مذہبی تبلیغ اور اعلانات کے الفاظ بجائے خود بعض حالات الہامی اور بعض حالات جداگانہ ہوتے ہیں۔ ورنہ اکثر نتائج اور استدلات ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں ایک مذہبی منادبعض باتیں بنام نہاد ثواب اور عذاب بیان کرتا ہے اور دوسرے لوگ اُنہیں بنام نہاد افادت اور مضرت کے بیان کرتے ہیں +

اگر مذاہب اور الہام مذاہب یا ضمیری فتوے کا قانون قدرت نے بدو انسانیت ہی سے دیا ہے تو یہ قرار دینا یا یہ مان لینا کوئی تعجب خیز نہو گا کہ ایسے فلاسفروں کی منادیات اور تبلیغات مقابلتًا ایک قسم کی عظمت تقدس اور وقعت وسعت و تقدم رکھتی ہیں کوئی وجہ نہیں کہ اُن کا نیک دلی سے خیر مقدم نہ کیا جاوے +

جب فلاسفروں اور حکمار کا اکثر حصہ بھی مذاہب کا خیر مقدم کرتا اور پیرو ہے توکوئی وجہ نہیں کہ مذاہب کی تعبیرات کا خیر مقدم نہ کیا جائے +

اگر نیک نیتی سے مختلف مذاہب کی تعبیرات میں ہی تطبیق کی جاوے تو بہت سی باتیں یکسانیت لیئے ہوئے ثابت ہونگی مشکل تو یہ ہے کہ بعض اوقات واتیات کے نرغہ میں پھنسکر انسان غلط راہیں لے لیتا ہے۔ جب ذات صمدی رب العالمین ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکی صداقتیں اور حقائق عالمگیر نہ ہوں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ بعض تعبیرات کا رنگ پھیکا بھی ہوتا ہے۔ اور وہ فرضی قیاسات کی معجون ہوتی ہیں۔ مگر اُنکا حصہ کثیر سب سے الگ اور حقیقت پذیر بھی ہوتا ہے۔ محققانہ حسن ظنی اور ارادت سے کام لینا چاہیئے۔ روایات کو بالکل ہی محفوظ مضمون جان لینا اگر کم زوری اور جلد بازی ہے تو انھیں سرے سے فرضی ہی تسلیم کر لینا بھی ایک غلطی ہے۔ مذہب بھی ایک الہامی فلسفہ ہے

اور دوسرے فلسفہ سے اسکی قیمت اور وسعت کہیں زیادہ ہے۔ مذہب بھی اپنی ترقی کی فطرتی طلب

ہماری دنیا کی ابتدا و انتہا

(دنیا کی ابتدا)

اہل فلسفہ کی یہ رائے گو مصدقہ تو ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر نہایت صائب اور قرین قیاس ہے کہ ابتداءً ہماری دنیا یعنی زمین محض ایک کُرۂ نار تھی جو مثل ایک شعلہ جوالہ کے اپنے مخرج یعنی آفتاب کے گرد تیزی سے چکر لگا رہی تھی۔ شدت حرارت کے باعث لامحالہ اسمیں کسی قسم کی جاندار مخلوق حتے کہ نباتات کا بھی اُسوقت موجود ہونا ناممکنات سے تھا۔ عرصہ دراز تک جس کی مدت صرف عالم الغیب کو معلوم ہے۔ اسکی یہی کیفیت رہی مگر رفتہ رفتہ وہ حدت گرد و نواح کے خلا عظیم میں پھیلتی گئی۔ اور زمین میں بتدریج کثافت اور رطوبت پیدا ہونیسے اسکی حرارت اس درجہ پر آگئی۔ جس کی برداشت جاندار مخلوق کر سکتی تھی +

جب اولاً یہ کُرہ خاکی جاندار مخلوق کی بود و باش کے قابل ہوا ہے اس میں کوئی زندہ مخلوق نہیں ہوگی۔ صرف خشکی کے میدان، پہاڑ، پانی اور ہوا ہوگی۔ اور اسکی کیفیت بالکل اس قطعہ کی سی ہوگی جو نئے باغ کے لیئے تیار کیا گیا ہو +

اُس وقت وہ باغبان حقیقی اپنے کرشمۂ قدرت کے اظہار کے لیئے اس قطعہ باغ میں کروڑہا بلکہ لاانتہا اقسام کے شگوفے کھلانے کی پیش کر رہا تھا +

ابتداءً جاندار مادہ کیونکر پیدا ہوا؟ یہ بہت ہی دقیق راز ہے اور اس معمہ کے حل کرنے کی کوشش اب تک بیسود ہی ثابت ہوئی ہے۔ مختلف مذاہب بھی اس بارہ میں متفق الرائے نہیں ہیں۔ مگر ہمیں یہاں مذہبی بحث سے کچھ سروکار نہیں +

تھیولاجین یعنی اہل الرائے اور **سائینٹسٹ** یعنی عالمان فلسفہ

اسباب سے بہت سی رائیں قائم کی ہیں۔ جن میں بیحد اختلاف ہے۔

سر ولیم تھامسن کی رائے ہے کہ ہمارے ستیارے میں جاندار مخلوق کی ابتدا اتفاقاً کسی دوسری دنیا کے شکستہ ہوکر اس دنیا میں گرنیسے ہوئی ہوگی۔

آسمان سے شعلے زمین کی طرف آتے ہوئے سب ہی نے دیکھے ہونگے۔ جن کو شہاب ثاقب یا عوام الناس ستارہ ٹوٹنا کہتے ہیں۔ مگر اُن کی اصلیت اور ماہیت سے بہت ہی کم لوگ واقف ہونگے۔

یہ دراصل چھوٹے چھوٹے کرّے ہیں۔ جو مختلف اجسام عالم کی کشش سے مثل بڑے سیاروں اور ستاروں کے خلاءِ اعظم میں معلق ہیں۔ اور چونکہ جسم میں چھوٹے ہیں بدینوجہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ جب ہمارے سیارہ زمین کی کشش اپنے جاوی ہوجاتی ہے تو وہ اسکی طرف اس تیزی سے کھنچتے ہیں کہ اس حرکت سے اُن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور بہتیرے تو زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی جلکر راکھہ ہوجاتے ہیں مگر اکثر زمین پر پہنچ بھی جاتے ہیں۔ اور بجھانے سے بجھہ جاتے ہیں اور بہت سے یورپ کے عجائبخانوں میں موجود ہیں۔ اُن کی ساخت میں فولاد اور مختلف معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اُن میں نباتات بھی پائی گئی ہے۔ مگر مردہ حالت میں اور معدنی ذرّیات سے پوشیدہ۔

اسی بناپر سر ولیم تھامسن کی رائے تھی کہ جب کوئی بڑی دنیا اس طرح سے تباہ ہوکر ہمارے ستیارے پر گری ہوگی اُسوقت اسکا کوئی جزو باقی رہ گیا ہوگا اور اُسکی جاندار مخلوق نباتات اور حیوانات جو نابود ہونیسے بچی ہوگی۔ وہ اس دنیا میں پھیل گئی۔

مگر اس سے قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس دنیا میں جاندار مخلوق کیونکر پیدا ہوئی۔ اور قدم بہ قدم پیچھے ہٹنے سے پھر یہ راز قدامت کی تاریکی میں گم ہوجاتا ہے۔

ڈارون صاحب Darwin کا قیاس ہی کہ ابتدا صرف چار یا پانچ طرح کے ادنےٰ حیوان بنے ہوں گے۔ اور اقسام نباتات اُن سے بھی کم ہونگی۔ ان ابتدائی نمونوں کو ترقی دیتے دیتے خالق نے موجودہ لاانتہا اقسام کی مخلوق تیار کی ہوگی۔ اور صناعی قدرت کا اختتام انسان کی تخلیق پر ہوا ہوگا۔ انہیں کی رائے ہی کہ انسان قوم میمون کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس مسئلہ پر اور ایک قدم آگے بڑھنے سے یہ مان لینا پڑتا ہے کہ ابتدا چار یا پانچ اقسام حیوانات کی بھی کیا ضرورت تھی صرف ایک جاندار مادہ مشق قدرت کے لیے کافی تھا۔

ہربرٹ اسپنسر صاحب نے یقین کے ساتھ بتایا ہی کہ ابتدا میں جاندار مادے کی کوئی خاص شکل و صورت نہیں ہوگی۔ اور اُسی مادے کی تفریق سے جسطرح فی زمانہ ادنےٰ درجہ کے حیوانات میں تفریق ہوتی ہے مختلف اجسام کی نمود اور نشو و نما ہوئی ہوگی۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ یہ مادہ جاندار ایک ہی مرتبہ تیار ہوکر آئندہ کے لیے ذخیرہ نہیں بن گیا۔ بلکہ ہمیشہ نیا تیار ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جاندار مادہ ادنےٰ حالت میں زمین پر اسوقت بھی موجود ہوگا جبکہ ابتدائے سطح زمین کی حرارت اعلیٰ درجہ کی مخلوق کی بود و باش کے قابل نہیں تھی۔

پروفیسر ہکسلی اور پروفیسر ٹنڈل صاحب Professor Huxley (and) Tyndall کی رایوں میں اسپنسر صاحب کی رائے سے بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جاندار مادے کی نمود دراصل فطرتی اسباب کا نتیجہ تھا جس طرح فی زمانہ ہم دیکھتے ہیں کہ چند کیمیاوی اجزا کو بحالت سیال ملانے سے ایک نیا کیمیاوی مرکب تیار ہوتا ہے جس کی قلمیں ہمیشہ یکساں صورت اختیار کرتی ہیں۔ اسی طرح اُن کی رائے میں ابتدائے خاص اجزا کی کشش باہمی ایک خاص حد پر پہنچکر جب وہ اجزا سیال حالت میں باہم ملے ہونگے تو جاندار مادہ پیدا ہوا ہوگا۔

مگر فی زمانہ ایسا ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ اسکی کافی شہادت اور ثبوت ہمارے پاس ابھی تک کوئی نہیں ہے ؛

ہاں بیسٹین صاحب کو (Bastian) کو جنہوں نے گذشتہ صدی میں نہایت قابلیت کے ساتھ مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ کل مخلوق کا نمود فطرتًا ہوا ہے۔ اِس بات کا کامل یقین ہے کہ ادنےٰ درجہ کی جاندار مخلوق فی زمانہ بھی خودبخود اسیطرح فطرتًا بآسانی پیدا ہوتی رہتی ہے جس طرح روز اول میں ہوئی تھی۔ اُسکی نمود کے لیئے خاص اجزا کا سیال حالت میں ایک خاص درجہ حرارت پر اتصال ہونا کافی ہے۔ جس طرح مفردات کے اتصال سے کیمیاوی مرکبات بآسانی بن جاتے ہیں۔ اسی طرح فطرتی قانون کی قوت سے ہمیشہ جاندار مادہ نیا تیار ہوتا رہتا ہے ؛

ہم کو اس سے چنداں غرض نہیں کہ اِن میں سے کوئی رائے درست ہے یا نہیں اور ہے تو کونسی۔ اسقدر ہم جانتے ہیں کہ جاندار سے جاندار پیدا ہوتا ہے۔ دوسری طرح سے جاندار کا پیدا ہونا صرف عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ عینی شہادت ابھی تک کوئی نہیں ہے۔ اور عقلی دلائل کا بھی انحصار زیادہ تر اُن اصول موضوعہ پر ہے جنہیں خواہ مخواہ مان لیا ہے ثابت نہیں کیا ؛

سائنس اور فلسفی کی یہ حد ہے۔ اسکے آگے عقل انسانی قاصر ہے اور تمام علوم بیکار۔ جان کیونکر پیدا ہوئی اور کیا چیز ہے؟ ہمیشہ ایک معمہ تھا اور اب بھی ہے ہمارے آبا و اجداد نے ہم سے صدیوں پہلے اس کے حل کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اُن اسلاف کے خلف فی زمانہ دیگر علوم و فنون میں روز افزوں سے بھی نہ کھلا ہے نہ کھلیگا۔ سائنس نے بہتیرے رازہائے دقیق کو آشکارا کر دیا ہے صنعت اور حرفت نے وہ چیزیں ہمارے لیئے مہیا کر دی ہیں جن کا زمانہ سلف میں

خواب و خیال بھی نہ تھا ۔ اور وہ اشیا اب ہمارے روزمرہ استعمال میں ہیں جن کو
اب سے چند ہی برس قبل اعجاز اور کرشمہ خیال کیا جاتا تھا ۔ ٹیلیفون ، فونوگراف اور
زپلین اور ایروپلین (یعنی ہوائی جہاز) وغیرہ کی ایجاد واقعی اعجاز نمائی ہے ۔ مگر پھر بھی
یہ سب کیا ہیں ؟ محض بے جان مشینیں اور مردہ بدست زندہ ۔ نہ ان میں جان ہے نہ
عقل و حواس ۔ مشین چاہے کیسی ہی عجیب و غریب ہو پھر بھی مشین ہی ہے ۔ اور تصاویر
و اصنام چاہے کیسے ہی خوبصورت ہوں پھر بھی بے جان ہیں ۔

پھر جان اور حیات کیا چیز ہے اور کہاں سے آئی ؟

حیات اور موت کا راز ، رازِ خداوندی ہے جو نہ ظاہر ہوا ہے نہ ہوگا ۔ حیات اُس
صانع قدرت ، قادر مطلق کا ایک نادر عطیہ ہے ۔ بس اتنا ہم جانتے ہیں اور اس سے زیادہ
کسی کو علم نہیں ۔ جہاں علم کی انتہا ہوتی ہے وہاں عقائد کی ابتدا ۔ اس لیئے عقیدتمند
مسلم کے نزدیک حیات کا راز کوئی راز نہیں ہے ۔ اُسکا عقیدہ ہے کہ جان یا روح اُسکے
رب کا عطیہ ہے ۔ اسی نے اُسے پیدا کیا ہے اور صرف وہی رب العالمین اُسکی خلقت پر
قادر ہے ۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ
تَنْتَشِرُونَ ۝ ۔ اللہ پاک ، زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور وہ مردے کو زندہ سے
نکالتا ہے ۔ اور زمین کو بعد اُسکے مردہ ہو جانیکے زندہ کرتا ہے اور اسیطرح تم (قبروں سے)
زندہ کر کے نکالے جاؤ گے ۔ اور اُسکی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی (یہ ہے)
کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم بشر ہو کے چلنے پھرنے لگے ۔

دنیا کی انتہا

ہم اوپر ضمناً لکھ چکے ہیں کہ یہ دنیا یعنی زمین سورج سے خارج ہوئی ہے ۔

عالمان فلسفہ کی رائے ہے کہ وہ کرۂ نور ونا یعنی خورشید جہانتاب نہ صرف اس کرۂ خاکی کا بلکہ تمام ستاروں کا مخرج و محور ہے۔ کل ستیارے اس محور کے گرد اس طرح دیوانہ وار چکر لگا رہے ہیں۔ جس طرح شمع کے گرد اُسکے عاشق زار پروانے پھرتے ہیں۔ اور جو حشر اُن پروانوں کا ہوتا ہے۔ وہی انجام ایک نہ ایک دن ان ستیاروں کا ہونے والا ہے۔ کسی کا آگے اور کسیکا پیچھے۔ یعنی جب جس ستیارے کا وقت آجائیگا وہ اُس شمع عالم یعنی آفتاب عالمتاب میں مثل پروانے کے جل بجھیگا۔ یہ خدا ہی کو علم ہے کہ کتنوں کا اس طرح انجام ہو چکا اور کس کا کب ہوگا۔

ہماری زمین بھی اُسی محور کے گرد پھرتی ہے۔ اور ۳۶۵ دن اور چند گھنٹہ میں اپنا ایک چکر پورا کر کے اُسی مقام پر پھر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں سے مسافت شروع کی تھی۔ اس زمانے کو یعنی جتنے دنوں میں زمین اپنے محور کے گرد ایک چکر پورا کرتی ہے سال شمسی کہتے ہیں۔ زمین کے ساتھ ہم سب بھی برس میں ایک دفعہ اُس شاہ خاور کے سر کا گویا تصدق ہوتے ہیں۔ اور اس سرگردانی میں نئے نئے موسموں کی بہار بھی دیکھتے ہیں اور اُنکی سختیاں بھی جھیلتے ہیں۔

اہل سائنس کا بیان ہے کہ تمام اجرام فلکی اور کرہ ہائے عالم ایک طرف تو آفتاب کی اور دیگر اطراف میں باہمی کشش مقناطیسی سے ایک خلا لا انتہی میں معلق ہیں جو ایک جگہ پر قائم ہیں۔ وہ ستارے کہلاتے ہیں۔ اور جو گرد آفتاب گردش میں ہیں وہ سیارے ہیں۔ جب کبھی جس کرہ پر اُس سے بڑے اور طاقتور کرے کی کشش حادی ہو جاتی ہے تو وہ کھنچکر اُس کرہ اعظم میں چلا جاتا ہے۔ اور اگر حسب اتفاق اُس سے بہت چھوٹا ہے تو بالکل تباہ اور غارت ہو جاتا ہے جس طرح شہاب ثاقب۔ جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں زمین کی طرف کھنچنے سے جلکر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر دونوں کے حجم میں تھوڑا ہی سا فرق ہے تو اس طرح ٹکراتے ہیں کہ دونوں میں حادثہ عظیم برپا ہو جاتا ہے اور

کبھی ایک کے اور کبھی دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔ اور کشش آفتاب اُنپر حاوی ہوجانیسے وہ ٹکڑے مثل روئی کے گالوں کے خلاءِ عظیم میں اُڑتے ہوئے آفتاب میں پہنچکر اُسکا ایندھن ہوجاتے ہیں۔ اور یوں اُن کا خاتمہ کلی اور انجام آخری ہوجاتا ہے۔ اکثر اوقات اُن میں کے بعض بڑے بڑے ٹکڑے دوسرے اجسام کی کشش سے اُنمیں جا ملتے ہیں۔ اور یوں آفتاب کا ایندھن ہونیسے کچھ دنوں کے لیے بچ جاتے ہیں ٭

قیاس ہے کہ کہکشان فلک تباہ شدہ اجسام کا ایک بے ترتیب مجموعہ ہے۔ اور یہ سفید سی سڑک اُن وزنی ٹکڑوں کے ملنے سے بنی ہے جو مختلف اجرام فلکی کے باہم ٹکرا کر تباہ ہونے کے وقت محبت مادری یعنی کشش آفتاب سے بچ گئے ہیں ٭

بعض اوقات دو اجسام اس طرح ٹکراتے ہیں کہ اُن میں جا ہے صدمہ کیسا ہی محسوس ہوتا ہو۔ مگر اُن کا زیادہ حصہ منتشر نہیں ہوتا۔ اور دونوں آپس میں ایسے ملجاتے ہیں جیسے توام یعنی جُڑواں بچے۔ اس قسم کے جڑواں ستارے بہتیرے موجود ہیں جو بڑی طاقت کی دوربینوں سے صاف توام دکھائی دیتے ہیں۔ اغلب ہے کہ باہم ٹکرا کر مل گئے ہیں ٭

علم فلسفہ خاصکر علم نجوم سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دنیا کا حشر بھی ایکدن ایک دن اسی طرح ہونے والا ہے۔ کوئی بڑا سیارہ یا دُمدار ستارہ زمین سے اسقدر نزدیک ہوکر گزرے گا کہ اُسکی کشش مقناطیسی زمین پر یا زمین کی اُسپر حاوی ہوجائے گی۔ اور دونوں اس زور سے ٹکرائینگے کہ زمین پاش پاش ہوجائے گی۔ پھر اُسکے اور پہاڑوں کے ٹکڑے مثل روئی کے گالوں کے اِدھر اُدھر مختلف اجرام فلکی کی کشش سے اڑتے پھرینگے جو ٹکڑے بڑے اور وزنی ہونگے اُنکا اغلب ہے کہ وہ دیگر کرّوں میں جا ملیں۔ اور اُنکے ساتھ ملکر اپنی حیات کے بقیہ دن خوشگواری سے گزاریں مگر جو ٹکڑے چھوٹے اور ہلکے ہونگے وہ بہت جلد مادری یعنی آفتاب کی کشش سے اُس نار جہیم میں جا ملینگے اور جلکر ختم ہو جائینگے ٭

سنہ ۱۹۰۹ء میں جب وہ دُمدار ستارہ جو ہیلی صاحب کے ستارے کے نام سے مشہور ہے۔ اس دنیا کی طرف آیا۔ اور آسمان پر اپنی نہایت طویل اور دراز دم کے ساتھ نمایاں ہوا تھا تو منجمان زمانہ کو اس وقت بھی اس دنیا کے تباہ ہونے کا بہت اندیشہ تھا اور عجیب پیشین گوئیاں کی گئی تھیں۔ مگر شکر ہے ایزد پاک کا کہ اُن حضرت کا دورہ بھی بخیر و عافیت ختم ہوگیا اور ہماری دنیا انکی نذر ہونے سے بچ گئی۔ اور اب تک اپنی آن بان کے ساتھ قائم ہے۔ لیکن آخر فنا آخر فنا۔ ایک دن تو فنا ہووے ہی گی۔ کیونکہ جتنی اشیاء مخلوقہ ہیں وہ سب فنا ہونے والی ہیں۔ بقا سوائے ذات باری کے اور کسی کو نہیں ہے۔

قرآن شریف نہ تو کتاب فلسفہ ہے نہ کتاب نجوم۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام پاک میں بھی اس واقعہ کی جا بجا خبر دی ہے۔ اور سورۃ القارعہ میں اس حادثہ کا بیان گو مختصر مگر کس قدر توضیح کے ساتھ فرما دیا ہے۔ اللہ اکبر۔

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ **ترجمہ** قیامت کا کھڑکانے کا حادثہ کیا ہے قیامت اور تم کیا سمجھتے ہو کیا ہے قیامت۔ اُس دن انسان مثل ٹڈیوں کے بکھرے ہوئے ہونگے اور پہاڑ مثل دھنکی ہوئی روئی کے گالوں کے ہو جائینگے۔ پھر جس کا وزن بھاری ہوگا وہ تو ایک خوشگوار زندگی گزاریگا۔ اور جس کا وزن ہلکا ہوگا تو اس کی ماں یعنی اُسکا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ کیا ہے۔ وہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

یہ حال قیامت کے دن زمین اور انسان کی مخلوق کا ہوگا۔ سوا تیرہ سو برس پیشتر جب اس حادثہ کی خبر دی گئی ہے تو منکرین دین کسیطرح قائل ہی نہ ہوتے مگر جوں جوں دنیا کی عمر زیادہ ہوتی جائے گی اور علوم فلسفہ کی ترقی ہوگی۔ خود بخود ثابت ہوتا جائیگا کہ اسلامی ہدایات حق

۸۹

ستایش

جب دن نسیم سحر کے ساتھ بیدار ہونیکے لیے انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔ اُسوقت جب رات اپنی ویرانی و خاموشی، اپنی تنہائی و تاریکی کو لیکر رخصت ہونا چاہتی ہے تو میں کسی ایسی جگہ چلا جاتا ہوں، جہاں پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو، میرے پاس آتی ہے۔ میں اسے سونگھتا ہوں اور تڑپ جاتا ہوں ؎

اے میرے مالک۔ یہ خیال کر کے کہ تیری قدرت کا معمولی سا کرشمہ اپنے اندر کتنی لطافت پنہاں رکھتا ہے۔ اِس سے پہلے بھی تیرے درد جدائی میں میں نے بلبل کی وہ نوائے دلدوز سُنی تھی جو دلوں کو بیتاب کر دیتی ہے۔ اِس لیئے نہیں کہ اُسکی آواز میں ایک التجا ہوتی ہے بلکہ اِس تصور سے کہ اُس کا دل محبت سے فگار ہے۔ اور وہ مجھے بھی دعوت جرأت دیتی ہے ؎

میں نے اُن نازک نازک درختوں کو بھی دیکھا تھا، جنہیں ہوا جھلاتی ہے اور وہ جھولا کرتے ہیں۔ لیکن مجھے اِس کی نزاکت پر کوئی تعجب نہیں ہوا، میں اسپر حیرت زدہ نہیں ہو گیا کہ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں نے اُنہیں کیوں ہلا دیا، ہاں میں متحیر ہو گیا، ان کی باریک باریک پتیوں کی تراش و خراش کو دیکھکر، اِن کے قد کے تناسب پر نظر کر کے، تیری صنعت کی خوبی کے خیال کے ساتھ۔ اے میرے آقا یہ کہ تو نے اُنکو دلکش بنایا ہے اور ایسا دلفریب کہ میں چاہتا ہوں۔ وہ میرے دلمیں پھول اُن کی تیلی تیلی شاخوں میں ہمیشہ رہا کرے ؎

میں چھوٹی چھوٹی چڑیوں کے وہ نغمے جو تیری وحدت کے ثبوت میں، تیری تعریف کے اظہار میں گایا کرتی ہیں، سنا کرتا ہوں اور سُنتا رہتا ہوں اسوقت تک کہ وہ تھک نہیں جاتیں۔ سُکے بازو پھول نہیں جاتے۔ اور اُنکا سینہ اُس مسرت سے دھڑکنے نہیں لگتا۔

جس کا تعلق اُن کے دل سے ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ جس طرح تیری محبت میں اسے وہ
ایک، یعنی ذوالجلال والاکرام یہ کا نپا کرتی ہیں، اسی طرح ان کا دل بھی تھرتھرایا کرتا ہے
تاکہ اسی حسرت کے ساتھ، اور اسی طرح تیرا ذکر کرتے کرتے وہ فنا ہوجائیں اور دنیا
کی یہ کلفتیں جو اُن کی زندگی کو دشوار اور بے مزہ کیے ہوئے ہیں اُن کے سامنے نہ
آئیں۔ میں نے اُن کے سازِ ہستی کے ترنم کو اُس وقت جب وہ فلک میں، فضا کے
بسیط میں تیرتا ہوا میرے کانوں تک پہنچ جاتا تھا سُنا ہے اسی طرح جیسے ایک طیچی
آواز ایک دادخواہ صدا میرے کلیجے کے پار ہو جاتی ہے +

مجھے معلوم ہے، اے میرے آقا، لیلیٰ تیری ہی مخلوق تھی، شیریں کو تو نے ہی
پیدا کیا تھا، زلیخا کے اس دنیا میں آنے کا باعث تو ہی ہے، میں نے ان پر تعجب کبھی
نہیں کی۔ میں اُنکو حسین سنکر کبھی مبہوت نہیں ہو گیا۔ میں نے اُن کی خوبصورتی کا حال
سنا مگر متحیر کبھی نہیں ہوا۔ ہاں مجھے تعجب ہوا۔ ان کی شانۂ ودوش پر بکھر جانے والی ہیا
زلفوں کی کشش دیکھکر، اُن کی سیاہ اور روشن آنکھوں کا جذب دیکھکر، اُن کی رفتار و
گفتار کا محیر العقول انداز معلوم کرکے اور پھر اس بات پر کہ یہ سب کھینچ لائیں اپنی طرف
تیرے چند مخصوص بندوں کو بالکل اُسی طرح، جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے +

پھر اے میرے خالق! کیا تو نے محبت کو اسی لیے پیدا کیا تھا کہ وہ تیری حسین
مخلوق کی پرستش کرے، تو نے اپنی نفیس ترین مخلوق کی خلقت کا راز اسمیں مضمر رکھا
تھا۔ کہ وہ دلوں میں درد اور جذبات میں ہیجان پیدا کرے، پھر کیا تو نے اس کاوش
میں کوئی لذت، اس کاہش میں کوئی مزا مخفی کر دیا تھا۔ اے میرے مالک بتا کہ یہ کیا
ہے اور وہ جذب و کشش کون، ان کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ اس راستہ میں
جہاں چلنے سے پہلے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اس مقام پر جس کا خیال روح میں رعشہ
پیدا کر دیتا ہے، کیا اسلیے؟ کہ تو اُن کو بقائے دوام عطا کرے۔ اُن کو ابدی زندگی

ودیعت فرمائے۔ خیر اسے تو پاک۔ اے تو تنہا، کچھ نہ بتا، تو میرے سوالوں کا کوئی
جواب نہ دے، میں سمجھ گیا کہ تیرا جواب میری سمجھ سے باہر اور تو میرے فہم و ادراک
سے دور ہے، مجھے معلوم ہو گیا میں تیرے اسرار نہیں جان سکتا۔ تو نے یہ سب کچھ
اسی لیے بنایا ہے کہ کوئی نہ سمجھے۔ اسی لیے پیدا کیا ہے کہ کوئی نہ جانے۔ یہی بات ہو گی
اور اسی بات پر مجھکو یقین ہے کیونکہ میری زندگی کا ہر لمحہ گزرتا جاتا ہے اور اسی فکر میں کہ دنیا
باوجود اپنی اتنی بڑی وسعت کے میرے دماغ میں قید ہو کر رہ گئی اور میں نے کچھ
بھی محسوس کیا۔ آفتاب، باوجود اپنی اتنی بڑی عظمت کے میری نگاہوں میں سما کر
رہ گیا۔ مجھے کوئی احساس نہیں ہوا۔ اتنا بڑا سمندر میری آنکھوں میں لہریں مارنے
لگا۔ اس وقت جب میرا جی چاہا کہ سامنے والے ساحل پر جاؤں اور وہاں اس کی موجوں
کو دیکھ کر اپنے جذبات میں ایک کیف تموج پیدا کر لاؤں۔ اے میرے آقا میں کانپ
گیا۔ تیری طاقت کو غیر فانی سمجھ کر، تیری قوت کو لازوال جان کر۔ تیری قدرت کا تماشا
دیکھ کر۔ کیونکہ یہ آسمان، یہ طویل و عریض آسمان، یہ لمبا چوڑا آسمان اپنی زبردست آبادی
کے ساتھ اپنے چمکتے ہوئے ستاروں سمیت میری نظروں پر بھر آتا ہے اور مجھے کوئی
پرواہ نہیں ہوتی۔ شاید اس لیے کہ میں تجھے قدیر، اور ہر بات پر قادر جانتا ہوں لیکن
پھر کبھی کبھی تھرا اٹھتا ہوں، تیرے جبروت کی ایک عالم پر سلطنت خیال کر کے لرز جاتا ہوں
تیرے سطوت کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ [illegible]
کہ میری چھوٹی سی آنکھیں اور ذرا سا دماغ وہ جو دنیا کی اتنی بڑی دنیا کی سب چیزوں کا بھی
غور کر لیتا ہے، جو موجودات کی تمام اشیا کو دیکھ لیتا ہے جو کائنات کے ہر ذرے
کو سوچ اور سمجھ لیتا ہے۔ تیری حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تیری ماہیت کو دریافت
نہیں کر سکتا۔ شاید اس وجہ سے کہ میری لامسہ تجھکو چھو نہیں سکتی میری باصرہ دیکھ نہیں سکتی میری شامہ اور
ذائقہ تجھے سونگھ اور چکھ نہیں سکتی۔ یا اس لیے کہ تو ارفع ہے اور اعلیٰ۔ بلند ہے اور دور

اتنی دور کہ اگر طائر خیال تجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے تو اسی کے بازو شکستہ ہو جائیں اور پرواز بیکار۔

تاہم کبھی کبھی میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تو میرے پاس ہے۔ مجھ سے قریب ہے اتنا قریب ہے۔ اتنا پاس ہے۔ جتنا ایک خوبصورت پھول اپنی نازک شاخ سے۔ کیا میں اسے سچ سمجھ لوں؟ کیا میں اسپر یقین کر لوں؟ کہ تو واقعی میرے نزدیک ہی ہے مگر میں دیکھنا چاہتا ہوں تو روک دیتا ہے۔ میں تیرے وجود کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں تو منع کر دیتا ہے۔ اس حال میں کہ میں بلا پڑھے تجھے یاد کر لوں۔ خیر میں یہ کوشش کروں گا کہ تجھے دیکھ لوں۔ کیونکہ تو اگرچہ میری بصیرت سے نزدیک ہے۔ لیکن بصارت سے دور ہے تو یہ نہیں چاہتا کہ منظر عام پر آئے۔ تیری مرضی یہ نہیں کہ تجھے سب دیکھ سکیں۔ تو چاہتا ہے کہ تجھے لوگ پہچان لیں۔ بلا دیکھے ہوئے سمجھ لیں بغیر پڑھے ہوئے اچھا میں اس پر راضی ہوں۔ اس لیے کہ میں مجبور ہوں۔ اور ناتوان کمزور ہوں۔ اور عاجز۔ تو توانا ہے اور مضبوط۔ قوی ہے اور قادر!

(نقیب)

محفل نامہ گیارہویں شریف

حضور غوث پاک کی گیارہویں میں پڑھنے کی نہایت معتبر موثر اور نظم و نثر سے آراستہ کتاب
حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی تازہ تصنیف
نقرئی ولایتی جلد بندھی ہوئی قیمت مجلد ۱۲ غیر مجلد ۸ ر۔ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ۔ منیجر خطیب دہلی

بیعت فقر

دوم

(۲)

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

بیعت فقر کا اول حصہ نظام المشائخ میں اِس سے پہلے طبع ہو چکا ہے اور فقیر فراقی نے اپنے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال افعال کے مطابق اُسکی نسبت خامہ فرسائی کی ہے۔ مگر اُسکی نسبت کچھ جزئیات رہ گئے ہیں جو اَب عرض کیے جاتے ہیں۔ فی زمانہ بیعت بچوں کا کھیل ہوگئی ہے۔ جیسے بیعت کرنے والے بے فکرے ہیں۔ اُنسے زیادہ بیعت لینے والے بے پرواہ ہیں۔ نہ اُنہیں خدا کا خوف ہے نہ اُنہیں اللہ کا ڈر ہے۔ اگلے زمانے میں بیعت تھی جو پیر اور مرید دونوں کو دانتوں پسینہ لانے والی تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام اور یزید سے اسی بیعت کے ہی اوپر ٹھنی تھی۔ اُس عہد میں بیعت ظاہری شان و شوکت یا جُبہ و دستار پر منحصر نہ تھی۔ بلکہ شریعت پاک کی پابندی کے ساتھ باطنی کمالات بھی لازمی تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کے پاس یزید کا پیغام پہنچا کہ آپ میری بیعت قبول کیجیے۔ تو آپ نے فرمایا۔ چھوٹا منہ بڑی بات اسی کو کہتے ہیں۔ موری کی اینٹ چوبارے چڑھنے لگی۔ داڑھی منڈوانے والا۔ شراب پینے والا۔ بدکار۔ بیدین مجھسے بیعت چاہتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

جسوقت مدینے شریف میں بیعت کا جھگڑا زیادہ پھیلا تو حضور پرنور مدینہ طیبہ سے زار و قطار روتے ہوئے اپنے اہل بیت کو لیکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ مگر وہاں بھی یہی آثار ہیں آپنے سُنیں تو کوفہ کا قصد کیا۔ چونکہ بیعت کے قصے نے بیقدر طول کھینچا

کہ نہر علقمہ کے کنارے سادات عالی درجات تین دن تک بھوکے پیاسے رہے اور گلزار رسالت ایک طرف سے قلم کرڈالا گیا۔ آل اطہار کی بیحرمتی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا مگر آپنے بیعت قبول نہیں کی۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا حال اس رباعی میں نظم فرمایا ہے۔ اس سے محض شاعری مقصود تھی مگر حاشا و کلا۔ اُن کا خیال بالکل غلط ہے۔ اولیاء اللہ کے منہ پر خدا کا ہاتھ ہر وقت دھرا رہتا ہے۔ اس واسطے وہ بول نہیں سکتے ہیں۔ چپ رہتے ہیں۔ اور جب خدا اپنا ہاتھ اُنکے منہ سے اٹھا لیتا ہے تو وہ بولتے ہیں اور جو کچھ بولتے ہیں۔ خدا کی مرضی کے موافق بولتے ہیں۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ خدا نے پیغمبر آخرالزمان کی نسبت اسی لیئے فرمایا ہے۔ چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح نے مسئلہ بیعت اس رباعی میں خاص تعلیم و تلقین کے لیئے ارشاد کیا ہے ؎

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دیں ہست حسینؑ دیں پناہ ہست حسینؑ

سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

خواجہ بزرگ کا منشا یہی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کیطرح شریعت محمدی پر مستحکم رہو۔ اور بے دین پیر کے ہاتھ پر بیعت نہ کرو۔

وہابئے بہرحال ان اندھوں کے جو شاہ صاحب کا نیلا تہبند اور مصالحہ کا رنگا ہوا عمامہ دیکھ لیتے ہیں مگر اُن کی زندگی کو نہیں دیکھتے ہیں۔ میرے دوستوں نے مشکوٰۃ شریف میں نہ یہ حدیث پڑھی نہ کسی ذی علم سے سُنی۔ يخرج في آخر الزمان رجال يطلبون الدنيا بالدين يلبسون للناس جلود الضان من اللين السنتهم احلى من السكر وقلوبهم قلوب الذئاب حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایسے آدمی نکل کھڑے ہونگے جو دنیا کو دین کے ذریعہ سے طلب کرینگے وہ آدمیوں کے دکھانیکے لیئے بکری کا نرم پوستین پہنے ہونگے اور انکی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہونگی مگر انکے دل بھیڑیوں کے

دل ہوں گے +

مخبر صادقؐ کی پیشین گوئی اِس آخر زمانہ میں پوری ہو رہی ہے۔ اور ہم دن رات اسی قسم کے مکار فقیروں کو برت رہے ہیں۔ میرے دوستوں کو حضرت صاحب ~~شیخ~~ کہنے کا بہت شوق ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ جنہیں ہم حضرت صاحب کہتے ہیں وہ گرگ باراں دیدہ سے کم نہیں۔ بھیڑیا بدنصیب تو آدمیوں کے گوشت پوست کا دشمن ہے۔ اور تمہارے حضرت صاحب جہالت کے سبب ایمان کے دشمن ہیں۔ جو شرطیں بیعت لینے والے کے لیے حضرات صوفیہ نے لکھی ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی ان میں نہیں پائی جاتی۔ فشرط من یاخذ البیعت امور احدھا علم الکتاب والسنة ولا نرید المرتبة القصوی بل یکفی من علم الکتاب ان یکون قد ضبط تفسیر المدارک والجلالین او غیرھا وحققه علی عالم وعرف معانیه وتفسیر الغریب والاسباب النزول والاعراب والقصص وما یتصل بذلک ومن السنة ان یکون قد ضبط وحقق من کتاب المصابیح وعرف معانیه وشرح غریبه واعرابه ومشکلة وتاویل مفصلة علی رائ الفقہاء۔ یعنی بیعت لینے والے کے لیے شرط ہے کہ وہ قرآن شریف اور حدیث نبوی کا عالم ہو اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان دونوں میں کمال کا مرتبہ رکھتا ہو بلکہ کم سے کم تفسیر مدارک یا جلالین یا اسی قسم کی تفاسیر اُسنے پڑھی ہوں اور کسی استاد سے اُنکے معانی کی تحقیق کی ہو۔ اور اُسکے مشکلات اور اُسکے نزول کے اسباب اعراب اور قصص وغیرہ سے آگاہی حاصل کی ہو اور حدیث نبویؐ کی کم سے کم اتنی ضرورت ہے کہ کتاب المصابیح پڑھی ہو اور اُسکی حدیثوں کا ترجمہ اور اُنکے مشکل لغات اور اُسکے مشکل اعراب اور اُنکی تاویلات پر فقہاء کی رائے کے بموجب عبور ہو +

اسکے آگے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والشرط الثانی العدالة والتقوی والشرط الثالث ان یکون زاهداً والشرط الرابع ان یکون آمراً بالمعروف ناهیاً عن المنکر والشرط الخامس ان یکون صحب المشائخ وتادب بهم دهراً طویلاً واخذ

منجہہ النور الباطن والسکینة ۔ یعنی دوسری شرط پیر کے لیئے یہ ہو کہ وہ عادل اور
متقی ہوئے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ زاہد ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی منکر
کرنے والا ہوئے پانچویں شرط اسکے لیئے یہ ہو کہ اُسنے مشائخ کی صحبت اُٹھائی ہو اور بہت
دن تک اُنسے ادب حاصل کیا ہو۔ اور اِن حضرات سے نور باطن اور سکینہ حاصل کیا ہوئے
مگر یہاں معاملہ برعکس ہو۔ اب ایسے پیر گھس لگانیکو بھی نہیں ملتے۔ جو اِن شرطوں
کے موصوف ہوں۔ اور نور باطن اور سکینہ ان حضرات میں ہونا تو عنقا ہے۔ بعض اکابر صوفیہ
فرماتے ہیں۔ خلافت دو قسم کی ہے۔ **خلافت کبرٰی** اور **خلافت صغرٰی**
خلافت صغرٰے سے یہ مراد ہے کہ مرشد اپنے مرید کی ریاضت اور مجاہدہ کو دیکھکر اپنے حسن
ظن سے اسے خلیفہ کردے۔ اور خلافت کبرٰے سے یہ مراد ہے کہ مرشد کے دل پر بار بار
مرید کو خلافت دینے کا خطرہ پیدا ہو۔ اور آخر کار اُسے خلافت عنایت فرمائے بعض اہل
تحقیق لکھتے ہیں کہ خلافت صغرٰے وہ خلافت ہے جو مرشد کسی مرید کو اپنے ارادے
سے عطا فرمائے کہ فلاں شہر میں جاکر رہو۔ اور مخلوق کو فیضان اور ارشاد پہنچاؤ۔ اور خلافت
کبرٰے وہ ہے۔ جسے خلافت مطلق اور سجادگی کہتے ہیں۔ اور وہ اس سے مراد ہے کہ
شیخ اپنی اُس نسبت کو جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسے سینہ بہ سینہ پہنچی ہے
کسی خاص مرید کو عنایت کرے۔ جس طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے
یہ خلافت کبرٰے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی کو اور اُنھوں نے حضرت
بابا صاحب کو اور بابا صاحب نے حضرت محبوب الٰہی کو مرحمت فرمائی تھی۔ جسکے لیئے یہ
قاعدہ ہے کہ اول مرشد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک اور اپنے مشائخ کی
ارواح مقدسہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور جب سب حضرات کا اشارہ پاتا ہے کہ بیشک
یہ خلافت کبرٰے کا اہل ہے تو اول مرید کو بعد غسل دو رکعت نفل ادا کرواتا ہے اور جب وہ
سلام پھیرکر فارغ ہوتا ہے تو یہ پانچوں کلمے با معنی اُسے تلقین کرتا ہے۔ اول کلمہ توحید

لا الٰہ الا اللہ ۔ دوسرا کلمہ شریعت کا معبود الا اللہ ۔ تیسرا کلمہ طریقت کا مقصود الا اللہ ۔ چوتھا کلمہ حقیقت کا محبوب الا اللہ پانچواں کلمہ معرفت کا موجود الا اللہ اسکے بعد اُس کا سر منڈواکر خرقہ پہنا تا ہی ۔ اور ایک سند خلافت بھی اُسے لکھکر دیتا ہے اور منزل مقصود کی روانگی کے وقت ارشاد کرتا ہے ۔ خرقہ میں چار حرف ہیں خ ر ق ہ خ اشارہ کرتی ہے کہ کبھی خیانت نہ کرنا ۔ ر سبق دیتی ہی کہ ریاضت سے مُنہ نہ موڑنا ق اشارہ کرتا ہی کہ قناعت پر قائم رہنا ۔ ہ سمجھاتی ہے کہ ہوا و ہوس کو پاس نہ پھٹکنے دینا +

اب اس خلافت فقر کی نسبت تھوڑا سا اپنا تجربہ بھی دوستوں کی عبرت کیلیے رقم کرتا ہوں ۔ ایک خاندانی درویش کو میں چالیس برس سے جانتا ہوں ۔ اُن کا ظاہری ڈھونگ بڑا صوفیانہ تھا ۔ میں اُنکے تقوے طہارت کو دیکھکر اُن سے بہت عقیدت رکھتا تھا اور اُنکی للہیت کا دل وجان سے قائل تھا ۔ یہ بزرگ مجھے برسوں میں کبھی ایک دو دن کے لیے ملتے تھے ۔ اور جس وقت تک میری اُنکی صحبت رہتی تھی میں اُنہیں زہد و تقوے میں ڈوبا ہوا پاتا تھا ۔ میں شکر الٰہی بجالاتا تھا کہ اگلے زمانہ کے بزرگوں کا نمونہ اس اندھیرے گھپ میں بھی موجود ہے ۔ اتفاقاً میری اُنکی علی گڈھ میں ایک بار ملاقات ہوئی ۔ میں نے کہا حضرت میرے لیے دعا فرمائیے گا ۔ میں ضلع آرہ ملک بنگال کو جانے والا ہوں ۔ سفر دور دراز کا ہے ۔ شاہ صاحب نے فرمایا ۔ کب جائیگا ۔ میں نے کہا فلاں تاریخ ۔ شاہ صاحب نے فرمایا ۔ میں بھی بنگال و بہار کے سفر کی تیاری کر رہا ہوں مگر مجھے جسونت نگر میں کچھ کام ہے ۔ اسلیئے میں آپ سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا ۔ آپ بھی جسونت نگر سے ہی گزر کر بنگال کو جائینگے ۔ کیا اچھا ہو اگر آپ ہمارے پاس جسونت نگر آجائیں ۔ اور دو چار دن جسونت نگر ہمارے پاس ٹھیریں ۔ پھر ہم آپ بنگال کو ساتھ چلیں اور سفر سُنت ہو جائے ۔ کیونکہ حضور ؐ نے فرمایا ہے الرفیق ثم الطریق

میں نے کہا بہت مناسب ہے آپ جیسے بزرگوں کے ساتھ پابرکاب رہنا میرے لیے
موجب سعادت ہوگا۔ میں ضرور ایسا ہی کرونگا۔ پروگرام طے ہو لیا۔ اور میں تاریخ مقررہ
پر دہلی سے جسونت نگر پہنچگیا۔ رات کے دو بجے تھے مگر شاہ صاحب کا آدمی میرے
لینے کے لیے اسٹیشن پر موجود تھا۔ معلوم ہوا کہ شاہ صاحب سرائے میں اُترے ہیں
اور اُن کے بڑے صاحبزادے بھی کئی مہینے سے سرائے میں مقیم ہیں۔ اور مطب کرتے
ہیں۔ میں سرائے میں پہنچگیا صبح کی نماز کے بعد شاہ صاحب وظائف سے فارغ ہوکر
سجادہ پر بیٹھے۔ مرید اور معتقد حاضر ہوئے۔ تعویذ گنڈے مانگنے لگے۔ شاہ صاحب
نے فرمایا کہ جس کسی حاجتمند کو عمدہ مٹھائی کی توفیق ہو۔ وہ تعویذ گنڈے کی زکوٰۃ
میں مٹھائی لے آئے۔ ورنہ سفید بتاشے تو ضروری ہیں۔ بغیر شیرینی کے بزرگوں نے
فرمایا ہے کہ کوئی نقش تعویذ اثر نہیں کر سکتا ہے۔ حاجتمند دوڑے اور مٹھائی بتاشے
لے آئے۔ ایک غریب بڑھیا بھی بتاشے لائی۔ مگر کچھ زیادہ سفید نہ تھے۔ شاہ صاحب
بہت خفا ہوئے۔ اور بڑھیا سے فرمایا۔ جب ہماری آنکھیں اِن میلے بتاشوں کو نہیں
لیتی ہیں تو بزرگوں کی روح کیونکر انہیں قبول کرے گی۔ جاؤ سفید بتاشے بدلوا کر لاؤ
نہیں تو تعویذ ملنا معلوم۔ بڑھیا بے چاری پھر دوڑی گئی۔ اور سفید بتاشے لائی کچھ دیر
کے بعد پولیس کا ایک کانسٹبل وردی پہنے آیا جسے دیکھکر شاہ صاحب بہت گھبرائے
کانسٹبل نے کہا مجھے ایک تعویذ کی ضرورت ہے۔ شاہ صاحب نے فوراً اُسے تعویذ
لکھکر دیا۔ اور اُس سے نہ شیرینی طلب کی نہ بتاشے۔ شام تک مٹھائی تو تھوڑی سی
اور بتاشے بہت سے آگئے۔ عصر مغرب کے درمیان شاہ صاحب نے کوٹھری میں بیٹھکر
سفید سفید بتاشے الگ کر لیے۔ اور لال بتاشے جو بہت تھوڑے تھے انہیں سائبان
میں لاکر رکھا۔ اور خادم سے کہا لڑکوں کو پکارو بتاشے لیجائیں۔ جب لڑکے بتاشے
لے گئے۔ اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ شاہ صاحب نے سب بتاشے بانٹ دیئے۔ تو

کوٹھڑی والے بتاشے ہاون دستہ میں کٹوا کر تھیلیا میں بھروا دیے اور معلوم ہوا کہ
جب ان کا وزن معقول ہو جاتا ہے تو بذریعہ پارسل گھر بھجوا دیتے ہیں۔ دن کے گیارہ بجے
شاہ صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ چلنے کے لیے تیار ہو جائیے۔ میں نے کہا۔ کہاں سے چلئے گا
شاہ صاحب نے فرمایا کھانا کھانے کے لیے۔ بات یہ ہے کہ اس قصبہ میں میرے اور میرے
بڑوں کے بہت سے جولاہے مرید ہیں۔ میں ہر سال یہاں آتا ہوں مہینہ ڈیڑھ مہینہ
جیسا موقع ہوا ان کے ہاں دعوتیں کھاتا ہوں۔ اور نقد ساتھ لے جاتا ہوں۔ اس میں
شک نہیں ہے کہ اکثر جولاہے بے تمیز ہوتے ہیں۔ اور ان کے ہاں کھانا بدمزہ ہوتا ہے
مگر میں نے قواعد جاری کر دیے ہیں۔ یعنی جب کوئی جولاہا دعوت کی مجھ سے درخواست
کرتا ہے تو میں اس کے گھر پر اپنے خادم کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ جا کر دال سالن کا مصالحہ گھی
اپنے ہاتھ سے منہ سب دے دیتا ہے۔ کھیر پکوانے کو منع کر دیا ہے۔ فیرینی پکواتا ہے
یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ میاں چپاتی نہیں کھاتے۔ روغنی ٹکیاں کھاتے ہیں۔ آٹا اتنا ہو اتنا
گھی ہو۔ گوشت ضرور ہو۔ شیرینی ضرور ہو۔ اور جو تمہیں توفیق ہو۔ اس لیے
آپ دعوت کا نام سنکر گھبرایئے نہیں۔ کھانا اچھا ملیگا۔ بعض اوقات میں اور دو چار
کھانوں کی فرمایش کر دیتا ہوں۔ اس لیے غریب لوگ بھی شرا حضوری اچھا ہی کھانا
پکاتے ہیں۔ مجھے یہ باتیں سنکر پسینہ آگیا۔ مگر رنگ آمد و سخت آمد میں نے اپنے
دل میں کہا اگرچہ یہ امر میری طبیعت کے خلاف تو ہوگا۔ مگر امید ہے کہ اس وقت
سے مجھے بہت کچھ نصیحتیں حاصل ہو جائیں گی ناچار مجھے شاہ صاحب کے ہمراہ
میں جانا پڑا۔ جب شاہ صاحب کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو شاہ صاحب کے نوکر نے شاہ
صاحب کے سامنے ایک سفید غلاف کا تکیہ اور تکیہ پر ایک کتاب رکھی۔ شاہ صاحب
نے کتاب پڑھنی شروع کی۔ وہ اردو کی معمولی کتاب تھی جس میں وعظ کا سلسلہ
تھا۔ سامعین جولاہیاں اور جولاہے بہت عقیدت سے اُسے سنتے رہے۔ جب

پہنچے کتاب بند کی تو صاحب خانہ نے ایک روپیہ نذر کیا۔ شاہ صاحب سرائے
میں آئے تو میں نے کہا۔ حضرت آپ کتاب پڑھنے کی جگہ زبانی وعظ کیوں
نہیں بیان فرماتے۔ شاہ صاحب نے آہ بھر کر کہا۔ عزیز من کیا پوچھتے ہو۔ یہ صدمہ تو
قبر میں لیکر جاؤنگا۔ میں نے قرآن کی آیات بھی یاد کیں۔ حدیثیں بھی حفظ کیں
مگر موقع پر کبھی میری زبان نہ اُٹھی اور وعظ نہ کہہ سکا۔ اگر میں وعظ کہنے لگتا تو ہزاروں
مرید کر ڈالتا۔ ہاں مجھے آپ نے خوب یاد دلایا۔ میں نے اپنے تمام مریدوں سے تمہاری
خوش بیانی کی بڑی تعریف کی ہے۔ سارا قصبہ تمہارا مشتاق ہے۔ تم جمعہ کے دن بعد نماز
کے مسجد میں وعظ کہنا۔ شاہ صاحب نے مجھپر اسقدر زور ڈالا کہ مجبوراً میں نے جمعہ
کے دن وعظ کا وعدہ کر لیا۔ اتنے میں شاہ صاحب کا نوکر آگیا۔ شاہ صاحب نے کہا میاں
تم ڈوری سے کام نہیں لیتے ہو۔ نوکر نے کہا بھول جاتا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا خیر
آج سے نہ بھولنا۔ یہ معما میری سمجھ میں نہ آیا تو ناچار میں نے اسکی بابت سوال کیا
شاہ صاحب نے فرمایا۔ جب میں گھر سے چلتا ہوں تو تانبہ کے لوٹے میں ڈوری بندھوا
لیتا ہوں تاکہ اگر کنوئیں سے پانی بھرنے کی ضرورت ہو تو کام آسکے۔ مگر اصلی راز اسکے
لانے میں یہ ہے کہ اس سرائے میں مویشی زیادہ ٹھیرتے ہیں۔ اور اُن کا بچا کھچا دانہ جو
پڑا رہجاتا ہے۔ اسکے لالچ سے صبح ہی جنگلی کبوتر سیکڑوں آجاتے ہیں اور سرائے
کی انگنائی میں پڑے پھرتے ہیں۔ میں پانی بھرنے کی ڈوری ٹوکری میں بندھوا کر اپنے
نوکر سے باقاعدہ ٹوکری کو کھڑا کروا دیتا ہوں اور ٹوکرے کے نیچے کچھ اناج ڈلوا دیتا
ہوں۔ دو چار ہی دفعہ میں دس پانچ کبوتر پکڑے جاتے ہیں۔ اور میں انہیں پکوا کر خوب
مزے سے کھاتا ہوں۔ آپ صبح اس ترکیب کو دیکھیں۔ فی الواقع اُنکے نوکر نے طلوع
آفتاب سے پہلے آٹھ دس کبوتر پکڑ لیے۔ شاہ صاحب نے مجھ سے کہا۔ دیکھئے حکیم جی ہمارا
نسخہ۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ پھر شاہ صاحب نے فرمایا۔ اچھا میاں یہ بتاؤ کہ آج

ہماری دعوت کس نورباف کے ہاں ہے۔ نوکر نے کہا فلاں سقہ کے ہاں۔ شاہ صاحب نے فرمایا وہ سقہ تو ہماری دعا سے بڑا مالدار ہوگیا ہے۔ اچھا ابھی جاؤ۔ اور زیرہ پیاز گھی اور مصالحہ اُسکے ہاں سے لاؤ اور اپنے ہاتھ سے کبوتروں کا قورمہ تیار کرو۔

ان حالات کو دیکھکر میرے اعتقاد میں فرق آگیا۔ مگر ابھی کچھ باقی ہی تھا جو جمعہ آگیا میں نے شاہ صاحب کے پیچھے جمعہ کا دوگانہ پڑھا۔ میرے وعظ کا اعلان پہلے سے کردیا گیا تھا۔ اسلیئے بہت سے نمازی آگئے تھے۔ نماز کے بعد شاہ صاحب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چوکی پکڑ کر مسجد کے بیچ میں بچھائی۔ اور اپنے ہاتھ سے اُس پر بچھونا کیا۔ اور سفید چادر اور تکیے لگائے۔ میں نے شاہ صاحب سے کہا۔ برائے خدا آپ مجھے کیوں محجوب کرتے ہیں۔ اس کام کے لیئے آپکے بہت سے مرید حاضر ہیں مگر شاہ صاحب نے کہا نہیں مولانا آپ نائب رسول اللہ اور علمائے ربانی میں سے ہیں آپکے لیئے جو کچھ ہم کام کرینگے۔ اس میں ہمیں بڑا اجر ملے گا۔

جب میں چوکی پر وعظ کے لیئے بیٹھا تو شاہ صاحب نے جھک کر کان میں مجھ سے کہا۔ آپ کو اب تک یہ نہیں معلوم ہے کہ میں نے آپکو کیوں وعظ کہوایا ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ میرا ایک مرید مر گیا وہ بڑا خوش کلام تھا۔ وہ باتوں ہی باتوں میں لوگوں کو سمجھا دیا کرتا تھا کہ کھانا کھلانے سے نقد نذرانہ دینے کا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس لیئے نقدی ہم زیادہ گھر کو بھیجتے تھے۔ آپ اب اپنے وعظ کے سلسلہ میں بہت خوبی کو قرآن و حدیث کی رو سے یہ ثابت کیجیے گا کہ دعوت کھلانے سے نقد دینے میں بڑی فضیلت ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیجیئے گا کہ میں اپنے لیئے نہ دعوت چاہتا ہوں نہ نقد کیونکہ میں تو شاہ صاحب کا مہمان ہوں [illegible] شاہ صاحب کی طرف [illegible]

[illegible]

[illegible]

دل سے بالکل رخصت ہوگئی۔ میں اپنے دل میں بہت غور کرتا رہا کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی ملے جس سے شاہ صاحب کا مطلب حاصل ہو مگر میں اس میں کامیاب نہ ہوا۔ شاہ صاحب کی بدمستی کو معلوم کرکے میری طبیعت بے لطف ہوگئی تھی اس لیئے میں حسب دلخواہ تو بیان نہیں کرسکا مگر پھر بھی وعظ سننے والے بہت خوش ہوئے۔ اس جلسہ میں ایک شخص نے مولد شریف پڑھنے کی وجہ سے فرمایش کی۔ میں نے اسکو کچھ جواب ابھی نہ دیا تھا جو شاہ صاحب بول اٹھے۔ مولانا ضرور مولد پڑھ دینگے۔ نیک کام سے انکار ہوسکتا ہے۔ صبح کو شاہ صاحب نے نوکر سے کہا قصائی کی دکان سے چھیچھڑے تو لے آؤ۔ میں نے کہا حضرت چھیچھڑے کیا ہونگے۔ کہا آپ اس نسخے کو یاد کر لیجئے۔ میں نلی کی نرم استر کی جوتی سلیم شاہی پہنتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ وہ دیر تک نئی معلوم ہو۔ اسلیئے دوسرے تیسرے دن چھیچھڑے ملکر اسے صاف کر لیتا ہوں۔ یہ معلوم ہوتا ہی۔ ابھی کاریگر کے ہاں سے آئی ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کاش آپکو اپنے دل کی صفائی کا بھی اتنا ہی خیال ہوتا۔ جتنا کہ جوتی کے نکھارنے کا۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص کچھ پیوندی بیر لیکر آیا۔ شاہ صاحب نے ان میں سے دو تین بیر کھائے۔ پھر ایک بیر آدھا کھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ میں نے کہا۔ حضرت اسمیں کیا مصلحت ہی۔ فرمایا یہ بیر بہت شیریں ہی۔ امید نہیں کہ اور ایسا ہی بیر نکلے۔ جب سیر ہوکر بیر کھالوں گا تو اوپر سے یہ آدھا بیر کھا کر منہ میٹھا کر لونگا۔ شاہ صاحب کے صاحبزادہ زبان کے چٹخارے میں اپنے والد سے بھی زیادہ تھے جب دعوت میں جاتے تو گرم مصالحہ کی پوڑیا جیب میں ڈالکر لے جاتے۔ اور چپکے چپکے فرماتے یہ جولاہے سالن بماندہ پکاتے ہیں۔ گرم مصالحہ ڈال دیا جاتا ہی تو کھانے کے قابل ہوتا ہی۔ اگر دعوت میں کسی دن ٹھنڈا پانی نہ ملتا تو دونوں باپ بیٹے مریدوں کو آڑے ہاتھوں لیتے کہ تم برف کا انتظام تو کر نہیں سکتے ہو مگر تم سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ میاں کے لیئے باسی پانی اٹھا رکھو۔ یہ گرم کیونکر پیا جائے۔

میں نے مولد شریف بھی پڑھ دیا۔ اُسے سُن کر لوگ بہت خوش ہوئے۔ شب کو مولد شریف پڑھا گیا تھا صبح کو محفل میلاد کرنے والا کچھ روپیہ لیکر آیا۔ اور مجھے تنہائی میں موقع سے اُسنے وہ روپیہ دینے چاہے۔ میں نے کہا شاہ صاحب کی طرح میں بھی پیرزادہ کہلاتا ہوں۔ مگر میرے بزرگوں نے کبھی اس قسم کی نذر نیاز نہیں لی ہی۔ اور قوت بازو سے کما کر کھایا ہے۔ اور خدا کے فضل سے میں بھی طبابت پیشہ ہوں میں اسکا لینا ناجائز جانتا ہوں۔ جب میں نے اُسے ٹکرا سا جواب دیدیا تو اُسنے وہ روپیہ شاہ صاحب کو دے دیئے۔ اور اُنہوں نے فوراً لے لیئے۔ اور شاہ صاحب نے یہ راز مجھ سے نہ کہا۔ شاہ صاحب کی ان ذلیل حرکتوں کو دیکھکر مجھے بڑی بدعقیدتی ہوئی۔ اور مجھے انکے حالات کی تفتیش کا خیال ازبس ہوگیا۔ تو حضرت کے اور حضرت کے بزرگوں کے ایسے ناشائستہ قصے معلوم ہوئے کہ الٰہی توبہ۔ یہ بھی تحقیق ہوا کہ ان کی بیوی نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میری بیٹی کی شادی تم میرے بھتیجے سے نہ کرنا۔ کیونکہ اُس بندی کا بھائی اور بھتیجا مذہب اسلام چھوڑ چکا ہے اور ایک نئے فرقہ میں ملگیا ہے مگر ان حضرت نے مرحومہ کی پاک وصیت کا خیال نہ کیا اور دولت کے لالچ سے اُس بے دین کو لڑکی دیدی اور جب کبھی داماد کے ہاں جاتے ہیں تو آپ بھی اُس طریقہ میں ہو جاتے ہیں۔ جب ہم سے ملتے ہیں تو یہ تقوے اور طہارت بگھارتے ہیں۔ چلنے کے دن شاہ صاحب نے کہا ہم بگیہ میں ہرگز نہیں جائینگے۔ بگھی لالہ جی کی مانگ کر لاؤ۔ جولاہے غریب مارے مارے پھرے۔ اور بگھی نہ ملی۔ میں نے اپنی دلائل الخیرات کا جزدان گلے میں ڈالا اور اسٹیشن کو پیادہ چلا۔ شاہ صاحب نے مجھے روکا۔ میں نے کہا۔ اسٹیشن پاس ہی دور نہیں ہی۔ دوسرے اس قصبہ میں میری کچھ عزت بھی نہیں ہی۔ تیسرے میں فقیرزادہ ہوں۔ پیدل ہی چل لیتا ہوں۔ البتہ آپ کی شان ایسی نہیں ہے کہ بغیر بگھی کے آپ قدم اُٹھائیں۔ ان باتوں کو سنکر حضرت کے مرید بہت حیران ہوئے۔ میں اسٹیشن پر چلا آیا۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک سڑی سی ٹم ٹم میں آپ اسٹیشن پر آئے۔ اور میں شاہ صاحب کے ہمراہ سہسرام ضلع آرہ تک گیا۔ شاہ صاحب نے اسٹیشن سہسرام پر اُتر کر کہا۔ اسباب قلی سے لے چلیں گے اور ہم آپ پیادہ پہنچ جائیں گے۔ سواری میں ناحق کیوں پیسہ خرچ کیجئے۔ آگے میں نے شاہ صاحب کو چار چار میل پیدل چلتے دیکھا۔ یہ ہمارے پیشوا اور ہادیوں کے قصے اور لطائف ہیں۔ اور یہ حضرات ہم سے بیعت لیتے ہیں اور ہم بے وقوف مرید ہوکر پھولے نہیں سماتے ۔

فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

بغداد

(گزشتہ سے پیوستہ)

بغداد خلفائے عباسی کے عہد حکومت یعنی ۱۴۵ھ سے لیکر ۶۵۶ھ ہجری تک بغداد ممالک محروسہ کا تاج اور اسلامی دنیا کا پایہ تخت اور مصدر حکومت بنا رہا +

بغداد کا نام ابتدا میں مدینۃ المنصور تھا۔ بعد میں مسلمان مصنف اسکو بغداد اور دار السلام لکھتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور بھی بڑے بڑے اور معتبر اسلامی شہر موجود تھے۔ مگر جو شہرت اور مقبولیت خاص و عام کی زبان پر بغداد کو ہوئی ہے وہ دوسرے اور کسی شہر کو نصیب نہیں ہوئی +

بغداد کا نام لیتے ہی الف لیلہ کی کہانیاں یاد آجاتی ہیں۔ دنیا بھر میں کوئی ایسی زبان نہوگی جس میں الف لیلہ کی کہانیوں کا ترجمہ نہ پایا جاتا ہو۔ اور کسی ملک میں کوئی ایسا بچہ نہوگا جس نے علی بابا، الہ دین اور سندباد جہازی کی کہانیاں دلچسپی اور شوق کے ساتھ سُنی یا پڑھی نہوں۔ یہ کہانیاں محض افسانہ نہیں ہیں بلکہ ان میں اُس زمانہ کے تمدنی اور اخلاقی زندگی کو نہایت مرغوب پیرایہ میں ایک زندہ جاوید مرقع بنا کر پیش کیا ہے۔ ہارون رشید کا جعفر برمکی کے ہمراہ بھیس بدلکر جانا۔ راتوں کو بغداد کے گلی کوچوں میں گھومنا رعایا کی محفلوں اور مجلسوں میں شامل ہونا۔ اُن کے ساتھ بیٹھکر بے تکلف اور بے محابا ملنا جلنا۔ اُن کے گھروں میں جانا اور رنج و راحت میں شریک ہونا یہ ایک ایسا دلکش نظارہ ہے جو ہمیں صدیوں کی مری ہوئی دنیا میں زندہ ہو کر مجسم ہو کر ہماری آنکھوں کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے +

مگر بغداد کی شہرت فقط خلفائے عباسی کی عظمت و شکوہ پر منحصر نہیں تھی اسکے اسباب کچھ اور بھی تھے۔ بغداد کی سرزمین وہ آب و ہوا دجلہ و فرات کے درمیان واقع ہوئی

اس دوآب کے شمالی حصے کو جو تکریت اور ہیت سے لیکر جبال آرمینیا تک واقع ہے عرب مصنف جزیرہ لکھتے ہیں - اس حصے میں موصل، سنجار، نصیبین، الرقہ، قرقیسیا، الحدیثہ، ہیت، حران، تکریت[1] اور الرہا مشہور شہر ہیں - دوآب کا جنوبی حصہ جو تکریت اور ہیت سے لیکر بصرہ اور عباوان تک واقع ہے - سواد یا عراق عرب کہلاتا ہے - اس حصے میں بصرہ، بطائح، واسط، کوفہ، نہروان، حلوان، حیرہ اور بغداد مشہور شہر تھے - یہ علاقہ اس قدر زرخیز ہے کہ خلفائے عباسی اور اس سے بھی پہلے قباد بن فیروز اور خسرو پرویز کے زمانہ میں سواد کا محاصل تمام قلمرو کے محاصل کا ایک تہائی ہوا کرتا تھا۔

یہ ملک نہ صرف پیداوار کے لحاظ سے زرخیز تھا بلکہ مردم خیز بھی تھا - یہاں پر بڑی بڑی قومیں بڑے بڑے اولوالعزم فاتح اور کشورکشا پیدا ہوئے اور اپنے جبروت اور جہانگیری کے کرشمے دکھا کر صفحہ ہستی سے غائب ہوگئے - کلدانی - سریانی - عبرانی - ساسانی - قومیں یہاں پر ربیع اور خریف کی فصلوں کی طرح یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں پھلیں پھولیں اور پھر مرجھا کر تہ خاک ہوگئیں۔

بغداد کے جنوب مغرب میں بابل کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں - جہاں پر کئی گز مٹی کے تلے "بخت نصر بابلی" اور "سارڈانا پلیوس" کی عظمت و شان دبی پڑی ہے اور جہاں پر ایک کونے میں سکندر اعظم کی ہوس جہانگیری خاک میں ملی ہوئی ہے - بابل کے کچھ فاصلہ پر کربلا اور نجف ہیں - اس سے چند میل آگے قادسیہ کا رزمگاہ ہے - موصل سے کچھ نینوا کے آثار حسرت کے ساتھ اس شہر کی گزشتہ عظمت اور شان یاد دلاتے ہیں بغداد کے جنوب میں مدائن کسریٰ ہے۔

اس ملک کی چپہ چپہ زمین گویا مدفن ہے - جہاں پر استخوان رمیم انبار در انبار پائی جاتی ہیں - جہاں پر قدم رکھو تو تلے سے کسریٰ کی آہ اور قیصر کی صدا نکلتی ہے اور معلوم

[1] تکریت صلاح الدین ایوبی کی جائے پیدائش ہے - یہ مقام سامرہ سے ۳۰ میل فاصلہ پر لب دجلہ واقع ہے۔

نہیں ہوتا کہ کبھی یہی گرسے کی ہو یا کسی اور بادشاہ کی مسلم کی ہی یا کافر کی۔ سب پہلو بہ پہلو آرام کی نیند سوتے ہیں تو تعجب نہیں کہ شاہان سلف کی گزشتہ عظمت و شان کی یادگار نے بھی بغداد کے شہرت دلانے میں مدد دی ہو۔

مدینۃ المنصور یہ شہر دجلہ کے داہنی طرف لب دریا سے کچھ فاصلہ پر کاظمیہ اور زیارت معروف کے درمیان واقع تھا۔ اسکو منصور نے اپنی حفاظت اور تحصین کے لیئے بنایا تھا۔ اسلیئے شہر کی شکل گول بنائی گئی تھی۔ اور اسکے گرد تین شہر پناہیں تھیں سب سے باہر والی فصیل کے گرد ایک گہری خندق تھی۔ مدینۃ المنصور کے چار دروازے تھے ایک دروازہ باب شام شمال میں کاظمیہ کے رخ پر واقع تھا، جہاں سے شام اور موصل کی طرف راستہ شروع ہوتا تھا۔ دوسرا دروازہ جنوب کی جانب باب بصرہ تھا جہاں سے بصرہ کو سڑک جاتی تھی مغرب کے رخ باب کوفہ تھا۔ جہاں سے حجاز اور کوفہ کی طرف قافلے جایا کرتے تھے۔ باب کوفہ کے مقابل مشرق کی طرف باب خراسان تھا۔ جہاں سے راہ شروع ہوکر دجلہ کے پل کے اوپر سے گزر کر خراسان اور ایران کو جاتی تھی۔ شہر کے اندر یہ چاروں سڑکیں چوسر کی طرح ملی ہوئی تھی۔

مدینۃ المنصور کے عین وسط میں شاہی عمارات تھیں۔ جن کا نام باب الذہب تھا اور اُن کے پاس ہی ایک عالیشان مسجد تھی جسکا نیلا گنبد دور سے دکھائی دیتا تھا اس مسجد کو قبۃ الخضرا کہتے تھے۔ شہر پناہوں کے بیچوں بیچ اور شاہی عمارات کے ارد گرد دکانیں آباد تھیں اور لوگوں کے گھر تھے۔ بازار اوپر سے پٹے ہوئے تھے۔ گلیاں تنگ اور پیچدار تھیں۔ مدینہ منصور کچھ بہت بڑا شہر نہیں تھا۔ اس کا دور زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ میل ہوگا۔ جس میں سے آدہی سے زیادہ جگہ شاہی عمارات اور سرکاری دفتروں کے تصرف میں تھی۔ جیسے جیسے ملک میں امن چین پھیلا ویسے ویسے آبادی بڑہنا شروع ہوئی۔ مگر چونکہ شہر کے اندر گنجائش کم تھی۔ لوگوں نے شہر کے

باہر اور شہر کے گرداگرد مکانات بنانے شروع کیے۔ دکانیں اور بازار کھل گئے۔ اسکے علاوہ خلیفہ نے امیروں اور رئیسوں کو شہر کے آس پاس زمینیں اور جاگیریں دے رکھی تھیں۔ جہاں انہوں نے عمارات اور باغات نصب کیے تھے۔ اس طرح آبادی شہر کے گرد و نواح میں کوسوں تک پھیل گئی +

بیرون شہر کی آبادی کا وہ حصہ جو کاظمیہ کی طرف پھیلا ہوا تھا اُسکا نام قطربل تھا۔ قطربل اور باب الشام کے آس پاس متمول اور آسودہ حال لوگوں نے مکانات تعمیر کیے تھے۔ اس محلہ کا نام حربیہ تھا۔ مابقی آبادی جو خارج از شہر مغرب کے رُخ باب کوفہ سے لیکر باب بصرۃ تک پھیلی ہوئی تھی اُس کا نام کرخ تھا۔ مشرق کی جانب مدینہ منصور اور دجلہ کے درمیان جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے خراسان کو سڑک تھی۔ اس سڑک کے شمال یعنی حربیہ کے رُخ قصر خلد تھا۔ جس میں کبھی کبھی المنصور اور اُسکے بعد ہارون رشید رہا کرتا تھا۔ باب خراسان کے سامنے میدان تھا۔ جہاں اسپ دوانی فوجی مشق اور پریڈ ہوا کرتی تھی۔ سڑک خراسان کے جنوب کی طرف کا حصہ شرقیہ کہلاتا تھا۔ یہاں زبیدہ خاتون کا دار القرار یا محل تھا۔ اور اسی حصہ میں سے نہریں گزر کر دجلہ میں گرتی تھیں جن کا ذکر بعد میں ہوگا۔ المہدی جب خراسان سے واپس آیا تو اُس نے اپنی فوج سمیت دجلہ کے اس پار یعنی مشرق کی طرف اور قصر خلد کے مقابل رہایش اختیار کی۔ اس مقام کا نام معسکر مہدی تھا رفتہ رفتہ اُمراء اور فوجی افسروں نے بھی وہیں پر مکانات اور باغات بنا لیے۔ اور اس محلہ کا نام الرصافہ ہو گیا +

دریائے فرات میں سے کاٹ کر کئی نہریں دجلہ میں ڈالی گئی تھیں جنکے ذریعہ سے مابین دو آب کی کھیتی باڑیوں اور باغات کی آبپاشی بھی ہوتی تھی اور انہیں نہروں کے ذریعہ سے بڑی بڑی کشتیاں دمشق اور شام کا مال اور غلہ مقام محول پر فرات میں سے نکالکر بغداد میں لاتی تھیں گویا یہ نہریں شمال مغرب میں سے آکر مدینہ منصور کے ارد گرد شمالاً جنوباً جال کی طرح شاخ در شاخ پھیلی ہوئی تھیں۔ اور محلہ شرقیہ میں بہتی دریائے دجلہ میں گرتی تھیں۔ ان میں سے مشہور نہریں

الصراط، نہر کارخیا، نہر موسی، اور نہر طاہر تھیں۔ شہر کے پھیلنے اور بڑھ جانیسے ان نہروں کے کنارے کنارے دکانیں اور بازار بن گئے۔ عالیشان عمارات کھڑی ہوگئیں۔ اور جا بجا نہروں پر سے عبور کرنیکے لیے پل بنے ہوئے تھے۔ باب بصرہ کے سامنے سوق بزازین، سوق دجاج، سوق طباخین، سوق نساخین وغیرہ کرخ کے مشہور بازار تھے۔

اراکین دولت اور متمول لوگوں نے المہدی اور ہارون رشید کے زمانہ میں دریا کے پاس کنارے پر مکان اور باغات بنانا شروع کردیئے تھے۔ جسکے سبب سے مدینہ منصور کی رونق گھٹنے لگی۔ ہارون الرشید کی وفات کے بعد جب مامون اور امین کے درمیان لڑائیاں ہوئیں تو طاہر نے مدینہ منصور کا محاصرہ کیا۔ اور نہروں کو کاٹ دیا جس سے شہر کے اندر اور باہر پانی بھر گیا۔ اور ہزاروں مکانات گرگئے۔ اسکے سوا مجانیق اور پتھروں کی مار سے بھی بہت سی عمارات کو سخت نقصان پہنچا۔ جس سے لوگ اور بھی گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسکے بعد مامون کے عہد حکومت میں یہ نقل مکان کا سلسلہ جاری رہا۔ اور مغرب سے نکل کر آبادی مشرق میں بڑھتی گئی۔ حتی کہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں مدینہ منصور ویران ہو کر جغد و بوم کا آشیانہ بن گیا۔

الرصافہ کے شمال مشرق میں آبادی بڑھتے بڑھتے دور دور پھیل گئی۔ اس محلہ کا نام الشماسیہ تھا۔ اس محلہ میں زیادہ تر یہود اور نصاریٰ آباد تھے۔ علیٰ ہذا القیاس الرصافہ کے جنوب میں بھی دریا کے کنارے کنارے شرقیہ محلہ کے محاذی المخرم اور سیمونیہ بھی محلے آباد ہوگئے۔ جن میں اراکین دولت کے مکانات اور باغات تھے۔

ہارون الرشید اور مامون کے ایام میں زیادہ عالیشان عمارات تعمیر نہیں ہوئیں جسکا سبب غالبًا یہ تھا کہ علم معماری اور ہندسی کو اس زمانہ میں چنداں ترقی نہیں ہوئی تھی یا شاید ان خلفاء کو تعمیرات کا چنداں شوق نہ تھا۔ اس زمانہ کی عمارتوں میں سے قصر الرشید، قصر الامین قصر بابک۔ قصر الحسینی کے نام تاریخوں میں پائے جاتے ہیں۔ مگر ان مکانات کی سجاوٹ،

بناوٹ، یا برائی کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ تیسری چوتھی صدی کے مورخوں اور سیاحوں نے جو بغداد کے حالات لکھے ہیں اور اس شہر کی رونق، آبادی، تمول اور محاسن کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ اس شہر کو کمال عروج پچھلے خلفائے عباسی کے عہد میں ہوا ہے۔ اصطخری جس کی تاریخ میں ۳۴۰ھ ہجری تک کے حالات لکھے گئے ہیں۔ بغداد کی نسبت یوں لکھتا ہے "تفترش قصور الخلافة وبساتینها من بغداد الی نهر بین الفی مصعدا علی حد واحد حتی تتصل من نهر الی شط الدجلة حتی تتصل الیها بدار الخلافة مرتفعاً علی دجلة الی الشماسیة نحو خمسة امیال وتحاذی الشماسیة فی جانب الغربی الحربیة فیمتد نازلا الی اخر الکرخ" پچھلے خلفاء خصوصاً المعتصم باللہ، المعتضد، المکتفی کو تعمیرات کا بہت شوق تھا۔ ان کے زمانہ میں آل بویہ، اور سلاجقہ اور اتراک نے سلطنت کا کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اور خلفاء کو کٹھ پتلی بنا کر برائے نام تخت پر بٹھا رکھا۔ اور یہ حضرات بیٹھے بیٹھے عمارات اور باغات بناتے رہتے تھے۔ اور انکو آراستہ و پیراستہ کرنے میں کروڑوں روپے صرف کرتے رہے۔

اس زمانہ کی عمارتوں میں سے تین عمارات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن کی خوشنمائی آراستگی اور مصارف کو سیاحوں اور مورخوں نے نہایت شرح اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ دار الشجرہ کی نسبت صاحب معجم یاقوت یوں لکھتا ہے کہ "اس محل کا نام دار الشجر اس لیے رکھا گیا تھا۔" لشجرة کانت فیها مصنوعة من الذهب والفضة فی وسط برکة کبیرة امام ایوانها، وبین شجر بساتینها لها ثمانیہ غصنا من الذهب والفضة ولکل غصن منها فروع کثیرة مکللة بانواع الجواهر علی شکل الثمار وعلی اغصانها انواع الطیور من الذهب والفضة اذا مر الریح علیها ابانت عن عجائب من الصفیر والهدیر وفی جانب الدار من یمین البرکة تماثیل خمسة عشر فارسا علی خمسة عشر فرسا ومثله علی یسار البرکة قد البسوا انواع الحریر والدیباج، مقلدین بالسیوف وفی ایدیهم المطارد، یتحرکون علی خط واحد

لیظن الناظر الیہم ان کل واحد منہم یقصد لضایہ " مفصلہ بالا بیان تاریخی ہی۔ مگر الف لیلہ کی کہانی کی طرح معلوم دیتا ہے ۔

اعداد کی غیر موجودگی میں اس عظیم الشان شہر کی آبادی کا پتہ لگانا ممکن نہیں۔ بغداد ایک شہر نہ تھا۔ بلکہ اسکے اندر کئی بڑے بڑے شہر بسے ہوئے تھے۔ ازانجملہ قطویل۔ حربیہ کرخ۔ شرقیہ۔ دریائے دجلہ کے مغرب میں واقع تھے۔ اور الرصافہ۔ الشماسیہ۔ المخرم۔ میمونیہ دریا کے مشرق میں آباد تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک بذات خود ایک خاصہ شہر تھا ۔

مغربی اور مشرقی حصوں کے درمیان میں دو کشتیوں کے پل تھے۔ ایک باب خراسان کے سامنے تھا۔ دوسرا دریا کے چڑھاؤ کے رخ الشماسیہ اور حربیہ نامی محلوں کو ملاتا تھا۔ اس طور پر مساحت کے لحاظ سے بغداد کا رقبہ ۵۰ یا ۶۰ ہزار مربع جریب سے کم نہ تھا۔ اور عباسی جریب ۳۶۰۰ گز کی ہوتی تھی۔ اس وسیع رقبہ میں سے اگر باغات، بساتین اور نہروں کو نکال بھی دیا جائے۔ تب بھی خالص آبادی کا حصہ بہت زیادہ رہجاتا ہے۔ اسکے ساتھ اگر گنجان آبادی، تنگ گلی کوچوں اور مکانوں کے پاس پاس بنے ہونے کا خیال کیا جائے تو اس بڑے رقبہ کے اندر آبادی کی تعداد لاکھوں ہونی چاہئیے ۔

چند مورخوں نے بغداد کی آبادی کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہو صاحب سیر الملوک لکھتا ہے " کان عدد الحمامات فی ذلک الوقت ببغداد ستین الف حمام، واقل مایکون فی کل حمام خمسۃ نفر؛ حمامی، قیم، زبال، وقاد، سقاء یکون ذلک ثلاث مائۃ الف رجل۔ وان یکون بازاء کل حمام خمسۃ مساجد یکون ذلک ثلاث مائۃ الف مسجد، ونقدر یرد انسان اقل مایکون فی کل مسجد خمسۃ نفر یکون ذلک الف الف وخمسۃ مائۃ الف انسان " ۔

چوتھی صدی کے شروع اور تیسری صدی کے آخر میں طبری لکھتا ہے " قیل ان عدد الحجرسین من العامۃ فی ذلک الوقت ...... انسان فی نعوارق " بہر صورت بغداد کی آبادی

چوتھی صدی میں ۱۵- اور ۲۰ لاکھ سے کم نہ ہوگی ؁

خلیفہ معتذر باللہ کے زمانہ میں شاہ قسطنطین ہفتم کی سفارت آئی تھی اس کی نسبت ابوالفدا[1] نے دول اسلام میں جو حالات لکھے ہیں۔ ان سے بھی اس زمانہ کے تمول اور شان و شکوہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابوالفدا لکھتا ہے۔ "دار الخلافہ کے سامنے میدان میں ایک لاکھ بیس ہزار سوار زرہ بکتر لگائے آراستہ کے دورویہ قطاریں باندھے ہوئے تھے۔ ایوان خلافت کے اندر سات ہزار غلام اطلس اور دیباج کی وردیاں پہنے ہوئے، زرین کمر، مرصع کلاہ، ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے ہوئے تھے۔ چاروں طرف ۳۸ ہزار زربفت کے تھان، ۲۰ ہزار ابریشمی قالین اور ۱۰ ہزار فولادی جوشن نمایش کے لیے لٹکائے گئے تھے۔ دار الشجر کے باغات میں سیکڑوں شیر، زراف، آہو، اور شکاری چیتے ریشم کے نیلے پیلے جھولوں میں سجے ہوئے۔ سونے چاندی کے حمائل اور گھنگرو گلوں میں باندھے۔ کتے بلیوں کی طرح بے دھڑک پھر رہے تھے۔ معتذر باللہ خود تخت طلائی پر مسند نشین تھا جو سونے چاندی سے منڈھا ہوا تھا۔ تخت کے چاروں طرف دیواروں پر موتی اور جواہرات کے جڑاؤ زیور لٹک رہے تھے۔ جن کی چمک سورج کی روشنی کو ماند کرتی تھی۔" ؁

پانچویں صدی میں بنجمین ٹاڈیلا نے اپنی سیاحت میں بغداد کے تمول اور خوشحالی کی بہت تعریف لکھی ہے۔ یہ تاریخی شہادتیں خلافت کے انحطاط کے زمانہ کی ہیں۔ تاہم ان سے پایا جاتا ہے کہ خلافت عباسی تجمل اور شکوہ میں دربار قیاصرہ اور اکاسرہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھی۔ اس ناز و تنعم کے ساتھ ساتھ خلفائے عباسی علم دوست اور ہنر پرور بھی تھے۔ جس کے سبب سے عباسی دربار علمائے زمانہ اور فضلائے روزگار کا مامن و مستقر بن گیا تھا۔ جہاں ہر ملک اور نواح کے طلبائے علوم اور جویائے فنون درس اور تعلیم کے لیے آتے۔ اور شہرت اور کمال سے دامن بھر بھر کر لیجاتے ؁

[1] دول اسلام۔ جلد ۲۔ صفحہ ۳۰۔ ؁

مقام جندشاپور میں نسطورین منک (العباد) آباد تھے جنہوں نے[1] فلسفہ حکمت اور طب کی کتابیں یونانی زبان سے سریانی زبان میں ترجمہ کرنا شروع کر دی تھیں خلفا کی ہنر پروری کا شہرہ سنکر یہ لوگ بغداد میں آئے۔ المنصور کے زمانہ میں جارجیوس بختیشوع شاہی طبیب مقرر ہوا۔ اور اسکے بعد بختیشوع عشیرہ تا ۲۱۳ ہجری سنہ ۴۵۰ ہجری تک خلفائے عباسی اور آل بویہ کا شاہی طبیب تہا۔ اور اسلامی دنیا میں اسکا مطب درس و تدریس کے لیئے چراغ ہدایت بنا رہا۔

جو قدر و منزلت خلفائے عباسی علم طب اور طبیبوں کی کرتے تھے۔ اسکا اندازہ ان روایات سے ہوسکتا ہے جو خلفا نے اطبا کے لیئے مقرر کیئے تھے۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں جبرئیل بختیشوع کے لیئے مفصلہ ذیل رواتب مقرر تھے:-

از بیت المال عام	۱۸۰۰۰ درہم	از عطائے ہارون	۲۴۰۰۰۰ درہم
٫٫ خاصہ	۲۴۰۰۰ ٫٫	غلہ	۸۰۰۰۰۰ ٫٫
اصحاب ہارون	۴۰۰۰۰ ٫٫	جاگیر	۴۰۰۰۰۰ ٫٫

میزان ۴۶۰۰۰۰ درہم سالانہ

اس علمی سرپرستی سے بغداد میں مجلسیں قائم ہوگئیں اور علمی مناظروں اور مباحثوں کا چرچا دن رات رہتا تہا۔ الشماسیہ میں ابن ماسویہ الکبیر اور المنجم کی مجلسوں نے تاریخی عظمت حاصل کی۔ دربار خلافت میں محفلیں برپا ہوتی تھیں۔ جن میں دینی مسائل پر علمی حیثیت سے ہر شخص کو رائے دینے کا موقع دیا جاتا تہا۔ ملک شاہ وزیر نظام الملک نے مدرسہ نظامیہ قائم کیا۔ جس میں نامور علما درس اور تدریس کے لیئے مقرر کیئے گئے۔ چنانچہ امام غزالی[2] اس مدرسہ کے پروفیسر تھے۔ ابو نصر فارابی[3] پہلے بغداد میں مالی کا کام کرتا تہا۔ بعد میں بغداد کے دار العلوموں میں خوشہ چینی کرکے مشہور فلسفی بن گیا۔ مستشفیات (ہسپتال) اور دار المجانین (پاگل خانے) بنائے گئے۔ جن میں غربا کا مفت میں علاج کیا جاتا تہا۔

[1] طبقات الاطبا۔ جلد ا صفحہ ۱۲۶ [2] مترجم افلاطون ارسطو۔ [3] صاحب احیاء العلوم۔ الموسیقی۔

محمد زکریا رازی ان شفاخانوں کے ناظر تھے۔ ابن بطلان، یحییٰ ابن عیسےٰ ابن جسزلہ اسحٰق ابن یوحنا، حنین ابن اسحٰق، عبداللہ ابن المقنع بغداد کے مشہور علما گزرے ہیں غرضکہ ان علما نے لٹریچر اور تمدن اسلام کو جو عربستان کی طرح پہلے بنجر اور سنگلاخ تھا سرسبز اور مالامال کر دیا۔ اور ایسا غوجی اور مجسطی کے پریشان اوراق کو جمع کر کے مقدونیہ اور اسکندریہ کے بوسیدہ قالبوں میں نئی روحیں پھونک دیں ۔

(باقی دارد)

عذر تاخیر

تاخیر پچھلے منبر کے نکلنے میں ہوئی تھی اور عذر بھی اسی کے متعلق ہے ورنہ یہ پرچہ تو انشاء اللہ آپکو وقت پر ملے گا۔ معذرت قاعدہ اور دستور کیموافق دیر والی اشاعت کے ساتھ کیجا یا کرتی ہے مگر میں نے خیال کیا کہ الفاظ اور عمل ایک ہی دفعہ پیش ہوں تو اچھا ہے۔

واقعہ یہ ہے

کہ ۱۹۱۸ء جسے ابتک جنگ کا آخری سال کہنا چاہئے۔ جب ختم کے قریب آیا تو لوگوں نے ۱۹۱۹ء کی جو صلح و امن کے وعدے سنا رہا تھا پیشوائی کا مختلف صورتوں میں سامان کیا مجھے بھی کہ کائنات کا ایک متحرک ذرہ ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنی حرکات جائزے سے گرد و پیش کو جنبش میں رکھوں سوجھی کہ جنگ کا زمانہ زندہ رہکر گذار سکنے کے بعد صلح و امن سے آخر بات چیت کیوں نہ کروں۔ چنانچہ ابتدائے جنوری سے یہی سلسلہ جاری ہے۔

یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کیا ہے لیکن یقین کر لیجئے کہ میری گذشتہ تمام خدمات سے اہم تر ہے غرض ان خاص مصروفیتوں کے سبب نظام المشائخ ۲ جمادی الاول کی بجائے ۲۷ جمادی الاول کو اور خطیب ۱۴ فروری کا ۲۲ و ۲۸ فروری کو لیکر شائع ہوا۔

خطیب ونظام المشائخ کے لئے مضامین کی کمی کبھی نہیں ہوئی۔ کتابت کی طرف سے بھی ہمیشہ اطمینان رہا۔ عملہ بھی وافر ہے اور نہایت مستعد واخلاص شعار۔ البتہ چھپائی کی الجھنیں اکثر راقم الحروف کو پریشانی میں ڈالدیا کرتی ہیں اور اس کے سلجھانے کی فکر سے ذرا غافل ہو جاؤں بس پھر کچھ نہ پوچھئے۔ چنانچہ اب کے بھی چھپائی اور محض چھپائی کی مشکلات تھیں کہ ان کا مقابلہ کرنا امکان ہی میں نہ رہا۔ نہیں تو دوسرے کام بہرحال خاصی طرح چلا ہی کئے۔

تلافی کی امید

اب یوں انتظام ہوا ہے کہ منشی عبدالحمید صاحب مالک اشتراکی پریس دہلی کو جو کاروبار مطابع کے پورے ماہر ہیں۔ میں نے اپنا پریس سپرد کر دیا ہے۔ کہ بھئی اسے بھی تم سنبھالو۔ آئندہ میں درویش پریس کا برائے نام مالک رہونگا۔ باقی اچھائیاں برائیاں نفع ونقصان منشی عبدالحمید کا حق کہ خطیب ونظام المشائخ وغیرہ کی اجرت طباعت بھی اسی نرخ سے دونگا جو اوروں سے لیجاتی ہے۔ یعنی پریس کی ملکیت سے مطلق فائدہ نہ اٹھاؤنگا۔

امید ہے کہ یہ تجویز ماضی کی کل فروگذاشتوں کی تلافی کا باعث ہوگی۔ منشی عبدالحمید ناظرین خطیب ونظام المشائخ کی خاطر اشتراکی پریس دوستوں پر چھوڑ کر یہاں آن بیٹھے ہیں اور دن رات درویش پریس ہی میں لگے ہوئے ہیں۔ پہلے بھی انہی کی اعانت سے میں درویش پریس کو سنبھالے ہوئے تھا۔ لیکن وہ معمولی اعانت تھی۔ اور ایسی حالت میں کہ ان کی ساری توجہ درویش پریس کے لئے وقف ہے۔ اللہ نے چاہا تو عذر تاخیر کا یہ عنوان بار بار نہ دُہرانا پڑے گا۔

عبدہ
واحدی

طبی غذا

ہندوستان کے سب سے بڑے حکیم حاذق کے بتائے ہوئے کیمیائی نسخہ کے موافق حضرت خواجہ حسن نظامی کی نگرانی میں تیار ہوتی ہے

طبی غذا گیہوں کے دلیہ کا نام ہے۔ جسکے گیہوں حکیم حاذق کے فرمودہ کیمیائی نسخہ کے اجزا میں متواتر کئی روز بھیگے رہتے ہیں اور جب ادویات کا سب پانی جذب کر چکتے ہیں تو ان کو خشک کر کے دلیہ بنا لیا جاتا ہے۔

حکیم حاذق صاحب کے کیمیائی نسخہ میں ایسی دوائیاں ہیں جو جگر اور معدہ کو اکسیری فائدہ پہنچاتی ہیں اور انکی قوت کے سبب دلیہ ایسا موثر ہو جاتا ہے کہ خواہ کیسے ہی کمزور معدہ اور خراب جگر کا آدمی اسکو کھائے یہ فوراً ہضم ہو جاتا ہے اور صرف خود ہی ہضم نہیں ہوتا بلکہ معدہ اور جگر کی خرابیوں کو بھی رفتہ رفتہ بالکل دور کر دیتا ہے۔ طبی غذا بہت ہی مزے کی چیز ہے امرا اسے بہت پسند کرتے ہیں طبی غذا سردی کے موسم میں حلق سے اترتے ہی خون صالح بن جاتی ہے۔ طبی غذا پٹھوں کی طاقت بڑھانے میں تمام مقوی معجونوں سے بڑھ کر ہے طبی غذا اگلی بخار کی کمزوریوں کو بہت جلدی دور کر دیتی ہے۔ تندرست آدمی طبی غذا کھایا کریں تو ان کی طاقت چوگنی ہو جاتی ہے طبی غذا میں تناسلی قوتوں کے پیدا کرنے اور مادہ کے انجماد کا بہت بڑا اثر ہے طبی غذا بچے خوشی خوشی کھاتے ہیں۔ اور چالیس دن کے استعمال سے انکی لاغری جاتی رہتی ہے طبی غذا بچے والی ماں کا دودھ بڑھانے میں عجیب تاثیر رکھتی ہے طبی غذا ہندوستان میں بنی ہے اور یورپ کے دلیوں کی طرح اسکی قیمت تین روپیہ فی بکس نہیں بلکہ صرف آٹھ آنہ ایک ڈبہ کی قیمت ہے طبی غذا کے بنانے میں ہندو مسلمانوں کی مذہبی احتیاط کا پورا خیال رکھا جاتا ہے طبی غذا تمام ہندوستان کی ہر قوم میں استعمال کی جاتی ہے۔ قیمت آٹھ آنہ محصول ڈاک ۴ر جو بذمہ خریدار ہوگا۔ لکڑی کے بکس و تیاری پارسل کا خرچ دواخانہ کے ذمہ ہے +

پیرزادہ محمد سید صادق

کارکن دواخانہ حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

خطیب

مدیر۔ ملا محمد الواحدی

اردو کا تنہا ہفتہ وار رسالہ

جس میں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی مضامین کی اشاعت کے علاوہ واقعات پر بڑے وزنی اور شاندار طریقے سے رائے زنی بھی کی جاتی ہے۔ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی اور مصور غم علامہ راشد الخیری خطیب سے زیادہ کہیں نہیں لکھتے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے تمام مشہور انشا پردازوں کی قلمی اعانت اسے حاصل ہے۔

چندہ بہت کم یعنی سالانہ ہے ششماہی ہے نمونہ مفت

ملنے کا پتہ

مینیجر خطیب دہلی